رشد و ہدایت کی آخری آسمانی کتاب، قرآن مجید کے علوم و اسرار جاننے اور
فہم و تدبر کے لئے آسان انداز میں

تفسیر تعلیم القرآن

شیخ الحدیث والتفسیر، ابو صالح مفتی محمد قاسم قادری عطاری مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

ابتدائی کلمات

ہر تعریف و ثنا اس ربِ لم یزل کے لیے ہے جس نے خاتم الانبیاء، احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاکیزہ ترین دل پر اپنا مقدس کلام قرآن نازل فرمایا اور بے شمار درود و سلام ہوں حبیب خدا، شافع روزِ جزا صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر جو اپنی امت کو قرآن، علمِ قرآن، فہمِ قرآن، اسرارِ قرآن، حکمت، طہارتِ نفس، تزکیۂ قلب، اصلاح ظاہر و باطن اور دنیا و آخرت کی ساری بھلائیاں دینے والے ہیں۔ قرآنِ مجید کی عظمت و شان بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی (طٰہٰ:04) ترجمہ: اس کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جس نے زمین اور اونچے آسمان بنائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی عظمت بیان فرمائی کہ یہ قرآن اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جس نے زمینوں اور بلند آسمانوں کو پیدا فرمایا اور جس نے اتنی عظیم مخلوق پیدا فرمائی وہ خالق کتنا عظیم ہو گا اور جب ایسی عظیم ذات نے قرآن مجید نازل فرمایا ہے تو یہ قرآن کتنا عظمت والا ہو گا۔ یہاں قرآن کریم کی عظمت بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ لوگ اس کے معانی اور حقائق میں غور و فکر کریں، انہیں سمجھیں اور احکامِ قرآن پر عمل کریں کیونکہ جس پیغام کو بھیجنے والا انتہائی عظیم ہو تو اس پیغام کو بہت اہمیت دی جاتی ہے اور پوری توجہ سے اسے سنا جاتا ہے اور بھرپور طریقے سے اس کی اطاعت کی جاتی ہے اور جب قرآن کریم کو نازل فرمانے والا سب سے بڑا عظیم ہے تو اس کی طرف سے بھیجے ہوئے قرآنِ عظیم کو سب سے زیادہ توجہ کے ساتھ سننا چاہئے اور اس میں انتہائی غور و فکر کرنا اور کامل طریقے سے اس کے دیئے گئے احکام پر عمل کرنا چاہئے۔ آج مسلمانوں کی ایک تعداد ایسی ہے جو اصل تلاوت ہی سے یا صحیح تلاوتِ قرآن کرنے سے ہی محروم ہے اور صحیح پڑھنے والوں کی بھی بڑی تعداد نہ قرآن مجید سمجھتی ہے اور نہ ہی اس کے احکام پر عمل کرتی ہے۔ ایسے مسلمانوں کی بہت کمی ہے جنہیں قرآن کے حلال و حرام کا علم اور محمدی اخلاق پر عمل ہو، آیاتِ الٰہی سن کر جن کے دل ڈر جاتے اور اعضا کانپ اٹھتے ہوں، جن کے دل و دماغ پر قرآن کے انوار چھائے ہوئے ہوں۔

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس تک قرآن مجید پہنچ گیا تو گویا اللہ تعالیٰ نے اس سے کلام کیا۔ جب وہ اس بات پر قادر ہو جائے تو قرآن مجید پڑھنے ہی کو اپنا عمل قرار نہ دے بلکہ اس طرح پڑھے جس طرح کوئی غلام اپنے

مالک کے لکھے ہوئے خط کو پڑھتا ہے تاکہ وہ اس میں غور و فکر کر کے اس کے مطابق عمل کرے۔(احیاء علوم الدین،1/378)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ تلاوت قرآن کرے، خدا کے پیغام کو سمجھے، دل و جان سے اس پر ایمان رکھے اور ظاہر و باطن سے اس پر عمل کرے۔

فہمِ قرآن کا ایک بہترین ذریعہ:

قرآنِ مجید کو سمجھنے کا ایک اہم ذریعہ علماءِ کرام کی لکھی ہوئی تفاسیر پڑھنا بھی ہے انہی میں سے ایک تفسیر آپ کے ہاتھوں میں موجود "تفسیر تعلیم القرآن" ہے جس کی 10 خوبیاں یہ ہیں:

(1) نہ بہت زیادہ طویل اور نہ ہی بہت زیادہ مختصر بلکہ متوسط اور جامع تفسیر ہے۔

(2) اس کی اردو عبارت آسان اور عام فہم ہے تاکہ کم پڑھے لکھے مسلمان بھی اس سے با آسانی استفادہ کر سکیں۔

(3) بکثرت مقامات پر ایک ایک آیت سے متعلق مکمل کلام ذکر گیا ہے البتہ جہاں مضمون دو یا اس سے زیادہ آیات پر مشتمل تھا وہاں ایک مضمون کی تمام آیات کی تفسیر ایک ساتھ ذکر کی گئی ہے۔

(4) اس میں علمی اور فنی باتوں، مشکل الفاظ اور دقیق جملوں سے گریز کیا گیا ہے۔

(5) ہر سورت کے شروع میں اس کا مختصر تعارف ذکر کیا گیا ہے۔

(6) آیات کی تفسیر میں ان کا مختصر اور جامع خلاصہ ذکر کیا گیا ہے۔

(7) آیت کے شانِ نزول کو ابتداء میں لکھا گیا کہ آیت کا پس منظر پڑھنے کے بعد تفسیر پڑھنا فہمِ قرآن میں مزید آسانی پیدا کرتا ہے۔

(8) "اہم بات" کے عنوان سے آیت اور تفسیر سے تعلق رکھنے والی ضروری باتوں کو جداگانہ مختصر اور جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے تاکہ اصل تفسیر اور ضروری باتوں میں امتیاز رہے۔

(9) موقع محل کی مناسبت سے دیگر عنوانات بھی شامل کئے گئے ہیں۔

(10) "درس" کے عنوان سے ہدایت و نصیحت پر مشتمل مختصر اور جامع دروس بھی شامل کیے گئے ہیں۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور اسے میری، میرے اہلِ خانہ، میرے خاندان، اساتذۂ کرام، شاگردوں، دوست احباب اور دیگر تمام متعلقین کی بے حساب مغفرت کا ذریعہ بنائے؛ آمین۔

مفتی محمد قاسم عطاری

از: شیخ الحدیث والتفسیر، ابو صالح مفتی محمد قاسم قادری عطاری مدظلہ العالی

ناشر

مکتبۃ المدینہ کراچی

ایاتھا ۷ — سورۃ الفاتحۃ مکیۃ ۵ — رکوعھا ۱

سورۂ فاتحہ مکیہ ہے اس میں سات آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝۱

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہان والوں کا پالنے والا ہے ○

سورۂ فاتحہ کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ، یا مدینہ منورہ، یا دونوں جگہ نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 7 آیتیں ہیں۔ اس سے قرآن پاک کی تلاوت اور لکھنے کی ابتدا کی جاتی ہے اس لیے اسے "فاتحۃ الکتاب" یعنی کتاب کی ابتدا کرنے والی کہتے ہیں۔ فضائل: (1) سورۂ فاتحہ قرآنِ مجید کی سب سے عظمت والی سورت ہے۔ (بخاری، حدیث: 5006) (2) سورۂ فاتحہ وہ نور ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے علاوہ اور کسی نبی کو عطا نہیں ہوا۔ (مسلم، حدیث: 806) (3) سورۂ فاتحہ بہترین دم ہے، بخاری اور ابو داؤد کی احادیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سانپ کے ڈسے اور جنون کی بیماری میں مبتلا شخص پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو اسے زہر کے اثر اور جنون کے مرض سے شفا مل گئی۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، عظمت و شان اور اوصاف کا بیان، اللہ تعالیٰ کے حقیقی معبود اور حقیقی مددگار ہونے کا ذکر اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی دعا مانگنے کی تعلیم ہے۔ مسئلہ: نماز میں "سورۂ فاتحہ" پڑھنا واجب ہے، امام اور تنہا نماز پڑھنے والا اپنی زبان سے "سورۂ فاتحہ" پڑھے گا جبکہ مقتدی امام کے پیچھے خاموش رہے گا اور جہری نماز میں اس کی قراءت بھی سنے گا، اس کا یہی عمل پڑھنے کے حکم میں ہے۔

تسمیہ "بسم اللہ" ہر سورت کے شروع کی نہیں بلکہ پورے قرآن کی ایک آیت ہے جسے دو سورتوں کے درمیان فاصلہ کرنے کے لیے ہر سورت کے شروع میں جداگانہ لکھ دیا گیا ہے۔ ہر سورت کے شروع میں لکھی ہوئی "بسم اللہ" پوری آیت ہے اور "سورۂ نمل" کی آیت نمبر 30 میں مذکور "بسم اللہ" اُس آیت کا ایک حصہ ہے۔ مسئلہ: تلاوت شروع کرنے سے پہلے "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ" پڑھنا سنت ہے اور سورت کی ابتداء میں "بسم اللہ" پڑھنا سنت ورنہ مستحب ہے۔ اہم بات: حرام و ناجائز کام اور گفتگو سے پہلے "بسم اللہ" ہرگز نہ پڑھی جائے۔ درس: ہر نیک و جائز کام کی ابتدا "بسم اللہ" سے کرنی چاہیے۔ حدیث پاک میں ہے: جس اہم کام کی ابتدا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے نہ کی گئی وہ ادھورا رہ جاتا ہے۔ (کنز العمال، حدیث: 2488)

آیت 1 آیت کا معنیٰ ہے کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں اور جہان والوں کا پالنے والا اور مالک ہے۔ اس میں زمینی، آسمانی، عرشی، فرشی، ظاہر، پوشیدہ ہر طرح کی مخلوق داخل ہے۔ اہم باتیں: (1) تمام تعریفوں کا حقیقی حقدار اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ اپنی ذات و صفات میں تو وہ خود ہی کامل ہے جس پر وہ حمد کے لائق ہے، بقیہ مخلوق کے جملہ کمالات میں بھی حقیقتاً تعریف کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ سب کمالات اور خوبیاں اسی کی عطا کردہ ہیں۔ (2) حمد کا عام معنی ہے کسی کی اختیاری خوبیوں کی بنا پر اس کی تعریف

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۴

بہت مہربان رحمت والا۝ جزا کے دن کا مالک۝ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۝

کرنا۔ (3) لفظ "اللہ" اس پاک ذات کا عظمت وبرکت والا نام ہے جو کمال والی تمام صفات کی جامع ہے۔ (4) لفظ "رب" کے کئی معانی ہیں جیسے آقا، مالک، پالنے والا وغیرہ اور یہ تمام معانی اللہ تعالیٰ پر مکمل طور پر سچے ہیں۔ (5) "العٰلَمِیْنَ" عالَم کی جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر موجود چیز کو عالَم کہتے ہیں۔ یہاں جمع کا لفظ "العٰلَمِیْنَ" اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق کو ایک الگ جہان بولا جاتا ہے۔

فضیلت: کلمہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" کی بہت فضیلت ہے، حدیث پاک میں ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ میزان کو (ثواب سے) بھر دیتا ہے۔ (مسلم، حدیث 534)

درس: اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت اور اس کی بہت فضیلت ہے، حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ بندے کی اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ بندہ کچھ کھائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور کچھ پیے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔ (مسلم، حدیث 7932)

آیت 2 رحمٰن اور رحیم اللہ تعالیٰ کے دو صفاتی نام ہیں، رحمٰن کا معنیٰ ہے "نعمتیں عطا کرنے والی وہ حقیقی ذات جو بہت زیادہ رحم فرمائے" اور رحیم کا معنیٰ ہے "بہت رحمت فرمانے والا۔" اہم بات: لفظ "رحمٰن" اللہ تعالیٰ کا خاص نام ہے کسی دوسرے کے لئے نہیں بول سکتے۔ بعض لوگ عبد الرحمٰن کو رحمٰن بول دیتے ہیں، یہ حرام ہے، جبکہ "رحیم" کا لفظ دوسروں کے لئے بولا جاسکتا ہے، جیسے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ایک نام رحیم بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم اور رب العالمین ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم رءوف ورحیم اور رحمۃ للعالمین ہیں۔ درس: اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع اور اس کے غضب پر غالب ہے، بخاری شریف کی حدیث قدسی ہے کہ لوح محفوظ میں لکھا ہے: میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ (بخاری، حدیث 3194)

آیت 3 فرمایا کہ اللہ اس دن کا مالک ہے جس میں بندوں کو ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ اہم باتیں: (1) جزا یعنی بدلے کے دن سے قیامت مراد ہے جس دن ایمان وکفر اور نیکی وگناہ کا بدلہ دیا جائے گا۔ (2) اللہ تعالیٰ اگرچہ دنیا وآخرت دونوں کا حقیقی مالک ہے لیکن یہاں "قیامت" کی ملکیت کا بطورِ خاص ذکر اس لئے ہے کہ اس دن کسی کی ظاہری ملکیت بھی نہیں ہوگی جیسے دنیا میں تو ظاہری ملکیت مخلوق کو بھی حاصل ہے۔

آیت 4 اس آیت سے بندوں کو سکھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی بندگی کا اظہار یوں کرو کہ اے اللہ! عزوجل، ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں کیونکہ عبادت کا مستحق صرف تو ہی ہے، تیرے علاوہ اور کوئی اس لائق ہی نہیں کہ اس کی عبادت کی جاسکے اور حقیقی مدد کرنے والا بھی تو ہی ہے، تیری اجازت ومرضی کے بغیر کوئی کسی کی کسی قسم کی ظاہری، باطنی، جسمانی روحانی، چھوٹی بڑی کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ اہم بات: عبادت کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ کسی کو عبادت کے لائق سمجھتے ہوئے اُس کی کسی بھی قسم کی تعظیم کرنا اور اگر عبادت کے لائق نہ سمجھیں تو وہ محض "تعظیم" ہوگی عبادت نہیں کہلائے گی۔ درس: عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی کرنی چاہئے، اسی طرح حقیقی مددگار بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ماننا اور اسی سے مدد کا سوال کرنا چاہئے، اُس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنا شرک ہے۔ یونہی مخلوق میں سے کسی کو عطائے الٰہی کے بغیر ذاتی طور پر مددگار ماننا شرک ہے، البتہ ظاہری اسباب ووسائل جو مخلوق کے ظاہری اختیار میں ہوتے ہیں یا ان چیزوں میں جن کا حقیقی اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جیسے شفا دینا وغیرہ، ان میں کسی کو یوں مددگار

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ۬ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ﴿۷﴾

ہمیں سیدھے راستے پر چلا○ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے احسان کیا○ نہ کہ ان کا راستہ جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا○

ع-۱

ماننا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے دے سکتے ہے تو یہ اللہ ہی کا مدد فرمانا ہے جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیماروں، مادر زاد اندھوں، کوڑھ کے مریضوں کو شفا دی اور حضرت جبریل علیہ السلام نے پاکیزہ بیٹا دیا، یونہی بخاری و مسلم اور دیگر کتابوں میں حدیثیں موجود ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مریضوں کو شفا پہنچائی، کھانے پینے میں برکت دی وغیرہا۔

آیت 5 ﴾ فرمایا کہ یوں دعا مانگو: اے اللہ! تو نے اپنی رحمت سے ہمیں صراطِ مستقیم دکھا دیا، اب اس راستے کی طرف ہماری ہدایت میں اضافہ فرما اور ہمیں اس پر ثابت قدم رکھ۔ **اہم بات:** صراطِ مستقیم سے مراد "رضائے الٰہی کا سیدھا راستہ" ہے، جس پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام چلے اور اب یہ اسلام کا وہ سیدھا راستہ ہے جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، بزرگانِ دین، علماء و محدثین اور ائمہ و مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم چلے۔ نئے نئے راستے دکھانے والے صراطِ مستقیم سے دور ہیں۔ **درس:** (1) سیدھے راستے پر ثابت قدمی اور ایمان پر خاتمے کی دعا مانگتے رہنا چاہئے کہ نجات اسی پر موقوف ہے۔ (2) دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد اور عبادت کرنی چاہئے۔ (3) عام دعائیں جیسے مغفرت، نجات، عافیت اور خوشی وغیرہا کی دعائیں صرف اپنے لئے نہیں بلکہ سب مسلمانوں کے لئے مانگنی چاہئیں۔

آیت 7،6 ﴾ ان دو آیات میں مزید فرمایا گیا کہ یوں دعا مانگو: اے اللہ! ان لوگوں کے راستے پر چلا جن پر تو نے احسان و انعام فرمایا جبکہ ان لوگوں کے راستے پر نہ چلا جن پر تیرا غضب ہوا اور جو بہکے ہوئے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) انعام یافتہ بندوں سے مراد انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں جن کا ذکر سورۂ نساء کی آیت نمبر 69 میں ہے۔ (2) غضب کے مستحق لوگوں سے مراد یہودی یا بد عمل لوگ اور بہکے ہوؤں سے مراد عیسائی یا بد عقیدہ افراد ہیں۔

آیاتها ٢٨٦ | ٢ سورة البقرة مدنية ٨٧ | رکوعاتها ٤٠

سورۂ بقرہ مدنیہ ہے، اس میں دو سو چھیاسی آیتیں اور چالیس رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓ ۟ۚ ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَیۡبَ ۛۚۖ فِیۡهِ ۛۚ هُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ۟ۙ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ

الٓمّٓ ○ وہ بلند رتبہ کتاب جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ اس میں ڈرنے والوں کے لئے ہدایت ہے ○ وہ لوگ جو بغیر دیکھے ایمان

سورۂ بقرہ کا تعارف یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 40 رکوع اور 286 آیتیں ہیں۔ اس میں بنی اسرائیل کی ایک گائے کا واقعہ بیان کیا گیا جس کی مناسبت سے اسے "سورۂ بقرہ" کہتے ہیں۔ **فضیلت:** سورۂ بقرہ پڑھتے رہنے میں برکت اور نہ پڑھنے میں (ثواب سے محروم رہ جانے پر) حسرت ہے اور جادوگر اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (مسلم، حدیث:804) **خلاصۂ مضامین:** سورۂ بقرہ میں اسلام کے بنیادی عقائد جیسے توحید، نبوت ورسالت اور حشر ونشر وغیرہ کا بیان، عبادات جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوۃ وغیرہ کے احکام، معاملات جیسے نکاح، طلاق، ایلاء، عدت، رضاعت، قتلِ ناحق، قصاص، شراب، جوئے اور سود وغیرہ سے متعلق احکام، بنی اسرائیل کے مختلف احوال اور ان کی اجتماعی زندگی کی کثیر خرابیوں کا بیان ہے۔

آیت 1 قرآنِ کریم کی 29 سورتوں کے شروع میں اس طرح کے حروف ہیں، انہیں جدا جدا پڑھے جانے کی وجہ سے "حروفِ مقطعات" کہا جاتا ہے۔ ان حروف کی مراد اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم جانتے ہیں، ہم اس کے حق ہونے پر ایمان لاتے ہیں۔

آیت 2 فرمایا کہ قرآن ایسی بلند رتبہ اور عظیم الشان کتاب ہے جس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس میں ان لوگوں کے لیے ہدایت ہے جو خدا سے ڈرنے کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) قرآنِ مجید کی حقانیت میں شک کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے کتابِ الٰہی ہونے کے انتہائی مضبوط اور واضح دلائل موجود ہیں جن پر غور کرنے کے بعد کوئی انصاف پسند اور عقلمند شخص قرآن کی حقانیت اور کتابِ الٰہی ہونے میں شک کر ہی نہیں سکتا، ضدی اور مخالف لوگوں کا شک کرنا ایسے ہے جیسے کوئی اندھا سورج کے وجود کا انکار کردے۔ (2) تقویٰ کا لغوی معنیٰ ہے نفس کو خوف کی چیز سے بچانا اور اصطلاحِ شرع میں تقویٰ نفس کو ہر اس کام سے بچانے کا نام ہے جس سے بندہ عذابِ الٰہی کا مستحق ہو۔ کفر وشرک اور کبیرہ گناہوں سے بچنا اور فرائض وواجبات ادا کرنا تقویٰ کی معروف مثالیں ہیں۔ (3) قرآنِ پاک کی ہدایت ورہنمائی اگرچہ مومن وکافر ہر شخص کے لیے ہے لیکن قرآن سے حقیقی نفع چونکہ صرف متقی لوگ حاصل کرتے ہیں اس لیے یہاں اسے بطورِ خاص **"متقین کے لئے ہدایت"** فرمایا گیا۔

آیت 3 یہاں سے متقین کے اوصاف بیان کیے جارہے ہیں کہ متقی وہ لوگ ہیں جو بغیر دیکھے ایمان لاتے ہیں اور تمام حقوق وآداب کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) ایمان، سچے دل سے ان سب باتوں کی تصدیق کرنے کا نام ہے جو ضروریاتِ دین میں داخل ہیں جبکہ کسی ایک ضرورتِ دینی کا انکار کفر کہلاتا ہے۔ (2) عمل اگرچہ ایمان کا حصہ نہیں لیکن فرائض وواجبات اور دیگر ضروری احکام پر عمل کرنا لازم ہے۔ (3) غیب وہ ہے جو ہم سے پوشیدہ ہو اور ہم اسے اپنے حواس جیسے دیکھنے، چھونے وغیرہ سے اور بدیہی طور پر عقل سے معلوم نہ کرسکیں، جیسے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا، قیامت

بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ﴿۳﴾ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ

لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں ○ اور وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو

اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ﴿۴﴾ اُولٰٓىِٕكَ عَلٰى هُدًى

تمہاری طرف نازل کیا اور جو تم سے پہلے نازل کیا گیا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ○ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے

مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ

ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں ○ بیشک وہ لوگ جن کی قسمت میں کفر ہے ان کے لئے برابر ہے کہ آپ انہیں ڈرائیں

قائم ہونا، اعمال کا حساب ہونا اور جنت و جہنم وغیرہ۔ انبیاء علیہم السلام پر اعتماد کرتے ہوئے اسے مان لینا "غیب پر ایمان لانا" ہے۔ (4) نماز کے حقوق و آداب میں یہ چیزیں داخل ہیں: ہمیشہ، ٹھیک وقت پر اور پابندی کے ساتھ نماز پڑھنا، نماز کے فرائض و واجبات، سنن و مستحبات کا خیال رکھنا، تمام مفسدات و مکروہات سے بچنا، بدن، دل اور خیالات سب نماز میں مشغول ہوں۔ (5) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مراد زکوٰۃ ادا کرنا ہے، یا اس سے تمام قسم کے صدقات مراد ہیں، جیسے غریبوں، مسکینوں، یتیموں، طلبہ، علماء اور مساجد و مدارس وغیرہا کو دینا اور کچھ خرچ کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ متقی لوگ خرچ کرنے میں اعتدال سے کام لیتے ہیں۔

آیت 4 فرمایا کہ متقی لوگ اس قرآن اور شریعت پر ایمان لاتے ہیں جو اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ کی طرف نازل کیا گیا اور ان آسمانی کتابوں اور صحیفوں وغیرہ پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ سے پہلے نازل کیے گئے اور وہ قیامت پر اور جو کچھ اس میں جزا و حساب وغیرہ ہے سب پر ایسا یقین رکھتے ہیں کہ اس میں انہیں ذرا بھی شک و شبہ نہیں ہے۔ اہم بات: قرآن کریم پر یوں ایمان رکھنا فرض ہے کہ ہمارے پاس موجود قرآن کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور برحق ہے، بقیہ قرآن کی تفصیلات جاننا فرض کفایہ ہے، اگر ایسے علماء موجود ہوں جنہوں نے ان کا علم حاصل کر لیا ہو تو عوام پر ان کا علم حاصل کرنا فرض نہیں۔ سابقہ آسمانی کتابوں پر یوں ایمان رکھنا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام پر کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے اور ان میں جو کچھ اس نے بیان فرمایا سب حق ہے۔ گزشتہ آسمانی کتابوں پر ایمان ہے لیکن عمل صرف اپنے دین کے مطابق کریں گے۔

آیت 5 فرمایا کہ بیان کردہ صفات سے متصف لوگ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہدایت اور سیدھے راستے پر قائم ہیں اور یہی لوگ عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہو کر کامل کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔ اہم بات: آخرت میں کامل کامیابی متقی لوگوں ہی کو حاصل ہو گی البتہ کسی نہ کسی درجے کی کامیابی ہر نیک و بد مسلمان کو حاصل ہو گی کیونکہ ہر مسلمان کو ایمان کی دولت حاصل ہے جس کی برکت سے بہر حال جنت میں داخلہ ضرور ہو گا اگرچہ عذاب جہنم کے بعد ہو۔

آیت 6 یہاں سے ازلی کفار کا حال اور ان کا انجام بیان کیا جا رہا ہے کہ اے حبیب! بیشک وہ لوگ جن کی قسمت میں کفر ہے جیسے ابو جہل اور ابو لہب وغیرہ کفار، ان کے حق میں برابر ہے کہ آپ انہیں کفر پر عذاب الٰہی سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، یہ کسی صورت ایمان نہیں لائیں گے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں چند خاص کفار کے ایمان نہ لانے کی خبر دی گئی ہے ورنہ عمومی طور پر تمام کفار کے حق میں ڈرانا اور نہ ڈرانا برابر نہیں کیونکہ بہت سے کفار بعد میں ایمان لے آئے تھے۔ (2) کفر کا لغوی معنی ہے چھپانا اور اصطلاح شرع میں ضروریات دین

اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ

یا نہ ڈرائیں، یہ ایمان نہیں لائیں گے○ اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر

غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۷ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ

پردہ پڑا ہوا ہے اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے○ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے ہیں حالانکہ وہ

بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۸ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹

ایمان والے نہیں ہیں○ یہ لوگ اللہ کو اور ایمان والوں کو فریب دینا چاہتے ہیں حالانکہ یہ صرف اپنے آپ کو فریب دے رہے ہیں اور انہیں شعور نہیں○

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝۱۰

ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری میں اور اضافہ کر دیا اور ان کے لئے ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے دردناک عذاب ہے○

ع ۱ — وقف لازم

جنہیں ہر خاص و عام جانتے
میں سے کسی چیز کا انکار یا تحقیر و استہزاء کرنے کو کفر کہتے ہے۔ ضروریاتِ دین، اسلام کے وہ احکام ہیں، ہوں، خاص سے مراد علماء ہیں اور عام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو علماء تو شمار نہ کیے جاتے ہوں لیکن علماء کی صحبت میں بیٹھتے اور علمی مسائل کا ذوق رکھتے ہوں۔ (3) مبلغ کا کام رضائے الٰہی کے لیے نیکی کی دعوت دینا ہے، قبول کرنے کی توفیق دینا اس کا کام نہیں، لہٰذا اسے چاہیے کہ رضائے الٰہی کے لیے نیکی کی دعوت دے اور نتائج اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔

آیت 7 یہاں ان کفار کے ایمان نہ لانے کا سبب بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کفار کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے، اب ان میں ایمان داخل ہونے اور ان سے کفر و گمراہی نکلنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی اور قبولِ حق کی جو صلاحیت ہر شخص میں فطری طور پر رکھی گئی ہے وہ کفر پر اصرار کی وجہ سے اُن سے چھن چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیا ہے جس سے وہ حق و ہدایت کی راہ اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں دیکھ نہیں سکتے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

آیت 8 کھلے کفار کا ذکر کرنے کے بعد یہاں سے چھپے کفار یعنی منافقوں کے احوال بیان کیے جا رہے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ کچھ لوگ اپنی زبان سے کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن یعنی قیامت پر ایمان لے آئے حالانکہ وہ ہرگز ایمان والے نہیں کیونکہ ایمان کے لیے زبان سے اقرار کے ساتھ ساتھ دل سے تصدیق بھی ضروری ہے۔

آیت 9 اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کوئی اسے فریب دے سکے، یہاں مراد یہ ہے کہ منافقین دل میں کفر چھپا کر اور زبان سے ایمان کا دعویٰ کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ایمان والوں کو فریب دینے میں کامیاب ہو رہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ خود کو فریب دے رہے ہیں کہ ایمان کا دعویٰ کرنے پر اگرچہ مسلمان قرار پا کر انہیں اسلامی حقوق مل گئے لیکن آخرت میں بہر حال وہ جہنم کے سب سے نچلے حصے میں ہوں گے لیکن انہیں اس حقیقت کا شعور ہی نہیں۔ درس: دھوکا دینا منافقوں کا کام ہے، اس سے بچنا چاہیے۔ حدیث پاک میں ہے: جس نے کسی مسلمان کو نقصان پہنچایا یا اس کے ساتھ دھوکا کیا وہ ملعون ہے۔ (ترمذی، حدیث: 1948)

آیت 10 فرمایا کہ ان کے دلوں میں شک، منافقت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عداوت کی بیماری ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ ۙ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَاۤ اِنَّهُمْ

اور جب ان سے کہا جائے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں○ سن لو: بیشک یہی لوگ

هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ۝ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ

فساد پھیلانے والے ہیں مگر انہیں (اس کا) شعور نہیں○ اور جب ان سے کہا جائے کہ تم اسی طرح ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے

قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ۝

تو کہتے ہیں: کیا ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان لائیں؟ سن لو: بیشک یہی لوگ بیوقوف ہیں مگر یہ جانتے نہیں○

میں مزید اضافہ کر دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا غلبہ بڑھایا جس سے ان کی عداوت و حسد کی بیماری اور بڑھی جبکہ شرعی احکام میں اضافے سے مزید تکلیف میں اضافہ ہو گیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے کا جو جھوٹا دعویٰ کیا، اس کی سزا میں ان کے لیے جہنم کا دردناک عذاب ہے۔ درس: (1) منافقت خطرناک باطنی مرض ہے، اس سے دیگر بے شمار باطنی امراض جنم لیتے اور بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں، جیسے جھوٹ، خیانت، وعدہ خلافی، بد عہدی، بد زبانی، فساد، خود پسندی، بیوقوفی، دورخی، بزدلی، طمع، بخل، جہاد سے فرار وغیرہ اور اگر نفاق کا مرض عقیدے میں سرایت کر جائے تو دائمی عذاب کا سبب ہے جبکہ عمل میں منافقت بھی جہنم میں داخلے کا سبب ہے۔ (2) جھوٹ بولنا حرام اور اس پر دردناک عذاب کی وعید ہے۔ حدیث پاک میں ہے: جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب یعنی بہت بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔ (مسلم، حدیث: 6637)

آیت 11 منافقوں کا فساد یہ تھا کہ وہ دل میں کفر رکھتے اور اخلاص کے ساتھ ایمان نہ لاتے، دوسروں کو ایمان لانے سے روکتے، مسلمانوں کے راز کفار تک پہنچاتے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے تھے۔ جب انہیں اس سے روکا گیا تو وہ اپنے فساد کو اصلاح کے نام سے مزین کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہمارا مقصد فساد پھیلانا ہرگز نہیں بلکہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ درس: فساد پھیلانا اور اسے اصلاح کا نام دینا، عام فساد کے مقابلے میں بڑا فساد ہے۔ ہمارے معاشرے میں بھی اس کے مظاہر موجود ہیں۔

آیت 12 منافقوں کے دعویٰ کا رد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! سن لو، یہ اصلاح کرنے والے نہیں بلکہ اپنی منافقت اور بری روش پر قائم رہ کر یہی لوگ فساد پھیلانے والے ہیں لیکن انہیں اس بات کا شعور نہیں کیونکہ ان میں یہ خرابی پہچاننے والی حس ختم ہو چکی ہے۔ درس: اصلاح اور فساد کا دارومدار زبانی دعوے پر نہیں بلکہ کام پر ہے۔ اگر وہ واقعی اصلاحی عمل اور شریعت کے مطابق ہے تو اسے کرنے والا مُصلح ہے اور اگر وہ عمل فساد ہے تو اس کا مرتکب فسادی کہلائے گا اگرچہ اس کی نیت فساد کی نہ ہو۔

آیت 13 ایمان سے متعلق منافقوں کا طرزِ عمل بیان کیا گیا کہ جب ان سے کہا جائے کہ تم اس طرح ایمان لاؤ جیسے دوسرے لوگ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان لائے تو وہ اپنی نجی محفلوں میں کہتے ہیں کہ کیا ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان لائیں؟ ان کی تردید میں فرمایا: سن لو! صحیح ایمان لانا ترک کر کے یہ منافق ہی حماقت کے مرتکب ہیں اور انہیں اپنی اس بیوقوفی کا علم بھی نہیں۔ اہم بات: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ مفاد پرست نہیں بلکہ مخلص مومن تھے، راہِ خدا میں آنے والی مشکلات برداشت کرتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَیٰطِیْنِهِمْ ۙ قَالُوْۤا

اور جب یہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لا چکے ہیں اور جب اپنے شیطانوں کے پاس تنہائی میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ

اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ یَمُدُّهُمْ

ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو صرف ہنسی مذاق کرتے ہیں ○ اللہ ان کی ہنسی مذاق کا انہیں بدلہ دے گا اور (ابھی) وہ انہیں مہلت دے رہا ہے

فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا رَبِحَتْ

کہ یہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں ○ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدلی تو ان کی تجارت نے

تِّجَارَتُهُمْ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ﴿۱۶﴾ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّاۤ

کوئی نفع نہ دیا اور یہ لوگ راہ جانتے ہی نہیں تھے ○ ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی پھر جب

والہ وسلم پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ یہ امور منافقوں کی نظر میں بیوقوفی تھے حالانکہ یہ بیوقوفی نہیں بلکہ سراسر دانائی تھی۔ درس: (1) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان بارگاہِ الٰہی میں قابلِ قبول ایمان کا ایک معیار ہے۔ (2) دین داروں کو بیوقوف اور دقیانوسی خیالات والا کہنا منافقوں کی بڑی پرانی عادت ہے۔

آیت 14 یہاں منافقوں کا ایک دوغلاپن بیان کیا گیا ہے کہ یہ جب کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملتے تو کہتے کہ ہم تو آپ کی طرح پکے مومن ہیں لیکن جب اپنے گمراہ کن سرداروں کے پاس تنہائی میں جاتے تو انہیں اپنے کفر کی یوں یقین دہانی کراتے کہ ہمارے عقیدے وہی ہیں جو تمہارے ہیں۔ مسلمانوں کے سامنے ہمارا اقرارِ ایمان تو محض ہنسی مذاق کے طور پر ہوتا ہے۔ درس: دوغلاپن منافقوں کا طرزِ عمل ہے، اس سے بچنا چاہیے، حدیث پاک میں ہے: تم بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں اسے پاؤ گے جو دو منہ والا ہوگا جو ان کے پاس اور منہ سے جائے اور ان کے پاس اور منہ سے۔ (بخاری، حدیث: 3494)

آیت 15 اللہ تعالیٰ استہزاء (یعنی مذاق مسخری کرنے) اور تمام عیوب سے پاک ہے، یہاں جو اُس کی طرف استہزاء کی نسبت ہے اس سے مراد منافقوں کے استہزاء کا بدلہ دینا ہے۔ منافقوں کو ان کے ہنسی مذاق کی اصل سزا تو آخرت میں ملے گی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ان کی فوری گرفت نہ فرمائی بلکہ انہیں مہلت دے کر ان کے حال پر چھوڑ دیا تاکہ وہ اپنے کفر و سرکشی میں بھٹکتے رہیں اور ان کی اخروی سزا بڑی ہو۔

آیت 16 فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت یعنی ایمان کے بدلے کفر اختیار کر کے گمراہی خرید لی تو یہ تجارت ان کے لیے کسی طور پر بھی نفع مند ثابت نہ ہوئی بلکہ اس خریداری کی بنا پر وہ آخرت کے دائمی عذاب کے مستحق ٹھہرے اور سب سے بڑے نقصان کا شکار ہوئے۔ یہ لوگ ایمانی تجارت کے اصول جانتے ہی نہ تھے، اسی لئے نفع ہی نہیں اصل سرمایہ ایمان بھی تباہ کر بیٹھے۔

آیت 17 اس آیت میں ایک مثال کے ذریعے منافقوں کا حال مزید واضح کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ منافقوں کی مثال اس شخص کی طرح

اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ تَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾

اس آگ نے اس کے آس پاس کو روشن کردیا تو اللہ ان کا نور لے گیا اور انہیں تاریکیوں میں چھوڑ دیا، انہیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا ○

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾ اَوْ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ

بہرے، گونگے، اندھے ہیں پس یہ لوٹ کر نہیں آئیں گے ○ یا (ان کی مثال) آسمان سے اترنے والی بارش کی طرح ہے جس میں تاریکیاں

وَّ بَرْقٌ یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَ اللّٰهُ

اور گرج اور چمک ہے۔ یہ زور دار کڑک کی وجہ سے موت کے ڈر سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رہے ہیں حالانکہ اللہ

ہے جس نے اندھیرے میں آگ روشن کی تاکہ اس سے نفع حاصل کرے، پھر جب آگ نے اس کے آس پاس کی جگہ روشن کردی تو اسے دکھائی دینے لگا، سردی کی تکلیف دور ہوئی اور موذی جانوروں وغیرہ سے امن بھی حاصل ہو گیا، اسی دوران روشن آگ کو بجھا کر اللہ تعالیٰ ان کا نور لے گیا اور انہیں تاریکیوں میں چھوڑ دیا، اب انہیں اپنے ارد گرد کچھ دکھائی نہیں دے رہا، وہ حیران، پریشان اور خوفزدہ ہیں۔ یہی حال منافقوں کا ہے کہ انہوں نے زبان سے کلمہ ایمان کا اظہار کیا جس کے ذریعے اپنی جان و مال اور اولاد کو محفوظ کر لیا، غنیمتیں اور زکوٰۃ وصول کر کے ان سے نفع اٹھایا اور جب اللہ تعالیٰ انہیں موت دے کر ان کی زندگی کا نور لے جائے گا اور کفر، نفاق اور قبر کی تاریکیوں میں چھوڑ دے گا تو یہ ظلمت و خوف کی طرف لوٹ آئیں گے۔

آیت 18 ﴾ کان کا مقصد یہ ہے کہ ان سے حق سنا اور قبول کیا جائے، زبان کا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے حق بولا جائے، آنکھوں کا مقصد یہ ہے کہ ان سے حق کی طرف دیکھا جائے اور جب ان اعضاء کو ان کے مقاصد میں استعمال نہ کیا جائے تو گویا کان بہرے، زبانیں گونگی اور آنکھیں اندھی ہیں۔ منافقوں کا یہی حال تھا کہ ان کے کان، زبانیں اور آنکھیں اگرچہ سلامت تھیں لیکن وہ حق بات سن کر قبول نہ کرتے، حق بات بیان کرنے اور راہ حق کی طرف دیکھنے سے رکتے تھے اس لئے وہ گویا کہ بہرے، گونگے اور اندھے تھے۔ ایسے لوگ ہدایت کی طرف نہیں آتے۔

آیت 19 ﴾ فرمایا کہ یا ان منافقوں کی مثال بادل سے اترنے والی بارش میں گھرے ہوئے لوگوں کی طرح ہے، اس بادل میں تاریکیاں، گرج اور چمک ہے، جب بجلی زور سے کڑکتی ہے تو وہ اس ڈر سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں کہ کہیں اس کی آواز سن کر مر ہی نہ جائیں۔ یہی حال منافقوں کا ہے کہ جب قرآن میں کفر کا ذکر، اس کی وعید اور حق کے روشن دلائل کا بیان ہوتا ہے تو منافق اس ڈر سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں کہ کہیں ان آیات کو سن کر وہ اخلاص کے ساتھ ایمان لانے اور اپنے باطل عقائد چھوڑنے کی طرف مائل نہ ہو جائیں جو ان کے نزدیک موت کی مانند ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے تو یہ اس کی پکڑ سے کسی بھی طرح بچ نہیں سکتے۔ **اہم بات:** یہاں گھیرنے سے مراد علم اور قدرت سے گھیرنا ہے یعنی کوئی کافر اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت کے احاطہ سے باہر نہیں۔ حسی طور پر گھیرنا یہاں مراد نہیں کیونکہ یہ جسم کا وصف ہے اور اللہ تعالیٰ جسم و جسمانیت سے پاک ہے۔

مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ

کافروں کو گھیرے ہوئے ہے ۝ بجلی یوں معلوم ہوتی ہے کہ ان کی نگاہیں اچک کرلے جائے گی۔ (حالت یہ کہ) جب کچھ روشنی ہوئی تو اس میں چلنے لگے

وَاِذَاۤ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور جب ان پر اندھیرا چھا گیا تو کھڑے رہ گئے اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے کان اور آنکھیں سلب کر لیتا۔ بیشک اللہ

عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

ہر شے پر قادر ہے ۝ اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔ یہ امید کرتے ہوئے (عبادت کرو)

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۖ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ

کہ تمہیں پرہیزگاری مل جائے ۝ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور اس نے آسمان سے

آیت20 اس آیت میں سابقہ مثال کا ایک اور پہلو بیان کیا گیا ہے کہ جب بجلی چمکتی ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کی نگاہیں اچک کر لے جائے گی اور بارش میں گھرنے والوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب کچھ روشنی ہوئی تو اس میں چلنا شروع کر دیا اور جب ان پر اندھیرا چھا گیا تو کھڑے رہ گئے۔ یہی حال منافقوں کا ہے کہ وہ اسلام کے غلبہ، معجزات کی روشنی اور آرام کے وقت اسلام کی طرف راغب ہو جاتے ہیں اور جب کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو کفر کی تاریکی میں کھڑے رہ جاتے اور اسلام سے دور ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے باطنی کان اور آنکھیں سلب فرمالیں اسی طرح اگر وہ ان کے ظاہری کان اور آنکھیں بھی سلب فرمانا چاہتا تو ضرور انہیں سلب کر لیتا کیونکہ وہ اس پر قدرت رکھتا ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔

آیت21 اس آیت سے تقویٰ حاصل کرنے کا طریقہ بتایا جارہا ہے اور وہ اپنے اور سابقہ لوگوں کے خالق رب کی عبادت واطاعت کرنا ہے۔ اہم باتیں: (1) عبادت اُس انتہائی تعظیم کا نام ہے جو بندہ اپنی عبدیت یعنی بندہ ہونے اور معبود کی اُلوہیت یعنی معبود ہونے کے اعتقاد اور اعتراف کے ساتھ بجالائے۔ (2) مومن کو عبادت کا حکم اس معنی میں ہے کہ وہ اپنی اطاعت وعبادت پر قائم رہے، گناہوں سے باز آئے اور کامل اطاعت کرے۔ کافر کو اس معنی میں ہے کہ پہلے وہ سب سے بنیادی عبادت یعنی ایمان لائے، پھر دیگر عبادات بجالائے، منافق کو اس معنی میں ہے کہ وہ نفاق چھوڑ کر اخلاص کے ساتھ ایمان لائے اور عبادت کرے۔

آیت22 اس آیت میں رب تعالیٰ کے حقیقی معبود ہونے کے دو دلائل کا بیان ہے۔ (1) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا۔ زمین کو بچھونا بنانے سے مراد یہ ہے کہ اسے نہ تو پانی کی طرح نرم بنایا اور نہ پتھر، لوہے کی طرح سخت، بلکہ نرمی اور سختی کے درمیان ایسا بنایا کہ اسے عام ضروریات زندگی کے مطابق استعمال کیا جاسکے۔ زمین کو بچھونا بنانا اس کے گول ہونے کے منافی نہیں کیونکہ زمین ایک بہت بڑا کرہ ہے جو کہ گول ہونے کے باوجود دیکھنے میں ایک سطح معلوم ہوتا ہے۔ آسمان کو چھت بنانا یہ ہے کہ جیسے گھر کے لئے ایک چھت ہوتی ہے اسی طرح آسمان زمین کے لئے ایک چھت ہے۔ (2) اس نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس پانی کے ذریعے

مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

پانی اتارا پھر اس پانی کے ذریعے تمہارے کھانے کے لئے کئی پھل پیدا کئے تو تم جان بوجھ کر اللہ کے شریک نہ بناؤ○

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَ ادْعُوْا

اور اگر تمہیں اس کتاب کے بارے میں کوئی شک ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے پر نازل کی ہے تو تم اس جیسی ایک سورت بنالاؤ اور

شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ

اللہ کے علاوہ اپنے سب مددگاروں کو بلالو اگر تم سچے ہو○ پھر اگر تم یہ نہ کرسکو اور تم ہرگز نہ کرسکو گے تو اس آگ سے ڈرو

الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۴﴾ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ وہ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے○ اور ان لوگوں کو خوشخبری دو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے

تمہارے کھانے کے لئے کئی پھل پیدا کئے۔ لغت میں ہر اس چیز کو "سماء" کہتے ہیں جو اوپر اور بلند ہے، یہاں آیت میں "سماء" سے مراد بادل ہے۔ مزید فرمایا کہ جب تم جانتے ہو کہ تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کرنا، زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنانا، بارش کے پانی سے پھل اور دیگر نباتات نکالنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے کام ہیں اور جس کی یہ شان ہے وہی حقیقی معبود ہے۔

آیت 23 فرمایا کہ اگر تمہیں اس قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے کے بارے میں شک ہے جو ہم نے اپنے خاص بندے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل فرمایا اور تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی طرف سے بنالیا ہے تو تم فصاحت و بلاغت، حسنِ ترتیب، غیب کی خبریں دینے اور دیگر امور میں اس قرآن جیسی ایک سورت بنا کر دکھادو اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ اپنے تمام مددگاروں کو بھی بلالو تاکہ اس کام میں وہ تمہاری مدد کریں کیونکہ تم بھی عربی ہو اور فصاحت و بلاغت میں تمہارا کوئی ثانی نہیں تو تمہاری نظر میں یہ کام مشکل نہ ہوگا۔ اہم باتیں: (1) رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنا خاص بندہ فرمانے میں آپ کی شانِ محبوبیت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ (2) اس آیت میں دیا گیا چیلنج قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے بھی ہے، آج بھی جو لوگ قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے کے منکر ہیں انہیں چیلنج ہے کہ پورا قرآن تو کیا اس جیسی ایک سورت ہی بنا کر دکھادیں۔

آیت 24 اس آیت میں واضح طور پر بتادیا گیا ہے کہ جنہیں قرآن جیسی سورت بنا کر دکھانے کا چیلنج کیا گیا ہے وہ اسے کسی صورت پورا نہ کرسکیں گے اور جب وہ قرآن جیسا کلام بنا ہی نہیں سکتے تو قرآن کے کتابِ الٰہی ہونے پر ایمان لائیں اور جہنم کی اس آگ سے ڈریں جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور وہ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اہم باتیں: (1) آدمی اور پتھر جہنم کا ایندھن ہیں۔ یہاں آدمی سے مراد کافر آدمی ہے اور پتھر سے وہ بت مراد ہیں جنہیں کفار پوجتے ہیں۔ (2) پتھروں کا جہنم میں جانا سزا پانے کے لئے نہیں بلکہ اپنے پجاریوں کو سزا دینے کے لئے ہوگا۔ (3) جہنم پیدا ہوچکی ہے اور اس وقت بھی موجود ہے کیونکہ یہاں ماضی کے الفاظ ہیں۔

آیت 25 کفار کو نارِ جہنم سے ڈرانے کے بعد اب ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی جارہی ہے جو کہ آیت

اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًاۙ قَالُوْا

کہ ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جب انہیں ان باغوں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے

هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًاؕ وَ لَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌۙۗ

یہ تو وہی رزق ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا تھا حالانکہ انہیں ملتا جلتا پھل (پہلے) دیا گیا تھا اور ان (جنتیوں) کے لئے ان باغوں میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی

وَّ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا

اور وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے ○ بیشک اللہ اس سے حیا نہیں فرماتا کہ مثال سمجھانے کے لئے کیسی ہی چیز کا ذکر فرمائے مچھر ہو یا اس سے بڑھ کر

کے ترجمہ سے واضح ہے۔ اہم باتیں: (1) ایمان صحیح عقائد اختیار کرنے کا نام ہے اور نیکیاں وہ عمل ہیں جو شرعاً اچھے ہوں، ان میں فرائض، نوافل سبھی داخل ہیں، نیز یہاں ایمان اور عمل کا جدا جدا ذکر ہوا جس سے ظاہر ہے کہ عمل ایمان کا حصہ نہیں ہے۔ (2) جنتی پھل رنگت میں آپس میں ملتے جلتے مگر ذائقے میں جدا جدا ہوں گے، اس لیے جب دوسری بار پھل ملیں گے تو جنتی کہیں گے کہ یہ پھل تو ہمیں پہلے بھی مل چکا ہے، لیکن لذت نئی اور لطف زیادہ ہوگا، یا یہ معنی ہے کہ جنتی پھل شکل وصورت میں دنیاوی پھلوں کی طرح ہوں گے، جب یہ پھل انہیں ملیں گے تو وہ کہیں گے: یہ تو وہی پھل ہے جو اس سے پہلے ہمیں دنیا میں دیا گیا۔ ان پھلوں کی شکل و صورت ایک جیسی ہوگی لیکن جنتی پھل ذائقے میں دنیاوی پھلوں سے بہت اعلیٰ ہوں گے۔ (3) جنتی بیویاں خواہ حوریں ہوں یا دنیا کی عورتیں، سب کی سب تمام ظاہری و باطنی و اخلاقی گندگیوں سے پاک ہوں گی۔ (4) اہل جنت کو نہ کبھی موت آئے گی اور نہ ہی انہیں جنت سے نکالا جائے گا۔

آیت 26 شانِ نزول: جب اللہ تعالیٰ نے "سورۂ بقرہ" (کے دوسرے رکوع) میں منافقوں کی دو مثالیں بیان فرمائیں تو منافقوں نے یہ اعتراض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ ایسی مثالیں بیان فرمائے اور بعض علماء نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے کفار کے معبودوں کی کمزوری کو مکڑی کے جال کی مثال سے بیان فرمایا تو کافروں نے اس پر اعتراض کیا کہ اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ ایسی کمتر چیزوں کا ذکر فرمائے۔ اس کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کوئی بات سمجھانے کے لئے مچھر یا اس سے بھی چھوٹی چیز کی مثال دینا ترک نہیں فرماتا۔ ان مثالوں کے متعلق مومن تو سمجھتے ہیں کہ مثالیں بیان کرنا ان کے رب کی جانب سے حق ہے کیونکہ بات سمجھانے کے لئے مثال بیان کرنا کلام کے ماہرین کا طریقہ ہے اور جیسی کمتر چیز ہو، اسی کے حساب سے مثال دی جاتی ہے مثلاً بے اختیار بتوں کے لئے کمزور مکڑی کی وغیرہ۔ اب جہاں تک کافروں کا تعلق ہے کہ وہ کہتے ہیں: اس مثال سے اللہ کی مراد کیا ہے؟ یعنی کفار ان مثالوں کے بیان پر اعتراض کرتے ہیں تو یہ سن لیں کہ مثالوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتا اور بہت سے لوگوں کو ہدایت عطا فرماتا ہے اور گمراہ وہی ہوتے ہیں جو جانتے بوجھتے کفر و انکار پر ڈٹے رہتے ہیں۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ

بہر حال ایمان والے تو جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور رہے کافر تو وہ کہتے ہیں،

مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا ۙ وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا ؕ

وقف لازم

اس مثال سے اللہ کی مراد کیا ہے؟ اللہ بہت سے لوگوں کو اس کے ذریعے گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت عطا فرماتا ہے

وَمَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ ۪

اور وہ اس کے ذریعے صرف نافرمانوں ہی کو گمراہ کرتا ہے۔ وہ لوگ جو اللہ کے وعدے کو پختہ ہونے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں

وَیَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

اور اس چیز کو کاٹتے ہیں جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں تو یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاكُمْ ۚ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ اِلَیْهِ

تم کیسے اللہ کے منکر ہو سکتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے تو اس نے تمہیں پیدا کیا پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف

آیت 27 یہاں کتابِ الٰہی سے ہدایت پانے کی بجائے گمراہ ہونے والے فاسقوں کی تین بری صفات ذکر کی گئی ہیں، چنانچہ فرمایا کہ فاسق وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو مضبوط اور پختہ کرنے کے بعد اس کی خلاف ورزی کر کے اسے توڑ ڈالتے ہیں اور جس چیز کو جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اسے وہ کاٹ دیتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، تو ایمان سے محروم جن فاسقوں کی یہ بری صفات بیان کی گئیں یہی لوگ ہمیشہ کے لئے عذابِ جہنم میں مبتلا ہو کر حقیقی نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اہم باتیں: (1) یہاں عہد سے مراد وہ عہد ہے جو میثاق کے دن اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے لیا کہ "کیا میں تمہارا رب نہیں" سب نے کہا "ہاں کیوں نہیں" پھر دنیا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لا کر کافروں نے یہ عہد توڑ دیا۔ یا، اس سے مراد وہ عہد ہے جو اللہ تعالیٰ نے تورات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے سے متعلق یہودیوں سے لیا، اس کا اقرار کر لینے کے باوجود یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان نہ لائے اور وہ عہد توڑ دیا۔ (2) جن چیزوں کو جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا وہ یہ ہیں: رشتہ داروں سے تعلقات برقرار رکھنا، مسلمانوں کے ساتھ دوستی و محبت کرنا، سب انبیاء علیہم السلام کو ماننا اور تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنا۔ انہیں کاٹنے کا مطلب ان کے خلاف عمل کرنا ہے۔

آیت 28 کفر کی خرابی اور برائی کفار کے دلوں میں بٹھانے کے لئے ان سے فرمایا گیا کہ تم کس طرح خدا کے منکر ہو سکتے ہو حالانکہ تم بدن میں روح ڈالے جانے سے پہلے تمام مراحل میں مردہ تھے یعنی کچھ نہ تھے یا بے جان جسم تھے، پھر اس نے تمہارے جسم میں روح ڈال کر تمہیں زندگی دی، پھر وہ تمہاری مدتِ حیات پوری ہونے پر تمہیں موت دے گا، پھر قبر میں سوال و جواب کے وقت یا قیامت کے دن تمہیں زندہ کرے گا، پھر حشر کے بعد تمہیں اسی کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ تمہارے

تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ

تمہیں لوٹایا جائے گا○ وہی ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے بنایا پھر اس نے آسمان کے بنانے کا قصد فرمایا تو ٹھیک

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۹﴾ وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ

سات آسمان بنائے اور وہ ہر شے کا خوب علم رکھتا ہے○ اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا

خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ

ہوں تو انہوں نے عرض کیا: کیا تو زمین میں اسے نائب بنائے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خون بہائے گا حالانکہ ہم تیری حمد کرتے ہوئے

یہ احوال ایمان کا تقاضا کرتے ہیں، انہیں جان کر تمہارا کفر کرنا کتنا عجیب ہے۔

آیت 29 فرمایا کہ تم کس طرح اللہ تعالیٰ کا انکار کر سکتے ہو حالانکہ زمین میں جو کچھ دریا، پہاڑ، کانیں، کھیتی، سمندر وغیرہ ہیں سب کچھ اس نے تمہارے دینی و دنیوی فائدے کے لیے بنایا ہے، پھر اس نے آسمان بنانے کا قصد فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے اور وہ تمام کلیات وجزئیات کا خوب علم رکھتا ہے۔ اہم باتیں: (1) زمین اور اس میں موجود چیزوں کا دینی فائدہ یہ ہے کہ زمین کے عجائبات دیکھ کر تمہیں اللہ تعالیٰ کی حکمت و قدرت کی معرفت نصیب ہو اور دنیوی فائدہ یہ ہے کہ اسی سے تمہیں ضروریاتِ زندگی ملتی ہیں۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اپنی اصل کے اعتبار سے ہر چیز مباح ہے البتہ جس چیز کو شریعت نے حرام قرار دے دیا وہ حرام اور جسے حلال قرار دیا وہ حلال ہے۔ (2) استوا کا لفظی معنی ہے سیدھا اور معتدل ہونا، یہاں علماء کی ایک جماعت کے نزدیک اس سے مراد "قصد کرنا" ہے۔ (3) آسمانوں کی تعداد سات ہے اور ٹھیک بنانے سے مراد یہ ہے کہ ان میں کوئی شگاف یا پھٹن نہیں ہے۔ (4) کائنات کی تخلیق اور اسے وجود میں لانا اللہ تعالیٰ کے کامل علم کی دلیل ہے کیونکہ ایسی حکمت سے بھری مخلوق کو پیدا کرنا ایک ایک شے کا علم رکھے بغیر ناممکن ہے۔

آیت 30 اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں جو میرے احکام نافذ کرنے میں میرا نائب ہو گا۔ اس پر فرشتوں نے عرض کی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، کیا تو زمین میں اسے نائب بنائے گا جو اس میں گناہ و نافرمانی کے ذریعے فساد پھیلائے گا اور قتل و غارت گری کرکے خون بہائے گا حالانکہ ہم ہر وقت تیری حمد کرتے ہوئے تسبیح کرتے اور ہر اس چیز سے تیری پاکی بیان کرتے ہیں جو تیری شان کے لائق نہیں، لہٰذا تیری خلافت کے مستحق ہم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنانے کی جو حکمت و مصلحت مجھے معلوم ہے وہ تم نہیں جانتے۔ اہم باتیں: (1) فرشتے محض نیکی کی قوتوں کا نام نہیں بلکہ انتہائی پاکیزہ صفات کی حامل ایک مستقل مخلوق ہیں۔ ان کے مستقل جداگانہ وجود کا انکار کرنے والا مسلمان نہیں۔ (2) خلیفہ اُسے کہتے ہیں جو احکامات جاری کرنے اور دیگر اختیارات میں اصل کا نائب ہو۔ (3) فرشتوں نے انسان کی طرف فساد پھیلانے اور خون ریزی کرنے کی جو نسبت کی تو ان چیزوں کا علم انہیں یا تو صراحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا تھا یا انہوں نے لوحِ محفوظ سے پڑھا تھا یا زمین پر آباد جنوں کے عمل پر قیاس کرتے ہوئے انہوں نے یہ کہا تھا۔

بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ

تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ فرمایا: بیشک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ○ اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام

كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾

سکھا دیے پھر ان سب اشیاء کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ ○

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۲﴾

(فرشتوں نے) عرض کی: (اے اللہ!) تو پاک ہے ہمیں تو صرف اتنا علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا دیا، بیشک تو ہی علم والا، حکمت والا ہے ○

قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ ۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ

(پھر اللہ نے) فرمایا: اے آدم! تم انہیں ان اشیاء کے نام بتادو۔ تو جب آدم نے انہیں ان اشیاء کے نام بتادیئے تو (اللہ نے) فرمایا: (اے فرشتو!) کیا

اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ

میں نے تمہیں نہ کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی تمام چھپی چیزیں جانتا ہوں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم

آیت 31 حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں ان کے سامنے کیں اور بطور الہام تمام چیزوں کے نام، کام، صفات، خصوصیات، اصولی علم اور صنعتیں انہیں سکھا دیں۔ پھر یہ تمام چیزیں فرشتوں کے سامنے کر کے فرمایا: اگر تم اپنے اس خیال میں سچے ہو کہ تم سے زیادہ علم والی کوئی مخلوق نہیں اور خلافت کے زیادہ حق دار تم ہو تو ان چیزوں کے نام بتادو کیونکہ خلیفہ کا کام اختیار استعمال کرنا، کاموں کی تدبیر کرنا اور عدل و انصاف کرنا ہے اور یہ ان تمام چیزوں کے علم کے بغیر ممکن نہیں۔ درس: حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں سے افضل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا خلیفہ بنایا اور آپ علیہ السلام فرشتوں سے زیادہ علم رکھتے ہیں اور زیادہ علم والا افضل ہوتا ہے۔ اس سے علم کی فضیلت بھی ظاہر ہوئی کہ یہ خلوتوں اور تنہائیوں کی عبادت سے افضل ہے۔

آیت 32 جب فرشتے ان چیزوں کے نام نہ بتا سکے تو انہوں نے عرض کی: اے اللہ! تو پاک ہے، ہمیں صرف اتنا ہی علم حاصل ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا دیا، بیشک تو ہی اپنی مخلوق کا علم رکھنے والا اور اپنے کام میں حکمت والا ہے۔

آیت 33 اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے آدم! علیہ السلام، تم فرشتوں کو ان اشیاء کے نام بتادو۔ آپ علیہ السلام نے فرشتوں کو تمام اشیاء کے نام بتادیئے اور یہ بھی بتادیا کہ انہیں پیدا کرنے کی حکمت کیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: کیا میں نے تمہیں نہ کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی تمام چھپی چیزیں جانتا ہوں اور وہ بھی جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی وہ تمام چیزیں جانتا ہے جو ہم سے چھپی ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔ (2) فرشتوں کی ظاہر بات یہ تھی کہ انسان زمین میں فساد پھیلائے اور خون ریزی کرے گا اور چھپائی بات یہ تھی اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ علم والی کوئی مخلوق پیدا نہ فرمائے گا اور خلافت کے زیادہ حقدار یہ ہیں۔

تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ

چھپاتے ہو ○ اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾ وَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا

اور کافر ہوگیا ○ اور ہم نے فرمایا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور بغیر روک ٹوک کے جہاں تمہارا

رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا

جی چاہے کھاؤ البتہ اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ حد سے بڑھنے والوں میں شامل ہو جاؤ گے ○ تو شیطان نے ان دونوں کو

آیت 34 فرمایا کہ وہ وقت یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو ابلیس کے علاوہ سب فرشتوں نے سجدہ کیا۔ ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور تکبر کے طور پر یہ سمجھتا رہا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام سے افضل ہے اور اس جیسے انتہائی عبادت گزار، فرشتوں کے استاد اور مقرب بارگاہِ الٰہی کو سجدہ کا حکم دینا حکمت کے خلاف ہے۔ یہ اپنے اس باطل عقیدے، حکمِ الٰہی سے انکار اور تعظیم نبی سے تکبر کے سبب کافر ہو گیا۔ **اہم باتیں:** (1) ابلیس کا اصل تعلق جنات سے تھا، یہ فرشتوں کے ساتھ رہتا اور اپنی عبادت و ریاضت اور علم کی بدولت فرشتوں کا استاد بن گیا۔ (2) فرشتوں کا سجدہ بطورِ تعظیم اور حضرت آدم علیہ السلام کو تھا اور یہ سجدہ صرف سر جھکانا نہیں بلکہ باقاعدہ پیشانی زمین پر رکھنے کی صورت میں تھا۔ (3) پہلی شریعتوں میں سجدۂ تعظیمی جائز تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شریعت میں اسے منسوخ کر دیا گیا ہے، لہٰذا پیر، ولی یا قبر کو تعظیمی سجدہ کرنا بھی حرام ہے (2) تکبر اتنا خطرناک عمل ہے کہ بعض اوقات کفر تک پہنچا دیتا ہے جیسے ابلیس کے ساتھ ہوا۔

آیت 35 حضرت آدم علیہ السلام کی زوجہ کا نام حضرت حوا رضی اللہ عنہا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو جنت میں رکھتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور کسی روک ٹوک کے بغیر جہاں سے، جب چاہو اور جیسے چاہو کھاؤ البتہ اس خاص درخت کا پھل نہ کھانا۔ اگر اس شجر ممنوعہ سے کھایا تو ایسا کام کر بیٹھو گے جو زیادتی شمار ہو گا۔ **اہم بات:** یہاں آیت میں ظلم خلافِ اولیٰ کے معنی میں ہے۔ درس: (1) حضرت آدم علیہ السلام کو مخصوص درخت کے قریب جانے سے منع کیا گیا۔ کبھی اصل فعل کے ارتکاب سے بچانے کے لیے اس کے قریب جانے سے بھی روکنا چاہیے۔ (2) اللہ تعالیٰ مالک و مولیٰ ہے، وہ اپنے مقبول بندوں کے بارے میں جو چاہے فرمائے، کسی دوسرے کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام سے متعلق کوئی خلافِ ادب کلمہ زبان پر لائے۔

آیت 36 شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں تمہیں ایسے درخت کے بارے میں بتا دیتا ہوں جس کا پھل کھانے سے تم ہمیشہ زندہ رہنے والے بن جاؤ گے، پھر اس نے ان دونوں کا خیر خواہ ہونے پر اللہ تعالیٰ کی قسم بھی کھائی۔ قسم کی وجہ سے انہوں نے شیطان کو سچا گمان کر لیا، پھر دونوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا۔ کھانے کی وجہ یہ بنی کہ آدم علیہ السلام نے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ ممانعت حرام قرار دینے کے لیے نہ تھی بلکہ محض ناپسندیدگی کا اظہار تھا۔ یوں انہوں نے کھا لیا لیکن اس ذریعے سے شیطان نے چال چل کر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو جنت سے نکلوا دیا۔ جنت سے نکلنے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم

الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ

جنت سے لغزش دی پس انہیں وہاں سے نکلوا دیا جہاں وہ رہتے تھے اور ہم نے فرمایا: تم نیچے اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن بنو گے

وَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ

اور تمہارے لئے ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھکانہ اور (زندگی گزارنے کا) سامان ہے○ پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لئے

فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا ۚ فَاِمَّا

تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔ بیشک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے○ ہم نے فرمایا: تم سب جنت سے اتر جاؤ پھر اگر

یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾

تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کریں گے انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے○

دونوں جنت سے زمین کی طرف نیچے اتر جاؤ اور تمہاری اولاد آپس میں اور شیطان کے ساتھ دشمنی کرے گی اور یاد رکھو کہ جنت سے زمین پر جا کر وہاں ہمیشہ نہیں رہنا بلکہ اپنی زندگی کی مدت پوری ہونے تک وہاں ٹھہرنا اور زندگی گزارنے کے ساز و سامان سے کام چلانا ہے۔

درس: نبی گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کا شجر ممنوعہ سے کھانا گناہ ہرگز نہ تھا، وہ اجتہادی خطا تھی جس میں معصیت کا کوئی عزم وارادہ نہ تھا بلکہ شیطان نے دھوکے سے انہیں اس درخت کا پھل کھلا دیا تھا، لہٰذا اس معاملے میں منفی گفتگو سے بچنا فرض ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: غیر تلاوت میں اپنی طرف سے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف نافرمانی و گناہ کی نسبت حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ 1/1119)

آیت 37 فرمایا کہ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لیے اور جب ان کلمات کے ذریعے آپ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں اپنی لغزش سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اہم باتیں: (1) ان کلمات سے مراد وہ کلمات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو توبہ کرنے کے لیے الہام فرمائے۔ ایک قول کے مطابق وہ کلمات یہ ہیں "رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۲۳﴾" (اعراف: 23) اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی۔ (مستدرک، حدیث: 4286) (2) توبہ کا لغوی معنی ہے رجوع کرنا۔ جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے آئے تو اس کا معنی ہو گا: اللہ تعالیٰ کا اپنی رحمت کے ساتھ بندے پر رجوع کرنا یا بندے کی توبہ قبول کرنا۔

آیت 38 بطور تاکید دوبارہ فرمایا کہ تم سب جنت سے اتر جاؤ۔ مزید تمام انسانوں سے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نبی یا رسول آئے یا اللہ تعالیٰ کوئی کتاب یا صحیفہ نازل فرمائے تو تم میں سے جو اس کی پیروی کرے گا اسے قیامت کے دن نہ تو بڑی گھبراہٹ کا خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غمگین ہو گا بلکہ بے غم جنت میں داخل ہو گا۔ اہم بات: رسولوں کی آمد اور آسمانی کتب و صحائف کا نزول نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری اور نزولِ قرآن پر ختم ہو چکا ہے، اب ہدایت کے بنیادی ذرائع قرآن و حدیث ہیں۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۠ ﴿۳۹﴾ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ

اور وہ جو کفر کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے وہ دوزخ والے ہوں گے، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ○ اے یعقوب کی اولاد!

اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْۚ وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾

یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور صرف مجھ سے ڈرو ○

وَاٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْۤا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ

اور ایمان لاؤ اس (کتاب) پر جو میں نے اتاری ہے وہ تمہارے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے اور سب سے پہلے اس کا انکار کرنے والے نہ بنو

آیت 39 فرمایا کہ انبیاء اور رسولوں کی تشریف آوری اور کتب الٰہیہ کے نزول کے بعد جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو وہ لوگ دوزخ والے ہوں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے، نہ انہیں موت آئے گی اور نہ ہی اس سے کبھی نکل سکیں گے۔

آیت 40 یہاں سے لے کر آیت 150 تک کی اکثر آیات میں بنی اسرائیل کے عروج و زوال، عزت و ذلت، جزا و سزا، قومی اور اجتماعی اچھے برے کردار کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اتنی تفصیل سے ان کے احوال بیان فرمانے سے مقصود یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت کے لوگ ان جیسے برے اعمال کرنے سے بچیں اور ان کے نتائج سے ڈریں۔ چنانچہ فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! میرا وہ احسان یاد کرو جو میں نے تمہارے آباؤ اجداد کو فرعون سے نجات دے کر، دریا پھاڑ کر اور بادل کا سایہ عطا کر کے تم پر کیا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے سے متعلق میں نے تم سے جو عہد لیا اسے پورا کرو میں تمہیں اس پر ثواب عطا کر کے تمہارا عہد پورا کروں گا اور عہد پورا نہ کرنے میں صرف مجھ ہی سے ڈرو کسی اور سے نہیں۔ اہم باتیں: (1) اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے اور ان کی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں، جس کا معنی ہو یعقوب کی اولاد۔ (2) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کا شکر ادا کرنے کے لئے یاد کرنا بہت عمدہ عبادت ہے۔ (3) حکم الٰہی پر عمل کرنے میں مخلوق کا خوف، شرم اور لحاظ دل سے نکال کر صرف اللہ تعالیٰ کے خوف کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

آیت 41 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو چار احکام دیئے ہیں: (1) اس قرآن پر ایمان لاؤ جسے میں نے اتارا اور وہ تمہارے پاس موجود کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہے۔ قرآن کریم تورات کی توحید اور نبوت وغیرہ سے متعلق ان تمام باتوں کی تصدیق کرتا ہے جو قرآن کے موافق ہیں۔ (2) مزید فرمایا کہ قرآن کا انکار کر کے اہل کتاب میں سب سے پہلے قرآن کے منکر نہ بنو، ورنہ تمہارے پیچھے لگ کر کفر اختیار کرنے والوں کا وبال بھی تم پر ہوگا۔ (3) بنی اسرائیل کے علماء کو لوگوں سے نذرانے ملتے تھے جن سے ان کی زندگی مزے میں گزر رہی تھی، اب اگر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لاتے تو ان نذرانوں سے محروم ہونا پڑتا، لہٰذا اس ڈر سے وہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق تورات کی آیتوں میں تبدیلی کر کے کچھ کا کچھ بیان کرتے تھے، اس پر فرمایا گیا کہ لوگوں سے تھوڑا سا دنیوی مال لے کر اس کے بدلے اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں تبدیلی نہ کرو۔

وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا٘ وَّ اِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ

اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت نہ وصول کرو اور مجھ ہی سے ڈرو○ اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ

وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ﴿۴۳﴾

اور جان بوجھ کر حق نہ چھپاؤ○ اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو○

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾

کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں○

وَ اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِؕ وَ اِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِیْنَۙ ﴿۴۵﴾

اور صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو اور بیشک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں○

آیت 42 بنی اسرائیل کے علماء اپنے باطل مفادات اور نفسانی خواہشات کی بنا پر تورات میں کلام الٰہی کے ساتھ اپنی تراشیدہ باتیں لکھ دیتے اور عوام کے سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے وقت اپنی طرف سے باطل باتیں ملا دیا کرتے تھے، یونہی یہ علماء جانتے تھے کہ تورات میں بیان کیے گئے تمام اوصاف نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر صادق آتے ہیں، اس کے باوجود وہ انہیں چھپاتے تھے، انہیں اس طرز عمل سے منع کیا گیا۔

آیت 43 فرمایا کہ تمام حقوق و شرائط اور آداب کے ساتھ نماز ادا کرو اور تمہارے مالوں میں جو زکوٰۃ تم پر فرض ہوا سے ادا کرو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان کے صحابہ کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرو۔ اہم بات: بنی اسرائیل کو یہ تینوں احکام اس طور پر ہیں کہ پہلے ایمان لائیں پھر نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں اور باجماعت نماز ادا کریں۔ درس: نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور باجماعت نماز پڑھنے کو اسلامی عبادات میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

آیت 44 شانِ نزول: بنی اسرائیل کے علماء اپنے مسلمان قریبی رشتہ داروں سے کہتے کہ تم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دین پر ثابت قدم رہو کیونکہ یہ حق ہے لیکن خود ایمان نہ لاتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ کیا تم لوگوں کو تو بھلائی یعنی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم دیتے ہو اور خود ایمان نہ لا کر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم تورات پڑھتے ہو اور اس میں قول و عمل میں مخالفت پر وعید موجود ہے تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ اپنے فعل کی برائی سمجھ سکو اور اس سے باز آجاؤ۔ درس: دوسروں کو بھلائی کا حکم دینا اور خود کو بھول جانا بہت بڑی محرومی ہے، البتہ جہاں نیکی کی دعوت دینے کا موقع ہو وہاں اپنے بے عمل ہونے کے سبب رُکا نہ جائے، بلکہ نیکی کی دعوت دی جائے کیونکہ نیکی کی دعوت دینے اور باعمل ہونے سے متعلق جدا جدا حکم ہے، ایک پر عمل نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے پر بھی عمل نہ کیا جائے۔

آیت 45 فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! اگر تمہیں منصب و مال کی محبت کے سبب ایمان لانا دشوار معلوم ہوتا ہے تو صبر سے مدد چاہو اور

الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ ع یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ

جنہیں یقین ہے کہ انہیں اپنے رب سے ملنا ہے اور انہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔○ اے یعقوب کی اولاد!

اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَ اَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۷﴾ وَ اتَّقُوْا یَوْمًا

یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ میں نے تمہیں اس سارے زمانے پر فضیلت عطا فرمائی○ اور اس دن سے ڈرو

لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْــٴًـا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا یُؤْخَذُ مِنْهَا

جس دن کوئی جان کسی دوسرے کی طرف سے کچھ بدلہ نہ دے گی اور نہ اس (کافر) سے کوئی سفارش مانی جائے گی اور نہ اس سے

اگر صبر کے ساتھ ساتھ نماز سے بھی مدد حاصل کرو گے تو سرداری اور منصب و مال کی محبت دل سے نکالنا تمہارے لئے آسان ہو جائے گا اور بیشک پابندی کے ساتھ نماز کی ادائیگی ایک دشوار عمل ہے لیکن یہ ان لوگوں پر دشوار نہیں جو دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتے اور اس کی بارگاہ میں عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔ **اہم بات:** صبر سے مدد چاہنا یہ ہے کہ نفس کو لذتوں اور خواہشات سے روکا جائے اور نماز سے مدد چاہنا یہ ہے کہ صحیح نیت، حضورِ قلب، خشوع و خضوع اور تمام ارکان و شرائط اور آداب کے ساتھ نماز ادا کی جائے۔

درس: (1) صبر کی وجہ سے قلبی قوت میں اضافہ اور نماز کی برکت سے اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں پریشانیاں برداشت کرنے اور انہیں دور کرنے میں سب سے بڑی معاون ہیں۔ (2) نماز کی پابندی اگرچہ ایک مشکل ذمہ داری ہے لیکن جن دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور آخرت پر یقین ہے، ان پر یہ بھاری نہیں بلکہ نماز ان کے لیے لذت و سرور اور روحانی و قلبی معراج کا سبب بنتی ہے۔

آیت 46 فرمایا کہ دل سے بارگاہِ الٰہی میں جھکنے والے وہ لوگ ہیں جنہیں آخرت میں اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات ہونے کا یقین ہے اور انہیں اس پر بھی یقین ہے کہ بروزِ قیامت وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جائیں گے اور وہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دے گا۔

آیت 47 یہاں سے دورِ رسالت کے یہودیوں کو ان کے چند تاریخی واقعات یاد دلا کر تنبیہ و نصیحت کی گئی ہے، یہ واقعات چونکہ ان میں بہت مشہور تھے اس لیے تفصیل بیان کرنے کی بجائے صرف ان کی طرف اشارہ کیا گیا، نیز ان یہودیوں کے نزدیک یہ واقعات باعثِ فخر تھے اس لیے قرآن میں انہیں اس طرح بیان کیا گیا ہے جیسے یہ انہی کے ساتھ پیش آئے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) احسانِ الٰہی یاد کرنے سے مراد اس پر شکرِ الٰہی بجالانا ہے اور یہ کہ آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا انکار کر کے ناشکری نہ کرو۔ (2) بنی اسرائیل کو ان کے اپنے زمانے میں تمام لوگوں پر فضیلت عطا کی گئی تھی، حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد پر یہ فضیلت امتِ مسلمہ کی طرف منتقل ہو گئی جیسا کہ قرآن میں ہے: كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ "(اے مسلمانو!) تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے ظاہر کی گئی۔ (ال عمران:110)

آیت 48 فرمایا کہ قیامت کے اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص دوسرے کا حساب کتاب اپنے ذمے لے کر اسے چھڑا نہ سکے گا اور نہ

عَدۡلٌ وَّلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ۝۴۸ وَاِذۡ نَجَّيۡنٰكُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ يَسُوۡمُوۡنَكُمۡ سُوۡٓءَ

کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی ○ اور (یاد کرو) جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بہت برا

الۡعَذَابِ يُذَبِّحُوۡنَ اَبۡنَآءَكُمۡ وَيَسۡتَحۡيُوۡنَ نِسَآءَكُمۡ ؕ وَفِىۡ ذٰلِكُمۡ بَلَاۤءٌ

عذاب دیتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے

مِّنۡ رَّبِّكُمۡ عَظِيۡمٌ ۝۴۹ وَاِذۡ فَرَقۡنَا بِكُمُ الۡبَحۡرَ فَاَنۡجَيۡنٰكُمۡ وَاَغۡرَقۡنَآ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ

بڑی آزمائش تھی ○ اور (یادکرو) جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا تو ہم نے تمہیں بچالیا اور فرعونیوں کو

کافر کے لئے کی گئی سفارش قبول ہوگی، نیز عذاب جہنم سے نجات کے لیے اگر کافر کوئی تاوان یا فدیہ دینا چاہے تو وہ نہیں لیا جائے گا اور اس دن ایسا کوئی نہ ہوگا جو عذاب الٰہی سے بچا کر کفار کی مدد کر سکے۔ درس: (1) قیامت میں شفاعت پانے کے لئے ایمان پر خاتمہ ضروری ہے، لہٰذا ایمان کی حفاظت کی بہت فکر کرنی چاہیے۔ (2) قیامت کے دن کفار شفاعت و مدد سے مکمل طور پر محروم ہوں گے جبکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے گناہگار مسلمانوں کی شفاعت ہوگی۔

آیت 49 ﴿ فرعون نے بنی اسرائیل کو اپنا خادم اور غلام بنا رکھا تھا اور ان پر انتہائی بے دردی سے محنت و مشقت کے دشوار کام لازم کر دیئے تھے۔ فرعون کے لوگ بنی اسرائیل پر طرح طرح کی سختیاں کرتے اور ان سے یہ کام کرواتے تھے، جیسے پتھروں کی بڑی بڑی چٹانیں کاٹنا، انہیں کندھوں پر اٹھا کر پہاڑوں سے دوسری جگہ منتقل کرنا، غریبوں سے روزانہ غروب آفتاب سے پہلے جبراً ٹیکس وصول کرنا، وغیرہ۔ مزید یہ کہ ایک خواب کی بنا پر فرعون نے بنی اسرائیل کے بیٹوں کو ذبح کر دینے اور بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دینے کا حکم جاری کر دیا جس سے بنی اسرائیل اور سخت تکلیف میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان مصائب سے نجات دے کر ان پر احسان فرمایا اور اسی احسان کی یاد دہانی یہاں دور رسالت کے یہودیوں کو کروائی گئی ہے۔ اہم باتیں: (1) مصر کے بادشاہوں کا لقب "فرعون" تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں موجود فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا، اس آیت میں اسی کا ذکر ہے اور "اٰلِ فِرۡعَوۡنَ" سے مراد اس کے پیروکار ہیں۔ (2) فرعون کے خواب کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ ایک رات اس نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے آنے والی ایک آگ نے تمام قبطی جلا دیئے اور بنی اسرائیل کو کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ کاہنوں نے تعبیر دی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری ہلاکت اور سلطنت کی تباہی کا سبب بنے گا۔ یہ سن کر فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والا ہر لڑکا ذبح کر دیا جائے اور لڑکی کو زندہ رہنے دیا جائے۔ بچوں کے قتل کا یہ سلسلہ کچھ عرصہ جاری رہا، پھر قبطی سرداروں کے کہنے پر فرعون نے ایک سال بچے قتل کرنے اور ایک سال چھوڑنے کا حکم دیا۔ چھوڑنے کے سال حضرت ہارون علیہ السلام کی اور قتل کے سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور انہیں فرعون کے شر سے محفوظ رکھا۔ (3) لفظ "بَلَاۤءٌ" کا معنیٰ آزمائش و امتحان بھی ہے اور نعمت بھی، یہاں آیت میں اگر لفظ "ذٰلِكُمۡ" سے اشارہ فرعونیوں کے مظالم کی طرف ہو تو لفظ "بَلَاۤءٌ" سے مراد آزمائش ہوگی اور اگر مظالم سے نجات دینے کی طرف اشارہ ہو تو "بَلَاۤءٌ" سے مراد نعمت ہوگی۔

آیت 50 ﴿ بنی اسرائیل کے لیے دریا پھاڑنے کا واقعہ اس وقت ہوا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدتوں فرعون کو سمجھاتے رہے اور وہ راہ

وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۞ وَ اِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ

تمہاری آنکھوں کے سامنے غرق کر دیا○ اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ فرمایا پھر اس کے پیچھے تم نے بچھڑ

بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۞ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۞ وَ اِذْ اٰتَیْنَا

کی پوجا شروع کر دی اور تم واقعی ظالم تھے○ پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معافی عطا فرمائی تاکہ تم شکر ادا کرو○ اور یاد کرو جب ہم نے

مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ الْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۞ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ

موسیٰ کو کتاب عطا کی اور حق و باطل میں فرق کرنا تاکہ تم ہدایت پا جاؤ○ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم

راست پر نہ آیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ علیہ السلام رات کے وقت بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے روانہ ہو گئے۔ فرعون کو خبر ملی تو اس نے بھاری لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کیا اور دریا کے کنارے پر انہیں پا لیا۔ حکم الٰہی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا دریا پر مارا تو اس میں بارہ راستے بن گئے اور بنی اسرائیل ان راستوں سے گزر کر دریا پار کر گئے۔ جب فرعون وہاں پہنچا اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ ان راستوں میں داخل ہو گیا تو حکم الٰہی سے دریا اپنی اصلی حالت پر آیا اور فرعون اپنے لشکر کے ساتھ غرق ہو گیا اور بنی اسرائیل دریا کے کنارے ان کے غرق ہونے کا منظر دیکھ رہے تھے۔ اہم بات: فرعونیوں کا غرق ہونا محرم کی دسویں تاریخ کو ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن شکر کا روزہ رکھا۔ یہودی بھی آپ علیہ السلام کی اس سنت پر عمل کرتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہارے مقابلے میں موسیٰ سے میرا تعلق زیادہ ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس دن روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ (بخاری، حدیث 2004) انبیاء کرام علیہم السلام پر جو انعام الٰہی ہو اس کی یادگار قائم کرنا اور شکر بجا لانا جائز و پسندیدہ ہے۔

آیت 51، 52 فرعون اور اس کے لشکریوں کی ہلاکت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر کی طرف لوٹے تو ان کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے انہیں تورات عطا کرنے کا وعدہ فرمایا اور اس کے لیے پہلے تیس، پھر دس کے اضافے سے چالیس راتوں کی مدت مقرر ہوئی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کے لیے کوہ طور پر تشریف لے گئے تو پیچھے سے سامری نے جواہرات سے مزین سونے کا ایک بچھڑا بنایا اور اس میں حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں کی خاک ڈالی تو وہ آواز نکالنے لگا۔ سامری کے بہکانے پر بنی اسرائیل نے اس بچھڑے کی پوجا شروع کر دی البتہ حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کے بارہ ہزار ساتھی اس شرک سے دور ہی رہے۔ اس کے بعد جب بنی اسرائیل نے حکم الٰہی کے مطابق بچھڑا پوجنے کے گناہ سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معافی عطا کر دی تاکہ وہ اس معافی پر شکر ادا کریں۔

آیت 53 فرمایا کہ یاد کرو جب ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات دی جو حق و باطل اور حلال و حرام میں فرق کرنے والی ہے تاکہ اے بنی اسرائیل! تم اس پر عمل کر کے سیدھی راہ پر چلتے رہو۔ اہم بات: یہاں فرقان سے کفر و ایمان میں فرق کرنے والے معجزات جیسے لکڑی کے عصا کا اژدھا بن جانا اور ہاتھوں کا روشن ہونا وغیرہ بھی مراد ہو سکتے ہیں۔

آیت 54 اس آیت میں بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کی توبہ کا طریقہ بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ان لوگوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام

اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا

تم نے بچھڑے (کو معبود) بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا لہٰذا (اب) اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں توبہ کرو (یوں) کہ تم اپنے لوگوں کو

اَنْفُسَكُمْؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْؕ فَتَابَ عَلَیْكُمْؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ

قتل کرو۔ یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لیے بہتر ہے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی بیشک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا

الرَّحِیْمُ ۝۵۴ وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً

مہربان ہے۝ اور یاد کرو جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم ہر گز تمہارا یقین نہ کریں گے جب تک اعلانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں

فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝۵۵ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ

تو تمہارے دیکھتے ہی دیکھتے تمہیں کڑک نے پکڑ لیا۝ پھر تمہاری موت کے بعد ہم نے تمہیں زندہ کیا تاکہ تم

نے فرمایا: اے میری قوم! تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا لہٰذا اب اپنے اس رب کی بارگاہ میں توبہ کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہاری توبہ کی صورت یہ ہے کہ جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی وہ پوجا کرنے والوں کو قتل کر دیں اور مجرم راضی خوشی قتل ہو جائیں۔ تمہاری یہ توبہ تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ اس سے تم شرک کی نجاست سے پاک ہو جاؤ گے۔ یہ لوگ اس پر راضی ہو گئے اور صبح سے شام تک 70,000 افراد قتل کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے عرض کرنے پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمادی کہ جو قتل ہو چکے وہ شہید ہیں اور جو باقی رہ گئے انہیں معاف کر دیا گیا۔ درس: (1) مرتد کو قتل کر دینا حکمت و مصلحت کے عین مطابق ہے کہ اس سے فتنہ و فساد کے دروازے بند ہوتے ہیں، البتہ یہ سزا دینے کا اختیار صرف حاکم اسلام کو ہے، عام لوگ کسی مرتد کو قتل نہیں کر سکتے۔ (2) مرتد کو قتل کرنا یونہی دیگر سنگین جرائم جیسے قتل اور بغاوت کی بنا پر قاتلوں اور باغیوں وغیرہ کا خاتمہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی نہیں بلکہ یہ انسانی حقوق کے تحفظ کا ضامن ہے۔

آیت 55 یہاں آیت میں بیان کیا گیا واقعہ بعض مفسرین کے نزدیک اس وقت رونما ہوا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام 70 افراد کو ساتھ لے کر تورات لینے کوہِ طور پر گئے اور تورات ملنے کے بعد ان لوگوں نے کہا کہ اے موسیٰ! علیہ السلام، ہم اللہ تعالیٰ کو اعلانیہ یعنی کھلم کھلا دیکھے بغیر آپ کی اس بات پر ہرگز یقین نہ کریں گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور بعض مفسرین کے نزدیک اس وقت رونما ہوا جب بچھڑے کی پوجا سے توبہ کرنے اور کفارے میں جانیں دینے کے بعد بقیہ افراد میں سے 70 لوگ یا توبہ سے پہلے 70 لوگ کوہِ طور پر حاضر ہوئے، وہاں کلامِ الٰہی سن کر یا بچھڑا پوجنے کے کفارے میں قتل ہونے کا حکم سن کر انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ! علیہ السلام، ہم اللہ تعالیٰ کو اعلانیہ دیکھے بغیر تمہاری اس بات پر ہرگز یقین نہیں کریں گے کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ نے کیا ہے یا قتل ہونے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ یہ کہتے ہی انہوں نے آسمان سے ایک ہولناک آواز سنی جس کی ہیبت سے دیکھتے ہی دیکھتے سب ہلاک ہو گئے۔ بنی اسرائیل کا مطالبہ چونکہ سرکشی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بے اعتباری کی وجہ سے تھا، اس لیے انہیں ہولناک آواز سے ہلاک کر دیا گیا۔

آیت 56 اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے اُن مرنے والوں کو زندہ کر دیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا

تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۵۶﴾ وَظَلَّلۡنَا عَلَيۡكُمُ الۡغَمَامَ وَاَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكُمُ الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰى ؕ كُلُوۡا

شکر ادا کرو○ اور ہم نے تمہارے اوپر بادل کو سایہ بنا دیا اور تمہارے اوپر من اور سلویٰ اتارا (کہ) ہماری دی ہوئی

مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ ؕ وَمَا ظَلَمُوۡنَا وَلٰكِنۡ كَانُوۡٓا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذۡ قُلۡنَا

پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور انہوں نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا بلکہ اپنی جانوں پر ہی ظلم کرتے رہے○ اور جب ہم نے

ادۡخُلُوۡا هٰذِهِ الۡقَرۡيَةَ فَكُلُوۡا مِنۡهَا حَيۡثُ شِئۡتُمۡ رَغَدًا وَّادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا

انہیں کہا کہ اس شہر میں داخل ہو جاؤ پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک کھاؤ اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو

شکر ادا کریں۔ اہم بات: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے مردوں کو زندہ کر دیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی دعا سے مردے بھی زندہ فرما دیتا ہے۔

آیت 57 فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل دوبارہ مصر میں آباد ہوئے، کچھ عرصے بعد انہیں بیت المقدس آزاد کروانے کے لیے عمالقہ قبیلے سے جہاد کرنے اور مصر چھوڑ کر شام میں بسنے کا حکم دیا گیا۔ شروع میں بنی اسرائیل نے ٹال مٹول سے کام لیا اور جب جائے بغیر کوئی چارہ کار نظر نہ آیا تو مجبوراً مصر سے روانہ ہوئے۔ جب یہ لوگ میدان تیہ میں پہنچے جہاں سبزہ، سایہ اور غلہ وغیرہ کچھ نہ تھا تو یہاں دھوپ کی تپش اور بھوک سے بچانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیج دیا جو ان کے اوپر سائبان بن گیا، یہ انہیں سورج کی تپش سے بچاتا تھا اور کھانے کے لیے مَن و سلویٰ اتار دیا۔ ”مَن“ ترنجبین کی طرح ایک میٹھی چیز تھی جو روزانہ صبح صادق سے طلوع آفتاب تک اترتی اور بنی اسرائیل اسے چادروں میں لے کر دن بھر کھاتے رہتے تھے۔ ”سلویٰ“ ایک چھوٹا پرندہ تھا۔ یہ بھنا ہوا بنی اسرائیل کے پاس آتا تھا یا بنی اسرائیل اس کا شکار کر کے کھاتے تھے۔ بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔ اور حکم یہ تھا کہ آج کا کھانا آج ہی کھالو اسے کل کے لیے بچا کر نہ رکھو۔ بنی اسرائیل نے نافرمانی کرتے ہوئے کھانا ذخیرہ کرنا شروع کر دیا تو کھانے میں کیڑے پڑ گئے اور وہ خراب ہو گیا اور مَن و سلویٰ کی آمد بند کر دی گئی اور یہ نافرمانی کر کے انہوں نے اپنا ہی نقصان کیا۔

آیت 58 یہاں اس آیت سے متعلق چند باتیں ملاحظہ ہوں۔ (1) جس شہر میں بنی اسرائیل کو داخل ہونے کا حکم دیا گیا اس سے ”بیت المقدس“ یا اس کے قریب ایک گاؤں ”اریحا“ مراد ہے جس میں عمالقہ قوم کے لوگ آباد تھے اور وہ اسے خالی کر گئے تھے۔ (2) بنی اسرائیل کو یہ حکم تو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کہاں اور کس کے ذریعے دیا گیا تھا۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہ حکم میدان تیہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے اور بعض کے نزدیک میدان تیہ سے نکلنے کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام کے ذریعے یہ حکم دیا گیا تھا۔ (3) سجدے کا لغوی معنی ہے جھکنا اور شرعی معنی ہے سر زمین پر رکھنا۔ یہاں اگر سجدے کا لغوی معنی مراد ہو تو آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ تم اتراتے اور اکڑتے ہوئے داخل ہونے کی بجائے عاجزی کرتے اور جھکے ہوئے داخل ہونا اور اگر شرعی معنی مراد ہو تو آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ دروازے میں داخل ہوتے وقت سجدہ کر لینا۔ (4) آیت میں مذکور لفظ ”حِطَّةٌ“ استغفار کا کلمہ

وَّ قُوۡلُوۡا حِطَّۃٌ نَّغۡفِرۡ لَکُمۡ خَطٰیٰکُمۡ ؕ وَ سَنَزِیۡدُ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ

اور کہتے رہنا، ہمارے گناہ معاف ہوں، ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور عنقریب ہم نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ عطا فرمائیں گے○ پھر ان

الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا قَوۡلًا غَیۡرَ الَّذِیۡ قِیۡلَ لَہُمۡ فَاَنۡزَلۡنَا عَلَی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا رِجۡزًا

ظالموں نے جو اُن سے کہا گیا تھا اسے ایک دوسری بات سے بدل دیا تو ہم نے آسمان سے ان ظالموں پر عذاب

مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا کَانُوۡا یَفۡسُقُوۡنَ ﴿۵۹﴾ وَ اِذِ اسۡتَسۡقٰی مُوۡسٰی لِقَوۡمِہٖ فَقُلۡنَا اضۡرِبۡ

نازل کردیا کیونکہ یہ نافرمانی کرتے رہے تھے○ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی طلب کیا تو ہم نے فرمایا کہ

بِّعَصَاکَ الۡحَجَرَ ؕ فَانۡفَجَرَتۡ مِنۡہُ اثۡنَتَا عَشۡرَۃَ عَیۡنًا ؕ قَدۡ عَلِمَ کُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَہُمۡ ؕ

پتھر پر اپنا عصا مارو، تو فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہہ نکلے (اور) ہر گروہ نے اپنے پانی پینے کی جگہ کو پہچان لیا

کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ اللّٰہِ وَ لَا تَعۡثَوۡا فِی الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِیۡنَ ﴿۶۰﴾ وَ اِذۡ قُلۡتُمۡ

(اور ہم نے فرمایا کہ) اللہ کا رزق کھاؤ اور پیو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو○ اور جب تم نے کہا:

ہے جس کے معنی ہیں "اے اللہ! ہمارے گناہ معاف فرما" آیت سے مراد یہ ہے کہ صرف بدنی عبادت پر اکتفاء نہ کرنا بلکہ زبان سے یہ بھی کہتے رہنا کہ اے اللہ! ہمارے گناہ معاف فرما۔ مزید فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! اگر تم نے ہمارے حکم پر عمل کیا تو ہم تمہارے گناہگار لوگوں کی خطائیں بخش دیں گے اور نیک لوگوں کے ثواب میں اضافہ کر دیں گے۔

آیت 59 شہر میں داخلے کے وقت بنی اسرائیل پر دو پابندیاں لگائی گئی تھیں، ایک یہ کہ سجدہ کرکے داخل ہوں، دوسری یہ کہ "حِطَّۃٌ" کہتے رہیں۔ انہوں نے دونوں کی خلاف ورزی کی، چنانچہ سجدہ کرکے داخل ہونے کی بجائے سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور "حِطَّۃٌ" کی بجائے بطور مذاق "حَبَّۃٌ فِیۡ شَعۡرَۃٍ" کہتے رہے جس کا معنی تھا بال میں دانہ۔ اس مذاق اور نافرمانی میں مبتلا ہونے والوں کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ان پر عذاب نازل کر دیا۔ یہ عذاب طاعون کی صورت میں تھا جس سے ہزاروں اسرائیلی ہلاک ہو گئے۔

آیت 60 یہ واقعہ بھی میدان تیہ میں ہوا۔ یہاں پیاس لگنے پر جب بنی اسرائیل کو پانی نہ ملا تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی۔ آپ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی تو انہیں ایک مخصوص پتھر پر اپنا عصا مارنے کا حکم دیا گیا، چنانچہ عصا مارتے ہی اس پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ بنی اسرائیل کے بارہ گروہ تھے، سب نے پانی پینے کی اپنی اپنی جگہ کو پہچان لیا۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا رزق من و سلویٰ کھاؤ اور پتھر سے جاری ہونے والا پانی پیو اور زمین میں فتنہ فساد نہ کرنا اور گناہوں میں نہ پڑنا۔ یہ حکم ہمیں بھی ہے۔ **اہم بات:** حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مار کر پتھر سے پانی نکالنا عظیم معجزہ ہے، ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر دینا اس سے بھی بڑھ کر معجزہ ہے۔

آیت 61 یہ واقعہ بھی میدان تیہ میں ہوا، اس کا پس منظر یہ ہے کہ من و سلویٰ سے اکتا کر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام

يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ

اے موسیٰ! ہم ایک کھانے پر ہرگز صبر نہیں کر سکتے۔ لہٰذا آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لئے وہ چیزیں نکالے جو

الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ

زمین اگاتی ہے جیسے ساگ اور ککڑی اور گندم اور مسور کی دال اور پیاز۔ فرمایا: کیا تم بہتر چیز کے بدلے میں

هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ

گھٹیا چیزیں مانگتے ہو۔ (اچھا پھر) ملکِ مصر یا کسی شہر میں قیام کرو، وہاں تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جو تم نے مانگا ہے اور ان پر ذلت

الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ

اور غربت مسلط کر دی گئی اور وہ خدا کے غضب کے مستحق ہو گئے۔ یہ ذلت و غربت اس وجہ سے تھی کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے

اور درخواست کی کہ ہم ایک ہی قسم کے کھانے پر ہرگز صبر نہیں کر سکتے لہٰذا آپ اپنے رب سے دعا کریں کہ ہمیں زمین کی ترکاریاں ساگ، ککڑی، پیاز، گندم اور مسور کی دال ملے۔ آپ علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ تمہیں محنت و مشقت کے بغیر اتنا اچھا کھانا مل رہا ہے تو کیا اس کے مقابلے میں ہلکی قسم کا کھانا لینا چاہتے ہو؟ وہ نہ مانے تو آپ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا کر دی، اس پر حکم ہوا کہ اے بنی اسرائیل! اگر تمہارا یہی مطالبہ ہے تو مصر چلے جاؤ وہاں تمہیں تمہاری مطلوبہ چیزیں مل جائیں گی۔ مزید فرمایا کہ ان پر ذلت اور غربت مسلط کر دی گئی اور وہ خدا کے غضب کے مستحق ہو گئے۔ یہ ذلت و غربت اس وجہ سے تھی کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے اور انبیاء علیہم السلام کو ناحق شہید کرتے تھے اور یہ یعنی ذلت و غربت، یا، آیات الٰہی کا انکار اور انبیاء علیہم السلام کو ناحق شہید کرنا اس وجہ سے تھا کہ یہودی پہلے ہی سے نافرمان اور اللہ تعالیٰ کی حدیں توڑ کر مسلسل سرکشی کرتے رہتے تھے۔ اہم باتیں: (1) یہاں مصر سے مراد ملک مصر یا مطلقاً کوئی بھی شہر ہے۔ (2) ذلت مسلط کیے جانے سے مراد یہ ہے کہ یہودی ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتے رہیں گے، انہیں دنیا میں اگر کوئی عزت ملی بھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمان کی توفیق ملنے یا دیگر اقوام کا سہارا ملنے کی صورت میں ملے گی اور غربت مسلط کیے جانے کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ دولت کے حریص رہیں گے، یا یہ معنیٰ ہے کہ ان کے دل غریب رہیں گے۔ فی زمانہ یہودی اگرچہ دنیا کے امیر ترین لوگ ہیں لیکن دولت کے سب سے زیادہ حریص، سود خور اور دل کے غریب ہی ہیں۔ (3) اللہ کی آیتوں سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات یا تورات کی آیتیں ہیں۔ نیز یہودیوں نے مختلف اوقات میں بہت سے انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا، ان میں حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت شعیا علیہم السلام جیسی جلیل القدر ہستیاں سرفہرست ہیں اور ان سب کو ناحق شہید کیا۔ درس: بنی اسرائیل بلند مراتب پر فائز ہونے کے بعد جن وجوہات کی بنا پر ذلت و غربت کی گہری کھائی میں گرے، کاش اسے سامنے رکھ کر عبرت کے لئے مسلمان بھی اپنے اعمال کا جائزہ لے لیں۔

وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ ع

اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے تھے۔ (اور) یہ اس وجہ سے تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ مسلسل سرکشی کر رہے تھے ○ بیشک ایمان

اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ النَّصٰرٰى وَ الصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ

والوں نیز یہودیوں اور عیسائیوں اور ستاروں کی پوجا کرنے والوں میں سے جو بھی سچے دل سے اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئیں

وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۪ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾

اور نیک کام کریں تو ان کے لیے ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ

اور یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تمہارے سروں پر طور پہاڑ کو معلق کر دیا (اور کہا کہ) مضبوطی سے تھامو اس (کتاب) کو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہے

آیت 62 یہاں ایمان والوں سے صرف زبانی طور پر ایمان لانے والے یعنی منافق، یا وہ لوگ مراد ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے گزشتہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائے اور عقائد و اعمال میں خرافات سے بچے رہے، پھر انہوں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اعلانِ نبوت کا زمانہ پایا۔ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو کہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری تک ان کے عقائد اعمال میں بہت بگاڑ آ چکا تھا یہاں تک کہ انہوں نے اپنی اپنی آسمانی کتابوں میں تحریفات تک کر دی تھیں۔ صٰبِئِیْن ایک گروہ ہے جو ستاروں کی پوجا کرتا تھا۔ ان سب کے بارے میں فرمایا کہ ان میں سے جو لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے میں سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت، رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رسالت، قیامت قائم ہونے اور اس کے جملہ احوال پر ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں تو ان کے نیک اعمال کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور آخرت میں ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اہم باتیں: (1) حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد پچھلے تمام ادیان منسوخ ہو گئے اور اب ہر ایک کے لیے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے اور ایمان نہ لانے والا ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائے گا۔ حدیث پاک میں ہے "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی جان ہے، اس امت میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں جو میری نبوت (کی خبر) سنے خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی، پھر وہ اس حال میں مر جائے کہ میرے لائے ہوئے دین پر ایمان نہ لایا تو وہ جہنم والوں میں سے ہوگا۔" (مسلم، حدیث: 385) (2) اخروی نجات کے لیے اخلاص کے ساتھ ایمان لانا اور نیک اعمال کرنا دونوں ضروری ہے۔ فقط ایمان کو ابتداءً ہی سے نجات کے لیے کافی سمجھ کر عمل سے منہ پھیر لینا بہت بڑی نادانی ہے۔

آیت 63 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نزول تورات سے پہلے احکام تورات پر عمل کرنے کے بارے میں بنی اسرائیل سے عہد لیا۔ تورات ملنے کے بعد بنی اسرائیل نے اس کے احکام قبول کرنے سے انکار کر کے یہ عہد توڑ دیا تو حکم الٰہی سے حضرت جبریل علیہ السلام نے

وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا

اور جو کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے اسے یاد کرو اس امید پر کہ تم پرہیزگار بن جاؤ○ اس کے بعد پھر تم نے روگردانی اختیار کی تو اگر

فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا

تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے○ اور یقیناً تمہیں معلوم ہیں وہ لوگ جنہوں نے

مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿٦٥﴾ ۚ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا

تم میں سے ہفتہ کے دن میں سرکشی کی۔ تو ہم نے ان سے کہا کہ دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ○ تو ہم نے یہ واقعہ اس وقت کے لوگوں اور ان کے

طور پہاڑ کو اٹھا کر ان کے سروں کے اوپر ہوا میں معلق کر دیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بنی اسرائیل سے فرمایا گیا کہ تم عہد پورا کرو اور جو کتاب اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہے اسے مضبوطی سے تھام لو اور جو کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے اسے پڑھو اور اس پر عمل کرو تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ اور دنیا و آخرت میں ہلاکت و عذاب سے بچ جاؤ، اگر ایسا نہ کیا تو یہ پہاڑ گرا کر تمہیں کچل دیا جائے گا۔ **اہم بات:** بنی اسرائیل پر یہ جبر دین قبول کرنے پر نہیں تھا بلکہ دین کے احکام پر عمل سے متعلق تھا اور یہ درست ہے، جیسے کوئی حکومت کسی غیر ملکی کو اپنے ملک میں آنے پر مجبور نہیں کرتی لیکن جب کوئی ملک میں آجائے تو حکومت اسے ملکی قانون پر عمل کرنے پر ضرور مجبور کرے گی۔

آیت 64 ﴾ پہاڑ معلق ہونے پر بنی اسرائیل نے عہد پورا کرنے کا اقرار کر لیا لیکن اس کے بعد پھر انہوں نے عہد کی خلاف ورزی کی اور اسے پورا کرنے سے منہ پھیر لیا۔ فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! اگر تمہیں توبہ کی توفیق دے کر اور تمہاری طرف نبیوں اور رسولوں علیہم السلام کو بھیج کر اللہ تعالیٰ تم پر اپنا فضل و رحمت نہ فرماتا تو عہد کی خلاف ورزی کے سبب ضرور تم دنیا و آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے۔

آیت 65،66 ﴾ یہاں جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا اس کا پس منظر یہ ہے کہ شہر ایلہ میں بنی اسرائیل آباد تھے، انہیں حکم تھا کہ ہفتے کا دن عبادت کے لیے خاص کر دیں، اس روز شکار نہ کریں اور دنیوی مشاغل ترک کر دیں۔ ان کے ایک گروہ نے یہ چال چلی کہ وہ جمعہ کے دن شام کے وقت دریا کے کنارے کنارے بہت سے گڑھے کھودتے اور ہفتہ کے دن ان گڑھوں تک نالیاں بناتے جن کے ذریعے پانی کے ساتھ آکر مچھلیاں گڑھوں میں قید ہو جاتیں، پھر اتوار کے دن انہیں نکالتے اور کہتے کہ ہم مچھلی کو پانی سے ہفتے کے دن تو نہیں نکالتے۔ یہ کہہ کر وہ اپنے دل کو تسلی دے لیتے۔ طویل عرصے تک ان کا یہی معمول رہا اور جب حضرت داؤد علیہ السلام کی نبوت کا زمانہ آیا تو آپ علیہ السلام نے انہیں اس سے منع کیا اور فرمایا کہ قید کرنا ہی شکار ہے جو تم ہفتے ہی کو کر رہے ہو۔ جب وہ باز نہ آئے تو آپ علیہ السلام نے ان پر لعنت فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بندروں کی شکل میں مسخ کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے میں موجود یہودیوں میں یہ واقعہ بہت معروف تھا، یہاں اس کی طرف اشارہ کر کے انہیں تنبیہ کی گئی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) بندر بننے کے تین دن بعد ہی یہ تمام لوگ ہلاک ہو گئے تھے، لہٰذا موجودہ بندر ان مسخ شدہ لوگوں کی نسل سے نہیں ہیں۔

وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ

بعد والوں کے لیے عبرت اور پرہیز گاروں کے لئے نصیحت بنا دیا۔ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے

اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ

کہ ایک گائے ذبح کرو، تو انہوں نے کہا کہ کیا آپ ہمارے ساتھ مذاق کرتے ہیں؟ موسیٰ نے فرمایا: "میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں

مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا

جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ انہوں نے کہا کہ آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتادے کہ وہ گائے کیسی ہے؟ فرمایا: اللہ فرماتا ہے کہ وہ

بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٨﴾ قَالُوا

ایک ایسی گائے ہے جو نہ تو بوڑھی ہے اور نہ بالکل کم عمر بلکہ ان دونوں کے درمیان درمیان ہو۔ تو وہ کرو جس کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا:

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ

آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتادے، اس گائے کا رنگ کیا ہے؟ فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے کہ وہ پیلے رنگ کی گائے ہے جس کا رنگ بہت گہرا

لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿٦٩﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ

ہے۔ وہ گائے دیکھنے والوں کو خوشی دیتی ہے۔ انہوں نے کہا: آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لئے واضح طور پر بیان کردے کہ وہ گائے کیسی ہے؟

اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا

کیونکہ بیشک گائے ہم پر مشتبہ ہوگئی ہے اور اگر اللہ چاہے گا تو یقیناً ہم راہ پالیں گے۔ (موسیٰ نے) فرمایا: اللہ فرماتا ہے کہ وہ

(2) حکم شرعی کو باطل کرنے کیلئے حیلہ کرنا حرام ہے اور حکم شرعی کو کسی دوسرے شرعی طریقے سے حاصل کرنے کیلئے حیلہ کرنا، جائز اور قرآن و حدیث سے ثابت ہے، البتہ کسی مستند مفتی سے رہنمائی لیے بغیر عام مسلمان کوئی حیلہ نہ کریں۔

آیت 71-67 ﴾ ان پانچ آیات میں یہودیوں کو یاد دلائے گئے واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک مالدار شخص عامیل کو اس کے ایک عزیز نے خفیہ طور پر قتل کرکے دوسرے محلہ میں ڈال دیا تاکہ اس کی میراث بھی لے اور خون بہا بھی۔ لوگ اس قتل کا الزام ایک دوسرے پر ڈالنے لگے لیکن اصلی قاتل تک نہ پہنچ پائے، پھر لوگوں کی درخواست پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو حکم ہوا کہ ایک گائے ذبح کرکے اس کا کوئی حصہ مقتول کو ماریں، وہ زندہ ہو کر قاتل کے بارے میں بتادے گا۔ لوگوں نے حیرانی سے کہا: کیا آپ علیہ السلام ہم سے مذاق کر رہے ہیں؟ فرمایا: میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ مذاق کرکے جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ جب بنی اسرائیل نے سمجھ لیا کہ گائے کا ذبح کرنا مذاق نہیں بلکہ باقاعدہ حکم ہے تو انہوں نے حضرت

بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ۚ

ایک ایسی گائے ہے جس سے یہ خدمت نہیں لی جاتی کہ وہ زمین میں ہل چلائے اور نہ وہ کھیتی کو پانی دیتی ہے۔ بالکل بے عیب ہے اس میں کوئی داغ نہیں۔

قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧١﴾ وَإِذْ

(یہ سن کر) انہوں نے کہا اب آپ بالکل صحیح بات لائے ہیں۔ پھر انہوں نے اس گائے کو ذبح کیا حالانکہ وہ ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے○ اور یاد کرو جب

قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿٧٢﴾

تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا پھر اس کا الزام کسی دوسرے پر ڈالنے لگے حالانکہ اللہ ظاہر کرنے والا تھا اس کو جسے تم چھپا رہے تھے○

فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذَٰلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٧٣﴾

تو ہم نے فرمایا (کہ) اس مقتول کو اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو۔ اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کرے گا۔ اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ○

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ

پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہیں اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں

موسیٰ علیہ السلام سے اس کے اوصاف دریافت کیے اور بار بار سوال کر کے وہ لوگ قیدیں بڑھاتے گئے اور بالآخر یہ حکم ہوا کہ ایسی گائے ذبح کرو جو نہ بوڑھی ہو اور نہ بہت کم عمر بلکہ درمیانی عمر کی ہو، بدن پر کوئی داغ نہ ہو، ایک ہی رنگ کی ہو، رنگ آنکھوں کو بھانے والا ہو، اس گائے نے کبھی کھیتی باڑی نہ کی ہو اور نہ ہی کبھی کھیتی کو پانی دیا ہو۔ یہ سن کر وہ بولے کہ ہاں اب آپ بالکل صحیح بات لائے ہیں۔ تسلی ہونے کے بعد انہوں نے گائے کی تلاش شروع کر دی اور انہیں اپنے اطراف میں صرف ایک گائے ایسی ملی جس میں بتائے گئے تمام اوصاف موجود تھے۔ یہ گائے انہیں انتہائی بھاری قیمت میں ملی۔ بنی اسرائیل کے مسلسل سوالات، اپنی رسوائی کے اندیشہ اور گائے کی بھاری قیمت سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ذبح کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے مگر جب ان کے سوالات تسلی بخش جوابوں سے ختم کر دیئے گئے تو انہیں ذبح کرنا ہی پڑا۔

آیت 73،72 ان دو آیات میں اسی پہلے قتل کا ذکر ہے چنانچہ بنی اسرائیل نے گائے ذبح کر کے اس کے کسی عضو سے مردے کو مارا تو وہ بحکم الٰہی زندہ ہو گیا، اس کے حلق سے خون جاری تھا، اس نے اپنے چچازاد بھائی کو قاتل قرار دیدیا اور بھائی کو بھی اقرار کرنا پڑا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر قصاص کا حکم فرمایا۔ آیت 73 میں قیامت میں دوبارہ زندہ کئے جانے پر دلیل ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اس مردے کو زندہ کیا اسی طرح وہ قیامت کے دن بھی مردوں کو زندہ فرمائے گا۔

آیت 74 اس آیت میں یہودیوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ اپنے آباء و اجداد کے عبرت انگیز واقعات سننے کے بعد تمہارے دل حق بات قبول کرنے کے معاملے میں سخت ہو گئے اور وہ شدت و سختی میں پتھروں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہیں کیونکہ پتھر بھی اثر قبول کرتے ہیں کہ کچھ پتھروں سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ ایسے ہیں کہ جب پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ

لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ

جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ وہ ہیں کہ جب پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ وہ ہیں جو اللہ کے ڈر سے

مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ

گر پڑتے ہیں اور اللہ تمہارے اعمال سے ہرگز بے خبر نہیں ۞ تو اے مسلمانو! کیا تم یہ امید رکھتے ہو کہ یہ تمہاری وجہ سے ایمان لے آئیں گے

وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ

حالانکہ ان میں ایک گروہ وہ تھا کہ وہ اللہ کا کلام سنتے تھے اور پھر اسے سمجھ لینے کے بعد جان بوجھ کر

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ

بدل دیتے تھے ۞ اور جب یہ مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لا چکے ہیں اور جب آپس میں اکیلے ہوتے ہیں

قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ

تو کہتے ہیں: کیا ان کے سامنے وہ علم بیان کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے اوپر کھولا ہے؟ تا کہ اس کے ذریعے یہ تمہارے رب کی بارگاہ میں تمہارے اوپر حجت قائم کریں۔

وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اوپر سے نیچے گر پڑتے ہیں جبکہ تمہارے دل اطاعت کے لئے جھکتے ہیں نہ نرم ہوتے ہیں، نہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نہ ہی وہ کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے ہرگز بے خبر نہیں بلکہ وہ تمہیں ایک خاص وقت تک کے لئے مہلت دے رہا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے لوگ مراد ہیں کیونکہ انہوں نے بڑی بڑی نشانیاں اور معجزات دیکھ کر بھی عبرت حاصل نہ کی، ان کے دل پتھروں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہو گئے۔ درس: دل کی سختی بہت تباہ کن ہے، حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ زیادہ کلام نہ کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ کلام کی کثرت دل کو سخت کر دیتی ہے اور لوگوں میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور وہ شخص ہوتا ہے جس کا دل سخت ہو۔ (ترمذی، حدیث: 2419)

آیت 75 انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہودیوں کے اسلام قبول کرنے کی بہت حرص تھی کیونکہ وہ یہودیوں کے حلیف اور ان کے پڑوسی بھی تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! کیا تم یہ امید رکھتے ہو کہ یہ یہودی تمہارا یقین کریں گے یا تمہاری تبلیغ کی وجہ سے ایمان لے آئیں گے حالانکہ ان میں ایک گروہ صرف علماء پر مشتمل تھا، وہ خدا کا کلام یعنی تورات سنتے، پھر اسے سمجھ لینے کے بعد جان بوجھ کر بدل دیتے تھے، جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعریف کو بدل دیا، تو ایسے لوگ کہاں ایمان لائیں گے؟ لہٰذا تم ان کے ایمان کی امید نہ رکھو۔ درس: اس سے معلوم ہوا کہ عالم کا بگڑنا عوام کے بگڑنے سے زیادہ تباہ کن ہے۔

آیت 76، 77 یہودی منافق جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملتے تو ان سے کہتے: جس پر تم ایمان لائے اس پر ہم بھی ایمان لائے، تم حق پر ہو اور محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم سچے نبی ہیں اور ان کے اوصاف ہماری کتاب تورات میں موجود ہیں لیکن جب ان کے اپنے

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٧٦﴾ أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٧﴾

کیا تمہیں عقل نہیں؟ ○ کیا یہ اتنی بات نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں ○

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٧٨﴾

اور ان میں کچھ اَن پڑھ ہیں جو کتاب کو نہیں جانتے مگر زبانی پڑھ لینا یا کچھ اپنی من گھڑت اور یہ صرف خیال وگمان میں پڑے ہوئے ہیں ○

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ

تو بربادی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں: یہ خدا کی طرف سے ہے

لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم

کہ اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل کرلیں تو ان لوگوں کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے کی وجہ سے ہلاکت ہے اور ان کے لئے ان کی

مِّمَّا يَكْسِبُونَ ﴿٧٩﴾ وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ

کمائی کی وجہ سے تباہی وبربادی ہے ○ اور بولے: ہمیں تو آگ ہرگز نہ چھوئے گی مگر گنتی کے چند دن۔ اے حبیب! تم فرمادو: کیا تم نے

سردار انہیں ملامت کرتے کہ کیا تم مسلمانوں کے سامنے ان کے نبی کے بارے وہ باتیں بیان کرتے ہو جو تورات میں ہیں، یوں تو مسلمان خدا کے ہاں تمہارے خلاف دلیل قائم کریں گے کہ ان لوگوں کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نبی برحق ہونا معلوم تھا لیکن یہ پھر بھی ایمان نہیں لائے۔ کیا تمہیں عقل نہیں کہ تمہیں یہ کام نہیں کرنا چاہئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا ملامت کرنے والے یہ جانتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جانتا ہے جو وہ چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں تو اس ملامت سے انہیں کیا حاصل ہوگا۔

آیت 78 ﴿ یہاں یہودیوں کے دوسرے یعنی اَن پڑھ گروہ کا ذکر ہے کہ وہ کتاب یعنی تورات کو خود تو نہیں جانتے بلکہ اپنے بڑوں کے بیانات پر ہی الٹے سیدھے خیال وگمان میں پڑے ہوئے ہیں کہ ان کی تو بخشش ہو ہی جائے گی اور یہ انہی من گھڑت خیالات میں خوش ہیں۔

آیت 79 ﴿ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مدینہ منورہ آمد پر علماءِ تورات اور یہودی سرداروں کو اندیشہ ہوگیا کہ اب ان کی روزی ختم اور سرداری مٹ جائے گی کیونکہ تورات میں موجود اوصاف کے مطابق پاکر لوگ فوراً آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لے آئیں گے اور اپنے علماء وسرداروں کو چھوڑ دیں گے۔ اس اندیشہ سے انہوں نے تورات کی کئی باتیں چھپائیں اور کئی بدل دیں اور نفسانی مفادات کی خاطر کئی احکام میں بھی تبدیلیاں کر رکھی تھیں، پھر یہی تبدیل شدہ چیزیں عوام کو سناتے اور اسے تورات ہی کی بات قرار دیتے۔ اس پر فرمایا گیا کہ بربادی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے تورات میں من گھڑت باتیں لکھتے، پھر کہتے ہیں کہ یہ بھی خدا عزوجل کی طرف سے ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف صرف اس لئے کرتے ہیں کہ اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل کرلیں۔ تو ان لوگوں کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے اور ان کی کمائی کی وجہ سے تباہی وبربادی ہے۔

آیت 80، 81 ﴿ شانِ نزول: یہودی کہتے تھے کہ وہ دوزخ میں ہرگز داخل نہ ہوں گے مگر صرف اتنی مدت کے لئے جتنا عرصہ ان کے آباء واجداد نے بچھڑے کو پوجا تھا اور وہ چالیس دن ہیں، اس کے بعد وہ عذاب سے چھوٹ جائیں گے۔ اس پر فرمایا گیا کہ اے

عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾

خدا سے کوئی وعدہ لیا ہوا ہے ؟ (اگر ایسا ہے، پھر) تو اللہ ہر گز وعدہ خلافی نہیں کرے گا بلکہ تم اللہ پر وہ بات کہہ رہے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ○

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾

کیوں نہیں، جس نے گناہ کمایا اور اس کی خطا نے اس کا گھیراؤ کر لیا تو وہی لوگ جہنمی ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ○

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا

اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنت والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا ○ اور یاد کرو جب ہم نے

مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَ

بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور

حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، تم ان سے پوچھو کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ لیا ہوا ہے کہ وہ تمہیں چند دن کے لئے ہی جہنم میں ڈالے گا؟ اگر ایسا کوئی وعدہ ہے، پھر تو اللہ تعالیٰ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرے گا لیکن ایسا کچھ ہے نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہو اور اللہ تعالیٰ تم سے ایسا وعدہ کیوں کرے گا کہ تم جہنم میں زیادہ عرصہ نہیں رہو گے حالانکہ اس کا قانون یہ ہے کہ جس نے گناہ کا ارتکاب کیا اور اس کے گناہ نے اسے ہر طرح سے گھیر لیا یعنی وہ کفر میں جا پڑا تو وہ جہنم میں جائے گا اور ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہے گا۔ اہم بات: آیت 81 میں گناہ سے شرک و کفر اور احاطہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ نجات کی تمام راہیں بند ہو جائیں اور کفر و شرک ہی پر اسے موت آئے کیونکہ مومن خواہ کیسا بھی گنہگار ہو گناہوں سے گھرا نہیں ہوتا، اس لیے کہ سب سے بڑی نیکی یعنی ایمان اس کے ساتھ ہے۔

آیت 82 فرمایا کہ وہ لوگ جو توحید و رسالت پر سچے دل سے ایمان لائے، فرائض و واجبات ادا کیے اور گناہوں سے بچے، وہ جنت والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے کہ یہاں نہ انہیں موت آئے گی اور نہ ہی کبھی انہیں جنت سے نکالا جائے گا۔

آیت 83 فرمایا کہ اے یہودیو! وہ وقت یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے تورات میں یہ عہد لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، لوگوں سے اچھی بات کہو، نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو، لیکن اسے قبول کرنے کے بعد ان میں سے چند آدمیوں کے علاوہ سب اس عہد سے پھر گئے اور تم بھی اپنے آباء و اجداد کی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام سے منہ موڑنے والے ہو۔ اہم باتیں: (1) والدین کے ساتھ بھلائی یہ ہے کہ ایسی بات اور کام سے بچے جو اُن کے لئے باعثِ تکلیف ہو، اپنے بدن و مال سے ان کی خوب خدمت کرے، ان کا ادب کرے، ان کی وفات کے بعد ان کے لئے ایصالِ ثواب کرے اور جائز وصیتوں کو پورا کرے۔ (2) اچھی بات سے مراد نیکی کی دعوت اور برائیوں سے روکنا ہے، یونہی اللہ تعالیٰ کی عظمت، حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان، اولیاء و صالحین رحمۃ اللہ علیہم کے مقام و مرتبہ کا بیان، نیکیوں اور برائیوں کے متعلق سمجھانا سب اس میں شامل ہیں۔ درس: (1) دینِ اسلام میں

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ

یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ (اچھا سلوک کرو) اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو (لیکن) پھر تم میں سے

اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٨٣﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ

چند آدمیوں کے علاوہ سب پھر گئے اور تم (ویسے ہی اللہ کے احکام سے) منہ موڑنے والے ہو○ اور یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں

دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿٨٤﴾

کسی کا خون نہ بہانا اور اپنے لوگوں کو اپنی بستیوں سے نہ نکالنا پھر تم نے اقرار بھی کر لیا اور تم (خود اس کے) گواہ ہو○

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ۫ تَظٰهَرُوْنَ

پھر یہ تم ہی ہو جو اپنے لوگوں کو قتل (بھی) کرنے لگے اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے وطن سے (بھی) نکالنے لگے، تم ان کے خلاف

حقوق العباد کی بہت زیادہ اہمیت ہے، حقوق اللہ پورا کرنے کے باوجود بہت سے لوگ حقوق العباد میں کمی کی وجہ سے جہنم کے مستحق ہوں گے۔ (2) بنی اسرائیل سے لیے گئے عہد کے احکام ہم پر بھی نافذ ہیں۔ کاش کہ ہم غور کریں کہ کیا ہم بھی اسے پورا کرتے ہیں؟

آیت 84 فرمایا کہ اے یہودیو! وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تمہارے آباؤ اجداد سے تورات میں یہ عہد لیا کہ تم آپس میں کسی کا خون نہ بہانا اور اپنے لوگوں کو اپنی بستیوں سے نہ نکالنا، پھر انہوں نے اس عہد کا اقرار کر لیا اور تم خود بھی اپنے آباؤ اجداد کے اس اقرار کے گواہ ہو۔

آیت 85 تورات میں بنی اسرائیل کو تین حکم دیئے گئے تھے: (1) ایک دوسرے کو قتل نہ کرنا۔ (2) ایک دوسرے کو جلاوطن نہ کرنا۔ (3) اگر وہ اپنی قوم کے کسی مرد کو غلام اور عورت کو لونڈی بنا ہوا پائیں تو اسے خرید کر آزاد کر دیں۔ نسل در نسل یہ عہد چلتا رہا یہاں تک کہ مدینہ منورہ کے گرد و نواح میں آباد یہودیوں کے دو قبائل بنی قریظہ اور بنی نضیر میں منتقل ہوا، اس وقت مدینہ شریف میں مشرکوں کے دو قبیلے اوس اور خزرج رہتے تھے، بنی قریظہ اوس قبیلے کے اور بنی نضیر خزرج قبیلے کے حلیف تھے اور ہر قبیلہ نے اپنے حلیف کے ساتھ قسم اٹھا رکھی تھی کہ اگر ہم میں سے کسی پر کوئی حملہ آور ہو تو دوسرا اس کی مدد کرے گا۔ جب اوس اور خزرج کے درمیان جنگ ہوتی تو بنی قریظہ اوس کی اور بنی نضیر خزرج کی مدد کے لیے آتے اور اپنے حلیف کے ساتھ ہو کر آپس میں ایک دوسرے پر تلوار چلاتے اور بنی قریظہ بنی نضیر اور وہ بنی قریظہ کو قتل کرتے، ان کے گھر ویران کر دیتے اور انہیں ان کی رہائش گاہوں سے نکال دیتے تھے، لیکن جب ان کی قوم کے لوگوں کو ان کے حلیف قید کر لیتے تو وہ انہیں مالی معاوضہ دے کر چھڑا لیتے تھے۔ لوگوں نے ان سے کہا: تم بھی عجیب لوگ ہو کہ ایک دوسرے کو قتل بھی کرتے ہو اور فدیہ دے کر چھڑا بھی لیتے ہو۔ یہودیوں نے کہا: اپنے لوگوں کو قتل اور جلاوطن کرنے سے ہمارا عہد تو ٹوٹ جاتا ہے لیکن ہمیں اس بات سے شرم آتی ہے کہ ہمارے حلیف ذلیل ہوں۔ اس حرکت پر انہیں اس آیت میں ملامت کی گئی کہ یہ کیا دورنگی ہے کہ تم ایک دوسرے کو قتل اور جلاوطن کرنے سے تو باز نہیں آتے

عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ؕ وَ اِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ

گناہ اور زیادتی کے کاموں میں مدد (بھی) کرتے ہو اور اگر وہی قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو تم معاوضہ دے کر انہیں چھڑا لیتے ہو حالانکہ تمہارے اوپر

اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ

تو ان کا نکالنا ہی حرام ہے۔ تو کیا تم اللہ کے بعض احکامات کو مانتے ہو اور بعض سے انکار کرتے ہو؟ تو جو تم میں ایسا کرے اس کا بدلہ

مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ

دنیوی زندگی میں ذلت و رسوائی کے سوا اور کیا ہے اور قیامت کے دن انہیں شدید ترین عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا

وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ٘

اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ○ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خرید لی

فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ ع وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ قَفَّيْنَا

تو ان سے نہ تو عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی ○ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور اس کے بعد

مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ٘ وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ

پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں اور پاک روح کے ذریعے ان کی مدد کی تو (اے بنی اسرائیل!)

لیکن جب کوئی گرفتار ہو جائے تو اسے فدیہ دے کر چھڑا لیتے ہو۔ کچھ احکام کو ماننا اور کچھ کو نہ ماننا بہت برا ہے اور ایسے لوگوں کا بدلہ دنیوی زندگی میں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں اور روز قیامت انہیں شدید ترین عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کسی عمل سے بے خبر نہیں۔ اہم باتیں: (1) شریعت کے تمام احکام پر ایمان رکھنا ضروری ہے اور تمام ضروری احکام پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ کوئی شخص کسی وقت بھی شریعت کی پابندی سے آزاد نہیں ہو سکتا اور خود کو طریقت کا نام لے کر یا کسی بھی طریقے سے شریعت سے آزاد کہنے والے کافر ہیں۔ (2) عظمتِ توحید کو ماننا لیکن عظمتِ رسالت سے انکار کرنا یا اس کے برعکس کرنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے کہ کیا تم کتاب کے کچھ حصے کو مانتے ہو اور کچھ حصے کا انکار کرتے ہو۔

آیت 86 فرمایا کہ یہ کچھ احکام کو ماننے اور کچھ پر عمل نہ کرنے والے ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دے کر آخرت کے بدلے میں اسے خرید لیا تو ان سے نہ تو عذاب ہلکا کیا جائے گا خواہ وہ دنیا میں ہو یا آخرت میں اور نہ ہی شفاعت وغیرہ کے ذریعے ان کی مدد کی جائے گی جس سے یہ عذاب سے بچ جائیں۔

آیت 87 فرمایا کہ بیشک ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات عطا کی اور ان کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روشن نشانیاں جیسے مُردوں کو زندہ کرنا، پیدائشی اندھے اور کوڑھ کے مریض کو شفا دینا وغیرہ عطا کیں اور روح القدس

اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِیْقًا كَذَّبْتُمْ ٘ وَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾

کیا (تمہارا یہ معمول نہیں ہے کہ) جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسے احکام لے کر تشریف لایا جنہیں تمہارے دل پسند نہیں کرتے تھے تو تم تکبر کرتے پھر ان (انبیاء میں سے) ایک گروہ کو تم جھٹلاتے تھے اور ایک گروہ کو شہید کر دیتے تھے ○

وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِیْلًا مَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

اور یہودیوں نے کہا: ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی ہے تو ان میں سے تھوڑے لوگ ہی ایمان لاتے ہیں ○

وَ لَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۚۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ٘ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿۸۹﴾

اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب آئی جو ان کے پاس (موجود) کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس سے پہلے یہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں کے خلاف فتح مانگتے تھے تو جب ان کے پاس وہ جانا پہچانا نبی تشریف لے آیا تو اس کے منکر ہو گئے تو اللہ کی لعنت ہو انکار کرنے والوں پر ○

حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے ان کی مدد کی تو اے بنی اسرائیل! کیا تمہارا یہ معمول نہیں کہ جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسے احکام لے کر تشریف لایا جنہیں تمہارے دل پسند نہ کرتے تھے تو تم اس کی اتباع کرنے سے تکبر کرتے، پھر ان میں سے ایک گروہ کو تم جھٹلاتے اور ایک گروہ کو شہید کر دیتے تھے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے، سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے محافظ اور اس کے احکام جاری کرنے والے تھے اور چونکہ ہمارے آقا، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد نبوت کسی کو نہیں مل سکتی اس لیے شریعتِ محمدیہ کی حفاظت و اشاعت کی خدمت علماء ربانی اور مجددین کو عطا ہوئی۔ (2) حضرت جبریل علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے تک سفر و حضر میں کبھی آپ سے جدا نہ ہوئے۔

آیت 88 یہودی یہ جملہ یا تو مذاق کے طور پر کہتے تھے، یا وہ فخریہ کہتے تھے کہ ہمارے دل غلافوں میں لپٹے ہیں یعنی ہم اپنے عقیدہ پر اس قدر مضبوط ہیں کہ اے مسلمانو، تمہاری تبلیغ ہمارے دلوں پر کبھی اثر انداز نہیں ہوگی۔ سورہ حم السجدہ میں ہے: تم ہمیں جو دعوت دیتے ہو ہمارے قلوب اس سے پردوں میں ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ یہودی کہتے تھے کہ ہمارے دلوں پر پردے ہیں یعنی یہ دل علم سے بھرپور ہیں اب اس نئے علم کی کوئی ضرورت نہیں اس کا جواب دیا کہ علم سے بھرے نہیں بلکہ ان پر لعنت ہے۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ ہمارے دل علم کے برتن ہیں جو بات سنتے ہیں اس کو محفوظ کر لیتے ہیں مگر تمہاری بات کو نہ ہی سمجھتے ہیں اور نہ ہی محفوظ کرتے ہیں اس لیے کہ تمہاری بات میں نہ کوئی خیر ہے نہ بھلائی ورنہ ضرور محفوظ اور قبول کر لیتے اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا۔

آیت 89 شانِ نزول: امام الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری اور نزول قرآن سے پہلے یہودی اپنی حاجات کے لیے حضور

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ یَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْیًا اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

انہوں نے اپنی جانوں کا کتنا بُرا سودا کیا کہ اللہ نے جو نازل فرمایا ہے اس کا انکار کر رہے ہیں اس حسد کی وجہ سے کہ اللہ اپنے فضل سے

عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۹۰

اپنے جس بندے پر چاہتا ہے وحی نازل فرماتا ہے تو یہ لوگ غضب پر غضب کے مستحق ہو گئے اور کافروں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔O

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا

اور جب ان سے کہا جائے کہ اس پر ایمان لاؤ جو اللہ نے نازل فرمایا ہے تو کہتے ہیں: ہم اسی پر ایمان لاتے ہیں جو ہمارے اوپر نازل کیا گیا

وَ یَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗۗ وَ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْؕ قُلْ

اور وہ تورات کے علاوہ دیگر کا انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ (قرآن) بھی حق ہے ان کے پاس موجود (کتاب) کی تصدیق کرنے والا ہے۔ اے محبوب! تم فرماؤ کہ

پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نام پاک کے وسیلہ سے یوں دعا کرتے "اَللّٰهُمَّ افْتَحْ عَلَیْنَا وَ انْصُرْنَا بِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ" یارب! ہمیں نبی امی کے صدقہ میں فتح و نصرت عطا فرما اور اس دعا کی برکت سے کامیاب ہوتے تھے۔ اس آیت میں یہودیوں کو وہ واقعات یاد دلائے جا رہے ہیں کہ پہلے تم ان کے نام کے طفیل دعائیں مانگتے تھے، اب جب وہ جانے پہچانے نبی تشریف لے آئے تو تم حسد اور ریاست کی حرص میں ان کے منکر ہو گئے تو انکار کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

آیت 90 یہودیوں کی خواہش تھی کہ ختم نبوت کا منصب بنی اسرائیل میں سے کسی کو ملے، جب انہوں نے دیکھا کہ وہ اس منصب سے محروم رہے اور بنی اسماعیل کو یہ منصب مل گیا تو وہ حسد کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن کے منکر ہو گئے اور یوں اپنی جانوں کا انتہائی برا سودا کیا، مزید یہ کہ یہودی تورات میں تحریف کر کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کر کے پہلے ہی غضب الٰہی کا شکار تھے اور اب دوبارہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن کا انکار کر کے غضب پر غضب کے مستحق ہو گئے۔ ایسے کافروں کو رُسوا کُن عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اہم بات: حسد کا معنیٰ ہے: کسی مسلمان بھائی کو ملنے والی نعمت چھن جانے کی آرزو کی جائے۔ منصب و مرتبے کی طلب انسان کے دل میں حسد پیدا ہونے کا ایک سبب ہے۔

آیت 91 اس آیت میں یہودیوں کا ایک اور قبیح فعل بیان کیا جا رہا ہے کہ جب ان سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی تمام کتابوں پر ایمان لاؤ تو وہ کہتے ہیں: ہم صرف اپنی کتاب تورات پر ایمان لائیں گے۔ اس سے ان کا مقصد دیگر آسمانی کتابوں اور قرآن مجید کا انکار کرنا تھا۔ اس پر فرمایا گیا کہ قرآن بھی حق ہے اور یہ قرآن تورات کی تصدیق کرنے والا ہے، نیز جب تورات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کے بارے میں خبریں موجود ہیں اور تم تورات پر ایمان لانے کے دعویدار ہو تو پھر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت اور ان پر نازل کی گئی کتاب قرآن مجید کا انکار کیوں کرتے ہو۔ مزید فرمایا کہ ان یہودیوں سے کہو کہ اگر تم تورات پر ایمان رکھنے کے اتنے ہی بڑے دعویدار ہو تو یہ بتاؤ کہ تم انبیاء کرام علیہم السلام کو کیوں شہید کرتے تھے۔ اہم بات: تمام آسمانی کتابوں، تمام

فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِیَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰی

(اے یہودیو!) اگر تم ایمان والے تھے تو پھر پہلے تم اللہ کے نبیوں کو کیوں شہید کرتے تھے؟○ اور بیشک تمہارے پاس موسیٰ

بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ

روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو معبود بنالیا اور تم ظالم تھے○ اور (یاد کرو) جب ہم نے تم سے عہد

وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اسْمَعُوْاؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ عَصَیْنَاۗ

اور کوہ طور کو تمہارے سروں پر بلند کردیا (اور فرمایا) مضبوطی سے تھام لو اس کو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہے اور سنو۔ انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور نہ مانا

وَ اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْؕ قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِیْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

اور ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں تو بچھڑا رچا ہوا تھا۔ اے محبوب! تم فرمادو: اگر تم ایمان والے ہو تو تمہارا ایمان تمہیں

انبیاء کرام علیہم السلام اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے اور ان میں سے ایک کا بھی انکار کفر ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تعظیم ایمان کا رکن اعلیٰ ہے۔

آیت 92 حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس روشن معجزات لے کر تشریف لائے اور جب آپ علیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لے گئے تو ان کے بعد بنی اسرائیل نے سامری کے بہکانے سے گائے کو معبود بنالیا اور گائے کی پوجا کر کے انہوں نے کفر کیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روشن نشانیاں دیکھ کر بنی اسرائیل بچھڑے کی پوجا میں مبتلا ہو گئے تو ان یہودیوں کا سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ کفر کرنا ان کے لئے کونسی بڑی بات ہے؟ اہم بات: گائے کی عبادت قدیم عرصے سے چلتی آرہی ہے۔ مسلمانوں کو گائے ذبح کرنے کا حکم ہے، اس کی تعظیم کی اجازت نہیں۔

آیت 93 فرمایا کہ اے یہودیو! وہ وقت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے تورات پر عمل کرنے کا عہد لیا لیکن انہوں نے حسب عادت نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر کوہِ طور کو ہوا میں بلند کردیا اور ان سے فرمایا کہ چلو اب مضبوطی سے اس تورات کو تھام لو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہے اور ہمارے احکام دھیان سے سنو۔ بنی اسرائیل نے ڈر کے مارے دوبارہ اطاعت کا اقرار تو کرلیا لیکن ان کے دل کی حالت پہلے جیسی ہی رہی اور درحقیقت ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں تو بچھڑے کی محبت گھسی ہوئی تھی۔ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے فرمائیں کہ اے یہودیو! تم اپنے اسلاف کی اس حرکت کو جانتے ہو لیکن تم نہ اس سے نفرت کا اظہار کرتے ہو اور نہ ہی اس سے اپنی براءت ظاہر کرتے ہو تو خود بتاؤ کہ کیا تورات پر ایمان لانے کے یہ تقاضے ہیں؟ اگر اس کے یہی تقاضے ہیں تو تمہارا ایمان تمہیں کتنا برا حکم دیتا ہے۔ درس: اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تمام احکام اور سب تقاضوں پر عمل کیا جائے۔ ہم بھی غور کریں کہ جیسے ہمارے اعمال ہیں، کیا ہمارا ایمان ہمیں ایسے اعمال کا حکم دیتا ہے یا ہمارے ایمان کے تقاضے کچھ اور ہیں؟

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ

کتنا برا حکم دیتا ہے O اے محبوب! تم فرمادو: اگر دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر آخرت کا گھر اللہ کے نزدیک خالص تمہارے ہی لئے ہے

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ

تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا تو کرو O اور اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے یہ ہرگز کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے اور اللہ

عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ

ظالموں کو خوب جانتا ہے O اور بیشک تم ضرور انہیں پاؤ گے کہ سب لوگوں سے زیادہ جینے کی ہوس رکھتے ہیں اور مشرکوں میں سے ایک (گروہ)

يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ

تمنا کرتا ہے کہ کاش اسے ہزار سال کی زندگی دیدی جائے حالانکہ اتنی عمر کا دیا جانا بھی اسے عذاب سے دور نہ کرسکے گا

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ ع قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ

اور اللہ ان کے تمام اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے O اے محبوب! تم فرمادو: جو کوئی جبرئیل کا دشمن ہو (تو ہو) پس بیشک اس نے تو تمہارے دل پر

معانقۃ ۲ ع

آیت 94 یہودیوں کا ایک باطل دعویٰ یہ تھا کہ جنت میں صرف وہی جائیں گے، یہاں اس کا رد فرمایا جارہا ہے کہ اگر تمہارے گمان میں جنت تمہارے لیے خاص ہے اور آخرت کی طرف سے تمہیں اطمینان ہے، اعمال کی حاجت نہیں تو جنتی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیوی مصائب کیوں برداشت کرتے ہو، موت کی تمنا کرو تاکہ عیش و آرام والی جنت میں پہنچ جاؤ اور اگر تم نے موت کی تمنا نہ کی تو یہ تمہارے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔ اہم بات: اہل ایمان آخرت کی رغبت اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شوق میں موت سے محبت کرتے ہیں اور اگر لمبی عمر کی تمنا بھی کریں تو اس لیے کہ نیکیوں کے لیے کچھ اور عرصہ مل جائے۔ دنیوی مصائب سے تنگ آکر موت کی تمنا یا دعا گناہ ہے کہ ایسی صورت میں موت کی دعا کرنا صبر و رضا و تسلیم و توکل کے خلاف ہے۔

آیت 95 یہ غیب کی خبر اور معجزہ ہے کہ وہ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اسلام کی شدید مخالفت کے باوجود بھی موت کی تمنا کا لفظ زبان پر نہ لاسکے۔

آیت 96 مشرکین کا ایک گروہ مجوسی ہے، یہ آپس میں سلام کے موقع پر کہتے ہیں "زہ ہزار سال" یعنی ہزار برس جیو۔ ان کے اس قول کے پیش نظر آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، مجوسی مشرک ہزار برس جینے کی تمنا رکھتے ہیں اور یہودی ان سے بھی بڑھ گئے کہ انہیں جینے کی ہوس سب سے زیادہ ہے حالانکہ اتنی عمر کا دیا جانا بھی اسے جہنم کے عذاب سے دور نہ کرسکے گا۔ اہم بات: کفار دنیوی زندگی پر حریص ہوتے اور موت سے بہت بھاگتے ہیں جبکہ مومن کامل کی شان یہ ہے کہ وہ اگر زندگی چاہتا ہے تو نیکیاں کرکے آخرت کا زادِ راہ جمع کرنے کے لیے اور یہ حقیقت میں زندگی کی ہوس نہیں بلکہ آخرت کی تیاری ہے۔

آیت 97 شانِ نزول: یہودیوں کے ایک گروہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: آپ کے پاس آسمان سے کون فرشتہ آتا

بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ

اللہ کے حکم سے یہ اتارا ہے، جو اپنے سے پہلے موجود کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہے ○ جو کوئی اللہ

وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا

اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہو تو اللہ کافروں کا دشمن ہے ○ اور بیشک ہم نے تمہاری طرف

اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ

روشن آیتیں نازل کیں اور ان کا انکار صرف نافرمان ہی کرتے ہیں ○ اور جب کبھی انہوں نے کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک گروہ نے

فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ

اس عہد کو پھینک دیا بلکہ ان میں سے اکثر مانتے ہی نہیں ○ اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک رسول تشریف لایا

ہے ؟ ارشاد فرمایا" حضرت جبریل علیہ السلام۔ ابنِ صوریا یہودی پیشوا نے کہا: وہ ہمارا دشمن ہے، عذاب، شدت اور زمین میں دھنسانا وہی اتارتا ہے اور پہلے بھی کئی مرتبہ ہم سے دشمنی کر چکا ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس حضرت میکائیل علیہ السلام آتے تو ہم آپ پر ایمان لے آتے۔ یہودیوں کی یہ بات سراسر جہالت تھی کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام تو جو چیز بھی لائے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی تو حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی تھی۔

آیت 98 اللہ تعالیٰ کے رسولوں، نبیوں، فرشتوں، خصوصاً حضرت جبریل اور میکائیل علیہم السلام اور فرشتوں سے دشمنی کفر اور غضب الٰہی کا سبب ہے اور خدا کے نیک، پیارے بندوں سے دشمنی خدا عزوجل سے دشمنی کرنا ہے۔ اہم بات: ایک فرشتے سے عداوت سارے فرشتوں سے عداوت ہے، یہی حال انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم سے عداوت رکھنے کا ہے۔ حدیث قدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے، اسے میں نے لڑائی کا اعلان کر دیا۔ (بخاری، حدیث: 6502)

آیت 99 فرمایا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ہم نے آپ کی طرف روشن آیتیں نازل فرمائی ہیں جن میں حلال، حرام اور حدود وغیرہ کے احکام واضح اور تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں اور ان آیتوں کا انکار وہی کرتا ہے جو ہمارے احکامات کی اطاعت نہیں کرتا۔
اہم بات: یہاں آیت میں فاسقوں سے مراد کافر اور منافق ہیں۔

آیت 100 جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہودیوں کو اللہ تعالیٰ کے وہ عہد یاد دلائے جو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کے متعلق تھے تو مالک بن صیف نے کہا: خدا کی قسم! آپ کے بارے میں ہم سے کوئی عہد نہیں لیا گیا۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ یہودیوں نے جب کبھی کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک گروہ نے اس عہد کو ویسے ہی پیٹھ پیچھے پھینک دیا بلکہ ان میں سے اکثر یہودیوں کو تورات پر ایمان ہی نہیں۔

آیت 101 یہاں رسول سے مراد سرکارِ دو عالم، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تورات، زبور وغیرہ

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ

جو ان کی کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہے تو اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو پیٹھ پیچھے یوں پھینک دیا

كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِينُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ

گویا وہ کچھ جانتے ہی نہیں ہیں ○ اور یہ سلیمان کے عہد حکومت میں اس جادو کے پیچھے پڑ گئے جو شیاطین پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے کفر نہ کیا

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ

بلکہ شیطان کافر ہوئے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور (یہ تو اس جادو کے پیچھے بھی پڑ گئے تھے) جو بابل شہر میں دو فرشتوں ہاروت و

هٰرُوتَ وَمٰرُوتَ ۗ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ أَحَدٍ حَتّٰى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۗ

ماروت پر اتارا گیا تھا اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو صرف (لوگوں کا) امتحان ہیں تو (اے لوگو!) تم اپنا ایمان ضائع نہ کرو۔

کی تصدیق فرماتے تھے اور خود ان کی کتابوں میں بھی حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت اور اوصاف و احوال کا بیان تھا اس لیے یہ آمد ان کتابوں کی تصدیق ہے، لہٰذا اس بات کا تقاضا تو یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد پر اہل کتاب کا ایمان اپنی کتابوں کے ساتھ اور زیادہ پختہ ہوتا مگر اس کے برعکس انہوں نے اپنی کتابوں کے ساتھ بھی کفر کیا اور ان سے ایسے بے رخی کی جیسے وہ کچھ جانتے ہی نہ ہوں۔ درس: (1) یہودی تورات کی بہت تعظیم کرتے تھے مگر تورات کے حکم پر عمل نہ کیا اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان نہ لائے تو گویا اسے پسِ پشت ڈال دیا۔ قرآن مجید کے تعلق سے فی زمانہ مسلمانوں کو بھی اپنے طرز عمل پر غور کرنے کی حاجت ہے کہ عمل کی دنیا میں قرآن ہمارا امام و پیشوا ہے یا پیٹھ پیچھے چھوڑا ہوا ہے؟ (2) قرآن شریف کی طرف پیٹھ نہیں کرنی چاہیے کہ یہ بے رخی اور بے توجہی کی علامت ہے۔

آیت 102 اس آیت مبارکہ میں چند باتیں بیان ہوئی ہیں: (1) حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل جادو سیکھنے میں مشغول ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے انہیں اس سے روکا اور ان کی کتابیں لے کر دفن کر دیں۔ آپ علیہ السلام کی وفات کے بعد شیاطین نے وہ کتابیں نکال کر لوگوں سے کہا: حضرت سلیمان علیہ السلام اسی کے زور سے سلطنت کرتے تھے۔ بنی اسرائیل کے نیک لوگوں اور علماء نے تو اس کا انکار کیا لیکن یہودیوں کی ایک بڑی تعداد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جادوگر مان لیا اور یوں معاذ اللہ ان کو کافر ماننا اور ملامت شروع کر دی۔ ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے تک یہی حال رہا اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے حضرت سلیمان علیہ السلام کی جادو سے براءت کا اظہار فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت میں بنی اسرائیل کتاب الٰہی چھوڑ کر اس جادو کے پیچھے پڑ گئے تھے جو جادو کی کتابوں سے شیاطین پڑھا کرتے تھے اور جادو سیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ جادو سیکھ کر اور اس پر عمل کر کے وہ شیطان کافر ہوئے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ (2) بنی اسرائیل اس جادو کے بھی پیچھے پڑ گئے تھے جو بابل شہر میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی آزمائش کے لیے اتارا

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ

وہ لوگ ان فرشتوں سے ایسا جادو سیکھتے جس کے ذریعے مرد اور اس کی بیوی میں جدائی ڈال دیں حالانکہ وہ اس کے ذریعے کسی کو

مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا

اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے اور یہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو انہیں نقصان دے اور انہیں نفع نہ دے اور یقیناً انہیں معلوم ہے

لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ڜ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا

کہ جس نے یہ سودا لیا ہے آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں اور انہوں نے اپنی جانوں کا کتنا برا سودا کیا ہے، کیا ہی اچھا ہوتا

يَعْلَمُوْنَ ۝۱۰۲ وَلَوْ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۰۳ ع

اگر یہ جانتے○ اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو اللہ کے یہاں کا ثواب بہت اچھا ہے، اگر یہ جانتے○

گیا تھا۔ ان کے پاس جو شخص جادو سیکھنے آتا تو یہ سکھانے سے پہلے اسے نصیحت کرتے ہوئے فرماتے: ہم تو آزمائش کے لئے مقرر ہوئے ہیں، لہٰذا جادو سیکھ کر، اس پر عمل کر کے اور اسے جائز و حلال سمجھ کر اپنا ایمان ضائع نہ کرو۔ اگر وہ سیکھنے کے لئے آنے والا شخص ان کی بات نہ مانتا تو یہ اسے جادو سکھا دیتے۔ (3) نصیحت کرنے کے باوجود لوگ ان فرشتوں سے ایسا جادو سیکھتے تھے جس پر عمل کر کے وہ میاں بیوی میں جدائی ڈال سکیں لیکن بہر حال موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ اس کے حکم کے بغیر کسی کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ (4) جس نے کتاب الٰہی کی بجائے جادو پر عمل کرنا اختیار کیا اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور انہوں نے آخرت کے بدلے جادوگری کو منتخب کر کے اپنی جانوں کا کتنا برا سودا کیا ہے، کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ جادوگروں کو پہنچنے والے عذاب کی حقیقت جانتے تو کسی صورت جادو نہ سیکھتے۔ اہم باتیں: (1) پیغمبروں سے دشمنوں کے الزام دور کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جیسا کہ لوگوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر جادوگری کی تہمت لگائی اور اللہ تعالیٰ نے اس تہمت کو دور فرمایا۔ (2) ہاروت، ماروت دو فرشتے ہیں جنہیں بنی اسرائیل کی آزمائش کے لئے اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ ان کے بارے میں غلط قصے بہت مشہور ہیں اور وہ سب باطل ہیں۔ (3) فرشتے تمام گناہوں سے معصوم ہیں۔ (4) جادو کی ایک تعریف یہ ہے کہ کسی شریر اور بدکار شخص کا مخصوص عمل کے ذریعے عام عادت کے خلاف کوئی کام کرنا جادو کہلاتا ہے۔ (شرح المقاصد، 3/332) (5) جادو میں ایمان کے خلاف کلمات اور افعال ہوں تو کفر ہے اور اگر کفریہ کلمات و افعال نہ ہوں تو عمومی طور پر حرام ہے۔ (6) مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور اسباب کی تاثیر اللہ تعالیٰ کی مشیت یعنی چاہنے کے تحت ہے۔ یعنی اللہ عزوجل چاہے تو ہی کوئی شے اثر کر سکتی ہے ورنہ نہیں۔ جب جادو میں نقصان کی تاثیر ہے تو قرآنی آیات میں ضرور شفا کی تاثیر ہے۔ یونہی جب کفار جادو سے نقصان پہنچا سکتے ہیں تو خدا کے بندے بھی کرامت کے ذریعے نفع پہنچا سکتے ہیں۔

آیت 103 فرمایا کہ اگر سابقہ زمانے کے یہودی جادو کی بجائے ایمان و تقویٰ کی روش اختیار کرتے اور زمانہ نبوی کے مخاطب یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن پر ایمان لاتے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کا ثواب ان کے لیے بہت اچھا ہوتا کیونکہ آخرت کی تھوڑی سی نعمت دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت سے اعلیٰ ہے، اگر یہ اس حقیقت کو جانتے تو کبھی بھی آخرت پر جادو کو ترجیح نہ دیتے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے ○

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ لَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ

(اے مسلمانو!) نہ تو اہلِ کتاب کے کافر چاہتے ہیں اور نہ ہی مشرک کہ تمہارے اوپر تمہارے رب کی طرف سے کوئی بھلائی

رَّبِّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ

اتاری جائے حالانکہ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص فرمالیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○ جب ہم کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں

آیت 104 شانِ نزول: جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کچھ تعلیم و تلقین فرماتے تو وہ کبھی کبھی درمیان میں عرض کیا کرتے۔ "رَاعِنَا یَا رَسُوْلَ اللہ" اس کے یہ معنی تھے کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ہمارے حال کی رعایت فرمایئے یعنی کلام اقدس کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجئے۔ یہودیوں کی لغت میں یہ کلمہ بے ادبی کا معنی رکھتا تھا اور انہوں نے اسی بری نیت سے کہنا شروع کردیا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ یہودیوں کی اصطلاح سے واقف تھے۔ ایک دن یہ کلمہ ان کی زبان سے سن کر آپ نے فرمایا: اے دشمنانِ خدا! تم پر اللہ کی لعنت، اگر میں نے اب کسی کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو اس کی گردن اڑادوں گا۔ یہودیوں نے کہا: ہم پر تو آپ برہم ہوتے ہیں جبکہ مسلمان بھی تو یہی کہتے ہیں، اس پر آپ رنجیدہ ہو کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی جس میں "رَاعِنَا" کہنے کی ممانعت فرمادی گئی اور اس معنی کا دوسرا لفظ "اُنْظُرْنَا" کہنے کا حکم ہوا اور یہ تاکید بھی کردی کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کلام فرمانے کے وقت ہمہ تن گوش ہو جاؤ تاکہ یہ عرض کرنے کی ضرورت ہی نہ رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم توجہ فرمائیں کیونکہ دربار نبوت کا یہی ادب ہے اور جو یہودی سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توہین اور ان کے بارے میں بے ادبی والے الفاظ استعمال کررہے ہیں، ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اہم باتیں: (1) انبیاء کرام علیہم السلام کی تعظیم و توقیر اور ان کی جناب میں ادب کا لحاظ کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں ترکِ ادب کا معمولی سا بھی اندیشہ ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے۔ (2) انبیاء کرام علیہم السلام کی جناب میں بے ادبی کفر ہے۔

آیت 105 شانِ نزول: بعض یہودی مسلمانوں کے ساتھ دوستی کا اظہار کرتے تھے۔ اس پر مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا کہ اہلِ کتاب اور مشرکین اپنی خیر خواہی کے دعوے میں جھوٹے ہیں، تم سے حسد کی وجہ سے دونوں ہی یہ نہیں چاہتے کہ تمہارے اوپر تمہارے رب کی طرف سے کوئی بھلائی اتاری جائے اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا انکار بھی رحمتِ خداوندی پر حسد کی وجہ سے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص فرمالیتا ہے اور خداوند کریم نے نبوت اور ختم نبوت کے ساتھ اپنے نبی پر اپنا فضل فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

آیت 106 قرآن کریم نے گزشتہ شریعتوں اور کتابوں کو منسوخ فرمایا تو کفار نے اس پر اعتراضات کئے، اس پر یہ آیت مبارکہ نازل

أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا ۗ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

یا لوگوں کو بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی اور آیت لے آتے ہیں۔(اے مخاطب!) کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ

کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ کے مقابلے میں تمہارا نہ کوئی حمایتی

وَلَا نَصِيرٍ ﴿١٠٧﴾ أَمْ تُرِيدُونَ أَن تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِن قَبْلُ ۗ وَمَن

اور نہ ہی مددگار۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم اپنے رسول سے ویسے ہی سوال کرو جیسے اس سے پہلے موسیٰ سے کئے گئے اور

يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿١٠٨﴾ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ

ایمان کے بدلے کفر اختیار کرے تو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ اہل کتاب میں سے بہت سے لوگوں

ہوئی اور بتایا گیا کہ منسوخ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ناسخ بھی، دونوں عین حکمت ہیں اور ناسخ کبھی منسوخ سے زیادہ آسان اور نفع بخش ہوتا ہے لہٰذا جو خدا کی قدرت اور اختیارات کو جانتا اور مانتا ہے، اسے اس میں تردد کی کوئی گنجائش نہیں۔ اہم باتیں: (1) نسخ کا معنی ہے: سابقہ حکم کو کسی بعد والی دلیل شرعی سے اٹھا دینا۔ (2) نسخ درحقیقت سابقہ حکم کی مدت کا بیان ہوتا ہے کہ وہ حکم اس مدت کے لیے تھا اور اب وہ مدت پوری ہوگئی۔ صرف یہ تھا کہ ہمیں وہ مدت معلوم نہ تھی اور ناسخ کے آنے سے معلوم ہوگئی۔

آیت 107 اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ اپنے ملک میں جو چاہے جب چاہے قانون جاری کرے، جب کائنات میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے، دن جاتا ہے، رات آتی ہے اور سارے جہان میں ہر طرح تبدیلی ہوتی رہتی ہے تو شرعی قانون میں بھی تبدیلی ہو سکتی ہے اور یہ تبدیلی مخلوق کی مصلحت کی وجہ سے ہے۔ خدا کے تمام احکام اور اختیارات ماننے میں ہی نجات ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔

آیت 108 یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ بھی ہمارے پاس ایک ہی مرتبہ سارا قرآن لے آئیں یا بعض نے کہا کہ ہم تب تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے نہیں لے آتے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ کفارِ مکہ نے ہی دونوں مطالبے کئے یا کہا کہ کوہ صفا کو سونے کا بنا دیں۔ ان کے جواب میں فرمایا گیا کہ تم بھی اپنے رسول محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اسی طرح فضول سوال کر رہے ہو جس طرح ان سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا کہ ہمیں اعلانیہ خدا دکھا دو، حالانکہ آیاتِ قرآنیہ کے نزول کے بعد دوسری نشانیوں کا مطالبہ کرنا سیدھے راہ سے بھٹکنا ہے۔ جب محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا درست ہونا دلائل اور معجزات سے ثابت ہو چکا تو پھر ایسے لایعنی سوال کیوں کر رہے ہو؟ درس: کسی صحیح مقصد کے بغیر اور فضول سوال کرنا ممنوع ہے۔

آیت 109 تورات میں اسلام کی حقانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت و شان خوب ظاہر ہونے کے باوجود یہودی اپنے دلی

لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ

اس کے بعد کہ ان پر حق خوب ظاہر ہوچکا ہے اپنے دلی حسد کی وجہ سے یہ چاہا کہ کاش وہ تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف

لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾ وَ

پھیر دیں۔ تو تم (انہیں) چھوڑ دو اور (ان سے) درگزر کرتے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ اور

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ

نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اپنی جانوں کے لئے جو بھلائی تم آگے بھیجو گے اسے اللہ کے یہاں پاؤ گے

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ

بیشک اللہ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے ○ اور اہل کتاب نے کہا: ہرگز جنت میں داخل نہ ہوگا مگر وہی جو یہودی ہو یا عیسائی۔

تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ

یہ ان کی من گھڑت تمنائیں ہیں۔ تم فرمادو: اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ ○ ہاں کیوں نہیں؟ جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا

حسد کی وجہ سے یہ چاہتے اور مختلف انداز میں کوشش کرتے رہتے تھے کہ مسلمانوں کو ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں۔ اس پر فرمایا کہ جہاد کا حکم آنے سے پہلے تم انہیں کچھ نہ کہو اور ان کی حرکتوں سے درگزر کرتے رہو۔ آج بھی کفار کی سازشیں جاری ہیں۔ مسلمانوں کو دین سے پھیرنا، علماء کو بدنام کرنا اور اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑانے کا کلچر پیدا کرنا انہی سازشوں کی مختلف صورتیں ہیں۔

اہم بات: کفار کے ساتھ جنگ نہ کرنے اور صرف نرمی کرنے کی تمام آیات کا یہ حکم ہے کہ وہ جہاد کی آیتوں سے منسوخ ہیں جیسا اس حکم کے آخر میں خود فرمادیا "یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے" اور وہ حکم جہاد و قتال کا ہے۔

آیت 110 یہاں مسلمانوں کو اپنی اصلاح نفس کا حکم دیا جارہا ہے کہ تمام حقوق و شرائط کے ساتھ نماز قائم رکھو اور اپنے مالوں میں فرض ہونے والی زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور تم اپنی جانوں کی بھلائی کے لیے جو کچھ اپنی آخرت کے لئے آگے بھیجو گے تو اس کا ثواب وجزا اللہ تعالیٰ کے پاس پاؤ گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے۔ درس: آدمی کسی بھی دینی یا دنیوی اہم کام میں مصروف ہو اسے اپنے نفس کی اصلاح سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ عین حالت جہاد میں بھی نماز خوف کا حکم موجود ہے۔

آیت 111 یہودی مسلمانوں سے کہتے تھے کہ جنت میں صرف یہودی جائیں گے اور عیسائی کہتے تھے کہ صرف وہی داخل جنت ہوں گے۔ یہ گفتگو مسلمانوں کو بہکانے کے لئے تھی، ان کی تردید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ یہ بات ان کی اپنی من گھڑت تمنا تو ہو سکتی ہے، خدا کا وعدہ نہیں۔ اگر یہ لوگ سچے ہیں تو اپنی اس بات پر کوئی دلیل لائیں۔

آیت 112 یہودیوں اور عیسائیوں کے جواب میں فرمایا گیا کہ ان کے علاوہ کوئی جنت میں کیوں داخل نہیں ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ جو بھی ایمان صحیح اور عمل صالح لے کر آئے گا تو جنت کی صورت میں اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ

وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۪ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۠ ﴿۱۱۲﴾

اور وہ نیکی کرنے والا بھی ہو تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَیْءٍ۪ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰى شَیْءٍۙ

اور یہودیوں نے کہا: عیسائی کسی شے پر نہیں اور عیسائیوں نے کہا: یہودی کسی شے پر نہیں

وَّ هُمْ یَتْلُوْنَ الْكِتٰبَؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْۚ فَاللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ

حالانکہ یہ کتاب پڑھتے ہیں اسی طرح جاہلوں نے ان (پہلوں) جیسی بات کہی تو اللہ قیامت کے دن ان میں اس بات کا فیصلہ

یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ

کردے گا جس میں یہ جھگڑ رہے ہیں ○ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں

کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اہم بات: جنت میں داخلے کا حقیقی معیار ایمانِ صحیح اور عملِ صالح ہے اور کسی بھی زمانے اور کسی بھی نسل و قوم کا آدمی اگر صحیح ایمان و عمل رکھتا ہے تو وہ جنت میں جائے گا، البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے بعد آپ کی نبوت نہ ماننے والے کا ایمان قطعاً صحیح نہیں ہو سکتا۔

آیت 113 ایک بار نجران کے عیسائی اور مدینہ منورہ کے یہودی علماء بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں حاضر تھے، یہودی کہنے لگے کہ عیسائیوں کا دین کچھ نہیں اور عیسائی کہنے لگے کہ یہودیوں کا دین کچھ نہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ علم ہونے کے باوجود یہودیوں اور عیسائیوں نے ایسی جاہلانہ گفتگو کی حالانکہ انجیل میں تورات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق ہے اور تورات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق ہے۔ مزید فرمایا کہ اہلِ کتاب کے علماء کی طرح عرب کے مشرکوں اور آتش پرستوں نے بھی ہر دین کو جھٹلانا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ دین کچھ نہیں تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان میں دین کی اس بات کا فیصلہ کر دے گا جس میں یہ جھگڑ رہے ہیں۔

آیت 114 ایک قول یہ ہے کہ روم کے عیسائیوں نے یہودیوں پر حملہ کرکے ان کے جنگجو مردوں کو قتل کر دیا، ان کے بیوی بچے قید کر لیے، تورات جلا دی، بیت المقدس کو ویران کر دیا، یوں بیت المقدس خلافتِ فاروقی تک اسی ویرانی میں رہا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت ان مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے ابتدائے اسلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو کعبہ میں نماز پڑھنے سے روکا اور صلح حدیبیہ کے وقت اس میں نماز و حج سے منع کیا تھا۔ چنانچہ فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں نماز و تسبیح وغیرہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے روکے اور ان مسجدوں کو منہدم کر کے یا لوگوں کو ان میں داخل ہونے سے روک کر انہیں ویران کرنے کی کوشش کرے، ان لوگوں کے لیے یہی مناسب تھا کہ مسجدوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے داخل ہوں، ان کے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں نارِ جہنم کا بڑا عذاب ہے۔ اہم باتیں: (1) ذکر میں نماز، خطبہ، تسبیح، وعظ، نعت شریف اور صالحین کے حالات کا بیان سب داخل ہیں۔ (2) مسجد کو کسی بھی طرح ویران کرنے والا ظالم ہے۔ بلا وجہ لوگوں کو مسجد میں آنے سے روکے یا مسجد کی تعمیر سے روکے۔

فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَاۤ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ

اللہ کا نام لیا جائے اوران کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ انہیں مسجدوں میں داخل ہونا مناسب نہ تھا مگر ڈرتے ہوئے۔

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۗ

ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ اور مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ

توتم جدھر منہ کرو ادھر ہی اللہ کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے۔ بیشک اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ اور مشرکوں نے کہا: اللہ نے اپنے لئے اولاد

وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

بنا رکھی ہے، وہ پاک ذات ہے بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کی ملکیت میں ہے۔ سب اس کے حضور گردن جھکائے ہوئے ہیں۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ

(وہ) بغیر کسی سابقہ مثال کے آسمانوں اور زمین کو نیا پیدا کرنے والا ہے اور جب وہ کسی کام (کو وجود میں لانے) کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس سے صرف یہ فرماتا ہے

آیت 115 شانِ نزول: اس آیت کے کئی شانِ نزول ہیں، ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تاریک رات میں سفر میں تھے، قبلہ کی سمت معلوم نہ ہو سکی، ہر شخص نے جس طرف اس کا دل جما، نماز پڑھ لی، صبح کو بارگاہ رسالت میں صورت حال عرض کی تو یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا: مشرق و مغرب ہر سمت کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے تو تم نماز میں جدھر منہ کرو ادھر ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے، بیشک اللہ تعالیٰ وسعت والا علم والا ہے۔ اہم بات: قبلہ کی سمت معلوم نہ ہو سکے تو جس طرف دل جمے کہ خانہ کعبہ اسی سمت ہو گا تو اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ خانہ کعبہ ہی قبلہ ہے، آیت میں جس اجازت کا ذکر ہے وہ مخصوص صورتوں میں ہے۔

آیت 116 شانِ نزول: عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا جبکہ مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ ان سب کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو، اس کی شان تو یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا وہی خالق و مالک ہے اور ملکیت ہونا اولاد ہونے کے منافی ہے نیز اولاد حقیقت میں ماں باپ کا جز ہوتی ہے اور آدمی اپنے جز کا مالک نہیں ہوتا، لہٰذا جب آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے تو اس کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے؟

آیت 117 یہاں اس آیت سے متعلق دو باتیں ملاحظہ ہوں: (1) بدیع کا معنی ہے کسی چیز کو بغیر کسی سابقہ مثال کے نئے طور پر بنانے والا۔ اللہ تعالیٰ کے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پہلے نہ کوئی آسمان تھا اور نہ زمین تو اللہ تعالیٰ نے نئے طور پر اسے عدم سے وجود میں لایا۔ (2) فیصلہ فرمانے سے مراد ارادہ کرنا ہے، اور اس آیت سے اصل مراد یہ ہے کہ ایسا ہونا ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی شے کا ارادہ فرمائے اور وہ نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ قطعی طور پر نافذ ہوتا ہے اور کسی شے کو وجود میں لانے کے لئے اللہ تعالیٰ کو انسانوں کی طرح

كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿١١٧﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَاۤ اٰيَةٌ

کہ "ہو جا" تو وہ فوراً ہو جاتا ہے○ اور جاہلوں نے کہا: اللہ ہم سے کیوں نہیں کلام کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آ جا

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ

ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسی ہی بات کہی تھی تو ان کے دل آپس میں ایک جیسے ہو گئے۔ بیشک ہم نے یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں کھول

لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿١١٨﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ

بیان کر دیں○ اے حبیب! بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈر کی خبریں دینے والا بنا کر بھیجا اور آپ سے جہنمیوں کے

اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿١١٩﴾ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ

بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا○ اور یہودی اور عیسائی ہرگز آپ سے راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے دین کی پیروی نہ کر لیں

محنت و مشقت کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا اس چیز کے وجود کا ارادہ فرمالینا ہی کافی ہے۔

آیت 118 یہودیوں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: اگر آپ اپنے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو خدا سے کہے کہ وہ ہم سے کلام کرے تاکہ ہم خود اس کا فرمان سن لیں۔ ان کے مطالبے پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان سے پہلے یہودیوں نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایسی ہی بات کہی تھی۔ آیت کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ یہ مطالبہ مشرکین مکہ نے کیا تھا اس پر فرمایا گیا کہ ان مشرکوں سے پہلے کفار نے بھی اپنے رسولوں سے ایسی ہی بات کہی تھی۔ یہ ان کفار کا کمال تکبر اور نہایت سرکشی تھی کہ انہوں نے اپنے آپ کو انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتوں کے برابر سمجھا۔ اہم باتیں: (1) یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے اقوال کا گزشتہ منکرین کے اقوال کے مطابق ہونا ان کے دلوں کی سختی اور کفر کے ایک دوسرے سے مشابہ ہونے کی علامت ہے۔ (2) کفار کے معاشرت، لباس اور وضع قطع میں بھی مشابہت منع ہے کہ ظاہر، باطن کی علامت ہے اور ظاہر کا باطن پر اثر ہوتا ہے۔ حدیث میں فرمایا: جو جس قوم سے مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہے۔

آیت 119 حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم جنت کی خوشخبری اور جہنم سے ڈرانے کی خبریں دینے والے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تبلیغ کے باوجود اگر کوئی ایمان نہ لا کر جہنم کی راہ پر چلتا ہے تو اس کے بارے میں آپ سے سوال نہ ہوگا کہ وہ کیوں ایمان نہیں لایا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنا فرض تبلیغ پورے طور پر ادا فرما دیا۔

آیت 120 فرمایا جا رہا ہے کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، یہودی اور عیسائی ہرگز آپ سے راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے دین کی پیروی نہ کر لیں اور یقیناً یہ بات ناممکن ہے کہ آپ ان کے دین کی پیروی کریں کیونکہ وہ باطل ہیں۔ ان کے مقابلے میں آپ جواب دیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے جو اس نے مجھے عطا فرما رکھی ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے امت سے فرمایا کہ حق و ہدایت آنے کے بعد تم ہرگز کفار کی خواہشات کی پیروی نہ کرنا، اگر ایسا کیا تو تمہیں عذاب الٰہی سے

قُلْ إِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ

تم فرمادو: اللہ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے اور (اے مخاطب!) اگر تیرے پاس علم آجانے کے بعد بھی تو ان کی خواہشات کی پیروی کرے گا

مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ

تو تجھے اللہ سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور نہ کوئی مددگار ہوگا○ وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے تو وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا

تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

تلاوت کرنے کا حق ہے یہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کا انکار کریں تو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں○ اے یعقوب کی اولاد!

اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا

میرا احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کیا اور وہ جو میں نے اس زمانہ کے سب لوگوں پر تمہیں فضیلت عطا فرمائی○ اور اس دن سے ڈرو

بچانے والا کوئی نہیں۔ اہم بات: کفار بحیثیتِ مجموعی مسلمانوں سے کبھی راضی نہیں ہوسکتے اگرچہ ظاہری طور پر کبھی حالات مختلف ہو جائیں۔ افسوس کہ ہزاروں تجربات کے بعد بھی مسلمان سبق نہیں سیکھتے۔ مسلمان ممالک کے ساتھ پچھلے دو سو سال سے کیا کچھ ہو رہا ہے، یہ سب اِس آیت کا مفہوم سمجھانے کے لئے کافی ہے۔

آیت 121 شانِ نزول: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تھے، ان کی تعداد چالیس تھی، بتیس اہلِ حبشہ اور آٹھ شامی راہب تھے، ان میں بحیرا راہب بھی تھے جنہوں نے بچپن میں سفرِ شام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پہچانا تھا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت میں توراتِ شریف پر ایمان لانے والے وہی ہیں جو اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے، تحریف و تبدیلی کئے بغیر پڑھتے، اس کے معنی کو سمجھتے، مانتے اور اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نعت و صفت دیکھ کر آپ پر ایمان لاتے ہیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا انکار کرتے ہیں وہ تورات پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی لوگ حقیقت میں نقصان اٹھانے والے ہیں کہ روزِ قیامت ہمیشہ کے لیے نارِ جہنم میں داخل ہوں گے۔ اہم بات: کتاب اللہ کے بہت سے حقوق بھی ہیں، قرآن کا حق یہ ہے کہ اس کی تعظیم، اس سے محبت اور اس کی تلاوت کی جائے، اسے سمجھا، اس پر ایمان رکھا، اس پر عمل کیا اور اسے دوسروں تک پہنچایا جائے۔

آیت 122 یہاں سے ایک بار پھر بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائی جارہی ہیں کہ تم پر بے شمار انعام فرمائے اور تمہیں اپنے زمانے میں تمام لوگوں پر فضیلت دی۔ ان نعمتوں کا شکر ادا کرو اور خدا کے حکم کی اطاعت کرو اور آخری نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانا بھی اسی کا حکم ہے۔

آیت 123 یہاں بنیادی طور پر ان یہودیوں کو تنبیہ ہے جو کہتے تھے: ہمارے باپ دادا بڑے بزرگ تھے وہ ہمیں شفاعت کر کے چھڑا لیں گے۔ انہیں فرمایا جارہا ہے کہ شفاعت کافر کے لیے نہیں ہے۔ گویا یہاں کافر کا بیان ہے کہ کافر کی طرف سے کوئی بدلہ نہ بنے گا اور نہ اس

لَا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْــٴًـا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ

جب کوئی جان کسی دوسری جان کی طرف سے کوئی بدلہ نہ دے گی اور نہ اس سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ کافر کو سفارش نفع دے

وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ (۱۲۳) وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّؕ قَالَ

اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی ۔ اور یاد کرو جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں کے ذریعے آزمایا تو اس نے انہیں پورا کر دیا (اللہ نے) فرمایا

اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًاؕ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ (۱۲۴)

میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ (ابراہیم نے) عرض کی اور میری اولاد میں سے بھی۔ فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًاؕ وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّىؕ وَ عَهِدْنَاۤ

اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا اور (اے مسلمانو!) تم ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے

اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْعٰكِفِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (۱۲۵)

ابراہیم و اسماعیل کو تاکید فرمائی کہ میرا گھر طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے خوب پاک صاف رکھو

سے کوئی معاوضہ لے کر اسے چھوڑا جائے گا اور نہ کوئی اس کی شفاعت کرے گا اور بالفرض اگر کوئی کرے تو کافر کے حق میں نہ تو شفاعت قبول کی جائے گی اور نہ ہی اس کی مدد کی جائے گی۔ اہم بات: مسلمانوں کی شفاعت بھی ہوگی جیسے قرآن پاک میں آیت الکرسی میں ہے۔

آیت 124 یہودی، عیسائی اور مشرکین عرب سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فضل و شرف کے معترف اور آپ کی نسل میں ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے وہ حالات بیان فرمائے ہیں جن سے ان سب پر اسلام قبول کرنا لازم ہو جاتا ہے کیونکہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام پر واجب کیں وہ اسلام کی خصوصیات میں سے ہیں۔ یہاں اس آیت سے متعلق چند باتیں ملاحظہ ہوں (1) "ابتلاء" یعنی آزمائش سے آدمی کے کھرے کھوٹے ہونے کا اظہار کیا جاتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کچھ شرعی احکام لازم کئے اور مزید راہِ خدا میں آپ علیہ السلام کی ہجرت، بیوی بچوں کا بیابان میں تنہا چھوڑنا اور فرزند کی قربانی وغیرہ بھی اس آزمائش میں شامل ہیں۔ (3) آپ علیہ السلام تمام امتحانوں میں پورا اترے اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو لوگوں کا دینی پیشوا بنا دیا۔ (4) یہاں امامت سے مراد نبوت نہیں کیونکہ نبوت تو پہلے ہی مل چکی تھی بلکہ اس سے مراد دینی پیشوائی ہے۔ (5) مقامِ امامت عطا ہونے پر آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی نسل کے لئے بھی اس مقام کی عرض کی۔ اس پر فرمایا گیا کہ آپ کی نسل میں سے جو ظالم ہوں گے وہ امامت کا منصب نہ پائیں گے۔

آیت 125 یہاں اس آیت سے متعلق چند باتیں ملاحظہ ہوں (1) بیت سے کعبہ شریف مراد ہے اور اس میں تمام حرم شریف داخل ہے۔ (2) "مَثَابَۃ" سے مراد بار بار لوٹنے کی جگہ ہے۔ یہاں مسلمان بار بار لوٹ کر حج و عمرہ و زیارت کے لئے جاتے ہیں اور جو نہ جا سکے وہ اس کی تمنا ضرور کرتے ہیں۔ (3) امن بنانے سے یہ مراد ہے کہ حرم کعبہ میں قتل و غارت حرام ہے بلکہ وہاں شکار تک کو

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ

اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی: اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنادے اور اس میں رہنے والے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان

مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ

رکھتے ہوں انہیں مختلف پھلوں کا رزق عطا فرما۔ (اللہ نے) فرمایا: اور جو کافر ہو تو میں اسے بھی تھوڑی سی مدت کے لئے نفع اٹھانے دوں گا پھر اسے دوزخ کے

اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ؕ

عذاب کی طرف مجبور کر دوں گا اور وہ پلٹنے کی بہت بری جگہ ہے ○ اور جب ابراہیم اور اسماعیل اس گھر کی بنیادیں بلند کر رہے تھے (یہ دعا

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ

کرتے ہوئے) اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے ○ اے ہمارے رب! اور ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار رکھ

امن ہے۔ (4) مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ فرمائی۔ اس میں آپ کے قدم مبارک کا نشان تھا اور اسے نماز کا مقام بنانا مستحب ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس نماز سے طواف کے بعد پڑھی جانے والی دو واجب رکعتیں مراد ہیں۔ درس: (1) خانہ کعبہ اور مسجد حرام شریف کو حاجیوں، عمرہ کرنے والوں، طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور نمازیوں کیلئے پاک وصاف رکھا جائے، یہی حکم دیگر مسجدوں کو پاک وصاف رکھنے کا ہے، وہاں گندگی اور بدبودار چیز نہ لائی جائے، یہ سنتِ انبیاء ہے۔ (2) مقام ابراہیم ایک پتھر ہے اور جب پتھر نبی علیہ السلام کی نسبت سے عظمت والا ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرام، اہل بیت اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی عظمت کا کیا کہنا۔

آیت 126 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے بعد ایک دعا یہ بھی مانگی: اے میرے رب! اس شہر مکہ کو امن والا بنادے اور اس میں رہنے والے اہل ایمان کو مختلف پھلوں کا رزق عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کیا، دعا قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا: رزق سب کو دیا جائے گا خواہ وہ مومن ہو یا کافر، البتہ جو کافر ہو گا اسے صرف دنیوی زندگی میں رزق ملے گا، پھر قیامت کے دن اسے عذاب جہنم کی طرف مجبور کر دیا جائے گا اور جہنم پلٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔ اہم بات: (1) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل حرم کے لئے رزق کی فراوانی کی دعا مانگی تھی، اس دعا کی قبولیت ہر شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے کہ دنیا بھر کے پھل اور کھانے یہاں بکثرت ملتے ہیں۔

آیت 127 پہلی مرتبہ خانہ کعبہ کی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام نے رکھی اور طوفان نوح کے بعد پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی بنیاد پر تعمیر فرمایا۔ یہ تعمیر خاص آپ علیہ السلام کے دستِ مبارک سے ہوئی، اس کے لیے پتھر اٹھا کر لانے کی سعادت حضرت اسماعیل علیہ السلام کو میسر ہوئی، دونوں حضرات نے اس وقت یہ دعا کی کہ یارب! عزوجل، ہماری یہ طاعت و خدمت قبول فرما، بیشک تو ہی ہماری دعا سننے والا اور ہمارا عمل جاننے والا ہے۔ درس: اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کی تعمیر نہایت اعلیٰ عبادت اور سنتِ انبیاء ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مسجدِ نبوی شریف کی تعمیر میں بذاتِ خود حصہ لیا تھا۔ (بخاری، حدیث: 3906)

آیت 128 اس دعا کی چند باتیں ملاحظہ ہوں: (1) حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور مخلص بندے تھے پھر

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ

اور ہماری اولاد میں سے ایک ایسی امت بنا جو تیری فرمانبردار ہو اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے دکھادے اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما،

اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ

بیشک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ○ اے ہمارے رب! اور ان کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیج جو ان پر تیری آیتوں کی

اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ وَ

تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب پاکیزہ فرمادے۔ بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے○

بھی یہ دعا اس لیے مانگ رہے ہیں کہ مزید اطاعت، عبادت، اخلاص اور کمال نصیب ہو، سبحان اللہ۔ (2) حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام معصوم ہیں، آپ کی طرف سے توبہ، تواضع یعنی عاجزی ہے اور اس میں اللہ والوں کے لیے تعلیم ہے کہ وہ گناہوں سے بچنے کے باوجود بارگاہِ الٰہی میں توبہ و استغفار کرتے رہیں۔ درس: عبادت کے طریقے سیکھنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ اس کے لیے دعا بھی کرنی چاہیے اور کوشش بھی۔ بغیر طریقہ سیکھے عبادت کرنا اکثر عبادت ضائع کر دیتا ہے۔

آیت 129 حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی یہ دعا ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لیے تھی۔ تعمیر کعبہ کی خدمت بجالانے اور توبہ و استغفار کرنے کے بعد حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے یہ دعا کی: یارب! عزوجل، رسولِ عظیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ہماری نسل میں ظاہر فرما اور یہ شرف ہمیں عنایت فرما۔ یہ دعا قبول ہوئی اور ان دونوں بزرگوں کی نسل میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی۔ اہم باتیں: (1) کتاب سے مراد قرآن پاک اور اس کی تعلیم سے اس کے حقائق و معانی سکھانا مراد ہے۔ (2) حکمت میں سنت، احکام شریعت اور اسرار وغیرہ سب داخل ہیں۔ (3) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں قبول ہوئیں۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم صاحبِ کتاب ہوئے، آیات کی تلاوت فرمائی، امت کو کتاب اللہ سکھائی، حکمت عطا فرمائی، ان کے نفسوں کا تزکیہ کیا، اسرارِ الٰہی پر مطلع کیا۔ (4) ستھرا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ نفس کو گناہوں کی آلودگیوں، شہوات و خواہشات کی آلائشوں اور ارواح کی کدورتوں سے پاک و صاف کر کے آئینہ دل کو تجلیات و انوارِ الٰہیہ دیکھنے کے قابل کر دے تاکہ اسرارِ الٰہی اور انوارِ باری تعالیٰ اس میں جلوہ گر ہو سکیں۔ تمام غوث، قطب، ابدال، اولیاء، اصفیاء، صوفیاء، فقہاء اور علماء کا تزکیہ اسی مقدس بارگاہ سے ہوتا ہے۔ (5) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شان بہت بلند ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جن کو کتاب و حکمت سکھائی اور جنہیں پاک و صاف کیا ان کے اولین مصداق صحابہ ہی تو تھے۔

آیت 130 علماء یہود میں سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد اپنے دو بھتیجوں مہاجر و سلمہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو سلمہ ایمان لے آئے اور مہاجر نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود اس رسولِ معظم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مبعوث ہونے کی دعا فرمائی تو جو ان کے دین سے پھرے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین سے پھر گیا۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چن لیا یعنی آپ کو اپنا رسول اور خلیل بنایا اور آپ

يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَ لَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَ اِنَّهٗ

ابراہیم کے دین سے وہی منہ پھیرے گا جس نے خود کو احمق بنا رکھا ہو اور بیشک ہم نے اسے دنیا میں چن لیا اور بیشک وہ

فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ

آخرت میں ہمارا خاص قرب پانے والوں میں سے ہے۔ یاد کرو جب اس کے رب نے اسے فرمایا: فرمانبرداری کر، تو اس نے عرض کی: میں نے فرمانبرداری کی

لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَ وَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى

اس کی جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اور ابراہیم اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو اسی دین کی وصیت کی کہ اے میرے بیٹو! بیشک اللہ نے یہ دین

لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ

تمہارے لئے چن لیا ہے تو تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ (اے یہودیو!) کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب کے وصال کا

الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ

وقت آیا، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: (اے بیٹو!) میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا: ہم آپ کے معبود اور آپ کے آباؤ اجداد

آخرت میں خاص قربِ الٰہی پانے والوں میں سے ہیں۔

آیت 131 فرمایا کہ ہم نے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رسالت و خلت کے لئے چن لیا جب اس کے رب نے اسے فرمایا: تو اپنا دین اپنے رب کے لئے خالص رکھ اور اس پر ثابت قدم رہ، تو اس نے عرض کی: میں نے اس رب کے لیے اپنا دین خالص رکھا جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

آیت 132 حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما السلام نے اپنی اولاد کو دینِ حق پر ثابت قدمی کی وصیت فرمائی، اس سے معلوم ہوا کہ والدین کو صرف مال کے متعلق ہی نہیں بلکہ اولاد کو عقائدِ صحیحہ، اعمالِ صالحہ، دین کی عظمت، دین پر استقامت، نیکیوں پر مداومت اور گناہوں سے دور رہنے کی وصیت بھی کرنی چاہیے۔ حدیث پاک میں ہے: اپنی اولاد کے ساتھ نیک سلوک کرو اور انہیں اچھے ادب سکھانے کی کوشش کرو۔ (ابن ماجہ، حدیث: 3671) اچھے ادب سے مراد بچے کو دیندار، متقی، پرہیزگار بنانا ہے۔

آیت 133 **شانِ نزول:** یہودیوں نے کہا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے دن اپنی اولاد کو یہودی رہنے کی وصیت کی تھی۔ ان کے اس دعوے کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔ جس کے معنی ہیں کہ اے بنی اسرائیل! کیا تم لوگ حضرت یعقوب علیہ السلام کے آخری وقت ان کے پاس موجود تھے جس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلا کر وصیت کی تھی۔ تم تو وہاں نہیں تھے لہٰذا ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ کیا وصیت کی تھی اور وہ یہ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے توحید اور اسلام و اطاعتِ الٰہی کا اقرار لیا تھا۔

اہم بات: حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے آباء یعنی باپوں میں داخل کیا حالانکہ آپ چچا ہیں اور چچا بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے۔

اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ

ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک معبود ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں ۝ وہ ایک امت ہے جو گزر چکی

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَ لَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَ قَالُوْا

ان کے اعمال ان کے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں اور تم سے ان کے کاموں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا ۝ اور اہل کتاب نے

كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾

یہودی یا نصرانی ہو جاؤ ہدایت پا جاؤ گے۔ تم فرماؤ (ہرگز نہیں) بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین اختیار کرتے ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے

قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ

(اے مسلمانو!) تم کہو: ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لائے اور اس پر جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب

وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَاۤ اُوْتِیَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ

اور ان کی اولاد کی طرف نازل کیا گیا اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو باقی انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے عطا کیا گیا۔ ہم ایمان لانے

آیت 134 یہودی ان خیالات کی دنیا میں بھی رہتے تھے کہ اگر ہمارے عقائد و اعمال غلط بھی ہوئے تو ہمارے باپ دادا کے اعمال ہمارے کام آجائیں گے اور ان سے ہماری نجات ہو جائے گی، ان کی تردید میں یہ آیت آئی کہ وہ سب گزر چکے، ان کے اعمال ان کے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے، تمہیں ان کے اعمال کام نہ آئیں گے۔ اہم بات: آخرت میں اپنے اعمال کام آئیں گے اگر عقیدہ خراب ہو تو کسی کو دوسرے کے عمل سے فائدہ نہ ہو گا۔

آیت 135 یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ یہودی دین تمام ادیان سے اعلیٰ ہے اور ہدایت و نجات اسی میں ہے جبکہ یہی دعویٰ عیسائی بھی کرتے تھے کہ ہدایت و نجات عیسائیت میں ہے اس پر آیت میں فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ یہودیوں اور عیسائیوں کو جواب دیں کہ جب پیروی ہی کرنی ہے تو ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرتے ہیں جو تمام فضائل کا جامع ہے۔ آپ علیہ السلام ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔

آیت 136 آیت مبارکہ کا مضمون ترجمہ سے واضح ہے، البتہ یہاں انبیاء کرام علیہم السلام سے متعلق چند باتیں یاد رکھیں: (1) تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے، جو کسی ایک نبی علیہ السلام یا ایک کتاب کا بھی انکار کرے وہ کافر ہے۔ البتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد مقرر نہ کی جائے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں۔ (2) انبیاء کرام علیہم السلام کے درجوں میں فرق ہے جیسا کہ تیسرے پارے کے شروع میں ہے مگر ان کی نبوت میں فرق نہیں۔ (3) انبیاء کرام علیہم السلام میں اس طرح فرق کرنا منع ہے کہ بعض نبیوں کو مانیں اور بعض کا انکار کریں۔ (4) سارے نبی نبوت میں یکساں ہیں۔ سب اصلی نبی ہوتے ہیں۔ عارضی، ظلی یا بروزی قسم کا کوئی نبی نہیں ہوتا جیسے قادیانی جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں۔

بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَاۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ

ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہوئے ہیں ○ پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لے آئیں جیسا تم ایمان لائے ہو

فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ

جب تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر منہ پھیریں تو وہ صرف مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔ تو اے حبیب! عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کافی ہوگا اور وہی

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

سننے والا جاننے والا ہے ○ ہم نے اللہ کا رنگ اپنے اوپر چڑھا لیا اور اللہ کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہے؟ اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں ○

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَ هُوَ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ۚ وَ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ

تم فرماؤ: کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی اور ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال

آیت 137 اس آیت میں یہودیوں کے متعلق فرمایا گیا کہ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح صحیح، سچا اور کھرا ایمان لے آتے ہیں تو یہ یہودی بھی ہدایت پا جائیں گے کیونکہ صحابہ کا ایمان حقیقی اور مثالی ہے اور اگر یہودی ایسا ایمان لانے سے منہ پھیریں تو صرف ڈھٹائی اور نفسانی مخالفت ہے۔ مزید فرمایا کہ "اے نبی! صلی اللہ علیہ والہ وسلم عنقریب اللہ ان لوگوں کے مقابلے میں تمہیں کافی ہوگا" یعنی غلبہ عطا فرمائے گا۔ یہ غیبی خبر صادق ہو کر رہی، کفار کے حسد و دشمنی اور ان کی مکاریوں سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کوئی ضرر نہ پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فتح نصیب ہوئی، بنی قریظہ قتل ہوئے جبکہ بنی نضیر جلاوطن کئے گئے اور یہودیوں، عیسائیوں پر جزیہ مقرر ہوا۔

آیت 138 یعنی جس طرح رنگ کپڑے کے ظاہر و باطن میں سرایت کر جاتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کے دین کے سچے عقائد ہمارے رگ و پے میں سما گئے ہیں، ہمارا ظاہر و باطن اس کے رنگ میں رنگ گیا ہے۔ ہمارا رنگ ظاہری رنگ نہیں جو کچھ فائدہ نہ دے بلکہ یہ نفوس کو پاک کرتا ہے۔ ظاہر میں اس کے آثار ہمارے اعمال سے نمودار ہوتے ہیں۔ عیسائیوں کا طریقہ تھا کہ جب اپنے دین میں کسی کو داخل کرتے یا ان کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو پانی میں زرد رنگ ڈال کر اس میں اس شخص یا بچہ کو غوطہ دیتے اور کہتے کہ اب یہ سچا عیسائی ہو گیا۔ اس کا اس آیت میں رد فرمایا کہ یہ ظاہری رنگ کسی کام کا نہیں۔

آیت 139 شانِ نزول: یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا کہ ہم پہلی کتاب والے ہیں، ہمارا قبلہ پرانا ہے، ہمارا دین قدیم ہے، انبیاء کرام علیہم السلام ہم میں سے ہوئے ہیں لہٰذا اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نبی ہوتے تو ہم میں سے ہی ہوتے۔ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے ان سے فرمایا گیا کہ ہمارا اور تمہارا سب کا رب اللہ تعالیٰ ہے، اسے اختیار ہے کہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے نبی بنائے، عرب میں سے ہو یا دوسروں میں سے۔ ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے اور ہم کسی دوسرے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں کرتے اور عبادت و طاعت خالص اسی کے لئے کرتے ہیں تو عزت کے مستحق ہیں۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ

اَعْمَالُكُمْ ۚ وَ نَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۝

تمہارے لئے ہیں اور ہم خالص اسی کے ہیں ○ (اے اہل کتاب!) کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب

وَ الْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ

اور ان کی اولاد یہودی یا نصرانی تھے۔ تم فرماؤ: کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جس کے پاس اللہ

شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ

طرف سے کوئی گواہی ہو اور وہ اسے چھپائے اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ○ وہ ایک امت ہے جو گزر چکی ہے

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَ لَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ ع

ان کے اعمال ان کے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں اور تم سے اُن کے کاموں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔

آیت 140 ﴾ فرمایا کہ اے اہل کتاب! کیا تم یہ کہتے ہو کہ حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام اور ان کے بیٹے یہودی یا عیسائی تھے۔ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے فرمادیں: کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اس کا قطعی جواب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے تو جب اس نے فرمادیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی تو تمہارا یہ دعویٰ باطل ہوا اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی گواہی ہو اور وہ اسے لوگوں سے چھپائے۔ گواہی چھپانے کا معاملہ یہودیوں کا تھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وہ شہادتیں چھپائیں جو توریت شریف میں مذکور تھیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس کے نبی ہیں اور ان کے یہ اوصاف ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مسلمان ہیں اور دین مقبول اسلام ہے نہ کہ یہودیت و عیسائیت۔

آیت 141 ﴾ اس آیت میں یہودیوں کو ایک بار پھر تنبیہ کی گئی کہ تم اپنے اسلاف کی فضیلت پر بھروسہ نہ کرو کیونکہ ہر ایک سے اس کے اعمال کی پوچھ گچھ کی جائے گی۔ اس میں ان مسلمانوں کے لئے بھی نصیحت ہے جو اپنے ماں باپ یا پیر و مرشد وغیرہ کے نیک اعمال پر بھروسہ کرکے خود نیکیوں سے دور اور گناہوں میں مصروف ہیں۔ نسبت اچھی چیز ہے لیکن نسبت کی وجہ سے بے عمل بننا برا ہے۔

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَا ؕ

اب بیوقوف لوگ کہیں گے: ان مسلمانوں کو ان کے اس قبلے سے کس نے پھیر دیا جس پر یہ پہلے تھے؟

قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ؕ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ وَ كَذٰلِكَ

تم فرما دو: مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے، وہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے ۝ اور اسی طرح

جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا ؕ

ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہوں

وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ

اور اے حبیب! تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون

آیت 142 مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور جب مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا، یہ حکم قرآن میں تو نہیں تھا البتہ قرآن کے علاوہ وحی کے ذریعے تھا پھر کچھ عرصے بعد اوپر والی آیت کے ذریعے بتادیا گیا کہ عنقریب کعبہ کو قبلہ بنایا جائے گا تو اس پر اعتراض ہو گا۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ عنقریب بیوقوف لوگ کہیں گے کہ مسلمانوں کو اس قبلہ سے کس نے پھر دیا جس کی طرف رخ کر کے یہ پہلے نماز پڑھا کرتے تھے۔ جب وہ یہ اعتراض کریں تو آپ فرمادیں: مشرق و مغرب ہر سمت کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہ جس سمت کی طرف چاہے منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیدے، کسی کو اس پر اعتراض کا کوئی حق نہیں۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ یہاں سیدھے راستے سے مراد دین اسلام یا کعبہ کو قبلہ ماننا ہے۔

آیت 143 اس آیت مبارکہ میں 4 باتیں فرمائی گئی ہیں: (1) فرمایا کہ اے مسلمانو! جس طرح تمہیں صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دی اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ لوگوں پر گواہ بنو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تم پر گواہ ہوں۔ (2) قبلہ کی تبدیلی کی حکمت بتائی کہ ہم دیکھیں کہ کون سمت و جہت میں پڑا رہتا ہے اور کون رسول کی پیروی کر کے سچا مومن ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ (3) لوگوں پر قبلہ کی یہ تبدیلی ضرور بہت بھاری تھی اسی لئے کئی کمزور ایمان والے اسلام سے پھر گئے۔ (4) بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کے زمانہ میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وفات پائی، اُن کے رشتہ داروں نے قبلہ تبدیل ہونے کے بعد اُن کی نمازوں کا حکم دریافت کیا جس پر اس آیت کریمہ سے انہیں اطمینان دلایا گیا کہ اللہ کی یہ شان نہیں کہ تمہارا ایمان یعنی نمازیں ضائع کر دے۔ اہم بات: مسلمان گواہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بتانے کی وجہ سے قیامت میں انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دیں گے کہ اُن انبیاء نے خدا کا پیغام اپنی امتوں تک صحیح طریقے سے پہنچا دیا تھا۔ گواہی کا ایک معنی یہ ہے کہ مسلمان تمام دنیا کے لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچا کر حق کی گواہی دیں اور ان پر خدا کی حجت پوری کریں کہ انہیں خدا کا پیغام مل گیا تھا اور یونہی رسول اللہ

يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ

الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور بیشک وہ لوگ جنہیں اللہ نے ہدایت دی تھی ان کے علاوہ (لوگوں) پر یہ بہت بھاری تھی

اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ

اللہ کی یہ شان نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کر دے بیشک اللہ لوگوں پر بہت مہربان، رحم والا ہے ○ ہم تمہارے چہرے کا آسمان کی طرف

وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ

بار بار اٹھنا دیکھ رہے ہیں تو ضرور ہم تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس میں تمہاری خوشی ہے تو ابھی اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دو

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ

اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنے منہ اسی کی طرف کرلو اور بیشک وہ لوگ جنہیں کتاب عطا کی گئی ہے وہ ضرور جانتے ہیں

صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی امت تک خدا کا پیغام پہنچا کر گواہی دینے والے ہیں۔ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نورِ نبوت سے ہر شخص کے حال، اس کے ایمان کی حقیقت، اچھے برے اعمال اور اخلاص و نفاق سب پر مطلع ہیں۔

آیت 144 ﴾ شانِ نزول: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دلی خواہش تھی کہ خانہ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ بنا دیا جائے کیونکہ یہ حضرت ابراہیم اور کثیر انبیاء علیہم السلام کا قبلہ تھا، چنانچہ ایک دن نمازِ ظہر کی ادائیگی کے دوران رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بار بار آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے کہ کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم دے دیا جائے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا: اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم! ہم تمہارے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں، ضرور ہم تمہیں اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس میں تمہاری خوشی ہے، تو ابھی اپنا چہرہ کعبہ کی طرف پھیر دو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دورانِ نماز ہی اپنا رخ کعبہ کی طرف کر دیا اور آپ کی پیروی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنا رخ اسی طرف پھیر لیا، یوں ظہر کی دو رکعتیں بیت المقدس کی طرف اور دو خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے ادا ہوئیں۔ یہی حکم مسلمانوں کو بھی دیا گیا کہ تم جہاں بھی ہو، جب نماز پڑھنے لگو تو اپنے منہ کعبے کی طرف کرلو اور قبلہ تبدیل ہونے کی یہ حقانیت اہلِ کتاب خوب جانتے ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ وصف بھی مذکور ہے کہ آپ مختلف اوقات میں نماز کے لئے دو قبلوں کی طرف رخ کریں گے اور ان کے انبیا علیہم السلام نے بھی آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ایک نشانی یہی بتائی تھی۔ اب اگرچہ اہلِ کتاب اس کا انکار کر رہے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ خدا ان کے اعمال سے بے خبر نہیں۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان اتنی بلند ہے کہ آپ کی رضا و خوشی کے لیے قبلہ تبدیل فرما دیا۔ (2) تبدیلیٔ قبلہ کا واقعہ ہجرت مدینہ کے 16 یا 17 ماہ بعد نمازِ ظہر کی ادائیگی کے دوران ہوا۔ جس مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے حکم نازل ہوا اسے "مسجدِ قبلتین" کہتے ہیں۔ نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنا شرط ہے۔

اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَلَئِنْ اَتَیْتَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا

کہ یہ تبدیلی ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ○ اور اگر تم ان کتابیوں کے پاس

الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰیَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ

ہر نشانی لے آؤ تو بھی وہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے اور نہ تم ان کے قبلہ کی پیروی کرو اور وہ آپس میں بھی ایک

بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا

دوسرے کے قبلہ کے تابع نہیں ہیں اور (اے سننے والے!) اگر تیرے پاس علم آجانے کے بعد تو ان کی خواہشوں پر چلا تو اس وقت تو

لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ

ضرور زیادتی کرنے والوں میں سے ہوگا ○ وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی ہے وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں

وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ

اور بیشک ان میں ایک گروہ ضرور جان بوجھ کر حق چھپاتے ہیں ○ (اے سننے والے!) حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو۔

وقف لازم

آیت 145 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم! اگر تم ان اہل کتاب کے پاس قبلہ کے متعلق اپنے حق پر ہونے کی تمام نشانیاں لے آؤ تب بھی یہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے کیونکہ ان کی مخالفت کی وجہ محض حسد و دشمنی ہے اور آپ بھی ان کے ایمان لانے کی خواہش میں ان کے قبلہ کی پیروی نہ کیجئے گا اور یہود و نصاریٰ کا حال یہ ہے کہ قبلہ کے معاملے میں یہ ایک دوسرے کے خود بھی مخالف ہیں جیسے یہودی صخرۂ بیت المقدس کو اور عیسائی اس کے مشرقی مکان کو قبلہ مانتے ہیں اور دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے قبلہ کی پیروی کرنے کو تیار نہیں۔ خانہ کعبہ قبلہ ہوجانے کے بعد اب اگر کوئی بھی شخص اہل کتاب کی خواہش پر بیت المقدس کو قبلہ بنائے گا تو اپنی جان پر زیادتی کرے گا کہ خود کو عذاب کا مستحق بنائے گا۔

آیت 146 ارشاد فرمایا کہ سابقہ آسمانی کتابوں کا علم رکھنے والے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا رسول ہونا ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد اور اوصاف کا تذکرہ وضاحت سے لکھا ہوا ہے۔ مزید فرمایا کہ اہل کتاب کا ایک بڑا گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق تورات و انجیل کی ان باتوں کو جان بوجھ کر چھپاتا ہے تاکہ لوگ ان کا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول نہ کرلیں۔ اہم باتیں: (1) یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پہچانتے تو تھے لیکن مانتے نہیں تھے، کیونکہ صرف پہچاننا ایمان نہیں بلکہ ماننا ایمان ہے۔ (2) بغیر کسی صحیح مقصد کے جان بوجھ کر حق بات چھپانا گناہ ہے۔

آیت 147 اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے آپ کی امت سے خطاب ہے، فرمایا: اے سننے والے! حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو، لہٰذا تو ہرگز اس میں شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔ قبلہ کی تبدیلی بھی چونکہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہے لہٰذا یہ بھی حق ہے اور یونہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والا ہر حکم حق ہے اگرچہ ہمارا فہم اس کی گہرائی تک نہ پہنچ پائے اور

فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۱۴۷﴾ وَ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّیْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ

پس تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا○ اور ہر ایک کے لیے توجہ کی ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے تو تم نیکیوں میں آگے نکل

اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًاؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۴۸﴾ وَ مِنْ حَیْثُ

تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تم سب کو اکٹھا کر لائے گا۔ بیشک اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے○ اور (اے حبیب!)

خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِؕ وَ اِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَؕ وَ مَا اللّٰهُ

جہاں سے آؤ تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور بیشک یہ یقیناً تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَ مِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

تمہارے کاموں سے غافل نہیں○ اور اے حبیب! تم جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو

اس کی حکمت ہماری سمجھ میں نہ آئے، مسلمان کا کام شک و شبہ اور اعتراض کے بغیر اسے ماننا اور اس پر عمل کرنا ہے۔

آیت 148 یہاں قبلہ تبدیل کرنے کی ایک اور حکمت کا بیان ہے کہ ہر امت کا ایک قبلہ مقرر کیا گیا جس کی طرف منہ کرکے وہ نماز ادا کرتے تھے، اسی طرح امتِ محمدیہ کے خصوصی امتیاز کے لیے ان کا قبلہ دوسروں سے جدا بنا دیا گیا اور یہ کبھی تبدیل نہ ہوگا، تو اب اسی بحث میں نہ رہو بلکہ عبادت و اطاعتِ الٰہی اور دین کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔ تم دنیا میں جہاں کہیں بھی ہوگے، سبھی کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جزا و سزا کے لیے اکٹھا کر لائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ دولت، مال، منصب، شہرت وغیرہ میں نہیں بلکہ اللہ کریم کی فرمانبرداری میں آگے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت میں اس کے بہت واقعات ہیں جیسے غزوہ تبوک کے موقع پر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ آدھا تو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ گھر کا سارا سامان راہِ خدا میں دینے کے لئے لے آئے۔

آیت 149 فرمایا کہ اے حبیب! تم کہیں سے بھی سفر یا کسی اور کام سے نکلو تو نماز پڑھتے وقت اپنا منہ مسجدِ حرام (یعنی کعبہ) کی طرف کر لو اور بیشک اس کی طرف منہ کرنا حق اور حکمت کے عین مطابق ہے اور اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے ہرگز غافل نہیں اور وہی تمہیں ان کی جزا دے گا۔

آیت 150 اسلامی احکام میں چونکہ سب سے پہلے قبلہ کا حکم منسوخ ہوا اور خانہ کعبہ کو قبلہ بنایا گیا، اس لیے تاکید کے لئے ایک بار پھر فرمایا گیا: اے حبیب! تم اور تمام مسلمان دنیا میں جہاں کہیں بھی ہو اور نماز پڑھنے لگو تو اپنے منہ مسجد حرام کی ہی طرف کرو تاکہ یہودی یہ اعتراض نہ کر سکیں کہ ہماری کتابوں میں تو قبلہ کی تبدیلی کا لکھا تھا لیکن انہوں نے ایسا کیا ہی نہیں، یا یہ کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہمارے دین کے مخالف ہیں لیکن قبلہ ہمارا ہی مانتے ہیں اور مشرکین کا یہ اعتراض بھی نہ ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قریش کی مخالفت میں حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کا قبلہ بھی چھوڑ دیا۔ لہٰذا اے مسلمانو! کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھو تاکہ

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ إِلَّا

اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنے منہ اسی کی طرف کرو تاکہ لوگوں کو تم پر کوئی حجت نہ رہے مگر

الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ ۚ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي ۚ وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٠﴾

جو اُن میں سے ناانصافی کریں تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور تاکہ میں اپنی نعمت تم پر مکمل کردوں اور تاکہ تم ہدایت پاؤ○

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ

جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور تمہیں کتاب

وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿١٥١﴾ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي

اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جو تمہیں معلوم نہیں تھا○ تو تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرو

کسی کو اعتراض کا موقع نہ ملے البتہ جو قبلہ کی تبدیلی کے حق ہونے کو جاننے کے باوجود صرف مخالفت، ضد اور دشمنی کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں ان سے ڈرنے کی کوئی حاجت نہیں، ان کے اعتراضات سے تمہیں کوئی نقصان نہیں۔ بس مجھ سے ڈرو اور میرے حکم کی مخالفت نہ کرو کہ یہ تمہارے لئے نقصان دہ ہے۔ مزید فرمایا کہ کعبہ کو مستقل طور پر قبلہ بنانے میں یہ بھی حکمت ہے کہ میں تم پر اپنی نعمت و احسان مکمل کروں کہ جیسے تمہارے دین کو آخری دین بنایا ایسے ہی تمہارے قبلے کو آخری اور حتمی قبلہ بنادوں اور اپنے احکام کی طرف تمہاری رہنمائی کروں۔

آیت 151 ﴾ اس سے پہلی آیات میں قبلہ سے متعلق کلام جاری تھا، اب اسے سب سے بڑی نعمت سید الانبیاء، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر پر ختم فرمایا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: اے مسلمانو! تم پر اپنی نعمت پوری کرنے کے لیے کعبہ کو اسی طرح مستقل قبلہ بنادیا جس طرح ہم نے رسالت کی تکمیل کے لیے تمہارے درمیان تم میں سے ایک رسول محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا جن کی صفات یہ ہیں وہ تمہارے سامنے قرآن کی آیتیں تلاوت فرماتے، تمہیں شرک اور گناہوں کی گندگی سے پاک کرتے، قرآن کے معانی و احکام سکھاتے، اپنی سنت و حدیث سے دین کی تعلیم دیتے ہیں نیز تمہیں وہ باتیں سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف ظاہری مضامینِ قرآن اور احکام الٰہیہ ہی نہیں بلکہ ظاہر و باطن، شریعت و طریقت اور اولین و آخرین کے متعلق تمہیں وہ علم سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے کیونکہ آپ کو تمام اولین و آخرین کے علوم حاصل ہیں۔

آیت 152 ﴾ ذکرِ نعمت کے بعد یادِ الٰہی کی ترغیب، نعمت پر شکر کرنے اور ناشکری سے بچنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم نماز اور تسبیح و استغفار وغیرہ کے ذریعے مجھے یاد کرو میں مغفرت، نعمت اور اپنا قرب عطا فرمانے کی صورت میں تمہیں یاد کروں گا اور اطاعت و عبادت کے ذریعے میری عطا کردہ نعمتوں پر میرا شکر ادا کرو اور گناہ و نافرمانی کر کے میری ناشکری نہ کرو۔ بخاری شریف میں ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جب میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی

وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿١٥٢﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ

اور میری ناشکری نہ کرو۔ اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد مانگو، بیشک

مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٥٣﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْ

صابروں کے ساتھ ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ

اسے اکیلا ہی یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اسے بہتر مجمع میں یاد کرتا ہوں۔ (بخاری، حدیث: 7405) اہم
(1) ذکر کی تین قسمیں ہیں: زبانی جیسے حمد وثنا اور تسبیح واستغفار اور وعظ ونصیحت اور نیکی کی دعوت بھی اسی میں داخل ہے۔ قلبی
اللہ کریم کی نعمتوں اور اس کی عظیم شانوں کے مظاہر اور دلائل میں غور وفکر۔ علمائے کرام کا شرعی مسائل پر غور وخوض کرنا بھی
ذکر میں داخل ہے۔ اعضاء بدن کے ساتھ، جیسے اعضاء سے قیام، رکوع، سجدہ، طواف وغیرہا عبادات کرنا اور اعضا کو اطاعت الٰہی
استعمال کرنا اور انہیں نافرمانی سے بچانا۔ قرآن وحدیث میں بیان کردہ عمومی فضائل، ذکر کی تمام قسموں کو شامل ہیں۔ (2) شکر
مطلب یہ ہے کہ کسی کے احسان ونعمت کی وجہ سے زبان، دل یا اعضاء کے ساتھ اس کی تعظیم کی جائے۔ (3) جب کفر کا لفظ شکر
مقابلے میں آئے تو اس کا معنی ناشکری اور جب اسلام یا ایمان کے مقابل ہو تو اس کا معنی بے ایمانی ہوتا ہے۔ یہاں آیت میں کفر
مراد ناشکری ہے۔

آیت 153 نماز، ذکر اللہ اور صبر وشکر سے مسلمان کی زندگی کامل ہوتی ہے اس لئے ذکر وشکر کے بعد صبر ونماز کا بیان کیا جا رہا ہے
چنانچہ ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! نفس پر دشوار کاموں میں صبر اور نماز سے مدد مانگو، بیشک اللہ تعالیٰ اپنی مدد ونصرت سے صبر کرنے
والوں کے ساتھ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کوئی سخت معاملہ پیش آتا تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔ (ابوداود، حدیث: 1319)
نماز کی برکت سے وہ معاملہ آسان اور مکمل ہو جاتا تھا۔ اہم باتیں: (1) عقل وشریعت کے تقاضے کے مطابق کسی چیز پر نفس کو لگا
رکھنے یا کسی چیز سے نفس کو باز رکھنے کا نام صبر ہے۔ (2) صبر سے مدد لینا یہ ہے کہ عبادات کی ادائیگی، گناہوں سے رکنے اور نفسانی
خواہشات کو پورا نہ کرنے پر خود کو ثابت قدم رکھا جائے اور مصیبت پر واویلا کرنے سے بچا جائے۔ نماز چونکہ تمام عبادات کی اصل
اہل ایمان کی معراج اور صبر کرنے میں بہترین معاون ہے، اس لئے اس سے بھی مدد طلب کرنے کا حکم دیا گیا۔ ان دونوں کا خصوصی
ذکر اس لئے کیا گیا کہ بدن پر باطنی اعمال میں سب سے سخت صبر اور ظاہری اعمال میں سب سے مشکل نماز ہے۔ (3) صبر ونماز
سے مدد طلب کرنے کا مطلب انہیں وسیلہ بنانا ہے اور بارگاہ خداوندی میں وسیلہ بنانا عمدہ عمل ہے خواہ نیک اعمال کے ذریعے ہو یا نیک
بندوں کے ذریعے۔ درس: نماز کی پوری برکتیں تبھی ملتی ہیں جب اسے ظاہری وباطنی آداب کے ساتھ ادا کیا جائے۔

آیت 154 شانِ نزول: جب مشرکوں اور منافقوں نے شہدائے بدر کے بارے میں یہ کہا کہ یہ لوگ شہید ہو کر دنیاوی زندگی اور
اس کی لذتوں سے محروم ہو گئے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ راہ خدا میں جانوں کا نذرانہ دینے والوں کو مردہ نہ
کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں کہ وہ کیسی ہے۔ اہم باتیں: (1) فقہ کی تعریف کے مطابق جو شہید ہو اس پر

وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ

لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں○ اور ہم ضرور تمہیں کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں

وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا

اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنادو○ وہ لوگ کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں:

دنیا میں یہ احکام ہیں کہ نہ اسے غسل دیا جائے نہ کفن، اپنے کپڑوں میں ہی رکھا جائے، اسی طرح اس پر نماز پڑھی جائے اور اسی حالت میں دفن کیا جائے۔ (2) بعض شہداء وہ ہیں جن پر دنیا کے یہ احکام تو جاری نہیں ہوتے لیکن آخرت میں ان کے لئے شہادت کا درجہ ہے، جیسے ڈوب کر یا جل کر یا دیوار کے نیچے دب کر مرنے والا، طلب علم یا سفر حج میں مرنے والا اور جمعہ کے دن مرنے والا وغیرہ۔ احادیث میں ایسے شہداء کی تعداد 40 سے زائد ہے۔ (3) شہید کو زبان سے مردہ کہنا اور دل میں مردہ سمجھنا دونوں ناجائز و حرام ہیں۔ (4) شہید کی حیات کیسی ہے اس کا ہمیں شعور نہیں، اسی لئے ان پر بہت سے شرعی احکام عام میت کی طرح ہی جاری ہوتے ہیں جیسے قبر، دفن، تقسیم میراث، ان کی بیویوں کا عدت گزارنا، عدت کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کر سکنا وغیرہ۔ **فضیلت:** شہادت کے بہت فضائل ہیں: موت کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ شہیدوں کو زندگی عطا فرما دیتا ہے، ان کی روحوں کو رزق دیا جاتا ہے، انہیں راحتیں دی جاتی ہیں۔ جب شہداء کی زندگی کا یہ حال ہے تو انبیاء علیہم السلام کی بعدِ وصال زندگی کی شان کتنی اعلیٰ ہوگی جو مقام و مرتبہ میں شہیدوں سے بالاتفاق کروڑوں درجے اعلیٰ ہیں۔

آیت 155 فرمایا کہ اے مسلمانو! ہم تمہیں مختلف انداز سے آزمائیں گے مثلاً تمہیں خوف یا بھوک کا سامنا کرنا پڑے گا یا تم مالی یا جانی نقصان اٹھاؤ گے یا تمہیں پھلوں کی کمی ہوگی۔ آزمائش سے فرمانبردار اور نافرمان کا حال ظاہر ہو جاتا ہے اور صبر کرنے والوں کو جنت کی بشارت ہے۔ **اہم بات:** حقیقی زندگی میں دشمنوں کا خوف، قحط، غربت، چوری، ڈاکہ اور مال ضائع ہونے جیسی چیزیں کبھی پیش آجاتی ہیں یونہی بیماری، قتل سے موت اور آندھی، طوفان، برفباری یا کیڑوں کے حملے وغیرہ سے پھلوں اور پھل دار درختوں کا خراب ہو جانا بھی واقع ہو جاتا ہے۔ ان تمام احوال میں صبر کا حکم ہے۔

آیت 156 صبر کرنے والوں کو جنت کی بشارت دینے کے بعد اس آیت میں صبر کرنے والوں کی ایک علامت بتائی گئی کہ ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ کہتے ہیں: ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور اسی کے بندے ہیں، وہ ہمارے ساتھ جو چاہے کرے۔ آخرت میں ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) مصیبت پر صبر یہ ہے کہ خود کو قابو میں رکھتے ہوئے شریعت کی مقرر کردہ حدود میں رہا جائے اور خلافِ شرع اقوال و افعال سے بچا جائے۔ آنسو نکلنا اور رنگت میں تبدیلی صبر کے خلاف نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مبارک آنکھیں بھی اپنے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر آنسوؤں سے تر ہوئی تھیں۔ (2) جب مصیبت پہنچے تو اسی وقت صبر سے کام لیا جائے۔ (3) مصیبت کے وقت "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ" پڑھا جائے کہ حدیث کے مطابق اس سے رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ (کنز العمال، حدیث: 6646)

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رٰجِعُونَ ﴿١٥٦﴾ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَأُولٰٓئِكَ

ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ○ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے درود ہیں اور رحمت اور یہی

هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿١٥٧﴾ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ

ہدایت یافتہ ہیں ○ بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں

عَلَيْهِ أَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۗ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٥٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ

کہ ان دونوں کے چکر لگائے اور جو کوئی اپنی طرف سے بھلائی کرے تو بیشک اللہ نیکی کا بدلہ دینے والا، علم والا ہے ○ بیشک وہ لوگ

آیت 157 ﴾ صبر کرنے والوں کے لئے رب کریم کی طرف سے بخشش و رحمت ہے اور یہ لوگ حق و ہدایت پر ہیں۔ صبر کی ایک بہترین صورت یہ ہے کہ مصیبت زدہ کو دیکھ کر اندازہ ہی نہ ہو کہ یہ مصیبت میں ہے۔

آیت 158 ﴾ شانِ نزول: صفا اور مروہ مکہ مکرمہ کے دو پہاڑ ہیں جو کعبہ معظمہ کے بالمقابل مشرقی جانب واقع ہیں، زمانہ جاہلیت میں صفا پر "اساف" اور مروہ پر "نائلہ" نامی دو بت نصب تھے۔ کفار جب صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے تو ان بتوں کی تعظیم کرتے ہوئے ان پر ہاتھ پھیرتے تھے، زمانہ اسلام میں یہ دونوں بت تو توڑ دیئے گئے لیکن چونکہ کفار یہاں مشرکانہ فعل کرتے تھے اس لئے مسلمانوں کو صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا بھاری محسوس ہوتا تھا کیونکہ اس میں کفار کے مشرکانہ فعل کے ساتھ کچھ مشابہت تھی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے دین کی نشانیوں میں سے ہیں لہٰذا حج یا عمرہ کرتے ہوئے یہاں چکر لگانے میں تم پر کچھ گناہ نہیں کیونکہ تمہاری نیت خالص عبادت الٰہی کی ہے اور یہ کام دینی احکام میں سے ہے جس پر عمل کرنے میں تمہیں نیکی ملے گی۔ اہم باتیں: (1) شعائر اللہ سے دین کی نشانیاں مراد ہیں خواہ وہ مکانات ہوں جیسے کعبہ، صفا، مروہ، عرفات، مزدلفہ، منیٰ وغیرہ، یا وہ شعائر زمانے ہوں جیسے رمضان، حرمت والے مہینے وغیرہ، یا وہ شعائر کوئی دوسری علامات ہوں جیسے اذان، اقامت، نماز باجماعت وغیرہ، یہ سب شعائر دین ہیں۔ (2) صفا و مروہ پہاڑوں کو حاصل ہونے والی عظمت کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی زوجہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ان دونوں پہاڑوں کے قریب اس مقام پر جہاں زمزم کا کنواں ہے، چھوڑ کر تشریف لے گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام بہت کم عمر تھے، انہیں پیاس لگی اور جب اس کی شدت زیادہ ہوئی تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بے تاب ہو کر کوہ صفا پر تشریف لے گئیں وہاں بھی پانی نہ پایا تو اتر کر نیچے کے میدان میں دوڑتی ہوئی مروہ تک پہنچیں۔ اس طرح سات چکر لگائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر و اخلاص کی برکت سے ان دونوں پہاڑوں کو اپنے دین کی نشانیاں بنا دیا اور تا قیامت حج و عمرہ کرنے والوں پر ان دونوں پہاڑوں کے درمیان اسی طرح اور اتنی ہی تعداد میں چکر لگانا لازم کر دیا۔ (3) صالحین سے نسبت رکھنے والی چیزیں باعظمت ہوتی ہیں اور ان کی تعظیم کرنا پسندیدہ عمل ہے۔

آیت 159 ﴾ شانِ نزول: یہ آیت ان یہودی علماء کے بارے میں نازل ہوئی جو تورات میں موجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت، شان، اوصاف، آیت رجم اور تورات کے دوسرے احکام چھپایا کرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب چیزیں تورات میں بڑی

مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِۙ اُولٰٓىٕكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ

ہماری اتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں حالانکہ ہم نے اسے لوگوں کے لئے کتاب میں واضح فرمادیا ہے، تو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت

وَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَۙ(۱۵۹) اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَیَّنُوْا فَاُولٰٓىٕكَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْۚ

فرماتا ہے اور لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں ○ مگر وہ لوگ جو توبہ کریں اور اصلاح کرلیں اور (چھپی ہوئی باتوں کو) ظاہر کردیں تو میں ان کی

وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ(۱۶۰) اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓىٕكَ عَلَیْهِمْ

توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہوں ○ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور کافر ہی مرے، یہی وہ لوگ ہیں جن پر

لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَۙ(۱۶۱) خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ

اللہ اور فرشتوں اور انسانوں کی، سب کی لعنت ہے ○ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے، ان پر سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا

وضاحت سے بیان فرمائی ہوئی تھیں۔ حق کی باتیں چھپانے کے جرم میں ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کردیا اور فرشتے، مومنین اور دیگر تمام بندے ان پر لعنت کرتے ہیں۔ اہم بات: دینی مسائل چھپانا گناہ ہے جبکہ اسے بیان کرنا شرعاً ضروری ہو، بلا مقصد علم چھپانے والے کو قیامت کے دن آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔ البتہ بغیر علم کے جواب دینا حرام ہے، حدیث پاک میں ہے: جو علم کے بغیر فتویٰ دے اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ (ابن عساکر، ج52، ص20) درس: ضروری تقاضوں کے ساتھ پڑھے بغیر صرف ڈگری یا لفاظی سے عالم و مفتی و محدث و مفسر و اسکالر کہلانے والے اور قرآن و حدیث کی غلط تشریحات و توضیحات کرنے والے سب مذکورہ آیت و احادیث کی وعید میں داخل ہیں۔ یونہی شرعی معاملات میں بے جا مداخلت کرنے والے مضمون نگار، کالم نویس اور ادیب بھی اسی وعید میں شامل ہیں۔

آیت 160 وہ لوگ جو حق چھپانے کے جرم سے سچی توبہ کرلیں، اپنی اصلاح کرلیں اور جو اوصاف مصطفیٰ اور تورات کے دیگر احکام چھپائے تھے انہیں صاف صاف بیان کردیں تو خداوند کریم ان کی توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا اور بڑا مہربان ہے۔

آیت 161 ایمان پر خاتمہ اہم ترین چیز ہے اور کفر پر موت دائمی عذاب اور رحمت الٰہی سے دوری کا سبب ہے چنانچہ ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا کہ جن کی موت کفر کی حالت میں ہوئی ان پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور انسانوں سب کی لعنت ہے۔ اہم باتیں: (1) جس شخص کے کفر پر مرنے کا یقین ہو اس پر لعنت کرنا جائز ہے اور یقین نہ ہو تو اس پر لعنت نہ کی جائے۔ (2) گناہگار مسلمان کا نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں جیسے کہا جائے "فلاں شخص پر لعنت ہو" البتہ وصف کے ساتھ لعنت کرسکتے ہیں جیسے احادیث میں جھوٹوں، سود خوروں، چوروں اور شرابیوں وغیرہ پر لعنت کی گئی ہے۔ درس: مرتے وقت ایمان کا سلامت رہ جانا بہت بڑی سعادت ہے۔ برے خاتمے سے ڈرنا اور اس سے پناہ مانگنا ہمیشہ سے بزرگانِ دین کا طریقہ رہا ہے۔

آیت 162 فرمایا: کفر پر مرنے والے ہمیشہ کے لئے لعنت اور عذاب جہنم میں رہیں گے، ایک لمحے کے لئے بھی ان سے نہ تو عذاب

وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿١٦٢﴾ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿١٦٣﴾ اِنَّ فِىْ

اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی○ اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، بڑی رحمت والا، مہربان ہے○

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِىْ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِمَا يَنْ

آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی تبدیلی میں اور کشتی میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی

النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْ

اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا پھر اس کے ساتھ مردہ زمین کو زندگی بخشی اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا

مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰ

اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل جو آسمان اور زمین کے درمیان حکم کے پابند ہیں ان سب میں یقیناً عقلمندوں کے

ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں نیک اعمال یا توبہ کی مہلت دی جائے گی۔

آیت 163 آیت میں اللہ تعالیٰ کی شان وصفت بیان کی گئی کہ تمہاری عبادت کا مستحق وہ ایک ہی معبود ہے، جس کا کوئی شریک نہیں وہ اپنی ذات وصفات اور افعال میں یکتا ہے۔ چھوٹی بڑی تمام تر نعمتیں عطا فرما کر بڑی رحمت کرنے والا اور بہت مہربان ہے۔

آیت 164 یہ آیت اللہ تعالیٰ کے وجود اور قدرت وعظمت کے شاندار دلائل پر مشتمل ہے کہ فرمایا: آسمان وزمین کی تخلیق، آسمان کی بلندی، اس میں چمکتے ہوئے ستارے، اس کا بغیر ستونوں کے قائم ہونا، سورج چاند، ستاروں کے ذریعے اس کی زینت، سب قدرتِ الٰہی کی نشانیاں ہیں۔ یونہی زمین اور اس کی وسعت، اس میں موجود پہاڑ، معدنیات، جواہر، اس میں رواں سمندر، دریا، چشمے، اس سے اگنے والے درخت، سبزہ، پھل، پھول، نباتات، شب وروز کا آنا جانا، دن رات کا چھوٹا بڑا ہونا، سمندر میں بھاری بوجھ کے باوجود کشتیوں کا تیرنا، لوگوں کا اس میں سوار ہونا، سمندری عجائبات، ہواؤں کا چلنا، سمندر کے ذریعے مشرق ومغرب میں تجارت کرنا، سمندر سے بخارات کا اٹھنا، بارش کی صورت میں برسنا، بارش سے خشک اور بنجر زمین کا سرسبز وشاداب ہو جانا، اس پانی اور اس کے ثمرات سے زندگی میں باغ وبہار آنا، زمین میں کروڑوں قسم کے حیوانات کا ہونا، ہواؤں کی گردش، ان کے خواص وعجائبات، ان تمام چیزوں میں عقلمندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے وجود، علم وحکمت اور اس کی قدرت ووحدانیت پر عظیم دلیلیں موجود ہیں۔ اہم باتیں: (1) دہریوں پر افسوس ہے کہ کائنات کے ایسے عظیم نظام کو بہت گہرائی سے جان کر بھی کہتے ہیں کہ یہ سب چیزیں خود ہی بن گئیں حالانکہ ان سے ایک سوئی جیسی چھوٹی چیز کے متعلق بھی پوچھیں تو کہتے ہیں کہ یہ تو کسی کے بنانے سے ہی بنتی ہے لیکن بے انتہا وسیع کائنات پھر بھی بغیر کسی بنانے والے کے بنی ہے۔ ایسی عقل پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ (2) سائنسی علوم بھی معرفتِ الٰہی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ جتنا سائنسی علم زیادہ ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت کو پہچاننا آسان ہوگا، خدمتِ اسلام ومعرفتِ الٰہی کی نیت سے سائنسی علوم سیکھنا عظیم عبادت ہے اور کائنات میں غور وفکر کے حکم کی تعمیل بھی۔

لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ

نشانیاں ہیں○ اور کچھ لوگ اللہ کے سوا اور معبود بنالیتے ہیں انہیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے ہیں

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ

اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اگر ظالم دیکھتے جب وہ عذاب کو آنکھوں سے دیکھیں گے کیونکہ تمام قوت

لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا

اللہ ہی کی ہے اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے○ جب پیشوا اپنے پیروی کرنے والوں سے بیزار ہوں گے اور عذاب دیکھیں گے

آیت 165 اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل دیکھنے کے باوجود شرک کرنے والوں کا دنیاوی عمل اور اخروی حال بیان فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے شریک مقرر کرتے، انہیں خدا جیسا سمجھتے اور ان کی خاطر مرمٹنے کو تیار ہو کر ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ تعالیٰ سے محبت ہونی چاہئے لیکن ایمان والے اس سے کہیں زیادہ بلکہ سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں اور یہ خدا سے انعام واکرام پائیں گے جبکہ مشرکوں کا انجام بہت برا ہوگا کہ اگر یہ مشرک وہ عذاب دنیا میں ہی دیکھ لیتے جسے یہ قیامت کے دن دیکھیں گے تو بڑا ہولناک منظر دیکھتے اور انہیں یقین ہو جاتا کہ تمام قوت اور قدرت وغلبہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ **اہم بات:** مسلمانوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابہ واولیاء سے محبت کرنا بھی اللہ تعالیٰ سے محبت ہی کی صورت ہے کیونکہ ان سے محبت اسی لئے ہے کہ یہ خدا کے پیارے بندے ہیں۔ **درس:** محبتِ الٰہی میں جینا اور محبتِ الٰہی میں مرنا، یادِ الٰہی میں رونا، رضائے الٰہی کے لئے تڑپنا، نعمت پر شکر، مصیبت میں صبر اور ہر حال میں خدا پر توکل کرنا، دل کو غیر کی محبت سے پاک رکھنا، اللہ تعالیٰ کے محبوبوں سے محبت اور دشمنوں سے نفرت کرنا، اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا نیاز مند رہنا، اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے رسول ومحبوب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دل وجان سے محبوب رکھنا، اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کو اپنے دلوں کے قریب اور ان سے محبت رکھنا وغیرہ۔ یہ تمام امور اور ان کے علاوہ سینکڑوں کام ایسے ہیں جو محبتِ الٰہی کی دلیل بھی ہیں اور اس کے تقاضے بھی، اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آیت 166 یہاں قیامت کے دن کفار کے حال کی منظر کشی ہے کہ جب مشرکین اور انہیں کفر وشرک کی ترغیب دینے والے سردار ایک جگہ جمع ہوں گے اور عذاب نازل ہوتا ہوا دیکھیں گے تو سردار اپنے پیروکاروں کو گمراہ کرنے کا انکار کر کے ان سے نفرت و بیزاری کا اظہار کر دیں گے اور اس دن ان کے وہ تمام تعلقات اور رشتے ناتے کٹ جائیں گے جو دنیا میں ان کے درمیان تھے، وہاں ان میں سے ہر کوئی اپنے اعمال کا جوابدہ ہوگا، کوئی کسی کا مددگار نہ بن سکے گا۔ **اہم بات:** روزِ قیامت کفار کے باہمی رشتے تو ٹوٹ جائیں گے لیکن اولیاء، متقین وصالحین کے ساتھ مسلمانوں کا رشتہ باقی رہے گا، جیسا کہ سورۂ زخرف، آیت 67 میں ہے، ترجمہ: پرہیزگاروں کے علاوہ اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔

الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ

اور ان کے سب رشتے ناتے کٹ جائیں گے ○ اور پیروکار کہیں گے اگر ہمیں ایک مرتبہ لوٹ کر جانا مل جائے تو ہم ان پیشواؤں سے ایسے

كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ

بیزار ہو جاتے جیسے یہ ہم سے بیزار ہوئے ہیں۔ اللہ اسی طرح انہیں ان کے اعمال ان پر حسرت بنا کر دکھائے گا اور وہ دوزخ سے نکلنے والے نہیں

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ

اے لوگو! جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو، بیشک وہ

لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ

تمہارا کھلا دشمن ہے ○ وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دے گا اور یہ (حکم دے گا) کہ تم اللہ کے بارے میں وہ

آیت 167 مشرک سرداروں کی بیزاری دیکھ کر پیروکار کہیں گے کہ اگر ہمیں ایک بار دنیا میں لوٹ جانا نصیب ہو جائے تو ہم بھی سرداروں سے ایسے بیزار ہو جائیں گے جیسے یہ آج ہم سے بیزار ہوئے ہیں، جیسے کفار کو عذاب کی شدت اور آپس میں بیزاری دکھا جائے گی، ایسے ہی اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال حسرت بنا کر دکھائے گا کہ کافروں کو برے اعمال پر جنت کے عالیشان محلوں نعمتوں سے دائمی محرومی پر حسرت ہوگی اور یہ کفار جہنم کی آگ میں داخل ہونے کے بعد اس سے کبھی باہر نکل نہ سکیں گے۔ **اہم بات:** ایمان اور اعمال صالحہ کی اصل حسرت تو کافر ہی کو ہوگی لیکن مسلمان بھی قیامت میں نیکیوں کی کمی اور گناہوں میں ملوث ہونے پر حسرت کا اظہار کریں گے۔ الامان والحفیظ۔

آیت 168 مشرکوں نے اپنی مرضی سے بہت سے جانوروں اور کھانے پینے کی چیزوں وغیرہ کو حرام قرار دے رکھا تھا، اس پر فرمایا کہ اے لوگو! جو کچھ زمین میں حلال اور پاکیزہ ہے اس میں سے کھاؤ اور اپنی طرف سے کسی حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دے کر شیطان کے راستوں پر نہ چلو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حلال وطیب وہ ہے جو خود بھی حلال ہو جیسے بکرے کا گوشت، سبزی، دال اور حاصل بھی جائز ذریعے سے ہو یعنی چوری، رشوت، ڈکیتی وغیرہ کے ذریعے نہ ہو۔ (2) اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دینا اس کی رزاقیت سے بغاوت ہے۔ **درس:** رزقِ حلال کمانا اور اسی کمائی سے حلال و پاکیزہ چیزیں کھانا پینا، پہننا اور راہِ خدا میں خرچ کرنا چاہئے۔ حدیث پاک میں ہے: جس شخص نے حلال مال کمایا پھر اسے خود کھایا یا اس کمائی سے لباس پہنا اور اپنے علاوہ اللہ تعالیٰ کی دیگر مخلوق (جیسے اپنے اہل وعیال اور دیگر لوگوں) کو کھلایا اور پہنایا تو اس کا یہ عمل اس کے لئے برکت و پاکیزگی ہے۔ (صحیح ابن حبان، حدیث: 4222)

آیت 169 اس آیت میں لوگوں کو متنبہ فرمایا کہ شیطان تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دے گا اور یہ کہے گا کہ مختلف چیزوں کو خود ہی حلال و حرام قرار دے کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دو حالانکہ تمہیں اس کا علم ہی نہیں ہے۔ **اہم بات:** سوء اور فحشاء

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٦٩﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ

جو خود تمہیں معلوم نہیں ○ اور جب ان سے کہا جائے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں: بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے

اٰبَآءَنَاؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْــٴًـا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿١٧٠﴾ وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں نہ وہ ہدایت یافتہ ہوں؟ ○ اور کافروں کی مثال

كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءًؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٧١﴾

اس شخص کی طرح ہے جو کسی ایسے کو پکارے جو خالی چیخ و پکار کے سوا کچھ نہیں سنتا۔ (یہ کفار) بہرے، گونگے، اندھے ہیں تو یہ سمجھتے نہیں ○

مترادف یعنی ہم معنی بھی قرار دیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سوء سے مراد مطلقاً گناہ ہے اور فحشاء سے مراد کبیرہ گناہ ہیں۔
درس: شیطان کا کام ہی لوگوں کو برے کاموں مثلاً: جھوٹ، غیبت، چغلی، وعدہ خلافی، بہتان، لڑائی فساد، وغیرہ اور بے حیائی کے کاموں مثلاً: گانے باجے، فلمیں ڈرامے، وغیرہ گناہوں کی طرف بلانا اور لوگوں کو کفر و شرک، حلال کردہ کو حرام اور حرام کردہ کو حلال کہنے کی طرف راغب کرنا ہے۔ افسوس! آج کل ان برائیوں میں سے بہت سی چیزوں کی طرف بلانے میں گھر والوں، دوست احباب، گھر، بازار، معاشرہ، افسر وغیرہ کا تعاون یا ترغیب ہوتی ہے بلکہ اگر کوئی آدمی نیکیوں کی طرف آنے کا سوچتا بھی ہے تو یہ افراد اسے کھینچ کر گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں۔

آیت 170 ارشاد فرمایا کہ جب مشرکوں کو توحید، اسلام، قرآن اور خدائی احکام کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو مشرک جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اپنے باپ دادا کے طریقے پر ہی چلیں گے۔ انہیں فرمایا گیا کہ کیا وہ اپنے باپ دادا کی پیروی کریں گے اگرچہ وہ نہ دین سمجھتے ہوں اور نہ راہِ راست پر ہوں۔ ایسی پیروی تو حماقت و گمراہی ہے۔ اہم باتیں: (1) شریعت کے خلاف باپ دادا کسی کی بھی پیروی کرنا حرام ہے۔ ہمارے ہاں شادی مرگ اور دیگر کئی مواقع پر شریعت پر چلنے کا کہا جائے تو لوگ آگے سے یہی باپ دادا، خاندان اور برادری کے رسم و رواج کا عذر پیش کرتے ہیں یہ بھی سراسر غلط و باطل ہے۔ (2) بروں کی پیروی بری ہے اور اچھوں کی پیروی اچھی جیسے ہم بزرگانِ دین، صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین، اولیاء و صالحین کی پیروی کرتے ہیں تو یہ بہت اچھی ہے کہ اس کا حکم خود قرآن نے دیا ہے۔

آیت 171 دینِ حق کی مسلسل دعوت کے باوجود کافروں کے ایمان نہ لانے پر فرمایا کہ ان کے دعوتِ دین سننے کی مثال یہ ہے کہ جس طرح جانوروں کا ایک ریوڑ ہو اور ان کا مالک انہیں آواز دے تو وہ محض ایک آواز تو سنتے ہیں لیکن مالک کے کلام کا مفہوم نہیں سمجھتے، یونہی کافروں کا حال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم انہیں حق کی طرف بلاتے ہیں، یہ ان کا کلام سن کر جواب میں جانوروں جیسا طرزِ عمل ظاہر کرتے ہیں۔ ایسی آنکھ، کان، زبان کا کیا فائدہ جس سے کوئی نفع نہ اٹھایا جا سکے اور اس اعتبار سے یہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں اور نصیحت کو سمجھتے نہیں۔ درس: نیکی کی دعوت سن کر ہمارا طرزِ عمل کیا ہوتا ہے؟ اس پر غور کرنے کی حاجت ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ

اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی

تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ

عبادت کرتے ہو۔ اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور حرام کئے ہیں جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام بلند کیا

لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾

تو جو مجبور ہو جائے حالانکہ وہ نہ خواہش رکھنے والا ہو اور نہ ضرورت سے آگے بڑھنے والا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت 172 فرمایا کہ ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور کھا پی کر غافل ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ خداوند کریم نے کھانے پینے اور اس سے لطف اندوز ہونے کی اجازت دی لیکن شرط یہ ہے کہ حرام چیزیں نہ کھاؤ، حرام طریقے سے حاصل کر کے نہ کھاؤ، کھا کر غافل اور اطاعتِ الٰہی سے دور نہ ہو جاؤ اور خدا کی عطا پر شکر ادا کرو۔

آیت 173 کفار نے اپنی طرف سے بہت جانور حرام قرار دے رکھے تھے، ان کی اس حرکت پر فرمایا کہ بحیرہ وغیرہ جن جانوروں کو تم نے حرام سمجھ رکھا ہے وہ حرام نہیں، بلکہ حرام وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اور اس نے تم پر صرف مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ جانور حرام کیا ہے جسے ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو جو کسی حرام چیز کو کھانے پر مجبور ہو جائے حالانکہ وہ نہ اس کی خواہش رکھنے والا ہو اور نہ ضرورت سے آگے بڑھنے والا، تو وہ چیز کھا لینے کی صورت میں اس پر کوئی گناہ نہیں، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور بہت مہربان ہے۔ مجبوری کی حالت میں بقدرِ ضرورت حرام کھانے کی اجازت دینا اور اسے معاف رکھنا اس کی کرم نوازی کی دلیل ہے۔ اہم باتیں: (1) مردار کا کھانا حرام ہے البتہ مردار کا دباغت کیا ہوا چمڑا کام میں لانا اور اس کے بال سینگ ہڈی، پٹھے سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ (2) بہنے والا خون حرام ہے اور ذبح کے بعد جو خون حلال جانور کے گوشت اور رگوں میں باقی رہ جاتا ہے وہ ناپاک نہیں۔ (3) خنزیر (یعنی سور) نجس العین ہے، اس کا گوشت پوست بال ناخن وغیرہ تمام اجزاء نجس و حرام ہیں، کسی کو کام میں لانا جائز نہیں۔ (4) "مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" کا معنی یہ ہے کہ جانور ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا جائے، ایسا جانور حرام و مردار ہے، البتہ اگر شرعی طریقے کے مطابق ذبح کے وقت فقط اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور اس سے پہلے یا بعد میں غیر کا نام لیا مثلاً یہ کہا کہ عقیقہ کا بکرا یا جس کی طرف سے وہ جانور ذبح کیا جا رہا ہے اسی کا نام لیا، یا جن اولیاء کے لیے ایصال ثواب مقصود ہے ان کا نام لیا تو یہ جائز ہے، اس میں کچھ حرج نہیں۔ (5) مضطر یعنی مجبور جسے حرام چیزیں کھانے کی رخصت ہے، وہ ہے جو حرام چیز کے کھانے پر مجبور ہو اور اسے نہ کھانے سے جان چلی جانے کا خوف ہو اور کوئی حلال چیز موجود نہ ہو۔ خواہ بھوک یا غربت کی وجہ سے یہ حالت ہو یا کوئی شخص حرام کھانے پر مجبور کرتا ہو اور نہ کھانے کی صورت میں جان کا اندیشہ ہو، ایسی حالت میں جان بچانے کے لیے حرام چیز کا قدرِ ضرورت یعنی اتنا کھا لینا جائز ہے کہ ہلاکت کا خوف نہ رہے بلکہ اتنا کھانا فرض ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ الۡکِتٰبِ وَ یَشۡتَرُوۡنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ۙ اُولٰٓئِکَ

بیشک وہ لوگ جو اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے ذلیل قیمت لیتے ہیں وہ

مَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ اِلَّا النَّارَ وَ لَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَ لَا یُزَکِّیۡہِمۡ ۚۖ

اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں اور اللہ قیامت کے دن ان سے نہ کلام فرمائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا

وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالۡہُدٰی وَ الۡعَذَابَ

اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے○ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور بخشش کے بدلے

بِالۡمَغۡفِرَۃِ ۚ فَمَاۤ اَصۡبَرَہُمۡ عَلَی النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ نَزَّلَ الۡکِتٰبَ

عذاب خرید لیا تو یہ کتنا آگ کو برداشت کرنے والے ہیں○ یہ (سزا) اس لئے ہے کہ اللہ نے حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی

آیت 174 اس آیت میں یہودیوں کا تذکرہ ہے۔ شانِ نزول: یہودی سردار اور علماء یہ امید رکھتے تھے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ والہ وسلم انہی میں سے مبعوث ہوں گے، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم دوسری قوم میں مبعوث ہوئے تو انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ لوگ تورات میں آپ کے اوصاف دیکھ کر آپ کے فرمانبردار بن جائیں گے اور ہمارے ہدیے نذرانے بند اور حکومت چلی جائے گی۔ اس بنا پر ان میں حسد پیدا ہوا اور انہوں نے تورات میں مذکور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف وغیرہ لوگوں سے چھپادیئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب میں موجود محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف چھپاتے اور اس کے بدلے لوگوں سے رشوت لے کر دنیا کا حقیر مال لیتے ہیں، یہ اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ بھر رہے ہیں کیونکہ یہ حرکت انہیں جہنم میں لے جائے گی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ہی انہیں کفر وشرک اور گناہوں کی گندگی سے پاک کرے گا اور ان کے لیے جہنم کا دردناک عذاب ہے۔

آیت 175 احکام خدا چھپانے والے ہدایت چھوڑ کر گمراہی اور مغفرت ونجات کی بجائے جہنم کا عذاب مول لینے والے ہیں، تو عقلِ انسانی کے اعتبار سے یہ تعجب وحیرت کی بات ہے کہ یہ لوگ آگ پر کتنا صبر کریں گے۔

آیت 176 آیت میں بتایا کہ ان لوگوں کو جہنم کی سزا اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب کو حق کے ساتھ نازل فرمایا لیکن انہوں نے اس میں اختلاف کیا کہ اس کے کچھ حصے پر ایمان لے آئے اور کچھ کو چھپا کر اس کا انکار کر دیا۔ ایسے لوگ یقیناً حق سے بہت دور ہیں۔ ایک قول کے مطابق یہ آیت مشرکین کے متعلق نازل ہوئی، اس صورت میں کتاب سے مراد قرآن کریم اور اختلاف سے مراد ان میں سے بعض کا قرآن کو شعر، بعض کا جادو اور بعض کا کہانت کہنا ہے۔

ع

بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْكِتٰبِ لَفِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۱۷۶﴾ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا

اور بیشک کتاب میں اختلاف کرنے والے ضرور دور کی مخالفت و ضد میں ہیں○ اصل نیکی یہ نہیں کہ

وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ

اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ اصلی نیک وہ ہے جو اللہ اور قیامت اور فرشتوں

وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ

اور کتاب اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اللہ کی محبت میں عزیز مال رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر

وَ السَّآىٕلِیْنَ وَ فِی الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا

اور سائلوں کو اور (غلام لونڈیوں کی) گردنیں آزاد کرانے میں خرچ کرے اور نماز قائم رکھے اور زکوۃ دے اور وہ لوگ جو عہد کرکے اپنا عہد

وَ الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓىٕ

کرنے والے ہیں اور مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت صبر کرنے والے ہیں یہی لوگ سچے ہیں اور یہی

آیت 177 ﴿ شانِ نزول: یہودیوں نے بیت المقدس کے مشرقی حصے اور عیسائیوں نے مغربی حصے کو قبلہ بنا رکھا تھا اور ہر گروہ کا گمان یہ تھا کہ صرف اس قبلہ ہی کی طرف منہ کرنا نیکی ہے، ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں اہل کتاب اور اہل ایمان سب کو خطاب ہے اور معنی یہ ہے کہ اصل نیکی یہ نہیں کہ تم دورانِ نماز اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ اصل نیکی تو اس کی ہے جس کے عقائد درست ہوں اور وہ دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ، آخرت کے دن، تمام فرشتوں، تمام کتابوں اور تمام پیغمبروں پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا پسندیدہ مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور غلام لونڈیاں آزاد کرانے پر خرچ کرے۔ اس کے ساتھ نماز وزکوۃ کی پابندی سے ادائیگی کرے نیز جب وہ کسی سے عہد کرے تو اسے پورا کرے بیماری وغیرہ کی مصیبت و سختی اور راہ خدا میں ہونے والے جہاد میں سخت لڑائی کے وقت صبر کرے۔ یہی لوگ سچے مومن و متقی ہیں۔ اہم باتیں: (1) ایمان اہم ترین چیز ہے، اس کے بغیر اعمال کا ثواب نہیں، اس آیت میں ضروریاتِ دین کی اہم بنیادوں کو ذکر کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ، قیامت، فرشتوں، آسمانی کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لانا۔ (2) لوگوں پر مال خرچ کرنے کے مقابلے میں قریبی رشتے داروں کو دینے میں زیادہ ثواب ہے کہ صدقہ اور صلہ رحمی دونوں کا ثواب ملتا ہے۔ (3) عہد کی پابندی نیکی، ایمان کی نشانی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت ہے۔

هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ

پرہیزگار ہیں۔○ اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کے خون کا بدلہ لینا فرض کردیا گیا۔ آزاد کے بدلے

بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ

آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت، تو جس کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دیدی جائے تو اچھے طریقے

بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ

سے مطالبہ ہو اور وارث کو اچھے طریقے سے ادائیگی ہو۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور رحمت ہے۔ تو اس کے بعد جو

اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَ لَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ

زیادتی کرے اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔○ اور اے عقل مندو! خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے

آیت 178 زمانہ جاہلیت میں طاقت ور قبیلہ قتل کا بدلہ لینے میں حد سے بڑھ جاتا تھا۔ اس طرح کے معاملات میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں ظلم وزیادتی سے بچنے اور عدل ومساوات کا حکم دیا گیا کہ تم پر مقتولوں کے خون کا بدلہ لینا فرض کر دیا گیا اور جو قتل کرے اسی کو قتل کیا جائے، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت کو اور جس قاتل کو مقتول کے وارث کچھ معاف کردیں جیسے مال کے بدلے معاف کرنے کا کہیں تو وارث شدت وسختی کے بغیر اچھے انداز میں مطالبہ کریں اور قاتل خون بہا کی ادائیگی میں اچھا طریقہ اختیار کرے، ادائیگی میں تاخیر اور مال میں کمی نہ کرے۔ یہ معافی اور دیت کا حکم تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور رحمت ہے کہ قصاص اور معافی ودیت میں کسی کو بھی چن لینے کا اختیار دیا ہے تو اب بھی جو دستورِ جاہلیت کے مطابق غیر قاتل کو قتل کرے یا دیت قبول کرنے اور معاف کرنے کے بعد قتل کرے تو اس کے لئے دنیا میں قتل اور آخرت میں جہنم کا دردناک عذاب ہے۔

اہم باتیں: (1) علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت میں خطاب مسلم حکمرانوں اور ان کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے قصاص نافذ کرنے کا اختیار رکھنے والوں کو ہے۔ (روح البیان 1/ 283) اس سے معلوم ہوا کہ قصاص کے حکم پر عمل کرنا حاکم اسلام یا اس کے مقرر کردہ فرد کی ذمہ داری ہے، از خود قصاص لینے کی ہرگز اجازت نہیں۔ (2) آیت میں قاتل اور مقتول کے وارث کو بھائی کہا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ قتل اگرچہ بڑا گناہ ہے مگر اس سے ایمانی بھائی چارہ ختم نہیں ہوتا اور یہ بھی پتا چلا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب فاسق ہے کافر نہیں۔ (3) مقتول کے وارث کو اختیار ہے کہ قاتل کو بغیر عوض معاف کردے یا مال پر صلح کرے۔

آیت 179 یہاں قصاص کا حکم دینے کی حکمت بیان فرمائی کہ اے عقل مندو! قتل کے بدلے قتل کرنے میں تمہاری زندگی ہے، وہ اس طرح کہ قصاص میں قتل ہونے کے ڈر سے آدمی دوسرے کو قتل کرنے سے رکے گا اور یوں دو جانیں قتل سے محفوظ رہیں گی، نیز جب قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا تو دوسرے لوگ اس سے عبرت پکڑتے ہوئے اقدامِ قتل سے باز رہیں گے اور یوں انسانی جانوں کا تحفظ ہوگا۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۚ ۖ الْوَصِيَّةُ

تاکہ تم بچو○ تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت آئے (تو) اگر وہ کچھ مال چھوڑے تو اپنے ماں باپ اور قریب

لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ ؕ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ

رشتہ داروں کے لئے اچھے طریقے سے وصیت کر جائے۔ یہ پرہیز گاروں پر واجب ہے○ پھر جو وصیت کو سننے کے بعد اسے تبدیل کر دے

فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ ؕ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا

تو اس کا گناہ ان بدلنے والوں پر ہی ہے، بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے○ پھر جس کو وصیت کرنے والے کی طرف سے جانبداری

اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

یا گناہ کا اندیشہ ہو تو وہ ان کے درمیان صلح کرادے تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ اے ایمان والو

ع ۲۲

آیت 180 ﴾ وراثت کی آیت اترنے سے پہلے یہ حکم نازل ہوا کہ جب کسی کی موت قریب آنے کی نشانیاں ظاہر ہوں، اور اس کے پاس مال ہو تو اس پر فرض ہے کہ اپنے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے لئے عدل وانصاف کے ساتھ وصیت کر جائے۔ اہم باتیں: (1) میراث کے احکام نازل ہونے کے بعد اس آیت میں مذکور وصیت واجب ہونے کا حکم منسوخ ہو گیا البتہ وصیت جائز ہونے کا حکم اب بھی باقی ہے۔ اس مسئلے کی تفصیل کے لیے کتب فقہ کا مطالعہ فرمائیں۔ (2) کثیر مال ہو تو وصیت کرنا افضل اور قلیل ہو تو نہ کرنا بہتر۔ تہائی مال سے کم میں ہی کرنا افضل ہے۔

آیت 181 ﴾ فرمایا کہ وصیت کو سننے کے بعد جو اسے تبدیل کر دے تو اس کا گناہ ان بدلنے والوں پر ہی ہے کیونکہ انہوں نے خیانت کی اور شریعت کی مخالفت کی اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے سب اقوال وافعال کو سننے جاننے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) وصیت میں حق تلفی اور شریعت کی مخالفت کی اور... تبدیلی کی عام صورت یہ ہے کہ وصیت کی تحریر میں رد و بدل کر دینا تاکہ کسی کو نقصان پہنچایا جائے۔ (2) اپنی زندگی میں خود اپنی وصیت تبدیل کرنے کا اختیار ہے۔

آیت 182 ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کسی عالم، حاکم، وصی یا رشتے دار وغیرہ کو یہ اندیشہ ہو کہ وصیت کرنے والا جانبداری سے کام لیتے ہوئے کسی پر زیادتی کر رہا ہے یا وصیت کے شرعی احکام کی پابندی نہیں کر رہا تو اس نے اسے سمجھا بجھا کر وصیت درست کرا دی یونہی اگر کوئی شخص غلط وصیت کر کے فوت ہو گیا اور اس نے جس کے لیے وصیت کی، اُس کے اور وارثوں کے درمیان شریعت کے مطابق صلح کرادی تو یہ گنہگار نہیں کیونکہ اس نے حق کی حمایت کے لیے باطل کو بدلا ہے، بیشک خلافِ شرع وصیت کی اصلاح کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور اس پر مہربان ہے۔

آیت 183 ﴾ اس آیت میں روزوں کی فرضیت کا بیان ہے کہ اے ایمان والو! تم پر ویسے ہی روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ کیونکہ روزہ شہوت کو ختم کرتا اور نفسانی خواہشات میں کمی لاتا ہے

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۸۳﴾ أَيَّامًا

تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ○ گنتی کے چند

مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ

دن ہیں تو تم میں جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھے اور جنہیں اس کی

يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ ۚ وَأَن تَصُومُوا

طاقت نہ ہو ان پر ایک مسکین کا کھانا فدیہ ہے پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر تم جانو تو روزہ رکھنا

خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۴﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ

تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے○ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت

اہم باتیں: (1) صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک روزہ کی نیت سے کھانے پینے اور ہم بستری سے بچنا "روزہ" ہے۔ (2) روزہ بہت قدیم عبادت ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام شریعتوں میں روزے فرض رہے ہیں اگرچہ ان کے دن اور احکام مختلف ہوتے تھے۔ (3) تقویٰ کا عمومی معنیٰ یہ ہے کہ عذاب کا سبب بننے والی چیز یعنی ہر چھوٹے بڑے گناہ سے نفس کو بچایا جائے۔ درس: روزوں کی کامل برکت تب حاصل ہوتی ہے جب روزے کے ظاہری آداب کے ساتھ اس کے باطنی آداب بھی پورے کئے جائیں۔

آیت 184 فرض روزے ماہِ رمضان کے گنتی کے انتیس یا تیس دن ہوتے ہیں، ان دنوں میں اگر کوئی بیمار یا مسافر ہو اور روزہ نہ رکھے تو اس پر بعد میں اتنے روزوں کی قضا لازم ہے اور شیخ فانی یعنی بہت ہی بوڑھے وہ لوگ جنہیں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو اور نہ آئندہ طاقت ملنے کی امید ہو تو وہ روزے کے بدلے میں ایک مسکین کا کھانا فدیہ میں دیں اور اگر فدیہ زیادہ دے کر اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ مزید فرمایا کہ شرعی رخصت کے باوجود روزے کی طاقت ہونے کی صورت میں روزہ چھوڑنے کی بجائے روزہ رکھ لینا تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم روزہ کی فضیلت و اہمیت جان لو۔ اہم باتیں: (1) وہ مریض جسے مرض بڑھ جانے، یا دیر سے ٹھیک ہونے، یا تندرست کو بیمار ہو جانے کا غالب گمان ہو تو اسے ابھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت اور بعد میں اس کی قضا فرض ہے۔ (2) روزہ نہ رکھنے کی اجازت کے لیے مرض بڑھنے وغیرہ کا غالب گمان ہونا ضروری ہے محض وہم کافی نہیں۔ غالب گمان اس صورت میں حاصل ہو گا کہ مرض بڑھنے وغیرہ کی کوئی ظاہری علامت موجود ہے، یا اس شخص کا ذاتی تجربہ ہے، یا اسے کسی ماہر ڈاکٹر نے بتایا ہے اور اچھی طرح غور کرنے کے بعد اسے بھی روزہ نہ رکھنا ہی سمجھ آیا ہے۔ (3) مسافر اس صورت میں روزہ چھوڑ سکتا ہے جب وہ 92 کلو میٹر یا اس سے زیادہ دور جانے کے لئے طلوعِ فجر کے وقت ہی مسافر ہو۔ (4) روزے کا فدیہ دو وقت صبح و شام ایک مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہے یا ہر روزہ کے بدلے میں صدقۂ فطر کی مقدار مسکین کو دیدے۔

آیت 185 اس آیت میں ماہِ رمضان کی عظمت و فضیلت کا بیان ہے کہ گنتی کے وہ چند دن رمضان کا مہینہ ہے جس کی شبِ قدر میں لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کے ایک مقدس مقام "بیت العزت" پر قرآن نازل کیا گیا۔ قرآن مجید لوگوں کو گمراہی سے راہِ حق کی

وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَ مَنْ كَانَ

اور رہنمائی ہے اور فیصلے کی روشن باتوں (پر مشتمل ہے۔) تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے تو ضرور اس کے روزے رکھے اور

مَرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِكُمُ

بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھے۔ اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اور (یہ آسانیاں اس لئے ہیں)

الْعُسْرَ ۫ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۱۸۵ وَ اِذَا

تاکہ تم (روزوں کی) تعداد پوری کرلو اور تاکہ تم اس بات پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ

اے حبیب! جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو بیشک میں نزدیک ہوں، میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب

طرف ہدایت دینے والا، سچے احکام کی طرف رہنمائی کرنے والی آیتوں اور حق و باطل کے درمیان فرق کر دینے والی باتوں پر مشتمل

ہے۔ یہ مہینہ دیکھنا جسے نصیب ہو تو وہ ضرور اس کے روزے رکھے البتہ جو بیمار یا مسافر روزہ نہ رکھے تو وہ دوسرے دنوں میں قضا

کرلے۔ اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے، دشواری نہیں چاہتا۔ قضا روزے رکھنے کی آسانی اس لئے ہے تاکہ تم روزوں کی تعداد (29 یا

30 دن) پوری کرلو اور تعداد پوری ہوتے وقت تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے اپنے دین کے طریقوں کی طرف تمہاری

رہنمائی کی اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اہم باتیں: (1) بیت العزت سے وقتاً فوقتاً حکمت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے حکم سے

جبریل امین علیہ السلام قرآن لاتے رہے اور یہ نزول 23 سال کے عرصہ میں پورا ہوا۔ (2) رمضان واحد مہینہ ہے جس کا نام قرآن پاک

میں مذکور ہوا۔ (3) قرآن مجید سے نسبت سے ماہ رمضان کو عظمت و شرافت ملی۔ یونہی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت اور

معراج سے نسبت رکھنے والے دنوں کو بھی عظمت و شرافت مل گئی۔

آیت 186 شانِ نزول: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے جذبۂ عشقِ الٰہی میں سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دریافت کیا:

ہمارا رب کہاں ہے؟ اس پر فرمایا گیا: اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم! جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو

انہیں بتادیں کہ میں اپنی شان کے لائق اور اپنے علم و قدرت سے ان کے قریب ہوں۔ جب کوئی مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا

قبول کرتا ہوں، انہیں چاہئے کہ میرا حکم مانیں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں تاکہ وہ دین و دنیا کی بھلائیوں کی طرف ہدایت پائیں۔

اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ مکان و جگہ سے پاک ہے، اس کا قرب اس کی شان کے لائق ہے اور وہ اپنے علم و قدرت سے ہمارے قریب

ہے۔ (2) دعا کا معنی ہے اپنی حاجت پیش کرنا اور قبولیت کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعا پر لَبَّیْكَ عَبْدِیْ فرماتا ہے۔

وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ

وہ مجھ سے دعا کرے تو انہیں چاہئے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں ○ تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں

اِلٰى نِسَآىٕكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ

اپنی عورتوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا، وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں کو خیانت

اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَیْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَ ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠

میں ڈالتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمادیا تو اب ان سے ہم بستری کرلو اور جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہوا ہے

وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى یَتَبَیَّنَ لَكُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠ ثُمَّ

اسے طلب کرو اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے فجر سے سفیدی (صبح) کا ڈورا سیاہی (رات) کے ڈورے سے ممتاز ہو جائے پھر

آیت 187 ﴿ **شانِ نزول:** شروعِ اسلام میں افطار کے بعد کھانا پینا، جماع کرنا نمازِ عشا تک حلال تھا، وقتِ عشا شروع ہونے اور سونے کے بعد یہ چیزیں حرام ہو جاتی تھیں اگرچہ ابھی وقتِ عشا شروع نہ ہوا ہو۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رمضان کی راتوں میں ہم بستری کا فعل سرزد ہوا، اس پر وہ نادم ہوئے اور بارگاہِ رسالت میں صورتِ حال عرض کی، نیز حضرت صرمہ بن قیس رضی اللہ عنہ حالت روزہ میں دن بھر کام کاج کر کے گھر آئے، تھکاوٹ کے باعث کھانا پکنے کے انتظار میں ہی آنکھ لگ گئی، چونکہ اب کھانا پینا منع ہو گیا تھا لہٰذا اسی حالت میں دوسرے دن کا روزہ رکھ لیا اور کمزوری کے باعث دوپہر کے وقت بیہوش ہو گئے۔ اس کے بعد یہ آیت اتری اور پہلا حکم منسوخ کر دیا اور کئی رخصتیں اور احکام عطا فرمائے۔ پہلی رخصت یہ کہ اب تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں مغرب سے صبح صادق تک اپنی بیویوں سے صحبت کرنا حلال کر دیا گیا، وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم نے رمضان کی رات میں بیویوں سے صحبت کر کے اپنی جانوں کو خیانت میں ڈال لیا تھا، لیکن اب تم نے جو توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کر کے تمہیں معاف فرما دیا ہے، تو اب ان سے صحبت کرنا تمہارے لیے حلال ہے اور لوحِ محفوظ میں جو اولاد وغیرہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نصیب میں لکھی ہوئی ہے اسے طلب کرو۔ دوسری رخصت یہ ہے کہ دن کی روشنی رات کی سیاہی سے جدا ہونے یعنی صبح صادق تک جب چاہو کھاؤ پیو۔ اور روزے کا حکم یہ ہے کہ صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک روزوں کو پورا کرو۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ جب تم مسجدوں میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھے ہو تو اپنی بیویوں سے صحبت نہ کرو۔ یہ روزے اور اعتکاف کے بارے میں ذکر کیے گئے احکام اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں تو ان ممنوعات کے پاس نہ جاؤ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ احکام بیان فرمائے یونہی وہ لوگوں کے لئے اپنی آیتیں کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ وہ اس کی منع کردہ چیزوں سے بچ کر عذاب سے نجات پا جائیں۔ **اہم باتیں:** (1) شوہر اور بیوی کا ایک دوسرے کے لئے لباس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لباس کی طرح دونوں ایک دوسرے کے لیے سکون کا ذریعہ ہیں یا یہ مطلب ہے کہ دونوں ایک دوسرے کا حال چھپا لیتے ہیں اور گناہوں، بے حیائی کے کاموں اور بدکاری میں پڑنے سے ایک دوسرے کو

اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ

رات آنے تک روزوں کو پورا کرو اور عورتوں سے ہم بستری نہ کرو جبکہ تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو

حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ

اللہ کی حدیں ہیں تو ان کے پاس نہ جاؤ۔ اللہ یونہی لوگوں کے لئے اپنی آیات کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار ہو جائیں

وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ

اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ

ناجائز طور پر جان بوجھ کر کھالو۔ تم سے نئے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ تم فرمادو، یہ لوگوں اور

لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ ؕ وَ لَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى

حج کے لئے وقت کی علامتیں ہیں اور یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم گھروں میں پچھلی دیوار توڑ کر آؤ، ہاں اصل نیک تو پرہیزگار ہوتا

روک لیتے ہیں۔ (2) خیانت امانت کی ضد ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو احکام دیئے وہ انہیں پورا کرنے پر امین ہیں اور تنہائی میں جو حکم کی خلاف ورزی ہوئی تو یہ اپنی جان کو خیانت میں ڈالنا ہے۔ (3) مرد کا اعتکاف شرعی مسجد میں ہی ہوگا جبکہ عورت مسجدِ بیت یعنی اپنے گھر میں نماز کے لیے مقرر کردہ جگہ میں اعتکاف کر سکتی ہے، اسے مسجد میں اعتکاف کی اجازت نہیں۔

آیت 188 یہاں باطل طور پر کسی کا مال کھانے سے منع کیا جارہا ہے کہ کسی بھی حرام ذریعے جیسے چوری اور غصب وغیرہ سے حاصل کر کے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ اور نہ اس لئے کسی کا مقدمہ حکام تک لے جاؤ تاکہ ان سے فیصلہ کروا کر لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر جان بوجھ کر کھالو۔ اہم بات: کسی کا مال ناحق کھانا خواہ لوٹ کر ہو یا چھین کر، چوری سے یا جوئے سے یا حرام تماشوں یا حرام کاموں یا حرام چیزوں کے بدلے یا رشوت یا جھوٹی گواہی سے یہ سب ممنوع و حرام ہے۔ اسی طرح ناجائز فائدے کے لیے کسی پر مقدمہ بنا کر اسے حکام تک لے جانا، نیز جھوٹی وکالت، جھوٹے مقدمہ کی پیروی و کوشش کی اجرت لینا حرام ہے۔

آیت 189 اس آیت میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں: (1) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے صحابی نے بارگاہِ رسالت میں چاند کے گھٹنے بڑھنے سے متعلق سوال کیا تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے چاند کے گھٹنے بڑھنے کے سبب کی بجائے اس کے فوائد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: چاند کا گھٹنا بڑھنا لوگوں اور حج کے لئے وقت کی علامتیں ہیں، اور آدمیوں کے ہزارہا دینی و دنیوی کام اس سے متعلق ہیں کیونکہ چاند کے باریک اور پورا روشن ہونے اور چھپ جانے سے مہینے کی ابتدا، درمیان اور انتہا کا علم ہو جاتا ہے اور پھر مہینوں سے سال کا حساب ہوتا ہے۔ (2) زمانہ جاہلیت میں حج کا احرام باندھنے کے بعد اگر کسی کو اپنے مکان میں داخل ہونے کی ضرورت ہوتی تو نیکی سمجھتے ہوئے پچھلی دیوار توڑ کر آتا، اس پر ارشاد فرمایا: یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم اپنے گھروں میں پچھلی دیوار توڑ کر آؤ

وَ اْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾ وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ○ اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑو

الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ

جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو، بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا○ اور (دورانِ جہاد) کافروں کو جہاں پاؤ

ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ

قتل کرو اور انہیں وہاں سے نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا اور فتنہ قتل سے زیادہ شدید ہوتا ہے

وَ لَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ

اور مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک وہ تم سے وہاں نہ لڑیں اور اگر وہ تم سے لڑیں

بلکہ اصل نیکی تقویٰ و پرہیزگاری ہے، تم گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور اس امید پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ تمہیں فلاح و کامیابی مل جائے۔ اہم باتیں: (1) بہت سے احکام میں چاند کا حساب رکھنا ضروری ہے جیسے بالغ ہونے کی عمر کے اعتبار سے، یونہی روزہ، عیدین، حج کے مہینوں اور دنوں کے بارے میں اور زکوۃ میں جو سال گزرنے کا اعتبار ہے وہ بھی چاند کے حساب سے ہے۔ (2) بغیر دلیلِ شرعی کسی چیز کو ناجائز سمجھنا جہلا کا کام ہے، بلکہ اہلِ علم سے پوچھنا اور سیکھنا چاہیے۔

آیت 190 شانِ نزول: سن 6 ہجری کو مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عمرہ کرنے سے روکا اور اس بات پر صلح ہوئی کہ آئندہ سال مسلمان عمرہ کے لئے آئیں گے اور تین روز کے لئے مکہ مکرمہ خالی کر دیا جائے گا چنانچہ اگلے سال 7 ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم 1400 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ قضا کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ اگر کفار نے عہد شکنی کرتے ہوئے حرم مکہ اور حرمت والے مہینے ذوالقعدہ میں ہی مسلمانوں سے جنگ کی تو ان سے جنگ کرنا بڑا مشکل ہوگا کیونکہ ابتدائے اسلام میں حرم اور حرمت والے مہینوں میں جنگ جائز نہ تھی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اجازت دی گئی کہ اے مسلمانو! ان کفار سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں البتہ ان کے خلاف جنگ کی ابتداء کر کے حد سے نہ بڑھو کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

آیت 191 اوپر بیان کیے گئے سیاق و سباق میں یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ کفار نے تمہیں مکہ سے بے دخل کیا تھا اور اب بھی آمادۂ جنگ ہیں لہٰذا تمہیں بھی دورانِ جہاد ان سے لڑنے، میدانِ جنگ میں جہاں ملیں وہیں قتل کرنے اور مکہ مکرمہ سے نکالنے کی اجازت ہے جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا۔ انہیں قتل کرنے کا حکم ان کے جرم سے زیادہ بڑا نہیں کیونکہ یہ لوگ شرک کر کے اور مسلمانوں کو مکہ مکرمہ سے نکال کر فتنہ برپا کرنے والے ہیں اور فتنہ قتل سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔ مسجد حرام کے پاس یعنی حرم کی حدود میں ان سے نہ لڑو کیونکہ یہ حرم کی حرمت کے خلاف ہے، ہاں اگر وہ مسلمانوں سے جنگ کی ابتداء کر دیں تو انہیں جواب دینے کے لیے وہاں

فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

تو انہیں قتل کرو۔ کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو بیشک اللہ بخشنے والا، مہربان

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ

اور ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور عبادت اللہ کے لئے ہوجائے پھر اگر وہ باز آجائیں تو صرف ظالموں

عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى

پر سختی کی سزا باقی رہ جاتی ہے۔ ادب والے مہینے کے بدلے ادب والا مہینہ ہے اور تمام ادب والی چیزوں کا بدلہ ہے۔ تو جو تم پر زیادتی

عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

کرے اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ

مع

مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۳﴾ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَاَحْسِنُوْا

ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی

لڑنے کی اجازت ہے، یہ قتل و اخراج ہی کافروں کی سزا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) مسجد حرام کے ارد گرد کئی کلومیٹر کا علاقہ حرم کہلاتا ہے۔ (2) آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ امن ہو یا جنگ، ہر حال میں کافروں کو قتل کرنے میں لگے رہو بلکہ صرف دورانِ جہاد قتل کرنے کا حکم ہے۔

آیت 192 ارشاد فرمایا کہ پھر اگر وہ لوگ کفر سے باز آجائیں اور اسلام قبول کرلیں تو بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے، وہ اپنے فضل سے انہیں معاف فرمادے گا۔

آیت 193 کفارِ عرب کے متعلق فرمایا گیا کہ ان سے لڑتے رہو حتی کہ ان کا فتنہ یعنی شرک ختم ہو جائے، ان کا دین بھی "دینِ اسلام" ہو جائے اور سرزمینِ عرب پر صرف ایک اللہ کی عبادت ہو لہٰذا اگر وہ کفر و شرک سے باز آجائیں تو ان سے نہ لڑو کیونکہ صرف ظالموں پر سختی کی سزا ہے اور اب یہ ظالم نہیں رہے۔

آیت 194 چار مہینے حرمت والے ہیں: رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم۔ ان مہینوں میں جنگ کی اجازت کے متعلق فرمایا کہ یہ جنگ کی اجازت اللہ تعالیٰ نے کفار کی طرف سے حرمت پامال کرنے کی وجہ سے دی ہے، لہٰذا یہ لڑائی ان مہینوں کی بے حرمتی نہیں بلکہ کفار سے بے حرمتی کا بدلہ لینا ہے کیونکہ انہوں نے فتنہ و فساد کر کے اس کی بے ادبی کی ہے۔ لیکن بدلہ لینے میں جس نے جتنی زیادتی تم پر کی تم اس سے اتنا ہی بدلہ لو، اس سے زائد کی اجازت نہیں، لہٰذا بدلہ لینے میں تقویٰ و خوفِ خدا کو پیشِ نظر رکھو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور معیت اسی کو نصیب ہو گی جو ہر حال میں تقویٰ اختیار کرنے والا ہے۔

آیت 195 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی جہاد، رشتے داروں سے حسنِ سلوک، کمزور و غریب لوگوں کی مدد وغیرہ اطاعت و رضائے الٰہی کے کاموں میں جان و مال خرچ کرو، فضول خرچی کر کے یا راہِ خدا میں خرچ اور جہاد چھوڑ کر اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٩٥﴾ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ

بیشک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے○ اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو پھر اگر تمہیں (مکہ سے) روک دیا جائے تو (حرم میں) قربانی

مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ

کا جانور بھیجو جو میسر آئے اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ جائے پھر جو تم میں

مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ

بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے تو روزے یا خیرات یا قربانی کا فدیہ دے پھر جب

اَمِنْتُمْ ۗ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ

تم اطمینان سے ہو تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے اس پر قربانی لازم ہے جیسی میسر ہو پھر جو (قربانی کی قدرت) نہ پائے

فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ

تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات روزے (اس وقت رکھو) جب تم اپنے گھر لوٹ کر جاؤ، یہ مکمل دس ہیں۔ یہ حکم

لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

اس کے لئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ

نہ ڈالو اور نیکی کو اپنا شیوہ بناؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ یقیناً نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ اہم بات: خود کو ہلاکت میں ڈالنا حرام ہے خواہ خودکشی کے ذریعے ہو یا بغیر مہارت کے خطرناک کام کرنے کے ذریعے ہو یا کسی اور طریقے سے۔

آیت 196 احکام جہاد کے بعد یہاں سے حج و عمرہ کے چند احکام بیان کیے جا رہے ہیں: (1) حج و عمرہ دونوں کو ان کے فرائض و شرائط کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے بغیر سستی اور کوتاہی کے مکمل کرو۔ (2) اگر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لینے کے بعد ان کی ادائیگی میں تمہیں کوئی رکاوٹ پیش آجائے جیسے دشمن کا خوف ہو یا مرض لاحق ہو جائے تو ایسی حالت میں تم احرام سے باہر آجاؤ البتہ حدودِ حرم میں قربانی کا جانور اونٹ یا گائے یا بکری، جو میسر ہو اسے ذبح کروانا تم پر واجب ہے اور جب تک قربانی کا جانور ذبح نہ ہو جائے تب تک تم سر نہ منڈواؤ۔ (3) جسے بیماری یا سر میں زخم وغیرہ کسی تکلیف کی بنا پر قربانی سے پہلے سر منڈانا پڑ جائے وہ گنہگار تو نہ ہو گا مگر فدیے کے طور پر 3 روزے رکھے یا 6 مسکینوں کو ایک ایک صدقہ دیدے یا انہیں دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے یا قربانی کرے۔ (4) جب تمہیں دشمن اور مرض سے امن ہو تو جو شخص ایک ہی سفر میں حج تمتع یا قران والا حج کرے یعنی پہلے عمرہ پھر حج کرے تو اس پر بطور شکرانہ قربانی لازم ہے جیسی میسر ہو اور اگر اسے قربانی کی طاقت نہ ہو تو وہ 10 روزے رکھے، ان میں سے 3 روزے احرام باندھنے کے بعد 2 شوال سے 9 ذوالحجہ تک اور 7 روزے 13 ذوالحجہ کے بعد رکھے۔ (5) حج تمتع یا قران کا جائز ہونا صرف آفاقی یعنی میقات سے باہر

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ

شدید عذاب دینے والا ہے○ حج چند معلوم مہینے ہیں توجو ان میں حج کی نیت کرے تو حج میں نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ

وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ

کوئی گناہ ہو اور نہ کسی سے جھگڑا ہو اور تم جو بھلائی کرو اللہ اسے جانتا ہے اور زادِ راہ ساتھ لے

خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا

سب سے بہتر زادِ راہ یقیناً پرہیزگاری ہے اور اے عقل والو! مجھ سے ڈرتے رہو○ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ

تلاش کرو، تو جب تم عرفات سے واپس لوٹو تو مشعر حرام کے پاس اللہ کو یاد

والوں کے لئے ہے۔ اہم باتیں: (1) احرام باندھ کر 9 ذوالحجہ کو عرفات میں ٹھہرنے اور کعبہ معظمہ کے طواف کا نام حج ہے۔ اس کے
خاص وقت مقرر ہے جس میں یہ افعال کئے جائیں تو حج ہے۔ (2) حج 9 ہجری کو فرض ہوا، اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔

آیت 197 حج کے چند مزید احکام و آداب بیان کئے جارہے ہیں: (1) حج کے چند مشہور و معروف مہینے ہیں، ان مہینوں سے مر
شوال، ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔ (2) جو شخص احرام باندھ کر یا ہدی کا جانور چلا کر حج اپنے اوپر لازم کرلے، اس پر
چیزیں لازم ہیں: (۱) رفث یعنی ہم بستری کرنے یا عورتوں کے سامنے اس کا ذکر یا فحش کلام کرنے سے بچنا۔ (۲) فسوق یعنی گناہ اور
کے کام سے بچنا۔ (۳) جدال یعنی اپنے ہم سفروں یا خادموں سے یا غیروں کے ساتھ جھگڑنے سے بچنا۔ گناہ کے کام اور لڑائی جھگڑ
جگہ ہی ممنوع ہے لیکن حج کی عظمت کی وجہ سے ان سے بچنے کی بطورِ خاص تاکید کی ہے۔ (3) بعض یمنی لوگ حج کے لیے سامان
کے بغیر روانہ ہوتے اور خود کو متوکل یعنی "توکل کرنے والا" کہتے، لیکن مکہ مکرمہ جاکر بھیک مانگتے اور کبھی چوری وغیرہ کرلیتے
کے متعلق یہ آیت اتری کہ سفر کا سامان لے کر چلو اور دوسروں پر بوجھ نہ بنو کہ یہ توکل اور تقویٰ کے خلاف ہیں اور تقویٰ بہتر
زادِ راہ ہے۔ نیز یہ بھی سمجھادیا گیا کہ جس طرح دنیوی سفر کے لیے سامانِ سفر ضروری ہے ایسے ہی سفر آخرت کے لیے پرہیزگاری
سامان لازم ہے۔ (4) فرمایا کہ اے عقل والو! مجھ سے ڈرتے رہو۔ عقل کا تقاضا خوفِ الٰہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرے اس کی
عقل کی کمی ہے۔

آیت 198 شانِ نزول: بعض مسلمانوں کا خیال تھا کہ راہِ حج میں جس نے تجارت کی یا اونٹ کرائے پر دیا اس کا حج ضائع ہوگیا،
میں بتایا گیا کہ دورانِ حج تجارت کرکے اپنے رب کا فضل یعنی رزق تلاش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ مزید یہ حکم ہے کہ جب
عرفات سے واپس لوٹو تو مزدلفہ میں مشعرِ حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اے لوگو! تم ذکر و عبادت کا طریقہ نہ جانتے تھے
نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے تمہیں طریقے سکھائے لہٰذا اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اہم باتیں: (1)

وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ اَفِيْضُوْا

اور اس کا ذکر کرو کیونکہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اگرچہ اس سے پہلے تم یقیناً بھٹکے ہوئے تھے۔ پھر (اے قریشیو!) تم بھی وہیں سے پلٹو

مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمْ

جہاں سے دوسرے لوگ پلٹتے ہیں اور اللہ سے مغفرت طلب کرو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ پھر جب اپنے حج کے کام

مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ

پورے کرلو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ (ذکر کرو) اور کوئی آدمی یوں کہتا ہے کہ

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دیدے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔ اور کوئی یوں کہتا ہے کہ اے ہمارے رب!

تک تجارت سے افعالِ حج کی ادائیگی میں فرق نہ آئے اس وقت تک تجارت کی اجازت ہے۔ (2) عرفات حج میں وقوف یعنی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ (3) مشعر حرام مزدلفہ میں وہ جگہ ہے جہاں امام حج وقوف مزدلفہ کرتا ہے۔ (4) مزدلفہ میں وقوف کے دوران تلبیہ، کلمہ، تکبیر اور ثنا و دعا وغیرہ میں مشغول رہنا چاہئے۔ مسائل: (1) حاجی کے لئے 9 ذوالحجہ کے زوال آفتاب سے لے کر 10 ذوالحجہ کی صبح صادق سے پہلے تک کم از کم ایک لمحے کے لئے عرفات میں وقوف فرض ہے۔ (2) مزدلفہ میں رات گزارنا سنت ہے اور نمازِ فجر کے پورے وقت کے دوران کم از کم ایک لمحے کے لئے وہاں ٹھہرنا واجب ہے۔

آیت 199 قبیلہ قریش کے لوگ مزدلفہ میں ٹھہرے رہتے اور عرفات نہ جاتے۔ جب دوسرے لوگ عرفات سے پلٹتے تو یہ مزدلفہ سے پلٹتے اور اس میں اپنی بڑائی سمجھتے۔ اس آیت میں انہیں حکم دیا گیا کہ وہ بھی سب کے ساتھ عرفات میں وقوف کرکے لوٹیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کریں۔

آیت 200 زمانہ جاہلیت میں اہل عرب حج کے بعد کعبہ کے قریب اپنے باپ دادا کے فضائل بیان کرتے تھے۔ دینِ اسلام میں بتایا گیا کہ یہ شہرت کی بیکار باتیں ہیں، تم جب اپنے حج کے ارکان وغیرہ پورے کرلو تو پہلے جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ اللہ کا ذکر کرو۔ اس کے بعد آخرت پر ایمان نہ رکھنے والے کی دعا کا ذکر ہے کہ وہ صرف دنیا مانگتا ہے اور یوں کہتا ہے: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دیدے، اس کے متعلق فرمایا کہ آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

آیت 201 اس آیت میں مذکور دعا بہت جامع دعا ہے اور تھوڑے الفاظ میں دین و دنیا کی تمام بھلائیاں اس میں مانگی گئی ہیں۔ دنیا کی بھلائی میں ہر اچھی اور مفید چیز داخل ہے خواہ کفایت کرنے والا رزق حلال ہو یا اچھا گھر یا اچھی بیوی یا اچھی سواری یا اچھا پڑوس وغیرہ اور آخرت کی بھلائی سے مراد جنت ہے۔

اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓىٕكَ

ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آخرت میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ ان لوگوں کے

لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَ اللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ

لئے ان کے کمائے ہوئے اعمال سے حصہ ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔ اور گنتی کے دنوں میں اللہ کا ذکر کرو

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ ۚ وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَ اتَّقُوا

تو جو جلدی کرکے دو دن میں (منیٰ سے) چلا جائے اس پر کچھ گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے تو اس پر (بھی) کوئی گناہ نہیں۔ (یہ بشارت) پرہیزگار کے

اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِی الْحَیٰوةِ

لئے ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔ اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں اس کی

آیت 202 ﴾ فرمایا کہ دنیا کے علاوہ آخرت بھی مانگنے والے چونکہ مومن ہیں اس لئے انہیں ان کی کمائیوں سے حصہ یعنی اعمال کا ثواب ملے گا اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ جب حساب فرماتا ہے تو اس میں کوئی دیر نہیں لگتی۔

آیت 203 ﴾ اس آیت میں حج کے متعلق احکام دیئے گئے: (1) گنتی کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ گنتی کے دنوں سے مراد ایامِ تشریق ہیں اور ذکر اللہ سے نمازوں کے بعد اور جمرات کی رمی کے وقت تکبیر کہنا مراد ہے اور اس حکم سے مراد یہ ہے کہ منیٰ میں قیام کے دوران اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہو۔ (2) جو جلدی کرکے 10 ذوالحجہ کے بعد دو دن میں یعنی بارہ ذوالحجہ کو منیٰ سے چلا جائے اس پر کچھ گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ 10، 11، 12 اور 13 ذوالحج، ان چار دنوں میں منیٰ میں جمرات پر رمی کی جاتی ہے۔ 10 تاریخ کو صرف ایک جمرہ کی اور بقیہ تاریخوں میں تینوں جمرات کی۔ 13 تاریخ کو بھی رمی ہوتی ہے لیکن اگر کوئی شخص 12 تاریخ کی رمی کرکے منیٰ سے واپس آجائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اگرچہ 13 کو رمی کرکے واپس آنا افضل ہے۔ (3) فرمایا کہ تم تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم اپنی قبروں سے اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔ آخرت کی یہ فکر تقویٰ کے حصول کا بنیادی ذریعہ ہے۔

آیت 204 ﴾ شانِ نزول: اخنس بن شریک منافق بارگاہِ رسالت میں بڑی میٹھی باتیں کرتا، اپنے اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت ہونے پر قسمیں کھاتا، لیکن درپردہ فساد انگیزی میں مصروف رہتا تھا، یہاں تک کہ ایک بار اس نے مسلمانوں کے مویشی ہلاک کردیئے اور ان کی کھیتیاں جلادیں۔ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا: لوگوں میں سے کوئی وہ ہے کہ ظاہری طور پر اچھی باتیں کرتا اور دل میں اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت ہونے پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا اور قسمیں کھاتا ہے حالانکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ سب سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے۔ درس: آج کل بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو بڑی عاجزی اور نرمی والی باتیں کرتے ہیں لیکن درپردہ دین کے مسائل، یا خاندانوں میں فساد پھیلانے اور ہلاکت و بربادی کا ذریعہ

الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝٢٠٤ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ

تمہیں بہت اچھی لگتی ہے اور وہ اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے ○ اور جب پیٹھ پھیر کر جاتا

لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝٢٠٥ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ

ہے تو کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد پھیلائے اور کھیت اور مویشی ہلاک کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا ○ اور جب اس سے کہا جائے کہ

اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝٢٠٦ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ

اللہ سے ڈرو تو اسے ضد مزید گناہ پر ابھارتی ہے تو ایسے کو جہنم کافی ہے اور وہ ضرور بہت برا ٹھکانا ہے ○ اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کی رضا

نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ۝٢٠٧ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا

تلاش کرنے کے لئے اپنی جان بیچ دیتا ہے اور اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے ○ اے ایمان والو! اسلام میں

ہیں اور یہ منافق کی نشانی ہے۔

آیت 205 فرمایا کہ جب وہ منافق پیٹھ پھیر کر جاتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ رشتہ داریاں توڑ کر اور مسلمانوں کا خون بہا کر زمین میں فساد پھیلائے اور کھیت اور مویشی ہلاک کرے۔ فساد پھیلانا حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کو فساد ہرگز پسند نہیں۔

آیت 206 یہاں منافق کی ایک اور خرابی بیان ہو رہی ہے کہ جب اسے کہا جائے "فتنہ وفساد پھیلانے اور مسلمانوں کے اموال ہلاک کرنے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو" تو ضد اور ہٹ دھرمی اسے مزید گناہ کرنے پر ابھارتی ہے، تو ایسے آدمی کی سزا کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

آیت 207 شانِ نزول: حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے لئے چلے تو مشرکین قریش کی ایک جماعت نے آپ کا تعاقب کیا، پھر آپ نے اس شرط پر انہیں مکہ میں مدفون اپنے مال کا پتا بتادیا کہ وہ آپ کا راستہ نہ روکیں۔ جب آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرنے کے لئے اطاعتِ الٰہی میں اپنی جان بیچ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑا مہربان ہے کہ اس نے بندوں کو اپنی رضا والے کاموں کی ہدایت فرمائی۔

آیت 208 شانِ نزول: حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ایمان لانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے کچھ احکام پر قائم رہے کہ اونٹ کے گوشت اور دودھ نیز بروز ہفتہ شکار کرنے سے پرہیز کرتے اور یہ خیال کرتے کہ اسلام میں یہ چیزیں مباح ہیں جبکہ تورات میں ان سے بچنا ضروری قرار دیا گیا ہے لہٰذا اجتناب کرنے سے اسلام کی مخالفت بھی نہیں ہوتی اور تورات پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔ اس پر یہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ یعنی مکمل طور پر اسلامی احکام کی اتباع کرو، اور شیطان کے وساوس پر نہ چلو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اہم بات: مسلمان کا دوسرے دینوں کی رعایت کرنا شیطانی

فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۲۰۸ فَاِنْ زَ

پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ○ اور اگر تم اپنے پاس روشن

مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۲۰۹ هَلْ يَنْظُرُوْنَ

آجانے کے بعد بھی لغزش کھاؤ تو جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے ○ لوگ تو اسی چیز کا انتظار کر رہے

اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْ

بادلوں کے سایوں میں ان کے پاس اللہ کا عذاب اور فرشتے آجائیں اور فیصلہ کر دیا جائے اور اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹائے جاتے

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ ؕ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ

بنی اسرائیل سے پوچھو کہ ہم نے انہیں کتنی روشن نشانیاں دیں اور جو اللہ کی نعمت کو اپنے پاس آنے کے بعد بدل

دھوکے میں آنا ہے۔ اونٹ کا گوشت کھانا اسلام میں فرض نہیں مگر یہودیت کی رعایت کرتے ہوئے نہ کھانا، اسی طرح کافر راضی کرنے کے لئے گائے کی قربانی یا اذان بند کرنا یا آہستہ آواز سے اذان دینا اسی میں داخل اور بڑے سخت جرم ہیں۔ درس: مسلم کو چاہئے کہ سیرت وصورت، عبادات ومعاملات، ہر بات میں صرف دین اسلام کا لحاظ کرے، داڑھی منڈوانا، کفار ومشرکین کا لباس پہننا، اپنی معاشرت بے دینوں جیسی کرنا سب ایمانی کمزوری کی علامت ہے۔

آیت 209 فرمایا کہ اگر تم اپنے پاس واضح دلائل آجانے کے بعد بھی اسلام میں پورے پورے داخل ہونے سے دور رہو اور اسلام کے خلاف روش اختیار کرو تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے، اسے کوئی چیز تمہیں عذاب دینے سے روک نہیں سکتی اور وہ حکمت والا ہے تو اس کا عذاب دینا خلافِ حق نہیں۔

آیت 210 فرمایا کہ دین اسلام چھوڑنے والے اور شیطان کے فرمانبردار اسی چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ بادلوں کے سایوں میں ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا عذاب اور عذاب کے فرشتے اتر آئیں اور ان کا قصہ تمام کر دیا جائے۔ فرشتوں یا عذاب کے آنے، مخلوق کے حساب لینے کے سب معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

آیت 211 فرمایا کہ بنی اسرائیل سے پوچھو کہ ہم نے ان کے آباؤ اجداد کو معجزات اور کتابوں کی صورت میں کتنی روشن نشانیاں دی تھیں لیکن انہوں نے احکامِ الٰہی چھپا کر اور بدل کر نعمت کو ناشکری میں بدل دیا اور جو ایسا کرے اللہ تعالیٰ اسے سخت سزا دینے والا ہے۔ آیت میں اللہ کی نعمت سے مراد آیاتِ الٰہیہ ہیں، انہی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت وصفت اور نبوت ورسالت والی آیات ہیں اور یہود ونصاریٰ کا اپنی کتابوں میں تحریف کرنا "اللہ کی نعمت کو تبدیل کرنا" ہے۔

مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ

تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی کو خوشنما بنادیا گیا اور وہ مسلمانوں پر

مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ

ہنستے ہیں اور (اللہ سے) ڈرنے والے قیامت کے دن ان کافروں سے اوپر ہوں گے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب

بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۪

رزق عطا فرماتا ہے۔ تمام لوگ ایک دین پر تھے تو اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے ہوئے اور ڈر سناتے ہوئے

وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ

اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان کے اختلافات میں فیصلہ کردے اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی

فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ

انہوں نے ہی اپنے باہمی بغض وحسد کی وجہ سے کتاب میں اختلاف کیا (یہ اختلاف) اس کے بعد (کیا) کہ ان کے پاس روشن احکام آچکے تھے تو اللہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ

نے ایمان والوں کو اپنے حکم سے اُس حق بات کی ہدایت دی جس میں لوگ جھگڑ رہے تھے اور اللہ جسے چاہتا ہے

آیت 212 فرمایا کہ کافروں کی نظر میں دنیوی زندگی کو آراستہ کردیا گیا۔ انہیں یہی زندگی پسند ہے، وہ اسی کی قدر کرتے اور اسی پر مرتے ہیں جبکہ غریب مسلمانوں کا مذاق اڑا کر ان کی تحقیر کرتے اور دولتِ دنیا کے غرور میں خود کو اونچا سمجھتے ہیں حالانکہ بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے یہ اہل ایمان کافروں سے اوپر ہوں گے اور مالِ دنیا پر کفار کا تکبر کرنا حماقت ہے کہ مال تو اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دنیا میں بے حساب عطا فرماتا ہے۔ اہم باتیں: (1) دنیا کی زندگی وہ ہے جو نفس کی خواہشات میں صَرف ہو اور جو توشۂ آخرت جمع کرنے میں خرچ ہو وہ بفضلہٖ تعالیٰ دینی زندگی ہے۔ (2) غریب مسلمانوں کا مذاق اڑانا یا کسی مومن کو ذلیل جاننا کافروں کا طریقہ ہے۔

آیت 213 حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت نوح علیہ السلام کے عہد تک سب لوگ ایک دین پر تھے، پھر ان میں اختلاف ہوا کہ بعض مومن اور بعض کافر ہو گئے۔ ان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، پھر ان کے بعد مزید انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے اور ان میں متعدد پیغمبروں پر اللہ تعالیٰ نے کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان اختلافی عقائد میں صحیح عقیدے کا فیصلہ فرمادے، لیکن صاف واضح احکام آجانے کے بعد بھی کتاب میں انہی لوگوں نے اختلاف ڈالا جنہیں وہ کتاب دی گئی تھی، یہ اختلاف کتاب میں تبدیلی، تحریف اور ایمان و کفر کی صورت میں تھا اور یہ نادانی سے نہ تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حق بات کی رہنمائی فرمادی اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی

إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٢١٣﴾ أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّ

سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ ۝ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر پہلے لوگوں

ذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُم ۖ مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ

جیسی حالت نہ آئی۔ انہیں سختی اور شدت پہنچی اور انہیں زور سے ہلا ڈالا گیا یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان

آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ﴿٢١٤﴾ يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ۖ قُلْ

والے کہہ اٹھے: اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن لو! بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔ ۝ آپ سے سوال کرتے ہیں کیا خرچ کریں؟ فرمائیے

مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۗ

جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافر کے لیے ہے

وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٢١٥﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۖ

اور تم جو بھلائی کرو بیشک اللہ اسے جانتا ہے۔ ۝ تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناگوار ہے

طرف ہدایت دیتا ہے۔

آیت 214 شانِ نزول: یہ آیت غزوۂ احزاب کے متعلق نازل ہوئی جہاں مسلمانوں کو سردی اور بھوک وغیرہ کی سخت تکلیفیں پہنچیں تو اس میں انہیں صبر کی تلقین کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ راہِ خدا میں تکالیف برداشت کرنا ہمیشہ سے خاصانِ خدا کا معمول رہا ہے۔ ابھی تمہیں پہلے لوگوں جیسی تکلیفیں پہنچی بھی نہیں ہیں۔ سابقہ امتوں کی تکالیف کی شدت تو ایسی ہوتی تھی کہ فرمانبردار مومن اور ان کے اوپر ان کے رسول بھی مدد طلب کرنے میں فریاد کرنے لگتے حالانکہ رسول اور ان کے اصحاب بڑے صابر ہوتے ہیں لیکن انتہائی مصیبت کے باوجود وہ لوگ اپنے دین پر قائم رہے اور کوئی مصیبت ان کا حال تبدیل نہ کر سکی۔ ان کی فریاد پر بارگاہِ الٰہی سے جواب ملا کہ سن لو بیشک اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔ اس جواب سے انہیں تسلی دی گئی اور یہی تسلی مسلمانوں کو دی گئی۔

آیت 215 شانِ نزول: حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی کہ کیا چیز اور کس جگہ خرچ کریں؟ تو فرمایا گیا کہ جس قسم کا اور جس قدر مال قلیل یا کثیر خرچ کرو اس میں ثواب ہے اور خرچ کرنے کی جگہیں یہ ہیں: والدین، رشتہ دار، یتیم، مسکین اور مسافر۔ اور تم جو بھلائی کرو بیشک اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے اور وہی تمہیں اس کی جزا دے گا۔ اہم بات: اس آیت میں صدقۂ نافلہ کا بیان ہے، ماں باپ کو زکوٰۃ و صدقاتِ واجبہ دینا جائز نہیں۔

آیت 216 فرمایا گیا کہ تم پر کفار کے خلاف جہاد کرنا فرض کر دیا گیا ہے، یہ اگرچہ اپنی مشقت اور سختی کی وجہ سے تمہیں طبعی طور پر ناگوار ہے اگرچہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شے تمہیں ناپسند ہو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو، یونہی کوئی بات تمہیں پسند ہو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو، اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے کہ تمہارے حق میں کیا بہتر ہے اور کیا نہیں۔ اہم بات: جہاد اس وقت

وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ

اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں ناپسند ہو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے حالانکہ وہ تمہارے حق

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢١٦﴾ ع يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ

میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ○ آپ سے ماہِ حرام میں جہاد کرنے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، تم فرماؤ: اس مہینے میں لڑنا

فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ

بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس پر ایمان نہ لانا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا

اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ

اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے اور فتنہ قتل سے بڑا جرم ہے اور وہ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان سے ہو سکے تو

عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ

تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے پھر کافر ہی مر جائے تو ان لوگوں کے تمام اعمال

فرض ہے جب اس کی شرائط پائی جائیں، اگر کافر مسلمانوں کے ملک پر حملہ کر دیں تو جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے ورنہ فرضِ کفایہ ہے۔ اس کی مزید تفصیل فقہی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

آیت 217 شانِ نزول: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سر کردگی میں مجاہدین کی ایک جماعت روانہ فرمائی جس نے مشرکین سے جہاد کیا۔ ان کا خیال تھا کہ لڑائی کا دن جمادی الاُخریٰ کا آخری دن ہے جبکہ حقیقت میں چاند 29 کو ہو گیا تھا اور اس دن رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ اس پر کفار نے مسلمانوں کو ملامت کی کہ تم نے ماہِ حرام میں جنگ کی ہے اور قید ہو کر آنے والے کفار قریش نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم! کفار آپ سے حرمت والے مہینے میں جہاد کے بارے میں سوال کر رہے ہیں، آپ ان سے فرما دیں کہ ماہِ حرام میں جنگ کرنا اگرچہ بہت بڑی بات ہے مگر کفر و شرک، لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مسلمانوں کو مسجد حرام میں نماز سے روکنا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ستانا یہاں تک کہ ہجرت پر مجبور کر دینا یہ ماہ حرام میں لڑائی سے بھی بڑھ کر ہیں۔ تمہارے یہ افعال مسلمانوں کے فعل سے زیادہ شدید ہیں کیونکہ کفر و ظلم کسی صورت جائز نہیں ہوتے جبکہ لڑائی بعض صورتوں میں جائز ہو جاتی ہے نیز مسلمانوں کا ماہِ حرام میں جنگ کرنا چاند کی تاریخ مشکوک ہونے کی بنا پر غلط فہمی سے تھا لیکن کفار کا کفر اور مسلمانوں کو ایذائیں دینا تو کوئی قابلِ شک فعل نہیں بلکہ وہ تو واضح طور پر ظلم و سرکشی تھا۔ مزید مسلمانوں کو خبر دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! کفار ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے اور وہ تمہیں مرتد کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے اور تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے، پھر کفر کی حالت میں ہی مر جائے تو ان لوگوں کے تمام اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہو گئے، دنیا میں اس طرح کہ شریعت حکومت اسلامیہ کو مرتد کے قتل

اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ الَّذِ

دنیا و آخرت میں برباد ہوگئے اور وہ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ بیشک وہ لوگ

اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰ

ایمان لائے اور وہ جنہوں نے اللہ کے لئے اپنے گھر بار چھوڑ دیے اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ رحمت الٰہی کے امیدوار

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَا

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ تم فرمادو: ان دونوں میں کبیرہ گناہ ہے اور لوگوں کے

لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ڛ قُلِ الْعَفْوَ ۭ كَذٰلِ

کچھ دنیوی منافع بھی ہیں اور ان کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ بڑا ہے۔ اور آپ سے سوال کرتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں؟ تم فرمادو:

کا حکم دیتی ہے، بیوی سے نکاح ختم اور آخرت میں اس طرح کہ انہیں نیک اعمال کا کوئی اجر و ثواب نہ ملے گا اور یہی لوگ جہنم والے ہیں
دیگر کفار کی طرح ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اہم باتیں: (1) حرمت والے مہینوں میں جنگ کی ممانعت سورۂ توبہ کی آیت نمبر 5 سے
منسوخ ہے۔ (2) فتنہ انگیزی قتل سے بڑھ کر جرم ہے۔ آیت میں تو فتنہ سے مراد کفر و شرک ہے لیکن اس سے ہٹ کر بھی فتنہ انگیزی
کوئی معمولی جرم نہیں ہے۔

آیت 218 شانِ نزول: حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں جو مجاہدین بھیجے گئے تھے، ان کے بارے میں بعض لوگوں
نے کہا: چونکہ انہیں خبر نہ تھی کہ یہ دن رجب کا ہے اس لئے اس دن جنگ کرنا گناہ تو نہ ہوا لیکن اس جہاد کا کچھ ثواب بھی نہ ملے گا۔ اس پر
یہ فرمایا گیا کہ جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور راہِ خدا میں جہاد کیا، انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت یعنی ثواب کا امیدوار رہنا چاہئے۔

آیت 219 اس آیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دو سوالات اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے جوابات کا ذکر ہے: (1) حضور
اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم! آپ ان سے
ارشاد فرمادیں: ان دونوں میں کبیرہ گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ دنیوی منافع بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ بڑا ہے۔
نفع تو یہی ہے کہ شراب سے کچھ فرحت و سرور اور اس کی خرید و فروخت سے کچھ تجارتی فائدہ حاصل ہوتا ہے جبکہ جوئے سے کچھ
مفت کا مال ہاتھ آ جاتا ہے لیکن ان دونوں کی وجہ سے ہونے والے گناہ اور فسادات بے شمار ہیں۔ (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے
صدقہ دینے کی رغبت دلائی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: کتنا مال راہِ خدا میں دیا جائے؟ اس پر فرمایا: ان سے فرمادیں: تمہاری
ضرورت کے بعد جو اضافی بچ جائے اسے راہِ خدا میں خرچ کر دو۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنی آیتیں وضاحت سے بیان فرماتا ہے
تاکہ تم غور و فکر کرو۔ اہم بات: ہر وہ معاملہ یا کھیل جس میں اپنا کل یا بعض مال چلے جانے کا اندیشہ ہو یا مزید مل جانے کی امید ہو
وہ "جوا" ہے چنانچہ شطرنج، تاش، کرکٹ وغیرہ ہار جیت کے کھیل جن پر بازی لگائی جائے سب جوئے میں داخل اور حرام ہیں۔

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْــٴَـلُوْنَكَ

بچے۔ اسی طرح اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو○ دنیا اور آخرت کے کاموں میں (غور وفکر کرلیا کرو) اور تم سے یتیموں کا

عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

مسئلہ پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ: ان کا بھلا کرنا بہتر ہے اور اگر ان کے ساتھ اپنا خرچ ملالو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ بگاڑنے والے کو

الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾ وَلَا تَنْكِحُوا

سنوارنے والے سے جدا خوب جانتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا۔ بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے○ اور مشرک عورتوں سے

الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا

نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بیشک مسلمان لونڈی مشرکہ عورت سے اچھی ہے اگرچہ وہ تمہیں پسند ہو اور (مسلمان عورتوں کو)

آیت 220 اس آیت کے پہلے حصے کا تعلق پچھلی آیت کے آخری حصے سے ہے اور معنی یہ ہوگا: تاکہ تم دنیا و آخرت کے معاملے میں غور وفکر کرو۔ یعنی جتنا تمہاری دنیوی ضرورت کے لیے کافی ہو وہ لے کر باقی سب مال اپنی آخرت کے نفع کے لیے خیرات کردو۔ **شانِ نزول:** جب یہ آیت "اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا" (النساء:10) نازل ہوئی کہ یتیموں کا مال کھانے والا اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرنے والا ہے، تو لوگوں نے یتیموں کا مال اور کھانا جدا کر دیا، اس میں کبھی ان کے کھانے سے کچھ بچ جاتا تو پڑا خراب ہو جاتا، یوں یتیموں کا نقصان ہونے لگا۔ یہ دیکھ کر حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یتیم کا سرپرست حفاظت کی نیت سے اس کا کھانا اپنے کھانے سے ملالے تو کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: یتیموں کے فائدے کے لئے ان کا خرچہ اپنے خرچے سے ملانا بہتر ہے، اگر ان کے ساتھ اپنا خرچہ ملالو تو وہ تمہارے بھائی ہیں یعنی تمہیں ملانے کا اختیار ہے لیکن یاد رکھو کہ یہ ملانا اچھی نیت سے ہے یا بری نیت سے یہ اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یتیموں کا مال ملانا حرام قرار دے کر تمہیں مشقت میں ڈال دیتا، وہ خدا غالب ہے اور وہ حکمت والا بھی ہے اسی لیے بندوں کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہیں ڈالتا۔ **اہم باتیں:** (1) "یتیم" وہ نابالغ بچہ یا بچی ہے جس کا باپ فوت ہو گیا ہو۔ (2) یتیم کے پاس مال ہو اور ولی کی پرورش میں ہو تو ولی اس کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر یا علیحدہ رکھ کر جس میں یتیم کی بہتری ہو اس طرح خرچ کر سکتا ہے لیکن ملانا خراب نیت سے نہ ہو۔

آیت 221 **شانِ نزول:** حضرت مرثد غنوی رضی اللہ عنہ کو ایک حسین و مالدار عورت نے نکاح کی پیشکش کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اجازت پر موقوف ہے۔ بعد میں پوچھنے پر یہ آیت نازل ہوئی کہ مشرکہ عورتیں جب تک ایمان نہ لے آئیں ان سے نکاح نہ کرو اور مسلمان باندی مشرکہ عورت سے بہتر ہے خواہ وہ مشرکہ آزاد ہو اور مال و خوبصورتی کی وجہ سے تمہیں اچھی معلوم ہوتی ہو نیز مسلمان عورتوں کو مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں، مسلمان غلام مشرک سے بہتر

الْمُشْرِكِیْنَ حَتّٰى یُؤْمِنُوْا ؕ وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُو

مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ مشرک تمہیں پسند

یَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَ اللّٰهُ یَدْعُوْۤا اِلَى الْجَنَّةِ وَ الْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَ یُبَیِّنُ اٰیٰتِهٖ

دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور اپنی آیتیں لوگوں کے لئے

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ۠ (۲۲۱) وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِ

بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ○ اور تم سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں تم فرماؤ: وہ ناپاکی ہے تو حیض کے دنوں میں

النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ ۙ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى یَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَیْ

عورتوں سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ جب تک پاک نہ ہو جائیں پھر جب خوب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس وہاں سے جاؤ جہاں سے

اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (۲۲۲)

تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے، بیشک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور خوب صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے

ہے اگرچہ مال و جمال کی وجہ سے وہ مشرک تمہیں اچھا معلوم ہوتا ہو۔ کفار و مشرکین تو تمہیں جہنم کی آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے حکم کے ذریعے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے اور تمہیں نصیحت فرمانے کے لئے تم پر اپنے احکام نازل فرماتا ہے۔ اہم بات: مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر سے جائز نہیں اور مسلمان مرد کا نکاح کسی مشرکہ عورت سے جائز نہیں۔ مغربی زندگی اور مخلوط تعلیم کی دیگر تباہیوں کے ساتھ مسلمان اور مشرکین کے درمیان شادیوں کا سلسلہ بھی جاری ہے حالانکہ یہ زندگی بھر کی بدکاری ہے اور قرآن نے بہت وضاحت سے اس سے منع کیا ہے۔

آیت 222 شانِ نزول: یہودیوں اور مجوسیوں کی طرح اہلِ عرب بھی حائضہ عورتوں کے ساتھ کھانا پینا، ایک مکان میں رہنا حتیٰ کہ انہیں دیکھنا اور ان سے بات کرنا تک گوارا نہ کرتے جبکہ عیسائی ان دنوں میں عورتوں سے ملاپ میں مبالغہ کرتے۔ مسلمانوں کے اس کے متعلق پوچھنے پر آیت نازل ہوئی اور انہیں اعتدال کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا گیا: حیض ناپاکی ہے، لہٰذا ان دنوں میں عورتوں سے الگ رہو یہاں تک کہ جب وہ ایام حیض ختم ہونے کے بعد غسل کر کے خوب پاک ہو جائیں تو اب ان کے پاس جانے کی اجازت ہے اور جہاں سے جانے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے یعنی اگلے مقام سے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا اور خوب صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ اہم باتیں: (1) حالتِ حیض میں عورتوں سے ہمبستری حرام اور اسے جائز جاننا کفر اور حرام جان کر کرنے والا سخت گنہگار اور اس پر توبہ فرض ہے۔ (2) ان دنوں میں ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک کے بدن سے لذت حاصل کرنا بھی منع ہے۔ (3) عورت کے پچھلے مقام میں جماع کرنا حرام ہے۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ

تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں تو اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ اور اپنے فائدے کا کام پہلے کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَ لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِكُمْ

اور جان رکھو کہ تم اس سے ملنے والے ہو اور اے حبیب! ایمان والوں کو بشارت دو○ اور اپنی قسموں کی وجہ سے اللہ کے نام کو احسان کرنے اور

اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ

پرہیزگاری اختیار کرنے اور لوگوں میں صلح کرانے میں آڑ نہ بنالو اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے○ اور اللہ ان قسموں میں تمہاری گرفت نہیں

آیت 223 فرمایا کہ تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتیاں ہیں جن سے تمہیں اولاد کا پھل ملتا ہے تو جس طرح کھیتی سے مقصود اناج اور غلے کا حصول ہے اسی طرح اپنی بیویوں سے ہم بستری میں صرف جسمانی لذت نہیں بلکہ انسانیت کی بقا اور حصول اولاد کا ارادہ کرو اور بیوی سے ہمبستری کا کوئی طریقہ خاص نہیں، لیٹ کر، بیٹھ کر، کھڑے کھڑے جس طرح چاہو ہمبستری جائز ہے البتہ شرط یہ ہے کہ صحبت اگلے مقام میں ہو کیونکہ یہی راستہ اولاد کا پھل حاصل کرنے کا ہے، اور اپنے فائدے کا کام جیسے اعمال صالحہ یا جماع سے قبل بِسْمِ اللہ پڑھنا وغیرہ پہلے کرلو اور اللہ تعالیٰ کے احکامات و ممنوعات میں اس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر تم اس سے ملنے والے ہو اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا اور اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ایمان والوں کو جنت کی بشارت دو۔

آیت 224 **شانِ نزول:** حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ اپنے بہنوئی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے نہ کلام کروں گا، نہ ان کے گھر جاؤں گا اور نہ مخالفین سے ان کی صلح کراؤں گا۔ جب اس کے متعلق ان سے کہا جاتا تو وہ کہتے کہ میں قسم کھا چکا ہوں اس لئے یہ کام نہیں کرسکتا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اپنی قسموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نام کو احسان کرنے، پرہیزگاری اختیار کرنے اور لوگوں میں صلح کرانے میں آڑ نہ بنالو، اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں کو سننے والا اور تمہاری نیتوں کو جاننے والا ہے۔ **اہم بات:** اگر کوئی کسی اچھے کام سے باز رہنے کی قسم کھالے تو قسم پوری نہ کرے بلکہ وہ اچھا کام کرلے پھر قسم کا کفارہ دے۔

آیت 225 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان قسموں میں تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا جو بے ارادہ زبان سے نکل جائیں، ہاں! ان قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا جن میں تمہارے دل قصداً جھوٹ بولنے کے مرتکب ہوئے اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بڑا حلم والا ہے کہ بے ارادہ زبان سے نکلی ہوئی قسموں پر گرفت نہیں فرماتا۔ **اہم بات:** قسم کی تین اقسام ہیں: **لغو** کہ کسی چیز کو صحیح جان کر قسم کھائی اور درحقیقت وہ اس کے خلاف ہو، یہ معاف ہے اور اس پر کفارہ نہیں۔ **غموس** کہ کسی گزری ہوئی چیز پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی، یہ حرام ہے۔ **منعقدہ** کہ کسی آیندہ چیز پر قسم کھائی، یہ قسم توڑنے پر بعض صورتوں میں گنہگار بھی ہے اور کفارہ بھی لازم ہوتا ہے۔

فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ

فرمائے گا جو بے ارادہ زبان سے نکل جائے ہاں اس پر گرفت فرماتا ہے جن کا تمہارے دلوں نے قصد کیا ہو اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا حلم والا ہے○

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَاۗءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

اور وہ جو اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا بیٹھیں ان کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے، پس اگر اس مدت میں وہ رجوع کرلیں تو اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۲۷ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ

مہربان ہے○ اور اگر وہ طلاق کا پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ سننے والا، جاننے والا ہے○ اور طلاق والی عورتیں اپنی جانوں

بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْۗءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ

کو تین حیض تک روکے رکھیں اور انہیں حلال نہیں کہ اس کو چھپائیں جو اللہ نے ان کے پیٹ میں پیدا کیا

اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا

اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہیں اور ان کے شوہر اس مدت کے اندر انہیں پھیر لینے کا حق رکھتے ہیں اگر وہ اصلاح

آیت 226 یہ قسم کھانا کہ میں اپنی بیوی سے 4 ماہ تک یا کبھی صحبت نہ کروں گا، اسے شریعت کی اصطلاح میں "ایلا" کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم توڑ دے اور چار ماہ کے اندر صحبت کرلے تب تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے ورنہ چار ماہ کے بعد عورت کو طلاق بائنہ پڑ جائے گی۔ اس آیت میں یہی مسئلہ بیان ہوا ہے کہ جو لوگ ایسی قسم کھا بیٹھیں، تو ان کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے۔ اگر اس مدت کے اندر رجوع کرلیں تو نکاح باقی ہے اور قسم کا کفارہ دیں اور اگر وہ طلاق کا پختہ ارادہ کرلیں تو مدت پوری ہونے تک انتظار کریں کیونکہ مدت پوری ہونے پر عورت کو طلاق بائنہ پڑ جائے گی۔

آیت 227 جاہلیت میں لوگ اپنی عورتوں سے مال طلب کرتے اور انکار پر کئی سال کے لیے ان سے صحبت ترک کرنے کی قسم کھا لیتے اور انہیں پریشانی میں چھوڑ دیتے نہ تو وہ بیوہ ہوتیں کہ کہیں اور شادی کرلیں اور نہ شوہر والی ہوتیں کہ شوہر سے کچھ سکون حاصل کرتیں۔ اسلام نے اس ظلم کو مٹایا اور ایسی قسم کھانے والوں کے لیے 4 ماہ کی مدت معین فرمادی۔ اس عرصے میں رجوع کرلیا تو ٹھیک ہے اور قسم کا کفارہ لازم ہے نہ کیا تو بائنہ طلاق پڑ جائے گی۔ یہ حکم بھی عورتوں پر اسلام کا ایک احسان ہے۔

آیت 228 اس آیت میں طلاق یافتہ عورتوں کی عدت اور میاں بیوی کے حقوق بیان کیے گئے ہیں: (1) طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض آنے تک کسی اور کے ساتھ نکاح کرنے سے روک کر رکھیں۔ یہ عدت اس عورت کے لیے ہے جو حاملہ نہ ہو، اسے حیض آتے ہوں اور خلوتِ صحیحہ کے بعد شوہر نے اسے طلاق دی ہو۔ (2) ایسی عورتیں اگر اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں تو ان کے رحم میں اللہ تعالیٰ نے جو حمل یا حیض کا خون پیدا کیا ہے، اسے چھپانا ان کے لیے حرام ہے۔ یہ اس لئے حرام ہے کہ ان کے چھپانے سے رجوع کرنے اور اولاد کے بارے میں شوہر کا حق ضائع ہو جائے گا۔ (3) اگر شوہر اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں تو وہ اس مدت

اِصْلَاحًا ؕ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ

ارادہ رکھتے ہوں اور عورتوں کے لئے بھی مردوں پر شریعت کے مطابق ایسے ہی حق ہے جیسا (ان کا) عورتوں پر ہے اور مردوں کو ان پر فضیلت

وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۲۸﴾ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ

حاصل ہے اور اللہ غالب، حکمت والا ہے ○ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے طریقے سے چھوڑ دینا ہے

وَ لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْـًٔا اِلَّاۤ اَنْ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ

اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم نے جو کچھ عورتوں کو دیا ہو اس میں سے کچھ واپس لو مگر اس صورت میں کہ دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی حدیں قائم

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ

نہ رکھ سکیں گے تو اگر تمہیں خوف ہو کہ میاں بیوی اللہ کی حدوں کو قائم نہ کر سکیں گے تو ان پر اُس (مالی معاوضے) میں کچھ گناہ نہیں جو عورت

ع ۲۸

کے اندر عورت سے رجوع کر لینے کا حق رکھتے ہیں۔ یہ حق اس صورت میں ہے جب شوہر نے طلاق رجعی دی ہو کیونکہ طلاق رجعی میں رجوع کے لئے عورت کی مرضی ضروری نہیں صرف مرد کا رجوع کافی ہے۔ (4) جس طرح عورتوں پر شوہروں کے حقوق کی ادائیگی واجب ہے اسی طرح شوہروں پر عورتوں کے حقوق پورے کرنا لازم ہے لیکن شوہر کو بہر حال بیوی پر فضیلت حاصل ہے اور اس کے حقوق بیوی سے زیادہ ہیں۔ حقوق کی یہ تقسیم ہی حکمت کے مطابق ہے۔ **اہم باتیں:** (1) جس عورت کو کم سنی یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہیں آتا اس کی عدت 3 ماہ ہوتی ہے اور جس کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت 4 ماہ 10 دن ہے اور حاملہ کی عدت ہر صورت میں بچہ جننا ہی ہے اور جسے شوہر کے پاس جانے یا خلوتِ صحیحہ سے پہلے ہی طلاق ہو گئی اس پر عدت نہیں۔ (2) شوہر پر بیوی کے حقوق میں خرچہ دینا، اچھی باتوں کی تعلیم، ہر جائز بات میں دلجوئی وغیرہ شامل ہے اور بیوی پر شوہر کے حقوق میں ازدواجی تعلقات میں مطلقاً شوہر کی اطاعت شامل ہے۔

آیت 229 **شانِ نزول:** ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ وہ اسے طلاق دے گا جب طلاق کی عدت گزرنے کے قریب ہو گی تو رجوع کر لے گا اور پھر طلاق دیدے گا اسی طرح عمر بھر قید رکھے گا۔ اس عورت نے بارگاہِ رسالت میں یہ معاملہ عرض کیا تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں طلاق اور خلع سے متعلق احکام بیان کیے گئے۔ (1) طلاق دینے کا اختیار دو بار تک ہے، اگر تیسری طلاق دے دی تو عورت شوہر پر حرام ہو جائے گی لہٰذا ایک یا دو طلاق کے بعد عدت کے اندر رجوع کر کے اچھے طریقے سے اسے رکھ لو یا طلاق دے کر چھوڑ دو۔ (2) اگر میاں بیوی دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ احکامِ شرعیہ کی پابندی نہیں کر سکیں گے تو خلع میں مضائقہ نہیں، عورت مال دے کر شوہر سے طلاق لے سکتی ہے۔ مزید فرمایا کہ بیان کردہ احکام اللہ تعالیٰ کی حدیں یعنی احکام و ممنوعات ہیں تو ان کی مخالفت کر کے یا ان پر عمل چھوڑ کر ان سے آگے نہ بڑھو کہ احکامِ الٰہی چھوڑنے والے خود کو عذاب کا مستحق بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) مال کے بدلے نکاح زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں، اس میں شرط

حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

بدلے میں دے کر چھٹکارا حاصل کرلے، یہ اللہ کی حدیں ہیں، ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ

پھر اگر شوہر بیوی کو (تیسری) طلاق دیدے تو اب وہ عورت اس کیلئے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے، پھر

اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ

شوہر اگر اسے طلاق دیدے تو ان دونوں پر ایک دوسرے کی طرف لوٹ آنے میں کچھ گناہ نہیں اگر وہ یہ سمجھیں کہ (اب) اللہ کی حدود

يَّعْلَمُوْنَ ﴿٢٣٠﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ

رکھ لیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں وہ دانش مندوں کے لئے بیان کرتا ہے ○ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی (عدت کی

ہے کہ عورت اسے قبول کرے۔ (2) زیادتی اگر مرد کی طرف سے ہو تو خلع میں مال لینا مکروہ اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو مال لینا درست ہے لیکن مہر کی مقدار سے زیادہ لینا پھر بھی مکروہ ہے۔ (3) خلع کرنے سے طلاق بائن واقع ہو جائے گی طے شدہ مال کی ادائیگی عورت پر لازم ہوگی۔ درس: شریعت نے طلاق دینے اور نہ دینے دونوں صورتوں میں بھلائی خیر خواہی کا فرمایا ہے مگر افسوس! لوگوں کی بڑی تعداد دونوں صورتوں میں الٹا چلتی ہے۔

آیت 230 یہاں فرمایا کہ اگر شوہر نے بیوی کو تیسری طلاق دے دی تو عورت شوہر پر حرمت غلیظہ کے ساتھ حرام ہو جائے گی، اب نہ اس سے رجوع ہو سکتا ہے اور نہ دوبارہ نکاح جب تک عورت عدت گزار کر دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے پھر وہ دوسرا شوہر صحبت کے بعد طلاق دیدے یا فوت ہو جائے اور عورت اس دوسرے شوہر کی عدت بھی گزار لے، اس کے بعد اگر یہ سمجھتے ہیں کہ حقوق زوجیت کی پابندی کرلیں گے تو نکاح کرکے ایک دوسرے کی طرف لوٹ آنے میں دونوں پر کچھ گناہ نہیں، یہ احکام اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں جنہیں وہ ان لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے جو انہیں سمجھتے اور ان کے تقاضوں کے مطابق ان پر عمل کرتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) 3 طلاقیں 3 ماہ میں دی جائیں یا ایک ماہ یا ایک دن یا ایک نشست یا ایک جملے میں بہر صورت تینوں واقع ہو جاتی ہیں اور عورت مرد پر حرام ہو جاتی ہے۔ (2) تین طلاقوں کے بعد مرد و عورت کا ہمبستری وغیرہ کرنا صریح حرام و ناجائز ہے اور ان میں صلح کی کوشش کروانے والے بھی گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

آیت 231 یہاں طلاق کے مزید احکام بیان فرمائے کہ جب تم عورتوں کو طلاق رجعی دو تو عدت ختم ہونے سے پہلے انہیں اچھے طریقے سے روک لو یا اچھے طریقے سے چھوڑ دو۔ اس اختیار کو ظلم و زیادتی کا حیلہ نہ بناؤ کہ مختلف طریقوں سے عورتوں کو تنگ کرو، ایسا کرنے والا خدا کی ناراضی مول لے کر اپنی ہی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ٹھٹھا مذاق نہ بنالو اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کرو کہ تمہیں اسلام کی دولت عطا کی، سید الانبیا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا امتی بنایا، عبادات، معاملات اور معاشرت کے

بِمَعْرُوْفٍ ۠ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ

مدت (کے قریب) تک پہنچ جائیں تو اس وقت انہیں اچھے طریقے سے روک لو یا اچھے طریقے سے چھوڑ دو اور انہیں نقصان پہنچانے کے لئے نہ روک

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۠ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ

رکھو تاکہ تم (ان پر) زیادتی کرو اور جو ایسا کرے تو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اللہ کی آیتوں کو ٹھٹھا مذاق نہ بناؤ اور اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو اور

مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ ع

اس نے تم پر جو کتاب اور حکمت اتاری ہے (اسے یاد کرو) اس کے ذریعے وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جاننے والا ہے ○

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا

اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی (عدت کی) مدت پوری ہو جائے تو اے عورتوں کے والیو! انہیں اپنے شوہروں سے

بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ

نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ آپس میں شریعت کے موافق رضامند ہو جائیں۔ یہ نصیحت اسے دی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ اور قیامت پر ایمان

اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ

رکھتا ہو۔ یہ تمہارے لئے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ کام ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ○ اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ

طریقے سکھائے نیز اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ کتاب وحکمت کو یاد کرو اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے اور زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہارے اپنی بیویوں پر ظلم اور احکام شرعیہ کی مخالفت کو اور کوئی نہ بھی جانتا ہو مگر اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جاننے والا ہے۔

آیت 232 **شانِ نزول:** حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کا نکاح حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا، انہوں نے ایک طلاق دیدی اور عدت گزرنے کے بعد پھر نکاح کی درخواست کی تو حضرت معقل رضی اللہ عنہ مانع ہوئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا: جب کسی عورت کی عدت گزر جائے اور اس کے بعد وہ کسی سے نکاح کا ارادہ کرے، تو اگر وہ مرد و عورت رضامند ہیں تو عورت کے سرپرستوں کو بلاوجہ منع کرنے کا حق نہیں۔ اس حکم کی اہمیت واضح کرنے کے لئے فرمایا کہ یہ ہر اس آدمی کو نصیحت کی جارہی ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اس حکم پر عمل کرنا تمہارے لئے زیادہ پاکیزگی وطہارت کا باعث ہے تمہاری حقیقی حکمت و مصلحت کو تم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اہم بات: اگر عورت غیر کفو میں بغیر اجازتِ ولی نکاح کرے تو اولیا کو روکنے کا حق ہوتا ہے۔

آیت 233 بچے کی پرورش کے متعلق چند احکام کا بیان ہے کہ بچوں کو دودھ پلانے کی شرعی جائز پوری مدت دو سال ہے۔ اس سے

حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۭ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْ

پلائیں، (یہ حکم) اس کے لئے (ہے) جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے اور بچے کے باپ پر رواج کے مطابق عورتوں کے کھا

بِالْمَعْرُوْفِ ۭ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَاۗرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْ

ذمہ داری ہے۔ کسی جان پر اتنا ہی بوجھ رکھا جائے گا جتنی اس کی طاقت ہو۔ ماں کو اس کی اولاد کی وجہ سے تکلیف نہ دی جائے اور نہ باپ کو

بِوَلَدِهٖ ۤ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَا

کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور جو باپ کا قائم مقام ہے اس پر بھی ایسا ہی (حکم) ہے پھر اگر ماں باپ دونوں آپس کی رضامندی اور مشو

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۭ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُ

دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر گناہ نہیں اور اگر تم چاہو کہ (دوسری عورتوں سے) اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو بھی تم پر کوئی مضائقہ نہیں

سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْ

جو معاوضہ دینا تم نے مقرر کیا ہو وہ بھلائی کے ساتھ ادا کر دو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے کام دیکھ رہا

پہلے چھڑوا تو سکتے ہیں لیکن اس کے بعد ماں کا دودھ پلانا جائز نہیں۔ بچے کے باپ پر اس کی طاقت سے زائد نہیں بلکہ اس کی حیثیت
مطابق بچے کی ماں کو کھانا پینا اور لباس فراہم کرنے کی ذمہ داری ہے۔ ماں باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے تکلیف نہ دی جائے
صورت میں ماں پر دودھ پلانا ضروری نہیں اس میں اسے دودھ پلانے پر مجبور نہ کیا جائے، اسی طرح باپ پر اس کی طاقت سے زیا
داری نہ ڈالی جائے یا یہ معنی ہے کہ نہ ماں بچے کو تکلیف دے نہ باپ، اس طرح کہ ماں وقت پر بچے کو دودھ نہ پلائے، اس کی خبر
رکھے، اسے اپنے ساتھ مانوس کر لینے کے بعد چھوڑ دے اور باپ مانوس بچے کو ماں سے چھین لے اور بچے کی ماں کے حق میں
کرے جس سے بچے کو نقصان پہنچے۔ باپ فوت ہونے کے بعد جو اس کا قائم مقام ہے اس پر بھی یہی ذمہ داریاں ہیں۔ پھر اگر ماں با
دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے دو سال سے پہلے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر گناہ نہیں اور اگر یہ باہمی مشورے سے
عورت سے بچے کو دودھ پلوانا چاہیں تو اس میں بھی حرج نہیں البتہ اس صورت میں دودھ پلانے والی عورت کو اس کی اجرت
طریقے سے ادا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہے اہم باتیں: (1) دو سال بعد
دودھ پلانا ناجائز ہے البتہ اڑھائی سال تک دودھ پلانے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ (2) بچے کا نسب باپ سے ہوتا
آیت میں اللہ تعالیٰ نے بچے کو باپ کی طرف منسوب کیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ

اور تم میں سے جو مرجائیں اور بیویاں چھوڑیں تو وہ بیویاں چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں

وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ

تو جب وہ اپنی (اختتامی) مدت کو پہنچ جائیں تو اے والیو! تم پر اس کام میں کوئی حرج نہیں جو عورتیں اپنے معاملہ میں شریعت

بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ

کے مطابق کرلیں اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے○ اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں جو اشارے کنائے سے تم

خِطْبَةِ النِّسَاۗءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ

عورتوں کو نکاح کا پیغام دو یا اپنے دل میں چھپا رکھو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ اب تم ان کا تذکرہ کرو گے لیکن

لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ڛ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى

ان سے خفیہ وعدہ نہ کر رکھو مگر یہ کہ شریعت کے مطابق کوئی بات کہہ لو اور عقدِ نکاح کو پختہ نہ کرنا جب تک (عدت کا)

يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا

لکھا ہوا (حکم) اپنی (اختتامی) مدت کو نہ پہنچ جائے اور جان لو کہ اللہ تمہارے دل کی جانتا ہے تو اس سے ڈرو اور جان لو کہ

آیت 234 اس آیت میں فوت شدہ آدمی کی بیوی کی عدت کا بیان ہے کہ شوہر کے فوت ہونے پر بیوی چار ماہ دس دن تک عدت گزارے گی۔ عدت میں عورت کا کسی سے نکاح کرنا، بناؤ سنگھار کرنا جیسے تیل، سرمہ، مہندی وغیرہ لگانا نیز گھر سے باہر جانا، ناجائز و گناہ ہے۔ البتہ عدت ختم ہونے کے بعد عورت جائز طریقے سے سنگھار یا نکاح وغیرہ جو کرے تو اس عورت کے سرپرستوں یا عورت کے لئے کوئی ممانعت نہیں۔ عدت کی مدت: بیوہ کی عدت 4 ماہ 10 دن اس صورت میں ہے جب شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہوا ہو ورنہ عورت 130 دن پورے کرے گی اور اگر عورت حاملہ ہو تو اس کی عدت بہر صورت اسی وقت پوری ہوگی جب وہ بچے کو جنم دے گی۔

آیت 235 عدتِ وفات گزارنے والی عورت کے متعلق فرمایا کہ اے لوگو! تمہارے لئے اشارے کنائے سے انہیں نکاح کا پیغام دینے یا نکاح کا ارادہ اپنے دل میں چھپا رکھنے میں حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ عنقریب تم ان کا تذکرہ کرو گے، اسی لئے اشارے کنائے سے پیغام دینا تمہارے لیے مباح فرمایا کہ شریعت کے مطابق چھپے لفظوں میں اشارے کنائے سے کوئی ایسی بات کہہ سکتے ہو لیکن ان سے نکاح کا کوئی خفیہ وعدہ نہ کرنا اور نہ ہی نکاح کرنا جب تک کہ عدت پوری نہ ہو جائے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے تو اس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والے کو بہت بخشنے والا

اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۲۳۵﴾ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ

اللہ بہت بخشنے والا، حلم والا ہے۔ اگر تم عورتوں کو طلاق دیدو تو جب تک تم نے ان کو چھوا نہ ہو یا کوئی مہر نہ مقرر کر لیا ہو تب بھی تم پر

تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِیْضَةً ۚۖ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ

کچھ مطالبہ نہیں اور ان کو (ایک جوڑا) برتنے کو دو۔ مالدار پر اس کی طاقت کے مطابق اور تنگدست پر اس کی طاقت کے مطابق دینا لازم ہے

مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ

شرعی دستور کے مطابق انہیں فائدہ پہنچاؤ، یہ بھلائی کرنے والوں پر واجب ہے۔ اور اگر تم عورتوں کو انہیں چھونے سے پہلے طلاق دیدو

وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ یَّعْفُوْنَ اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِهٖ

اور تم ان کے لئے کچھ مہر بھی مقرر کر چکے ہو تو جتنا تم نے مقرر کیا تھا اس کا آدھا واجب ہے مگر یہ کہ عورتیں کچھ مہر معاف کر دیں یا وہ (شوہر) زیادہ

عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

دیدے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور اے مردو! تمہارا زیادہ دینا پرہیزگاری کے زیادہ نزدیک ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر احسان کرنا

اور سزا کے حقدار سے سزا موخر فرما کر حلم والا ہے۔ اہم بات: عدتِ وفات گزارنے والی عورت سے نکاح کرنا، نکاح کا کھلا پیغام دینا یا نکاح کا وعدہ کر لینا حرام ہے البتہ پردے کے ساتھ خواہش نکاح کا اظہار گناہ نہیں مثلاً یہ کہنا کہ تم بہت نیک عورت ہو یونہی اگر صرف دل میں ارادہ رکھے تو بھی گناہ نہیں۔

آیت 236 یہاں سے مہر کے چند مسائل کا بیان ہے۔ جن عورتوں کا مہر مقرر کئے بغیر نکاح کر دیا گیا ہو، انہیں اگر چھونے یعنی ہم بستری کرنے سے پہلے طلاق دیدی تو شوہروں پر کوئی مہر لازم نہیں، البتہ انہیں ایک جوڑا استعمال کے لیے دینا ہوگا، یہ جوڑا امیر غریب دونوں پر ان کی حیثیت کے مطابق لازم ہے، نیز جوڑا دینے میں مروت، عزت، رواج اور شریعت کو پیش نظر رکھو اور یہ جوڑا دینا حکم الٰہی کی اطاعت کر کے اپنی جانوں کے ساتھ بھلائی کرنے والوں پر واجب ہے۔ اہم باتیں: (1) خلوت صحیحہ یعنی میاں بیوی کو ایسی تنہائی میسر آنا جس میں انہیں ہمبستری سے شرعی، طبعی یا حسی طور پر کوئی چیز مانع نہ ہو، یہ بھی ہمبستری کے حکم میں ہے۔ (2) اگر خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دی تو تین کپڑوں یعنی کرتا، شلوار اور دوپٹے پر مشتمل ایک جوڑا یا اس کی قیمت دینا واجب ہے۔ (3) اگر مرد و عورت دونوں مالدار ہوں تو اعلیٰ درجے کا، دونوں محتاج ہوں تو معمولی درجے کا اور ایک مالدار اور دوسرا محتاج ہو تو درمیانے درجے کا جوڑا دینا واجب ہے۔

آیت 237 مزید فرمایا کہ اگر مہر طے ہو چکا ہو لیکن ہمبستری یا خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دے دو تو طے شدہ مہر کا آدھا حصہ دینا واجب ہے جیسے بیس ہزار روپے ہوں تو دس ہزار روپے دینے ہوں گے، ہاں اگر عورت اپنی مرضی سے معاف کرنا چاہے یا شوہر زیادہ دینا چاہے تو اجازت ہے۔ پھر مردوں سے فرمایا کہ تمہارا اپنی خوشی سے آدھے سے زیادہ مہر دینا تقویٰ و پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے کہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٣٧﴾ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿٢٣٨﴾

ہو او بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے○ تمام نمازوں کی پابندی کرو اور خصوصاً درمیانی نماز کی اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے ہوا کرو○

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا

پھر اگر تم خوف کی حالت میں ہو تو پیدل یا سوار (جیسے ممکن ہو نماز پڑھ لو) پھر جب حالتِ اطمینان میں ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کرو جیسا اس نے تمہیں سکھایا

تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٣٩﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ

ہے جو تم نہ جانتے تھے○ اور جو تم میں مرجائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنی عورتوں کے لئے (انہیں گھروں سے) نکالے بغیر

مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ

سال بھر تک خرچہ دینے کی وصیت کر جائیں پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس معاملے میں کوئی گرفت نہیں جو وہ اپنے بارے میں شریعت کے

طلاق دینے کے باوجود اچھے انداز سے پیش آرہے ہو اور طلاق کے باوجود میاں بیوی آپس میں احسان کرنا نہ بھولیں یعنی طلاق کے بعد ان کا آپس میں میل ملاقات کرنا تو منع ہے لیکن آپس میں کینہ وعداوت نہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ تمام اعمال دیکھ رہا ہے۔

آیت 238 نکاح وطلاق کے مسائل کے دوران نماز کی تاکید فرمائی گئی کہ پانچوں فرض نمازیں ان کے اوقات پر اور ارکان وشرائط کے ساتھ ادا کرنے کی پابندی کرو اور بطور خاص درمیانی نماز یعنی نمازِ عصر کی پابندی کرو اور دوران نماز اللہ تعالیٰ کے حضور ادب سے کھڑے ہوا کرو۔ اہم باتیں: (1) "نماز کی پابندی" میں ہمیشہ، باجماعت، درست اور صحیح وقت پر پڑھنا سب داخل ہیں۔ (2) نمازِ عصر کی بطور خاص تاکید ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ سمجھ آتی ہے کہ یہ وقت کاروبار کی مصروفیت وغفلت کا ہے تو اس میں نماز کی پابندی زیادہ اہم ہے۔ (3) بارگاہِ الٰہی میں ادب سے کھڑے ہونے کا حکم ہے لہٰذا بے ادبی والے انداز میں کھڑے ہونا منع ہے۔

آیت 239 یہاں خوف کی ایک صورت میں نماز کا حکم اور طریقہ بیان کیا جارہا ہے کہ اگر تمہیں دشمن یا درندے وغیرہ کا خوف ہو جس میں ایک جگہ ٹھہر کر نماز پڑھنا ناممکن ہو جائے تو پیدل چلتے ہوئے یا سواری پر جیسے ممکن ہو، قبلہ کی شرط کا لحاظ کئے بغیر نماز پڑھ لو، پھر جب خوف کی حالت ختم ہو جائے اور تم امن وسکون میں آجاؤ تو معمول کے مطابق ویسے نماز پڑھو جیسے اس نے تمہیں نماز کا طریقہ سکھایا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔ اس نماز کو بعد میں دہرانا بھی نہیں ہوگا۔

آیت 240 ابتدائے اسلام میں بیوہ کی عدت ایک سال تھی اور اس ایک سال میں وہ شوہر کے یہاں رہ کر نان ونفقہ کی مستحق ہوتی تھی، اس آیت میں ہے کہ فوت ہونے سے پہلے شوہر اپنی بیویوں کے لیے قریبی رشتہ داروں کو یہ وصیت کر جائیں کہ انہیں گھروں سے نکالے بغیر ایک سال تک خرچہ دیں، پھر اگر وہ خود گھر سے نکل جائیں تو شوہر کے اہلِ خانہ پر عورتوں کے ساتھ شریعت کے مطابق کئے جانے والے معاملے میں کوئی گرفت نہیں۔ **اہم بات:** ایک سال عدت سورۂ بقرہ، آیت 234 سے منسوخ ہے جس میں بیوہ کی عدت 4 ماہ 10 دن مقرر کی گئی اور سال بھر کا نفقہ سورۂ نساء، آیت 12 سے منسوخ ہے، لہٰذا اب اس وصیت کا حکم باقی نہیں۔

مِنۡۢ مَّعۡرُوۡفٍ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلۡمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ ۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ حَقًّا عَلَى الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۲۴۱﴾

مطابق کریں اور اللہ زبردست، حکمت والا ہے○ اور طلاق والی عورتوں کے لئے بھی شرعی دستور کے مطابق خرچہ ہے، یہ پرہیزگاروں پر واجب ہے○

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَـكُمۡ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۲۴۲﴾ اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ

اللہ اسی طرح تمہارے لئے اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو○ اے حبیب! کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا تھا جو موت کے

وَهُمۡ اُلُوۡفٌ حَذَرَ الۡمَوۡتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوۡتُوۡا ثُمَّ اَحۡيَاهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ

ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلے تو اللہ نے ان سے فرمایا: مر جاؤ پھر انہیں زندہ فرما دیا، بیشک اللہ لوگوں پر فضل

عَلَى النَّاسِ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۲۴۳﴾ وَقَاتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ

کرنے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے○ اور اللہ کی راہ میں لڑو اور جان لو کہ

اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنۡ ذَا الَّذِىۡ يُقۡرِضُ اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضۡعَافًا كَثِيۡرَةً

اللہ سننے والا، جاننے والا ہے○ ہے کوئی جو اللہ کو اچھا قرض دے تو اللہ اس کے لئے اس قرض کو بہت گنا بڑھا دے

آیت 241، 242 مطلقہ عورتوں کے لئے دورانِ عدت شوہر پر نان نفقہ دینا لازم و واجب ہے۔ اس کی تفصیل مختلف ہے۔

آیت 243 مجاہدین کے دلوں کو ہمت و حوصلہ دینے کے لئے یہاں واقعہ بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک مرتبہ طاعون پھیلا تو وہ موت کے ڈر سے اپنے گھر بار چھوڑ کر جنگلوں کی طرف بھاگ گئے، یہ ہزاروں کی تعداد میں تھے، حکم الٰہی سے سب وہیں مر گئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرما دیا اور یہ مدتوں زندہ رہے۔ یہ اللہ کریم کا خصوصی فضل تھا اور بیشک اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑا افضل فرمانے والا ہے، کچھ لوگوں پر خصوصی فضل ہوتا ہے جیسے آیت میں مذکور ہے جبکہ عمومی فضل و کرم کائنات کے ایک ایک فرد پر ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ درس: موت کے ڈر سے بھاگ کر جان نہیں بچائی جا سکتی، موت اپنے مقررہ وقت پر پہنچ کر ہی رہے گی، یونہی مجاہدین کو بھی دل مضبوط رکھنا چاہئے کیونکہ جہاد چھوڑ کر بیٹھے رہنا موت کو دور نہیں کر سکتا۔

آیت 244 جب موت سے فرار ممکن نہیں تو راہِ خدا میں دینِ اسلام کی سربلندی کے لئے جہاد کرو، اس سے منہ پھیر کر موت سے نہ بھاگو جیسے بنی اسرائیل بھاگے تھے۔

آیت 245 جو اخلاص کے ساتھ راہِ خدا میں اپنا مال خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس قرض کو کئی گنا بڑھا دے گا اور رزق کی تنگی اور وسعت اُسی خدا کے اختیار میں ہے اور وہی اپنی راہ میں خرچ کرنے والے سے وسعت کا وعدہ کرتا ہے تو راہِ خدا میں خرچ کرنے سے مت ڈرو، جس کی راہ میں خرچ کر رہے ہو وہ کریم ہے، اس کے خزانے بھرے ہوئے ہیں اور آخرت میں تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اہم بات: آیت میں سوالیہ انداز میں فرمایا: ”ہے کوئی جو خدا کو اچھا قرض دے؟“ یہ خوبصورت

وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ

اور اللہ تنگی دیتا ہے اور وسعت دیتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○ اے حبیب! کیا تم نے بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو نہ دیکھا جو موسیٰ

مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِىٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ

کے بعد ہوا، جب انہوں نے اپنے ایک نبی سے کہا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیں تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں، اس نبی نے فرمایا: کیا ایسا تو

عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا

نہیں ہو گا کہ اگر تم پر جہاد فرض کیا جائے تو پھر تم جہاد نہ کرو؟ انہوں نے کہا: ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہمیں ہمارے وطن

مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ

اور ہماری اولاد سے نکال دیا گیا ہے تو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ (بقیہ) نے منہ پھیر لیا اور اللہ

انداز جوش دلانے اور ایمان و ضمیر کو جھنجھوڑ کر جگانے والا ہے۔ راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کو قرض سے تعبیر کرنا اللہ تعالیٰ کا انتہائی لطف و کرم ہے کیونکہ بندہ اور بندے کا مال سب کچھ اسی کا ہے، نیز اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ جیسے قرض دینے والا اطمینان رکھتا ہے کہ اس کا مال ضائع نہیں ہوگا اور وہ واپسی کا مستحق ہے، ایسے ہی راہِ خدا میں خرچ کرنے والے کو اطمینان رکھنا چاہیے کہ وہ اس خرچ کرنے کا بدلہ یقیناً پائے گا اور وہ بھی معمولی نہیں بلکہ خداوند قدوس تو کئی گنا زیادہ بدلہ عطا فرمائے گا۔

آیت 246 حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جب بنی اسرائیل کی اعتقادی و عملی حالت نہایت خراب ہو گئی تو ان پر قوم جالوت مسلط کر دی گئی جسے عمالقہ کہتے ہیں، اس نے بنی اسرائیل کے شہر چھین لئے، انہیں گرفتار کیا اور طرح طرح کی سختیاں کیں۔ اس وقت بنی اسرائیل میں کوئی نبی موجود نہ تھے۔ کچھ عرصے بعد حضرت شمویل علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور جب یہ بڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں منصبِ نبوت عطا فرمایا۔ بنی اسرائیل نے آپ سے مطالبہ کیا کہ آپ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کریں تاکہ ہم راہِ خدا میں جہاد کریں۔ حضرت شمویل علیہ السلام نے فرمایا: ایسا نہ ہو کہ تم پر بادشاہ مقرر کیا جائے اور تم جہاد کرنے سے انکار کر دو۔ قوم نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم جہاد سے انکار کریں حالانکہ قوم جالوت نے ہمارے لوگوں کو وطن سے نکالا اور ان کی اولاد قتل کی ہے۔ یہ سن کر حضرت شمویل علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیا اور انہیں جہاد کا حکم دیا لیکن پھر بنی اسرائیل کی بہت معمولی تعداد جو اہلِ بدر کے برابر یعنی 313 افراد تھے، جہاد کے لئے تیار رہے جبکہ باقی سب نے منہ پھیر لیا لہٰذا ان کے لئے یہ وعید بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ **اہم بات:** جب قوم کی اعتقادی و عملی حالت خراب ہو جاتی ہے تو ان پر ظالم و جابر قوموں کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔ **درس:** نعرے مارنے میں آگے آگے ہونا اور عملی میدان میں پیٹھ دکھانا بزدل قوموں کا وطیرہ ہے، کامل لوگ گفتار کے نہیں بلکہ کردار کے غازی ہوتے ہیں۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْٓا
عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۴۶﴾

ظالموں کو خوب جانتا ہے۞ اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا: بیشک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کیا ہے۔ وہ کہنے لگے:

اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ

اسے ہمارے اوپر کہاں سے بادشاہی حاصل ہوگی حالانکہ ہم اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں اور اسے مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

نبی نے فرمایا: اسے اللہ نے تم پر چن لیا ہے اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی ہے اور اللہ جس کو چاہے اپنا ملک دیتا ہے

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ

اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۞ اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا: اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ تابوت آجائے گا جس میں

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ

تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور معزز موسیٰ اور معزز ہارون کی چھوڑی ہوئی چیزوں کا بقیہ ہے، فرشتے اسے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

آیت 247 حضرت شمویل علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کیا ہے۔ بنی اسرائیل کے سرداروں نے کہا کہ سلطنت تو یہودا بن یعقوب کی اولاد میں چلی آتی ہے جبکہ طالوت اس خاندان سے نہیں نیز اس کے پاس مال و دولت بھی نہیں ہے لہٰذا ہم اس سے زیادہ بادشاہت کے حقدار ہیں۔ اس پر انہیں بتایا گیا کہ سلطنت کا دارومدار کسی نسل اور خاندان پر نہیں بلکہ فضلِ الٰہی پر ہے۔ طالوت کو اللہ تعالیٰ نے تم پر بادشاہ مقرر کیا ہے نیز وہ علم و قوت میں تم سے بڑھ کر ہے اور چونکہ علم و قوت سلطنت کے لئے بڑے معاون ہوتے ہیں اس لئے بھی وہ بادشاہت کا مستحق ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنا ملک دے، اس کا فضل بہت وسیع ہے اور وہ بادشاہت کے لائق شخص کو خوب جانتا ہے۔ درس: علم، مال سے افضل ہے اور حکمران ہونے کا معیار مال و دولت نہیں بلکہ علم، قوت اور قابلیت و صلاحیت ہے۔

آیت 248 بنی اسرائیل نے طالوت کی بادشاہی پر نشانی مانگی تو حکمِ الٰہی سے حضرت شمویل علیہ السلام نے فرمایا: طالوت کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس تمہارا وہ مشہور و بابرکت تابوت آجائے گا جس سے تمہیں تسکین ملتی تھی اور جس میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے۔ اسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے، اس کے واپس آنے میں تمہارے لئے طالوت کی بادشاہی کی بڑی نشانی ہے اگر تم اس پر یقین کرو اور اس کی تصدیق کرو۔ اہم باتیں: (1) یہ تابوت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا، اس میں تمام انبیاء علیہم السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اور ان کے مبارک مکانات کی تصویریں تھیں، یہ تصویریں کسی آدمی کی بنائی ہوئی نہ تھیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی تھیں۔ نسل در نسل منتقل ہوتا ہوا یہ تابوت حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا، آپ اس میں تورات اور کچھ دیگر چیزیں بھی رکھتے چنانچہ اس میں تورات کی تختیوں کے ٹکڑے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا،

لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۲۴۸﴾ ع فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِیْكُمْ

بیشک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو○ پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر شہر سے جدا ہوا تو اس نے کہا: بیشک اللہ

بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَیْسَ مِنِّیْ ۚ وَ مَنْ لَّمْ یَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّیْۤ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ

تمہیں ایک نہر کے ذریعے آزمانے والا ہے تو جو اس نہر سے پانی پیے گا وہ میرا نہیں ہے اور جو نہ پیے گا وہ میرا ہے سوائے اس کے جو ایک چلو اپنے ہاتھ

بِیَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ

سے بھر لے تو ان میں سے تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ سب نے اس نہر سے پانی پی لیا پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ والے مسلمان نہر سے پار

لَنَا الْیَوْمَ بِجَالُوْتَ وَ جُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ

ہو گئے تو انہوں نے کہا: ہم میں آج جالوت اور اس کے لشکروں کے ساتھ مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ (لیکن) جو اللہ سے ملنے کا یقین رکھتے تھے

کپڑے اور نعلین شریفین نیز حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ، عصا اور بنی اسرائیل پر نازل ہونے والا تھوڑا سا من بھی تھا۔ (2) تبرکات کا احترام لازم ہے، ان کی برکت سے دعائیں قبول اور حاجتیں پوری ہوتی ہیں جبکہ ان کی بے ادبی و گستاخی گمراہی کا راستہ اور بربادی ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ کے پیاروں سے نسبت رکھنے والی ہر چیز بابرکت ہوتی ہے۔

آیت 249 ﴾ یہاں بنی اسرائیل کا عمالقہ کے ساتھ جہاد کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے کہ جب طالوت اپنا لشکر لے کر بیت المقدس سے روانہ ہوا تو گرمی کی وجہ سے مجاہدین کو سخت پیاس لگی اس پر طالوت نے انہیں خبر دی کہ ایک نہر سے تمہارا امتحان کیا جائے گا، اس نہر سے صرف چلو بھر پانی پینے کی اجازت ہے، زیادہ نہیں۔ جو زیادہ پیے گا وہ میری جماعت میں نہیں رہے گا کیونکہ شدتِ پیاس کے باوجود حکم کی تعمیل کرنے والا آئندہ بھی ثابت قدم رہ سکے گا اور جو اس وقت اپنی خواہش پر غالب نہیں آ سکتا وہ آئندہ کی سختیاں کیسے برداشت کرے گا پس جب نہر آئی تو اکثریت امتحان میں ناکام ہو گئی اور انہوں نے جی بھر کر پانی پیا، صرف 313 افراد ثابت قدم رہے اور ایک چلو پر صبر کر لیا، اس سے ان کے دل اور ایمان کو قوت حاصل ہوئی اور وہ سلامتی کے ساتھ نہر سے گزر گئے جبکہ سیر ہو کر پینے والوں کے ہونٹ سیاہ ہو گئے، پیاس مزید بڑھی اور وہ بزدل ہو گئے چنانچہ لشکرِ جالوت کی کثرت وطاقت دیکھ کر کہنے لگے: آج تو ہم جالوت اور اس کے لشکر کے ساتھ نہیں لڑ سکتے۔ ان کے برعکس لقائے ربانی اور رضائے الٰہی کے مشتاق بندوں نے عرض کی: ایسا تو کتنی مرتبہ ہوا کہ چھوٹا گروہ اپنے سے بڑے گروہ پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے غالب آ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ تو صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اہم باتیں:

(1) جہاد سے پہلے آزمائش و تربیت کر لینی چاہیے۔ حالتِ امن میں فوج کی تربیت اور محنت و مشقت اسی مقصد کے لئے ہوتی ہے۔

(2) بڑے امتحان سے پہلے چھوٹے امتحان سے گزر لینا چاہیے اس سے دل میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ ورنہ بڑی چیزوں پر صبر کرنا مشکل ہو تو چھوٹی چھوٹی چیزوں پر صبر کا خود کو عادی بنائیں۔ قرآن کا یہ اصول علم نفسیات میں بھرپور طریقے سے استعمال ہوتا ہے، اس کے ذریعے سینکڑوں معمولات پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِیْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَ لَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ

انہوں نے کہا: بہت دفعہ چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب آئی ہے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

وَ جُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۵۰﴾

جالوت اور اس کے لشکروں کے سامنے آئے تو انہوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم پر صبر ڈال دے اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ۫ وَ قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَهٗ

تو انہوں نے اللہ کے حکم سے دشمنوں کو بھگا دیا اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت

مِمَّا یَشَآءُ ؕ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ

عطا فرمائی اور اسے جو چاہا سکھا دیا اور اگر اللہ لوگوں میں ایک کے ذریعے دوسرے کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہان

ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۵۲﴾

پر فضل کرنے والا ہے۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو اے حبیب! ہم آپ کے سامنے حق کے ساتھ پڑھتے ہیں اور بیشک تم رسولوں میں سے ہو۔

آیت 250 فرمایا کہ پھر جب لشکر آمنے سامنے آئے تو لشکرِ مومنین کے ثابت قدم مجاہدوں نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی: اے اللہ! ہمیں دشمن کے مقابلے میں میدانِ جنگ میں صبر کی توفیق دے، ہمیں ثابت قدمی نصیب فرما اور کافروں کے مقابلے میں ہمیں اپنی حمایت و نصرت عطا فرما۔

آیت 251 اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنی اسرائیل نے عمالقہ کو شکست دی۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو جالوت نے بنی اسرائیل کو مقابلہ کے لئے للکارا لیکن وہ اس کی قوت و جسامت دیکھ کر گھبرا گئے۔ طالوت نے اعلان کیا کہ جو جالوت کو قتل کرے میں اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دوں گا اور آدھا ملک بھی دے دوں گا۔ لشکر میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی موجود تھے۔ طالوت کے کہنے پر آپ علیہ السلام اپنے دستِ مبارک میں گوپھن یعنی پتھر پھینکنے والی رسی لے کر جالوت کے سامنے آ گئے، پھر آپ نے اپنی اس رسی میں پتھر رکھ کر مارا تو اس کی پیشانی توڑ کر پیچھے سے نکل گیا۔ آپ علیہ السلام نے اس کی لاش طالوت کے سامنے لا کر ڈال دی اور طالوت نے حسبِ وعدہ آپ علیہ السلام کو آدھا ملک دیا اور اپنی بیٹی کا آپ سے نکاح کر دیا۔ جب طالوت نے وفات پائی تو پورے ملک پر آپ علیہ السلام کی سلطنت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حکومت اور حکمت یعنی نبوت دونوں عطا فرمائیں اور آپ کو جو چاہا سکھایا، اس میں زرہ بنانا اور جانوروں کا کلام سمجھنا بھی شامل ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کفار کے مقابلے میں مسلمانوں کی مدد نہ فرمائے تو کفار کے ظلم، مسلمانوں کے قتل اور مساجد کی ویرانی سے زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے۔ اہم بات: جہاد کی ایک حکمت یہ ہے کہ اس کے ذریعے مغروروں، باغیوں اور سرکشوں کو دبایا جائے۔

آیت 252 فرمایا کہ گزشتہ آیتوں میں جو واقعات بیان ہوئے یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم آپ سے بیان کرتے ہیں اور یقیناً تم اللہ کے رسول ہو کہ تم نے علمِ تاریخ حاصل کیے اور مؤرخین کی صحبت میں بیٹھے بغیر گزشتہ قوموں کے حالات درست بیان فرمائے جو تم پر وحی نازل ہونے کی دلیل ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ

یہ رسول ہیں ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی۔ ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ

بلندی عطا فرمائی اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشانیاں دیں اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے

الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ

بعد والے آپس میں نہ لڑتے جبکہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آچکی تھیں لیکن انہوں نے آپس میں اختلاف کیا تو ان میں کوئی مومن رہا

وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۫ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝ يٰٓاَيُّهَا

اور کوئی کافر ہوگیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے مگر اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۝ اے

آیت 253 اس آیت میں انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی عظمت کا بیان ہے کہ کچھ رسولوں کو خصوصی مناقب اور ممتاز خصوصیات عطا فرما کر انہیں دوسرے رسولوں سے افضل بنایا گیا جیسے اللہ تعالیٰ نے بغیر واسطے کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور کسی کو سب رسولوں پر درجوں بلندی عطا فرمائی۔ وہ عظیم ہستی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، آپ خصائص و کمالات میں تمام انبیاء سے افضل ہیں، تمام مخلوقات حتیٰ کہ جمادات، فرشتے اور جنات کے بھی رسول ہیں، آخری نبی ہیں، آپ کو تمام انبیاء سے زیادہ معجزات دیئے گئے، حوضِ کوثر اور مقامِ محمود عطا کیے گئے۔ مزید فرمایا کہ ہم نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی صداقت پر دلالت کرنے والی کھلی نشانیاں جیسے مردے کو زندہ کرنا، کوڑھ اور برص کے مریضوں کو شفا دینا، مٹی سے پرندہ بنا کر اس میں جان ڈال دینا اور غیبی خبریں دینا وغیرہ عطا کیں اور روح القدس حضرت جبریل علیہ السلام سے ان کی مدد فرمائی جو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ہدایت دینا چاہتا تو ان رسولوں کے بعد ان کی امتوں کے لوگ دین میں اختلاف کرکے آپس میں نہ لڑتے حالانکہ راہِ حق کی کھلی نشانیاں اور روشن دلائل ان کے پاس پہنچ چکے تھے، لیکن انہوں نے ایک دوسرے سے اختلاف کیا جس کے بعد کوئی تو اپنے ایمان پر ثابت قدم رہا اور کوئی کافر ہوگیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کے بعد بھی ان کی امتیں ایمان و کفر میں مختلف رہیں، یہ نہ ہوا کہ ساری امت اطاعت گزار اور فرمانبردار ہو جاتی، یہ اللہ تعالیٰ کا نظامِ حکمت ہے۔ اگر وہ چاہتا تو کوئی بھی آپس میں نہ لڑتا لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اور اس نے اپنی مرضی سے اس دنیا کو امتحان گاہ بنایا ہے اور بندوں کو ماننے نہ ماننے کا اختیار دیا ہے اور جبراً لوگوں کو ہدایت دینے کا سلسلہ نہیں رکھا۔ اہم بات: اصل نبوت یعنی نبی ہونے میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام برابر ہیں البتہ ان کے درجات میں فرق ہیں، بعض بعض سے اعلیٰ ہیں اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے اعلیٰ ہیں۔

آیت 254 یہاں آخرت کی تیاری کرنے کا فرمایا گیا ہے کہ اے مومنو! قیامت آنے سے پہلے پہلے راہِ خدا میں مال خرچ کر لو اور یاد رکھو کہ قیامت کے دن دنیا کا مال کام نہیں آئے گا اور دنیوی دوستیاں بھی بیکار ہوں گی بلکہ باپ بیٹے بھی ایک دوسرے سے جان چھڑا رہے ہوں گے اور کافروں کو کسی کی سفارش کام نہ دے گی اور اس دن کے منکر کافر ہیں اور کافر ہی سب سے بدتر ظالم ہیں کہ انہوں نے ایمان کی

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ

ایمان والو! ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے اللہ کی راہ میں اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کر لو جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ

خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ ؕ وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ

کافروں کے لئے دوستی اور نہ شفاعت ہوگی اور کافر ہی ظالم ہیں ○ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ خود زندہ

الْقَيُّوْمُ ۚ۬ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ

دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے، اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں سب اسی کا ہے۔ کون ہے جو

يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ۚ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ

اس کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے؟ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور لوگ اس کے علم میں سے

جگہ کفر، طاعت کی جگہ معصیت اور شکر کی جگہ ناشکری کو اختیار کیا اور اپنی جانوں کو عذابِ جہنم کے لئے پیش کر کے ان پر ظلم کیا۔ اہم باتیں: (1) بروزِ قیامت مال دنیا کی طرح کام نہ آئے گا البتہ دنیا میں نیک کاموں میں ایمان و اخلاص سے خرچ کیا گیا مال فائدہ دے گا۔ (2) روزِ قیامت نیک و پرہیزگار مسلمانوں سے تعلقات اور دوستیاں کام آئیں گی کہ یہ اپنے گنہگار متعلقین کی مقبول شفاعت کریں گے۔

آیت 255 اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے اکیلے معبود ہونے اور اس کی عظمت و شان کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ خود زندہ اور عالم کی تدبیر فرمانے والا ہے، اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، کیونکہ یہ چیزیں عیب ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر نقص و عیب سے پاک ہے۔ آسمان و زمین میں موجود ہر ہر چیز کا وہی حقیقی مالک ہے اور ساری کائنات میں اسی کا حکم چلتا ہے، آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے تو یہ چیزیں پوجے جانے کے کیسے قابل ہو سکتی ہیں۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کی بارگاہ میں شفاعت نہیں کر سکتا۔ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے خواہ اس کا تعلق لوگوں کے ماقبل سے ہو یا مابعد سے، امورِ دنیا سے ہو یا امورِ آخرت سے اور اللہ تعالیٰ کے علم سے کسی کو کچھ نہیں مل سکتا جب تک وہ نہ چاہے اور وہ عطا فرمائے اور اتنا ہی مل سکتا ہے جتنا وہ چاہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو اپنی وسعت میں لئے ہوئے ہے اور ان دونوں کی حفاظت اسے تھکا نہیں سکتی اور وہی بلند شان اور عظمت والا ہے۔ اہم باتیں: (1) بروزِ قیامت جنہیں شفاعت کی اجازت ہوگی وہ انبیاء کرام علیہم السلام، ملائکہ، اولیاء اور مومنین ہیں، کفار کے لئے کوئی شفاعت نہیں کرے گا۔ (2) ذاتی علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اس کے دینے سے کسی کو عطائی علم ہو سکتا ہے چنانچہ وہ اپنی مشیت سے لوگوں کو اسرارِ کائنات اور انبیاء و رسل علیہم السلام کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ (3) اس آیت میں جس کرسی کا ذکر ہے اس کی حقیقت و ماہیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، ہم اس کے حق ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ (4) اس آیت کو آیۃ الکرسی کہتے ہیں، اس کی فضیلت یہ ہے کہ یہ قرآن کی سب سے عظیم آیت ہے۔ (مسلم، حدیث: 258(810)) اور جو سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھے گا صبح تک اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے گا اور شیطان اس کے قریب نہ آ سکے گا۔ (بخاری، حدیث: 5010)

بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَئُوْدُهٗ

اتنا ہی حاصل کر سکتے ہیں جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی آسمان اور زمین کو اپنی وسعت میں لیے ہوئے ہے اور ان کی حفاظت اسے

حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۲۵۵﴾ لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۙ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۚ

تھکا نہیں سکتی اور وہی بلند شان والا، عظمت والا ہے۔ دین میں کوئی زبردستی نہیں، بیشک ہدایت کی راہ گمراہی سے خوب جدا ہو گئی ہے

فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی ۚ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ

تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بڑا مضبوط سہارا تھام لیا جس سہارے کو کبھی کھلنا نہیں

وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۵۶﴾ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ۬ وَالَّذِیْنَ

اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔ اللہ مسلمانوں کا والی ہے انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور جو

كَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

کافر ہیں ان کے حمایتی شیطان ہیں وہ انہیں نور سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں۔ یہی لوگ دوزخ والے ہیں،

آیت 256 اسلام کا ایک بنیادی اصول یہاں بیان کیا گیا کہ دین اسلام قبول کرنے کے لیے کسی پر کوئی زبردستی نہیں کیونکہ قرآن و اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد ہدایت اور گمراہی میں فرق بالکل واضح ہو گیا، تو اب عقلمند آدمی کے لیے قبولِ حق میں تاخیر کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی، لہٰذا جو شیطان کا انکار کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے تو اس نے بڑا مضبوط سہارا تھام لیا جو سہارا اسے خدا اور جنت تک پہنچا دے گا۔ اہم باتیں: (1) کفار کو نرمی اور حسن اخلاق کے ساتھ دین اسلام کی دعوت دی جائے گی البتہ اس قوت و شوکت کو توڑنا ضروری ہے جو اسلام قبول کرنے میں رکاوٹ بنے۔ (2) کسی کافر کو جبراً مسلمان بنانا جائز نہیں مگر مسلمان کو جبراً مسلمان رکھنا ضروری ہے کیونکہ مرتد ہونا دینِ اسلام کی توہین اور دوسروں کے لیے بغاوت کا راستہ کھولنا ہے جسے بند کرنا ضروری ہے۔ (3) اسلامی احکام کا نفاذ اسلامی حکمرانوں کی ذمہ داری ہے اور برائی کا خاتمہ ہر مسلمان کو اپنی طاقت کے مطابق کرنا ضروری ہے، ہاتھ یا زبان یا دل سے جیسے ممکن ہو۔ (4) اسلام کا سہارا مضبوطی سے تھامے رکھنا تبھی ممکن ہے جبکہ آدمی بے دینوں کی صحبت، الفت، کتابیں دیکھنے، باتیں سننے سے دور رہے اور جو اپنے ایمان کی رسی پر خود ہی چھریاں چلائے تو اس کا کٹنے سے بچنا مشکل ہے۔

آیت 257 اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے کہ انہیں کفر و گمراہی کی تاریکیوں سے ایمان و ہدایت کی روشنی کی طرف لاتا ہے جو انبیاء و صالحین کا راستہ ہے جبکہ کافروں کے حمایتی اور دوست شیطان ہیں جو انہیں فطرتِ صحیحہ کی روشنی سے کفر کی تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہی لوگ دوزخ والے ہیں، یہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اہم بات: حق کی راہ روشن کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ، شمع بزم ہدایت یعنی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات پاک ہے۔

هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ

ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اے حبیب! کیا تم نے اس کو نہ دیکھا تھا جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں اس بنا پر جھگڑا کیا

اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ

کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی ہے، جب ابراہیم نے فرمایا: میرا رب وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے۔ اس نے کہا: میں بھی زندگی

وَ اُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ

دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں۔ ابراہیم نے فرمایا: تو اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے پس تو اسے مغرب سے لے آ۔ تو اس کافر کے ہوش

الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۚ ﴿۲۵۸﴾ اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّ هِیَ

اڑ گئے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ یا (کیا تم نے) اس شخص کو (نہ دیکھا) جس کا ایک بستی پر گزر ہوا اور وہ

آیت 258 نور اور تاریکی والوں کا ذکر کر کے اب ان کی ایک مثال بیان کی جا رہی ہے، نور والوں کے پیشوا حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور تاریکی والوں کا پیشوا نمرود تھا۔ نمرود کو اللہ تعالیٰ نے عظیم سلطنت عطا کی لیکن اس نے شکر وطاعت کی بجائے تکبر و سرکشی اختیار کی حتی کہ رب ہونے کا دعویٰ کرنے لگا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے توحید کی دعوت دی تو کہنے لگا: تمہارا رب کون ہے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: میرا رب وہ ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے یعنی اجسام میں موت وحیات پیدا کرتا ہے۔ نمرود سے اس زبردست دلیل کا جواب نہ بن پڑا لیکن شرمندگی مٹانے کے لئے اس نے دو آدمی بلائے، ایک کو قتل کر دیا اور دوسرا چھوڑ دیا اور کہنے لگا: میں بھی زندگی اور موت دیتا ہوں یعنی کسی کو گرفتار کر کے چھوڑ دینا اسے زندہ کرنا ہے اور بے قصور کو مار دینا موت دینا ہے۔ یہ اس کی حماقت تھی، کہاں قتل کرنا اور چھوڑنا اور کہاں موت وحیات پیدا کرنا؟ عقل و شعور والوں پر تو واضح ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دلیل برحق ہے اور نمرود کا جواب بے کار ہے لیکن چونکہ نمرود نے شرم مٹانے کیلئے کچھ نہ کچھ جواب دے دیا تھا اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اگلی دلیل سے اسے لاجواب کر دیا کہ سورج جو مشرق سے طلوع ہوتا ہے اسے مغرب سے طلوع کر دے۔ یہ سن کر نمرود ہکا بکا رہ گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ اہم باتیں: (1) عقائد میں اچھے انداز سے مناظرہ کرنا سنت انبیاء ہے لہٰذا یہ برا نہیں البتہ اس میں اگر تکبر و سرکشی اور حق قبول نہ کرنے کا پہلو داخل ہو جائے تو وہ برا ہے۔ (2) علم مناظرہ کے ماہر علماء ہی کسی اہم مقصد اور فائدے کے پیش نظر مناظرہ کر سکتے ہیں عوام کو بحث ومباحثے کی اجازت نہیں بلکہ یہ ناجائز اور انتہائی خطرناک ہے۔

آیت 259 اکثر مفسرین کے بقول اس آیت میں بیان کیا گیا واقعہ حضرت عزیر علیہ السلام کا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بخت نصر بادشاہ کے بیت المقدس کو ویران کرنے کے بعد ایک مرتبہ حضرت عزیر علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ کے ساتھ ایک برتن کھجور اور ایک پیالہ انگور کا رس تھا اور آپ ایک گدھے پر سوار تھے۔ پوری بستی میں چکر لگایا لیکن کسی کو وہاں زندہ نہ پایا اور بستی کی عمارتیں گری

خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ

بستی اپنی چھتوں کے بل گری پڑی تھی تو اس شخص نے کہا: اللہ انہیں ان کی موت کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ تو اللہ نے اسے

مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا

سو سال موت کی حالت میں رکھا پھر اسے زندہ کیا، (پھر اس شخص سے) فرمایا: تم یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے ہو؟ اس نے عرض کی: میں ایک دن

اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ

یا ایک دن سے بھی کچھ کم وقت ٹھہرا ہوں گا۔ اللہ نے فرمایا: (نہیں) بلکہ تو یہاں سو سال ٹھہرا ہے اور اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک

لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ ۫ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ

بدبودار نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو دیکھ (جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں) اور یہ (سب) اس لئے (کیا گیا ہے) تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے

وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ

ایک نشانی بنا دیں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کہ ہم کیسے انہیں اٹھاتے (زندہ کرتے) ہیں پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں تو جب یہ معاملہ اس پر ظاہر

ہوئی تھیں اس پر آپ نے تعجب سے کہا: اللہ تعالیٰ انہیں ان کی موت کے بعد کیسے زندہ کرے گا۔ پھر گدھے کو ایک طرف باندھ کر آرام فرمانے لگے، اسی حالت میں آپ کی روح قبض کر لی گئی اور گدھا بھی مر گیا۔ اس کے 70 برس بعد ایران کے ایک بادشاہ نے بیت المقدس کو پہلے سے بھی بہتر طریقے پر آباد کیا اور بنی اسرائیل کے باقی ماندہ لوگ دوبارہ بیت المقدس اور اس کے گردونواح میں آباد ہو گئے۔ اس عرصے میں حضرت عزیر علیہ السلام کو کوئی دیکھ نہ سکا۔ سو سال بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ کیا اور فرمایا: تم یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے ہو؟ آپ نے اندازے سے عرض کی: ایک دن یا اس سے کچھ کم وقت کیونکہ جب آپ آرام کرنے کے لئے تشریف فرما ہوئے اور آپ کی روح قبض ہوئی وہ صبح کا وقت تھا اور اب سورج غروب ہونے کے قریب تھا اس لئے آپ نے خیال فرمایا کہ یہ اسی دن کی شام ہے جس کی صبح کو سوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم یہاں سو سال ٹھہرے ہو۔ اپنے کھانے اور پانی یعنی کھجور اور انگور کا رس دیکھو کہ ویسا ہی صحیح سلامت باقی ہے، اس میں بو تک پیدا نہیں ہوئی اور گدھے کو دیکھو! جس کا بدن تک گل سڑ کر ختم ہو گیا اور صرف سفید ہڈیاں چمک رہی ہیں۔ یہ سب اس لئے کیا گیا تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے بعدِ موت زندہ کئے جانے کی ایک نشانی بنا دیں۔ گدھے کی ان ہڈیوں کو دیکھو کہ کیسے ہم انہیں زندہ کرتے اور گوشت پہناتے ہیں۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے دیکھا، آپ کے سامنے اس کے اعضا جمع ہوئے، اعضا اپنی اپنی جگہ پر آئے، ہڈیوں پر گوشت چڑھا، گوشت پر کھال آئی، بال نکلے پھر اس میں روح پھونکی گئی اور وہ کھڑا ہو کر آواز نکالنے لگا۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے یعنی یقین تو پہلے ہی تھا، اب عین الیقین ہو گیا۔

قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ

ہو گیا تو وہ بول اٹھا: میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ اور جب ابراہیم نے عرض کی: اے میرے رب

اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ

تو مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ فرمائے گا؟ اللہ نے فرمایا: کیا تجھے یقین نہیں؟ ابراہیم نے عرض کی: یقین کیوں نہیں مگر

لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ

(چاہتا ہوں) کہ میرے دل کو قرار آجائے۔ اللہ نے فرمایا: تو پرندوں میں سے کوئی چار پرندے پکڑ لو پھر انہیں اپنے ساتھ مانوس کر لو پھر

اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ

ان سب کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دو پھر انہیں پکارو تو وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور جان رکھو کہ اللہ غالب

حَكِیْمٌ ﴿۲۶۰﴾ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ

حکمت والا ہے ○ ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانے کی طرح ہے جس نے سات بالیاں اگائیں۔

آیت 260 ﴾ اس آیت میں قدرتِ الٰہی پر اور خصوصاً مردوں کو زندہ کرنے پر قدرت کا ایک اور واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سمندر کے کنارے ایک مردہ آدمی پڑا تھا، جب پانی چڑھا تو مچھلیوں نے اس کی لاش کھائی، جب پانی اترا تو درندوں نے کھایا اور جب درندے چلے گئے تو پرندوں نے کھایا۔ یہ ملاحظہ فرما کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مردے زندہ ہوتے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا یا ایک قول کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تو نشانی کے طور پر آپ نے عرض کی: اے اللہ! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تمہیں اس پر یقین نہیں؟ عرض کی: یقین کیوں نہیں، مگر میں چاہتا ہوں کہ یہ چیز آنکھوں سے دیکھوں تاکہ دل کو قرار آجائے اور عین الیقین حاصل ہو جائے۔ اس پر حکم خداوندی ہوا کہ چار پرندے لے کر انہیں اپنے ساتھ خوب مانوس کر لو پھر انہیں ذبح کر کے ان کا قیمہ آپس میں ملا کر مختلف پہاڑوں پر رکھ دو، پھر انہیں آواز دو تو وہ اپنی پہلی شکل و صورت میں بن کر تمہارے پاس آجائیں گے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندے لئے۔ پھر حکم الٰہی کے مطابق ذبح کر کے قیمہ بنا کر ان کے اجزا ملا دیے اور اس مجموعہ کے کئی حصے کر کے ایک ایک حصہ ایک ایک پہاڑ پر رکھ دیا اور سب کے سر اپنے پاس رکھ لیے۔ پھر ان پرندوں کو آواز دے کر بلایا تو حکم الٰہی سے فوراً وہ اجزا اڑے، ہر جانور کے اجزا علیحدہ ہو کر اپنی ترتیب سے جمع ہوئے اور دوبارہ وہی پرندے بن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اپنے سروں سے مل کر پہلے کی طرح مکمل ہو گئے۔ یہ واقعہ خدا کے علم، حکمت و قدرت کی دلیل ہے۔

آیت 261 ﴾ اس آیت میں راہِ خدا میں خرچ کرنے والوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جیسے کوئی آدمی زمین میں ایک دانہ بیج ڈالتا ہے جس سے سات بالیاں اگتی ہیں اور ہر بالی میں سو دانے پیدا ہوتے ہیں اسی طرح جو راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے

فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِیْنَ

ہر بالی میں سو دانے ہیں اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لیے چاہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے○ وہ لوگ جو

یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ

اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اپنے خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں ان کا انعام

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ

ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے○ اچھی بات کہنا اور معاف کر دینا اس خیرات سے بہتر ہے

صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَاۤ اَذًى ؕ وَ اللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ﴿۲۶۳﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ

جس کے بعد ستانا ہو اور اللہ بے پرواہ، حلم والا ہے○ اے ایمان والو! احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اپنے صدقے

اخلاص کے اعتبار سے 700 گنا زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے اور یہ بھی کوئی حد نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے خزانے بھرے ہوئے ہیں اور وہ کریم و جواد ہے جسے چاہے اس سے بھی زیادہ ثواب عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا، علم والا ہے۔ اہم باتیں: (1) راہِ خدا میں خرچ کرنا نیکی کی تمام صورتوں کو شامل ہے خواہ واجب ہو یا نفل چنانچہ کسی غریب کو کھانا کھلانا، کپڑے پہنانا، دوائی فراہم کرنا، راشن دلانا، طالب علم کو کتاب خرید کر دینا، کوئی شفاخانہ بنانا یا فوت شدگان کے ایصالِ ثواب کے لئے فقرا و مساکین کو تیجے، چالیسویں وغیرہ پر کھلانا راہِ خدا میں خرچ کرنا ہے۔ (2) نیک اعمال میں جتنی اچھی نیت اور اخلاص ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ ثواب ملتا ہے۔

آیت 262 اس آیت میں راہِ خدا میں خرچ کرنے کے آداب اور فضیلت کا بیان ہے۔ آداب یہ ہیں کہ خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتایا جائے اور نہ لینے والے کو تکلیف دی جائے۔ احسان جتلانا یہ ہے کہ دینے کے بعد دوسروں کے سامنے اظہار کرے کہ ہم نے تیرے ساتھ ایسے ایسے سلوک کئے اور تکلیف دینا یہ ہے کہ اسے غربت اور مجبوری پر شرم دلائے کہ تو ایسا تھا ہم نے تیری خبر گیری کی یا اور طرح اس پر دباؤ ڈالے۔ احسان جتانے اور تکلیف دینے سے ثواب ضائع ہو جاتا ہے جیسا کہ آگے آیت نمبر 264 میں ہے اور جو آداب کا خیال کر کے اللہ کی راہ میں دیتے ہیں ان کا انعام ان کے رب کے پاس ہے اور آخرت میں ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

آیت 263 سائل کو کچھ نہ دینے کی صورت میں اس سے اچھی بات کہنا اور اس کی زیادتی کو معاف کر دینا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد اسے عار دلائی جائے یا احسان جتایا جائے یا کسی دوسرے طریقے سے تکلیف پہنچائی جائے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے صدقات سے بے پرواہ اور گنہگاروں کو جلد سزا نہ دے کر حلم فرمانے والا ہے۔ درس: اس آیت میں نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ غنی و بے پرواہ ہو کر بھی حلیم ہے کہ گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور تم تو ثواب کے محتاج ہو لہٰذا تم بھی فقرا و مساکین اور اپنے ماتحتوں کی خطاؤں سے درگزر کیا کرو۔ حلم سنتِ الٰہیہ بھی ہے اور سنتِ مصطفویہ بھی۔

آیت 264 فرمایا کہ اے ایمان والو! جس پر خرچ کرو اس پر احسان جتا کر اور اسے تکلیف پہنچا کر اپنے صدقے کا ثواب برباد نہ کر دو

اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ

پسند کرے گا کہ اس کے پاس کھجور اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے نیچے ندیاں بہتی ہوں، اس کے لئے اس میں

كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ

ہر قسم کے پھل ہوں اور اسے بڑھاپا آجائے اور حال یہ ہو کہ اس کے کمزور و ناتواں بچے ہوں پھر اس پر ایک بگولا آئے جس میں آگ ہو

فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝٢٦٦ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

ع ٣٦

تو سارا باغ جل جائے۔ اللہ تم سے اسی طرح اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۝ اے ایمان والو!

اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا

اپنی پاک کمائیوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے (اللہ کی راہ میں) کچھ خرچ کرو اور خرچ کرتے ہوئے

الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

خاص ناقص مال (دینے) کا ارادہ نہ کرو حالانکہ (اگر وہی تمہیں دیا جائے تو) تم اسے چشم پوشی کئے بغیر قبول نہیں کرو گے اور جان رکھو کہ اللہ

محتاج ہوں پھر شدید قسم کی آگ پر مشتمل بگولوں والی آندھی چلے جو باغ کو جلا کر راکھ کردے، تو اس وقت آدمی کے رنج و غم اور حسرت و یاس کا کیا عالم ہوگا؟ یہی حال اس شخص کا ہے جس نے دکھاوے کے لئے نیک اعمال کئے اور اس گمان میں ہو کہ میرے پاس نیکیوں کا ذخیرہ ہے مگر جب شدتِ حاجت کا وقت یعنی قیامت کا دن آئے تو اللہ تعالیٰ یہ اعمال رد کردے۔ غور کرو کہ اس وقت اسے کتنا رنج اور کتنی حسرت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ یہ آیات اس لئے بیان فرماتا ہے تاکہ اے لوگو! تم غور و فکر کرو اور سمجھو۔ درس: کس قدر دل دہلا دینے والی مثال ہے۔ کاش! ہم سمجھ جائیں اور نماز، ذکر و درود، تلاوت و نعت خوانی، حج و عمرہ، زکوٰۃ صدقات وغیرہ تمام اعمال ریاکاری سے پاک کرلیں۔

آیت 267 بعض لوگ صدقہ میں خراب مال دیا کرتے تھے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا کمایا ہوا پاکیزہ اور صاف ستھرا مال دیا کرو نیز زمین کی پیداوار سے بھی راہِ خدا میں خرچ کیا کرو اور راہِ خدا میں ناقص، گھٹیا اور ردی مال نہ دیا کرو، جب تم اللہ تعالیٰ سے اچھی جزا چاہتے ہو تو اس کی راہ میں مال بھی اچھا دیا کرو۔ غور کرو کہ جس طرح کا گھٹیا مال تم راہِ خدا میں دیتے ہو اگر وہی مال تمہیں دیا جائے تو کیا تم قبول کرو گے! پہلے تو قبول ہی نہ کرو گے اور اگر قبول کر بھی لو تو کبھی خوشدلی سے نہیں بلکہ دل میں برا مناتے ہوئے لوگے تو جب اپنے لئے اچھا لینے کا سوچتے ہو تو راہِ خدا میں خرچ کئے جانے والے کے بارے میں بھی اچھا ہی سوچو اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے خرچ سے بے پرواہ اور حمد کے لائق ہے۔ اہم باتیں: (1) جو چیز فی نفسہ اچھی ہو لیکن آدمی کو خود پسند نہیں تو یہ دینے میں حرج نہیں۔ (2) زمین کی پیداوار سے بھی راہِ خدا میں دیا جائے خواہ پیداوار کم ہو یا زیادہ۔

غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ

بے پرواہ، حمد کے لائق ہے۞ شیطان تمہیں محتاجی کا اندیشہ دلاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے اپنی طرف سے بخشش

وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ

اور فضل کا وعدہ فرماتا ہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۞ اللہ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جسے حکمت دی جائے تو بیشک

اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ

اسے بہت زیادہ بھلائی مل گئی اور عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں۞ اور تم جو خرچ کرو یا کوئی نذر مانو

آیت 268 اس آیت میں صدقہ وخیرات کرنے میں پیش آنے والے ایک بڑے وسوسے کا بیان ہے کہ راہِ خدا میں خرچ کرنے سے شیطان تمہیں فقیر ونادار ہو جانے کا وسوسہ دلاتا اور بخل وکنجوسی کی طرف بلاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ فرماتا ہے کہ اگر تم اس کی راہ میں خرچ کرو گے تو وہ تمہیں اپنے فضل ومغفرت سے نوازے گا۔ یاد رکھو کہ وہ پاک پروردگار بڑی وسعت والا ہے، صدقہ سے تمہارا مال گھٹنے نہ دے گا بلکہ اور برکت سے نوازے گا اور وہ خرچ کرنے والے کو جانتا ہے۔ درس: آج بھی ایسے لوگ ہیں جو تنگدستی ومحتاجی کے خوف سے راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے لیکن شادی بیاہ میں جائز وناجائز رسومات اور عام زندگی میں بے دریغ خرچ کرتے ہوتے ہیں، انہیں غور کرنا چاہئے۔

آیت 269 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جسے حکمت دی جائے تو بیشک اسے بہت زیادہ بھلائی مل گئی کیونکہ یہ اسے ابدی سعادت کی طرف لے جائے گی اور عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں۔ اہم بات: یہاں حکمت سے قرآن، حدیث اور فقہ، علم، تقویٰ اور نبوت مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ قرآن وحدیث سراپا حکمت ہیں اور فقہ اسی سرچشمہ حکمت وہدایت سے فیض یافتہ علم ہے اور تقویٰ حکمت کا تقاضا ہے جبکہ نبوت سراسر حکمت ہے البتہ یہ بات قطعی ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد اب کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔

آیت 270 فرمایا کہ تم نیکی یا بدی میں جو خرچ کرو یا خرچ کرنے کی نذر مانو، اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے، وہ تمہیں اچھے عمل، خرچ اور نذر پر ثواب جبکہ گناہ کے عمل، خرچ اور نذر پر سزا دے گا۔ گناہ کرکے خود پر ظلم کرنے والوں کا کوئی مددگار نہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔ اہم باتیں: (1) شریعت میں نذر عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہو سکتی ہے، اسے نذرِ شرعی کہتے ہیں البتہ عرف میں ہدیہ اور پیش کش کو بھی نذر کہہ دیتے ہیں جیسے کسی بڑے کو تحفہ دیتے ہوئے کہہ دیا جائے کہ یہ آپ کی نذر کرتا ہوں۔ یہ نذرِ عرفی کہلاتی ہے۔ (2) شرعی نذر صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں: غیر لازم عبادت کو لازم کر لینا۔ نذرِ عرفی بمعنی نذرانہ، تحفہ، ہدیہ مخلوق کے لئے بھی ہو سکتی ہے جیسے بزرگانِ دین کے لئے نذر ونیاز کرنا، اس طرح کی نذروں کا پورا کرنا ضروری نہیں البتہ بہتر ہے۔ (3) کسی گناہ کے کام کی نذر مانی تو وہ صحیح نہیں۔

مِنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ

اللہ اسے جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ○ اگر تم اعلانیہ خیرات دو گے تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے

وَ اِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَ يُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ

اور اگر تم چھپا کر فقیروں کو دو تو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اور اللہ تم سے تمہاری کچھ برائیاں مٹا دے گا اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَا

تمہارے کاموں سے خبردار ہے ○ لوگوں کو ہدایت دے دینا تم پر لازم نہیں، ہاں اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے اور تم جو

تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ

اچھی چیز خرچ کرو تو وہ تمہارے لئے ہی فائدہ مند ہے اور تم اللہ کی خوشنودی چاہنے کیلئے ہی خرچ کرو اور جو مال تم خرچ کرو گے وہ تمہیں

يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی ○ ان فقیروں کے لئے جو اللہ کے راستے میں روک دیئے گئے،

آیت 271 فرمایا کہ اگر تم اعلانیہ نفلی صدقات دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر تم چھپا کر فقیروں کو دو تو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے کچھ گناہ صغیرہ مٹا دے گا، تم خواہ اعلانیہ صدقہ دو یا چھپا کر بہر صورت اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ اہم باتیں: (1) صدقہ خواہ فرض ہو یا نفل جب اخلاص کے ساتھ دیا جائے تو اعلانیہ یا چھپا کر دونوں طرح بہتر ہے مگر فرض صدقہ اعلانیہ اور نفلی چھپا کر دینا افضل ہے، اگر نفلی بھی دوسروں کی ترغیب کے لئے ہو تو اظہار افضل ہے۔ (2) اکثر اعمال میں یہی قاعدہ ہے کہ خفیہ و اعلانیہ دونوں طرح جائز لیکن ریاکاری کے لئے اعلانیہ حرام اور دوسروں کی ترغیب کے لئے ثواب ہے۔ علماء و مشائخ بہت سے اعمال اعلانیہ اسی لئے کرتے ہیں کہ ان کے مریدین و متعلقین کو ترغیب ہو۔ (3) صدقہ غضبِ الٰہی کو بجھاتا، بری موت دور کرتا، گناہ مٹاتا، برائی کے ستر دروازے بند کرتا، بری قضا ٹالتا، عمر بڑھاتا اور آفتیں دور کرتا ہے۔

آیت 272 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کام صرف حق کی دعوت دینا ہے اس سے زیادہ نہیں جبکہ ہدایت قبول کروا دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، وہ اپنی حکمت و مشیت سے جسے چاہے، ہدایت دیدے۔ مزید فرمایا: اے لوگو! تم جو خرچ کرتے ہو اس کا فائدہ تمہیں ہی ہوگا کہ دنیا کے اندر مال میں برکت اور آخرت میں ثواب کا ذخیرہ ہے لہٰذا جب اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے خرچ کرو، اخلاص والے عمل کا پورا صلہ دیا جائے گا بلکہ فضلِ الٰہی سے وہ صلہ 700 گنا سے لے کر کروڑوں گنا تک ہو سکتا ہے۔

آیت 273 فرمایا کہ صدقات کا بہترین مصرف وہ فقراء ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو جہاد اور طاعتِ الٰہی کیلئے روک رکھا ہے اور ان میں مشغولیت کی وجہ سے یہ تجارت و روزگار کے لئے زمین میں چل پھر نہیں سکتے۔ سوال کرنے سے کترانے کی وجہ سے ناواقف لوگ

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِى الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ

وہ زمین میں چل پھر نہیں سکتے۔ ناواقف انہیں سوال کرنے سے بچنے کی وجہ سے مالدار سمجھتے ہیں۔ تم انہیں ان کی علامت سے

بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿٢٧٣﴾ اَلَّذِيْنَ

پہچان لوگے۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے اور تم جو خیرات کرو اللہ اسے جانتا ہے○ وہ لوگ

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا

رات میں اور دن میں، پوشیدہ اور اعلانیہ اپنے مال خیرات کرتے ہیں ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔ اور

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٤﴾ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا

نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے○ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر اس شخص کی طرح

انہیں مالدار سمجھتے ہیں لیکن غور کرو تو تم انہیں ان کی علامات جیسے چہرے پر ضعف کے آثار، بھوک کی وجہ سے رنگ زرد ہونے مزاج میں تواضع وانکساری سے پہچان لوگے، وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے اور تم جو خیرات کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے اور وہ اس کی جزا عطا فرمائے گا۔ اہم بات: یہ آیت اصحاب صفہ کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ ان حضرات کی تعداد چار سو کے قریب تھی اور یہ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے۔ یہاں نہ ان کا مکان تھا، نہ کنبہ قبیلہ اور نہ ان حضرات نے شادی کی تھی، ان کے تمام اوقات عبادت میں صرف ہوتے تھے۔ قرآنِ کریم سیکھنا اور جہاد کے لئے تیار رہنا اور حکم پر جہاد کے لئے جانا ان کا شب وروز کا معمول تھا۔ یہ صدقات کا بہترین مصرف ہیں۔ انہی حضرات کی صف میں وہ علماء ومشائخ اور طلبہ ومبلغین بھی داخل ہیں جو دینی کاموں میں مشغولیت کی وجہ سے کمانے کی فرصت نہیں پاتے۔ درس: اصحاب صفہ کی حالت پر اس آیت کا نزول ہمیں سمجھانے، نصیحت کرنے اور ترغیب دلانے کے لئے ہے۔ علماء ومبلغین کی مالی پریشانیاں ختم کردیں پھر دیکھیں کہ دین کا کام کیسی تیزی سے ہوتا ہے۔

آیت 274 شانِ نزول: راہِ خدا میں خرچ کرنے کا جذبہ رکھنے والے رات اور دن، پوشیدہ اور اعلانیہ جب گنجائش ہوتی ہے یا حاجت سامنے آتی ہے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے سچے جذبے، اخلاص کے ساتھ مالی قربانی کا اجر وثواب ان کے رب کے پاس ہے۔ یہ لوگ مال خرچ کرنے سے پہلے ڈرتے نہیں کہ بعد میں کیا ہوگا اور خرچ کرکے غم نہیں کرتے کہ مال چلا گیا، ایسے لوگ قیامت میں خوف وغم سے امن میں ہوں گے۔

آیت 275 گزشتہ آیات میں مال خرچ کرکے رضائے الٰہی اور جنت کمانے والوں کا بیان تھا، اب اسی مال کے ذریعے غضب الٰہی اور جہنم کمانے والوں کا بیان کیا جارہا ہے، ان میں ایک بڑا طبقہ سود خوروں کا ہے، چنانچہ ان کے بارے میں فرمایا کہ سود کھانے والے قیامت کے دن قبروں سے ایسے بدحواس اور گرتے پڑتے کھڑے ہوں گے جیسے دنیا میں وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے آسیب نے چھو کر پاگل بنا دیا ہو۔ اس سزا کا سبب ان کا مسلمانوں سے یہ کہنا ہے کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے کہ جیسے تجارت میں نفع لیا جاتا ہے ایسے

يَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ

کھڑے ہوتے ہیں جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے آسیب نے چھو کر پاگل بنا دیا ہو۔ یہ سزا اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا: خرید و فروخت بھی تو سود ہی کی

الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى

طرح ہے حالانکہ اللہ نے خرید و فروخت کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا تو جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آئی پھر وہ باز آ گیا

فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا

تو اس کیلئے حلال ہے وہ جو پہلے گزر چکا اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جو دوبارہ ایسی حرکت کریں گے تو وہ دوزخی ہیں، وہ اس میں

خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِیْمٍ ﴿۲۷٦﴾

مدتوں رہیں گے ○ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے، بڑے گنہگار کو پسند نہیں کرتا ○

ہی سود میں بھی ہوتا ہے، پھر تم تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیوں کرتے ہو؟ ان کے جواب میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے، تم ہوتے کون ہو اعتراض کرنے والے، بندے ہو، سر بندگی خم کرو، حکم سب کو دیئے جاتے ہیں لیکن حکمتیں بتانے کے لئے سب نہیں ہوتے، لہٰذا حکم الٰہی نازل ہونے کے بعد اب جو آئندہ سود لینے سے باز آ گیا تو پہلے جو وہ لے چکا اس پر اس کی گرفت نہ ہو گی اور اس کی معافی کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور جو دوبارہ سود کھائے تو وہ جہنم کا مستحق ہے اور اس میں مدتوں رہے گا اور اگر حلال سمجھ کر سود کھایا تو کافر ہے کیونکہ کسی بھی حرام قطعی کو حلال جاننے والا مسلمان نہیں رہتا اور ایسا شخص کفر پر موت کی صورت میں ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اہم بات: غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ تجارت معاشی اور اقتصادی ترقی کے لیے انتہائی اہم ہے۔ اس سے تاجر میں اپنے ہاتھ کی محنت سے کما کر کھانے، غریبوں اور محنت کش مزدوروں کا احساس کرنے، اوروں کی ترقی پر خوش ہونے اور سخاوت سے کام لینے جیسی اخلاقی اچھائیاں پیدا ہوتی ہیں جبکہ سود میں بغیر کسی نقصان کے دوسرے سے صرف نفع نچوڑنا ہوتا ہے جو بلاشک وشبہ معاشی استحصال، مفت خوری، سستی و کاہلی، حرص و طمع، خود غرضی اور مفاد پرستی کو جنم دیتا ہے۔ جو مجبور کو بھی سود کے بغیر قرض نہ دے تو سخاوت و امداد کے طور پر دوسرے کو مال کہاں دے گا۔ اسی لئے آپ کو حقیقی تاجر تو غریبوں پر مفت خرچ کرتے بہت ملیں گے لیکن صرف سود کا لین دین کرنے والے افراد اور کمپنیاں بہت مشکل ہی سے غریبوں پر مفت خرچ کرتی نظر آئیں گی۔ درس: جب سود کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے تو ایک مسلمان کی ذمہ داری اس سے بہر صورت بچنا ہے خواہ کوئی کچھ بھی کہے اور کوئی کتنا ہی کفار کی ترقی اور مسلمانوں کی تنزلی کی مثالیں دے۔ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آج دنیا بھر کے ممالک میں کسی کی مجال ہے کہ قانون ملکی کی کسی دفعہ پر حرف گیری کرے کہ یہ بیجا ہے، یہ کیوں ہے؟ کیوں نہ چاہئے، یوں ہونا چاہیے تھا۔ جب جھوٹی فانی مجازی سلطنتوں کے سامنے چون و چرا کی مجال نہیں ہوتی تو اس ملک الملوک، بادشاہ حقیقی، ازلی، ابدی کے حضور "کیوں" اور "کس لئے" کا دم بھرنا کیسی سخت نادانی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 17/359)

آیت 276 ﴾ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے کہ کچھ عرصے کے لئے مال بڑھ جاتا ہے لیکن برکت اور نیکی و سخاوت و ہمدردی کے قیمتی

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور نماز قائم کی اور زکوۃ دی ان کا اجر ان کے رب کے پاس

رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا

اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۞ اے ایمان والو! اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ سے ڈرو اور

مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ

سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۞ پھر اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے لڑائی کا یقین

اوصاف مٹ جاتے ہیں اور ایک وقت کے بعد مال بھی زوال کا شکار ہو جاتا ہے اور قیامت میں تو سود مٹ کر عذاب کا سبب بن جائے گا جبکہ صدقہ وخیرات سے دنیا میں برکت اور نیکی وسخاوت ونیک نامی بڑھتی ہے اور قیامت میں تو یقیناً اجر وثواب بہت بڑھ جاتا ہے۔ مزید بتایا کہ خدا کے دیئے مال سے اس کے محتاج بندوں پر خرچ نہ کرنے والے ناشکرے اور حق تلفی کر کے گناہ کے مرتکب ہیں، ایسے لوگ خدا کو پسند نہیں۔

آیت 277 فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے خصوصاً تمام حقوق وشرائط کے ساتھ نماز قائم کی اور اپنے مال میں واجب زکوۃ دی، ان کا اجر وثواب ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر قیامت کے دن نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

آیت 278 شانِ نزول: یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو سود حرام ہونے سے پہلے سودی لین دین کرتے تھے اور ان کی کافی بھاری سودی رقمیں دوسروں کے ذمہ باقی تھیں۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! اگر سود حرام ہونے سے پہلے مقروض پر سود لازم ہو گیا تھا اور اب تک کچھ سود لے لیا تھا اور کچھ باقی تھا کہ سود کے حرام ہونے کا حکم آ گیا تو اب جو سود اس سے پہلے لیا تھا، وہ واپس نہ کیا جائے لیکن اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔

آیت 279 فرمایا کہ سود حرام ہونے کے بعد اب بھی اگر تم نے سودی لین دین جاری رکھا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف سے جنگ کا یقین کر لو، اور اگر تم توبہ کرو تو جو تمہارا دیا ہوا اصل قرض واپس لینا تمہارے لئے جائز ہے، اس کا مطالبہ کر سکتے ہو اور یاد رکھو کہ نہ تم مقروض سے زیادہ لے کر اسے نقصان پہنچاؤ اور نہ اصل قرضے کی رقم سے محروم ہو کر خود کو نقصان پہنچے دو۔ اہم باتیں: (1) اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کی شدید ترین وعید کے بعد سودی معاملے والوں نے اپنے سودی مطالبات چھوڑ دیئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے لڑائی کی ہمیں کیا تاب۔ یہ کہہ کر وہ تائب ہو گئے۔ لیکن افسوس! آج کل کے نام نہاد دانشور سود سے توبہ کی بجائے سود کی اہمیت وضرورت پر کتابیں، آرٹیکل، مضامین اور کالم لکھ کر خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے اعلانِ جنگ کر رہے ہیں۔ (2) سود حرام ہونے سے پہلے جو سود لیا گیا وہ حلال تھا، وہ رقم اصل قرض سے نہ کٹے گی بلکہ پورا قرض لینا جائز ہوگا۔ درس: اگرچہ یہ آیت سود کے حوالے سے ہے لیکن عمومی زندگی میں بھی شریعت وعقل کا تقاضا

وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝٢٧٩ وَاِنْ كَانَ

اور اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لئے اپنا اصل مال لینا جائز ہے۔ نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ اور نہ تمہیں نقصان ہو○ اور اگر مقروض

ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٢٨٠

تنگدست ہو تو اسے آسانی تک مہلت دو اور تمہارا قرض کو صدقہ کر دینا تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اگر تم جان لو○

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۣ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝٢٨١ ع ٣٨

اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر جان کو اس کی کمائی بھرپور دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں ہوگا○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ

اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور تمہارے درمیان کسی لکھنے والے کو

یہی ہے کہ نہ ظلم کیا جائے اور نہ ظلم برداشت کیا جائے بلکہ ظلم ختم کرنے کی کوشش کی جائے، ہاں! جہاں عفو و درگزر کی صورت بنتی ہو وہاں اسے اختیار کیا جائے۔

آیت 280 فرمایا کہ اگر قرض دار تنگدستی کی وجہ سے قرض ادا نہ کر سکے تو تنگدستی دور ہونے تک اسے مہلت دو اور اگر تم معاف کر کے تنگدست پر قرض صدقہ کر دو تو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے کیونکہ یہ دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں اجرِ عظیم ملنے کا سبب ہے۔ تنگدست قرض دار کو مہلت دینا یا قرض کا کچھ حصہ یا پورا قرض معاف کر دینا بہت بڑا ثواب کا کام ہے۔ حدیث پاک میں ہے: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی تکلیفوں سے نجات دے وہ کسی مفلس کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کر دے۔ (مسلم، حدیث: 32(1563))

آیت 281 فرمایا کہ قیامت کے اس دن سے ڈرو جس میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا، پھر تمام لوگوں کو ان کے اچھے برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا کہ بلاوجہ کسی کی نیکیاں کم کر دی جائیں یا گناہ بڑھا دیے جائیں۔
اہم بات: ایک روایت کے مطابق یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل ہونے والی سب سے آخری آیت ہے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم 21 روز، ایک قول کے مطابق 9 راتیں اور ایک قول کے مطابق 7 دن دنیا میں تشریف فرما رہے۔

آیت 282 اس آیت میں تجارت اور باہمی لین دین سے متعلق انتہائی اہم اصول بیان کیا گیا اور مجموعی طور پر یہ احکام دیے گئے ہیں: (1) جب ادھار کا کوئی معاملہ ہو، خواہ قرض کا لین دین ہو یا خرید و فروخت کا یا کوئی بھی مالی معاملہ ہو تو اس کا معاہدہ لکھ لیا جائے۔ یہ حکم واجب نہیں لیکن اس پر عمل کرنا بہت سی تکالیف سے بچاتا ہے۔ (2) معاہدہ لکھنے والا انصاف سے لکھے کہ کوئی کمی بیشی یا ہیرا پھیری نہ کرے۔ (3) اگر کسی کو خود لکھنا نہیں آتا تو دوسرے سے لکھوا لے اور جسے لکھنے کا کہا جائے وہ مدد کرے اور لکھنے سے انکار نہ کرے۔ (4) لکھنے میں یہ چاہئے کہ جس پر قرض کی ادائیگی لازم آ رہی ہے وہ لکھے یا لکھوائے اور لکھنے لکھانے کے معاملے میں اپنے رب سے ڈرے اور کوئی کمی نہ کرے۔ (5) جس پر قرض ادا کرنا لازم ہے، وہ اگر بے عقل یا کمزور ہو جیسے چھوٹا بچہ یا بہت بوڑھا

كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ

انصاف کے ساتھ (معاہدہ) لکھنا چاہئے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے تو اسے لکھ دینا

عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ۭ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ

اور جس شخص پر حق لازم آتا ہے وہ لکھاتا جائے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور اس حق میں سے کچھ کمی نہ کرے پھر جس

سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۭ وَاسْتَشْهِدُوْا

آتا ہے اگر وہ بے عقل یا کمزور ہو یا لکھوا نہ سکتا ہو تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ لکھوا دے اور اپنے مردوں میں

شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ

دو گواہ بنالو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے (منتخب کرلو) جنہیں تم پسند

مِنَ الشُّهَدَاۗءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَاۗءُ اِذَا

تاکہ (اگر) ان میں سے ایک عورت بھولے تو دوسری اسے یاد دلادے، اور جب گواہوں کو بلایا جائے تو وہ آنے سے انکار نہ

اِذَا مَا دُعُوْا ۭ وَلَا تَسْـَٔـمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ

اور قرض چھوٹا ہو یا بڑا اسے اس کی مدت تک لکھنے میں اکتاؤ نہیں۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور اس میں گواہی خوب

عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً

ٹھیک رہے گی اور یہ اس سے قریب ہے کہ تم (بعد میں) شک میں نہ پڑو (ہر معاہدہ لکھا کرو) مگر یہ کہ کوئی ہاتھوں ہاتھ سودا ہو جس کا

ہے یا کسی وجہ سے لکھوا نہ سکتا ہو تو اس معاملے میں اس کا ولی، سرپرست معاہدے کی عبارت لکھوا دے۔ (6) معاہدے پر اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنالو، پھر اگر دو مرد موجود نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے منتخب کرلو جنہیں تم دین اور عادل ہونے کے اعتبار سے پسند کرو تاکہ اگر ان میں سے ایک عورت بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلادے۔ (7) جب گواہوں کو گواہی کے لئے بلایا جائے تو وہ آنے سے انکار نہ کریں۔ (8) قرض چھوٹا ہو یا بڑا، اسے اس کی مدت تک لکھنے میں اکتاؤ نہیں یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور اس سے گواہی دینے میں بھی آسانی رہتی ہے۔ (9) ہر معاہدہ لکھا کرو مگر جب کوئی ہاتھوں ہاتھ کا معاملہ ہو کہ رقم دی اور سودا لے لیا تو اسے نہ لکھنے میں حرج نہیں۔ (10) جب بھی کوئی خرید و فروخت کرو تو اس پر گواہ بنالیا کرو تاکہ اختلاف کی صورت میں اسے بآسانی دور کیا جاسکے۔ اس پر عمل کرنا مستحب ہے۔ (11) نہ تو کسی لکھنے والے کو نقصان پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو کہ لکھنے والے کو اپنی ضرورتوں میں مشغول ہونے کے وقت لکھنے پر مجبور کیا جائے، لکھنے کا معاوضہ نہ دیا جائے اور گواہ دوسرے شہر سے آیا ہو اسے سفر کا خرچہ نہ دیا جائے اور یہ معنیٰ بھی ہوسکتے ہیں کہ نہ تو لکھنے والا نقصان پہنچائے اور نہ گواہ کہ فرصت اور

تُدِيرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَ اَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَایَعْتُمْ ۪

آپس میں لین دین کرو تو اس کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی حرج نہیں اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ بنالیا کرو اور نہ کسی لکھنے والے کو کوئی

وَ لَا یُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّ لَا شَهِیْدٌ ؕ۬ وَ اِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

نقصان پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو (یا نہ لکھنے والا کوئی نقصان پہنچائے اور نہ گواہ) اور اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تمہاری نافرمانی ہوگی اور اللہ سے ڈرو

وَ یُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۸۲﴾ وَ اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّ لَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ

اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے ○ اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو (قرض خواہ کے) قبضے میں گروی چیز ہو

مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْیُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَ لْیَتَّقِ اللّٰهَ

اور اگر تمہیں ایک دوسرے پر اطمینان ہو تو وہ (مقروض) جسے امانت دار سمجھا گیا تھا وہ اپنی امانت ادا کردے اور اللہ سے ڈرے

رَبَّهٗ ؕ وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَ مَنْ یَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ﴿۲۸۳﴾

جو اس کا رب ہے اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اس کا دل گنہگار ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جاننے والا ہے ○

فراغت کے باوجود نہ آئیں اور لکھنے میں گڑبڑ کریں۔ اگر تم نے ایسا کیا تو یہ تمہاری نافرمانی ہوگی۔ (12) اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممنوعات کے معاملے میں اس سے ڈرو، اس کے احکام کی مخالفت نہ کرو اور ممنوعات سے بچو، اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے معاملات کے صحیح اور مفید ترین طریقے سکھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ اہم بات: تجارت اور قرض وغیرہ معاملات سے متعلق دین اسلام کی یہ تعلیمات اتنی شاندار ہیں کہ اگر ان پر صحیح طریقے سے عمل کرلیا جائے تو کاروبار میں پیش آنے والی بہت سی پریشانیاں ختم ہوجائیں۔

آیت 283 ﴾ یہاں گروی رکھنے کا مسئلہ بیان کیا جارہا ہے کہ اگر تم سفر میں ہو اور قرض کی ضرورت پیش آجائے اور تمہیں کوئی لکھنے والا یا لکھنے کا موقع نہ ملے کہ اوپر بیان کیے گئے حکم پر عمل ہوسکے تو مقروض قرض خواہ کے قبضے میں کوئی چیز گروی رکھوا دے۔ ہاں اگر تمہیں ایک دوسرے پر اعتماد ہو اور اس وجہ سے نہ تحریر لکھو، نہ گواہ بناؤ اور نہ کوئی چیز گروی رکھو تو اب مقروض کو چاہیے کہ جب اسے امانت دار سمجھا گیا ہے تو وہ اس حسن ظن کو پورا کرے اور اپنی امانت یعنی قرض وقت پر ادا کرے اور اس ادائیگی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی نہ چھپاؤ کیونکہ گواہی چھپانا حرام اور دل کے گنہگار ہونے کی علامت ہے کہ اس سے صاحب حق کا حق ضائع ہوجاتا ہے اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب جاننے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) حالتِ اقامت میں بھی رہن رکھا جاسکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں اپنی زرہ مبارک یہودی کے پاس گروی رکھ کر 20 صاع جو لیے تھے۔ (بخاری، حدیث: 2069، ترمذی، حدیث: 1219) (2) گواہی چھپانا کبیرہ گناہ ہے۔ (3) حساب کتاب کا علم سیکھنا بہت مفید ہے لہٰذا اگر کوئی حسنِ نیت سے اکاؤنٹنگ سیکھتا ہے تو ثواب کا مستحق ہے جبکہ سود وغیرہ کا حساب کتاب رکھنے سے بچے۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور جو کچھ تمہارے دل میں ہے اگر تم اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ تم سے

بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾ اٰمَنَ

اس کا حساب لے گا تو جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ رسول اس پر ایمان

الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ

جو اس کے رب کی طرف سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور مسلمان بھی۔ سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور

وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا

اس کے رسولوں پر یہ کہتے ہوئے ایمان لائے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے اور انہوں نے عرض کی:

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا

اے ہمارے رب! ہم نے سنا اور مانا، (ہم پر) تیری معافی ہو اور تیری ہی طرف پھرنا ہے ○ اللہ کسی جان پر اس کی طاقت کے برابر ہی بوجھ

آیت 284 فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا خالق، حقیقی مالک اور ان میں تصرف کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور دلوں میں موجود برائی کے پختہ ارادے کو ظاہر کیا جائے یا چھپایا جائے، بہر صورت اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا حساب لے گا، پھر وہ اپنے فضل سے جس مسلمان کو چاہے بخش دے گا اور اپنے عدل سے جس مسلمان یا کافر کو سزا دینا چاہے سزا دے گا اور کافر کو سزا ضرور ملے گی، اس کی کوئی بخشش نہیں۔ اہم باتیں: (1) انسان کے دل میں دو طرح کے خیالات آتے ہیں: (۱) بطور وسوسہ، (۲) بطور عزم و ارادہ۔ وسوسوں سے دل کو خالی کرنا انسان کے بس میں نہیں، لیکن آدمی انہیں برا سمجھتا ہے اور ان پر عمل کرنے کا ارادہ نہیں کرتا۔ یہ وسوسے اس آیت میں داخل نہیں، یعنی ان پر مؤاخذہ نہیں ہوگا جبکہ وہ خیالات جنہیں انسان اپنے دل میں جگہ دیتا اور انہیں عمل میں لانے کا ارادہ کرتا ہے، ان پر مؤاخذہ ہوگا اور اس آیت میں انہیں کا بیان ہے۔ (2) کفر کا عزم کفر ہے لہٰذا اگر کسی نے سو سال بعد بھی کفر کا ارادہ کیا وہ ارادہ کرتے ہی کافر ہو جائے گا۔

آیت 285 رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہر اس چیز پر ایمان لائے جو ان کے رب کی طرف سے ان پر نازل کی گئی اور مسلمان بھی اس پر ایمان لائے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر یہ کہتے ہوئے ایمان لائے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کا انکار کر دیں، اور انہوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم نے وہ حکم سنا جو ہمیں دیا گیا اور ہم نے اطاعت کی، ہم تیری بخشش و مغفرت کے سوالی ہیں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر تیری ہی طرف پھرنا ہے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ، اس کی کتابوں، رسولوں، فرشتوں اور اس کے علاوہ آخرت پر ایمان لانا، ایمان کی بنیادوں میں سے ہے۔

آیت 286 اللہ تعالیٰ کسی پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا لہٰذا غریب پر زکوٰۃ نہیں، نادار پر حج نہیں، بیمار پر نماز میں قیام فرض

وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ

وسعت کے۔ کسی جان نے جو اچھا کمایا وہ اسی کیلئے ہے اور کسی جان نے جو برا کمایا اس کا وبال اسی پر ہے۔ اے ہمارے رب! اگر ہم بھولیں یا

اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَي الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا

خطا کریں تو ہماری گرفت نہ فرما، اے ہمارے رب! اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر رکھا تھا، اے ہمارے رب!

وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۪ وَاغْفِرْ لَنَا ۪ وَارْحَمْنَا ۪ اَنْتَ مَوْلٰىنَا

اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہیں اور ہمیں معاف فرمادے اور ہمیں بخش دے اور ہم پر مہربانی فرما، تو ہمارا مالک ہے

فَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝۲۸۶

پس کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

ع

اٰیاتھا ۲۰۰ ۳ سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ ۸۹ رکوعاتھا ۲۰

سورۂ آل عمران مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں دو سو آیتیں اور بیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

نہیں، معذور پر جہاد نہیں وغیرہ، آدمی اگر نیکی کرے گا تو اس کا صلہ وہی پائے گا اور اگر برائی کرے گا تو اس کا وبال بھی اسی پر ہے۔ پھر آیت میں خوبصورت دعا ذکر کی گئی ہے جو ترجمہ سے واضح ہے۔ اہم باتیں: (1) حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کو ان دو آیتوں پر ختم فرمایا ہے جو مجھے اس کے عرش کے خزانہ سے عطا ہوئیں لہٰذا انہیں سیکھو اور اپنی عورتوں کو سکھاؤ کہ یہ نماز (یعنی نماز میں ان کی قراءت کی جاتی ہے)، قرآن اور دعا ہیں۔ (دارمی، حدیث: 3390) (2) بنی اسرائیل پر کئی احکام ہم سے زیادہ سخت تھے جبکہ ہم پر بہت آسانیاں ہیں اور یہ کرم نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقے میں ہے۔

سورۂ آل عمران کا تعارف یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 20 رکوع اور 200 آیات ہیں۔ عمران حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے والد کا نام ہے۔ اس سورت میں حضرت عمران کی زوجہ اور بیٹی اور خاندان کے سیرت و فضائل کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "آلِ عمران" رکھا گیا ہے۔ **فضائل:** (1) سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریں گی۔ (مسلم، حدیث: 253(805)) (2) جو شخص رات میں سورۂ آلِ عمران کی آخری آیتیں پڑھے گا تو اس کے لئے پوری رات عبادت کرنے کا ثواب لکھا جائے گا۔ (دارمی، حدیث: 3396) **خلاصۂ مضامین:** سورۂ آل عمران میں حضرت مریم کی ولادت، پرورش، حضرت زکریا علیہ السلام کی اولاد کے لئے دعا، حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت، اسلام کے بنیادی عقائد جیسے توحید، نبوت و رسالت، قرآن کی صداقت، دین اسلام ہی مقبول دین ہونے اور روزِ میثاق انبیاء کرام علیہم السلام سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں لئے

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ؕ﴿۲﴾ نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

الٓمّٓ ○ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہ) خود زندہ، دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے ○ اس نے تم پر یہ سچی کتاب اتاری جو

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ ۙ﴿۳﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ

پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس نے اس سے پہلے تورات اور انجیل نازل فرمائی ○ لوگوں کو ہدایت دیتی اور (اللہ نے) حق و باطل

جانے والے عہد کا بیان، مکہ مکرمہ، کعبہ اور امت مصطفیٰ کی فضیلت کا ذکر، جہاد اور سود کے متعلق شرعی احکام کا بیان، غزوۂ بدر و احد کا

تذکرہ نیز زمین و آسمان کے اسرار و عجائبات میں غور و فکر کرنے کی دعوت ہے۔

آیت 1 یہ حروف، حروفِ مقطعات میں سے ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 2 شانِ نزول: نجران سے عیسائیوں کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مناظرہ کرنے کے ارادے سے مدینہ منورہ حاضر ہوا، اس میں عیسائیوں کا سب سے بڑا پیشوا ابو حارثہ بن علقمہ بھی تھا۔ جب انہوں نے گفتگو شروع کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے جواب دیا: ہم آپ سے پہلے اسلام لا چکے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اسلام کا دعویٰ غلط ہے کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد مانتے، صلیب کی پوجا کرتے اور خنزیر کھاتے ہو۔ جواب میں عیسائیوں نے کہا: اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں تو بتایئے ان کا باپ کون ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان سے چند سوالات کیے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ بیٹا باپ سے ضرور مشابہ یعنی ملتا جلتا ہوتا ہے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ ہے، اس کے لئے موت ناممکن ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت آنے والی ہے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب بندوں کا کارساز، حقیقی حفاظت کرنے اور روزی دینے والا ہے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے نہیں ہیں؟ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ پر آسمان و زمین کی کوئی شے پوشیدہ نہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر اس میں سے کچھ نہیں جانتے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حمل میں رہے، پیدا ہونے والوں کی طرح پیدا ہوئے، بچوں کی طرح انہیں غذا دی گئی، وہ کھاتے پیتے تھے اور ان میں بھی بشری تقاضے تھے؟ عیسائیوں نے سب باتوں کا اقرار کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اس سب کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے خدا ہو سکتے ہیں جیسا کہ تمہارا گمان ہے؟ یہ سن کر وہ سب خاموش رہ گئے اور ان سے کوئی جواب نہ بن سکا۔ اس پر سورۂ آلِ عمران کی شروع سے تقریباً 80 آیتیں نازل ہوئیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی دو صفات بیان کی گئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ خود زندہ ہے اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) صحیح عقائد کے اثبات اور دفاع کے لئے مناظرہ کرنا سنت ہے۔ (2) یہاں حَیّ کا معنی ہے: "ایسا ہمیشہ رہنے والا جس کی موت ممکن نہ ہو" اور قَیُّوْم وہ ہے جو قائم بالذات یعنی بغیر دوسرے کی محتاجی اور تصرف کے خود قائم ہو اور مخلوق کو قائم رکھنے والا ہو۔

آیت 4،3 ان دونوں آیات میں فرمایا کہ اے حبیب! اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ کتاب آہستہ آہستہ اتاری جس کے احکام عدل و انصاف کے عین مطابق اور اس میں دی گئی خبریں اور وعدہ و وعید حق اور سچ ہیں، یہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے تورات اور انجیل ایک ہی بار میں نازل فرمائیں لیکن پچھلی امتوں نے ان کتابوں

الْفُرْقَانَ ۗ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ④

میں فرق اتارا۔ بیشک وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب، بدلہ لینے والا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ⑤ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ

بیشک اللہ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں، نہ زمین میں اور نہ ہی آسمان میں۔ وہی ہے جو ماؤں کے پیٹوں میں جیسی چاہتا ہے تمہاری صورت

كَيْفَ يَشَاءُ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ⑥ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ

بناتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہ) زبردست ہے، حکمت والا ہے۔ وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں

میں تبدیلی کی اور اپنی طرف سے باطل بھی اس میں ملا دیا تو اللہ تعالیٰ نے حق و باطل میں فرق کرنے والا قرآن اتارا جس نے حق و باطل کو جدا کر دیا۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے منکروں کے لئے سخت عذاب ہے۔ اہم بات: قرآن کے بعد نہ کوئی کتاب آنے والی ہے اور نہ کوئی نیا نبی تشریف لانے والا ہے کیونکہ قرآن مجید نے گزشتہ کتابوں کی تصدیق کی ہے، بعد میں کسی کتاب کے آنے کی بشارت نہیں دی جبکہ قرآن پاک کو چونکہ تورات و انجیل کے بعد آنا تھا اس لئے ان کتابوں میں قرآن کی بشارت پہلے سے دے دی گئی تھی۔

آیت 5 فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ پر نہ زمین میں کوئی چیز پوشیدہ ہے اور نہ آسمان میں، اس کی شان یہ ہے کہ وہ آسمان و زمین کی ہر چیز کو ہر وقت، تمام تر تفصیلات کے ساتھ، کسی کے سکھائے اور خبر دیئے بغیر جانتا ہے۔ اہم بات: مخلوق کا تمام علم خدا کے بتانے سے ہے، اسے علم عطائی کہتے ہیں۔

آیت 6 اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ماؤں کے پیٹوں میں جیسی چاہتا ہے تمہاری صورت بناتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی سلطنت میں زبردست اور اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔ اہم باتیں: (1) ایک بے قدر چیز کو انسانی شکل میں ڈھال دینا، اسے مرد یا عورت، گورا یا کالا، خوب صورت یا بد صورت بنانا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے۔ (2) قرآن و حدیث کے مطابق ماں کے پیٹ میں بچے کی شکل بنانا، اس میں روح پھونکنا، اس کی تقدیر لکھنا یہ سب کچھ فرشتہ کرتا ہے لیکن فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اختیار سے کرتا ہے اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ماؤں کے پیٹوں میں تمہاری صورت بناتا ہے۔

آیت 7 اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا، اس کی آیتیں دو طرح کی ہیں: (1) **مُحْکَم**۔ یہ وہ آیات ہیں جن کے معانی میں کوئی اشتباہ نہیں بلکہ قرآن سمجھنے کی اہلیت رکھنے والے کو آسانی سے سمجھ آجاتی ہیں۔ یہ آیتیں کتاب کی اصل ہیں، یعنی احکامِ شرعیہ میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا اور حلال و حرام میں انہیں پر عمل کیا جاتا ہے۔ (2) **متشابہ**۔ یہ وہ آیات ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے کہ یا تو ظاہری معنی معلوم ہی نہیں جیسے حروفِ مقطعات یا ظاہری معنی جو معلوم ہیں وہ مراد نہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کے لئے ید یعنی ہاتھ اور وجہ یعنی چہرے والی آیات، ان کے ظاہری معنی معلوم تو ہیں یعنی گوشت پوست کا بنا ہوا مخصوص جسمانی عضو لیکن یہ معنی مراد نہیں جبکہ حقیقی مرادی معنی و کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ البتہ اب تو وہ دین دشمن لوگ پیدا ہو گئے جو محکم آیات کے

مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ﳘ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ﯼ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَ هَبْ لَنَا

صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے تو وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہے وہ (لوگوں میں) فتنہ پھیلانے کی غرض سے اور ان آیات کا (غلط) معنی تلاش کرنے کے لئے ان متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں حالانکہ ان کا صحیح مطلب اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں ○ اے ہمارے رب! تو نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی ہے، اس کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں

معانی میں بھی تحریف کرتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہیں۔ فرشتے اور شیطان سے مراد کوئی حقیقی وجود نہیں بلکہ صرف نیکی اور بدی کی قوت ہے۔ جنت و دوزخ سے مراد بھی کوئی حقیقی مقامات نہیں بلکہ صرف انسان کے اندر کی کیفیات ہیں۔ معاذاللہ۔ یہ سب معانی صاف صاف قرآن کے انکار کے برابر ہیں۔ متشابہ آیات سے متعلق لوگوں کے دو گروہ ہیں، (1) گمراہ اور بدمذہب لوگ۔ یہ ناواقف لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈال کر کفر و گمراہی کا فتنہ پھیلانے کی غرض سے متشابہ آیات کے ظاہری معنی مراد لیتے ہیں یا ان کی غلط تاویل کرنے کے لیے ان میں سوچ بچار کرتے ہیں حالانکہ ان کے مرادی معنی کا صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ (2) پختہ علم والے۔ یہ ان سچے مومنوں کا گروہ ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ محکم و متشابہ سارا قرآن ہی ہمارے رب کی طرف سے ہے، متشابہ آیات کے جو بھی مرادی معنی ہیں ان پر ہمارا ایمان ہے اور ان آیات کو نازل فرمانا حکمت کے عین مطابق ہے۔ مزید فرمایا کہ حقیقی طور پر نصیحت وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔ اہم باتیں: (1) متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عطا فرمایا ہے اور آپ کے صدقے اولیاء کرام کو بھی ملتا ہے۔ حضرت مجاہد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میں ان میں سے ہوں جو متشابہ کی تاویل جانتے ہیں۔ (2) "پختہ علم والے" وہ عالم ہیں جو اپنے علم پر عمل کرتے ہوں۔ ایک قول کے مطابق یہ وہ لوگ ہیں جن میں تقویٰ، ورع، زہد اور مجاہدۂ نفس کی صفات ہوں۔ (3) عقل کی بڑی فضیلت ہے کیونکہ اس کے ذریعے ہدایت ملتی ہے لیکن جس عقل سے ہدایت نہ ملے وہ بدترین حماقت ہے جیسے طاقت اچھی چیز ہے لیکن جو طاقت ظلم کے لئے استعمال ہو وہ کمزوری سے بدتر ہے۔

آیت 8 ❁ متشابہ آیات کے پیچھے پڑنا گمراہی کا سبب بنتا ہے اس لئے پختہ علم والے یوں دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی ہے، اس کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت اور ثابت قدمی عطا فرما، بیشک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔ درس: صحیح اسلامی عقیدے پر مرتے دم تک قائم رہنا بہت ضروری ہے۔ اگر خاتمہ غلط عقیدے پر ہوا تو بربادی ہے۔ حدیث پاک میں ہے: اعمال کا دارومدار خاتموں پر ہے۔ (بخاری، حدیث: 6607) اس لیے ہر شخص اپنے خاتمے کے بارے میں فکر مند رہے

مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ ۞ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوۡمٍ لَّا رَيۡبَ

اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، بیشک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے ○ اے ہمارے رب! بیشک تو سب لوگوں کو اس دن جمع کرنے والا ہے

فِيۡهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ ۞ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَنۡ تُغۡنِىَ عَنۡهُمۡ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ

جس میں کوئی شبہ نہیں، بیشک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا ○ بیشک کافروں کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے عذاب سے انہیں

اَوۡلَادُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ شَيۡـًٔـا ؕ وَاُولٰٓـئِكَ هُمۡ وَقُوۡدُ النَّارِ ۞ كَدَاۡبِ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ ۙ وَالَّذِيۡنَ

کچھ بھی بچا نہ سکیں گے اور وہی دوزخ کا ایندھن ہیں ○ جیسا فرعون کے ماننے والوں اور ان سے پہلے لوگوں کا طریقہ تھا،

مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوۡبِهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ۞

انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو اللہ نے ان کے گناہوں پر انہیں پکڑ لیا اور اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے ○

قُلۡ لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا سَتُغۡلَبُوۡنَ وَتُحۡشَرُوۡنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ۞

ان کافروں سے کہہ دو کہ عنقریب تم مغلوب ہو جاؤ گے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے ○

اور لمحہ بھر کے لئے بھی برے خاتمے سے بے خوف نہ ہو۔ آیت میں مذکور دعا بکثرت مانگتے رہنا بھی خاتمہ بالخیر کے لئے مفید ہے۔

آیت 9 اے ہمارے رب! بیشک تو سب لوگوں کو ان کی موت کے بعد قیامت کے اس دن جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کسی طرح کا کوئی شبہ نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ بولنے کی نسبت کرنا قطعی کفر ہے اور یہ کہنا کہ "جھوٹ بول سکتا ہے" بھی کفر ہے۔

آیت 10 فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، انہیں ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کچھ بھی نہ بچا سکیں گے اور وہ کفار ہی دوزخ کا ایندھن ہیں جس کے ذریعے اسے مزید بھڑکایا جائے گا۔

آیت 11 فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے کے کافروں کا طریقہ ویسا ہی ہے جیسا فرعون کے ماننے والوں اور ان سے پہلے لوگوں عاد اور ثمود وغیرہ کا تھا کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کافروں نے بھی، تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن کے گناہوں پر ان کی پکڑ فرمائی اسی طرح ان کے گناہوں پر ان کی بھی پکڑ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور رسولوں کو جھٹلانے والوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

آیت 12 فرمایا گیا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان کافروں سے فرما دیں کہ عنقریب تم دنیا میں مغلوب ہو جاؤ گے اور آخرت میں تمہیں جہنم کی طرف ہانکا جائے گا اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ یہ غیبی خبر پوری ہوئی اور کچھ ہی عرصے میں یہودی قتل و قید ہوئے اور اہلِ خیبر پر جزیہ مقرر کیا گیا اور اس کے علاوہ کثیر مواقع پر مشرکین بھی مغلوب ہوئے اور اب قیامت کے دن ان سب کو جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

بیشک تمہارے لئے ان دو گروہوں میں بڑی نشانی ہے جنہوں نے آپس میں جنگ کی۔ (ان میں) ایک گروہ تو اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور

وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ یَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَیْهِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ ؕ وَ اللّٰهُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ

دوسرا گروہ کافروں کا تھا جو کھلی آنکھوں سے مسلمانوں کو خود سے دگنا دیکھ رہے تھے اور اللہ اپنی مدد کے ساتھ جس کی چاہتا ہے تائید

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ

فرماتا ہے۔ بیشک اس میں عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت ہے ○ لوگوں کے لئے ان کی خواہشات کی محبت کو آراستہ کر دیا گیا یعنی عورتوں

وَ الْبَنِیْنَ وَ الْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ

اور بیٹوں اور سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے ڈھیروں اور نشان لگائے گئے گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتیوں کو (ان کے لئے آراستہ کر دیا

آیت 13 ﴾ شانِ نزول: یہ آیت غزوۂ بدر کے متعلق نازل ہوئی اور اس میں یہودیوں یا تمام کافروں یا مسلمانوں یا ان سب کو خطاب ہے کیونکہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں اور کافروں سب کے لئے عبرت و نصیحت تھی۔ چنانچہ فرمایا کہ بیشک تمہارے لئے ان دو گروہوں میں عبرت و نصیحت کی بڑی نشانی ہے جنہوں نے میدان بدر میں ایک دوسرے سے جنگ کی۔ ان میں ایک گروہ راہِ خدا میں لڑ رہا تھا، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ تھے جن کی کل تعداد 313 تھی اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا جن کی تعداد 950 تھی۔ یہ گروہ کھلی آنکھوں سے مسلمانوں کو خود سے یا مسلمانوں کی اصل تعداد سے دگنا دیکھ رہا تھا۔ اس معرکے میں قلیل تعداد کے باوجود مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی مدد و تائید سے کئی گنا بڑے لشکر پر فتح نصیب ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی مدد کے ساتھ جس کی چاہتا ہے تائید فرماتا ہے خواہ اس کی تعداد قلیل اور سروسامان کتنا ہی کم ہو۔ بیشک اس واقعہ میں عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔

آیت 14 ﴾ لوگوں کے لئے من پسند چیزوں کی محبت کو خوشنما بنا دیا گیا چنانچہ عورتوں، بیٹوں، سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے ڈھیروں، نشان لگائے گئے گھوڑوں، مویشیوں اور کھیتیوں کی محبت لوگوں کے دلوں میں رچی ہوئی ہے اور اس خوشنما بنائے جانے اور ان چیزوں کی محبت پیدا کئے جانے کا مقصد یہ ہے کہ خواہش پرستوں اور خدا پرستوں کے درمیان فرق ظاہر ہو جائے، چنانچہ یہ چیزیں ایسی مرغوب ہوئیں کہ کافر تو بالکل ہی آخرت سے غافل ہو گئے اور کفر میں جا پڑے جبکہ دوسرے لوگ بھی انہی چیزوں کی محبتوں کے اسیر ہو گئے حالانکہ یہ تو دنیوی زندگی گزارنے کا سامان ہے، کچھ عرصہ نفع دیتا ہے پھر فنا ہو جاتا ہے اور اچھا ٹھکانہ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور وہ جنت ہے لہٰذا اس کی رغبت اور اس کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے۔ اہم بات: جو چیز دنیا کے لئے ہو وہ دنیا ہے اور جو اطاعتِ الٰہی میں مدد کے لئے ہو وہ دین بن جاتی ہے جیسے بیوی، اولاد، مال، سواری، زمین وغیرہ چیزیں اگر حفاظتِ دین اور اطاعتِ الٰہی میں مدد کے لئے ہوں تو قربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں۔ درس: اکثر مسلمان انہیں چیزوں کی محبت میں مبتلا ہیں۔ بینک بیلنس، بہترین لباس، عمدہ مکانات اور شاندار گاڑی ہی کو مقصود و مطلوب بنا رکھا ہے۔ اس آیت کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنی زندگی پر غور کرنا چاہئے۔

وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿١٤﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ

اور کھیتیاں۔ یہ دنیوی زندگی کا ساز و سامان ہے اور صرف اللہ کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے ۞ (اے حبیب!) تم فرماؤ، کیا میں تمہیں

بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

ان چیزوں سے بہتر چیز بتادوں؟ (سنو، وہ یہ ہے کہ) پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿١٥﴾ اَلَّذِيْنَ

ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور (ان کیلئے) پاکیزہ بیویاں اور اللہ کی خوشنودی ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے ۞ وہ جو

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٦﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ

کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے ہیں، تو تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے ۞ صبر کرنے والے

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿١٧﴾ شَهِدَ اللّٰهُ

اور سچے اور فرمانبردار اور راہِ خدا میں خرچ کرنے والے اور رات کے آخری حصے میں مغفرت مانگنے والے (ہیں) ۞ اور اللہ نے گواہی دی

آیت 15 یہاں انتہائی حسین اور دلکش انداز میں جنت اور رضائے الٰہی کی طرف دعوت دی جارہی ہے کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، دنیا کی حقیقت اور فنائیت سمجھانے کے بعد تم لوگوں سے فرمادو، کیا میں تمہیں عورتوں، بیٹوں، مال و اولاد، سونا چاندی، کاروبار، باغات، عمدہ سواریوں اور بہترین مکانات سے اچھی، عمدہ اور بہتر چیز بتادوں؟ سنو، وہ اللہ عزوجل کے قرب کا گھر یعنی جنت ہے جس میں دودھ، شہد، شراب کی نہریں بہہ رہی ہیں، جس میں ایسی پاکیزہ بیویاں ہوں گی جو ہر قسم کے زنانہ عوارض اور ہر ناپسند و قابلِ نفرت چیز سے پاک ہوں گی، اور اس جنت میں پرہیزگاروں کو ہمیشہ رہنا ہے اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ وہاں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے جو سب سے اعلیٰ نعمت ہے۔

آیت 16 دنیا کے طلبگاروں کا ذکر کرنے کے بعد یہاں سے متقی لوگوں کے چند اوصاف بیان کئے جارہے ہیں کہ متقی وہ ہیں جو بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! بیشک ہم ایمان لائے، تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تصدیق کی، تو تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

آیت 17 متقی لوگ طاعتوں اور مصیبتوں پر صبر کرتے، گناہوں سے بچنے پر ڈٹے رہتے، اپنے قول، ارادے اور نیتوں کے سچے، اللہ تعالیٰ کے سچے فرمانبردار، راہِ خدا میں مال خرچ کرنے والے اور رات کے آخری حصے میں اُٹھ اُٹھ کر اپنے رب عزوجل کی عبادت کرتے، نماز پڑھتے، توبہ و استغفار کرتے، رب تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری اور مناجات کرتے ہیں۔ اہم بات: رات کا آخری پہر انتہائی فضیلت والا اور دعاؤں کی قبولیت کا وقت ہے۔ اس وقت عبادت کرنا اولیاء و صالحین کا طریقہ ہے۔

آیت 18 آیت میں فرمایا گیا کہ نظامِ کائنات کو عدل سے قائم رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں، رسولوں اور کائناتی دلائل کے

أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَـ

کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر، اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں

الْحَكِيمُ ۝١٨ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِـ

حکمت والا۞ بیشک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے اور جنہیں کتاب دی گئی انہوں نے آپس میں اختلاف

إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰـ

مگر اپنے پاس علم آجانے کے بعد، اپنے باہمی حسد کی وجہ سے۔ اور جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرے تو بیشک اللہ جلد

سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝١٩ فَإِنْ حَآجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ

لینے والا ہے۞ پھر اے حبیب! اگر وہ تم سے جھگڑا کریں تو تم فرمادو: میں تو اپنا منہ اللہ کی بارگاہ میں جھکائے ہوئے ہوں اور میری پیروی

وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ وَالْأُمِّيّٖنَ ءَأَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوا

کرنے والے بھی۔ اور اے حبیب! اہلِ کتاب اور ان پڑھوں سے فرمادو کہ کیا تم (بھی) اسلام قبول کرتے ہو؟ پھر اگر وہ اسلام قبول کر

ذریعے یہ واضح کردیا اور بتادیا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہی گواہی فرشتوں کی بھی ہے اور تعصب سے پاک علم رکھنے والے بھی دلائل اور حقائق کائنات کے مشاہدے کے بعد اسی بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اہم باتیں (1) اہلِ علم بڑی عزت والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے ساتھ اپنی توحید کا گواہ بنایا۔ (2) علماء دین سے مراد علماء ربانی صحیح العقیدہ اور صالح علماء ہیں ورنہ جس عالم کی صحبت سے خوفِ خدا اور عشقِ مصطفیٰ میں کمی آئے وہ عالم نہیں، ظالم ہے۔

آیت 19 اسلام ہی وہ دین ہے جو خدا نے اپنے نبیوں کے ذریعے بھیجا اور جس کا سلسلہ پچھلی شریعتوں کو منسوخ کرکے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم کردیا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول دین صرف اسلام ہے۔ اب جو بھی آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دین کو نہیں مانے گا وہ اسلام کا منکر قرار پائے گا اور جہاں تک خدا کی کتاب تورات وانجیل کا علم رکھنے والے یہودیوں اور عیسائیوں کے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت میں اختلاف کا تعلق ہے تو یہ اختلاف ان لوگوں کے پاس علم آجانے کے بعد تھا کیونکہ وہ اپنی کتابوں تورات اور انجیل میں مذکور اوصاف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دیکھ کر پہچان چکے تھے کہ یہی وہ نبی ہیں جن کی کتب الٰہیہ میں خبریں دی گئی ہیں اور اس انکار واختلاف کا سبب ان کا باہمی حسد اور دنیوی منافع کی طمع تھی۔

آیت 20 دین اسلام کی حقانیت بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اگر وہ تم سے اسلام کے حق ہونے کے بارے میں بحث کریں تو تم انہیں جواب دو کہ تم لوگ مانو یا نہ مانو، مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں نے خود کو خدا کی بارگاہ میں جھکادیا ہے اور میری پیروی کرنے والوں کا بھی یہی عمل ہے اور ان کتابیوں اور ان پڑھ مشرکوں سے فرمادو کہ کیا ہماری طرح تم بھی اسلام قبول کرتے ہو؟ اگر اسلام قبول کرلیں تب تو یہ بھی ہدایت یافتہ ہوگئے لیکن اگر اس سے منہ پھیریں تو تمہیں کوئی فرق نہیں

فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝٢٠ ع

جب تو انہوں نے بھی سیدھا راستہ پالیا اور اگر یہ منہ پھیریں تو تمہارے اوپر تو صرف حکم پہنچا دینا لازم ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے ○

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ

بیشک وہ لوگ جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور نبیوں کو ناحق شہید کرتے ہیں اور انصاف کا حکم کرنے والوں کو

يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝٢١ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

قتل کرتے ہیں انہیں دردناک عذاب کی خوش خبری سنادو ○ یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝٢٢ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا

دنیا و آخرت میں برباد ہوگئے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ○ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا

مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ

(کہ جب انہیں) اللہ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کا فیصلہ کردے تو پھر ان میں سے ایک گروہ بے رخی کرتے ہوئے

پڑتا کیونکہ تمہاری ذمہ داری تو صرف خدا کا پیغام انہیں پہنچانا تھا۔ باقی ان کا معاملہ اللہ عزوجل کے حوالے کردو، وہ انہیں اور اپنے سب بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

آیت 21 دورِ رسالت کے یہودی تورات اور قرآن کی آیتوں کا انکار کرتے جبکہ ان کے آباؤ اجداد نے بہت سے انبیاء علیہم السلام کو ظلم کرتے ہوئے شہید کیا نیز اپنے قوم کے اُن مصلحین و مبلغین کو بھی شہید کیا جو انہیں حق و انصاف اختیار کرنے اور اپنے اخلاق و معاملات میں اعتدال کا راستہ اپنانے کی تلقین کرتے اور زمانہ رسالت کے اہلِ کتاب اپنے آباؤ اجداد کے ان بدترین افعال سے راضی تھے۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔ حدیث پاک میں ہے کہ بنی اسرائیل نے ایک ساعت کے اندر تینتالیس نبیوں کو شہید کردیا پھر جب ان میں سے ایک سو بارہ عابدوں نے اٹھ کر انہیں نیکی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا تو ان سب کو بھی قتل کردیا۔ (مسند بزار، حدیث:1285) الامان والحفیظ۔

آیت 22 فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے نیک اعمال جیسے صدقہ و خیرات اور صلہ رحمی وغیرہ دنیا و آخرت میں برباد ہوگئے، دونوں جہان میں انہیں ان اعمال کا کوئی صلہ نہ ملے گا بلکہ یہ دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں دردناک عذاب کے حقدار ٹھہرے اور ان کا کوئی مددگار نہیں جو انہیں عذابِ الٰہی سے بچاسکے۔

آیت 23 بعض روایات کے مطابق رجم کے ایک واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور بہت سی تفاسیر میں مطلقاً اسے بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں کو تورات و انجیل عطا کی گئی اور اس کے علوم و احکام سکھائے گئے، یہ کتنے عجیب لوگ ہیں کہ انہیں اللہ کی کتاب یعنی قرآن کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں تحریفیں کرکے اور اپنی طرف سے عقائد ایجاد کرکے جو آپس میں

مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ

منہ پھیر لیتا ہے○ یہ جرأت انہیں اس لئے ہوئی کہ وہ کہتے ہیں: ہرگز ہمیں آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے چند دن اور انہیں ان کی

وَّ غَرَّهُمْ فِیْ دِیْنِهِمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَكَیْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ

من گھڑت باتوں نے ان کے دین کے بارے میں دھوکے میں ڈالا ہوا ہے○ تو کیسی حالت ہو گی جب ہم انہیں اس دن کے لئے

فِیْهِ ۫ وَ وُفِّیَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ

کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو اس کی پوری کمائی دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہو گا○ یوں عرض کرو: اے اللہ!

مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ

ملک کے مالک! تو جسے چاہتا ہے سلطنت عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا

اختلافات پیدا کئے ہوئے ہیں، تو یہ قرآن ان میں حق و باطل کا فیصلہ کر دے لیکن ان لوگوں میں سے ایک گروہ بے رخی کرتے ہوئے اس دعوت کو قبول کرنے سے منہ پھیر لیتا ہے۔

آیت 24 فرمایا کہ یہودیوں کو کتابِ الٰہی اور اس کے احکام سے منہ پھیرنے کی جرأت اس لئے ہوئی کہ انہوں نے اپنی نجات و بخشش کے من گھڑت خیالات پال رکھے ہیں جیسے یہ کہ ہمیں جہنم کی آگ صرف گنتی کے چند دن یعنی 40 دن یا ایک ہفتہ ہی چھوئے گی اس کے بعد کچھ غم نہیں۔ ان کی ایسی ہی من گھڑت باتوں نے انہیں ان کے دین کے بارے میں دھوکے میں ڈالا ہوا ہے۔ درس: کسی بھی قوم کی تباہی اسی صورت میں ہوتی ہے جب وہ عمل سے منہ پھیر کر صرف آرزو اور امید کی دنیا میں گھومتی رہتی ہے، یونہی جو لوگ اطاعتِ الٰہی اور اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قریب بھی نہ آئیں اور اپنی نسبتوں پر پھولتے پھریں اور اسے بے عملی کا ذریعہ بنالیں وہ بھی احمقوں کی دنیا کے باسی ہیں اور افسوس یہ ہے کہ ہمارے ہاں ایسوں کی کثرت ہے۔

آیت 25 جو لوگ صحیح عقائد سے لاتعلق اور اعمالِ صالحہ سے دور ہونے کے باوجود خواب و خیال میں اپنے آپ کو جنت کے بلند و بالا محلات میں قیام پذیر سمجھتے ہیں ان کے متعلق فرمایا کہ ان کی کیسی حالت ہو گی جب ہم انہیں قیامت کے یقینی دن کے لیے اکٹھا کریں گے اور اس دن ہر جان کو اس کے اچھے برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور لوگوں کی نیکیاں کم اور گناہ زیادہ کر کے ان پر ظلم نہ ہو گا۔

آیت 26 شانِ نزول: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام کو ایران و روم کی سلطنت کی بشارت دی کہ یہ مسلمانوں کے ہاتھ آئے گی۔ اس پر یہودی اور منافق تعجب کرتے ہوئے کہنے لگے، کہاں محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور کہاں فارس و روم کے ملک؟ یہ تو بڑے زبردست اور محفوظ ملک ہیں اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور آخر کار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا وہ وعدہ پورا ہو کر رہا۔ فرمایا: یوں عرض کرو: اے اللہ! ملک کے مالک! تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے سلطنت عطا فرماتا اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے، تو جسے چاہتا ہے دنیا و آخرت میں عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، ہر بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، یقیناً تو ہر چیز پر خوب قدرت

وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ

اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، تمام بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، بیشک تو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے○ تو رات کا

الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۫ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ

کچھ حصہ دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کا کچھ حصہ رات میں داخل کر دیتا ہے اور تو مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور

الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۫ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ

زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے○ مسلمان مسلمانوں کو چھوڑ کر

الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ

کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں مگر یہ کہ

اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾

تمہیں ان سے کوئی ڈر ہو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے○

رکھنے والا ہے۔ اہم بات: تاریخ گواہ ہے کہ کتنی بڑی بڑی سلطنتیں گزریں جن کے زمانے میں کوئی تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ یہ کبھی ختم ہوں گی لیکن اللہ تعالیٰ کی زبردست قوت وقدرت کا ایسا ظہور ہوا کہ آج ان کے نام ونشان تک مٹ گئے، یونہی دور دراز کے گاؤں اور غریب خاندان سے تعلق رکھنے والے تخت حکومت پر بیٹھے، غلام بادشاہ بنے اور معزز ترین بلکہ دوسروں کو عزتیں بخشنے والے ذلت و گمنامی کے عمیق گڑھوں میں پڑے۔

آیت 27 اے اللہ! تو رات کا کچھ حصہ دن میں داخل کر دیتا ہے جس سے رات چھوٹی اور دن بڑا ہو جاتا ہے اور دن کا کچھ حصہ رات میں داخل کر دیتا ہے جس سے دن چھوٹا اور رات بڑی ہو جاتی ہے، یہ تیرا ہی بنایا ہوا نظام ہے اور اسے چلانے والا بھی تو ہی ہے اور اے اللہ! تو مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے جیسے بے جان نطفے سے جاندار انسان اور بے روح انڈے سے زندہ بچے وغیرہ اور تو ہی زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے جیسے جاندار انسان سے بے جان نطفہ اور زندہ پرندے سے بے جان انڈا وغیرہ اور تو جسے چاہتا ہے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے، تو جس کے ہاتھ میں کائنات کا اتنا بڑا نظام ہو اور اس کی قدرت کی یہ شان ہو تو اس کے لئے فارس وروم کی سلطنت غلامانِ مصطفیٰ کو عطا کر دینا کیا بعید ہے۔

آیت 28 آیت میں فرمایا گیا کہ مسلمان مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں کیونکہ کافر خدا کے دشمن ہیں اور ایک مومن اپنے محبوب رب کے دشمنوں سے دوستی نہیں کر سکتا اور جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں البتہ اگر تمہیں ان سے جان یا مال کا ڈر ہو تو صرف ظاہری اچھا برتاؤ کر سکتے ہو۔ اسی طرح اسلام کی تبلیغ کے لئے مدارات یعنی خوش خلقی سے پیش آنے کی اجازت ہے۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا

تم فرما دو کہ تم اپنے دل کی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ کو سب معلوم ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ

زمین میں ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۞ (یاد کرو) جس دن ہر شخص اپنے تمام اچھے اور برے اعمال اپنے سامنے

مُّحْضَرًا ۛۚ وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۛۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَ بَيْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ؕ

موجود پائے گا تو تمنا کرے گا کہ کاش اس کے درمیان اور اس کے اعمال کے درمیان کوئی دور دراز کی مسافت (حائل) ہو جائے

وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ ع قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ

اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے۞ اے حبیب! فرما دو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو

آیت 29 ﴾ فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ان سے فرمادو کہ تم اپنے دل کی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے۔ تمہارے دلوں کا ایمان و نفاق، طہارت و خباثت، اچھے برے خیالات، نیک و بد ارادے، صحیح و فاسد منصوبے ساری دنیا سے چھپ سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے حضور سب ظاہر ہے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسے سب معلوم ہے اور جب اس کی یہ شان ہے تو تمہارے احوال اس سے کیسے پوشیدہ رہ سکتے ہیں اور یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے تو وہ تمہیں سزا دینے پر بھی قادر ہے۔

آیت 30 ﴾ آیت میں قیامت کے دن حساب سے ڈرایا گیا ہے، وہ دن ایسا ہے کہ اس میں ہر شخص اپنے تمام اچھے برے اعمال اپنے سامنے موجود پائے گا، خلوتوں، جلوتوں میں کئے ہوئے اعمال، پہاڑوں، سمندروں، غاروں، صحراؤں، جزیروں اور کائنات کے کسی بھی کونے میں کئے گئے اعمال کا ایک ایک ذرہ آدمی کے سامنے موجود ہو گا اور اس وقت برے اعمال والا تمنا کرے گا کہ کاش! اس کے اور ان اعمال کے درمیان کوئی دور دراز کی مسافت حائل ہو جائے اور کسی طرح ان اعمال سے چھٹکارا مل جائے مگر ایسا نہ ہو سکے گا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑا مہربان ہے اسی لیے اس نے تمہیں پہلے ہی اپنے عذاب سے ڈرا دیا اور اپنے علم و قدرت کی پہچان کروا دی، ابھی تمہارے پاس مہلت ہے لہٰذا برے اعمال سے توبہ کر کے نیک اعمال میں مشغول ہو جاؤ۔ اہم بات: آیت 29 اور 30 میں بیان کردہ قیامت کی حاضری، اعمال کی پیشی، زندگی کا حساب، گناہوں پر حسرت و افسوس کا بیان ہر شخص کی اصلاح کے لئے کافی ہیں، ان پر جتنا زیادہ غور کریں اتنا زیادہ دل میں خوف خدا پیدا ہو گا اور گناہوں سے نفرت نصیب ہو گی۔

آیت 31 ﴾ یہودی، عیسائی اور مشرک سب خدا سے محبت کا دعویٰ کرتے تھے خصوصاً یہود و نصاریٰ تو خود کو خدا کے پیارے اور بیٹے قرار دیتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے نبی! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ان سے کہہ دو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اس لئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعوے دار ہو تو میری اتباع کرو اور میرے احکام پر عمل کرو، ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعوے میں سچائی کے لئے حضور

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ

میرے فرمانبردار بن جاؤ اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ تم فرمادو کہ اللہ

وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ

اور رسول کی فرمانبرداری کرو پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا ○ بیشک اللہ نے آدم اور نوح اور

اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ

ابراہیم کی اولاد اور عمران کی اولاد کو سارے جہان والوں پر چن لیا ○ یہ ایک نسل ہے جو ایک دوسرے سے ہے اور اللہ سننے والا،

عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ

جاننے والا ہے ○ (یاد کرو) جب عمران کی بیوی نے عرض کی: اے میرے رب! میں تیرے لئے نذر مانتی ہوں کہ میرے پیٹ میں جو

اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اتباع ضروری ہے، اس کے بغیر محبت الٰہی کا کوئی دعویٰ بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت کی علامت آپ کے طریقے کی پیروی ہے۔

آیت 32 ویسے تو اتباع میں حکم ماننا بھی داخل ہے لیکن اسے جداگانہ صراحت سے بھی بیان کر دیا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے فرمادیں کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو کہ جو وہ فرمائیں اسی کے مطابق عمل کرو اور اگر اس واضح، صریح، صاف حکم کے بعد بھی وہ لوگ اطاعت سے منہ پھیریں اور انکار کریں تو پھر یہ کافر ہیں اور خدا کافروں کو پسند نہیں کرتا۔ اہم بات: اطاعت مصطفیٰ ہی محبت الٰہی کی دلیل اور اسی پر نجات کا دارو مدار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کا حصول، اپنی خوشنودی اور قرب کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی غیر مشروط اطاعت کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔

آیت 33 فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم، حضرت نوح علیہما السلام کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے بعض جیسے حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور تمام انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کو اور حضرت عمران کی اولاد میں سے بعض کو ان کے زمانے میں سارے جہان والوں پر نبوت ورسالت کے لیے منتخب فرمالیا۔ اہم بات: آیت میں اگر عمران سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد ہیں تو اولاد سے مراد حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام ہیں اور اگر حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے والد عمران مراد ہیں تو اولاد سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

آیت 34 فرمایا کہ ان برگزیدہ بندوں میں باہم نسلی تعلقات بھی ہیں اور دین کے اندر یہ حضرات ایک دوسرے کے معاون ومددگار بھی ہیں۔ اہم بات: ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کا حسین تذکرہ سنتِ الٰہیہ ہے اور اس سے ایمان کو قوت ملتی ہے۔

آیت 35 یہاں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت حنہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ بنی اسرائیل میں بعض لوگ اپنے

مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا

اولاد ہے وہ خاص تیرے لئے آزاد (وقف) ہے تو تو مجھ سے (یہ) قبول کرلے بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے○ پھر جب عمران کی بیوی نے

قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَ لَیْسَ الذَّكَرُ

بچی کو جنم دیا تو اس نے کہا اے میرے رب! میں نے تو لڑکی کو جنم دیا ہے حالانکہ اللہ بہتر جانتا ہے جو اس نے جنا اور وہ لڑکا (جس کی خواہش تھی)

كَالْاُنْثٰی ۚ وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ

اس لڑکی جیسا نہیں (جو اسے عطا کی گئی) اور (اس نے کہا کہ) میں نے اس بچی کا نام مریم رکھا اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے

الرَّجِیْمِ ﴿۳۶﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّا ۚ

شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں○ تو اس کے رب نے اسے اچھی طرح قبول کیا اور اسے خوب پروان چڑھایا اور زکریا کو اس کا نگہبان بنا دیا

بیٹوں کو رضائے الٰہی کے لئے اپنی خدمت سے آزاد کر کے بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کر دیا کرتے تھے چنانچہ اسی طور پر حضرت حنہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! میں تیرے لئے نذر مانتی ہوں کہ میرے پیٹ میں جو اولاد ہے وہ خاص تیرے لئے وقف ہے، تیری عبادت اور بیت المقدس کی خدمت کے سوا کوئی کام اس کے متعلق نہ ہو تو تو مجھ سے یہ قبول فرما لے بیشک تو ہی دعاؤں کو سننے والا اور نیتوں کو جاننے والا ہے۔ نذر ماننے کے بعد جب ان کے شوہر حضرت عمران بن ماثان رضی اللہ عنہ کو پتا چلا تو انہوں نے فرمایا: یہ تم نے کیا کیا، اگر لڑکی پیدا ہوئی تو وہ اس قابل کہاں ہوگی؟

آیت 36 حضرت عمران رضی اللہ عنہ کی بیوی کو بیٹا پیدا ہونے کی امید تھی لیکن ان کے ہاں بیٹی کی ولادت ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہا نے اظہارِ افسوس کے طور پر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تو لڑکی کو جنم دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کا یہ عرض کرنا منت پوری نہ کرسکنے پر افسوس کی وجہ سے تھا، اس وجہ سے نہیں کہ لڑکی پیدا ہونے کا افسوس تھا کیونکہ یہ کفار کا طریقہ ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جو حضرت حنہ رضی اللہ عنہا نے جنم دیا اور جس لڑکے کی اس نے خواہش کی تھی وہ اس لڑکی جیسا نہیں جو اسے عطا کی گئی کیونکہ یہ تمام جہان کی عورتوں سے افضل ہوگی، روح اللہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں ہوں گی اور یہ رب عزوجل کی خاص عطا ہیں۔ حضرت حنہ رضی اللہ عنہا نے مزید عرض کی: میں اس بچی کا نام مریم رکھتی ہوں اور اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

اہم باتیں: (1) بعض عورتیں بعض مردوں سے افضل ہو سکتی ہیں۔ (2) حضرت مریم رضی اللہ عنہا اپنے زمانے میں تمام جہان کی عورتوں سے افضل تھیں یہ نہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہن سے بھی بڑھ کر ہوں۔ (3) حضرت حنہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کے لیے شیطان کے شر سے پناہ مانگی اور اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔ لہٰذا یہ مقبول الفاظ ہیں، اپنی اولاد کے لیے ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگتے رہنا چاہیے، ان شاء اللہ عزوجل کرم ہوگا۔

آیت 37 اللہ تعالیٰ نے نذر میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اچھی طرح قبول فرمالیا اور انہیں احسن انداز میں پروان چڑھایا اور جب

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ

جب بھی زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے تو اس کے پاس پھل پاتے۔ (زکریا نے) سوال کیا، اے مریم! یہ تمہارے پاس

هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝٣٧ هُنَالِكَ

کہاں سے آتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ اللہ کی طرف سے ہے، بیشک اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے۔ وہیں

دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝٣٨

زکریا نے اپنے رب سے دعا مانگی، عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنی بارگاہ سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بیشک تو ہی دعا سننے والا ہے۔

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى

تو فرشتوں نے اسے پکار کر کہا جبکہ وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ بیشک اللہ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے

حضرت حنہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بیت المقدس کے علماء کے سامنے کفالت کے لیے پیش کیا تو سب نے اس سعادت کے حصول میں رغبت ظاہر کی لیکن پھر قرعہ اندازی کے ذریعے آپ حضرت زکریا علیہ السلام کے زیر کفالت چلی گئیں۔ جب حضرت زکریا علیہ السلام محراب میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے تو وہاں بے موسمی پھل پاتے۔ ایک بار آپ علیہ السلام نے ان سے پوچھا: تمہارے پاس یہ پھل کہاں سے آتا ہے؟ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بغیر مشقت کے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے۔

آیت38 حضرت زکریا علیہ السلام بڑھاپے کی عمر کو پہنچ چکے تھے لیکن اس کے باوجود آپ کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ جب آپ علیہ السلام نے یہ دیکھا تو توجہ اس طرف گئی کہ جو پاک ذات حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بے وقت بے موسم اور بغیر ظاہری سبب کے پھل عطا فرمانے پر قادر ہے وہ بیشک اس پر بھی قادر ہے کہ مجھے اس بڑھاپے میں اولاد کی ظاہری امید ختم ہو جانے کے باوجود فرزند عطا فرمادے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے اسی جگہ دعا مانگتے ہوئے عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنی بارگاہ سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بیشک تو ہی دعا سننے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) جس جگہ رحمتِ الٰہی کا نزول ہوا ہو وہاں دعا مانگنی چاہئے، جیسے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو غیب سے رزق ملنے کی جگہ حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا مانگی، لہٰذا خانہ کعبہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا روضہ شریف اور مزاراتِ اولیا پر دعا مانگنے میں زیادہ فائدہ ہے کہ یہ مقامات رحمتِ الٰہی کی بارش برسنے کے ہیں۔ (2) جس جگہ کسی کی دعا قبول ہوئی وہ مقبولیت کے مقامات سے ہے لہٰذا جہاں اولیاء کرام کا وجود ہو یا جہاں وہ رہے ہوں وہاں دعا کرنی چاہئے کیونکہ یہ حضرات بکثرت دعا کرتے ہیں اور ان کی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔ (3) صرف اولاد کی نہیں بلکہ پاکیزہ کردار و عمل والی اولاد کی دعا کرنی چاہئے تاکہ اس سے دنیا و آخرت کا سکون ملے۔

آیت39 ایک دن حضرت زکریا علیہ السلام مسجد کا دروازہ بند کر کے محراب میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ علیہ السلام نے ایک سفید پوش جوان دیکھا، وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے، انہوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرے گا اور وہ سردار، ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا اور صالحین میں سے

مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾

جو اللہ کی طرف کے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا اور وہ سردار ہو گا اور ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا اور صالحین میں سے ایک نبی ہو گا۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ

عرض کی: اے میرے رب میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہو گا حالانکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے اور میری بیوی بھی بانجھ ہے؟ اللہ نے فرمایا:

كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ

اللہ یونہی جو چاہتا ہے کرتا ہے ○ عرض کی: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دے۔ اللہ نے فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ

اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ

تم تین دن تک لوگوں سے صرف اشارہ سے بات چیت کر سکو گے اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح

وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ ع وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ

کرتے رہو ○ اور (یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بیشک اللہ نے تمہیں چن لیا ہے اور تمہیں خوب پاکیزہ کر دیا ہے اور تمہیں

ایک نبی ہو گا۔ اہم باتیں: (1) حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کی خبر کا تعلق مستقبل کے غیب سے تھا اور حضرت زکریا علیہ السلام اور جبریل علیہ السلام دونوں کو معلوم ہو گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنے بندوں کو غیب کا علم عطا فرما دیتا ہے۔ (2) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کلمہ کُن فرما کر بغیر باپ کے پیدا کیا۔ (3) حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لانے اور ان کی تصدیق کرنے والے حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عمر میں 6 ماہ بڑے تھے۔ (4) حصور یعنی عورتوں سے بچنے والا وہ ہے جو قوت کے باوجود عورت کی طرف راغب نہ ہو۔

آیت 40 بیٹے کی بشارت سن کر حضرت زکریا علیہ السلام نے بطورِ تعجب عرض کی: اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہو گا حالانکہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بھی بانجھ ہے، آیا میری جوانی واپس لوٹائی جائے گی اور زوجہ کا بانجھ ہونا دور کیا جائے گا یا ہم دونوں اپنے حال پر رہیں گے؟ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ یوں ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے، بڑھاپے میں فرزند عطا کرنا اس کی قدرت سے کچھ بعید نہیں لہٰذا اس بڑھاپے کی حالت میں فرزند ملے گا۔

آیت 41 حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میرے لیے میری بیوی کے حاملہ ہونے کی کوئی نشانی مقرر فرما دے تاکہ اس وقت اور زیادہ شکر و عبادت میں مصروف ہو جاؤں۔ ارشاد فرمایا: تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے صرف اشارہ سے بات چیت کر سکو گے اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب آپ علیہ السلام کی زوجہ کو حمل ٹھہرا تو آدمیوں کے ساتھ گفتگو کرنے سے زبان مبارک تین دن تک بند رہی اور تسبیح و ذکر پر آپ قادر رہے۔

آیت 42 اس آیت میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عظمت و شان کا بیان ہے کہ وہ وقت یاد کرو جب فرشتوں نے کہا: اے مریم!

عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٢﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ

سارے جہان کی عورتوں پر منتخب کرلیا ہے۔ اے مریم! اپنے رب کی فرمانبرداری کرو اور اس کی بارگاہ میں سجدہ کرو اور رکوع والوں

الرّٰكِعِيْنَ ﴿٤٣﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ

کے ساتھ رکوع کرو۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں اور تم ان کے پاس موجود نہ تھے جب وہ

يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٤٤﴾

اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ ان میں کون مریم کی پرورش کرے گا اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہیں عورت ہونے کے باوجود بیت المقدس کی خدمت کے لیے قبول اور جنتی رزق عطا فرما کر چن لیا ہے اور تمہیں مردوں کے چھونے اور حیض و نفاس وغیرہ سے خوب پاکیزہ کر دیا ہے اور تمہیں سارے جہان کی عورتوں پر منتخب کر لیا ہے۔ اہم باتیں: (1) حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ تشریف لائے تھے اور جبریل علیہ السلام کا حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے کلام فرمانا آپ کی انتہائی عظمت کا اظہار ہے لیکن یہ کلام بطور وحی نبوت نہ تھا کیونکہ نبوت کا منصب اللہ تعالیٰ نے صرف مردوں ہی کو عطا فرمایا، کوئی عورت اس منصب پر فائز نہ ہوئی۔ (2) سارے جہان کی عورتوں پر منتخب کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کو آپ کے زمانے کی تمام عورتوں سے افضل بنایا اور مجموعی طور پر آپ سارے جہان کی افضل خواتین میں سے ہیں۔

آیت 43 رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنے سے مراد جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ہے۔ اس حکم پر عمل کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا باپردہ اور مردوں کی صف سے جدا کھڑے ہو کر نماز ادا کرتی ہوں، یہ بھی ممکن ہے کہ نماز کے وقت مزید عورتیں بھی حاضر ہوتی ہوں اور آپ رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھتی ہوں۔

آیت 44 فرمایا کہ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے واقعات ان غیب کی خبروں میں سے ہیں جو اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ہم نے تمہیں وحی کے ذریعے بتائی ہیں اور تم ان لوگوں کے پاس جسمانی طور پر موجود نہ تھے جو اس لیے اپنے قلم پانی میں ڈال کر قرعہ اندازی کر رہے تھے کہ ان میں سے کون حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی پرورش کرے گا اور تم اس وقت بھی ان لوگوں کے پاس نہ تھے جب وہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی کفالت کے مسئلے میں جھگڑ رہے تھے، لہٰذا تمہارا یہ غیبی واقعات بیان فرمانا دلیل ہے کہ یہ تمہیں وحی الٰہی سے معلوم ہوئے ہیں اور تم سچے نبی ہو۔ اہم باتیں: (1) تمام انبیاء علیہم السلام کے واقعات جو قرآن و حدیث میں آئے سب غیب کی خبریں ہیں اور ان کا بیان کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صداقت و نبوت و علم وسیع کی دلیل ہے۔ (2) بہت سے لوگ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی پرورش کے امیدوار تھے۔ اس لئے قرعہ اندازی پر فیصلہ چھوڑا گیا چنانچہ طے یہ پایا کہ ہر کوئی اپنا قلم پانی میں رکھے، جس کا قلم پانی کے بہاؤ کے الٹی طرف بہنا شروع کر دے وہ کفالت کا حق دار ہوگا۔ سب نے اپنا اپنا قلم پانی میں ڈال دیا تو حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم الٹی طرف بہنا شروع ہو گیا، اس طرح حضرت مریم رضی اللہ عنہا آپ علیہ السلام کی کفالت میں آگئیں۔ (تفسیر کبیر، 3/219) عام معاملات میں قرعہ اندازی سے فیصلہ کیا جا سکتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سفر میں ساتھ لے جانے

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ

اور یاد کرو جب فرشتوں نے مریم سے کہا، اے مریم! اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک خاص کلمے کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح

عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ

عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ وہ دنیا و آخرت میں بڑی عزت والا ہوگا اور اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہوگا○ اور

النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ

لوگوں سے جھولے میں اور بڑی عمر میں بات کرے گا اور خاص بندوں میں سے ہوگا○ (مریم نے) عرض کیا: اے میرے رب! میرے ہاں

وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ۗ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۗ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا

بچہ کیسے ہوگا؟ مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ اللہ نے فرمایا: یوں ہی، اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرمالیتا

فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَ

ہے تو اسے صرف اتنا فرماتا ہے، "ہو جا" تو وہ کام فوراً ہو جاتا ہے○ اور اللہ اسے کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل سکھائے گا○ اور

کے لئے ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرمایا کرتے تھے۔

آیت 45 فرمایا کہ وہ وقت یاد کرو جب چند فرشتوں کے ساتھ جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا: اے مریم! اللہ تعالیٰ تجھے ایک خاص کلمہ کی بشارت دیتا ہے جو اس کی طرف سے عطا ہوگا، اس کا نام مسیح، عیسیٰ بن مریم ہوگا، وہ دنیا میں نبوت و رسالت کے منصب پر فائز ہو کر اور آخرت میں بلند درجات اور منصب شفاعت پا کر بڑی عزت و وجاہت والا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں سے ہوگا۔
اہم بات: آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت باپ کی بجائے ماں کی طرف کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا ہوئے ہیں اور یہیں اگلی آیات میں اور سورۂ مریم میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

آیت 46 حضرت جبریل علیہ السلام نے مزید کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام جھولے میں یعنی بات کرنے کی عام عمر سے پہلے ہی اور پختہ عمر میں لوگوں سے کلام کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے ہوں گے۔

آیت 47 بیٹے کی بشارت سن کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے حیرت سے عرض کی: اے میرے رب! میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا حالانکہ مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور دستور یہ ہے کہ بچہ مرد و عورت کے ملاپ سے ہوتا ہے تو مجھے بچہ نکاح سے عطا ہوگا یا یونہی بغیر مرد کے چھوئے؟ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ اسی حالت میں یعنی تم کنواری ہی رہو گی اور فرزند پیدا ہو جائے گا کیونکہ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ بڑی قدرت والا ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرمالیتا ہے تو اسے صرف اتنا فرماتا ہے، "ہو جا" تو وہ کام ہو جاتا ہے۔

آیت 48، 49 اس عظیم فرزند سے متعلق مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب یعنی لکھنا، حکمت یعنی حلال و حرام کا بیان، تورات اور انجیل سکھائے گا اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا۔ پھر جب آپ رسول بن کر بنی اسرائیل کے پاس تشریف لائے تو ان سے

وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﳔ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ

(اور عیسیٰ) بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا کہ میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں، وہ یہ کہ میں تمہارے

لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ

لئے مٹی سے پرندے جیسی ایک شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ اللہ کے حکم سے فوراً پرندہ بن جائے گی اور میں

الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ

پیدائشی اندھوں کو اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا دیتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور تمہیں غیب کی خبر دیتا

وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ﴿۴۹﴾

ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو، بیشک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو ○

وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ لِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ

اور مجھ سے پہلے جو توریت کتاب ہے اس کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں اور اس لئے کہ تمہارے لئے کچھ وہ چیزیں حلال کردوں جو

حُرِّمَ عَلَیْكُمْ وَ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۟ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۵۰﴾

تم پر حرام کی گئی تھیں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ○

فرمایا: میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس اپنے سچا رسول ہونے کی یہ نشانی لایا ہوں کہ تمہارے ایمان لانے کے لئے مٹی سے پرندے جیسی ایک شکل بنا کر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فوراً پرندہ بن جائے گی اور میں پیدائشی اندھوں اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردے زندہ کرتا ہوں اور تمہیں اس کی غیبی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے اور جو دوسرے دن کے لئے اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو، یقیناً ان باتوں میں میری رسالت سچی ہونے پر تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو تو ان سے نفع اٹھاؤ۔ اہم باتیں: (1) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطورِ خاص بنی اسرائیل کے نبی اور رسول تھے۔ (2) آپ علیہ السلام کا شفا دینے، مشکلات دور کرنے، مردوں کو زندہ کرنے، غیب جاننے کی نسبت اپنی طرف کرنا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھا کہ اس کی عطا ہی سے یہ سب قدرتیں تھیں۔ (3) انبیاء و اولیاء کے ایسے تمام واقعات میں یہ پہلو ملحوظ رہنا چاہیے کہ ان کا علم، تصرف، قدرت، مشکل دور کرنا سب عطائے الٰہی سے ہے۔

آیت 50 حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے مزید فرمایا کہ میں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں اور اس لئے بھی آیا ہوں کہ کچھ وہ چیزیں حلال کردوں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تم پر حرام کی گئی تھیں جیسے اونٹ کا گوشت، چربی اور کچھ پرندے وغیرہ۔ یونہی میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے اپنی رسالت صحیح ہونے پر نشانی لے کر آیا ہوں تو خدا سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝٥١ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى

بیشک اللہ میرا اور تمہارا سب کا رب ہے تو اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے ○ پھر جب عیسیٰ

مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ

ان (بنی اسرائیل) سے کفر پایا تو فرمایا: اللہ کی طرف ہو کر کون میرا مددگار ہوتا ہے؟ مخلص ساتھیوں نے کہا: ہم اللہ کے دین کے مددگار

اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝٥٢ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ

ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور آپ اس پر گواہ ہو جائیں کہ ہم یقیناً مسلمان ہیں ○ اے ہمارے رب! ہم اس کتاب پر ایمان لائے

وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝٥٣ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ

جو تو نے نازل فرمائی اور ہم نے رسول کی اتباع کی پس ہمیں گواہی دینے والوں میں سے لکھ دے ○ اور کافروں نے خفیہ منصوبہ بنایا

آیت 51 حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی عبدیت یعنی بندہ ہونے کا اقرار کرتے ہوئے گویا فرمایا کہ میں اتنی قدرتوں اور علم کے باوجود بھی خدا نہیں بلکہ خدا کا بندہ ہوں، وہی میرا اور تم سب کا رب ہے تو تم اسی کی عبادت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو، یہ ایمان واطاعت ہی سیدھا راستہ ہے جو جنت تک لے جاتا ہے۔ درس: انبیاء علیہم السلام واولیاء اپنے تمام تر معجزات وکرامات وعلوم وقدرت کے باوجود رب کے بندے ہی ہیں اور انہیں اسی بندگی پر فخر ہے۔

آیت 52 پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محسوس کیا کہ میری رسالت سچی ہونے کی اتنی روشن نشانیاں اور معجزات دیکھ کر بھی یہودیوں پر کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ یہ اپنے کفر پر ہی قائم ہیں اور مجھے شہید کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس وقت آپ علیہ السلام نے فرمایا کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہو کر میرا مددگار بنے؟ یہ سن کر حواریوں نے عرض کی: ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار ہیں، ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں اور آپ اس پر گواہ ہو جائیں کہ ہم یقیناً مخلص مسلمان ہیں۔ اہم باتیں: (1) حواری وہ مخلص حضرات ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کے مددگار تھے اور آپ پر سب سے پہلے ایمان لائے، ان کی تعداد 12 تھی۔ (2) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بندوں سے مدد مانگی کیونکہ مخلوق سے مدد مانگنا خدا کے بنائے ہوئے اسباب میں سے ہے، اس لئے یہ توحید و توکل کے خلاف نہیں۔

آیت 53 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مدد کی یقین دہانی کروانے کے بعد حواریوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے ہمارے رب! ہم اس کتاب انجیل پر ایمان لائے جو تو نے نازل فرمائی اور ہم نے تیرے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی پس تو ہمیں توحید اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے رسول ہونے کی گواہی دینے والوں میں سے لکھ دے۔

آیت 54 بنی اسرائیل کے یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مکر کیا کہ دھوکے سے آپ علیہ السلام کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر کا یہ بدلہ دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا اور آپ کی شباہت اس شخص پر ڈال دی جو

وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ

اللہ نے خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے۞ یاد کرو جب اللہ نے فرمایا، اے عیسیٰ! میں تمہیں پوری عمر

اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ

تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تجھے کافروں سے نجات عطا کروں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک تیرے

كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ

منکروں پر غلبہ دوں گا پھر تم سب میری طرف پلٹ کر آؤ گے تو جن باتوں میں تم جھگڑتے تھے ان باتوں کا میں تمہارے درمیان

آپ کو شہید کرنے آیا تھا، چنانچہ یہودیوں نے اس کو اسی شبہ پر قتل کر دیا۔ اہم بات: مکر کا معنی پوشیدہ تدبیر ہے اس لئے خفیہ تدبیر کو بھی مکر کہتے ہیں، تدبیر اگر اچھے مقصد کے لئے ہو تو محمود اور قبیح غرض سے ہو تو مذموم ہوتی ہے مگر اردو زبان میں مکر کا لفظ فریب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، بلکہ عربی میں بھی اب یہ لفظ دھوکے کے معنی میں معروف ہو گیا ہے، لہٰذا ہرگز شانِ الٰہی میں نہ کہا جائے۔ آیت میں جہاں کہیں ذکر ہوا وہاں وہ خفیہ تدبیر کے معنی میں ہے۔

آیت 55 ﴿ فرمایا کہ وہ وقت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا کہ کفار کے نرغے سے بچالوں گا اور وہ تجھے شہید نہ کر سکیں گے اور ابھی میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا کہ بغیر موت کے زمین سے اٹھا کر آسمان پر عزت کی جگہ اور فرشتوں کی جائے قرار میں پہنچا دوں گا اور تجھے کافروں کے برے پڑوس سے نجات عطا کروں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک تیرے منکروں پر دلیل و حجت وغیرہ کے ذریعے غلبہ دوں گا پھر اے پیروکارو اور منکرو! تم سب آخرت میں میری طرف پلٹ کر آؤ گے تو اس دن میں تمہارے درمیان دین کی ان باتوں کا فیصلہ کر دوں گا جن میں تم جھگڑتے تھے۔ اہم باتیں: (1) تَوَفّی کا حقیقی معنی ہے: پورا کرنا اور مجازی معنی ہے موت اور اصول یہ ہے کہ جب تک کوئی واضح قرینہ موجود نہ ہو تب تک لفظ کا حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی مراد نہیں لیا جا سکتا اور یہاں آیت میں ایسا کوئی قرینہ نہیں کہ اس کا معنی موت لیا جائے بلکہ اس کا حقیقی معنی مراد لینے پر واضح قرائن بھی موجود ہیں اور یہ قرائن وہ احادیث ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے اور قربِ قیامت میں واپس تشریف لانے کا ذکر ہے، لہٰذا ان الفاظ کو بنیاد بنا کر یہودیوں اور عیسائیوں کی پیروی میں قادیانیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا دعویٰ کرنا سراسر غلط ہے۔ (2) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرنے اور انہیں ماننے والوں سے "صحیح پیروی کرنے اور صحیح طور پر ماننے والے" مراد ہیں اور یہ لوگ یقیناً صرف مسلمان ہیں کیونکہ انہوں نے ہی یہ گواہی دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول اور اس کا خاص کلمہ ہیں جبکہ یہودی تو ویسے ہی آپ علیہ السلام کے دشمن ہیں اور عیسائی انہیں خدا مانتے ہیں تو یہ "ماننا" تو بدترین قسم کا "نہ ماننا" ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی کو معبود نہ مانو اور یہ کہیں، نہیں، ہم تو آپ کو بھی معبود مانیں گے۔

تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٥٥﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ

فیصلہ کردوں گا○ پس جو لوگ کافر ہیں تو میں انہیں دنیا و آخرت میں سخت عذاب دوں گا

وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿٥٦﴾ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ

اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا○ اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے تو اللہ انہیں ان کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا

وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿٥٧﴾ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِیْمِ ﴿٥٨﴾ اِنَّ

اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا○ یہ جو ہم تمہارے سامنے پڑھتے ہیں کچھ نشانیاں ہیں اور حکمت والی نصیحت ہے○ بیشک

مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿٥٩﴾ اَلْحَقُّ

عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے جسے اللہ نے مٹی سے بنایا پھر اسے فرمایا: ''ہو جا'' تو وہ فوراً ہوگیا○ اے سننے والے! حق

آیت 57،56 ان دو آیات میں فرمایا کہ بہر حال وہ لوگ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبدیت اور نبوت کا انکار کرکے کفر کیا میں انہیں دنیا میں قتل، قید اور ذلت و رسوائی سے دوچار کرکے اور آخرت میں نارِ جہنم میں ڈال کر سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا جو انہیں ہمارے عذاب سے بچا سکے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو لوگ ایمان لائے اور ان کے اللہ تعالیٰ کا بندہ، رسول اور خاص کلمہ ہونے کی تصدیق کی اور انہوں نے فرائض و واجبات وغیرہ پر عمل کرکے اچھے کام کیے تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

آیت 58 فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ان کی والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور حواریوں وغیرہ کے جو واقعات بیان ہوئے، یہ آپ کی نبوت و رسالت پر دلالت کرنے والی کچھ نشانیاں اور حکمت والی نصیحت ہے کیونکہ بغیر کوئی کتاب پڑھے یا کسی سے سنے یہ واقعات وہی جان سکتا ہے جس پر وحی اترتی ہو تو یقیناً یہ وحی کے ذریعے ہی آپ کو معلوم ہوئے ہیں اور وحی کسی نبی یا رسول پر ہی نازل ہوتی ہے کسی اور پر نہیں۔

آیت 59 شانِ نزول: نجران کے کچھ عیسائی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بندہ جانتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! وہ اس کے بندے، رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے کنواری پاک مریم کو عطا فرمایا۔ اس پر انہوں نے اعتراض کیا کہ کیا کبھی آپ نے بغیر باپ کے بھی انسان دیکھا ہے؟ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں (معاذ اللہ) اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو صرف باپ کے بغیر پیدا ہوئے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کو تو ماں اور باپ دونوں کے بغیر مٹی سے بنایا، اور ''کُن'' ''ہو جا'' کے کلمے سے پیدا فرمایا، جب تم انہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور بندہ مانتے ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مخلوق خدا اور بندۂ الٰہی ماننے میں کیا تعجب ہے؟

آیت 60 فرمایا کہ اے سننے والے! حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بھی چونکہ اللہ تعالیٰ

مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ

تیرے رب کی طرف سے ہے پس تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔ پھر اے حبیب! تمہارے پاس علم آجانے کے بعد جو تم سے

مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ

عیسیٰ کے بارے میں جھگڑا کریں تو تم ان سے فرمادو: آؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو

وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ

اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو (مقابلے میں) بلا لیتے ہیں پھر مباہلہ کرتے ہیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالتے ہیں۔ بیشک

هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾

یہی سچا بیان ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک اللہ ہی غالب ہے حکمت والا ہے۔

نے بیان فرمایا لہٰذا یہ حق ہے اور تم اس میں کوئی شک نہ کرنا۔

آیت 61 عیسائیوں کے نجرانی وفد سے کئی دن گفتگو جاری رہی لیکن وہ راہِ راست پر نہ آئے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، تمہارے پاس علم آجانے کے بعد عیسائیوں میں سے جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بحث کریں تو تم انہیں چیلنج کردو کہ آؤ! ہم اپنے اپنے بیٹوں، عورتوں اور جانوں کو مقابلے میں مباہلہ کے لئے بلاتے ہیں اور جھوٹوں پر لعنت بھیجتے ہیں، یوں کہ اے اللہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں جو جھوٹا ہو اس پر لعنت فرما۔ جب نجران کے عیسائیوں کو یہ آیت پڑھ کر سنا کر دعوتِ مباہلہ دی گئی تو وہ کہنے لگے: ہم مشورہ کر کے کل جواب دیں گے۔ پھر اگلے دن عیسائی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے یہ منظر دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی گود میں امام حسین اور دستِ مبارک میں امام حسن کا ہاتھ ہے، حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پیچھے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان سب سے فرما رہے ہیں کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ جب نجران کے سب سے بڑے عیسائی پادری نے ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا: اے عیسائیو! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے پہاڑ ہٹانے کی دعا کریں تو وہ پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا دے، ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہ رہے گا۔ یہ سن کر عیسائیوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ہم مباہلہ نہیں کریں گے، آخر کار انہوں نے جزیہ دینا منظور کیا مگر مباہلہ کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اہم باتیں: (1) مباہلہ کا عمومی مفہوم یہ ہے کہ دو مدِ مقابل افراد آپس میں یوں دعا کریں: اگر تم حق پر اور میں باطل پر ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے ہلاک کرے اور اگر میں حق پر اور تم باطل پر ہو تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے۔ پھر یہی بات دوسرا فریق کہے۔ (2) مباہلہ دین کے یقینی مسائل میں ہی ہونا چاہئے لہٰذا اسلام کی حقانیت پر تو مباہلہ ہو سکتا ہے حنفی شافعی اختلافی مسائل میں نہیں۔

آیت 62 فرمایا کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے بارے میں جو باتیں بیان کی گئیں یقیناً یہی سچا بیان ہے نہ کہ وہ

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٣﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ

پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ فساد کرنے والوں کو جانتا ہے○ اے حبیب! تم فرمادو، اے اہلِ کتاب! ایسے کلمہ کی طرف آجاؤ جو

سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا

اور تمہارے درمیان برابر ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں کوئی

بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾

اللہ کے سوا کسی دوسرے کو رب نہ بنائے پھر (بھی) اگر وہ منہ پھیریں تو اے مسلمانو! تم کہہ دو: "تم گواہ رہو کہ ہم سچے مسلمان ہیں"○

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ

اے اہلِ کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟ حالانکہ توریت اور انجیل تو اتری ہی ان کے بعد ہیں

باتیں جو عیسائیوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر ان کے حوالے سے پھیلا دی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز خدا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود ہے ہی نہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی اپنی سلطنت میں غالب اور اپنے ہر کام میں حکمت والا ہے۔

آیت 63 فرمایا کہ اگر وہ لوگ پھر بھی توحید اور حق بات سے منہ پھیریں حالانکہ وہ اس کے متعلق روشن دلائل اور مضبوط ترین حجتوں کا معاینہ بھی کر چکے ہیں، تو آپ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں، وہ یقیناً فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ وہی انہیں سزا دے گا۔

آیت 64 دعوتِ دین کا ایک اسلوب یہ ہے کہ پہلے مشترکہ اور متفقہ باتیں طے کر لی جائیں کہ اس سے اختلافی امور ممتاز اور کم ہو جائیں گے اور اپنی بات سمجھانا آسان ہو جائے گا اسی طور پر فرمایا گیا کہ یہود و نصاریٰ سے یوں بات کرو کہ اے اہلِ کتاب! ایسے کلمہ کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے، اس میں نہ تو کسی نبی اور رسول کا اختلاف ہے اور نہ ہی کسی آسمانی کتاب کا، وہ کلمہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی بھی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں خواہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں یا کوئی اور، اور ہم میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا رب نہ بنائے جیسے پادریوں وغیرہ کے احکام کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے برابر نہ سمجھیں کہ انہوں نے اپنی طرف سے جو چیزیں حلال یا حرام کر دیں اسے اللہ تعالیٰ کے حلال و حرام کردہ کے برابر سمجھ لیں اور اس میں ان کی ویسے ہی پیروی کرنے لگ جائیں جیسے حکمِ الٰہی کی کی جاتی ہے۔ اب اگر اس دعوتِ توحید کے بعد بھی وہ لوگ حق سے منہ پھیریں تو ان سے کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم سچے مسلمان ہیں جو خالص توحید پر قائم ہیں۔ اہم بات: خدا اور رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم کے مقابلے میں کسی کی بات کو شریعت ماننا حرام ہے جبکہ قرآن و حدیث سے استدلال کرنے والے سچے مجتہدین کی پیروی کرنا بالکل درست، حکمِ قرآنی اور پوری امتِ مسلمہ کا ہمیشہ سے معمول ہے۔

آیت 65 عیسائی اور یہودی بلکہ مشرکین بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے اپنے دین پر قرار دیتے تھے مثلاً عیسائیوں کا کہنا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام عیسائی تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہودیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اور عیسائیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ

تو کیا تمہیں عقل نہیں؟ ○ سن لو: تم وہی لوگ ہو جو پہلے اس معاملے میں جھگڑتے تھے جس کا تمہیں علم تھا تو (اب) اس میں کیوں

فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا

جھگڑتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں؟ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ○ ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ

نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ

عیسائی بلکہ وہ ہر باطل سے جدا رہنے والے مسلمان تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے ○ بیشک سب لوگوں سے زیادہ

بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَدَّتْ

ابراہیم کے حق دار وہ ہیں جو ان کی اتباع کرنے والے ہیں اور یہ نبی اور ایمان والے اور اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے ○ کتابیوں کا

طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ۭ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾

ایک گروہ دل سے چاہتا ہے کہ کسی طرح تمہیں گمراہ کردیں اور وہ صرف خود کو گمراہ کررہے ہیں اور انہیں شعور نہیں ○

کے بعد جاری ہوئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان دونوں انبیاء سے کئی سو سال پہلے ہوئے ہیں تو وہ یہودی یا عیسائی کیسے ہوسکتے ہیں؟ جبکہ تورات و انجیل تو اتری ہی ان کے بعد ہے۔ تو کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں کہ کئی سو سال پہلے والا شخص بعد والے گروہ میں شامل نہیں ہوسکتا۔ اہم بات: علم تاریخ بہت مفید ہے یہاں تاریخ کی بنیاد پر ہی جواب دیا گیا ہے نیز قوموں کے عروج و زوال اور اس کے اسباب تاریخ ہی سے معلوم ہوتے ہیں، البتہ تاریخ میں غلط بیانی، ہیر پھیر اور اپنے مطلب کے نتائج نکالنے کی بھرمار ہے، اس لئے کسی مستند عالم کی رہنمائی میں پڑھنی چاہئے۔

آیت 67،66 ان دونوں آیات میں فرمایا کہ اے یہودیو اور عیسائیو! سن لو، یہ تم ہی ہو کہ اپنی کتابوں میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سچائیاں پڑھنے کے باوجود ایمان نہ لائے بلکہ بحث کرنے لگے تو جب معلوم باتوں میں تم جھگڑا کرتے ہو تو ان باتوں میں کیوں جھگڑتے ہو جن کا ذکر نہ تمہاری کتابوں میں ہے اور نہ تمہیں ان کا علم ہے، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہودی یا عیسائی قرار دینا تورات و انجیل دونوں میں نہیں ہے۔ حقیقتِ حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی اور نہ مشرک بلکہ ہر باطل سے جدا، خالصتاً اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار مسلمان بندے تھے۔

آیت 68 زمانہ رسالت کے یہودی، عیسائی اور مشرک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب نہیں بلکہ ان کے سب سے زیادہ قریب وہ تھے جو ان کے زمانہ نبوت میں ان پر ایمان لائے اور ان کی شریعت پر عمل پیرا رہے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب یہ نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان پر ایمان لانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار ہے۔

آیت 69 اہل کتاب کا ایک گروہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے کوششیں کرتا رہتا تھا، کبھی مسلمانوں کو وسوسے ڈال کر، کبھی یوں

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ

اے کتابیو! اللہ کی آیتوں کے ساتھ کیوں کفر کرتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو○ اے کتابیو! حق کو باطل کے ساتھ

تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع وَ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ

کیوں ملاتے ہو اور حق کیوں چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو○ اور کتابیوں کے ایک گروہ نے کہا

اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْۤ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَ اكْفُرُوْۤا

جو ایمان والوں پر نازل ہوا ہے صبح کو اس پر ایمان لاؤ اور شام کو انکار کردو۔ ہو سکتا ہے (کہ اس طرح مسلمان بھی اسلام سے)

اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ لَا تُؤْمِنُوْۤا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ قُلْ

پھر جائیں○ اور (مزید آپس میں کہا کہ) صرف اسی کا یقین کرو جو تمہارے دین کی پیروی کرنے والا ہو۔ اے حبیب! تم فرمادو کہ ہدایت

کہ صبح کلمہ پڑھ کر شام کو انکار کردو تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں بھی شک پیدا ہو جائے وغیرہا۔ اس پر فرمایا کہ یہ لوگ صرف خود کو گمراہ کر رہے ہیں کیونکہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کا گناہ انہیں ہی ملے گا جبکہ مسلمان ان کی بات نہیں مانیں گے لیکن ان اہل کتاب کو اس کا شعور ہی نہیں۔ درس: آج بھی کفر وارتداد کی تحریکیں چلتی رہتی ہیں اور اب تو فلموں، ڈراموں، مزاحیہ پروگراموں اور گانوں نے تباہی مچا رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے، اٰمین۔

آیت 70 ﴾ فرمایا کہ اے کتابیو! تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کیوں کفر کرتے ہو حالانکہ تم خود اپنی کتابوں تورات و انجیل سے پڑھ کر قرآن اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حقانیت کو جانتے ہو اور آج بھی قرآن کی سو فیصد اصلی صورت میں موجودگی، اس کی تعلیم کی آفاقیت اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کردار کی عظمت اور تعلیمات کی جامعیت ان کی حقانیت کی دلیل ہے۔

آیت 71 ﴾ اے کتابیو! اپنی کتابوں میں تحریف و تبدیلی کر کے حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملاتے ہو اور ذاتی مفادات کے لئے حق کیوں چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ نبی حق ہیں اور تم غلطی پر ہو۔

آیت 72 ﴾ شان نزول: یہودی اس طرح کی سازشیں بھی کرتے کہ ان کے کچھ لوگ صبح کو اسلام لائیں اور شام کو یہ کہہ کر مرتد ہو جائیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وہ نبی نہیں جن کی ہماری کتابوں میں خبر ہے تاکہ اس حرکت سے مسلمانوں کو اپنے دین میں شبہ پیدا ہو اور وہ مرتد ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ان کا راز فاش کر دیا اور مسلمان پہلے سے ہی خبردار ہو گئے، یوں ان کی سازش ناکام ہو گئی۔ درس: آج بھی ایسی سازشیں جاری ہیں کہ جھوٹی فلموں، رپورٹس اور تصویروں کے ذریعے لوگوں کو اسلام سے متنفر کیا جاتا ہے، کفار میڈیا کو اس مقصد کے لئے بطور خاص استعمال کر رہے ہیں، مسلمانوں کو ان کے مکروفریب سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

آیت 73 ﴾ یہ بھی یہودیوں کی کارستانی کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ صرف اسی کی بات پر یقین کرو جو تمہارے دین کی پیروی کرنے والا ہو اور اس بات کا کبھی یقین نہ کرو کہ کسی اور کو بھی ویسی ہدایت، دین، کتاب و حکمت اور شرافت و فضیلت مل

إِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ أَنْ يُّؤْتٰٓى أَحَدٌ مِّثْلَ مَآ أُوتِيتُمْ أَوْ يُحَآجُّوكُمْ

صرف اللہ ہی کی ہدایت ہے۔ (اور یہ سازشی آپس میں کہتے ہیں کہ اس کا بھی یقین نہ کرو) کہ کسی اور کو بھی ویسا مل سکتا ہے جو تمہیں دیا گیا

عِنْدَ رَبِّكُمْ ۗ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ

یا کوئی تمہارے رب کے پاس تمہارے اوپر غالب آسکتا ہے۔ اے حبیب! تم فرمادو کہ فضل تو یقیناً اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے

وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٧٤﴾

عطا فرمادیتا ہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے ○ وہ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص فرمالیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ إِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ

اور اہل کتاب میں کوئی تو وہ ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک ڈھیر بھی امانت رکھ دو تو وہ تمہیں (پورا پورا) ادا کردے گا اور انہی میں سے کوئی

إِنْ تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۗ ذٰلِكَ

وہ ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھ دو تو جب تک تم اس کے سر پر کھڑے نہیں رہو گے وہ تمہیں ادا نہیں کرے گا۔

سکتی ہے جو تم یہودیوں کو دی گئی ہے یا بروزِ قیامت کوئی تمہارے رب کے پاس تمہارے اوپر غالب آسکتا ہے۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ نبوت بنی اسرائیل کے سوا کسی قبیلہ کو نہیں مل سکتی اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بنی اسرائیل سے نہیں لہٰذا آپ نبی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نبی! آپ ان سے فرمادیں کہ فضل یعنی نبوت تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے دستِ قدرت میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اہم بات: نبوت اعمال سے نہیں ملتی، یہ محض فضلِ الٰہی ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس خاص فضل کا سلسلہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ختم فرمادیا ہے لہٰذا اب تا قیامت کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

آیت 74 ﴾ اللہ تعالیٰ نبوت و رسالت کے ساتھ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا خاص فرمالیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے اور خداوند قدوس نے قصرِ نبوت میں آخری نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صورت میں آخری اینٹ لگا کر اس محل کو مکمل کردیا، جس میں اب کوئی نئی نبوت شامل نہیں ہو سکتی اور جو نبوت کا دعویٰ کر کے نقب زنی کی کوشش کرے، امت مسلمہ اسے کان سے پکڑ کر باہر دھکیل دے گی۔

آیت 75 ﴾ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صداقت کا بیان سابقہ کتب میں موجود تھا اور اُس بیان کو آگے پہنچانا اور موقع پر بیان کرنا ان پر فرض تھا اور یہ ذمہ داری اُن پر علمی اور ایمانی امانت تھی لیکن اکثریت خائن تھی۔ اس آیت میں ان کی مالی خیانت کو بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان خائنوں کی اکثریت سے علمی دیانت کی توقع نہیں کی جاسکتی چنانچہ مالی حوالے سے فرمایا کہ اہل کتاب میں مالی دیانت کے اعتبار سے اچھے لوگ بھی ہیں اور برے بھی کہ کوئی تو ایسا ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک ڈھیر برابر مال بھی امانت رکھ دو تو وہ تمہیں وقت پر پورا پورا مال ادا کردے گا جبکہ ان میں ایسے بھی ہیں کہ اگر تم ایک دینار بھی ان کے پاس بطورِ امانت رکھو تو جب تک تم اس کے سر پر کھڑے رہ کر بار بار تقاضا نہیں کرو گے تب تک وہ تمہیں ادا نہیں کرے گا گویا اللہ تعالیٰ کے ڈر سے نہیں بلکہ

بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَلَیْنَا فِی الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌۚ-وَ یَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

(ان کی) یہ بددیانتی اس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان پڑھوں کے معاملے میں ہم سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی اور یہ اللہ پر جان بوجھ کر

وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ(۷۵) بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَ اتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ(۷۶)

جھوٹ باندھتے ہیں ۞ کیوں نہیں، جو اپنا وعدہ پورا کرے اور پرہیزگاری اختیار کرے تو بیشک اللہ پرہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓىٕكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ

بیشک وہ لوگ جو اللہ کے وعدے اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں، ان لوگوں کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور

وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ۪-وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ(۷۷)

قیامت کے دن نہ تو ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظر کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

لوگوں کے ڈر سے اور بار بار کے تقاضا کرنے پر ہی امانت ادا کرے گا۔ یہودیوں کی اس بددیانتی کی وجہ ان کا یہ باطل گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں میں ان پڑھوں یعنی دوسرے دین والوں کا مال ہضم کر جانے کی انہیں اجازت دی ہے اور اس معاملے میں ان سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ آسمانی کتابوں میں ایسا کوئی حکم موجود نہیں اور ان کی یہ بات اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے۔ ایسا ہی سبب اُن کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی تصدیق نہ کرنے میں ہے اور وہ ان کا یہ باطل گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل سے ہٹ کر کسی کو نبی نہیں بنائے گا اور محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم تو بنی اسماعیل سے تھے۔ درس: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی دیانت داری کو کفار بھی تسلیم کر کے آپ کو صادق و امین کہتے تھے۔ اے کاش! ہم مسلمان اپنی عملی حالت پر غور کریں کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی دیانت والی سنت پر عمل پیرا ہیں یا دشمنوں کے طریقے پر؟

آیت 76 ﴿ اس سے پہلی آیت میں یہودیوں کی یہ بات بیان ہوئی کہ "دوسرے مذہب والوں سے بددیانتی کرنے پر ان سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی" اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون بیان فرمادیا کہ دوسروں سے بددیانتی کرنے پر پوچھ گچھ کیوں نہیں ہوگی؟ ضرور ہوگی کیونکہ وعدہ پورا کرنا اور امانت ادا کرنا دونوں چیزیں پرہیزگاری سے تعلق رکھتی ہیں اور پرہیزگاری اللہ تعالیٰ کو پسند ہے تو جو اللہ تعالیٰ کی پسند پر چلے گا وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بنے گا اور جو اللہ تعالیٰ کی پسند کی مخالفت کرے گا، اس سے ضرور مؤاخذہ کیا جائے گا۔

آیت 77 ﴿ شانِ نزول: یہ آیت یہودی علماء اور ان کے کچھ سرداروں مثلاً ابو رافع، کعب بن اشرف، حیی بن اخطب وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا وہ عہد چھپایا جو ان سے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم پر ایمان لانے کے متعلق تورات میں لیا گیا تھا، انہوں نے اسے بدل کر وہاں اپنے ہاتھوں سے کچھ کا کچھ لکھ دیا اور جھوٹی قسم کھائی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ یہ سب کچھ انہوں نے اپنی جماعت کے جاہلوں سے رشوتیں اور مال و دولت حاصل کرنے کے لئے کیا۔ اس آیت میں ان کے لیے سخت وعید بیان کی گئی کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدے اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں، ان لوگوں کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب اس قدر ہوگا کہ قیامت کے دن نہ وہ ان سے کلام فرمائے گا، نہ ان کی طرف رحمت کی نظر کرے

وَ اِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٨﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَ لَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَ النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ

اور بیشک ان اہلِ کتاب میں سے کچھ وہ ہیں جو زبان کو مروڑ کر کتاب پڑھتے ہیں تاکہ تم سمجھو کہ یہ بھی کتاب کا حصہ ہے حالانکہ وہ کتاب کا حصہ نہیں ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں: یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ ہرگز اللہ کی طرف سے نہیں ہے اور یہ لوگ جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ کسی آدمی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ اسے کتاب و حکمت اور نبوت عطا کرے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میری عبادت کرنے والے بن جاؤ بلکہ وہ یہ کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ کیونکہ تم کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور اس لئے کہ تم خود بھی اسے پڑھتے ہو۔ اور نہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو،

گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور اس گناہ پر ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اہم بات: جھوٹی قسم کھا کر مال لینے والے، رشوت لے کر جھوٹی گواہی دینے، جھوٹے فیصلے یا جھوٹی وکالت کرنے والے سب اس آیت کی وعید میں داخل ہیں۔ حدیث پاک میں ہے: جو کسی مسلمان کا حق مارنے کے لئے قسم کھائے اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام اور دوزخ لازم کر دیتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، اگرچہ تھوڑی سی چیز ہو؟ فرمایا: اگرچہ پیلو کی شاخ ہی کیوں نہ ہو۔ (مسلم، حدیث:218(137))

آیت 78 ﴿ یہودیوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ تورات پڑھتے ہوئے اپنی طرف سے کچھ باتیں شامل کرکے اس انداز میں پڑھتے ہیں کہ لوگ سمجھیں کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے حالانکہ وہ کتاب اللہ کا حصہ نہیں ہوتا اور بعض اوقات تو صراحت بھی کر دیتے ہیں کہ یہ کلام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی نازل ہوا ہے حالانکہ وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ ان کا اپنا تحریف شدہ کلام ہوتا ہے۔ یہ بات انہیں اچھی طرح معلوم ہے اس کے باوجود یہ بدبخت لوگ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ یہ وہ مقامات تھے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صداقت کا بیان تھا یا جہاں اُن کی نفسانی خواہشات کے برخلاف احکام دیئے گئے تھے۔

آیت 79، 80 ﴿ بہت سے لوگ اپنی غلط حرکتوں اور باطل عقیدوں کو مقدس ہستیوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں کہ ہمیں تو انہوں نے ایسا کرنے کا کہا تھا ایسے لوگوں کی تردید میں فرمایا کہ کسی آدمی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب جیسے تورات، انجیل اور قرآن سے نوازے، علم و عمل میں کمال اور نبوت سے سرفراز فرمائے، پھر اتنا عظیم شرف ملنے کے بعد وہ لوگوں سے یوں کہنے لگے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میری عبادت کرنے والے بن جاؤ۔ یہ کسی بھی نبی علیہ السلام سے ناممکن اور اس کی طرف ایسی نسبت بہتان ہے۔ خدا کا پیغمبر تو یہی کہے گا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اللہ والے بن جاؤ کیونکہ تم کتاب کی تعلیم دیتے اور خود بھی اسے پڑھتے ہو،

اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ

کیا وہ تمہیں تمہارے مسلمان ہونے کے بعد کفر کا حکم دے گا؟○ اور یاد کرو جب اللہ نے نبیوں سے وعدہ لیا کہ میں تمہیں کتاب اور

النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ

عطا کروں گا پھر تمہارے پاس وہ عظمت والا رسول تشریف لائے گا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو گا تو تم ضرور ضرور

لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى

ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ (اللہ نے) فرمایا: (اے انبیاء!) کیا تم نے (اس حکم کا) اقرار کر لیا اور اس (اقرار) پر میرا بھاری

ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ

ذمہ لے لیا؟ سب نے عرض کی، "ہم نے اقرار کر لیا" (اللہ نے) فرمایا: تو (اب) ایک دوسرے پر (بھی) گواہ بن جاؤ اور میں خود (بھی) تمہارے ساتھ

الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ

گواہوں میں سے ہوں○ پھر جو کوئی اس اقرار کے بعد روگردانی کرے گا تو وہی لوگ نافرمان ہوں گے○ کیا لوگ اللہ کے دین کے علاوہ

یونہی وہ تمہیں ہرگز یہ حکم نہیں دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا کر ان کی عبادت کرنے لگ جاؤ، کیا وہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد تمہیں کفر کا حکم دے گا؟ ایسا ہرگز ممکن نہیں۔ اہم باتیں: (1) رَبّانی کے معنی نہایت دیندار، عالم باعمل اور فقیہ کے ہیں۔ (2) علم و تعلیم کا ثمرہ یہ ہونا چاہئے کہ آدمی اللہ والا ہو جائے، جسے علم سے یہ فائدہ نہ ہو اس کا علم ضائع اور بے کار ہے۔ (3) قرآن و سنت کے برخلاف کسی کی بات شریعت کا حکم نہیں ہو سکتی، البتہ مجتہدین کرام کا قرآن و حدیث سے استدلال کر کے امت کو بتانا اور امت کا اسے قبول کرنا خود حکم خدا ہے کہ علماء سے پوچھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

آیت 82،81 ﴾ ان دو آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام کی عظمت کا بیان ہے۔ ان آیات کا ایک معنی یہ ہے کہ تمام نبیوں سے یہ عہد لیا گیا کہ اگر ان کے زمانے میں کوئی دوسرا نبی ظاہر ہو تو یہ اس کی تصدیق اور مدد کریں گے۔ یوں تمام انبیاء علیہم السلام ایک دوسرے کے مصدق و معاون ہوں گے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ عہد بطورِ خاص ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق لیا گیا اور آپ کی شان، رب العالمین نے بیان فرمائی اور انبیاء علیہم السلام نے اس کا اقرار فرمایا اور یوں کائنات وجود میں آنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر جاری ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام نبیوں کا نبی بنایا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو بطورِ خاص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا حکم دیا۔ پھر ان سے باقاعدہ اس کا اقرار لیا، ان سے اس اقرار کا باقاعدہ اعلان کروایا اور اس پر ان سب کو ایک دوسرے پر گواہ بنایا اور پھر اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ تمہارے اس اقرار پر میں خود بھی گواہ ہوں۔ انبیاء علیہم السلام سے اقرار کرنے کے بعد پھر جانا متصوّر نہیں لیکن پھر بھی فرمایا کہ اس اقرار کے بعد جو پھرے وہ نافرمانوں میں شمار ہو گا۔

آیت 83 ﴾ فرمایا کہ کیا لوگ اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہتے ہیں حالانکہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کوئی بھی ہے

يَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ

کوئی اور دین چاہتے ہیں حالانکہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کوئی بھی ہے وہ سب خوشی سے یا مجبوری سے اسی کی بارگاہ میں گردن جھکائے

يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ

ہوئے ہیں اور سب کو اسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اور تم یوں کہو کہ ہم اللہ پر اور جو ہمارے اوپر نازل کیا گیا ہے اس پر اور جو ابراہیم اور

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى

اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور نبیوں کو ان کے رب کی طرف

وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۪ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۪ وَنَحْنُ لَهٗ

سے دیا گیا (اس پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ نیز) ہم ایمان لانے میں ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کی بارگاہ میں

مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ

گردن جھکائے ہوئے ہیں۔ اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں

فرشتے، انسان اور جنات سب خوشی سے یا مجبوری سے اسی کی بارگاہ میں گردن جھکائے ہوئے ہیں اور یاد رکھو کہ روز قیامت سب کو اسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اہم بات: فرشتے تو خوشی سے فرمانبردار ہیں کہ ان کی تخلیق ہی معصومیت پر ہے اور مسلمان جن اور انسان دلائل میں نظر کر کے فرمانبردار ہیں جبکہ کافر کسی خوف یا موت کے وقت عذاب دیکھ کر گردن جھکا دیتا ہے لیکن اس وقت کا ایمان نفع نہ دے گا اور قیامت میں تو سب مان ہی جائیں گے۔

آیت 84 یہودیوں اور عیسائیوں نے تو یہ کیا کہ کچھ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائے اور کچھ پر نہیں، ان کے مقابلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ تم یوں کہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو قرآن ہمارے اوپر نازل کیا گیا اور جو صحیفے حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد پر نازل کیے گئے، ان پر ایمان لاتے ہیں اور جو حضرت موسیٰ، عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا جیسے تورات، انجیل اور معجزات وغیرہ اور جو کتابیں اور معجزات دیگر نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیئے گئے اس پر بھی ایمان لاتے ہیں، نیز ہم ایمان لانے میں ان میں سے کسی کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے جیسے یہودیوں اور عیسائیوں نے کیا بلکہ ایمان کے تمام تر تقاضوں کے مطابق ان پر ایمان لاتے ہیں اور ہم خدا کی بارگاہ میں ہی گردن جھکائے ہوئے ہیں۔ اہم بات: سب نبیوں اور ان پر نازل ہوئی کتابوں، صحیفوں اور ان کے معجزات وغیرہ پر ایمان لانا ضروری ہے البتہ ہمارا عمل صرف قرآن پر اور اطاعت و اتباع صرف ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ہو گی۔

آیت 85 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا کہ جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں ثواب سے محروم ہو کر اور ہمیشہ کے لیے عذاب جہنم کا حقدار ٹھہر کر نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ كَیْفَ یَهْدِی اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْۤا

نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ ○ اللہ ایسی قوم کو کیسے ہدایت دے گا جنہوں نے ایمان کے بعد کفر کو اختیار کیا اور وہ اس بات کی

اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَیِّنٰتُ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

گواہی دے چکے تھے کہ (یہ) رسول سچا ہے اور ان لوگوں کے پاس روشن نشانیاں بھی آچکی تھیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اُولٰٓىٕكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَیْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ

یہی وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ یہ ہے کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور انسانوں سب کی لعنت ہے ○ ہمیشہ اس میں رہیں گے

لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۫

نہ ان سے عذاب ہلکا ہوگا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی ○ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے کفر کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی

اہم باتیں: (1) بارگاہِ الٰہی میں مقبول دین صرف اسلام ہے اس کے علاوہ کوئی دین وہاں مقبول نہیں۔ (2) اسلام کے علاوہ کوئی کسی دین کی اخلاقی باتوں پر جتنا چاہے عمل کرلے جب تک وہ مکمل طور پر بطورِ عقیدہ اسلام کو اختیار نہیں کرے گا اس کا کوئی عمل بھی بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں۔ آخرت کی نجات صرف اسلام میں ہے اور اس وقت اسلام وہ دین ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے۔

آیت 86 ﴿ یہودی اور عیسائی علماء نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے لوگوں کو ان کی خوشخبریاں دیتے اور ان کے طفیل دعائیں مانگتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد ذاتی مفادات اور بنی اسماعیل میں نبوت آنے پر حسد کی وجہ سے آپ کے مخالف ہوگئے۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو کیوں ایمان کی توفیق دے گا جنہوں نے ایمان کے بعد کفر کو اختیار کیا اور جو پہلے گواہی دے چکے تھے کہ یہ رسول سچا ہے نیز ان لوگوں کے پاس قرآن کی حقانیت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرنے والی روشن نشانیاں بھی آچکی تھیں اور وہ روشن معجزات دیکھ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جنہوں نے ایمان کے بعد کفر اختیار کرکے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

آیت 87،88 ﴿ ان دو آیات میں جان بوجھ کر کفر اختیار کرنے والے یہودی اور عیسائی علماء کی سزا کا بیان ہے، چنانچہ فرمایا کہ ایمان کے بعد کفر اختیار کرنے والے ہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے عمل کے بدلے میں اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور انسانوں سب کی لعنت ہے، یہ ہمیشہ لعنت و عذاب میں رہیں گے، نہ ان سے عذاب ہلکا ہوگا اور نہ ایک وقت سے دوسرے وقت تک عذاب مؤخر کرکے انہیں مہلت دی جائے گی۔

آیت 89 ﴿ فرمایا کہ لعنت و دائمی عذاب کی سزا ان لوگوں کے لیے نہیں جنہوں نے کفر سے توبہ کرلی اور اپنے اعمال کی اصلاح کرلی، بیشک اللہ تعالیٰ انہیں بخشنے والا اور ان پر مہربانی کرنے والا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا

تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ بیشک وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے پھر کفر میں اور بڑھ گئے

كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی اور یہی لوگ گمراہ ہیں○ بیشک وہ لوگ جو کافر ہوئے

وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا

اور کافر ہی مرگئے، ان میں سے کوئی اگرچہ اپنی جان چھڑانے کے بدلے میں پوری زمین کے برابر سونا بھی دے

وَّ لَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۹۱﴾ ع

تو ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا○

آیت 90 ﴾ جو یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر ایمان لائے لیکن بعد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کے ساتھ کفر کیا پھر کفر میں مزید بڑھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن کے ساتھ بھی کفر کیا یا وہ یہود و نصاریٰ جو اپنی کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نعت وصفت دیکھ کر آپ پر ایمان رکھتے تھے لیکن تشریف آوری کے بعد کافر ہوگئے پھر اپنے کفر پر قائم رہ کر اور لوگوں کو دین اسلام سے روک کر یہ کفر میں اور شدید ہوگئے۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔ یہاں توبہ قبول نہ ہونے کا یہ معنیٰ ہے کہ انہیں معافی نہیں ملے گی کیونکہ یہ توبہ ہی نہیں کرتے، یا یہ معنیٰ کہ چونکہ یہ دل سے نہیں بلکہ منافقانہ طور پر فقط زبان سے توبہ کرتے ہیں ایسی توبہ ہرگز قبول نہیں اور یہی لوگ مکمل طور پر گمراہ ہیں۔ اہم باتیں: (1) ایمان و کفر میں شدت کی کیفیت کے اعتبار سے کمی زیادتی ہوتی ہے یعنی کسی کا ایمان زیادہ قوی اور مضبوط جبکہ کسی کا کمزور اور کسی کا کفر زیادہ شدید جبکہ کسی کا کم شدت والا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت جتنی زیادہ اتنا ہی ایمان مضبوط اور معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جتنا کسی کو بغض زیادہ، اتنا ہی اُس کا کفر شدید ہے۔ (2) خلوصِ دل سے کی جانے والی توبہ ضرور مقبول ہے۔

آیت 91 ﴾ اس آیت میں کفر پر مرنے والوں کے لیے شدید وعید کا بیان ہے کہ ایسے لوگ اگر بالفرض اپنی جان چھڑانے کے لئے زمین بھر سونا بھی دیدیں تب بھی ان کی خلاصی نہ ہوگی، ان کے لیے جہنم کا دردناک عذاب ہے اور روزِ قیامت ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا جو انہیں عذاب سے بچا سکے۔ الاماں والحفیظ۔ آخرت کی نجات کا دارومدار ایمان پر خاتمے پر ہے، اگر کوئی شخص تمام عمر مومن رہا اور مرتے وقت کافر ہوگیا تو وہ اس آیت میں شامل ہے اور اگر کوئی شخص ساری عمر کافر رہا لیکن مرتے وقت مومن ہو کر مرا تو وہ اس آیت سے خارج ہے۔ اسی لئے صالحین سب سے زیادہ فکر، ایمان پر خاتمے ہی کی کرتے اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے ایمان کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾

تم ہرگز بھلائی کو نہیں پاسکو گے جب تک راہ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ

تمام کھانے بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے سوائے ان کھانوں کے جو یعقوب نے تورات نازل کئے جانے سے پہلے

قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾

اپنے اوپر حرام کرلئے تھے۔ تم فرماؤ، تورات لاؤ اور اسے پڑھو اگر تم سچے ہو۔

فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾

پھر اس کے بعد بھی جو اللہ پر جھوٹ باندھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

آیت 92 ﴾ فرمایا کہ تم ہرگز بھلائی کو نہیں پاسکو گے جب تک راہ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اس کی راہ میں عمدہ اور پسندیدہ چیز خرچ کرتے ہو یا ناکارہ اور ناپسندیدہ چیز، جیسی خرچ کرو گے اسی کے مطابق جزا ملے گی۔ یہاں بھلائی سے مراد تقویٰ یا فرمانبردار بندہ بننا یا نیکی کا ثواب یعنی جنت ہے اور خرچ میں واجب اور نفلی تمام صدقات داخل ہیں۔

(خازن، ۱/۲۷۱-۲۷۲)

آیت 93 ﴾ شانِ نزول: مدینہ منورہ کے یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر اعتراض کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ تو اونٹ کا گوشت کھاتے اور نہ اونٹنی کا دودھ پیتے تھے جبکہ آپ یہ دونوں چیزیں استعمال کرتے ہیں تو آپ ملتِ ابراہیمی پر کیسے ہوئے؟ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: یہ چیزیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر حلال تھیں۔ یہودی بولے: یہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام پر حرام تھیں اور ہم تک حرام ہی چلی آئی ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ یہودیوں کا دعویٰ غلط ہے، یہ چیزیں حضرت نوح، ابراہیم اور یعقوب علیہم السلام پر حلال تھیں، البتہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کسی سبب سے انہیں اپنے اوپر حرام فرمایا اور یہ حرمت ان کی اولاد میں باقی رہی۔ یہودیوں نے اس کا انکار کیا تو حکم ہوا: ان سے فرمادیجئے کہ تورات میں یہ مضمون موجود ہے، اگر تمہیں اس سے انکار ہے اور تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو تورات لے آؤ۔ یہودی تورات میں یہ نہ دکھا سکے اور ان کا جھوٹ ظاہر ہو گیا۔ اہم باتیں: (1) احکام کا منسوخ ہونا ہمیشہ سے ہوتا آرہا ہے۔ (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تورات و انجیل پڑھے بغیر اس کے مضمون کی خبر دی، یہ دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا علم شریف اللہ تعالیٰ کی خاص عطا ہے۔

آیت 94 ﴾ فرمایا کہ بنی اسرائیل پر کچھ کھانے حرام ہونے کی حقیقت واضح ہو جانے کے بعد بھی جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرے اور کہے کہ ملتِ ابراہیمی میں اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ حرام تھے تو وہی لوگ حق کی بجائے باطل کو اختیار کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ اہم باتیں: (1) علم کے باوجود گناہ کرنا زیادہ سخت ہے۔ (2) حلال کو اپنی طرف سے بلا دلیل حرام کہنا اللہ تعالیٰ پر افترا ہے۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۗ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٩٥﴾

اے محبوب! تم فرماؤ، اللہ نے سچ فرمایا لہٰذا تم ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٦﴾

بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے اور سارے جہان والوں کے لئے ہدایت ہے۔

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ

اس میں کھلی نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے اور جو اس میں داخل ہوا امن والا ہوگیا اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے اور جو انکار کرے تو اللہ سارے جہان سے

آیت 95 بنی اسرائیل پر کچھ کھانے حرام ہونے کی حقیقت اللہ تعالیٰ نے سچ بیان فرمائی جیسا کہ اس کی ہر بات سچی ہی ہے، لہٰذا تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرک نہ تھے۔ اہم بات: دینِ ابراہیمی پر چلنے سے مراد اسلام پر چلنا ہے کیونکہ اس کی پیروی ہی ملتِ ابراہیمی کی پیروی ہے کہ یہ اس ملت کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

آیت 96 شانِ نزول: ایک بار یہودیوں نے کہا: بیت المقدس ہمارا قبلہ ہے، یہ کعبہ سے افضل اور اس سے پہلے کا ہے، نیز یہ انبیاء علیہم السلام کا مقامِ ہجرت اور قبلۂ عبادت رہا ہے۔ مسلمانوں نے کہا کہ کعبہ افضل ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتادیا گیا کہ سب سے پہلا مکان جسے اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت کے لیے مقرر کیا گیا، نماز کا قبلہ اور حج و طواف کی جگہ بنایا گیا وہ خانہ کعبہ ہے جو مکہ معظمہ میں واقع ہے، برکت والا اور سارے جہان والوں کے لیے ہدایت ہے کیونکہ یہ ان کا قبلہ ہے اور یہاں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت و حکمت پر دلالت کرنے والی حیرت انگیز نشانیاں موجود ہیں۔ خانہ کعبہ کی بہت سی خصوصیات ہیں، جیسے یہ سب سے پہلی عبادت گاہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کی طرف نماز پڑھی، تمام لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا، یہاں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے۔

آیت 97 خانہ کعبہ کی عظمت و شان کا بیان چل رہا ہے، اسی ضمن میں یہاں تین باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں: (1) کعبہ میں بہت سی کھلی نشانیاں ہیں جو اس کی فضیلت و حرمت پر دلالت کرتی ہیں، ان میں سے ایک مقامِ ابراہیم ہے۔ (2) جو حرم میں داخل ہوا امن والا ہو گیا کہ یہاں کسی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ (3) جو یہاں آنے کی استطاعت رکھتا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کے لئے اس گھر کا حج کرنا فرض ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ یا حج کی فرضیت کا انکار کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے بلکہ سارے جہان اور ان کی عبادت سے بے نیاز ہے۔ اہم باتیں: (1) مقامِ ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیرِ کعبہ کے وقت کھڑے ہوئے۔ ابھی تک اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدمِ مبارک کے کچھ نشان باقی ہیں۔ (2) نبی کے قدم چھونے سے پتھر بابرکت اور خدا کی نشانی بن گیا تو خود نبی کی عظمت و شان کا کیا عالم ہو گا۔ (3) کعبہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پورا حرم امن والا بنا دیا ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی قتل و جرم کر کے حدودِ حرم

عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۷﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ﳓ وَ اللّٰهُ شَهِیْدٌ

بے پرواہ ہے۔ تم فرماؤ: اے اہلِ کتاب !تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو حالانکہ اللہ تمہارے اعمال

عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

پر گواہ ہے؟ تم فرماؤ: اے اہلِ کتاب! تم ایمان لانے والوں کو اللہ کے راستے سے کیوں

مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾

روکتے ہو ؟تم اس میں بھی ٹیڑھا پن چاہتے ہو حالانکہ تم خود اس پر گواہ ہو اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اے ایمان والو! اگر تم اہلِ کتاب میں سے کسی گروہ کی اطاعت کرو تو

میں داخل ہو جائے تو وہاں نہ اسے قتل کیا جائے گا اور نہ ہی اس پر حد قائم کی جائے گی۔(4)حرم سے مراد خانہ کعبہ کے ارد گرد کئی کلو میٹر کا علاقہ ہے، جہاں نشانات لگا کر باقاعدہ اسے ممتاز کر دیا گیا ہے۔(5) حج فرض ہونے کے لئے استطاعت شرط ہے اور اس سے مراد زادِ راہ اور سواری ہے۔ کھانے پینے کا انتظام اس قدر ہونا چاہئے کہ جا کر واپس آنے تک اس کے لئے کافی ہو اور یہ واپسی کے وقت تک اہل و عیال کے خرچے کے علاوہ ہونا چاہئے، نیز راستے کا امن بھی ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر حج کی ادائیگی لازم نہیں ہوتی۔

آیت 98 یہاں اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے مراد قرآن کی آیات اور تورات و انجیل میں موجود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کے شواہد ہیں نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرنے والے عقلی دلائل بھی آیات کے مفہوم میں شامل ہیں۔ اس آیت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے اہلِ کتاب سے فرمایا گیا کہ تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال پر گواہ ہے اور وہ تمہیں ان کا بدلہ دینے پر بھی خوب قادر ہے۔

آیت 99 یہاں بھی اہلِ کتاب سے فرمایا گیا کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں تورات کی آیتیں چھپا کر اور یہ کہہ کر کمزور ایمان والوں کو دینِ خدا سے کیوں بہکاتے ہو کہ یہ وہ نبی نہیں جن کی خبر تورات و انجیل میں ہے، اس طریقے سے تم اللہ کے دین میں ٹیڑھا پن چاہتے ہو حالانکہ تم خود اس بات کے گواہ ہو کہ تورات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان لکھی ہوئی ہے اور بارگاہِ الٰہی میں مقبول دین صرف اسلام ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے ہر گز بے خبر نہیں، بس وہ تمہیں ایک وقت تک مہلت دے رہا ہے۔

آیت 100 شانِ نزول: مرشاس بن قیس یہودی کو انصار کے قبیلوں اوس اور خزرج کی باہمی محبت، اچھا سلوک اور اتفاق دیکھ کر بڑی تکلیف ہوئی، اس نے ایک نوجوان یہودی کے ذریعے انہیں گزشتہ جنگیں یاد دلا کر آپس میں لڑا دیا۔ قریب تھا کہ خونریزی ہو جاتی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: یہ جاہلیت کی حرکتیں کرتے ہو حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور روتے ہوئے ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اہم باتیں: (1) یہاں کفر سے مراد کافروں والے کام ہیں یعنی اپنی انا کے لئے آپس میں جنگ کرنا۔ (2) فتنہ فساد برپا کرنا اور مسلمانوں کو آپس میں

يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ

تمہارے ایمان کے بعد کفر کی حالت میں لوٹا دیں گے ○ اور (ایمان والو اب) تم کیوں کفر کرو گے حالانکہ تمہارے سامنے اللہ کی آیتیں

اللّٰهِ وَ فِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَ مَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ع

پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول تشریف فرما ہے اور جس نے اللہ کا سہارا مضبوطی سے تھام لیا تو اسے یقیناً سیدھا راستہ دکھا دیا گیا ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ضرور تمہیں موت صرف اسلام کی حالت میں آئے ○

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور آپس میں تفرقہ مت ڈالو اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو

وہ کافروں کا کام ہے جبکہ آپس میں پیار محبت پیدا کرنا اور صلح کروانا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت ہے۔

آیت 101 یہاں ابتداءً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب ہے کہ اے صحابہ! تم کافروں کی طرح آپس میں کیسے لڑ سکتے ہو جبکہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحبت یافتہ اور ان کی زبان مبارک سے قرآن مجید سنتے ہو۔ مزید فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کا سہارا یعنی اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اس کے دین کو مضبوطی سے تھام لیا اور زندگی کے جملہ امور میں اسی کی طرف رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے وہ ضرور ہدایت پا جائے گا۔ درس: یہاں ہمارے لئے بھی نصیحت ہے کہ ہمارے درمیان قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعلیمات موجود ہیں تو پھر آپس میں نفسانی لڑائی کیوں ہوتی ہے؟

آیت 102 فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ایسا ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے اور اپنی طرف سے ہر لمحہ اسلام پر ہی رہنے کی کوشش کرو تا کہ جب تمہیں موت آئے تو حالتِ اسلام پر ہی آئے۔ ایمان پر خاتمہ سب سے بڑی چیز ہے، اس کی بہت فکر کی حاجت ہے۔ آیت میں فرمایا، اللہ سے ایسے ڈرو جیسے ڈرنے کا حق ہے، اس سے مراد ہے کہ جتنی تم طاقت رکھتے ہو اتنا اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

آیت 103 یہاں مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے والے افعال و حرکات سے منع کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں فرقوں میں تقسیم نہ ہو جاؤ جیسے یہودیوں اور عیسائیوں نے فرقے بنا لیے۔ مزید فرمایا کہ اے مسلمانو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کرو جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اور تمہارے درمیان طویل عرصے سے جنگیں جاری تھیں تو اسلام کی بدولت عداوت و دشمنی دور ہو کر آپس میں دینی محبت پیدا ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمہاری دشمنیاں مٹا دیں، جنگ کی آگ ٹھنڈی کر دی اور آپس میں الفت و محبت پیدا کر دی اور تمہیں ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنا دیا ورنہ تم لوگ اپنے کفر کی وجہ سے جہنم کے گڑھے کے کنارے پر پہنچے ہوئے تھے اور اگر اسی حال پر مر جاتے تو جہنم میں جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقے دولت ایمان عطا کر کے تمہیں اس تباہی سے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ تم سے اسی طرح اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔ اہم باتیں: (1) اصل راستہ اور

اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا

جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ پیدا کر دیا پس اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی بن

وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ

اور تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اللہ تم

اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ

یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ○ اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے

اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ

بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری بات سے منع کریں اور یہی لوگ

طریقہ مذہب اہل سنت ہے، اس کے سوا کوئی راہ اختیار کرنا دین میں تفریق کرنا ہے اور یہ ممنوع ہے۔ بعض لوگ اس آیت سے اہل سنت سمیت سب کو غلط قرار دیتے ہیں یہ سراسر غلط ہے کیونکہ حکم یہ ہے کہ جس طریقے پر مسلمان چلتے آرہے ہیں، جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے جاری اور سنت سے ثابت ہے اس سے نہ ہٹو۔ اہل سنت و جماعت سنتِ رسول اور جماعتِ صحابہ کے طریقے پر ہی چلتے آرہے ہیں تو حکم ان لوگوں کو جائے گا جو اس سے ہٹے نہ کہ اصل طریقے پر چلنے والوں کو کہا جائے کہ تم اپنا طریقہ چھوڑ دو۔ (2) حبل اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی رسی سے مراد قرآن ہے یا جماعت اور جماعت مسلمانوں کی اکثریت کو کہتے ہیں، یہ نہیں کہ تین آدمی مل کر جماعۃ المسلمین نام رکھ لیں اور بولیں کہ قرآن نے ہماری ٹولی میں داخل ہونے کا کہا ہے۔ (3) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کی سب سے اعلیٰ نعمت اور ہمارے لئے نجات کا سب سے بڑا وسیلہ ہیں۔ (4) اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کرنا اور ایک دوسرے کو یاد دلانا بہت عمدہ عبادت ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہمارے لئے کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہیں۔ میلاد شریف یا سیرت طیبہ یا محفل معراج وغیرہ سب نعمت خداوندی یاد کرنے کے اسی حکم الٰہی پر عمل کی صورتیں ہیں۔

آیت 104 فرمایا گیا کہ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ تمام مسلمان ایک ہی کام میں لگ جائیں لیکن اتنا ضرور ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ ایسا ہو جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے، اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کرے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اہم باتیں: (1) مجموعی طور پر تبلیغ دین فرض کفایہ ہے۔ اس کی بہت صورتیں ہیں جیسے تصنیف، تقریر، انفرادی طور پر نیکی کی دعوت وغیرہ۔ (2) جہاں کوئی شخص کسی برائی کو روکنے پر قادر ہو وہاں اس پر برائی سے روکنا فرض عین ہو جاتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے: تم میں سے جو برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل میں برا جانے اور یہ کمزور ایمان والا ہے۔ (مسلم، حدیث: 177) درس: ہمارے معاشرے میں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے حوالے سے مجموعی طور پر صورت حال افسوس ناک ہے۔ والدین اپنی اولاد، اساتذہ اپنے شاگردوں اور افسر اپنے نوکروں کے برے اعمال سے چشم

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا

فلاح پانے والے ہیں○ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو آپس میں متفرق ہو گئے اور انہوں نے اپنے پاس

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَّوْمَ

روشن نشانیاں آجانے کے بعد (بھی) آپس میں اختلاف کیا اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے○ جس دن

تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟

کئی چہرے روشن ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے

پوشی کرتے ہیں، اسی طرح شوہر بیوی، بھائی بہن اور عزیز رشتہ دار ایک دوسرے کو نیک کاموں کی ترغیب دیتے ہیں نہ قدرت کے باوجود برائی سے روکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسلم قوم دنیا بھر میں ذلت ورسوائی کا شکار اور رفتہ رفتہ تباہی کی طرف بڑھتی جا رہی ہے۔

آیت 105 ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! تم ان یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح نہ ہو جانا جو دین سے متعلق فرقہ بندی میں پڑ گئے اور انہوں نے ایک کلمہ حق پر متفق کرنے والی روشن نشانیاں اپنے پاس آجانے کے بعد بھی ایک دوسرے سے اختلاف کیا، تورات وانجیل کی آیتیں چھپائیں اور دنیا کا حقیر مال حاصل کرنے کے لیے ان میں تحریفات کیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے بڑا عذاب ہے۔ اس آیت کا دوسرا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ اے مسلمانو! آپس میں اس طرح اختلاف اور پھوٹ میں نہ پڑ جانا جیسے تم دورِ جاہلیت کے وقت متفرق اور ایک دوسرے سے بغض وعناد میں بھرے پڑے تھے۔ پہلا معنی عقیدے اور دوسرا معنی عمل کے اعتبار سے ہے۔

اہم باتیں: (1) اس آیت میں مسلمانوں کو آپس میں اتفاق واجتماع کا حکم دیا گیا، اختلاف اور اس کے اسباب پیدا کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ (2) نااتفاقی اور پھوٹ کا مجرم وہ شخص ہے جو سنتِ نبوی اور طریقہ صحابہ کو چھوڑ کر نئی راہ نکالے اور اس صحیح راستے کی علامت حدیث میں فرمائی کہ جس عقیدے پر مسلمانوں کی اکثریت ہو۔ حدیث پاک میں ہے: میری امت گمراہی پر کبھی جمع نہ ہوگی، جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑ لو۔ (ابن ماجہ، حدیث: 3950)

آیت 106 یہاں قیامت کے دن کا منظر بیان ہوا ہے کہ اس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے جو یقیناً اہل ایمان کے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے جو یقیناً کفار کے ہوں گے اور کافروں سے کہا جائے گا کہ کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے تھے؟ تو اب اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔ اہم باتیں: (1) چہرے روشن اور سیاہ ہونے سے یا تو ان کے حقیقی معنیٰ مراد ہیں یا مجازی طور پر۔ مجازی معنیٰ کی تفصیل یہ ہے کہ چہرے روشن ہونے سے مراد یہ ہے کہ فضل ونعمت الٰہی ملنے پر خوشی ومسرت کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہوں گے اور چہرے سیاہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ خوف اور حزن وملال کی شدت سے ان کے چہروں کا رنگ اڑا ہو گا۔ (2) آیت کے اس حصے "کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے تھے" میں خطاب یا تو تمام کفار سے ہے، اس صورت میں معنیٰ یہ ہے کہ کیا تم روزِ میثاق ایمان لا کر دنیا میں کافر ہو گئے تھے۔ یا یہاں خطاب منافقین سے ہے جنہوں نے زبان سے اظہارِ ایمان کیا اور دل سے منکر رہے یا وہ اہل کتاب مخاطب ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ پر ایمان لائے لیکن بعد میں کافر ہو گئے یا

اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝

(ان سے کہا جائے گا کہ) کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے تھے؟ تو اب اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو

وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اور وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلِلّٰهِ

یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم حق کے ساتھ تمہارے سامنے پڑھتے ہیں اور اللہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا○ اور اللہ ہی کا ہے

ع مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ كُنْتُمْ خَيْرَ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں○ (اے مسلمانو!) تم بہترین

مخاطب وہ مرتدین ہیں جو اسلام سے پھر گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت کی رُوسیاہی سے بچائے۔

آیت 107 فرمایا کہ وہ لوگ جن کے چہرے روشن اور سفید ہوں گے یعنی اطاعت گزار مومن، تو وہ رحمت الٰہی کی جگہ جنت میں ہوں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس گروہ میں شامل فرمائے۔

آیت 108 فرمایا کہ نیک لوگوں کو انعام ملنے اور کفار کو عذاب ہونے کے بیان پر مشتمل یہ آیتیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جنہیں ہم حق کے ساتھ تمہارے سامنے پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا کہ نہ کسی کو بے جرم عذاب دیتا ہے اور نہ کسی کی نیکی کا ثواب کم کرتا ہے، لوگ اپنے برے اعمال کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔

آیت 109 فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور بندوں کے تمام امور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تو جو جیسی جزا و سزا کا مستحق ہو گا ویسی ہی پائے گا۔

آیت 110 شانِ نزول: کچھ یہودیوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا: ہم تم سے افضل ہیں اور ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے مسلمانو! تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی ہدایت کے لئے ظاہر کی گئی، تم بھلائی کا حکم دیتے، برائی سے منع کرتے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا لیکن ان میں کچھ ہی لوگ ایمان لائے جیسے یہودیوں میں سے حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی، عیسائیوں میں سے حضرت نجاشی اور ان کے ساتھی، رضی اللہ عنہم۔ اس کے برعکس یہود و نصاریٰ کی اکثریت نے اسلام قبول نہ کیا۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں امت محمدیہ کو تمام امتوں سے افضل فرمایا گیا اور بعض آیات میں بنی اسرائیل کو بھی عالمین یعنی تمام جہانوں سے افضل فرمایا گیا ہے، دونوں میں فرق یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا افضل ہونا ان کے زمانے کے وقت ہی تھا جبکہ امت محمدیہ کا افضل ہونا دائمی ہے۔ (2) چونکہ یہ بہترین امت ہے اس لئے اس امت کا اتفاق و اتحاد بہت بڑی دلیل شرعی ہے جو اس سے ہٹ کر چلے وہ گمراہی کے راستے پر ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا

اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ

امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے ظاہر کی گئی، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر

بِاللّٰهِ ؕ وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ

ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر تھا، ان میں کچھ مسلمان ہیں

وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ یَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى ؕ وَ اِنْ یُّقَاتِلُوْكُمْ یُوَلُّوْكُمُ

اور ان کی اکثریت نافرمان ہیں○ یہ تمہیں ستانے کے علاوہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر تم سے لڑیں گے تو تمہارے سامنے سے

الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ

پیٹھ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی○ یہ جہاں بھی پائے جائیں ان پر ذلت مُسلَّط کردی گئی سوائے اس کے کہ انہیں

دست رحمت جماعت پر ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں گیا۔ (ترمذی، حدیث: 2173) درس: نیکی کی دعوت دینا وہ عظیم منصب ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو عطا فرمایا اور جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مبعوث فرما کر نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کردیا تو امتِ محمدیہ کو اس منصبِ تبلیغ پر فائز فرما کر انہیں سب سے بہترین امت قرار دیا۔

آیت 111 شانِ نزول: جو لوگ یہودیت چھوڑ کر مسلمان ہوئے، یہودی سردار اُن کے دشمن ہوگئے اور انہیں تکلیف پہنچانے کی فکر میں رہتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مطمئن کردیا کہ زبانی طعن و تشنیع اور دھمکیوں کے علاوہ یہ ان مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر یہ اہل کتاب مسلمانوں کے مقابلے میں آئے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، مقابلہ نہ کرسکیں گے اور انہیں کہیں سے مدد بھی نہ ملے گی۔ یہ تمام غیبی خبریں پوری ہوئیں چنانچہ بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شام، روم وغیرہ تمام علاقوں میں فتح حاصل کی۔

آیت 112 اس آیت میں بتایا گیا کہ یہودی کسی جگہ اور کسی بھی زمانے میں ہوں، یہ ذلت و خواری سے کسی صورت نہیں بچ سکتے سوائے دو صورتوں کے، ایک یہ کہ انہیں خدائی سہارا مل جائے یعنی مسلمان ہوجائیں تو حقیقی عزت حاصل کرسکتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ انہیں لوگوں کی طرف سے سہارا مل جائے جیسے ان سے معاہدہ کرلیں، اسلامی حکومت کے ذمی بن جائیں یا کافر حکومتوں سے بھیک مانگیں اور تعاون حاصل کریں تو دنیوی عزت پاسکتے ہیں اور ایسی صورت میں ان کی سلطنت بھی بن سکتی ہے۔ مزید فرمایا کہ یہودی غضب الٰہی کے مستحق ہیں اور ہر طرف سے ان پر محتاجی مسلط کردی گئی، یہ سب اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور نبیوں کو ناحق شہید کرتے تھے اور نافرمانی اور سرکشی کرنے والے تھے۔ اہم باتیں: (1) کفار کے تعاون سے یہودی سلطنت کا موجود ہونا قرآن کی صداقت کے خلاف نہیں بلکہ صداقت کی بڑی صاف دلیل ہے کہ وہ دیگر کافر حکومتوں کے تعاون سے ہی قائم ہوئی ہے۔ (2) یہودیوں پر محتاجی مسلط کیے جانے کا ایک معنی یہ ہے کہ ان کے دل حریص و فقیر و محتاج رہیں گے اگرچہ یہ ظاہری طور

مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ

اللہ کی طرف سے سہارا مل جائے یا لوگوں کی طرف سے سہارا مل جائے۔ یہ اللہ کے غضب کے مستحق ہیں اور ان پر محتاجی مسلط کر دی

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ

یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق شہید کرتے تھے

بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ

اور اس لیے کہ وہ نافرمان اور سرکش تھے○ یہ سب ایک جیسے نہیں، اہل کتاب میں کچھ وہ لوگ بھی ہیں جو حق پر قائم ہیں، وہ رات کے

اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَ هُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ

لمحات میں اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں○ یہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں

وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ

اور بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں

وَ اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ مَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ

اور یہ لوگ (اللہ کے) خاص بندوں میں سے ہیں○ اور یہ لوگ جو نیک کام کرتے ہیں ہرگز اس نیکی پر ان کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور اللہ

پر کتنے ہی مالدار اور خوشحال ہوں۔

آیت 113 ﴾ شانِ نزول: جب حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی ایمان لائے تو یہودیوں نے کہا: یہ برے لوگ ہیں اگر برے نہ ہوتے تو اپنے باپ دادا کا دین نہ چھوڑتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اہل کتاب سب ایک جیسے نہیں، ان میں سے کچھ وہ لوگ بھی ہیں جو حق پر قائم ہیں جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم، وہ رات کے لمحات میں قرآن کی آیتیں تلاوت کرتے اور سجدہ کرتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) نمازِ تہجد اعلیٰ عبادت ہے۔ یہاں رات کو اٹھ کر عبادت کرنے والوں کی بطورِ خاص تعریف کی گئی ہے۔ (2) رات کی عبادت، نماز اور تلاوت دن کی ان عبادات سے افضل ہیں کیونکہ جو دل کی یکسوئی رات میں میسر ہوتی ہے دن میں نہیں ہوتی۔

آیت 114 ﴾ حق پر قائم لوگوں کے مزید اوصاف بیان کیے جا رہے ہیں کہ یہ شریعت کے تقاضے کے مطابق اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے، بھلائی کا حکم دیتے، برائی سے منع کرتے اور نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے ہیں۔

آیت 115 ﴾ شانِ نزول: یہودیوں نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے کہا کہ تم دینِ اسلام قبول کر کے خسارے میں پڑے، اس پر فرمایا گیا کہ یہ لوگ جو نیک کام کرتے ہیں ہرگز اس نیکی پر ان کی ناقدری نہیں کی جائے گی بلکہ یہ تو بارگاہ

بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ

ڈرنے والوں کو جانتا ہے○ وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کے مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے

مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ

کچھ بچا نہ سکیں گے اور یہی لوگ جہنمی ہیں، یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے○ اس دنیاوی زندگی میں جو خرچ کرتے ہیں

فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا

اس کی مثال اس ہوا جیسی ہے جس میں شدید ٹھنڈ ہو، وہ ہوا کسی ایسی قوم کی کھیتی کو جا پہنچے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہو

اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

تو وہ ہوا اس کھیتی کو ہلاک کر دے اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ

اے ایمان والو! غیروں کو راز دار نہ بناؤ، وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کریں گے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ

الٰہی میں بلند درجات کے مستحق ہوئے اور اپنی نیکیوں کی جزا پائیں گے، یہودیوں کی بات فضول ہے۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کو جانتا ہے۔ اس میں متقی لوگوں کے لیے ثواب کی بشارت ہے۔

آیت 116 اپنے مال و اولاد پر ناز کرنے والے اور مال کی وجہ سے ایمان قبول نہ کرنے والوں سے فرمایا کہ مال و اولاد میں سے کوئی بھی ان کے کام آنے والا اور انہیں عذاب الٰہی سے بچانے والا نہیں۔ نجات صرف حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہونے میں ہے۔

آیت 117 اس آیت میں کافر کے خرچ اور ریاکاری کے طور پر خرچ کرنے والے کی مثال بیان فرمائی گئی کہ ان کے خرچ کو ان کا کفر یا ریاکاری ایسے تباہ کر دیتے ہیں جیسے برفانی ہوا کھیتی کو برباد کر دیتی ہے اور ان کے ساتھ یہ معاملہ ظلم نہیں بلکہ ان کے کفر، نفاق یا ریاکاری کا انجام ہے تو یہ خود ان کا اپنی جانوں پر ظلم ہے۔ اہم بات: ریاکار کو چونکہ رضائے الٰہی مقصود نہیں ہوتی لہٰذا ریاکاری کے طور پر کئے گئے عمل کا آخرت میں کوئی ثواب نہیں جبکہ کافر کے تمام اعمال برباد ہیں، وہ ثواب آخرت کی نیت سے عمل کرے تب بھی ثواب نہیں پا سکتا کہ خدا نے ایمان کو قبولیتِ اعمال کی شرط قرار دیا ہے۔

آیت 118 شانِ نزول: بعض مسلمان اپنے پڑوسی اور رشتہ دار یہودیوں سے پڑوس یا رشتہ داری کی بنا پر دوستی اور میل جول رکھتے تھے۔ ان کے بارے یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! غیروں یعنی یہودیوں، عیسائیوں اور منافقین کو اپنا رازدار نہ بناؤ کیونکہ یہ لوگ تمہاری برائی چاہنے میں کوئی کمی نہیں کریں گے، ان کی تو خواہش ہی یہ ہے کہ مسلمان تکلیف و مشقت میں پڑے رہیں۔ ان کی دشمنی ان کے الفاظ نیز کردار سے ظاہر ہو چکی ہے اور ان کے دلوں میں چھپا بغض و عداوت تو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْ

تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ بیشک (ان کا) بغض تو ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی

قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۹﴾ هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا یُحِبُّوْنَ

بیشک ہم نے تمہارے لئے کھول کر آیتیں بیان کردیں اگر تم عقل رکھتے ہو○ خبردار: یہ تم ہی ہو جو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں

وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْ

حالانکہ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لا چکے ہیں اور جب تنہائی میں ہوتے

الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾

کے مارے تم پر انگلیاں چباتے ہیں۔ اے حبیب! تم فرمادو، اپنے غصے میں مر جاؤ۔ بیشک اللہ دلوں کی بات کو خوب جانتا ہے○

اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے اپنی آیتیں بہت واضح طور پر بیان فرمادی ہیں۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو ان سے دوستی نہ کرو۔ اہم

(1) کفار سے دوستانہ تعلقات، دلی محبت واخلاص حرام اور انہیں رازدار بنانا ناجائز ہے اور تجربات سے بھی یہی ثابت ہے کہ وہ مسلمانوں

نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کرتے۔ (2) مسلمان حکمرانوں کو چاہیے کہ کافروں اور مرتدوں کو اہم عہدوں پر نہ لگائیں جس سے ا

غداری کا موقعہ ملے۔ درس: قرآن پاک کی جامعیت اور حقانیت سمجھنا ہو تو پچھلی ایک صدی میں اسلامی ملکوں اور مسلمانوں کے ساتھ

نے کیا سلوک کیا اور کیسے انہیں برباد کیا ہے اس پر غور کرلیں۔ سو فیصد واضح ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ قطعی طور پر

اور سچ ہے اور یہی حقیقت ماضی بعید سے قریب تک کی تاریخ سے سامنے آتی ہے۔ لیکن افسوس! ابھی بھی ہماری آنکھیں خواب غفلت

ہیں، ہمارے لوگ ابھی بھی انہیں کو اپنا مشکل کشا وحاجت روا مانتے ہیں جنہیں اپنا رازدار بنانے سے بھی اللہ تعالیٰ منع فرما رہا ہے۔

آیت 119 فرمایا کہ اے مسلمانو! خبردار! یہ صرف تم ہو جو رشتہ داری اور دوستی وغیرہ تعلقات کی بنا پر ان سے محبت کرتے ہو جبکہ وہ

تمہیں پسند نہیں کرتے اور دینی مخالفت کی بنا پر تم سے دشمنی رکھتے ہیں حالانکہ تم قرآن کے علاوہ ان کی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہو

لیکن وہ تمہاری کتاب پر ایمان نہیں رکھتے تو جب وہ اپنے کفر میں اتنے پختہ ہیں تو تم اپنے ایمان میں پختہ کیوں نہیں ہوتے اور ان

سے منافقین کا حال یہ ہے کہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لا چکے ہیں اور جب تنہائی میں ہوتے ہیں تو غصے کے مارے تم پر

انگلیاں چباتے ہیں لہٰذا اے مسلمانو! ان سے بچو۔ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ان کے اس غیظ وغضب پر آپ ان سے فرمادیں کہ

تم مرتے دم تک اپنے غصے پر قائم رہو اور اس جلن میں جلتے رہو لیکن یاد رکھو! اس سے اسلام اور مسلمانوں کا کچھ نہیں بگڑے گا بلکہ

تمہارے لئے ہی یہ غصہ عذاب کا باعث ہو گا کیونکہ تمہاری یہ قلبی حالت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو دلوں کی باتیں بھی خوب جانتا ہے۔

آیت 120 اے مسلمانو! کفار کی عمومی حالت یہ ہے کہ اگر دشمنوں پر غلبے، غنیمت اور مسلسل لوگوں کے دین اسلام قبول کرنے کی

صورت میں تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو حسد کی وجہ سے انہیں برا لگتا ہے اور اگر دشمنوں کی طرف سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر

خوش ہوتے ہیں، جب ان کا یہ حال ہے تو پھر ان سے محبت دوستی کیوں رکھتے ہو، تمہیں ان سے بچنا چاہیے اور اگر تم صبر واستقامت کا

تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۖ وَإِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا ۖ وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا

کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگتا ہے اور اگر تمہیں کوئی برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کا

لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿١٢٠﴾ وَإِذْ غَدَوْتَ

مکر و فریب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ بیشک اللہ ان کے تمام کاموں کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے۞ اور یاد کرو اے حبیب! جب صبح کے وقت

مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٢١﴾ إِذْ هَمَّت

تم اپنے دولت خانہ سے نکل کر مسلمانوں کو لڑائی کے موروچوں پر مقرر کر رہے تھے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۞ جب تم میں سے

طَّائِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا ۙ وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٢٢﴾

دو گروہوں نے ارادہ کیا کہ بزدلی دکھائیں اور اللہ ان کو سنبھالنے والا تھا اور اللہ ہی پر مسلمانوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۞

راستہ اپناؤ اور ان سے محبت و دوستی وغیرہ کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو خدا کی مدد تمہارے شامل حال ہوگی جس سے ان کافروں کا کوئی مکر و فریب تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا کیونکہ ان کفار کے تمام اعمال خدا کی قدرت و علم کے احاطے میں ہیں۔

آیت 121 یہاں سے غزوہ احد کا بیان ہو رہا ہے، جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ جنگ بدر میں شکست کھانے سے کفار کو بڑا رنج تھا اور انتقام کے لیے بے تاب تھے، اسی سلسلے میں انہوں نے ایک بڑا بھاری لشکر تیار کر لیا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خبر ملی کہ لشکر کفار اُحد میں پہنچا ہوا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرمایا اور بالآخر یہ طے پایا کہ مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر کفار سے لڑنا چاہیے۔ مشرکین دو تین دن سے اُحد میں پہنچے ہوئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نماز جمعہ کے بعد ایک انصاری کی نماز جنازہ پڑھ کر روانہ ہوئے اور 15 شوال 3 ہجری بروز اتوار اُحد میں پہنچے۔ یہاں لشکر اسلام کے پیچھے پہاڑ کا ایک درہ تھا، اس طرف سے اندیشہ تھا کہ کسی وقت دشمن پیچھے سے آ کر حملہ نہ کر دے، اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ وہاں مقرر فرما دیا کہ اگر دشمن اس طرف سے حملہ آور ہو تو تیروں کے ذریعے اس کا حملہ ناکام کر دیا جائے اور حکم دیا کہ کسی حال میں یہاں سے نہ ہٹنا اور یہ جگہ نہ چھوڑنا، خواہ فتح ہو یا شکست۔

آیت 122 یہ دونوں گروہ انصار میں سے تھے، ایک قبیلہ بنی سلمہ جس کا تعلق خزرج سے تھا اور ایک بنی حارثہ جس کا تعلق اوس سے تھا یہ دونوں لشکر کے بازو تھے۔ یہ واقعہ کچھ یوں ہوا کہ معرکے میں شریک عبد اللہ بن ابی منافق مشورے میں اپنی رائے قبول نہ ہونے پر برہم تھا، اس نے مسلمانوں کے لشکر میں افراتفری پھیلانے کے لیے اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہ منصوبہ بنایا کہ جب کفار کا لشکر سامنے آئے تو سب بھاگ جائیں، چنانچہ منصوبے کے مطابق جب عبد اللہ بن اُبی اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگا تو انصار کے ان قبیلوں نے بھی واپسی کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے انہیں بھاگنے سے محفوظ رکھا اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ مزید فرمایا کہ مسلمانوں کو اپنے تمام امور میں صرف اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے۔ اہم بات: توکل کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی کارساز ہونے کا یقین رکھتے ہوئے اپنے کام اس کے سپرد کر دینا۔ خدا کے بنائے ہوئے اسباب اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ
اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے تو اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ
اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
یاد کرو اے حبیب! جب تم مسلمانوں سے فرمارہے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے اتار
مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ
تمہاری مدد کرے ○ ہاں کیوں نہیں، اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور کافر اسی وقت تمہارے اوپر حملہ آور ہو جائیں تو تمہارا
رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ
رب پانچ ہزار نشان والے فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے گا ○ اور اللہ نے اس امداد کو صرف تمہاری خوشی کے لئے کیا اور اس لئے

آیت 123 یہاں اللہ تعالیٰ اپنا عظیم احسان بیان فرمارہا ہے کہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی تعداد اور جتھیار کم جبکہ کفار تعداد اور قوت میں مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھے تو اس بے سروسامانی کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی اور انہیں کفار پر فتح فرمائی لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہیں تاکہ شکر گزار بن جائیں۔ اہم باتیں: (1) جنگ بدر 17 رمضان 2 ہجری میں جمعہ کے دن ہوئی۔ مسلمان 313 جبکہ کفار تقریباً ایک ہزار تھے۔ (2) جنگ بدر میں فرشتوں نے مسلمانوں کی مدد کی، ان کے مدد کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد کرنا فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا مدد کرنا در حقیقت اللہ تعالیٰ کا ہی مدد کرنا ہے۔

آیت 124 یہاں وہ وقت یاد دلایا جا رہا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حوصلہ دیتے ہوئے فرمایا: اپنی ہمت بلند رکھو، کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد فرمائے۔

آیت 125 مزید فرمایا کہ صرف تین ہزار فرشتوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اگر تم صبر و استقامت و تقویٰ اختیار کرو اور اسی وقت کافر تم پر حملہ آور ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ پانچ ہزار ممتاز فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے گا۔ یہ خدائی وعدہ پورا ہوا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے صبر و تقویٰ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے پانچ ہزار فرشتے اتار کر میدانِ بدر میں مسلمانوں کی مدد کی۔ اس وعدے کے پورا ہونے سے معلوم ہوا کہ بدر میں شریک تمام صحابہ صابر و متقی تھے۔

آیت 126 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اتار کر تمہاری مدد صرف تمہاری خوشی کے لئے کی اور اس لئے کی کہ اس سے تمہارے دلوں کو اطمینان ہو، دشمن کی کثرت سے پریشانی اور بے قراری نہ ہو اور مسلمانوں کو ویسے ہی یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ حقیقی مدد اسباب سے نہیں بلکہ اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے جو زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔ اہم باتیں: (1) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی خوشی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ (2) حقیقی مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے لہٰذا بندہ صرف اسباب پر نہیں بلکہ مُسَبِّبُ الاسباب

وَلِيَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ ۗ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿١٢٦﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا

اس سے تمہارے دلوں کو چین ملے اور مدد صرف اللہ کی طرف سے ہوتی ہے جو زبردست ہے حکمت والا ہے○ اس لئے کہ وہ کافروں

مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنقَلِبُوا خَائِبِينَ ﴿١٢٧﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ

کا ایک حصہ کاٹ دے یا انہیں ذلیل ورسوا کردے تو وہ نامراد ہو کر لوٹ جائیں○ اے حبیب! آپ کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں،

أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٢٨﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا

اللہ چاہے تو انہیں توبہ کی توفیق دیدے اور چاہے تو انہیں عذاب میں ڈال دے کیونکہ یہ ظالم ہیں○ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

فِي الْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٩﴾

اور جو کچھ زمین میں ہے۔ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے○

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ

اے ایمان والو! دُگنا در دُگنا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں

پر نظر رکھے اور اسی پر توکل کرے۔

آیت 127 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد اس لئے بھی فرمائی کہ کافروں کے بڑے بڑے سردار مارے جائیں، گرفتار کئے جائیں یوں ان کی قوت ختم ہو یا انہیں شکست سے ذلیل ورسوا کردے تو وہ نامراد ہو کر لوٹ جائیں، چنانچہ میدان بدر میں ایسا ہی ہوا۔

آیت 128 شانِ نزول: ہجرت کے چوتھے سال ماہِ صفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے 70 قاری صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مکہ اور عسفان کے درمیان ایک جگہ بئرِ معونہ کی طرف بھیجے تاکہ وہ لوگوں کو قرآن پاک اور دینی مسائل سکھائیں۔ عامر بن طفیل نامی شخص نے دھوکے سے انہیں شہید کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کافروں کے لئے بربادی کی دعا کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی حکمت سے روک دیا، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان کے خلاف کوئی دعا نہ کریں بلکہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں توبہ کی توفیق دے اور چاہے تو عذاب میں ڈال دے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔ اہم بات: یہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وہ مبارک تربیت ہے جو ربُّ العالمین نے خود فرمائی اور ہر جگہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کامل رہنمائی فرمائی۔

آیت 129 فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کا خالق ومالک اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا اسی کے پاس اختیار ہے کہ جسے چاہے ایمان وتوبہ کی توفیق دے کر بخش دے اور جسے چاہے اس کے کفر وبد عملی پر عذاب دے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔

آیت 130 اس آیت میں سود کھانے کی حرمت کا بیان ہے، فرمایا کہ اے ایمان والو! دُگنا در دُگنا سود نہ کھاؤ اور اسے کھانے کے

تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ وَ اتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ

کامیابی مل جائے○ اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے○ اور اللہ اور رسول کی فرمانبرداری

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَ سَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ

تاکہ تم پر رحم کیا جائے○ اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور

وَ الْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِیْنَ

برابر ہے۔ وہ پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے○ وہ جو خوشحالی اور تنگدستی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ

معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اسے چھوڑ دو تاکہ اس کا ثواب پاکر آخرت میں تمہیں کامیابی مل جائے۔ اہم باتیں: (1) سود
اضافہ کو کہتے ہیں جو کسی سے بطور شرط طے کرکے اصل سے زائد لیا جائے جیسے ایک لاکھ قرض دے کر ایک لاکھ دس ہزار
لینا۔ (2) یہاں دگنا در دگنا سود کھانے سے منع کیا گیا اس کا پس منظر یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قرض پر سود لیا جاتا اور قرض کی
ادائیگی کے لیے الگ الگ مدت مقرر کی جاتی، اگر مقروض وقت پر سود ادا نہ کر پاتا تو قرض دینے والا تقاضا کرتا کہ تم سود کی رقم
بڑھا دو تو میں قرض ادائیگی کی مدت بڑھا دوں گا، سود دینے کی مدت پوری ہونے پر یہ عمل بار بار کیا جاتا اس لیے اسے دگنا در دگنا کہا
گیا ہے۔ سود کی یہ صورت بھی حرام ہے اور صرف ایک مرتبہ سود والی صورت بھی حرام ہے۔ جدید دور کے بعض لوگ اس میں
میں وسوسے ڈالتے ہیں، وہ سب باطل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سود لکھنے والے اور
گواہی دینے والے پر لعنت کی اور فرمایا: یہ سب اس گناہ میں برابر ہیں۔ (مسلم، حدیث: 4093)

آیت 131 فرمایا کہ کسی حرام قطعی کو حلال نہ جان کر اس آگ سے بچو جو کافروں کو عذاب دینے کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اہم بات:
سود حرام قطعی ہے، اسے حلال جاننے والا کافر ہے۔

آیت 132 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تمہیں حکم دیا اور جس چیز سے منع کیا اس میں
فرمانبرداری کرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اپنی دعاؤں میں ہم رحم کی دعائیں مانگتے ہیں اور اس آیت میں خدا کا رحم پانے کا
طریقہ بتایا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو۔

آیت 133 فرمایا گیا کہ صحیح عقائد، گناہوں سے توبہ، فرائض کی ادائیگی، نیک اعمال اور ان میں اخلاص پیدا کرکے اپنے رب کی
بخشش اور جنت کی طرف جلدی کرو۔ پھر جنت کی وسعت اس طرح بیان فرمائی کہ لوگ سمجھ سکیں کیونکہ لوگ جو سب سے وسیع چیز
دیکھتے ہیں وہ آسمان اور زمین ہے اس سے وہ اندازہ کرسکتے ہیں کہ اگر تمام آسمانوں اور زمین کو ترتیب سے ایک لائن میں رکھ کر جوڑ دیا
جائے تو جو وسعت بنے گی اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کتنی وسیع ہے۔ مزید فرمایا کہ جنت پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔
اہم بات: آیت میں جنت کے تیار ہوجانے کا ذکر ماضی کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔ اسی لئے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ جنت و دوزخ پیدا
ہوچکی ہیں اور شب معراج نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی سیر اور جہنم کا مشاہدہ بھی کیا تھا۔

آیت 134 پرہیزگاروں کے لئے جنت ہے اور پرہیزگار وہ لوگ ہیں جو خوشحالی و تنگدستی دونوں حالتوں میں راہِ خدا میں خرچ

وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۚ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً

اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیک لوگوں سے محبت فرماتا ہے○ اور وہ لوگ کہ جب کسی بے حیائی کا ارتکاب کرلیں

اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪

یا اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور اللہ کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کرسکتا ہے

وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ

اور یہ لوگ جان بوجھ کر اپنے برے اعمال پر اصرار نہ کریں○ یہ وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے بخشش ہے

وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ قَدْ

اور وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ (یہ لوگ) ہمیشہ ان (جنتوں) میں رہیں گے اور نیک اعمال کرنے والوں کا کتنا اچھا بدلہ ہے○ تم سے

کرتے، غصہ دکھادینے کی قدرت کے باوجود غصہ پی لیتے ہیں اور ظلم و زیادتی کرنے والوں کو معاف کردیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں سے محبت فرماتا ہے، وہ انہیں ان کی نیکیوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔ درس: جنت میں جانا ہے تو ان اوصاف کو زندگی کا حصہ بنالیں، دنیا کا سکون بھی ملے گا اور آخرت کا بھی۔

آیت 135 یہاں پرہیزگاروں کا وصف بیان فرمایا کہ اگر ان سے کوئی کبیرہ یا صغیرہ گناہ سرزد ہوجائے تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کو یاد کرکے اس گناہ سے توبہ کرتے، گناہ پر شرمندہ ہوتے، اسے چھوڑ دیتے، آئندہ کے لیے اس سے باز رہتے اور جان بوجھ کر برے اعمال پر اصرار نہیں کرتے۔ یہی سچی توبہ کی شرائط ہیں۔ درس: آیت میں فرمایا گیا کہ "اللہ کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کرسکتا ہے" اس میں سچی توبہ کرنے والوں کے لیے تسلی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کے گناہ معاف فرمادے گا اور گناہگاروں کے لیے توبہ کی ترغیب بھی ہے کہ وہ مایوسی چھوڑ کر سچی توبہ کرلیں۔

آیت 136 فرمایا کہ ان صفات کے حامل پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کی طرف سے بخشش اور ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، یہ لوگ ہمیشہ ان جنتوں میں رہیں گے اور یہ نیک عمل والوں کا کتنا اچھا بدلہ ہے۔

آیت 137 فرمایا گیا کہ اے لوگو! انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی تبلیغ کے آغاز میں کافروں کو مہلت دینے، پھر ان کی گرفت کرنے کے حوالے سے سابقہ امتوں میں بھی کئی طریقے گزر چکے ہیں، انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کے باوجود انہیں بارگاہِ الٰہی سے مہلت ملی اور جب وہ کسی صورت راہِ راست پر نہ آئے تو انہیں مختلف عذابوں سے ہلاک کردیا گیا تو اے لوگو! ان زمینوں کی طرف سفر کرو جہاں پہلے وہ کفار آباد تھے جن پر اپنے رسولوں کی مخالفت کے سبب عذابِ الٰہی آیا، ان کی تباہ حال اور اجڑی بستیاں دیکھ کر ان کے انجام سے عبرت پکڑو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مخالفت سے بچ کر ان پر ایمان لاؤ۔ اہم باتیں: (1) عذابِ الٰہی کا شکار ہونے والی گزشتہ امتوں کے کچھ آثار اب بھی باقی ہیں جیسے مدائن صالح، قومِ لوط کی بستیاں، بحرِ مردار، مدین والوں اور قومِ عاد کی ہلاکت کی

خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ

پہلے کئی طریقے گزر چکے ہیں تو زمین میں چل پھر کر دیکھو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَ

یہ لوگوں کے لئے ایک بیان اور رہنمائی ہے اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے○ اور تم ہمت نہ ہارو اور غم

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْ

اگر تم ایمان والے ہو تو تم ہی غالب آؤ گے○ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو وہ لوگ بھی ویسی ہی

قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَ

پاچکے ہیں اور یہ دن ہیں جو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ ایمان والوں کی پہچان

وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِ

اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ عطا فرما دے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا○ اور اس لئے کہ

جگہ وغیرہ، عبرت و نصیحت کے حصول کے لیے یہاں کا سفر مفید ہے۔(2) جیسے نزولِ عذاب کی جگہ جا کر عبرت ملتی ہے ایسے ہی نزولِ رحمت کی جگہ جا کر برکت و نصیحت بھی حاصل ہوتی ہے،اس کے حصول کے لیے مزاراتِ اولیاء کی طرف سفر بھی مفید ہے۔

آیت 138 فرمایا کہ یہ قرآن تمام لوگوں کے لئے اعمال کے انجام کا ایک بیان اور صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی ہے اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔ دورانِ تلاوت ہدایت و عبرت لینے کی نیت ذہن میں رکھی جائے اور اس نیت سے قرآن میں مذکور نافرمان قوموں کا انجام، قیامت کی سختیاں اور جہنم کے دردناک عذابات وغیرہ کو پڑھا جائے۔

آیت 139 غزوۂ احد میں نقصان اٹھانے کے بعد مسلمان بہت غمزدہ تھے اور اس کی وجہ سے بعض کے دل سستی کی طرف مائل تھے، ان کی اصلاح کے لیے یہاں فرمایا گیا کہ غزوۂ احد میں تمہارے ساتھ جو پیش آیا اس کی وجہ سے سستی کا مظاہرہ نہ کرو، ہمت جواں رکھو اور غم نہ کھاؤ۔ اگر تم سچے ایمان والے اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھنے والے ہو تو بالآخر تم ہی کامیاب ہو گے اور کفار پر غالب آؤ گے۔

آیت 140 فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! اگر اس وقت میدانِ احد میں تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف اس سے پہلے میدانِ بدر میں پا چکے ہیں اور یہ قانونِ الٰہی ہے کہ وہ دنوں کو لوگوں کے درمیان پھیرتا رہتا ہے کہ کبھی ایک کی فتح ہوتی ہے تو کبھی دوسرے کی، نیز یہ بھی یاد رکھو کہ کبھی کفار کو غلبہ اس لئے حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کی پہچان کروانا چاہتا ہے کہ ان میں کون ہر حال میں صبر و استقامت کا پیکر رہتا ہے اور کون بزدل بنتا ہے، نیز کافروں کی فتح کے ذریعے اللہ تعالیٰ تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ عطا فرمانا چاہتا ہے۔ کافروں کے غلبے میں بھی بہت سی حکمتیں ہیں لہٰذا ہر حال میں رضائے الٰہی پر راضی رہو۔

آیت 141 یہاں جہاد کی ایک اور حکمت بیان کی جا رہی ہے کہ کفار سے مسلمانوں کو پہنچنے والی تکلیفیں مسلمانوں کے لئے گناہوں

اٰمَنُوْا وَ یَمْحَقَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ

مسلمانوں کو نکھار دے اور کافروں کو مٹا دے۔ کیا تم اس گمان میں ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تمہارے

الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ یَعْلَمَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَ لَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ

مجاہدوں کا امتحان نہیں لیا اور نہ (ہی) صبر والوں کی آزمائش کی ہے۔ اور تم موت کا سامنا کرنے سے پہلے تو اس کی

اَنْ تَلْقَوْهُ ۪ فَقَدْ رَاَیْتُمُوْهُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾ ع وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ

تمنا کیا کرتے تھے، اب تم نے اسے آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا۔ اور محمد ایک رسول ہی ہیں، ان سے پہلے بھی

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ یَّنْقَلِبْ

کئی رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ وصال کر جائیں یا انہیں شہید کر دیا جائے تو تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے؟ اور جو

سے پاکیزگی کا ذریعہ بنتی ہیں جبکہ مسلمانوں کا غلبہ کفار اور کفر کی طاقت کی بربادی کا ذریعہ بنتا ہے۔

آیت 142 ﴾ یہاں مسلمانوں پر آنے والی آزمائشوں کی ایک حکمت کا بیان ہے کہ اگر تمہیں آزمائشیں آتی ہیں تو اس پر بے قرار ہونے کی ضرورت نہیں کہ ہم تو مسلمان ہیں، ہمیں اللہ تعالیٰ کیوں تکلیفوں میں مبتلا فرما رہا ہے؟ یاد رکھو! تمہارا امتحان کیا جائے گا اور تمہیں ایمان کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کتنی تکلیف اٹھاتے اور کتنا ثابت قدم رہتے ہو۔ جنت میں داخلہ مطلوب ہے تو ان آزمائشوں پر پورا اترنا پڑے گا۔

آیت 143 ﴾ شہدائے بدر کے فضائل و درجات سن کر دوسرے مسلمانوں نے بھی جہاد میں حاضر ہونے اور شہادت پانے کی تمنا کی اور انہی حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احد پر جانے کا اصرار کیا تھا۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ تم موت کا سامنا کرنے سے پہلے تو شہادت کی موت پانے کی تمنا کرتے تھے، اب تم نے اسے آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا تو بھاگنے کیوں لگے ہو۔

آیت 144 ﴾ شانِ نزول: جنگ احد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی افواہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت اضطراب ہوا اور کچھ لوگ میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے پھر سلامتی کی خبر سن کر ایک جماعت واپس آگئی۔ اس پر انہیں جب ملامت کی گئی تو انہوں نے عرض کی: ہمارے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کی شہادت کی خبر سن کر ہمارے دل ٹوٹ گئے اور ہم ٹھہر نہ سکے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد بھی امتوں پر ان کے دین کی پیروی لازم رہتی ہے اگر ایسا ہوتا تبھی کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو جاتے یا ان کا وصال ہو جاتا تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی پیروی اور حمایت لازم رہتی کیونکہ رسولوں کی بعثت کا مقصد اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہوتا ہے نہ کہ اپنی قوم کے درمیان ہمیشہ موجود رہنا تو جیسے پہلے رسول گزر گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لے جائیں گے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دین اسلام سے پھرے گا وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑے گا بلکہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور جو دین اسلام پر ثابت قدم رہا وہ شکر گزاروں میں شمار کیا جائے گا کیونکہ اس نے اپنی ثابت

عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ وَمَا كَا

الٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑے گا اور عنقریب اللہ شکر ادا کرنے والوں کو صلہ عطا فرمائے گا

لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْ

جان اللہ کے حکم کے بغیر نہیں مر سکتی، سب کا وقت لکھا ہوا ہے اور جو شخص دنیا کا انعام چاہتا ہے ہم اسے دنیا کا

نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ

دیدیں گے اور جو آخرت کا انعام چاہتا ہے ہم اسے آخرت کا انعام عطا فرمائیں گے اور عنقریب ہم شکر ادا کرنے والوں کو صلہ عطا کریں گے

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُ

اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا، ان کے ساتھ بہت سے اللہ والے تھے تو انہوں نے اللہ کی راہ میں پہنچنے والی تکلیفوں کی وجہ

فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ

نہ تو ہمت ہاری اور نہ کمزوری دکھائی اور نہ (دوسروں سے) دبے اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے

قدمی سے نعمت اسلام کا شکر ادا کیا، ایسے لوگ اللہ تعالیٰ سے ثواب وجزا کے امیدوار ہیں۔

آیت 145 اس آیت میں جہاد کی ترغیب ہے اور کفار کے مقابلے میں ہمت کا مظاہرہ کرنے کے لیے مسلمانوں کو بتایا جارہا ہے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں مر سکتا، چاہے وہ کتنی ہی ہلاکت خیز لڑائی میں شرکت کرے اور کتنے ہی تباہ کن میدان میں چلا جائے، اس کے برعکس جب موت کا وقت آجائے تو کوئی تدبیر بچا نہیں سکتی خواہ وہ ہزاروں پہرے دار اور محافظ مقرر کر اور مضبوط قلعوں میں جا چھپے، کیونکہ ہر ایک کی موت کا وقت لکھا ہوا ہے اور وہ وقت آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ مزید فرمایا کہ جو اپنے عمل سے صرف دنیا کی نعمتیں اور آسائشیں چاہتا ہے تو ہم اسے دنیا دے دیتے ہیں، یعنی اس کے عمل پر اسے دنیا کا فائدہ مل ہے اور چونکہ آخرت اس کا مطلوب نہیں اس لیے ثوابِ آخرت سے محروم رہتا ہے اور جو شخص اپنے عمل سے آخرت کا طالب ہے اسے اخروی ثواب عطا فرمایا جاتا ہے جبکہ دنیا تو سب کو مل ہی جاتی ہے اور شکر گزار بندے جو اپنے اعمال سے رضائے الٰہی آخرت کے طالب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس کی جزا عطا فرمائے گا۔

آیت 146 یہاں سابقہ امتوں کا جذبۂ جہاد سنا کر مسلمانوں کا حوصلہ بڑھایا جارہا ہے کہ تم سے پہلے بہت سے انبیا علیہم السلام نے کیا، ان کے ساتھ ان کے صحابہ بھی ہوتے تھے۔ انہوں نے راہِ خدا میں جہاد کی تکالیف کے باوجود نہ ہمت ہاری، نہ کمزوری دکھائی نہ کافروں کے سامنے پسپائی کا مظاہرہ کیا بلکہ ڈٹ کر کفار کا مقابلہ کیا اور صبر واستقامت کے ساتھ تمام تکالیف کو برداشت کیا، تو مسلمانو! تم تو ان تمام امتوں سے افضل ہو لہٰذا تمہاری بہادری، استقامت، ہمت وحوصلہ اور صبر سب سے زیادہ ہونا چاہیے اور تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّآ أَن قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا

اور وہ (نبی) اس دعا کے سوا کچھ بھی نہ کہتے تھے کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو اور ہمارے معاملے میں جو ہم سے زیادتیاں ہوگئیں

فِيٓ أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَٰفِرِينَ ﴿١٤٧﴾ فَآتَاهُمُ اللَّهُ

انہیں بخش دے اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما○ تو اللہ نے

ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٤٨﴾

انہیں دنیا کا انعام (بھی) عطا فرمایا اور آخرت کا اچھا ثواب بھی اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے○

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِن تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَٰبِكُمْ

اے ایمان والو! اگر تم کافروں کے کہنے پر چلے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں پھیر دیں گے

فَتَنقَلِبُوا خَٰسِرِينَ ﴿١٤٩﴾ بَلِ اللَّهُ مَوْلَىٰكُمْ ۖ وَهُوَ خَيْرُ النَّٰصِرِينَ ﴿١٥٠﴾

پھر تم نقصان اٹھا کر پلٹو گے○ بلکہ اللہ ہی تمہارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہترین مددگار ہے○

ع ١٥

آیت 147 یعنی رسولوں کے ساتھی تکالیف پر بے صبری نہ دکھاتے اور دین کی حمایت اور جنگ کے مقامات میں ان کی زبان پر کوئی ایسا کلمہ نہ آتا جس میں گھبراہٹ، پریشانی اور ڈگمگانے کا شائبہ بھی ہوتا، بلکہ وہ ثابت قدم رہتے اور مغفرت، ثابت قدمی اور کفار کے مقابلے میں فتح و نصرت کی دعا کرتے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھیوں نے دعا میں خود کو گنہگار کہا، یہ عاجزی وانکساری اور بارگاہِ الٰہی کے آداب میں سے ہے۔

آیت 148 انبیاء کرام علیہم السلام کی معیت میں دین خدا کے لیے جدوجہد کرنے والوں کے متعلق فرمایا گیا کہ ان کے حسن عمل اور حسن نیت کے سبب اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کا انعام بھی عطا فرمایا اور آخرت کا اچھا ثواب بھی کہ دنیا میں انہیں فتح و نصرت سے نوازا اور دشمنوں پر غلبہ عطا فرمایا جبکہ آخرت میں ان کے لئے مغفرت، جنت اور رضائے الٰہی کا انعام رکھا۔ معلوم ہوا کہ دین کی خدمت کرنے والے کو دنیا بھی ملتی ہے۔

آیت 149 یہاں مسلمانوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اگر تم کافروں کے کہنے پر یا ان کے پیچھے چلو گے خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی، منافق ہوں یا مشرک، تو وہ تمہیں کفر و بے دینی اور بدعملی کی طرف لے جائیں گے اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم آخرت کے ساتھ ساتھ اپنی دنیا بھی تباہ کر بیٹھو گے۔ لیکن افسوس! ہم پھر بھی اپنے نظام، کردار، کلچر، گھریلو معاملات، کاروبار وغیرہ ہر جگہ کافروں کے کہنے اور خلافِ شرع طریقے پر چل رہے ہیں۔

آیت 150 مزید فرمایا کہ یہ کافر تمہارے مددگار نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہترین مددگار ہے لہٰذا تم اسی کی اطاعت کرو۔

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ

عنقریب ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ کے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرایا جس کی اس نے

سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ

دلیل نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانہ آگ ہے اور وہ ظالموں کا کتنا برا ٹھکانہ ہے۔ اور بیشک اللہ نے تمہیں اپنا وعدہ سچا

اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

جب تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کررہے تھے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی دکھائی اور حکم میں آپس میں اختلاف کیا اور تم نے

مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ

بعد نافرمانی کی جب اللہ تمہیں وہ کامیابی دکھا چکا تھا جو تمہیں پسند تھی۔ تم میں کوئی دنیا کا طلبگار ہے اور تم میں کوئی آخرت کا طلبگار

آیت 151 یہ آیت جنگِ اُحد کے موقع پر نازل ہوئی جس میں ایک غیبی خبر دی گئی کہ عنقریب ہم کفار کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک ٹھہرایا جنہیں شریک ٹھہرانے پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری، روزِ قیامت ان کفار کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اور وہ کفر کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کا کتنا برا ٹھکانہ ہے۔ یہ غیبی خبر اس طرح پوری ہوئی کہ جنگِ اُحد کے دن کفار کے دلوں پر خوف طاری ہوا اور مسلمانوں پر غالب آجانے اور انہیں ختم کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود کفار نے لڑنا چھوڑ دیا اور واپس لوٹ گئے۔ راستے میں مسلمانوں کو ختم کرنے کا خیال آیا اور اس ارادے سے واپس لوٹنے لگے تو پھر ان سب کے دلوں پر مسلمانوں کا ایسا رعب طاری ہوا کہ دوبارہ حملے کی ہمت نہ ہوئی اور لوٹنے کی بجائے مکہ چلے گئے۔

آیت 152 یہاں غزوۂ اُحد ہی کی بات ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگِ احد میں اپنا یہ وعدہ پورا فرما دیا کہ تم ہی غالب ہو گے اگر تم سچے مسلمان ہو چنانچہ مسلمان غالب رہے لیکن مزید فرمایا کہ پھر جب تم نے بزدلی دکھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جس پہاڑی درے پر قائم رہنے کا حکم دیا تھا اس کے متعلق آپس میں اختلاف کیا اور اس حکم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نافرمانی کی حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری پسندیدہ کامیابی دکھا چکا تھا، اس کے باوجود تم میں سے بعض نے مال غنیمت کی خاطر دنیا طلبی کے لئے درہ چھوڑ دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمہیں بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ غزوہ احد میں اس مقام پر جن لوگوں سے خطا ہوئی بیشک اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا ہے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) یہاں دنیا طلب کرنے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے وہ درہ چھوڑ دیا اور مال غنیمت حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے اور آخرت کے طلبگاروں سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے امیر حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی جگہ پر قائم رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (2) غزوۂ احد میں جن سے خطا ہوئی انہیں اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا، لہٰذا جو اس طرح کے واقعات کو لے کر صحابہ کرام

صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

اس نے تمہارا منہ ان سے پھیر دیا تاکہ تمہیں آزمائے اور بیشک اس نے تمہیں معاف فرمادیا ہے اور اللہ مسلمانوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے۔

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْۤ اُخْرٰىكُمْ

جب تم منہ اٹھائے چلے جارہے تھے اور کسی کو پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور تمہارے پیچھے رہ جانے والی دوسری جماعت میں ہمارے رسول

فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ۗ

تمہیں پکار رہے تھے تو اللہ نے تمہیں غم کے بدلے غم دیا اور معافی اس لئے سنادی تاکہ جو تمہارے ہاتھ سے نکل گیا نہ تو اس پر غم کرو

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا

اور نہ ہی اس تکلیف پر جو تمہیں پہنچی ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔ پھر اس نے تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری

رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کرے وہ بدبخت ہے کہ ان کی معافی کا اعلان خود اللہ تعالیٰ فرماچکا ہے۔

آیت 153 جنگِ احد میں کفار نے درہ خالی دیکھ کر پیچھے سے حملہ کیا تو مسلمان گھبرا کر بھاگ پڑے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اور کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ یہاں اس کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ اے مسلمانو! یاد کرو جب تم افراتفری میں منہ اٹھائے چلے جارہے تھے اور کسی کو پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور تمہارے پیچھے ثابت قدم رہ جانے والی دوسری جماعت میں ہمارے رسول تمہیں پکار رہے تھے لیکن تم سن ہی نہ رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں غم دیا اس لئے کہ تم نے اس کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی بات نہ مان کر انہیں غم پہنچایا تھا لیکن اس کے ساتھ معافی کی بشارت بھی سنادی تاکہ راہِ خدا میں اخلاص کے ساتھ کوشش کرنے کے باوجود جو مالِ غنیمت تمہارے ہاتھ سے نکل گیا، تمہارے بہت سے ساتھی شہید ہوئے اور تمہیں زخم آئے ان پر غم نہ کرو اور یہ معافی کا اعلان تمہارے دلوں پر مرہم ہو جائے اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال اور تمہارے ارادوں سے خبردار ہے۔

اہم بات: اس آیت وواقعہ میں اللہ کریم کی بارگاہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے مقام ومرتبہ کا بھی اظہار ہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جاں نثاری واخلاص کی عزت افزائی بھی کہ ان کی دلجوئی کے لئے ان کی معافی کا اعلان فرمادیا۔

آیت 154 غزوۂ احد میں تکالیف اٹھانے کے بعد مخلص مؤمنوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص کرم نوازی ہوئی اور وہ یہ کہ ان کی پریشانی دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری جس سے ان مخلص مومنوں کے دلوں پر طاری رعب وہیبت ختم ہوگیا اور وہ سکون واطمینان کی کیفیت میں آگئے۔ دوسری طرف منافقوں کا گروہ تھا جنہیں اپنی جان کی فکر پڑی تھی، وہ اللہ تعالیٰ پر بدگمانیاں کررہے تھے کہ وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی مدد نہ فرمائے گا یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم شہید ہوگئے اور اب آپ کا دین باقی نہ رہے گا، یہ صرف جاہلیت کے گمان تھے۔ پھر منافقین کے بارے میں فرمایا کہ یہ اپنے دلوں میں کفر، اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر بے اعتمادی اور جہاد میں مسلمانوں کے ساتھ آنے پر افسوس چھپائے ہوئے ہیں لیکن یہ باتیں مسلمانوں کے سامنے ظاہر نہیں کرسکتے۔ یہ کہتے ہیں کہ

يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ

جو تم میں سے ایک گروہ پر چھا گئی اور ایک گروہ وہ تھا جسے اپنی جان کی فکر پڑی ہوئی تھی وہ اللہ پر ناحق گمان کرتے

ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ

جاہلیت کے سے گمان۔ وہ کہہ رہے تھے کہ کیا اس معاملے میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے؟ تم فرمادو کہ اختیار تو سارا اللہ کا ہے

يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ

یہ اپنے دلوں میں وہ باتیں چھپا کر رکھتے ہیں جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں، اگر ہمیں بھی اس معاملے میں کچھ اختیار ہوتا تو ہم

مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى

نہ مارے جاتے۔ اے حبیب! تم فرمادو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جا چکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف

مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ

نکل کر آجاتے اور اس لئے ہوا کہ اللہ تمہارے دلوں کی بات آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں پوشیدہ ہے اسے کھول کر رکھ دے اور اللہ

عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا

دلوں کی بات جانتا ہے ○ بیشک تم میں سے وہ لوگ جو اس دن بھاگ گئے جس دن دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، انہیں شیطان نے

اگر ہماری بھی کچھ چلتی ہوتی اور جنگِ احد کے بارے میں ہمارا مشورہ مان لیا جاتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں فرمایا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ فرمادیں کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا تقدیر میں لکھا جا چکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل کر آجاتے کیونکہ جس نے جہاں، جیسے مرنا ہے وہ وہاں، ویسے ہی مرے گا، تقدیر کے سامنے ساری تدبیریں بے کار ہو جاتی ہیں۔ آیت کے آخر میں غزوۂ احد کی حکمت بیان فرمائی کہ غزوۂ احد میں جو کچھ ہوا، وہ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے اخلاص اور منافقت آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں پوشیدہ ہے اسے سب کے سامنے کھول کر رکھ دے۔

اہم باتیں: (1) آزمائش کے وقت کھرے کھوٹے کی پہچان ہوتی ہے۔ (2) مسلمان کو سب سے زیادہ فکر دین اور منافق کو اپنی دنیا کی ہوتی ہے۔ (3) مومن ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور حسن ظن رکھتا ہے جبکہ منافق معمولی سی تکلیف پر بدگمانیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

آیت 155 ﴾ جنگِ اُحد میں 14 اصحاب میدانِ جنگ میں ڈٹے رہے جن میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے، ان کے علاوہ باقی سب اصحاب کے قدم اکھڑ گئے خصوصاً وہ حضرات جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑی مورچے پر مقرر کیا اور ہر حال میں وہیں ڈٹے رہنے کا حکم دیا تھا لیکن پہلے حملے میں مسلمانوں کو غالب دیکھ کر یہ وہاں سے ہٹ گئے اور سمجھے کہ فتح ہو چکی ہے اب ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بھاگتے ہوئے کفار نے درہ خالی دیکھ کر اس طرف سے مسلمانوں

اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾

نے ان کے بعض اعمال کی وجہ سے لغزش میں مبتلا کیا اور بیشک اللہ نے انہیں معاف فرمادیا ہے، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا، بڑا حلم والا ہے ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا

اے ایمان والو! ان کافروں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا جب وہ سفر میں یا جہاد میں گئے

فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ

کہ اگر یہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے۔ (ان کی طرح یہ نہ کہو) تاکہ اللہ ان کے دلوں میں اس بات کا

ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾

افسوس ڈال دے اور اللہ ہی زندہ رکھتا اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے تمام اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے ○

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

اور بیشک اگر تم اللہ کی راہ میں شہید کردیے جاؤ یا مرجاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت اس دنیا سے بہتر ہے جو یہ جمع کر رہے ہیں ○

پر حملہ کردیا جس سے جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ یہاں اسی کا ذکر فرمایا گیا کہ انہیں شیطان ہی نے وسوسے کے ذریعے ان کے بعض اعمال جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم کے خلاف درہ چھوڑنے کی وجہ سے لغزش میں مبتلا کیا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور بڑا حلم والا ہے۔ **اہم بات:** ان حضرات سے لغزش ضرور سرزد ہوئی لیکن چونکہ یہ مخلص مومن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سچے جانثار تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی معافی کا اعلان فرمادیا تاکہ اگر ان کی لغزش سامنے آئے تو بارگاہِ الٰہی میں ان کی عظمت بھی سامنے رہے۔

آیت 156 ﴾ یہاں کافروں سے کافر اصلی اور منافق دونوں مراد ہوسکتے ہیں، ہم منافقین والا معنی سامنے رکھ تفسیر کرتے ہیں، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! عبد اللہ بن اُبَی اور اس جیسے منافقوں کی طرح نہ ہونا جن کے نسبی یا منافقت میں بھائی بند سفر یا جہاد میں مر گئے تو انہوں نے کہا کہ اگر وہ ہمارے پاس رہتے اور سفر وجہاد میں نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے، اے ایمان والو! تم ان کی طرح کوئی بات نہ کہنا تاکہ ان کی یہ بات اور عقیدہ ان کے دلوں میں باعثِ حسرت بن جائے۔ حقیقی مسلمان تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ موت وحیات اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو مسافر اور غازی کو سلامت لے آئے اور محفوظ گھر میں بیٹھے ہوئے کو موت دیدے اور اگر مجاہد کو موت آ بھی جائے تو شہادت کے سبب یہ گھر کی موت سے کئی درجے بہتر ہے۔

آیت 157 ﴾ فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کردیئے جاؤ یا وہاں تمہیں طبعی موت آئے تو یہ موت مغفرت اور رحمت کا سبب ہو گی اور ایسی موت دنیا کے جمع کردہ مال ودولت سے بہتر ہے۔ **اہم بات:** راہِ خدا میں مرنا یہ ہے کہ جہاد کے راستے میں یا دورانِ جہاد موت آئے نیز عبادت، ذکر، علمی خدمت یا تبلیغِ دین کرتے ہوئے مرنا اسی حکم میں داخل ہے۔

وَلَىِٕنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ

اور اگر تم مر جاؤ یا مارے جاؤ (بہر حال) تمہیں اللہ کی بارگاہ میں جمع کیا جائے گا۔ تو اے حبیب! اللہ کی کتنی بڑی مہربانی ہے کہ آپ ان کے لئے نرم دل ہیں

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۪ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ

اور اگر آپ تُرش مزاج، سخت دل ہوتے تو یہ لوگ ضرور آپ کے پاس سے بھاگ جاتے تو آپ ان کو معاف فرماتے رہو اور ان کی مغفرت کی دعا کرتے رہو

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

اور کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہو پھر جب کسی بات کا پختہ ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو بیشک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ

اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر اس کے بعد کون تمہاری مدد کر سکتا ہے؟

آیت 158 فرمایا کہ اگر تم طبعی طور پر مر جاؤ یا جہاد وغیرہ میں شہید کر دیئے جاؤ بہر حال تمہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی کی بارگاہ میں جمع کیا جائے گا اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

آیت 159 یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ کا بیان ہو رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی آپ پر کتنی بڑی رحمت ہے کہ اس نے آپ کو نرم دل، شفیق اور رحیم و کریم بنایا حتی کہ غزوۂ اُحد جیسے موقع پر بھی آپ نے غضب کا اظہار نہ فرمایا حالانکہ اس میں آپ کو بہت اذیّت و تکلیف پہنچی تھی اور اگر آپ سخت مزاج ہوتے اور میل برتاؤ میں سختی سے کام لیتے تو یہ لوگ آپ سے دور ہو جاتے تو اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان کی غلطیوں کو معاف کر دیں اور ان کے لئے دعائے مغفرت فرما دیں نیز اہم کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہیں کیونکہ اس میں ان کی دلجوئی اور عزت افزائی بھی ہے اور یہ فائدہ بھی کہ مشورہ سنت ہو جائے اور آئندہ امت اس سے نفع اٹھاتی رہے، مشورے کے بعد جب آپ کسی بات کا پختہ ارادہ کر لیں تو اپنا کام پورا کرنے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں بیشک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا، ان کی مدد کرتا اور انہیں اس چیز کی طرف ہدایت دیتا ہے جو ان کے لئے بہتر ہو۔ **اہم بات:** توکل کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا اور کاموں کو اس کے سپرد کر دینا۔ اس کا مطلب اسباب کو ترک کرنا نہیں بلکہ یہ ہے کہ اسباب تو اختیار کئے جائیں لیکن دلی اعتماد خدا پر ہو۔

آیت 160 ارشاد فرمایا کہ اگر دشمنوں کے خلاف اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے جیسا کہ بدر کے دن کی، تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں چھوڑ دے جیسا کہ اُحد کے دن ہوا تو اس کے چھوڑنے کے بعد کون تمہاری مدد کر سکتا ہے، یقیناً کوئی نہیں کر سکتا اور جب حقیقت یہی ہے تو مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کی مدد وہی پاتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے۔ غزوۂ بدر میں کفار تعداد، اسلحہ اور جنگی طاقت میں مسلمان سے کہیں زیادہ تھے مگر مسلمانوں کا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر تھا چنانچہ یہ غالب آئے اور غزوۂ حنین میں بعض مسلمانوں نے اپنی عددی کثرت پر فخر کا اظہار کیا تو مسلمانوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٦٠﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦١﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٣﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ

مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے ○ اور کسی نبی کا خیانت کرنا ممکن ہی نہیں اور جو خیانت کرے تو وہ قیامت کے دن اس چیز کو لے کر آئے گا جس میں اس نے خیانت کی ہوگی پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ○ کیا وہ شخص جو اللہ کی خوشنودی کے پیچھے چلا وہ اس شخص کی طرح ہے جو اللہ کے غضب کا مستحق ہوا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہو؟ اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ○ لوگوں کے اللہ کی بارگاہ میں مختلف درجات ہیں اور اللہ ان کے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے ○ بیشک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں ایک رسول مبعوث فرمایا جو انہی میں سے ہے۔ وہ ان کے سامنے اللہ کی

آیت 161 شانِ نزول: ایک جنگ میں مالِ غنیمت کی ایک چادر گم ہوگئی۔ بعض منافقوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے لئے رکھ لی ہوگی۔ اس پر یہ آیت اتری اور فرمایا گیا: کسی نبی کا خیانت کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ شانِ نبوت کے خلاف ہے اور جو کسی چیز میں خیانت کرے وہ قیامت کے دن اسے اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے لے کر آئے گا، پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ثواب کم کرکے یا عذاب میں اضافہ کرکے ان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ **اہم بات:** نبی گناہوں سے معصوم ہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر سے لوگوں کی تہمتیں دور فرما کر ان کی ناموس کی حفاظت کرتا ہے اور عظمت و شان و ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرنے والے مسلمان بہت عظیم ہیں کہ عظیم فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔

آیت 162 ان دو آیات میں فرمایا کہ جو شخص صحیح عقیدہ اپنانے اور تقویٰ و پرہیزگاری کی زندگی گزارنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش میں ہے کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جو اپنے گناہوں کے سبب اللہ تعالیٰ کے عظیم غضب کا مستحق ہوا اور قیامت کے دن اس کا ٹھکانہ جہنم ہو، یقیناً یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

آیت 163 فرمایا کہ لوگوں کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مختلف درجات اور ہر ایک کی منزلیں اور مقامات جداگانہ ہیں، بروں کے مقام الگ اور اچھوں کے الگ ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال دیکھ رہا ہے اور انہیں ان کے اعمال کے مطابق جزا و سزا دے گا۔

آیت 164 ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر عظیم احسان فرمایا کہ انہیں اپنا سب سے عظیم رسول عطا فرمایا جو انہی میں سے ہے تاکہ وہ سہولت کے ساتھ ان کا مبارک کلام سمجھ سکیں اور صدق و امانت وغیرہ ان کے احوال جان سکیں، وہ ان کے سامنے قرآن کی آیتیں تلاوت فرماتا، برے عقائد و اعمال کی گندگی سے انہیں پاک کرتا اور کتاب و حکمت یعنی قرآن و سنت کی تعلیم

اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ

آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً

ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۶۴﴾ اَوَ لَمَّاۤ اَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَیْهَا ۙ قُلْتُمْ

کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے o کیا جب تمہیں کوئی ایسی تکلیف پہنچی جس سے دگنی تکلیف تم پہنچا چکے تھے تو تم کہنے لگے

اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۶۵﴾

کہ یہ کہاں سے آگئی ؟ اے حبیب! تم فرمادو کہ اے لوگو! یہ تمہاری اپنی ہی طرف سے آئی ہے۔ بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے o

وَ مَاۤ اَصَابَكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِیَعْلَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۶۶﴾

اور دو گروہوں کے مقابلے کے دن تمہیں جو تکلیف پہنچی تو وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لئے (پہنچی) کہ اللہ ایمان والوں کی پہچان کرادے o

وَ لِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ نَافَقُوْا ۖۚ وَ قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

اور اس لئے (پہنچی) کہ اللہ منافقوں کی پہچان کرادے اور (جب) ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو یا دشمنوں سے

دیتا ہے، اگرچہ ان کی تشریف آوری اور تزکیہ و تعلیم سے پہلے یہ لوگ یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان ہیں اور دنیا و آخرت کی ہر نعمت آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہی وسیلے سے ہے اور حکمت و پاکیزگی آپ ہی کی نظر کرم کا صدقہ ہے۔

آیت 165 میدان احد میں 70 مسلمان شہید ہوئے جبکہ میدان بدر میں کفار کے 70 آدمی مارے گئے اور 70 گرفتار ہوئے تو کفار کا دگنا نقصان ہوا، اس پر فرمایا گیا کہ احد میں جب تمہیں ایسی تکلیف پہنچی جس سے دگنی تکلیف تم کافروں کو بدر میں پہنچا چکے تھے تو تم کہنے لگے کہ ہمیں یہ تکلیف کیسے آگئی جبکہ ہم مسلمان ہیں اور ہم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے فرمادیں کہ یہ تمہاری اپنی ہی طرف سے آئی ہے کیونکہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مرضی کے خلاف مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے پر اصرار کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شدید ممانعت کے باوجود غنیمت کے لئے مرکز کو چھوڑا، یہی بات تمہارے قتل و نقصان کا سبب بنی۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے، وہ مدد کرنے اور روک لینے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

آیت 166 فرمایا کہ میدان احد میں کافروں اور مسلمانوں کے مقابلے کے دن تمہیں جو تکلیف پہنچی وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی اور اس لئے پہنچی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی پہچان کروادے لہذا اپنے رب کے فیصلے پر راضی رہو۔

آیت 167 یہاں مزید حکمت بیان فرمائی جارہی ہے کہ مسلمان لشکر کو میدان اُحد میں اس لیے تکلیف پہنچی تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو منافقوں کی پہچان کروادے، کیونکہ منافقوں کی حالت یہ تھی کہ جب جنگ شروع ہونے سے پہلے عبد اللہ بن اُبی وغیرہ منافقوں سے کہا گیا: آؤ! راہ خدا میں جہاد کرو یا صرف ساتھ مل کر ہماری تعداد بڑھاؤ جس سے دفاع مضبوط ہو گا تو وہ کہنے لگے: اگر ہم اچھے طریقے

اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَىٕذٍ

دفاع کرو، تو کہنے لگے: اگر ہم اچھے طریقے سے لڑنا جانتے (یا کہنے لگے کہ اگر ہم اس لڑائی کو صحیح سمجھتے) تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے۔ یہ لوگ اس دن

اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ

ظاہری ایمان کی نسبت کھلے کفر کے زیادہ قریب تھے۔ اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں اور اللہ

اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا

بہتر جانتا ہے جو باتیں یہ چھپارہے ہیں ○ وہ جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا اور خود بیٹھے رہے کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے

مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾

تو نہ مارے جاتے۔ اے حبیب! تم فرمادو اگر تم سچے ہو تو اپنے سے موت دور کر کے دکھادو ○

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

اور جو اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے ○

سے لڑنا جانتے، یا کہنے لگے: اگر ہم اس لڑائی کو صحیح سمجھتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے۔ درحقیقت اس دن یہ لوگ اپنے ظاہری ایمان کی نسبت کھلے کفر کے زیادہ قریب تھے۔ یہ اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں یعنی منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن ہم جنگ کرنا نہیں جانتے جبکہ دل میں کہتے ہیں کہ کفار کو اپنا دشمن نہ بناؤ مسلمانوں کو ان کے ہاتھوں تباہ ہو جانے دو۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں کو بہتر جانتا ہے جو یہ چھپارہے ہیں۔

آیت 168: منافقوں نے شہدائے اُحد کے بارے میں کہا کہ اگر یہ ہماری بات مان کر ہماری طرح گھر بیٹھے رہتے تو نہ مارے جاتے۔ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ فرمادیں کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے آپ سے موت کو دور کر کے دکھادو۔ یقیناً موت تو آکر رہے گی خواہ آدمی کہیں ہو، تو یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ اگر لوگ ہماری بات مان کر جہاد میں نہ جاتے تو نہ مارے جاتے۔

آیت 169: شانِ نزول: اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت شہدائے اُحد کے حق میں نازل ہوئی، حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ نے شہداءِ اُحد کی ارواح کو سبز پرندوں کے جسم عطا فرمائے، وہ جنتی نہروں پر سیر کرتے، جنتی میوے کھاتے اور عرش کے نیچے لٹکنے والی سونے کی قندیلوں میں رہتے ہیں۔ جب ان شہداءِ کرام نے کھانے، پینے اور رہنے کے پاکیزہ عیش پائے تو کہا کہ پیچھے دنیا میں رہ جانے والے ہمارے بھائیوں کو کون خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے بیٹھ نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں تمہاری خبر پہنچاؤں گا چنانچہ یہ آیت نازل کی۔ (ابوداؤد، حدیث: 2520) اور فرمایا کہ وہ لوگ جو راہِ خدا میں شہید کئے گئے، انہیں ہرگز مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور دوسرے زندہ لوگوں کی طرح انہیں بھی رزق دیا جاتا ہے۔ اہم باتیں: (1) ارواح باقی ہیں، یہ جسم کے فنا ہونے کے ساتھ فنا نہیں ہوتیں۔ (2) شہیدوں کی حیات عام مومنین سے بلند تر ہے اور نبیوں کی حیات شہیدوں سے بڑھ کر ہے۔

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ

(وہ) اس پر خوش ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اور اپنے پیچھے (رہ جانے والے) اپنے بھائیوں پر بھی خوش ہیں جو ابھی ان سے

مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿١٧٠﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ

نہیں ملے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے○ وہ اللہ کی نعمت اور فضل پر خوشیاں منا رہے ہیں

وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٧١﴾ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

اور اس بات پر کہ اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرمائے گا○ وہ لوگ جو اللہ اور رسول کے بلانے

مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿١٧٢﴾

زخمی ہونے کے باوجود (فوراً) حاضر ہو گئے ان نیک بندوں اور پرہیزگاروں کے لئے بڑا ثواب ہے○

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا

یہ وہ لوگ ہیں جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے (ایک لشکر) جمع کر لیا ہے سو ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہو گیا

آیت 170، 171 ان دو آیات میں شہدا کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا مقرب بنایا، انہیں شہادت کی توفیق، موت کے بعد اعلیٰ قسم کی زندگی، جنتی رزق اور اس کی نعمتیں عطا فرمائیں نیز وہ اس بات پر بھی خوش ہیں کہ ان کے بعد دنیا میں رہ جانے والے ان کے مسلمان بھائی ایمان و تقویٰ پر قائم ہیں اور جب وہ بھی شہید ہو کر ان کے ساتھ ملیں گے تو وہ بھی یہ کرم نوازیاں پائیں گے اور قیامت کے دن امن اور چین کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ شہدا اللہ تعالیٰ کے فضل و نعمت اور اس بات پر خوشیاں منا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرمائے گا۔

آیت 172 شانِ نزول: جب احد سے واپسی پر کفار "روحا" نامی جگہ پہنچے تو انہیں افسوس ہوا کہ مسلمانوں کو مکمل طور پر ختم کیوں نہ کر دیا چنانچہ انہوں نے یہیں سے واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خبر پہنچی تو آپ نے ان کے تعاقب کے لئے روانگی کا ارادہ فرمایا۔ اس پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت جن کی تعداد 70 تھی، زخموں سے چُور ہونے کے باوجود حاضر ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کے ساتھ کفار کے تعاقب پر روانہ ہوئے۔ جب حمراء الاسد کے مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ کفار خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے ہیں۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بلانے پر زخمی ہونے کے باوجود فوراً حاضر ہو گئے، ان نیک بندوں اور پرہیزگاروں کے لئے جنت کی صورت میں بڑا ثواب ہے۔

آیت 173، 174 شانِ نزول: جنگ احد سے واپسی پر ابو سفیان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پکار کر کہہ دیا تھا کہ اگلے سال ہماری آپ کی مقام بدر میں جنگ ہو گی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمادیا: اِنْ شَآءَ اللّٰہ۔ جب وہ وقت آیا اور ابو سفیان اہل مکہ کو لے کر جنگ کے لئے روانہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں خوف ڈال دیا اور انہوں نے واپس ہونے کا ارادہ کر لیا۔ اس موقع پر ابو سفیان کی نعیم

وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ

اور کہنے لگے: ہمیں اللہ کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ ○ پھر یہ اللہ کے احسان اور فضل کے ساتھ واپس لوٹے،

لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ

انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی اور انہوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○ بیشک وہ تو

الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷۵﴾

شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو ○

مسعود سے ملاقات ہوئی جو عمرہ کرنے آیا تھا۔ ابوسفیان نے اس سے کہا: اے نعیم! اس زمانہ میں میری لڑائی مقام بدر میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ طے ہے اور اب مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں جنگ میں نہ جاؤں لہٰذا اگر تم مدینے جا کر کسی تدبیر سے مسلمانوں کو میدانِ جنگ میں جانے سے روک دو تو میں تجھے دس اونٹ دوں گا۔ نعیم نے مدینہ پہنچ کر مسلمانوں سے کہا: تم جنگ کے لئے جانا چاہتے ہو حالانکہ اہلِ مکہ نے تمہارے لئے بڑے لشکر جمع کئے ہیں۔ خدا کی قسم! تم میں سے ایک بھی سلامت واپس نہ آئے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم! میں ضرور جاؤں گا چاہے میرے ساتھ کوئی بھی نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم 70 صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے اور بدر میں پہنچ کر 8 دن قیام کیا۔ مالِ تجارت ساتھ تھا اسے فروخت کیا اور خوب نفع ہوا، پھر سلامتی کے ساتھ مدینہ طیبہ واپس آئے اور جنگ نہ ہوئی۔ اس واقعہ کے متعلق یہ دو آیات نازل ہوئیں اور فرمایا گیا: یہ وہ لوگ ہیں جن سے ایک شخص نعیم بن مسعود نے کہا: "بیشک ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے تمہارے لئے ایک لشکر جمع کرلیا ہے تاکہ تمہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکیں، لہٰذا تم ان سے ڈرو اور جنگ کے لئے میدان میں نہ نکلو۔" اس کی بات سن کر ڈرنے کی بجائے ان کے اللہ تعالیٰ پر یقین و ایمان میں مزید اضافہ ہو گیا اور کہنے لگے: ہمارے معاملے میں اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ پھر یہ بدر گئے اور وہاں سے اللہ تعالیٰ کے احسان اور فضل کے ساتھ واپس لوٹے، انہیں قتل و زخم کی صورت میں کوئی تکلیف نہ پہنچی اور انہوں نے جہاد کے لیے نکلنے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت گزاروں پر بڑے فضل والا ہے۔ اہم باتیں: (1) اس واقعہ کو بدرِ صغریٰ کہتے ہیں۔ (2) اس واقعے سے بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت واضح ہوتی ہے کہ جب انہیں کفار کے بڑے بڑے لشکروں سے ڈرایا جا رہا تھا تو ڈرنے اور بزدلی دکھانے کی بجائے ان کی ہمت و حوصلہ مزید بڑھ جاتا ہے۔

آیت 175 ﴾ یہاں پچھلے واقعے کا ہی بیان ہے کہ بیشک وہ تو شیطان ہی ہے جو مسلمانوں کو مشرکین کی کثرت سے ڈراتا ہے جیسا کہ نعیم بن مسعود نے کیا، لیکن اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ان منافقین و مشرکین سے نہ ڈرو جو شیطان کے دوست ہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ ایمان کا تقاضا ہے کہ بندے کو خدا کا خوف ہو اور جب یہ خوف پیدا ہو جائے تو کوئی اور خوف باقی نہیں رہتا۔ درس: کافروں سے ڈرانے کے لئے ان کے سامنے کفار کی طاقت بڑھا چڑھا کر پیش کرنا کفار و منافقین کا طریقہ ہے۔ ہمارے ہاں بھی اخبار و مضامین کے ذریعے یہ حرکت کرنے والوں کی کمی نہیں جنہیں مسلمانوں کو تو حوصلہ دینے کی توفیق نہیں لیکن کفار کی طاقت خوب بڑھا چڑھا کر پیش کریں گے۔

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۗ يُرِيْدُ اللّٰهُ

اور اے حبیب! تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اللہ چاہتا ہے

اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ

کہ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ بیشک وہ لوگ جنہوں نے ایمان کے بدلے

بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

کفر اختیار کیا وہ ہرگز اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور کافر ہرگز یہ گمان نہ کریں

اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ

کہ ہم انہیں جو مہلت دے رہے ہیں یہ ان کے لئے بہتر ہے، ہم تو صرف اس لئے انہیں مہلت دے رہے ہیں کہ ان کے گناہ اور زیادہ ہو جائیں اور

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ

ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ اللہ کی یہ شان نہیں کہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑے جس پر (ابھی) تم ہو جب تک وہ ناپاک کو

آیت 176 یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان لوگوں کا غم نہ کریں جو کفر میں دوڑے جاتے اور اس کے لیے کوشش کرتے ہیں خواہ وہ کفارِ قریش ہوں یا منافقین، یہودیوں کے سردار ہوں یا مرتدین، یہ سب آپ کے مقابلہ کے لیے کتنے ہی لشکر جمع کرلیں، کامیاب نہ ہوں گے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ملنے والے ثواب میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے، اسی لیے انہیں کفر و سرکشی میں بھٹکتا چھوڑ دیا اور اخروی ثواب سے محرومی کے علاوہ ان کے لئے جہنم کا بڑا عذاب بھی ہے تو اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، جن کے لئے ناکامی، محرومی اور دردناک عذاب مقدر ہو چکا ان سے کوئی اندیشہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

آیت 177 ارشاد فرمایا کہ وہ منافقین جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے یا وہ لوگ جو ایمان پر قادر ہونے کے باوجود کافر ہی رہے وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے بلکہ ان کے کفر کا وبال انہی کے سر آئے گا اور ان کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

آیت 178 عموماً اللہ تعالیٰ گناہ پر فوراً گرفت نہیں فرماتا، بلکہ مہلت دیتا اور دنیوی آسائشوں کا سلسلہ جاری رکھتا ہے، اس سے بہت لوگ اس دھوکے میں رہتے ہیں کہ ان کا کفر و سرکشی کچھ نقصان دہ نہیں، یہاں ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ کافروں کو لمبی عمر ملنا، انہیں فوری عذاب نہ ہونا اور مہلت دیا جانا ایسی چیز نہیں جسے وہ اپنے حق میں بہتر سمجھیں بلکہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں یہ مہلت ان کے گناہوں میں اضافے اور تباہی و بربادی کا سبب بننے والی ہوتی ہے۔ درس: لمبی عمر پانا اچھا بھی ہو سکتا ہے اور برا بھی جیسا کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون شخص اچھا ہے؟ فرمایا: جس کی عمر دراز اور عمل اچھے ہوں۔ عرض کیا: اور بدتر کون ہے؟ فرمایا جس کی عمر دراز اور عمل خراب ہوں۔ (ترمذی، حدیث: 2337)

آیت 179 شانِ نزول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: میری امت پیدائش سے پہلے جب مٹی کی شکل میں تھی، اس وقت

مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ

الگ سے جدا نہ کردے اور (اے عام لوگو!) اللہ تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرتا البتہ اللہ اپنے رسولوں کو منتخب فرمالیتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

جنہیں پسند فرماتا ہے تو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ اور متقی بنو تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے ○

وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ

اور جو لوگ اس چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے وہ ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ یہ بخل ان کے لئے برا ہے۔

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ

عنقریب قیامت کے دن ان کے گلوں میں اسی مال کا طوق بنا کر ڈالا جائے گا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا اور اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا

میرے سامنے اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی اور مجھے علم دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ اس پر منافقین نے استہزا کے طور پر کہا: محمد مصطفیٰ ان لوگوں کو جاننے کا گمان کرتے ہیں جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے کہ کون ان پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا جبکہ ہم ان کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ ہمیں پہچانتے نہیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعن کرتے ہیں، آج سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمہیں اس کی خبر نہ دے دوں۔ حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: حذافہ۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، قرآن کے امام و پیشوا ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوئے، ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: کیا تم باز آ ؤ گے؟ پھر منبر سے اتر آئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے صحابہ! یہ حال نہیں رہے گا کہ منافق و مومن ملے جلے رہیں بلکہ عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے ذریعے مسلمانوں اور منافقوں کو جدا جدا کر دے گا اور اے عام لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرتا البتہ وہ اپنے رسولوں کو منتخب فرمالیتا اور ان برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم چونکہ رسولوں میں سب سے افضل واعلیٰ ہیں، اس لیے انہیں سب سے بڑھ کر غیب کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔ تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ ایمان لانے میں اس بات کی تصدیق بھی داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع کیا ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور متقی بنو تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے۔ **اہم باتیں:** (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قیامت تک کی تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا گیا ہے جو بکثرت آیات واحادیث سے ثابت ہے۔ (2) آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علم غیب پر اعتراض کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔

آیت 180 یہاں بخل کرنے والوں کے بارے میں سخت وعید بیان کی گئی ہے کہ وہ لوگ جو اس مال میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا، وہ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کے مقابلے میں بخل کرنا ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ یہ

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ

وارث ہے اور اللہ تمہارے تمام کاموں سے خبردار ہے○ بیشک اللہ نے ان کا قول سن لیا جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے

وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ

اور ہم مالدار ہیں۔ اب ہم ان کی کہی ہوئی بات اور ان کا انبیاء کو ناحق شہید کرنا لکھ رکھیں گے اور کہیں گے

ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ

جلادینے والے عذاب کا مزہ چکھو○ یہ ان اعمال کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور اللہ بندوں پر ظلم

لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا

نہیں کرتا○ وہ لوگ جو کہتے ہیں (کہ) اللہ نے ہم سے وعدہ لیا تھا کہ ہم کسی رسول کی اس وقت تک تصدیق نہ کریں جب تک وہ

بخل ان کے لئے برا ہے کیونکہ ان کے مال ان کے پاس نہ رہیں گے جبکہ بخل کا وبال ان پر باقی رہے گا۔ عنقریب قیامت کے دن ان کے گلوں میں اسی مال کا طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کا وارث ہے، وہی ہمیشہ باقی رہنے والا اور ساری مخلوق فانی ہے، ایک دن ان سب لوگوں کی ملک باطل ہونے والی ہے، تو انتہائی نادانی ہے کہ اس مال ناپائیدار پر بخل کیا جائے اور راہ خدا میں نہ دیا جائے اور اے لوگو! یاد رکھو! اللہ تعالیٰ تمہارے تمام کاموں سے خبردار ہے، تمہارا راہ خدا میں خرچ کرنا اور بخل کرنا دونوں اسے معلوم ہیں اور وہ تمہیں ان کی جزا و سزا دے گا۔ اہم باتیں: (1) اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہاں بخل سے زکوٰۃ نہ دینا مراد ہے۔ (2) بخل یہ ہے کہ جہاں شرعاً یا عرف وعادت کے اعتبار سے خرچ کرنا واجب ہو وہاں خرچ نہ کرے۔ زکوٰۃ، صدقۂ فطر وغیرہ میں خرچ کرنا شرعاً واجب ہے اور دوست احباب، عزیز رشتہ داروں پر خرچ کرنا عرف وعادت کے اعتبار سے واجب ہے۔ شرعی واجب کا ترک گناہ ہوتا ہے اور عرفی واجب کا ترک اخلاقی برائی اور گھٹیاپن ہوتا ہے۔

آیت 181 شانِ نزول: جب آیت "مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا" نازل ہوئی کہ کون ہے جو رب تعالیٰ کو اچھا قرض دے، تو یہودیوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگ رہا ہے تو ہم غنی ہوئے اور اللہ تعالیٰ فقیر۔ اس پر فرمایا گیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ان گستاخوں کی بات سن لی ہے جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہے اور ہم مالدار۔ اب ہم ان کے اعمال ناموں میں ان کی کہی ہوئی بات اور ان کے دوسرے کفریات جیسے انبیاء علیہم السلام کو شہید کرنا لکھ رکھیں گے اور قیامت کے دن ان کی ان گستاخیوں کے بدلے میں کہیں گے کہ اب جلادینے والے عذاب کا مزہ چکھو۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ کی گستاخی اور انبیاء علیہم السلام کو شہید کرنا بدترین جرم ہیں نیز شانِ انبیاء میں گستاخی کرنے والا، شانِ الٰہی میں گستاخی کرنے والے کی طرح جہنم کا مستحق ہے۔

آیت 182 فرمایا کہ یہ عذاب کفر و شرک وغیرہ ان گناہوں کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ بغیر گناہ کے عذاب دے کر بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا۔

آیت 183 شانِ نزول: یہودیوں کی ایک جماعت نے کہا: ہم سے توریت میں عہد لیا گیا ہے کہ دعویٰ نبوت کرنے والا شخص اگر ایسی

بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ ۗ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ

قربانی پیش نہ کرے جسے آگ کھا جائے۔ اے حبیب! تم فرمادو (کہ) بیشک مجھ سے پہلے بہت سے رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور وہ

قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ

(معجزات) لے کر آئے جو تم نے کہے تھے پھر اگر تم سچے ہو تو تم نے انہیں کیوں شہید کیا؟ ○ تو اے حبیب! اگر وہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں

رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ

تو تم سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو صاف نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے ○ ہر جان موت کا

الْمَوْتِ ۗ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ

مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے اجر پورے پورے دیئے جائیں گے تو جسے آگ سے بچا لیا گیا

وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

اور جنت میں داخل کردیا گیا تو وہ کامیاب ہوگیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے ○

قربانی پیش نہ کر سکے جسے آسمان سے سفید آگ اتر کر کھائے تو اس پر ہم ایمان نہ لائیں۔ اس پر فرمایا گیا کہ ان سے فرمادو کہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور تمہارے مطالبہ والے معجزات لے کر آئے اس کے باوجود تم نے انہیں نہ مانا بلکہ بہت سے انبیا علیہم السلام کو شہید کر دیا، اگر تم سچے تھے تو انہیں کیوں شہید کیا؟ تمہارا سابقہ کردار اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ تمہارا مقصد صرف حیلے بہانے کر کے اسلام قبول کرنے سے بچنا اور جاہلوں کو ورغلانا ہے۔ اہم بات: نبی کی صداقت کے لئے کوئی بھی معجزہ دکھا دینا کافی ہے، اس کے باوجود کسی خاص معجزے کا اصرار خواہ مخواہ کی ضد ہے۔

آیت 184 یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے حبیب! اگر یہ کفار تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو تم غمزدہ نہ ہو کیونکہ تم سے پہلے ان رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو صاف نشانیاں، صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے، لہذا آپ بھی ان کی طرح صبر و استقامت سے خدا کا پیغام پہنچاتے رہیں۔

آیت 185 فرمایا کہ ہر جان خواہ وہ انسان ہو، جن ہو یا فرشتہ، الغرض اللہ تعالیٰ کے سوا ہر زندہ کو موت آنی اور ہر چیز فانی ہے اور قیامت کے دن تمہارے اچھے برے اعمال کی جزا تمہیں پوری پوری دی جائے گی تو اس دن جسے جہنم کی آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا اسی نے حقیقی کامیابی حاصل کی اور دنیا کی لذتیں، خواہشات اور رعنائیاں صرف دھوکے کا سامان ہے کیونکہ ان کا ظاہر تو بہت خوبصورت نظر آتا ہے لیکن باطن فساد سے بھرپور ہے۔ دنیا کی عیش و عشرت اور زیب و زینت کتنی ہی زیادہ ہو، یہ دھوکے کے سامان کے علاوہ کچھ نہیں۔ آدمی دنیا کی رنگینیوں سے ہرگز دھوکہ نہ کھائے اور حقیر دنیا کو حاصل کرنے کے لئے اپنی قیمتی ترین آخرت ہرگز تباہ نہ کرے۔ اہم باتیں: (1) "موت" روح کے جسم سے جدا ہونے کا نام ہے۔ (2) دنیوی کامیابی آخرت میں نقصان کا سبب ہو تو پھر حقیقت میں یہ خسارہ ہے۔

لَتُبْلَوُنَّ فِيٓ أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۟ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ

بیشک تمہارے مالوں اور تمہاری جانوں کے بارے میں تمہیں ضرور آزمایا جائے گا اور تم ضرور ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی

الَّذِينَ أَشْرَكُوٓا أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ

اور مشرکوں سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرتے رہو اور پرہیزگار بنو تو یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُۥ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُۥ

اور یاد کرو جب اللہ نے ان لوگوں سے عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم ضرور اس کتاب کو لوگوں سے بیان کرنا اور اسے چھپانا نہیں

فَنَبَذُوهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِۦ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ

تو انہوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی تو یہ کتنی بری خریداری ہے۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَآ أَتَوا وَّيُحِبُّونَ أَن يُحْمَدُوا بِمَا

ہرگز گمان نہ کرو ان لوگوں کو جو اپنے اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور پسند کرتے ہیں کہ ان کی ایسے کاموں پر تعریف کی جائے

آیت 186 یہاں مسلمانوں سے خطاب ہے کہ مختلف اعمال فرض کر کے، بیماریوں، پریشانیوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنے کے ذریعے تمہارے مالوں اور جانوں کے بارے میں تمہیں ضرور آزمایا جائے گا، لہٰذا تم اس کے لیے تیار رہنا اور ان تمام امتحانات میں کامیابی حاصل کرنا، نیز دینی معاملات میں کافروں کی طرف سے تمہیں بہت تکالیف پہنچیں گی تو اگر تمام معاملات میں تم صبر کرتے رہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور پرہیزگاری اختیار کیے رہو تو یہ تمہارے لئے نہایت بہتر رہے گا کیونکہ یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔ مصیبتوں کو برداشت کرنا اور ایسی حالت میں بھی نیکیاں نہ چھوڑنا اور گناہوں کی طرف نہ جانا اور بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرنا بڑی ہمت والے کام ہیں۔

آیت 187 اللہ تعالیٰ نے تورات و انجیل کے علماء سے عہد لیا تھا کہ ان کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کے دلائل لوگوں کو اچھی طرح واضح کر کے سمجھا دیں اور ہرگز نہ چھپائیں لیکن انہوں نے اس عہد پر عمل کرنے کی بجائے اسے پس پشت ڈال دیا اور رشوتیں لے کر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف کو چھپایا تو ان کی یہ کتنی بری خریداری ہے۔ اہم باتیں: (1) بلا اجازتِ شرعی علمِ دین چھپانا گناہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے: جس سے کچھ پوچھا گیا جسے وہ جانتا ہے اور اس نے اسے چھپایا تو روزِ قیامت اسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔ (ترمذی، حدیث:2658) (2) علما کی ذمہ داری ہے کہ اپنے علم سے فائدہ پہنچائیں، حق ظاہر کریں۔

آیت 188 یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگوں کو دھوکا دینے اور گمراہ کرنے پر خوش ہوتے اور نادان و جاہل ہونے کے باوجود یہ پسند کرتے کہ انہیں عالم کہا جائے۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ انہیں آخرت میں ہرگز عذاب سے دور نہ سمجھو بلکہ یہ ایک مکان یعنی جہنم میں ہوں گے جس میں انہیں عذاب دیا جائے گا اور ایسی حرکتوں کے سبب ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ درس: اس آیت میں خود پسندی کرنے والوں اور حبِّ جاہ یعنی عزت، تعریف، شہرت کی تمنا میں مبتلا لوگوں کے لئے وعید ہے۔

لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ

انہوں نے کیے ہی نہیں، انہیں ہر گز عذاب سے دور نہ سمجھو اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے ○ اور اللہ ہی کے لئے

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ بیشک آسمانوں اور زمین کی

وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا

پیدائش اور رات اور دن کی باہم تبدیلی میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں ○ جو کھڑے اور بیٹھے

وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا

اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب!

مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ

تونے یہ سب بیکار نہیں بنایا۔ تو پاک ہے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے ○ اے ہمارے رب! بیشک جسے تو دوزخ میں داخل کرے گا

جب کسی شخص کے دل میں یہ آرزو پیدا ہونے لگے کہ لوگ اس کے شیدائی ہوں، اس کی تعریف کریں، اسے عزت دیں، ملک و قوم کے لئے کچھ کئے بغیر ہی اسے معمارِ قوم، محسنِ قوم قرار دیا جائے وغیرہ تو یہ خود پسندی کی واضح علامت ہے۔

آیت 189 اس آیت میں ان گستاخوں کا رد ہے جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کے دائرے میں آنے والی ہر چیز کا مالک ہے لہٰذا اس کی طرف فقر کی نسبت کس طرح کی جاسکتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خوب قادر ہے تو وہ ان گستاخوں کو سزا دینے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

آیت 190 فرمایا کہ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش، ان میں موجود عجائبات اور رات دن کے آنے جانے، چھوٹا اور بڑا ہونے میں عقل مندوں کے لئے قدرتِ الٰہی پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں۔ اہم بات: اچھی نیت جیسے مسلمانوں کی خدمت یا عظمتِ الٰہی کی معرفت کے لئے علمِ جغرافیہ وسائنس حاصل کرنا ثواب ہے لیکن یہ شرط ہے کہ اسلامی عقائد کے خلاف نہ ہو۔

آیت 191، 192 ان دو آیات میں عقل مندوں کے بارے میں بتایا جارہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کھڑے، بیٹھے، بستر پر لیٹے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور کائنات کے دیگر عجائبات میں غور و فکر کرتے ہیں تاکہ ان کے خالق کی عظمت و قدرت کی پہچان ہو۔ کائنات میں غور و فکر کرنے کے بعد عظمتِ الٰہی ان پر آشکار ہو جاتی ہے اور وہ یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے یہ سب بیکار نہیں بنایا بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ تیرے کمالِ قدرت پر دلالت کرتا ہے، تو اس سے پاک ہے کہ کسی چیز کو بیکار بنائے، بس تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے رب! بیشک جسے تو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں داخل کرے گا اسے تو نے ضرور رسوا کر دیا اور کفر کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کا کوئی مددگار نہیں جو ان سے عذابِ الٰہی دور کرسکے۔ اہم بات: اللہ

فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ

اسے تو نے ضرور رسوا کر دیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے ○ اے ہمارے رب! بیشک ہم نے ایک ندا دینے والے کو ایمان کی ندا دیتے

لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖۗ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا

ہوئے سنا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے پس اے ہمارے رب! تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں مٹا دے

وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۚ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا

اور ہمیں نیک لوگوں کے گروہ میں موت عطا فرما ○ اے ہمارے رب! اور ہمیں وہ سب عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ فرمایا

یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ

ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا ○ تو ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ میں تم میں سے عمل کرنے

عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا

والوں کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا وہ مرد ہو یا عورت۔ تم آپس میں ایک ہی ہو، پس جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے

تعالیٰ کی عظمت، قدرت، حکمت، وحدانیت اور اس کے علم کی پہچان حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ اس کی پیدا کی ہوئی یہ کائنات ہے۔ اس میں موجود تمام چیزیں اپنے خالق کی وحدانیت پر دلالت کرتی اور اس کے جلال و کبریائی کو ظاہر کرتی ہیں۔

آیت 194،193 ان دو آیات میں عقلمندوں کی مزید دعاؤں کا ذکر ہے، چنانچہ فرمایا کہ وہ یوں دعا مانگتے ہیں: اے ہمارے رب! بیشک ہم نے ایک ندا دینے والے کو ایمان کی ندائیں دیتے ہوئے سنا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ، تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب! بس تو ہمارے گناہ بخش دے، ہم سے ہماری برائیاں مٹا دے، ان پر سزا دے کر انہیں ظاہر مت فرما اور ہمیں انبیاء و صالحین کے گروہ میں موت عطا فرما۔ اے ہمارے رب! ہمیں اپنے فضل و رحمت سے وہ سب عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں عذاب دے کر قیامت کے دن رسوا نہ کرنا، بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اہم بات: ندا دینے والے سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم یا قرآنِ کریم ہے۔ درس: (1) پہلی آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے کہ نیک لوگوں کے ساتھ یعنی ان کی فرمانبرداری کرتے ہوئے موت آنے کی دعا کرو۔ آدمی کو چاہیے کہ زندگی میں نیک لوگوں کے ساتھ رہے اور انہی کے گروہ میں موت ملنے کی دعا کرے تاکہ ان کے صدقے جنت کی اعلیٰ ترین نعمتیں نصیب ہوں، نیز موت کے بعد نیک لوگوں کے قرب میں دفن ہونے کی وصیت کرے۔ (2) "رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا" سے لے کر "اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ" تک بہت پیاری دعا ہے۔ اسے اپنے معمولات میں شامل کر لینا چاہیے۔

آیت 195 ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں وہ عطا کر دیا جو انہوں نے مانگا تھا اور ان سے فرمایا کہ اے ایمان والو! میں تم میں سے کسی مرد یا عورت کا عمل ضائع نہیں کروں گا بلکہ اس عمل پر ثواب عطا فرماؤں گا۔ تم سب آپس میں ایک ہی

مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ

نکالے گئے اور میری راہ میں انہیں ستایا گیا اور انہوں نے جہاد کیا اور قتل کر دیئے گئے تو میں ضرور ان کے سب گناہ ان سے مٹادوں گا

وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ

اور ضرور انہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (یہ) اللہ کی بارگاہ سے اجر ہے

وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾

اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے ○ اے مخاطب! کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا ہرگز تجھے دھوکا نہ دے ○

مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۟ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ

(یہ تو زندگی گزارنے کا) تھوڑا سا سامان ہے پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہو گا اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ○ لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں

لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ

ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے (یہ) اللہ کی طرف سے مہمان نوازی کا سامان ہے

ہو یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کی اولاد ہی ہو یا یہ معنی ہے کہ اطاعت پر ثواب ملنے اور نافرمانی پر سزا ملنے میں تم سب ایک ہی ہو۔ مزید فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے میرے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت کے لئے اپنے وطنوں سے ہجرت کی اور وہ مشرکوں کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں کے سبب اپنے پسندیدہ گھروں سے نکلنے پر مجبور ہو گئے اور مجھ پر ایمان لانے کی وجہ سے انہیں مشرکوں کی طرف سے ستایا گیا اور انہوں نے میری راہ میں کافروں کے ساتھ جہاد کیا اور شہید کر دیئے گئے تو میں ضرور ان کے سب گناہ ان سے مٹادوں گا اور ضرور انہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ان کے لئے اجر ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔ اہم بات: سابقہ آیات میں جو دعا گزری اس میں پانچ بار "رَبَّنَا" آیا ہے اور یہاں دعا قبول ہونے کا بیان ہے، اس لئے علماء نے فرمایا ہے کہ اگر دعا میں پانچ مرتبہ "یَا رَبَّنَا" کہہ دیا جائے تو قبولیت کی امید ہے۔

آیت 196،197 شانِ نزول: مسلمانوں کی ایک جماعت نے کہا: اللہ تعالیٰ کے دشمن کفار و مشرکین تو آرام میں جبکہ ہم تنگی و مشقت میں ہیں۔ اس پر فرمایا گیا کہ اے مخاطب! کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا، ان کا وسیع مال و دولت اور سکون و راحت کے دنیوی اسباب ہرگز تجھے دھوکا نہ دیں۔ ان کا یہ عیش و آرام دنیوی زندگی گزارنے کا تھوڑا سا سامان ہے، اس کی ان نعمتوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہے ہی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے تیار کر رکھی ہیں، پھر ان کفار کا انجام بہت برا ہے کہ تھوڑے سے سامان کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن ان کا ٹھکانہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم ہو گا اور وہ کافروں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

آیت 198 ارشاد فرمایا کہ البتہ وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اس کے حکم و ممانعت کی خلاف ورزی نہیں کرتے، ان کے

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ

اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیکوں کے لئے بہترین چیز ہے ○ اور بیشک کچھ اہل کتاب ایسے ہیں جو اللہ پر اور جو تمہاری طرف

اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

نازل کیا گیا اس پر اور جو ان کی طرف نازل کیا گیا اس پر اس حال میں ایمان لاتے ہیں کہ ان کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں وہ اللہ کی آیات

ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

کے بدلے ذلیل قیمت نہیں لیتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے ○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ ع ۲۰

اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور اسلامی سرحد کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ تم کامیاب ہو جاؤ ○

لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی مہمان نوازی کا سامان ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس دائمی و کثیر سامان ہے وہ نیکوں کے لئے اس فانی و قلیل سامان سے بہتر ہے جس میں کفار کو تصرف کا اختیار دیا گیا ہے۔

آیت 199 شانِ نزول: جب شاہِ حبشہ حضرت اصحمہ نجاشی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے اصحاب کو لے کر جنت البقیع میں تشریف لائے۔ یہاں سرزمین حبشہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے کی گئی اور حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا جنازہ سامنے ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان پر چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے استغفار فرمایا۔ منافقین نے اعتراض کیا کہ دیکھو! حبشہ کے نصرانی پر نماز پڑھتے ہیں جس کو آپ نے نہ کبھی دیکھا اور نہ وہ آپ کے دین پر تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کی شان میں فرمایا گیا کہ منافق جنہیں عیسائی کہہ رہے ہیں وہ حقیقت میں مسلمان ہیں کیونکہ کچھ اہلِ کتاب ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ، پچھلی کتابوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آپ پر نازل ہونے والے قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی حالت یہ ہے کہ ان کے دل عاجزی وانکساری اور تواضع واخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ وہ یہودی سرداروں کی طرح اللہ تعالیٰ کی آیتیں بیچ کر ذلیل قیمت نہیں لیتے بلکہ سچے دل سے ایمان رکھتے ہیں تو ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اجر وثواب کا خزانہ ہے اور اللہ تعالیٰ جلد حساب کرنے والا ہے۔

آیت 200 ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! نیکیاں کرنے، گناہوں سے بچنے کی مشقت، دنیوی مصیبتوں اور آفتوں پر صبر کرو اور جنگ کی سختیوں کے موقع پر صبر کرنے میں کفار پر غالب رہو، صبر واستقامت میں ان سے کم تر ثابت نہ ہونا اور اسلامی سرحد پر اپنے جسموں اور گھوڑوں کو کفار سے جہاد کے لئے تیار رکھو، یا "رَابِطُوْا" کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر کمربستہ رہو اور تمام احوال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ تم جہنم سے نجات پاکر جنت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ۔

آیاتہا ۱۷۶ ۴ سُوْرَۃُ النِّسَآءِ مدنیۃ ۹۲ رکوعاتہا ۲۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا پیدا کیا

وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَالۡاَرۡحَامَ ؕ

اور ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتوں (کو توڑنے سے بچو)۔

سورۂ نساء کا تعارف سورۂ نساء مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ عربی میں عورتوں کو "نساء" کہتے ہیں اور اس سورت میں بہ کثرت عورتوں سے متعلق احکام بیان ہوئے ہیں، اس لئے اس کا نام "سورۂ نساء" ہے۔ **فضیلت:** حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سورۂ بقرہ، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ، سورۂ حج اور سورۂ نور سیکھو کیونکہ ان سورتوں میں فرض علوم بیان کئے گئے ہیں۔ (مستدرک، حدیث: 3545) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں یتیم بچوں اور عورتوں کے حقوق، مہر سے متعلق چند مسائل، مالِ وراثت میں عورتوں کے حصوں کا تقرر، جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان کا بیان، والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، پڑوسیوں، مسافروں اور لونڈی غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم، کبیرہ گناہوں سے بچنے کی فضیلت، جہاد، قتل اور ہجرت کے احکام، نمازِ خوف کا طریقہ، اخلاقی و ملکی معاملات کے اصول، منافقوں، عیسائیوں اور یہودیوں کے خطرات سے مسلمانوں کو آگاہی وغیرہ کا ذکر ہے۔

آیت 1 یہاں تمام انسانوں سے خطاب ہے اور انہیں تقویٰ کا حکم دیا جا رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کے وجود سے ان کا جوڑا یعنی حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا کیا اور انہی دونوں حضرات سے زمین میں نسل در نسل کثرت سے مرد و عورت کا سلسلہ جاری کیا اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو یعنی کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھے یہ دو، وہ دو۔ نیز رشتے داری توڑنے سے بچو اور اس معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم سے صادر ہونے والے تمام اقوال و افعال اور دلوں میں موجود خیالات تک جانتا ہے اور وہ تمہیں ان کے مطابق جزا عطا فرمائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) کافروں کے لئے تقویٰ یہ ہے کہ وہ ایمان لائیں اور اعمالِ صالحہ کریں اور مسلمانوں کے لئے تقویٰ یہ ہے کہ ایمان پر ثابت قدم رہیں، گناہوں سے بچیں اور اچھے کام کریں۔ (2) انسانوں کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ اسی لئے آپ علیہ السلام کو ابو البشر یعنی انسانوں کا باپ کہتے ہیں۔ **درس:** قرآن و حدیث میں رشتہ داری توڑنے کی شدید مذمت اور رشتے داروں سے تعلق رکھنے کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝١ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ

بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے O اور یتیموں کو ان کے مال دیدو اور پاکیزہ مال کے بدلے

بِالطَّيِّبِ ۠ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝٢

مال نہ لو اور ان کے مالوں کو اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھا جاؤ بیشک یہ بڑا گناہ ہے

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ

اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں، دو دو اور تین تین اور

وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ

چار چار پھر اگر تمہیں اس بات کا ڈر ہو کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے تو صرف ایک (سے نکاح کرو) یا لونڈیوں (پر گزارا کرو) جن کے تم مالک ہو

آیت 2 شانِ نزول: ایک شخص کی نگرانی میں اس کے یتیم بھتیجے کا بہت زیادہ مال تھا۔ جب یتیم بالغ ہوا اور اپنا مال طلب کیا تو اس نے دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: جب یتیم اپنا مال طلب کریں تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو جبکہ دیگر شرعی تقاضے پورا کر لئے ہوں اور اپنے حلال مال کے بدلے یتیم کا مال نہ لو جو تمہارے لئے حرام ہے، اس کی ایک صورت یہ ہے کہ اپنا گھٹیا مال یتیم کو دے کر اس کا عمدہ مال لے لو۔ تمہارا گھٹیا مال تمہارے لئے عمدہ ہے کیونکہ یہ تمہارے لئے حلال ہے اور یتیم کا مال تمہارے لئے گھٹیا اور خبیث ہے کیونکہ وہ تمہارے لئے حرام ہے نیز یتیموں کا مال اپنے مالوں میں ملا کر ہڑپ نہ کر جاؤ، بیشک یہ گناہ ہے لہٰذا اس سے بچو۔ اہم باتیں: (1) یتیم اس نابالغ لڑکے یا لڑکی کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو جائے۔ (2) یتیم کو تحفہ دے سکتے ہیں مگر اس کا تحفہ لے نہیں سکتے۔ (3) کوئی شخص فوت ہوا اور اس کے ورثا میں یتیم بچے بھی ہیں تو ختم، چالیسویں، نیاز، فاتحہ میں یتیم کا حصہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔

آیت 3 اس آیت کے معنی میں چند اقوال ہیں: (1) پہلے زمانہ میں اہلِ مدینہ اپنے زیرِ سرپرستی یتیم لڑکیوں سے ان کے مال کی وجہ سے نکاح کر لیتے لیکن ان کے حقوق پورے نہ کرتے اور مال کے وارث بننے کے لئے ان کی موت کے منتظر رہتے، اس آیت میں انہیں اس حرکت سے روکا گیا۔ (2) لوگ یتیموں کی سرپرستی کرنے سے گھبراتے تھے لیکن زنا کی پروا نہ کرتے، انہیں بتایا گیا کہ اگر تم ناانصافی کے ڈر سے یتیموں کی سرپرستی سے گریز کرتے ہو تو زنا سے بھی خوف کرو اور اس سے بچنے کے لئے جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں ان سے نکاح کرو اور حرام کے قریب مت جاؤ۔ (3) لوگ یتیموں کی سرپرستی میں تو ناانصافی کرنے سے ڈرتے تھے لیکن کثرت سے نکاح کرنے میں کچھ خطرہ محسوس نہ کرتے، انہیں بتایا گیا کہ جب زیادہ عورتیں نکاح میں ہوں تو ان کے حق میں ناانصافی سے بھی ڈرو جیسے یتیموں کے حق میں ناانصافی سے ڈرتے ہو اور اتنی ہی عورتوں سے نکاح کرو جن کے حقوق ادا کر سکو۔ (4) قریش دس بلکہ اس سے بھی زیادہ عورتیں کرتے اور جب ان کا بوجھ نہ اٹھا سکتے تو اپنی زیرِ سرپرست یتیم لڑکیوں کے مال خرچ کر

اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴿۳﴾ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ

اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔ اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ خوش دلی سے مہر میں سے تمہیں کچھ

نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــٴًـا مَّرِیْٓــٴًـا ﴿۴﴾ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ

دے دیں تو اسے پاکیزہ، خوشگوار (سمجھ کر) کھاؤ۔ اور کم عقلوں کو ان کے وہ مال نہ دو جسے اللہ نے تمہارے لئے

ڈالتے۔ انہیں فرمایا گیا کہ اپنی مالی پوزیشن دیکھ لو اور چار سے زیادہ نکاح نہ کرو تاکہ تمہیں یتیموں کا مال خرچ کرنے کی حاجت پیش نہ آئے۔ اس کے ساتھ مزید فرمایا کہ اگر تمہیں اس بات کا ڈر ہو کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی صورت میں سب کے درمیان عدل نہیں کر سکو گے تو صرف ایک سے شادی کر و یا ان لونڈیوں پر گزارا کرو جن کے تم مالک ہو کیونکہ ان کے وہ حقوق نہیں ہیں جو بیویوں کے ہیں۔ یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔ اہم باتیں: (1) مرد کے لئے ایک وقت میں چار عورتوں تک سے نکاح جائز ہے۔ (2) ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان عدل کرنا فرض ہے۔ اس میں نئی، پرانی، کنواری، دوسرے کی مطلقہ یا بیوہ سب برابر ہیں۔ یہ عدل لباس، کھانے پینے، رہنے کی جگہ اور رات کو ساتھ رہنے میں ہے۔ ان امور میں سب کے ساتھ یکساں سلوک ہو۔ (3) اگر کوئی چار میں عدل نہیں کر سکتا لیکن تین میں کر سکتا ہے تو تین شادیاں کر سکتا ہے اور یہی معاملہ تین، دو میں ہے۔

آیت 4 اس آیت میں شوہروں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کریں، پھر اگر ان کی بیویاں خوش دلی سے مہر کا کچھ حصہ انہیں تحفے کے طور پر دے دیں تو وہ اسے پاکیزہ اور خوشگوار سمجھ کر کھائیں، اس میں ان کا کوئی دنیوی یا اخروی نقصان نہیں ہے۔ اہم باتیں: (1) مہر کی مستحق عورت ہے، اس کا سرپرست نہیں، لہٰذا اگر سرپرست نے مہر وصول کر لیا ہو تو اس پر لازم ہے کہ عورت تک پہنچا دے۔ (2) مہر بوجھ سمجھ کر نہیں بلکہ عورت کا شرعی حق سمجھ کر اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کی نیت سے خوشی خوشی دینا چاہئے۔ (3) عورت سے زبردستی مہر واپس لینا جائز نہیں البتہ اگر عورت اپنی خوشی سے پورا یا کچھ مہر دیدے تو وہ حلال ہے۔ ہمارے ہاں لوگ عورت کو مہر واپس دینے یا معاف کرنے کا مطالبہ تو نہیں کرتے لیکن حیلے بہانے، غصہ، ناراضگی، منہ بگاڑ کر مختلف طریقوں سے عورت کو اس پر مجبور کر دیتے ہیں، یہ بھی ممنوع ہے۔

آیت 5 یہاں سرپرستوں سے فرمایا ہے کہ جن بچوں کی پرورش تمہارے ذمہ اور اُن کا مال تمہارے پاس ہے اور ابھی وہ بچے اتنی سمجھ نہیں رکھتے کہ مال کا مصرف پہچانیں، اگر ان کا مال ان پر چھوڑ دیا جائے تو وہ اسے جلد ضائع کر دیں گے، تو جب تک انہیں مال کی اچھی طرح سمجھ بوجھ حاصل نہ ہو جائے تب تک ان کے مال ان کے حوالے نہ کرو بلکہ ان کی ضروریات جیسے کھانے پینے اور پہننے کے اخراجات ان کے مال سے پورے کرتے رہو اور ان سے اچھی بات کہتے رہو جس سے ان کے دل کو تسلی رہے مثلاً ان سے کہو کہ بھائی! مال تمہارا ہی ہے، جب تم ہوشیار، سمجھ دار ہو جاؤ گے تو یہ تمہارے حوالے کر دیا جائے گا۔ اہم بات: اچھی بات کہنے کا معنی یہاں مفسرین نے وہ لیا ہے جو اوپر بیان ہوا البتہ مطلقاً اچھی بات میں یہ بھی داخل ہے کہ انہیں آدابِ زندگی یعنی کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، بات چیت کرنے وغیرہ کے آداب سکھاؤ اور سب کاموں میں ان کی تربیت کرو۔

قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى

گزر بسر کا ذریعہ بنایا ہے اور انہیں اس مال میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو ○ اور یتیموں (کی سمجھداری) کو آزماتے رہو

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ

یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھداری دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو

وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ

اور ان کے مال فضول خرچی سے اور (اس ڈر سے) جلدی جلدی نہ کھاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے اور جسے حاجت نہ ہو

وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ

تو وہ بچے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھا سکتا ہے پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کرو

فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ

تو ان پر گواہ کرلو اور حساب لینے کے لئے اللہ کافی ہے ○ مردوں کے لئے اس (مال) میں سے (وراثت کا) حصہ ہے جو ماں باپ

وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ

اور رشتے دار چھوڑ گئے اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ گئے، مال وراثت تھوڑا

آیت 6 اس آیت میں یتیموں سے متعلق 4 بہت واضح احکام دیئے گئے ہیں۔(1) جن یتیموں کا مال تمہارے پاس ہو ان کی سمجھداری آزماتے رہو جس کی ایک صورت یہ ہے کہ ان کا مال دے کر وقتاً فوقتاً انہیں دیکھو کہ کیسے خرچ کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں یعنی بالغ ہو جائیں تو اگر تم ان میں سمجھداری کے آثار دیکھو کہ وہ مالی معاملات اچھے طریقے سے کر لیتے ہیں تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔(2) ان کے مال فضول خرچی سے استعمال نہ کرو اور اس ڈر سے جلدی جلدی نہ کھاؤ کہ جب وہ بڑے ہو جائیں گے تو سب واپس کرنا پڑے گا، اس ڈر سے زیادہ زیادہ کھا جانا حرام ہے۔(3) یتیم کا سرپرست اگر خود مالدار ہو اور اسے یتیم کا مال استعمال کرنے کی حاجت نہ ہو تو وہ اس کا مال استعمال کرنے سے بچے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھا سکتا ہے یعنی جتنی معمولی سی ضرورت ہو اور اس میں بھی کوشش کرے کہ کم سے کم کھائے۔(4) جب تم یتیموں کے مال ان کے حوالے کرنے لگو تو اس پر گواہ بنا لو تاکہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ ہو اور حساب لینے کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

آیت 7 زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو وراثت میں سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا، ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا: مردوں اور عورتوں دونوں کا ان کے والدین اور رشتے داروں کی وراثت میں حصہ ہے، چاہے مال کم ہو یا زیادہ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مقرر حصہ بنایا ہے۔ اہم بات: بیٹا بیٹی دونوں میراث کے حق دار ہیں، بیٹیوں کو میراث سے محروم رکھنا صریح ظلم اور قرآن کے خلاف ہے۔ عورتوں

اَوْ كَثُرَ ۭ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ

یا زیادہ۔ (اللہ نے یہ) مقرر حصہ (بنایا ہے۔)○ اور جب تقسیم کرتے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آجائیں

فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا

تو اس مال میں سے انہیں بھی کچھ دیدو اور ان سے اچھی بات کہو○ اور وہ لوگ ڈریں جو اگر اپنے پیچھے

مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۠ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝

کمزور اولاد چھوڑتے تو ان کے بارے میں کیسے اندیشوں کا شکار ہوتے تو انہیں چاہئے کہ اللہ سے ڈریں اور درست بات کہیں○

پر ہونے والے اس قسم کے مظالم سے اسلام نے انہیں نجات عطا فرمائی۔ وراثت کے حصے کی مقدار آیت نمبر 11 میں ہے۔

آیت 8 ﴾ یہاں محتاجوں اور ان رشتے داروں کے متعلق فرمایا جارہا ہے جن کا وراثت میں حصہ نہیں کہ وراثت تقسیم کرنے سے پہلے مال میں سے کچھ ان افراد کو بھی دیدیا کرو اور ان سے اچھی بات کہو جیسے یہ کہ یہ مال تو شرعی طور پر تو صرف وارثوں کا حصہ ہے لیکن تمہیں ویسے ہی تھوڑا سا دیا گیا ہے یونہی ان کے لئے دعا کر دی جائے۔ **اہم بات:** اس آیت میں غیر وارثوں کو وراثت کے مال میں سے کچھ دینے کا حکم مستحب ہے۔ اس پر عمل کی ایک صورت یہ ہے کہ بعض اوقات کوئی بیٹا یتیم بچے چھوڑ کر فوت ہو جاتا ہے اور اس کے بعد باپ کا انتقال ہوتا ہے تو وہ یتیم بچے چونکہ پوتے بنتے ہیں اور چچا یعنی فوت ہونے والے کا دوسرا بیٹا موجود ہونے کی وجہ سے یہ پوتے دادا کی میراث سے محروم ہوتے ہیں تو دادا کو چاہئے کہ ایسے پوتوں کو وصیت کر کے مال کا مستحق بنادے اور اگر دادا نے ایسا نہ کیا ہو تو وارثوں کو چاہئے کہ اوپر والے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنے حصہ میں سے انہیں کچھ دے دیں البتہ نابالغ اور غیر موجود وارث کے حصہ میں سے دینے کی اجازت نہیں۔

آیت 9 ﴾ یتیموں کے سرپرستوں سے فرمایا جارہا ہے کہ وہ یتیموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور یہ سمجھ کر ان کی پرورش کریں کہ اگر ہمارے بچے یتیم رہ جائیں اور کوئی دوسرا ان کی پرورش کرے تو وہ کیسی پرورش چاہتے ہیں؟ تو ایسی ہی پرورش وہ دوسرے کے یتیموں کی کریں۔ ان سرپرستوں کو چاہئے کہ وہ یتیموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ان سے اچھی اور صحیح بات کہیں مثلاً یہ کہ تم فکر نہ کرو ہم بھی تمہارے باپ جیسے ہیں، تمہیں پریشانی نہیں آنے دیں گے۔ **اہم بات:** ہمیشہ دوسرے کے ساتھ وہ معاملہ کرنا چاہئے جو اپنے ساتھ پسند ہے۔ حدیث مبارک میں ہے کہ تم میں کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری، حدیث: 13)

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا

بیشک وہ لوگ جو ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں

وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ﴿۱۰﴾ یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ

اور عنقریب یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے ○ اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے، بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے

فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ

پھر اگر صرف لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کے لئے ترکے کا دو تہائی حصہ ہوگا اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا حصہ ہے

وَ لِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ

اور اگر میت کی اولاد ہو تو میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے ترکے سے چھٹا حصہ ہوگا پھر اگر میت کی اولاد نہ ہو

یَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ

اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کے لئے تہائی حصہ ہے پھر اگر اس (میت) کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہوگا، (یہ سب احکام) اس وصیت

مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ

(کو پورا کرنے) کے بعد (ہوں گے) جو وہ (فوت ہونے والا) کر گیا اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے۔) تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تمہیں

آیت 10 یتیموں کا مال ناحق کھانے سے منع کرنے کے بعد اب اس کی سخت وعید بیان کی جا رہی ہے کہ جو لوگ ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں یعنی یتیموں کا مال ناحق کھانا گویا آگ کھانا ہے کیونکہ یہ مال کھانا جہنم کی آگ میں جانے کا سبب ہے اور عنقریب یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔ اہم باتیں: (1) یتیم کا مال ناحق کھانا کبیرہ گناہ و سخت حرام ہے۔ (2) بعض لوگ لاعلمی کی وجہ سے بھی مالِ یتیم کھا جاتے ہیں مثلاً جب میت کے ورثا میں کوئی یتیم ہو تو اس کے مال سے یا اس کے مال سمیت مشترک مال سے فاتحہ وغیرہ کا کھانا حرام ہوتا ہے کہ اس میں یتیم کا حق شامل ہے۔

آیت 11 اس آیت میں وارثوں کے حصوں کی مقدار بیان کرتے ہوئے چند باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں: (1) اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ (2) اگر اولاد میں صرف لڑکیاں ہوں اور وہ دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لئے چھوڑے ہوئے مال کا دو تہائی (2/3) اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا (1/2) حصہ ہے۔ (3) اگر میت کی اولاد ہو تو میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا (1/6) حصہ اور اگر اولاد نہ ہو اور ماں باپ زندہ ہوں تو ماں کے لیے ایک تہائی (1/3) حصہ ہے۔ (4) اگر اس میت کے کئی بھائی بہن ہوں (خواہ سگے ہوں یا ماں، یا باپ کی طرف سے) تو ماں کا چھٹا (1/6) حصہ ہے۔ (5) یہ سب احکام قرض کی ادائیگی اور اس وصیت کو پورا کرنے کے بعد ہوں گے جو فوت ہونے والا کر گیا

أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١١﴾

معلوم نہیں کہ ان میں کون تمہیں زیادہ نفع دے گا، (یہ) اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حصہ ہے۔ بیشک اللہ بڑے علم والا، حکمت والا ہے۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ

اور تمہاری بیویاں جو (مال) چھوڑ جائیں اگر ان کی اولاد نہ ہو تو اس میں سے تمہارے لئے آدھا حصہ ہے، پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ

فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ

میں سے تمہارے لئے چوتھائی حصہ ہے۔ (یہ حصے) اس وصیت کے بعد (ہوں گے) جو انہوں نے کی ہو اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے) اور اگر

مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم

تمہارے اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ میں سے عورتوں کے لئے چوتھائی حصہ ہے، پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں

مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً

حصہ ہے (یہ حصے) اس وصیت کے بعد (ہوں گے) جو وصیت تم کر جاؤ اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے۔) اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم

أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ

کیا جاتا ہو جس نے ماں باپ اور اولاد (میں سے) کوئی نہ چھوڑا اور (صرف) ماں کی طرف سے اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہوگا

فَإِن كَانُوا أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا

پھر اگر وہ (ماں کی طرف والے) بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہوں گے (یہ دونوں صورتیں بھی) میت کی اس وصیت اور قرض (کی

ہے۔ (6) تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے وارثوں میں کون تمہیں دنیا و آخرت میں زیادہ نفع دے گا۔ اسے جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اسی لیے اس نے تم پر میراث کے حصے مقرر فرما دیئے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑے علم والا، حکمت والا ہے۔

آیت 12 ﴾ اس آیت میں وراثت کے مزید احکام بیان کیے گئے ہیں: (1) تمہاری فوت ہونے والی بیویاں جو مال چھوڑ جائیں اور ان کی اولاد نہ ہو تو تمہارے (یعنی شوہروں) کے لیے اس مال کا آدھا (1/2) حصہ ہے اور اگر ان کی اولاد ہو تو تمہارے لیے چوتھائی (1/4) حصہ ہے۔ یہ حصے قرض کی ادائیگی اور ان کی وصیت پوری کرنے کے بعد ہوں گے۔ (2) (تمہارے فوت ہونے کی صورت میں) بیویوں کے لیے تمہارے ترکے کا چوتھائی (1/4) حصہ ہے جبکہ تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر اولاد ہو تو بیویوں کا آٹھواں (1/8) حصہ ہے۔ یہ حصے بھی قرض کی ادائیگی اور وصیت پوری کرنے کے بعد ہوں گے۔ (3) اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کیا جاتا ہو جس نے ماں باپ اور اولاد میں سے کوئی نہ چھوڑا اور صرف ماں کی طرف سے اس کا ایک بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا (1/6) حصہ ہوگا اور اگر یہ ماں کی طرف والے بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی (1/3) حصے میں شریک ہوں گے اور یہ دونوں صورتیں بھی قرض

أَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝ تِلْكَ

ادائیگی) کے بعد ہوں گی جس (وصیت) میں اس نے (ورثا کو) نقصان نہ پہنچایا ہو۔ یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ بڑے علم والا بڑے حلم والا ہے۔

حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرے تو اللہ اسے جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں،

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝١٣ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ

ہمیشہ ان میں رہیں گے، اور یہی بڑی کامیابی ہے ۝ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی (تمام) حدوں سے گزر جائے

يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝١٤ ع وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ

تو اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں (وہ) ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے ۝ اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں

فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى

ان پر اپنوں میں سے چار مردوں کی گواہی لو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند کردو یہاں تک کہ

کی ادائیگی اور میت کی وصیت کے بعد ہوں گی جس میں اس نے ورثا کو نقصان نہ پہنچایا ہو (جس کی صورت یہ ہے کہ تہائی (1/3) سے زیادہ کی یا وارث کے لئے وصیت کرجائے۔) (4) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والا، بڑے حلم والا ہے۔

اہم باتیں: (1) احکامِ وراثت میں بہت تفصیل ہے، بیان کردہ حصوں کے ساتھ بہت سے اصول و قواعد ملا کر میراث کا مسئلہ حل کیا جاتا ہے، لہٰذا عام مسلمانوں کو چاہئے کہ وراثت کا مسئلہ از خود حل کرنے کی بجائے کسی علمِ میراث کے ماہر عالم سے حل کروا کر اس پر عمل کریں۔ (2) ان آیات میں تمام ورثا کے حالات بیان نہیں کئے گئے، لہٰذا تفصیل کے لئے میراث کی کتابوں کا مطالعہ یا علماء کی طرف رجوع کریں۔

آیت 13، 14 ان دو آیات میں فرمایا کہ یتیم، وصیت اور وراثت کے مذکورہ احکام اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں جو اس نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کی ہیں تاکہ وہ ان پر عمل کریں اور ان سے تجاوز نہ کریں تو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نافرمانی کرے اور اس کی تمام حدوں سے گزر جائے تو اللہ تعالیٰ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔ **اہم بات:** کسی بھی حدِ شرعی کو توڑنا حرام جبکہ تمام حدود کو توڑنے والا کافر ہے یعنی جو ایمان کی حد بھی توڑ دے۔ **درس:** بیٹیوں، بہنوں وغیرہا کو وراثت سے محروم کرنا حرام ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: جو اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جنت میں اس کے حصے سے محروم کر دے گا۔ (ابن ماجہ، حدیث: 2703)

آیت 15 ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! تمہاری جو عورتیں زنا کر بیٹھیں تو ان پر زنا کے ثبوت کے لئے چار مسلمان مردوں کا گواہ ہونا

يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿۱۵﴾ وَ الَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا

موت ان (کی زندگی) کو پورا کردے یا اللہ ان کے لئے کوئی راستہ بنادے ○ اور تم میں جو مرد و عورت ایسا کام کریں ان کو تکلیف پہنچاؤ

فَاِنْ تَابَا وَ اَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ

پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو۔ بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے ○ وہ توبہ جس کا قبول کرنا

عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ

اللہ نے اپنے فضل سے لازم کرلیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی دیر میں توبہ کرلیں ایسوں پر

ضروری ہے جو ان کے زنا کرنے کی گواہی دیں۔ ایک قول کے مطابق یہاں حکام سے خطاب ہے کہ وہ چار مردوں سے گواہی لیں، پھر اگر وہ ان کے زنا کرنے کی گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند کر دو یہاں تک کہ موت ان کی زندگی پوری کردے یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے اس قید و بند کی صعوبت سے نکلنے کا کوئی راستہ بنادے۔ **اہم باتیں:** (1) گواہی سے زنا کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ گواہ چار، عاقل، بالغ، مسلمان مرد، نیک و متقی ہوں، سب نے ایک وقت معین میں زنا کا یوں مشاہدہ کیا ہو جیسے سرمہ دانی میں سلائی، نیز چاروں حلف شرعی کے ساتھ گواہی دیں۔ اگر ان میں سے ایک بات بھی کم ہوئی تو گواہی سے زنا ثابت نہ ہوگا اور گواہی دینے والے شرعاً 80،80 کوڑوں کے مستحق ہوں گے۔ (2) زانیہ عورت کو موت تک گھر میں قید رکھنے کا حکم کوڑوں اور رجم کی سزا مقرر ہونے سے پہلے کا ہے، جب یہ سزا مقرر ہوئی تو قید کا یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

آیت 16 بے حیائی کا ارتکاب کرنے والوں کے متعلق سزا کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میں سے جو مرد و عورت بے حیائی کا ارتکاب کریں انہیں جھڑک کر، شرم دلا کر، جوتیاں وغیرہ مار کر زبانی اور بدنی دونوں طرح سے ایذا دو، پھر اگر وہ پچھلے گناہوں پر نادم ہو کر سچی توبہ اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کر لیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو۔ بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی توبہ بہت قبول کرنے والا، مہربان ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہ آیت بھی حدِ زنا کی آیت سے منسوخ ہے کیونکہ زنا کی سزا پہلے "ایذا دینا" مقرر ہوئی پھر قید کرنا پھر کوڑے مارنا یا سنگسار کرنا۔ بعض علما کے نزدیک پچھلی آیت میں فاحشہ سے مراد مساحقت (یعنی عورت کا عورت سے جنسی تسکین لینا) ہے اور اس آیت میں مراد مرد کا مرد سے لواطت کرنا ہے۔ اس صورت میں یہ آیت منسوخ نہیں۔ (2) لواطت اور مساحقت میں حد (معین سزا) نہیں بلکہ تعزیر ہے یعنی قاضی اپنی صوابدید کے مطابق جو چاہے سزا دے سکتا ہے۔ (3) تعزیر کا مستحق مجرم تعزیر سے پہلے سچی توبہ کرلے تو اس پر تعزیر لگانا ضروری نہیں۔ (4) توبہ کے معنی ہیں: رجوع کرنا، لوٹنا۔ اگر یہ بندے کی صفت ہو تو معنی ہوں گے: گناہ یا ارادۂ گناہ سے رجوع کرنا اور اگر رب تعالیٰ کی صفت ہو تو معنی ہوں گے: بندے کی توبہ قبول فرمانا یا اپنی رحمت کو بندے کی طرف متوجہ کرنا۔

آیت 17 پچھلی آیت میں توبہ قبول کرنے کا جو وعدہ گزرا یہاں اس کی وضاحت کی جارہی ہے کہ وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے لازم کرلیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی دیر میں یعنی موت کے وقت غیب کا معاملہ ظاہر

يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے○ اور ان لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہوں

السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ

لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہنے لگے اب میں نے توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی (کوئی توبہ)

يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جو کفر کی حالت میں مریں۔ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے○ اے ایمان والو! تمہارے لئے

لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ

حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور عورتوں کو اس نیت سے روکو نہیں کہ جو مہر تم نے انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو

ہونے سے پہلے توبہ کر لیں، ایسوں پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو جاننے والا اور اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔ اہم بات: اسلام میں توبہ کا قانون عین حکمت پر مبنی ہے۔ جن دینوں میں توبہ نہیں ان کے ماننے والے گناہ پر زیادہ دلیر ہوتے ہیں کیونکہ مایوسی جرم پر دلیر کر دیتی اور معافی کی امید توبہ پر ابھارتی ہے۔

آیت 18 یہاں ان لوگوں کے بارے میں بتایا جا رہا ہے جن کی توبہ قبول نہیں چنانچہ فرمایا گیا کہ جو لوگ کفر کے علاوہ دیگر گناہوں میں ملوث رہے، وہ موت کے وقت غیب کا مشاہدہ کر لینے اور روح حلق تک آ پہنچنے کے بعد توبہ کریں تو ان کی توبہ مقبول نہیں اور نہ ہی ان لوگوں کی توبہ قبول ہے جو حالت کفر میں مر جائیں۔ ایک قول کے مطابق آیت میں سیئات سے مراد کفر ہے، اس صورت میں معنی یہ ہو گا کہ وہ کفار جو غیب کا مشاہدہ کرنے کے بعد کفر سے توبہ کر کے ایمان لائیں ان کی یہ توبہ اور ایمان لانا قبول نہیں یونہی جو لوگ حالت کفر میں مر گئے یعنی بوقتِ موت بھی کفر سے توبہ نہ کی تو وہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی سزا پائیں گے۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اہم بات: مسلمانوں کی ناقص توبہ مقبول نہ بھی ہو تب بھی وہ ہمیشہ جہنم میں نہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ چاہے تو آخرت میں بخش دے اور چاہے تو سزا دے لیکن پھر جنت میں جائیں گے البتہ کافر ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ مسئلہ: جو کافر کے لئے اس کے مرنے کے بعد اس کے کفر کا علم ہونے کی صورت میں دعائے مغفرت کرے یا کسی مردہ مرتد کو مغفور کہے وہ خود کافر ہے۔

آیت 19 اسلام سے پہلے اہل عرب مال کی طرح اپنے رشتہ داروں کی بیویوں کے بھی وارث بن جاتے، پھر اگر چاہتے تو مہر کے بغیر انہیں اپنی زوجیت میں رکھتے، یا کسی اور کے ساتھ شادی کر دیتے اور مہر خود لے لیتے، یا انہیں آگے کسی سے شادی نہ کرنے دیتے تاکہ وہ وراثت میں ملا ہوا مال ان لوگوں کو دیدیں تب ان کی جان چھوڑیں، یا اس لئے روک رکھتے کہ ان کے مرنے کے بعد یہ روکنے والے لوگ ان کے وارث بن جائیں۔ الغرض عورتیں ان کے ہاتھوں میں بالکل مجبور، بے بس اور بے اختیار تھیں، اس رسم کو مٹانے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی گئی اور فرمایا گیا: اے ایمان والو! تمہارے لیے حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔ آیت

إِلَّآ أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰٓ

سوائے اس صورت کے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے گزر بسر کرو پھر اگر تمہیں وہ ناپسند ہوں

أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴿١٩﴾ وَإِنْ أَرَدتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ

تو ہوسکتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے ○ اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے

مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَتَأْخُذُونَهُ

دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا تم کوئی جھوٹ باندھ کر

کے اگلے حصے کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت اس شخص کے متعلق ہے جو اپنی بیوی کو ناپسند رکھتے ہوئے اس لئے بد سلوکی کرے کہ وہ پریشان ہو کر مہر واپس یا معاف کر دے۔ ایک قول یہ ہے کہ لوگ عورت کو بار بار طلاق دے کر رجوع کرتے رہتے اس طرح عورت نہ ان کے پاس آرام پا سکتی نہ دوسری جگہ شادی کر سکتی۔ انہیں اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ عورتوں کو اس نیت سے نہ روکو کہ جو مہر تم نے انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو سوائے اس صورت کے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں مثلاً شوہر کی نافرمانی کرے اور بد کلامی کر کے شوہر اور اس کے گھر والوں کو ایذا دے، اگر وہ ایسا کرے تو تم خلع (مال لے کر طلاق دینے) میں معذور ہو۔ مزید فرمایا کہ ان کے ساتھ اچھے طریقے سے گزر بسر کرو پھر اگر بد خلقی یا صورت اچھی نہ ہونے کی وجہ سے تمہیں وہ پسند نہ ہو تو صبر کرو اور طلاق دینے میں جلدی نہ کرو کیونکہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی بیوی سے تمہیں ایسی اولاد دے جو نیک و فرماں بردار ہو، بڑھاپے کی بیکسی میں تمہارا سہارا بنے۔ **اہم بات:** اگر کسی کام یا چیز میں خرابی کی صورت پائی جا رہی ہو تو اس کے اچھے پہلوؤں پر بھی غور کر لینا چاہئے، ہو سکتا ہے کہ اچھے پہلو زیادہ ہوں یا اچھا پہلو زیادہ فائدے مند ہو۔ اس طریقے کو مثبت ذہنی سوچ کہتے ہیں۔ اس سے زندگی کی بہت سی تلخیاں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ **درس:** زمانہ جاہلیت کے بیان کئے گئے حالات پر غور کیجئے، ظلم و ستم کی ایسی کئی صورتیں ہمارے معاشرے میں بھی پائی جاتی ہیں جیسے بیویوں کو مارنا، ان سے جبراً مہر معاف کروانا، بات چیت بند کر دینا، دوسروں کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ کرنا وغیرہ۔ اللہ کرے قرآن کی یہ آیتیں ان لوگوں کو سمجھ آ جائیں اور وہ اپنی بری روش سے باز آ جائیں نیز جو لوگ کہتے ہیں کہ اسلام میں عورتوں پر بہت سختیاں ہیں وہ دیکھیں کہ اسلام میں عورتوں پر سختیاں کی گئی ہیں یا انہیں سختیوں سے نجات دلائی گئی ہے؟

آیت 20 ﴾ اہل عرب میں ایک طریقہ یہ بھی رائج تھا کہ جب کوئی عورت پسند آ جاتی تو اپنی بیوی پر تہمت لگاتے تا کہ وہ پریشان ہو کر جو کچھ لے چکی ہے اسے واپس کر کے طلاق حاصل کر لے، اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اگر تمہارا ارادہ پہلی بیوی کو چھوڑ کر دوسری بیوی کرنے کا ہو تو مہر کی صورت میں جو ڈھیروں مال تم پہلی بیوی کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا تم کوئی بہتان باندھ کر اور کھلا گناہ کر کے ان سے مال مہر واپس لو گے۔ **اہم بات:** زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے اگرچہ بہتر کم مہر ہے یا اتنا جس کی ادائیگی آسان ہو۔

بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ

اور کھلے گناہ کے مرتکب ہو کر وہ لو گے ○ اور تم وہ (مال) کیسے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم (تنہائی میں) ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور

مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ

تم سے مضبوط عہد (بھی) لے چکی ہیں ○ اور اپنے باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو البتہ جو پہلے ہو چکا (وہ معاف ہے)

اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ ع حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ

بیشک یہ بے حیائی اور غضب کا سبب ہے، اور یہ بہت برا راستہ ہے ○ تم پر حرام کر دی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں

وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ

اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ

آیت 21 مہر کی واپسی سے منع کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ تم وہ مال عورتوں سے کیسے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم تنہائی میں ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور وہ تم سے اچھے طریقے سے رکھنے اور اچھے طریقے سے چھوڑنے کا مضبوط عہد بھی لے چکی ہیں۔ میاں بیوی کے درمیان کو مضبوط عہد قرار دیا کیونکہ نکاح کے ذریعے ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا پکا وعدہ کیا جاتا ہے نیز عہد کو آسانی سے توڑا نہیں جاتا۔ یہ الفاظ نکاح کی حکمتوں کی طرف بھی اشارہ ہیں۔ **اہم بات:** خلوتِ صحیحہ ہو جانے سے پورا مہر دینا پڑتا ہے۔ خلوتِ صحیحہ یہ ہے کہ میاں بیوی کسی ایسی جگہ جمع ہو جائیں جہاں ہم بستری کرنے میں کوئی چیز رکاوٹ نہ ہو۔

آیت 22 زمانۂ جاہلیت میں باپ کے انتقال کے بعد بیٹا اپنی سوتیلی ماں (یعنی باپ کی دوسری بیوی) سے شادی کر لیتا تھا، یہاں اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اپنے باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو البتہ زمانۂ جاہلیت میں تم نے جو ایسے نکاح کر لئے اور اب وہ عورتیں بھی مر چکیں اس کا تم پر گناہ نہیں کیونکہ وہ گناہ قانون بننے سے پہلے تھے۔ بیشک ان عورتوں (یعنی اپنی سوتیلی ماؤں) سے نکاح کرنا بے حیائی اور غضب الٰہی کا سبب ہے اور یہ بہت بُرا راستہ ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں آیت میں نکاح سے "عقدِ نکاح" مراد ہو تو معلوم ہوا کہ سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہے اگرچہ باپ نے خلوت سے پہلے طلاق دے دی ہو، اور اگر نکاح سے "صحبت کرنا" مراد ہو تو معلوم ہوا کہ جس عورت سے اپنا باپ صحبت کرے خواہ نکاح کر کے ہو یا زنا کی صورت میں یا لونڈی بنا کر بہر صورت وہ عورت بیٹے پر حرام ہے کیونکہ یہ بیٹے کی ماں کی طرح ہے۔ (2) مجوسی اسلام لایا اور اس کے نکاح میں اپنی ماں یا بہن ہے تو اسے چھوڑ دینا فرض ہے لیکن زمانۂ کفر میں جو نکاح کئے اور ان سے جو اولاد ہو چکی وہ حلالی ہو گی کیونکہ کفار پر اس طرح کے شرعی احکام جاری نہیں۔

آیت 23 اس آیت میں ان عورتوں کا بیان ہے جن سے نکاح کرنا مرد کے لیے حرام ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ تم پر حرام کر دی گئیں تمہاری مائیں اور بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں اور خالائیں، تمہاری بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور رضاعی بہنیں، تمہاری بیویوں کی مائیں، تمہاری بیویوں کی وہ بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں اور یہ ان بیویوں سے

وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ وَ رَبَآىٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ

اور دودھ (کے رشتے) سے تمہاری بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی وہ بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں

مِّنْ نِّسَآىٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ٘-فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ

(جو ان بیویوں سے ہوں) جن سے تم ہم بستری کر چکے ہو پھر اگر تم نے ان (بیویوں) سے ہم بستری نہ کی ہو

فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ٘-وَ حَلَآىٕلُ اَبْنَآىٕكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْۙ-وَ اَنْ تَجْمَعُوْا

تو ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں اور تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں

بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَؕ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًاۙ(۲۳)

اور دو بہنوں کو اکٹھا کرنا (حرام ہے۔) البتہ جو پہلے گزر گیا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○

ہیں جن سے تم ہم بستری کر چکے ہو اور اگر تم نے ان بیویوں سے ہم بستری نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں اور تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں اور دو بہنوں کو اکٹھا کرنا حرام ہے البتہ زمانۂ جاہلیت میں جو تم نے ایسا نکاح کیا اس کا تم پر گناہ نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ **اہم باتیں:** (1) وہ عورتیں جس کی طرف باپ یا ماں کے ذریعے نسب بنتا ہے یعنی دادیاں، نانیاں خواہ قریب کی ہوں یا دور کی سب مائیں ہیں۔ بیٹیوں میں پوتیاں اور نواسیاں داخل ہیں اور بہنوں میں سوتیلی بہنیں بھی شامل۔ یونہی پھوپھی اور خالہ میں ماں باپ کی پھوپھیاں اور خالائیں شامل ہیں اور بھانجیوں اور بھتیجیوں میں ان کی اولاد بھی داخل ہے اور ان سب عورتوں سے نکاح کرنا ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ (2) رضاعی ماں اور بہن کے ساتھ ساتھ رضاعی بھتیجے، بھانجے، خالہ اور ماموں وغیرہ سے بھی نکاح حرام ہے۔ (3) منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز اور رضاعی بیٹے کی بیوی سے حرام ہے کیونکہ یہ نسبی بیٹے کے حکم میں ہے۔ (4) بیٹوں میں پوتے پڑپوتے داخل ہیں لہٰذا ان کی بیویوں سے نکاح حرام ہے۔ (5) دو بہنوں کو اکٹھا کرنا یعنی ایک کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری سے بھی نکاح کر لینا حرام ہے اور حدیث شریف میں عورت کی بھتیجی یا بھانجی کو بھی اس کے ساتھ نکاح میں جمع کرنا حرام فرمایا گیا ہے۔ (بخاری، حدیث: 5109) البتہ یہ آخری والی حرمت ہمیشہ کے لیے نہیں، جب بیوی کا انتقال ہو جائے یا اسے طلاق دیدے تو اس کی بہن، بھتیجی یا بھانجی سے نکاح کر سکتا ہے۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ

اور شوہر والی عورتیں تم پر حرام ہیں سوائے کافروں کی عورتوں کے جو تمہاری ملک میں آجائیں۔ یہ تم پر اللہ کا لکھا ہوا ہے اور ان عورتوں کے سوا

ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ

سب تمہیں حلال ہیں کہ تم انہیں اپنے مالوں کے ذریعے نکاح کرنے کو تلاش کرو نہ کہ زنا کرنے کے لئے تو ان میں سے جن عورتوں سے نکاح

فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ

ان کے مقررہ مہر انہیں دیدو اور مقررہ مہر کے بعد اگر تم آپس میں (کسی مقدار پر) راضی ہو جاؤ تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٢٤﴾ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ

بیشک اللہ علم والا، حکمت والا ہے○ اور تم میں سے جو کوئی اتنی قدرت نہ رکھتا ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرے

آیت 24 ان عورتوں کا بیان جاری ہے جن سے نکاح حرام ہے، چنانچہ فرمایا گیا: جو عورت پہلے ہی کسی کے نکاح میں ہے وہ تم پر حرام ہے البتہ کافروں کی وہ عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں جن کے تم مالک بن جاؤ اور حرام کردہ عورتوں کے علاوہ باقی عورتوں سے نکاح کرنا تمہارے لیے حلال ہے کہ مہر کے بدلے نکاح کرلو، نہ کہ بدکاری کے لئے عورتیں تلاش کرو، تو ان عورتوں میں جن سے تم شرعی نکاح کرکے جماع وغیرہ کا فائدہ حاصل کرنا چاہو تو انہیں ان کے مقرر کردہ مہر ادا کرو اور مقررہ مہر کے بعد اگر تم باہم رضامندی سے مہر میں کمی یا زیادتی کرنا چاہو تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصلحت کا خوب علم رکھنے والا اور انہیں شرعی احکام دینے میں حکمت والا ہے۔ اہم باتیں: (1) شوہر والی عورت دوسرے مرد پر اس وقت تک حرام ہے جب تک پہلے نکاح یا طلاق و وفات کی عدت میں ہے۔ (2) کافرہ عورتوں کا مالک بننے کی صورت یہ ہے کہ وہ میدانِ جنگ سے گرفتار ہوں اور ان کے شوہر دار الحرب میں ہوں، پھر بادشاہِ اسلام یا لشکر کا مجاز امیر یہ عورتیں مجاہدین میں تقسیم کردے تو جو قیدی عورت جس مجاہد کے حصے میں آئے وہ اس کے لئے حلال ہے کیونکہ ملک مختلف ہونے کی وجہ سے ان کا سابقہ نکاح ختم ہو گیا۔ اب اگر وہ عورت حاملہ ہے تو وضع حمل کے بعد ورنہ ایک ماہواری آجانے کے بعد اس سے ہم بستری جائز ہے۔ (3) نکاح سے مقصود محض شہوت پوری کرنا نہیں بلکہ نفس کو حرام سے بچانا، اولاد کا حصول اور نسل کی بقا ہونا چاہئے۔ اس میں زانی کو تنبیہ ہے کیونکہ اس کا مقصود صرف نفسانی خواہش کی تکمیل ہوتا ہے۔ مسائل: (1) مہر کی کم از کم مقدار 10 درہم ہے۔ چاندی میں اس کا وزن 2 تولے 7.5 ماشے ہے، اس کی جو قیمت ہو وہ مہر کی کم از کم مقدار ہے، زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ (2) آیت میں مال کے بدلے نکاح کا فرمایا، معلوم ہوا کہ مہر کا مال ہونا ضروری ہے لہٰذا شوہر کا بیوی کو قرآنِ مجید یا علمِ دین پڑھانا وغیرہ مہر نہیں بن سکتا۔

آیت 25 اس آیت میں نکاح سے متعلق مزید احکام بیان فرمائے گئے جو ترجمے سے واضح ہیں کہ آزاد عورت سے نکاح کی قدرت نہ ہو تو کسی مومنہ کنیز کے ساتھ اس کے مالک کی اجازت سے نکاح کرلے۔ مزید فرمایا کہ تم سب آپس میں ایک جیسے ہو۔ اس کا ایک معنی

مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ

تو ان مسلمان کنیزوں سے نکاح کر لے جو تمہاری ملک ہیں اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ تم سب آپس میں

مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ

ایک جیسے ہو تو ان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کرلو اور اچھے طریقے سے انہیں ان کے مہر دیدو اس حال میں کہ وہ نکاح کرنے والی ہوں،

غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ

نہ زنا کرنے والی اور نہ پوشیدہ آشنا بنانے والی۔ پھر جب ان کا نکاح ہو جائے تو اگر وہ کسی بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر آزاد عورتوں کی نسبت

مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ

آدھی سزا ہے۔ یہ تم میں سے اس شخص کے لئے مناسب ہے جسے بدکاری (میں پڑ جانے) کا اندیشہ ہے اور تمہارا صبر کرنا تمہارے لئے بہتر ہے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ع

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ اللہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے بیان کر دے اور تمہیں تم سے پہلے لوگوں کے طریقے بتا دے

یہ ہے کہ تم سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو، لہٰذا کنیزوں سے نکاح کرنا باعث شرم نہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ تم سب ایمان میں مشترک ہو کہ تمہارا دین اسلام ہے۔ اس لئے جب کنیزوں سے نکاح کی حاجت ہو تو شرماؤ نہیں، ان کا ایمان والا ہونا کافی ہے البتہ کتابیہ باندی سے بھی نکاح جائز ہے۔ نیز زمانہ جاہلیت میں یہ بھی ہوتا تھا کہ باقاعدہ نکاح کے بغیر کوئی شخص اجرت دے کر اعلانیہ عورت کے ساتھ رہتا اور وہ دونوں میاں بیوی والے تمام معاملات کرتے، یونہی مرد و عورت خفیہ آشنائی قائم کر کے بدکاری کرتے۔ اسلام نے دونوں صورتوں کو حرام قرار دے کر فرمایا کہ کنیزوں سے باقاعدہ نکاح کرو نہ یہ کہ وہ علانیہ زنا کرنے والی ہوں یا پوشیدہ آشنا بنانے والی۔ افسوس کہ آج جدید زمانے میں بھی وہ قدیم جہالت موجود ہے۔ بڑے بڑے پیسے والے لوگ طوائفوں یا اداکاراؤں کو بغیر نکاح کے بنگلے، کوٹھیاں دے کر رکھتے اور بدکاری کرتے ہیں جس کی خبریں منظر عام پر آتی رہتی ہیں۔ اہم بات: لونڈی چاہے کنواری ہو یا شادی شدہ، اگر زنا کرے تو اس کی سزا 50 کوڑے ہے، شادی شدہ لونڈی کو آزاد عورت کی طرح رجم نہیں کیا جائے گا کیونکہ رجم کو آدھا کرنا ممکن نہیں۔ مسئلہ: جو شخص آزاد عورت سے نکاح کی قدرت رکھتا ہو اسے بھی مسلمان کنیز سے نکاح جائز ہے البتہ اگر آزاد عورت نکاح میں ہو تو اب باندی سے نکاح نہیں کر سکتا۔

آیت 26 ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے بیان کر دے اور تمہیں تم سے پہلے لوگوں کے طریقے بتا دے۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ عورتوں کے حرام یا حلال ہونے کے معاملے میں تمہیں پہلے کے انبیاء و صالحین کے طریقے بتا دے کیونکہ یہی عورتیں پچھلی شریعتوں میں بھی اسی طرح حرام و حلال تھیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ تمہارے لئے جس کام میں بہتری ہے اللہ تعالیٰ وہ بیان کر دے جیسے پہلے لوگوں سے بیان کیا تھا۔ مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم میں سے جو اپنے گناہوں سے توبہ

وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۟ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ

اور تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے اور اللہ علم و حکمت والا ہے ۝ اور اللہ تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمانا چاہتا ہے اور جو لوگ

يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ

خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بہت دور ہو جاؤ ۝ اللہ چاہتا ہے کہ تم پر آسانی کرے اور

الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ

کمزور بنایا گیا ہے ۝ اے ایمان والو! باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ البتہ یہ (ہو) کہ تمہاری

کرے تو اپنی رحمت سے اس کی توبہ قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے جو شرعی احکام قرآن یا حدیث میں بلا تردید منقول ہوئے وہ ہمارے لئے بھی لائق عمل ہیں اور جس سے ہماری شریعت میں منع کر دیا گیا اس پر ہمیں عمل جائز نہیں۔

آیت 27 کفار و مشرکین نے نفسانی خواہشات کی وجہ سے بہت سی حرام عورتوں سے بھی نکاح حلال قرار دیا ہوا تھا، جیسے مجوسیوں نے سگی بہنوں سے اور مشرکوں نے سوتیلی ماں سے نکاح کو جائز قرار دے رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ تو تم پر اپنی رحمت فرمانا چاہتا ہے جبکہ نفسانی خواہشات کے غلام یہودی، عیسائی اور مشرک چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح گندی خواہشات میں پڑ کر سیدھی راہ سے بہت دور ہو جاؤ۔ اب تو دنیا بھر میں کفار کا معاملہ پہلے سے بھی بدتر ہو چکا ہے کہ تقریباً تمام ممالک نے نکاح تو ایک سے زائد منع کر رکھا ہے لیکن سینکڑوں عورتوں سے بدکاری کی اجازت دے رکھی ہے، بغیر نکاح کے مرد و عورت رہتے اور بچے پیدا کرتے ہیں، یونہی ہم جنس پرستی کو قانوناً جائز قرار دیا ہوا ہے اور چاہتے ہیں کہ اپنی عالمی طاقت کے زور اور حقوقِ انسانی کے بہم پر مسلمانوں میں بھی یہی قانون رائج کر دیں۔

آیت 28 ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ تم پر آسانی کرے، اسی لیے وہ تمہیں نرم احکام دیتا اور مشکل معاملات میں رخصتیں عطا فرماتا ہے جیسے نکاح کے معاملے میں کتنی آسانیاں دی ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت کے ایک پہلو کو بیان فرمایا کہ آدمی کمزور بنایا گیا ہے، اسی لیے وہ نفسانی خواہش کی مخالفت کرنے سے عاجز ہو جاتا اور اس کا مقابلہ کرنے پر کمزور پڑ جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم فرماتے ہوئے انہیں احکامِ شریعت کے مطابق عورتوں سے نفع اٹھانے کی اجازت دی اور صرف ان عورتوں سے منع کیا جن سے نفع اٹھانے میں انفرادی یا معاشرتی طور پر فسادِ عظیم کا خدشہ تھا۔ انسان کی اس کمزوری کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان کی طاقت، بلند ہمتی، قوت ارادی، صبر و استقامت اور تعلیم و ہدایت کی نعمتیں فراہم کی ہیں کہ اگر انسان ان خوبیوں کو اپنائے تو اپنی کمزوری پر غالب آ سکتا ہے۔

آیت 29 نکاح کے ذریعے نفس میں تصرف کی وضاحت کے بعد مال میں تصرف کا شرعی طریقہ بتایا جا رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! باطل یعنی شرعاً حرام طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کا مال حاصل نہ کرو، ہاں باہمی رضامندی کے ساتھ آپس میں

تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ وَمَنْ

باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ بیشک اللہ تم پر مہربان ہے ○ اور جو

يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ

ظلم و زیادتی سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے ○ اگر

تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے دوسرے گناہ بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے ○

خرید و فروخت کرو تو اب ایک دوسرے کا مال لینا تمہارے لیے حلال ہے۔ مزید فرمایا کہ اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ اس کے تین مطلب ہیں، ایک یہ کہ لین دین میں ناجائز طریقے نہ برتو اور جھوٹ دھوکہ وغیرہ نہ دو کہ اس کا نتیجہ لڑائی اور قتل وغارت ہی ہوتا ہے۔ دوسرا معنی یہ کہ کسی کو قتل نہ کرو کہ یہ خود ہی کو قتل کرنا ہے کہ قتل کا قصاص قتل ہے یا قتل کا نتیجہ لڑائی، جنگ اور قتل ہی ہوتا ہے۔ تیسرا معنی کہ خود کشی نہ کرو۔ ان تمام تعلیمات سے بہت واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے اسی لیے اس نے تمہیں ان چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ اہم باتیں: (1) جس طریقے سے بھی مال حاصل کرنا شرعاً حرام ہے جیسے سود، چوری، جوا، جھوٹی قسم، جھوٹی وکالت، خیانت اور غصب وغیرہ وہ سب طریقے باطل ہیں، اگرچہ دنیا کے کچھ قوانین ان کی اجازت دیں جیسے سود کی دنیا بھر میں اجازت ہے لیکن خدا کے ہاں یہ باطل و مردود و حرام ہے۔ (2) حرام کمائی آخرت کی تباہی ہے۔ حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ نے اس جسم پر جنت حرام فرمادی ہے جو حرام غذا سے پلا بڑھا ہو۔ (کنز العمال، حدیث: 9257)

آیت 30 فرمایا کہ جو ظلم و زیادتی کے طور پر حرام کاموں کا ارتکاب اور اپنی یا کسی کی جان لے گا تو عنقریب قیامت کے دن اسے جہنم میں داخل کیا جائے گا جس میں وہ جلتا رہے گا اور یہ سزا دینا خدا کے لئے بہت آسان ہے۔

آیت 31 بعض کبیرہ گناہوں پر وعید سنانے کے بعد اس آیت میں کبیرہ گناہوں سے بچنے پر صغیرہ گناہ بخشنے اور عزت کی جگہ داخل کرنے کا وعدہ ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور دیگر عبادات بجالاتے رہو تو ہم تمہارے دوسرے صغیرہ گناہ اپنے فضل سے معاف فرمادیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ جنت میں داخل کریں گے۔ اہم باتیں: (1) کبیرہ گناہ وہ ہے جس کا مرتکب قرآن وسنت میں بیان کی گئی کسی خاص سخت وعید کا مستحق ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا، جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا، زکوٰۃ ادا نہ کرنا، رمضان کا روزہ چھوڑ دینا، قدرت کے باوجود حج نہ کرنا، شراب بنانا، بیچنا، پینا، ناپ تول میں کمی کرنا اور یتیم کا مال ناحق کھانا وغیرہ۔ (2) کبیرہ گناہ سچی توبہ سے ہی معاف ہوتے ہیں البتہ حج مقبول پر بھی کبیرہ گناہ معاف ہونے کی بشارت ہے۔ (3) گناہوں کی معافی اور جنت میں داخلہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و مرضی پر ہے، وہ جس مسلمان کے چاہے گناہ معاف کردے اور جس کے چاہے نہ کرے، جسے چاہے جنت میں داخل کرے اور جسے چاہے نہ کرے، ہاں اس نے جس عمل پر جو وعدہ فرمایا ہے اسے وہ اپنے فضل و کرم سے پورا فرمائے گا کیونکہ وعدے کی خلاف ورزی اس کی شان کے لائق نہیں۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ

اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ مردوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ

وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ۳۲

اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ بیشک اللہ ہر شے کو جانتا ہے۔

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ

اور ماں باپ اور رشتے دار جو کچھ مال چھوڑیں ہم نے سب کے لئے (اس مال میں) مستحق بنا دیئے ہیں اور جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا

آیت 32 اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے مختلف لوگوں کو مختلف خوبیوں سے نوازا ہے جن میں کچھ تبدیلی نہیں ہو سکتی جیسے رنگ روپ، آواز، قد، مرد و عورت کا فرق وغیرہ اور کچھ چیزیں وہ ہیں جن میں انسانی کوشش سے تبدیلی ہو سکتی ہے جیسے مال، منصب وغیرہ جہاں کوشش کام کر دیتی ہے، حسد تو وہاں بھی نہیں کیا جائے گا لیکن وہاں جائز طریقے سے کوشش کی جا سکتی ہے۔ لیکن جہاں جائز طریقے سے تبدیلی نہیں ہو سکتی جیسے عورت خود کو مرد بنا لے تو ایسی جگہ ایک دوسرے پر نہ تو حسد کیا جائے اور نہ ہی اپنے دل میں فضول آرزوئیں پالی جائیں کہ اس سے احساس کمتری، خدا کے فیصلے پر راضی نہ ہونا اور زندگی تکلیف میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ ان صورتوں میں حل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسے جو فضیلت دی اسے عین حکمت سمجھتے ہوئے بندہ اللہ کی رضا پر راضی رہے۔ مزید فرمایا: مردوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے۔ آیت کے اس حصے کا شانِ نزول یہ ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر ہم بھی مرد ہوتے تو جہاد کرتے اور مردوں کی طرح جان فدا کرنے کا ثواب عظیم پاتے۔ اس پر ان کی تسکین کے لئے فرمایا گیا کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک کو اس کے اپنے نیک اعمال کی جزا ملے گی، مرد جہاد سے ثواب حاصل کر سکتے ہیں تو عورتیں شوہروں کی فرمانبرداری اور پاکدامنی سے ثواب حاصل کر سکتی ہیں اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو کہ حقیقت میں سب سے بڑی چیز اس کا فضل و کرم ہے۔ اعمال میں کسی کو لاکھ گنا زیادہ ثواب ملے تب بھی وہ فضلِ الٰہی کا محتاج ہے کیونکہ جنت میں داخلہ محض فضلِ الٰہی سے ہوگا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر شے کو جاننے والا ہے، وہ جانتا ہے کہ کون دوسرے پر فضیلت کا مستحق ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہے کہ مانگنے والے کے لیے کیا بہتر ہے اور کیا نہیں۔ اہم باتیں: (1) کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر تمنا کرنا کہ یہ نعمت اس سے چھن کر مجھے مل جائے، حسد ہے اور حسد حرام ہے۔ اگر اس سے نعمت چھن جانے کی تمنا نہ ہو بلکہ یہ آرزو ہو کہ اس جیسی مجھے بھی مل جائے تو یہ غبطہ ہے، یہ مذموم نہیں۔ (2) دل کے صبر و قرار کا نسخہ رضائے الٰہی پر راضی رہنا ہے اگر دل کو آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز بنائے رکھا تو ہزاروں نعمتیں پاس ہو کر بھی دل کو قرار نہیں مل سکتا۔ حدیث پاک میں ہے: تم اپنے سے نیچے والے کو دیکھو اور جو تم سے اوپر ہو اسے نہ دیکھو، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اپنے اوپر نعمت کو حقیر جانو۔ (مسلم، حدیث: 7430)

آیت 33 فرمایا کہ ماں باپ اور رشتے دار جو کچھ مال چھوڑ جائیں ہم نے سب کے لئے اس مال میں حقدار بنا دیئے ہیں اور جن سے تمہارا معاہدہ یعنی عقدِ موالات ہو چکا ہے انہیں میراث میں سے ان کا حصہ دو۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے معاہدوں سمیت ہر شے پر گواہ ہے۔

فَاٰتُوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا ﴿۳۳﴾ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ

انہیں ان کا حصہ دو۔ بیشک اللہ ہر شے پر گواہ ہے۔ مرد عورتوں پر نگہبان ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں

بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ

ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس وجہ سے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو نیک عورتیں (شوہروں کی) اطاعت کرنے والی (اور) ان کی

حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ

عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت و توفیق سے حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور (نہ سمجھنے کی

اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ

صورت میں) ان سے اپنے بستر الگ کر لو اور (پھر نہ سمجھنے پر) انہیں مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کر لیں تو (اب) ان پر (زیادتی کرنے کا) راستہ تلاش نہ کرو۔

اہم بات: عقدِ موالات کی صورت یہ ہے کہ ایسا شخص جس کا نسب معلوم نہیں، وہ دوسرے سے کہے: تو میرا مولی ہے، میں مر جاؤں تو تو میرا وارث ہو گا اور میں کوئی جرم کروں تو تجھے دیت دینی ہو گی۔ دوسرا اسے قبول کر لے تو یہ عقد صحیح ہو جاتا ہے اور قبول کرنے والا وارث اور دیت کا ذمہ دار بن جاتا ہے۔ اگر پہلا شخص بھی اسی طرح کا ہو اور دوسرا بھی یہی کہے اور یہ قبول کر لے تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کا وارث اور دیت کا ذمہ دار ہو گا۔

آیت 34 ﴾ شانِ نزول: حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو کسی خطا پر طمانچہ مارا جس سے ان کے چہرے پر نشان پڑ گیا، یہ اپنے والد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت لے کر حاضر ہوئیں تو آپ نے قصاص لینے کا حکم فرمایا، تب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قصاص سے منع فرما دیا۔ اس میں بتایا گیا کہ عورت کی ضروریات، حفاظت، ادب سکھانے اور دیگر کئی امور میں مرد کو عورت پر برتری حاصل ہے، گویا کہ عورت رعایا اور مرد بادشاہ ہے، اس لیے عورت پر مرد کی اطاعت لازم ہے اور مرد کو عورت پر جو حکمرانی عطا ہوئی اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت بخشی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد عورتوں پر مہر اور نان نفقہ کی صورت میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ اس کے بعد نیک عورتوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ نیک عورتیں اپنے شوہر کی موجودگی میں ان کی اطاعت کرتی، نافرمانی سے بچتی اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں مصروف رہتی ہیں اور جب وہ موجود نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے مال و عزت کی حفاظت کرتی ہیں۔ مزید نافرمان عورت کی اصلاح کا طریقہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں بیوی کی نافرمانی کا اندیشہ ہو تو سب سے پہلے اسے اپنی اطاعت کے فوائد، نافرمانی کے نقصانات اور قرآن و حدیث میں اس تعلق سے بیان کردہ فضائل اور وعیدیں بتا کر سمجھاؤ، اگر اس کے بعد بھی نہ مانے تو اس سے اپنا بستر الگ کر لو، پھر بھی نہ مانے تو مناسب انداز میں مارو، پھر اگر وہ اپنے قصور کی معافی طلب کرے اور نافرمانی چھوڑ کر اطاعت گزار بن جائے تو اس کی معذرت قبول کر لو اور اس پر زیادتی کرنے کا راستہ تلاش نہ کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت بلند، بہت بڑا ہے لہٰذا اس بات سے ڈرو کہ اگر تم نے عورت پر ظلم کیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی سزا دے گا۔ اہم باتیں: (1) میاں بیوی کے حقوق ایک جیسے نہیں بلکہ

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

بیشک اللہ بہت بلند، بہت بڑا ہے○ اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک منصف مرد کے گھر والوں کی طرف سے بھیجو

وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

اور ایک منصف عورت کے گھر والوں کی طرف سے (بھیجو) یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان اتفاق پیدا کر دے گا، بیشک اللہ

عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ

خوب جاننے والا، خبردار ہے○ اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرو اور

بِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ

رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور قریب کے پڑوسی اور دور کے پڑوسی اور پاس بیٹھنے والے ساتھی

اللہ تعالیٰ نے شوہر کے حقوق بیوی سے زیادہ رکھے ہیں اور ایسا ہونا بیوی کے ساتھ ناانصافی یا ظلم نہیں بلکہ عین انصاف اور تقاضائے حکمت کے مطابق ہے۔ (2) مناسب انداز سے مارنے کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ یا مسواک جیسی چیز سے چہرے اور نازک اعضاء کے علاوہ دیگر بدن پر ایک دو ضربیں لگا دے۔ جو مار ہمارے ہاں جاہلوں میں رائج ہے کہ مار مار کر لہولہان کر دیتے ہیں یہ حرام و ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے۔ درس: اس آیت سے وہ لوگ نصیحت حاصل کریں جو عورت کے ہزار بار معذرت کرنے، گڑگڑانے اور پاؤں پڑنے کے باوجود اپنی ناک نیچی نہیں کرتے اور صنف نازک کو مشقِ ستم بنا کر اپنی بزدلی کو بہادری سمجھتے ہیں اور یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ شوہر کو بیوی پر حاکم بنایا ہے، فرعون نہیں۔ بعض لوگ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ فرعونیت کی اجازت ملی ہوئی ہے اور وہ بھی صرف بیوی پر نہیں بلکہ پورے سسرال پر۔ معاذ اللہ

آیت 35 جب بیوی کو سمجھانے، الگ رکھنے اور مارنے کے باوجود اصلاح کی صورت نہ بن رہی ہو تو نہ مرد طلاق دینے میں جلدی کرے اور نہ عورت خلع کے مطالبے پر اصرار کرے بلکہ دونوں کے خاندان کے خاص قریبی رشتہ داروں میں سے ایک ایک شخص کو منصف مقرر کر لیا جائے، یہ مناسب طریقے سے اس مسئلے کا حل نکال لیں گے اور اگر یہ منصف میاں بیوی میں صلح کروانے کا ارادہ رکھتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین اتفاق پیدا کر دے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا اور ظاہر کی طرح باطن سے بھی خبردار ہے۔ اہم بات: منصف کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو یہ معاملہ صلح کے ذریعے حل کرے لیکن یہ یاد رکھے کہ اسے میاں بیوی میں جدائی کروا دینے کا اختیار نہیں یعنی یہ جدائی کا فیصلہ کرے اور شرعاً ان میں جدائی ہو جائے ایسا نہیں ہو سکتا۔

آیت 36 اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق ادا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، چنانچہ فرمایا کہ اے لوگو! تم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں، محتاجوں، دور و نزدیک کے پڑوسی، پاس بیٹھنے والے ساتھی، مسافر اور اپنے لونڈی غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو متکبر اور لوگوں پر فخر کرنے والا ہو۔ اہم باتیں: (1) حسن سلوک مختلف لوگوں سے مختلف ہے: والدین سے یہ ہے کہ ان کا ادب و اطاعت کرے، نافرمانی

وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ ﴿٣٦﴾

اور مسافر اور اپنے غلام لونڈیوں (کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔) بیشک اللہ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو متکبر، فخر کرنے والا ہو۔

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ

وہ لوگ جو خود بخل کرتے ہیں اور دیگر لوگوں کو بخل کا کہتے ہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں (ان کے لئے شدید وعید ہے)

وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ ﴿٣٧﴾ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ

اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں

سے بچے، ہر وقت خدمت کے لئے تیار رہے اور ان پر خرچ کرنے میں بخل نہ کرے، رشتہ داروں سے یہ ہے کہ صلہ رحمی کرے اور قطع رحمی سے بچے، یتیموں سے یہ ہے کہ ان کی پرورش کرے، نرمی سے پیش آئے، مسکین سے یہ ہے کہ ان کی امداد کرے، خالی ہاتھ نہ لوٹائے، لونڈی غلام سے یہ ہے کہ انہیں طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے، سخت کلامی نہ کرے، بقدرِ ضرورت کھانا کپڑا وغیرہ دے۔ (2) قریبی ہمسایہ وہ ہے جس کا گھر اپنے گھر سے ملا ہوا ہو اور دور کا ہمسایہ وہ ہے جو محلہ دار تو ہو مگر گھر اپنے گھر سے ملا ہوا نہ ہو یا جو پڑوسی بھی ہو اور رشتہ دار بھی وہ قریب کا ہمسایہ ہے اور جو پڑوسی ہو رشتہ دار نہیں وہ دور کا ہمسایہ یا جو پڑوسی بھی ہو اور مسلمان بھی وہ قریب کا ہمسایہ ہے اور جو پڑوسی ہو مسلمان نہیں وہ دور کا ہمسایہ ہے۔ (3) پاس بیٹھنے والے سے مراد بیوی ہے یا وہ جو صحبت میں رہے جیسے رفیقِ سفر، ساتھ پڑھنے یا مجلس و مسجد میں برابر بیٹھنے والا حتیٰ کہ لمحہ بھر کے لئے بھی جو پاس بیٹھے اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کا حکم ہے۔

آیت 37 بخل کا شرعی معنی یہ ہے کہ جو چیز ذمہ میں واجب ہو اسے ادا نہ کرنا۔ بخل ایک مذموم صفت ہے کیونکہ اسی کی وجہ سے انسان گھٹیا خصلتوں کا اظہار کرتا اور اپنے رشتے داروں سے تعلق توڑ لیتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: بخل سے بچو، کیونکہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ بخل نے انہیں قطع رحمی پر آمادہ کیا تو انہوں نے قطع رحمی شروع کر دی اور اس نے ان کو گناہوں پر ابھارا تو وہ گناہوں کا ارتکاب کرنے لگے۔ (ابوداؤد، حدیث: 1698) یہودی لوگ انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بطور نصیحت کہتے تھے کہ تم مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنے مال خرچ نہ کرو، ہمیں ڈر ہے کہ کہیں تم فقیر و محتاج نہ ہو جاؤ۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ لوگ جو خود بخل کرتے اور دوسروں کو بخل کا حکم دیتے ہیں۔ بخل میں علم کا بخل بھی شامل ہے کہ یہودی علماء نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تورات میں بیان کردہ عظمت و شان بیان کرنے میں بخل کرتے تھے۔ آیت میں مزید اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نعمتوں کو بلا مقصد صحیح چھپانے کی مذمت کی گئی ہے۔ اچھے مقصد سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار شکر ہے اور اسی لئے آدمی کو اپنی حیثیت کے لائق جائز لباس پہننا مستحب ہے۔

آیت 38 شہرت اور ناموری کا شوق ایک مذموم صفت ہے جو دنیا و آخرت دونوں میں انسان کے لئے نقصان دہ ہے۔ ایسے لوگ شیطان کے زیرِ اثر ہوتے ہیں۔ فرمایا گیا کہ جو لوگ اپنے مال دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور وہ خدا و آخرت پر ایمان نہیں رکھتے جیسے منافقین اور کفارِ مکہ تو شیطان ایسوں کا ساتھی بن جاتا ہے اور جس کا ساتھی شیطان بن جائے تو کتنا برا ساتھی ہو گا اور ان سے کس قدر شیطانی کام کروائے گا۔ اہم بات: دنیا میں شیطان کا ساتھی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی شیطانی کام کر کے اسے خوش کرے اور

وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا

اور نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ ہی آخرت کے دن پر (تو ان کے لئے شدید وعید ہے۔) اور جس کا ساتھی شیطان بن جائے تو کتنا برا ساتھی ہے۔

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ

اور اگر وہ اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے تو ان کا کیا نقصان تھا اور اللہ ان کو

عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ

جانتا ہے۔ بیشک اللہ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو وہ اسے کئی گنا بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب

اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾

عطا فرماتا ہے۔ تو کیسا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ

اس دن کفار اور رسول کی نافرمانی کرنے والے تمنا کریں گے کہ کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کر دی جائے اور وہ کوئی بات اللہ سے

شیطان اس کے ساتھ رہے حتی کہ کھانے پینے، رات گزارنے اور دیگر کئی معاملات میں شریک ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حکم ہے کہ ہر جائز کام بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر شروع کیا جائے تاکہ شیطان کے لئے روک ہو اور آخرت میں شیطان کا ساتھی ہونا یہ ہے کہ وہ ایک شیطان کے ساتھ آتشی زنجیر میں جکڑا ہو گا۔

آیت 39 یہاں ریاکاروں کو تنبیہ ہے کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر صحیح ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں سے اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے تو اس میں ان کا نقصان نہیں بلکہ سراسر نفع ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں خوب جانتا ہے، وہ انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔

آیت 40 اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی پر ظلم فرمائے، یہاں ذرہ برابر بھی ظلم نہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ کسی کے نیک اعمال بلاوجہ ضائع کر کے جزا سے محروم کر دینا یا مجرم کو جرم سے زیادہ سزا دینا اس کی شان کے لائق نہیں بلکہ وہ اپنے فضل و رحمت سے نیکی کا ثواب عمل کے مقابلے میں کئی گنا بڑھا دیتا اور اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب عطا فرماتا ہے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کرنا اور اسے ظالم کہنا کفر ہے۔

آیت 41 اس آیت میں کفار و منافقین اور یہود و نصاریٰ کے لئے شدید وعید ہے کہ بروزِ قیامت تمام انبیا علیہم السلام اپنی امت کے ہر نیک و بد کے ایمان، کفر، نفاق اور تمام اچھے برے اعمال کی گواہی دیں گے، پھر ان سب پر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو گواہ بنایا جائے گا تو اس وقت ان کا انجام کیا ہو گا۔

آیت 42 قیامت کی ہولناکی اور اپنے اعمال کا بدلہ دیکھ کر کفار تمنا کریں گے کہ کاش! زمین پھٹ جائے اور ہم اس میں دفن ہو جائیں یا

حدیثًا ۞ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ع

سکیں گے۞ اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک سمجھنے نہ لگو وہ بات جو تم کہو

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ

اور نہ ناپاکی کی حالت میں (نماز کے قریب جاؤ) حتی کہ تم غسل کرلو سوائے اس کے کہ تم حالت سفر میں ہو (تو تیمم کرلو) اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو

اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا

یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے ہم بستری کی ہو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو

ہیں مٹی بنا کر ختم کر دیا جاتا۔ قیامت میں ان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور ان کے اعضاء اعمال بیان کر دیں گے اور وہ کوئی بات چھپانہ سکیں گے۔ درس: یہ آیت اگرچہ کافروں کے متعلق نازل ہوئی لیکن ہر آدمی کو عذاب الٰہی سے ڈرنا چاہئے۔ ہمارے اسلاف قیامت کی ہولناکی اور عذابِ جہنم کی شدت سے خوفزدہ رہتے اور بعض تمنا کرتے کہ کاش انہیں پیدا ہی نہ کیا گیا ہوتا۔

آیت 43 شانِ نزول: شروع اسلام میں جب شراب حرام نہیں تھی تو بعض حضرات نے کسی دعوت میں کھانے کے بعد شراب پی لی پھر مغرب کی نماز پڑھی تو امام نے نشے کی حالت میں سورۂ کافرون کی تلاوت کی تو کلمہ "لَا" چھوڑ گئے جس سے "نہ" کی جگہ "ہاں" بن گیا اور معنی غلط ہو گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک اپنی کہی ہوئی بات سمجھنے نہ لگ جاؤ۔ اسی طرح جب تم جنابت کی حالت میں ہو تو جب تک غسل نہ کر لو، نماز کے قریب نہ جاؤ۔ ہاں! اگر سفر کی حالت میں ہو اور پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لو۔ مزید فرمایا: اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو۔ آیت کے اس حصے کا شانِ نزول یہ ہے کہ غزوۂ بنی مصطلق کے سفر میں ایک مقام پر ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا جس کی تلاش کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وہاں قیام فرمایا۔ جب صبح ہوئی تو پانی نہ تھا اس پر آیت تیمم نازل ہوئی، یہ دیکھ کر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے آلِ ابوبکر! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں یعنی تمہاری برکت سے مسلمانوں کو بہت آسانیاں اور فوائد ملے، پھر جب اونٹ اٹھایا گیا تو اس کے نیچے سے ہار بھی مل گیا۔ آیت میں فرمایا گیا کہ اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو اور تمہیں وضو یا غسل کی حاجت ہو یا قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آؤ اور وضو کی حاجت ہو یا عورتوں سے ہم بستری کی جس سے غسل فرض ہو گیا، ان تمام صورتوں میں اگر تم پانی موجود نہ ہونے، دور ہونے، حاصل کرنے کا سامان نہ ہونے یا سانپ، درندہ، دشمن وغیرہ کے ڈر کے باعث پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو تو پاک مٹی سے تیمم کرتے ہوئے اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کر لو۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہ معاف کرنے والا اور انہیں بخشنے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت کے بعد مسلمانوں نے نماز کے اوقات میں شراب ترک کر دی، پھر سورۂ مائدہ میں شراب کو بالکل حرام کر دیا گیا۔ (2) اگر حالتِ نشہ میں کوئی شخص کفریہ کلمہ بول دے تو وہ کافر نہیں ہوتا۔ (3) تیمم کی اجازت سفر کے ساتھ خاص نہیں، آیت میں سفر کی قید اس لیے ہے کہ پانی نہ ملنا اکثر سفر میں ہی ہوتا ہے، ورنہ سفر میں پانی میسر ہو تو تیمم کی اجازت نہیں، یونہی اگر سفر کی حالت میں نہیں لیکن ایسی بیماری میں مبتلا ہے جس میں پانی کا استعمال نقصان دہ ہے تو تیمم کی

فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ

تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کر لیا کرو بیشک اللہ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے۞ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں

اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ

کتاب سے ایک حصہ ملا کہ وہ گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راستے سے بھٹک جاؤ۞ اور اللہ تمہارے دشمنوں کو

بِاَعْدَآىٕكُمْ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ٞ وَّ كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ

خوب جانتا ہے اور حفاظت کے لئے اللہ ہی کافی ہے اور اللہ ہی کافی مددگار ہے۞ یہودیوں میں کچھ وہ ہیں جو کلمات کو ان کی

اجازت ہے۔ (4) تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ تیمم کرنے والا پاکی حاصل کرنے کی نیت کرے اور جو چیز مٹی کی جنس سے ہو جیسے گرد، ریت، پتھر، مٹی کا فرش وغیرہ اس پر دو مرتبہ ہاتھ مارے، ایک مرتبہ ہاتھ مار کر چہرے پر پھیر لے اور دوسری مرتبہ کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر پھیر لے۔ (5) ہار گم ہونے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نہ بتانے میں بہت سی حکمتیں تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہار کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا وہاں قیام فرمانا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت و مرتبہ ظاہر کرتا ہے اور صحابہ کرام کے ہار تلاش کرنے میں اس بات کی ہدایت ہے کہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی خدمت مسلمانوں کے لئے سعادت ہے نیز اس واقعے سے تیمم کا حکم بھی معلوم ہو گیا جس سے قیامت تک مسلمان نفع اٹھاتے رہیں گے۔

آیت 44 یہاں یہودیوں کے متعلق فرمایا گیا کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی تورات ملی جس سے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تو پہچانا لیکن امام الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق جو کچھ تورات میں بیان تھا اس حصہ سے محروم رہے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کے منکر ہو گئے، یہ کتاب الٰہی رکھنے کے باوجود ہدایت کے بجائے گمراہی کے پیروکار ہوئے اور اس کے ساتھ اے مسلمانو! تمہیں بھی گمراہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

آیت 45 فرمایا کہ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اس نے تمہیں بھی ان کی دشمنی پر خبردار کر دیا ہے لہٰذا ان سے بچتے رہو۔ تمہاری ان سے حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور ان کی سازشیں ناکام بنانے میں اللہ تعالیٰ ہی کافی مددگار ہے۔ اہم بات: یقیناً اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ ہمارے دشمنوں کو جانتا ہے لہٰذا جسے وہ دشمن فرمادے وہ یقیناً ہمارا دشمن ہے جیسے شیطان اور کفار و منافقین۔

آیت 46 اس آیت کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہودیوں کی بری عادتوں میں سے ایک یہ ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں مذکور تورات کے کلمات بدل دیتے ہیں۔ دوسری یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم انہیں کچھ حکم فرمائیں تو زبان سے کہتے ہیں: ہم نے مان لیا لیکن دل سے کہتے ہیں: ہم نے نہیں مانا۔ تیسری یہ ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں ایسے ذو معنی جملے کہتے ہیں جس کا ایک معنی برا ہو، تاثر اچھے معنی کا دیتے ہیں لیکن دل میں خبیث معنی مراد لیتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ سنئے اور آپ کو نہ سنایا جائے۔ "نہ سنایا جائے" کا ظاہری معنی ہے کہ کوئی ناگوار بات آپ کے سننے میں نہ آئے اور دوسرا معنی جو وہ مراد لیتے یہ ہے کہ آپ کو سننا نصیب نہ ہو۔ اسی کی دوسری مثال "رَاعِنَا" کا کلمہ ہے، جس کا ظاہری معنی ہے: ہماری رعایت فرمائیے جبکہ یہودی اس کا معنی وہ لیتے جو شان

الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ

جگہ سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم نے سنا اور مانا نہیں اور آپ سنیں، آپ کو نہ سنایا جائے اور "راعنا" کہتے ہیں زبانیں مروڑ کر

وَطَعْنًا فِی الدِّیْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ

اور دین میں طعنہ کے لئے ، اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور ہم پر نظر فرمائیں تو یہ ان کے لئے بہتر

وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا

اور زیادہ درست ہوتا لیکن ان پر تو اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کردی تو وہ بہت تھوڑا یقین رکھتے ہیں○ اے کتاب والو!

الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا

جو ہم نے تمہارے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرنے والا (قرآن) اتارا ہے اس پر ایمان لے آؤ اس سے پہلے کہ ہم چہرے بگاڑ دیں پھر انہیں

عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝

ان کی پیٹھ کی صورت پھیر دیں یا ان پر بھی ایسے ہی لعنت کریں جیسے ہفتے والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم ہو کر ہی رہتا ہے○

مبارک کے لائق نہ ہو، حالانکہ اس لفظ کے استعمال سے منع فرمادیا گیا تھا، پھر یہ دین پر طعنہ کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہتے کہ ہم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو برا بھلا کہتے ہیں، اگر آپ نبی ہوتے تو اسے جان لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ بھی اہل ادب کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے انہی کی طرح کہتے کہ یارسول اللہ! ہم نے سنا اور دل وجان سے تسلیم کیا، حضور! ہماری بات سنئے اور ہم پر نظر کرم فرمائیے، تو یہ ان کے لئے دنیا و آخرت میں ہر اعتبار سے بہتر ہوتا لیکن چونکہ یہ ملعون ہیں لہٰذا انہیں ادب کی توفیق نہیں ہوگی۔

آیت 47 یہاں یہودیوں سے خطاب ہے کہ اے اہل کتاب! ہم نے تمہارے پاس موجود کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا قرآن اتارا ہے، اس پر ایمان لے آؤ ورنہ ایسا نہ ہو کہ ہم آنکھ، ناک، کان، ابرو وغیرہ مٹا کر تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور سر کے پچھلے حصے کی طرح آگے سے بھی ایک کھال کی طرح کر دیں یا ان پر بھی ایسے ہی لعنت کریں جیسے ہفتہ کے دن نافرمانی کرنے والے یہودی گروہ پر کی تھی اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کا حکم ہو کر ہی رہتا ہے، لہٰذا اگر ایمان نہ لائے تو ان دونوں میں سے ایک بات یعنی چہرے بگڑنا یا ہفتے کے روز نافرمانی کرنے والوں کی طرح لعنت ضرور واقع ہو گی۔ اہم باتیں: (1) اس وعید سے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، بعض مفسرین کے نزدیک یہ وعید دنیا کے اعتبار سے ہے اور بعض کے نزدیک آخرت کے اعتبار سے۔ بعض کہتے ہیں کہ واقع ہو چکی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ابھی انتظار ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ چہرے بگڑنے کی وعید اس صورت میں تھی جبکہ کوئی یہودی ایمان نہ لاتا چونکہ بہت سے یہودی ایمان لے آئے اس لئے وعید اٹھ گئی۔ (2) جب یہ آیت نازل ہوئی تو اسے سن کر ایک بہت بڑے یہودی عالم حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ آیت سن کر حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ

بیشک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہتا ہے معاف فرمادیتا ہے اور جس نے اللہ کا شریک

بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى إِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ أَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ

ٹھہرایا تو بیشک اس نے بہت بڑے گناہ کا بہتان باندھا۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو خود اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَكَفٰى بِهٖٓ

پاکیزہ بنادیتا ہے اور ان پر کھجور کے اندر کی جھلی کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ دیکھو یہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھ رہے ہیں اور کھلے گناہ کے لئے

إِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾ ع أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ

یہی جھوٹ کافی ہے۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا وہ بت اور شیطان پر ایمان لاتے ہیں

آیت 48 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے اور اسی حالتِ کفر و شرک میں مر جائے تو اللہ تعالیٰ اسے نہیں بخشے گا، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عذاب میں ہی مبتلا رہے گا اور جس نے کفر و شرک نہ کیا وہ خواہ کتنا ہی گناہگار اور کبیرہ گناہوں میں ملوث ہو اور توبہ کیے بغیر بھی مر جائے تب بھی وہ ہمیشہ کے لیے داخلِ جہنم نہ ہوگا بلکہ اس کی مغفرت و بخشش اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، چاہے تو وہ کریم معاف فرمادے اور چاہے تو اسے اس کے گناہوں پر عذاب دینے کے بعد اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمادے اور جس نے کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا تو بیشک اس نے بہت بڑے گناہ کا بہتان باندھا۔ اہم بات: گناہ بخشے جانے کی امید پر گناہوں میں پڑنا بہت خطرناک ہے بلکہ اگر گناہ کو ہلکا سمجھا تو کفر ہے۔

آیت 49 شانِ نزول: یہ آیت ان یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو خود کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا اور اس کا پیارا بتاتے اور کہتے تھے کہ ہمارے سوا کوئی جنت میں نہ جائے گا۔ یوں یہ اپنی تعریف کرتے اور وہ بھی جھوٹی۔ چنانچہ فرمایا کہ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جو خود اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں، یہ اپنی ان باتوں سے خود کو پاکیزہ نہیں بنا سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ایمان عطا فرما کر پاکیزہ بنادیتا ہے۔ یہود و نصاریٰ اپنی ان جھوٹی باتوں پر پوری پوری سزا پائیں گے اور ان پر کھجور کے اندر کی جھلی کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اہم بات: جسے اللہ تعالیٰ کوئی دینی یا دنیوی نعمت عطا کرے اور وہ اسے اپنی ذاتی کاوش کا نتیجہ سمجھے اور اس پر ناز کرے، یہ خود پسندی ہے۔

حدیث پاک میں ہے: جس نے کسی نیک عمل پر اپنی تعریف کی تو اس کا شکر ضائع ہوا اور عمل برباد ہو گیا۔ (کنز العمال، حدیث: 7674)

آیت 50 فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ان یہودیوں اور عیسائیوں کو دیکھئے کہ یہ کیسی بے باکی سے خود کو بے گناہ اور مقبول بارگاہ بتا کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں اور کھلے گناہ کے لئے یہی جھوٹ کافی ہے۔

آیت 51، 52 شانِ نزول: کعب بن اشرف کے ساتھ 70 یہودیوں نے مشرکینِ مکہ کو مسلمانوں سے جنگ کے لئے آمادہ کیا اور انہیں اپنی طرف سے اطمینان دلانے کے لئے بتوں کو سجدہ بھی کر لیا۔ ابو سفیان نے کہا: بتاؤ! ہم ٹھیک راستے پر ہیں یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)؟ کعب بن اشرف نے کہا: تم ٹھیک راہ پر ہو۔ اس پر یہ آیت اتری اور فرمایا گیا کہ کیا تم نے ان لوگوں یعنی یہودیوں کو نہ دیکھا جنہیں

وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ﴿٥١﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ (مشرک) مسلمانوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں○ یہی وہ لوگ ہیں جن پر

لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَن يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ﴿٥٢﴾ أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ

اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کر دے تو ہرگز تم اس کے لئے کوئی مددگار نہ پاؤ گے○ کیا ان کے لئے سلطنت کا کچھ حصہ ہے؟

فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ﴿٥٣﴾ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۖ

ایسا ہو تو یہ لوگوں کو تل برابر بھی کوئی شے نہ دیتے○ بلکہ یہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے

فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ﴿٥٤﴾ فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ بِهِ

تو بیشک ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بہت بڑی سلطنت دی○ پھر ان میں کوئی تو اس پر ایمان لے آیا

وَمِنْهُم مَّن صَدَّ عَنْهُ ۚ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ﴿٥٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ

اور کسی نے اس سے منہ پھیرا اور عذاب کے لئے جہنم کافی ہے○ بیشک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو

کتاب کا ایک حصہ ملا، وہ بت اور شیطان پر ایمان لاتے اور کافروں کو کہتے ہیں کہ مشرک مسلمانوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کر دے تو ہرگز تم اس کے لئے کوئی مددگار نہ پاؤ گے جو اس سے اللہ تعالیٰ کا عذاب روک سکے۔ اہم بات: اس آیت میں طاغوت کا لفظ آیا ہے۔ طاغوت وہ ہے جو رب تعالیٰ سے سرکش ہو اور دوسروں کو سرکش بنائے خواہ شیطان ہو یا انسان۔

آیت 53 یہودی کہتے تھے کہ ہم سلطنت و نبوت کے زیادہ حق دار ہیں تو ہم کیسے عربوں کی اتباع کریں ان کے اس دعوے کی تردید میں فرمایا گیا کہ ان کا سلطنت میں کوئی حصہ نہیں ہے، اگر بالفرض ایسا ہوتا تو یہ اپنے بخل کی وجہ سے لوگوں کو تل برابر بھی کوئی شے نہ دیتے۔

آیت 54 اس آیت میں یہودیوں کا اصل مرض بیان کرتے ہوئے فرمایا: حقیقت حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نبوت اور ان کے غلاموں کو جو نصرت، غلبہ، عزت وغیرہ نعمتیں عطا فرمائی ان پر یہ لوگ حسد کرتے ہیں۔ یہ فعل سراسر جہالت و حماقت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر فضل فرمایا، کسی کو کتاب، کسی کو نبوت، کسی کو حکومت اور کسی کو اکٹھی کئی چیزیں عطا فرمائیں تو اگر وہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کتاب اور نبوت و رسالت عطا فرماتا ہے تو اے یہودیو! تم اس سے کیوں جلتے اور حسد کرتے ہو۔

آیت 55 یہودیوں میں سے کسی کو تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کی توفیق ملی جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور کئی محروم رہے جیسے کعب بن اشرف، تو جو ایمان نہ لایا اس کے لئے جہنم کی بھڑکتی آگ کافی ہے۔

آیت 56 یہاں کافروں کے سخت عذاب اور عذاب جہنم کی شدت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار

نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ

آگ میں داخل کریں گے۔ جب کبھی ان کی کھالیں خوب جل جائیں گی تو ہم ان کی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ چکھیں

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿٥٦﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ

بیشک اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے ○ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے عنقریب ہم انہیں

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ

باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں

وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿٥٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَاِذَا

اور ہم انہیں وہاں داخل کریں گے جہاں سایہ ہی سایہ ہوگا ○ بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں ان کے سپرد کرو اور یہ کہ جب

حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا

تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بیشک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے، بیشک اللہ سننے

بَصِيْرًا ﴿٥٨﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ

دیکھنے والا ہے ○ اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے حکومت والے ہیں۔

کیا، عنقریب ہم انہیں آگ میں داخل کریں گے اور جہنم میں جل کر آدمی چھوٹ نہیں جائے گا بلکہ عذاب ہوتا رہے گا، کھالیں جل جل کر ختم ہو رہیں گی اور اللہ تعالیٰ نئی کھالیں پیدا فرماتا رہے گا تاکہ عذاب کی شدت میں کمی نہ آئے۔ بیشک اللہ تعالیٰ زبردست ہے اسے کوئی بھی عاجز نہیں کرسکتی اور لوگوں کو ان کے اعمال کی سزا دینے میں حکمت والا ہے۔

آیت 57 قرآن پاک میں کافروں کے افعال و عذاب ذکر کرنے کے ساتھ عموماً مؤمنین کے اعمال و جزا کا ذکر بھی ہوتا ہے، چنانچہ یہاں مؤمنین کے متعلق فرمایا کہ عنقریب انہیں ایسے باغوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، انہیں وہاں پاکیزہ بیویاں ملیں گی۔ وہاں دھوپ نہیں ہوگی بلکہ نورِ الٰہی کی تجلی سے روشنی ہوگی، درخت ہوں گے اور لذت راحت و آسائش ہوگی جو انسانی فہم اور بیان سے بالاتر ہے۔

آیت 58 اس آیت میں دو حکم بیان کئے گئے ہیں: (1) امانتیں ان کے حوالے کر دو جن کی ہیں۔ (2) جب فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جس عدل و انصاف اور امانتیں ادا کرنے کا حکم فرما رہا ہے یہ بہت اچھی چیزیں ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ ہر بات سننے والا اور ہر فعل دیکھنے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) یہ دونوں حکم امن و امان کے قیام اور حقوق کی ادائیگی میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ (2) حدیث پاک میں ہے: انصاف کرنے والوں کو قربِ الٰہی میں نور کے منبر عطا کئے جائیں گے۔ (مسلم، حدیث: 4721)

آیت 59 اس آیت میں اللہ تعالیٰ، رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا، اس کے بعد فرمایا کہ اگر

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ

پھر اگر کسی بات میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اگر اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اس بات کو اللہ اور رسول کی بارگاہ میں

الْاٰخِرِؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴿۵۹﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا

پیش کرو، یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے ○ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ اس پر ایمان لے آئے ہیں

بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْۤا

جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور جو تم سے پہلے نازل کیا گیا، وہ چاہتے ہیں کہ فیصلے شیطان کے پاس لے جائیں حالانکہ انہیں تو یہ حکم دیا گیا تھا

اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖؕ وَ یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ﴿۶۰﴾ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا

کہ اسے بالکل نہ مانیں اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں بھٹکاتا رہے ○ اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی

کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو اگر اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرو یعنی کتاب و سنت کی طرف رجوع کرو، یہ آپس میں جھگڑنے اور ذاتی رائے کے ذریعے فیصلہ کرنے سے بہتر اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے۔ اہم باتیں: (1) آیت میں "اُولِی الْاَمْر" کی اطاعت کا حکم ہے، اس میں امام، امیر، بادشاہ، حاکم، قاضی، علما سب داخل ہیں۔ ہاں! اگر یہ حق کے خلاف حکم دیں تو ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ (2) اس آیت سے معلوم ہوا کہ احکام 3 طرح کے ہیں، (1) جو ظاہر کتاب یعنی قرآن سے ثابت ہوں۔ (2) جو ظاہر حدیث سے ثابت ہوں۔ (3) جو قرآن و حدیث کی طرف قیاس کے ذریعے رجوع کرنے سے معلوم ہوں۔

آیت 61،60 ﴿ **شانِ نزول:** بشر نامی منافق کا ایک یہودی سے جھگڑا ہوا۔ یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فیصلہ کرانے کا کہا لیکن منافق نے یہ سوچ کر کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کسی کی رعایت نہیں فرمائیں گے، کعب بن اشرف یہودی کو پنچ بنانا چاہا۔ یہودی جانتا تھا کہ کعب بن اشرف رشوت خور ہے لہٰذا وہ اسے پنچ بنانے پر راضی نہ ہوا۔ ناچار منافق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں آنا پڑا۔ معاملہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جو فیصلہ دیا وہ یہودی کے موافق ہوا اور منافق کے مخالف۔ یہاں سے فیصلہ سننے کے بعد منافق یہودی کو مجبور کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ یہودی نے عرض کی: میرا اور اس کا معاملہ آپ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم طے فرما چکے ہیں لیکن یہ ان کے فیصلے پر راضی نہیں بلکہ آپ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ منافق سے اس بات کی تصدیق کرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! میں ابھی آکر فیصلہ کرتا ہوں، پھر گھر تشریف لے گئے اور تلوار لا کر اسے قتل کر دیا اور فرمایا: جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فیصلے سے راضی نہیں، اس کا میرے پاس یہی فیصلہ ہے۔ منافق کے وارث قصاص کا مطالبہ لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو یہ آیات نازل ہو گئیں جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کی تائید ہو رہی تھی اس لیے وارثوں کا مطالبہ مسترد کر دیا گیا۔ اہم بات: آیات کا مفہوم ترجمے ـ

إِلٰى مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُوْلِ رَأَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ

اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں○ تو کیسی (حالت ہوگی)

إِذَآ أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ إِنْ أَرَدْنَآ

جب ان پر ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت آپڑے پھر اے حبیب! قسمیں کھاتے ہوئے تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہ ہمارا مقصد

إِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ﴿٦٢﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ

تو صرف بھلائی اور اتفاق کرانا تھا○ ان کے دلوں کی بات تو اللہ جانتا ہے پس تم ان سے چشم پوشی کرتے رہو اور انہیں سمجھاتے (رہو)

وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ﴿٦٣﴾ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ

اور ان کے بارے میں ان سے پُراثر کلام کرتے رہو○ اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْٓا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو اے حبیب! تمہاری بارگاہ میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (بھی) ان کی مغفرت کی

واضح ہے البتہ پہلی آیت میں شیطان کے پاس فیصلہ لے کر جانے سے مراد کعب بن اشرف یہودی کے پاس فیصلہ لے کر جانا ہے۔

آیت 63،62 منافقوں کے بارے میں فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ویسے تو یہ آپ سے منہ پھیرتے ہیں لیکن جب ان پر اپنے اعمال کی وجہ سے ملامت یا سزا کی صورت میں کوئی مصیبت آپڑے تو اس وقت اپنے کرتوتوں کی تاویلیں کرنے کے لئے قسمیں کھاتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی اور دو فریقوں میں اتفاق کرانا تھا، اس لئے ہمارا آدمی یہودیوں کے پاس فیصلے کے لئے جانے لگا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کا نفاق اور جھوٹے عذر جانتا ہے پس اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے چشم پوشی کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ کا خوف دلا کر انہیں سمجھاتے رہیں اور ان سے ان کی جانوں کے بارے میں ترغیب و ترہیب پر مشتمل ایسا کلام کرتے رہیں جو ان کے دلوں میں اتر جائے، تاکہ یہ کفر و نفاق چھوڑ کر سچے مسلمان بن جائیں۔

آیت 64 یہاں رسولوں کی تشریف آوری کا مقصد بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتا ہی اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے۔ مزید فرمایا: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے۔ آیت کے اس حصے میں اگرچہ ایک خاص واقعے کے اعتبار سے کلام ہے لیکن اس میں موجود حکم قیامت تک ہر مسلمان کے لئے ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ کی بارگاہ میں آ جائیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں بھی شفاعت کے لئے عرض کریں اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کی سفارش فرما دیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کی بارشیں برسنا شروع ہو جائیں گی اور اس پاک بارگاہ میں آ کر یہ خود بھی گناہوں سے پاک ہو جائیں گے۔

اہم باتیں: (1) انبیاء و رسل علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں کیونکہ اگر یہ خود گناہ کریں گے تو دوسرے ان کی اتباع کیا کریں گے۔

الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿٦٤﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ

رسول فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان پاتے ○ تو اے حبیب! تمہارے رب کی قسم، یہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے

فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٦٥﴾

آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنالیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں ○

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ

اور اگر ہم ان پر فرض کردیتے کہ اپنے آپ کو قتل کردو یا اپنے گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں تھوڑے ہی ایسا کرتے

وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿٦٦﴾ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ

اور اگر وہ ہر وہ کام کرلیتے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو ان کے لئے بہت بہتر اور ثابت قدمی کا ذریعہ ہوتا ○ اور ایسا ہوتا تو ہم ضرور انہیں

(2) اطاعتِ الٰہی کا طریقہ ہی یہ ہے کہ رسول کی اطاعت کی جائے، لہٰذا جو رسول کی اطاعت کا انکار کرے وہ کافر ہے اگرچہ ساری زندگی سر پر قرآن اٹھا کر پھرتا رہے۔ (3) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونا ظاہر تھا مگر اب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مزارِ پُر انوار پر حاضر ہوا جائے جیسا کہ ہمیشہ سے اولیاء و علماء کا معمول چلتا آرہا ہے۔

آیت 65 شانِ نزول: ایک انصاری کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے اس بات پر جھگڑا ہوا کہ کون پہلے اپنے باغ کو پانی دے گا۔ یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو پہلے پانی دینے کی اجازت عطا فرمائی کیونکہ ان کا کھیت پہلے آتا تھا، نیز انصاری سے احسان کرنے کا حکم فرمایا لیکن مجموعی فیصلہ انصاری کو ناگوار گزرا اور ان کی زبان سے نکلا کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتادیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فیصلے کو تسلیم کرنا فرضِ قطعی اور تسلیم نہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ اہم باتیں: (1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حکم، خدا ہی کا حکم ہے۔ (2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حکم دل و جان سے ماننا ضروری ہے، اسی لیے آیت کے آخر میں فرمایا کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حکم فرمادیں اس کے متعلق اپنے دلوں میں کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں۔ (3) اسلامی احکام ماننا فرض اور نہ ماننا، ان پر اعتراض کرنا اور ان کا مذاق اڑانا کفر ہے۔

آیت 66-68 ان تین آیات میں مخلص و منافق سب کے اعتبار سے فرمایا گیا کہ یہ کہنا تو آسان ہے لیکن واقعی اپنے آپ کو قتل کرنے، اپنے کافر رشتے داروں کے مقابلے میں تلوار اٹھانے اور اپنے گھروں سے نکل جانے کا حکم دے دیا جاتا تو ایک بڑی تعداد اس حکم پر عمل نہ کرتی، البتہ اگر وہ ہر اس حکم پر عمل کریں جو انہیں دیا جائے خواہ خود کو جان سے مار دینے کا ہو یا گھروں سے نکل جانے کا تو یہ ان کے لئے بہت بہتر اور ایمان پر ثابت قدمی کا ذریعہ ہوتا اور اس پر ہم انہیں عظیم اجر و ثواب عطا فرماتے اور انہیں صراط مستقیم کی اعلیٰ درجے کی ہدایت عطا فرماتے۔ اہم بات: یہاں جو بتایا گیا کہ اگر خود کو قتل کرنے یا گھر چھوڑ کر نکل جانے کا حکم ہوتا تو بڑی تعداد عمل نہ کرتی

مِنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّ لَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ

اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب عطا فرماتے ○ اور ہم انہیں ضرور سیدھے راستے کی ہدایت دیتے ○ اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ

تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین

وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں ○ یہ اللہ کا فضل ہے، اور اللہ جاننے والا کافی ہے ○ اے ایمان والو

اس میں بطور خاص منافقین یا کچھ نئے نئے مسلمان ہونے والے داخل ہیں چنانچہ منافقین اکثر جہاد سے راہ فرار اختیار کرتے تھے اور نئے نئے مسلمان ہونے والے بھی کچھ حضرات جنگوں میں ثابت قدم نہ رہ سکے اور جہاں تک جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کا تعلق ہے تو کتنے ہی صحابہ نے مختلف جنگوں میں خود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے آگے کر دیا اور آپ پر اپنی جانیں قربان کر دیں۔

آیت 69 شانِ نزول: ایک دن حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ اس قدر غمگین حاضر ہوئے کہ چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کا سبب پوچھا تو عرض کیا: مجھے نہ کوئی بیماری ہے اور نہ درد سوائے اس کے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سامنے نہیں ہوتے تو انتہا درجے کی وحشت و پریشانی ہو جاتی ہے۔ جب آخرت کو یاد کرتا ہوں تو اندیشہ ہوتا ہے کہ وہاں میں کس طرح دیدار کر سکوں گا، آپ اعلیٰ ترین مقام میں ہوں گے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے جنت بھی دی تو اس مقام عالی تک رسائی کہاں؟ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور انہیں تسکین دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمانبردار ہے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا یعنی انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین اور یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔ اہم باتیں: (1) انبیا علیہم السلام کے مخلص فرمانبردار جنت میں ان کی صحبت و دیدار سے محروم نہ ہوں گے، مقام و مرتبہ کے فرق کے باوجود انہیں انبیا علیہم السلام کی بارگاہ میں حاضری اور قرب کی نعمت حاصل ہوگی۔ (2) **صدیقین**، انبیا علیہم السلام کے ان سچے پیروکاروں کو کہتے ہیں جو اخلاص کے ساتھ ان کی راہ پر قائم رہیں۔ یہاں صدیقین سے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے پہلے مراد ہیں جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ شہداء سے مراد وہ حضرات ہیں جنہوں نے راہِ خدا میں جانیں دیں اور صالحین سے مراد وہ دین دار لوگ ہیں جو حق العباد اور حق اللہ دونوں ادا کریں اور ان کے احوال و اعمال اور ظاہر و باطن اچھے اور پاک ہوں۔ درس: اس واقعہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت بھی معلوم ہوئی اور یہ بھی کہ جو آخرت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا قرب چاہتا ہے وہ آپ کی محبت اور اطاعت کا راستہ اختیار کرے۔

آیت 70 ارشاد فرمایا کہ اطاعت گزاروں کا ان مقرب ہستیوں کے ساتھ ہونا فضل خداوندی ہے۔

آیت 71 یہاں مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ دنیا کے دیگر معاملات کی طرح دشمن کے مقابلے میں بھی ہوشیاری اور سمجھداری سے کام لو، دشمن کی گھات سے بچو، اسے اپنے اوپر موقع نہ دو اور اپنی حفاظت کا سامان ساتھ رکھو، پھر موقع محل کی مناسبت سے دشمن

خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾ وَ اِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ

ہوشیاری سے کام لو پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو○ اور تم میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو ضرور دیر لگائیں گے

فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾ وَ

پھر اگر تم پر کوئی مصیبت آپڑے تو دیر لگانے والا کہے گا: بیشک اللہ نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا○ اور

لَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ

اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فضل ملے تو (تکلیف پہنچنے والی صورت میں تو) گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی ہی نہ تھی

يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ

(اب) ضرور کہے گا: اے کاش میں (بھی) ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی کامیابی حاصل کرلیتا○ پس جو لوگ دنیا کی زندگی کو

يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَ مَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ

آخرت کے بدلے میں بیچ دیتے ہیں انہیں چاہیے کہ اللہ کی راہ میں لڑیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر شہید کر دیا جائے یا غالب آجائے

کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو یعنی جہاں جو مناسب ہو امیر کی اطاعت میں رہتے ہوئے اور تجربات و عقل کی روشنی میں مفید تدبیریں اختیار کرو۔ اہم باتیں: (1) اسباب اختیار کرنا ضروری ہے، توکل ترک اسباب کا نام نہیں بلکہ اسباب اختیار کر کے امیدیں اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرنے کا نام ہے۔ (2) یہ آیت جنگی تیاریوں، جنگی چالوں، دشمنوں کی حربی طاقت کے اندازے لگانے، معلومات رکھنے، ان کے مقابلے میں بھرپور تیاری اور بہترین جنگی حکمتِ عملی کے جملہ اصولوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

آیت 72، 73 ❁ ان دو آیات میں منافقوں کا بیان ہے کہ یہ حتی الامکان میدان جنگ کی طرف جانے میں دیر لگائیں گے تاکہ کسی طرح ان کی جان چھوٹ جائے۔ پھر اگر واقعی ایسا ہو جائے کہ مسلمانوں کو کوئی مصیبت آپہنچے اور منافقین وہاں موجود نہ ہوں تو یہ بڑی خوشی سے کہیں گے: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں وہاں موجود نہ تھا ورنہ میں بھی مصیبت میں پڑ جاتا اور اگر اس کی بجائے مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل یعنی فتح اور مال غنیمت حاصل ہو جائے تو اب وہی تکلیف کے وقت اجنبی اور بیگانے بننے والے کہیں گے: اے کاش! ہم بھی ان کے ساتھ ہوتے تو ہمیں بھی کچھ مال مل جاتا۔ درس: خود غرضی، موقع شناسی، مفاد پرستی اور مال کی ہوس منافقوں کا طریقہ ہے۔ دنیا میں وہ شخص کبھی کامیاب نہیں ہوتا جو تکلیف کے موقع پر تو کسی کا ساتھ نہ دے لیکن اپنے مفاد کے موقع پر آگے آگے ہوتا پھرے۔

آیت 74 ❁ یہاں اہل ایمان کا بیان ہے کہ جن لوگوں کی نگاہیں اخروی زندگی پر لگی ہوئی ہیں اور وہ آخرت کی خاطر دنیا کی زندگی قربان کرنے کو تیار ہیں انہیں کسی دنیوی نفع کا خیال دل میں لائے بغیر محض اللہ تعالیٰ کی رضا، دین اسلام کی سربلندی اور حق کا بول بالا کرنے کے لئے راہِ خدا میں لڑنا چاہیے۔ جب اس نیت سے کوئی جہاد کرے پھر شہید ہو جائے یا بچ کر آجائے بہر صورت بارگاہِ الٰہی میں مقبول اور عظیم اجر و ثواب کا مستحق ہو جائے گا۔

فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٧٤﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ

تو عنقریب ہم اسے بہت بڑا ثواب عطا فرمائیں گے ۝ اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کے راستے میں نہ لڑو اور کمزور

الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ

مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر (نہ لڑو جو) یہ دعا کررہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس شہر سے نکال دے جس کے باشندے

اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنادے اور ہمارے لئے اپنی بارگاہ سے کوئی مددگار بنادے ۝ ایمان والے

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ

اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو تم شیطان کے دوستوں سے

الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿٧٦﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ

جہاد کرو بیشک شیطان کا مکرو فریب کمزور ہے ۝ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روکے رکھو

آیت 75 ارشاد فرمایا کہ جہاد فرض ہے اور اسے چھوڑ دینے کا تمہارے پاس کوئی عذر نہیں تو تمہیں کیا ہو گیا کہ تم راہِ خدا میں جہاد نہیں کرو حالانکہ دوسری طرف مسلمان مرد، عورتیں اور بچے ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں، ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں اور وہ دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں اس بستی کے ظالموں سے نجات عطا فرما اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور مددگار عطا فرما۔ تو جب مسلمان مظلوم ہیں اور تم انہیں بچانے کی طاقت رکھتے ہو تو ان کی مدد کے لیے کیوں نہیں اٹھتے۔ اہم باتیں: (1) جہاد فرض ہے، البتہ فرضیتِ جہاد کی کچھ شرائط ہیں جن میں اہم شرط استطاعت یعنی جنگ کی طاقت ہونا ہے۔ (2) اس آیت میں کمزوروں سے مراد مکہ مکرمہ کے وہ مسلمان ہیں جنہیں مشرکین نے مکے میں روکا ہوا تھا اور انہیں ایذائیں دیتے تھے۔ (3) حقیقی ولی و ناصر یعنی مددگار تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن ظاہری و باطنی اسباب کی دنیا میں فرشتے وغیرہ بھی ولی اور ناصر یعنی مددگار ہیں۔

آیت 76 فرمایا کہ ایمان والے رضائے الٰہی پانے اور دینِ اسلام کی سربلندی کے لئے راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں، تو اے مسلمانو! تم شیطان کے دوستوں سے جہاد کرو اور ان پر غالب آؤ۔ بیشک مؤمنین کے ساتھ شیطان کا مکرو فریب کمزور ہے، لہٰذا تم شیطان کے دوستوں سے نہ ڈرو کیونکہ ان کا اعتماد ایک کمزور چیز پر ہے۔

آیت 77 شانِ نزول: مشرکین مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو بہت ایذائیں دیتے تھے، اس لیے ہجرت سے پہلے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے کفار کے ساتھ لڑنے کی اجازت طلب کی، اس وقت انہیں جہاد کی اجازت نہ دی گئی اور نماز و زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہوا۔ اسی کے متعلق فرمایا گیا کہ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جن سے شروعِ اسلام میں مکہ مکرمہ میں کہا گیا کہ ابھی جہاد سے اپنے ہاتھ روک کر رکھو اور ابھی صرف نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔ پھر جب مدینہ منورہ میں جہاد فرض ہوا تو اس وقت ایک عرصے تک

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ

نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں ایک گروہ لوگوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے اللہ سے

كَخَشْیَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَةً ۚ وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ

ڈرا ہوتا ہے یا اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے: اے ہمارے رب! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا؟ تھوڑی سی مدت تک ہمیں اور مہلت کیوں نہ

اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۚ وَ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ

عطا کر دی؟ اے حبیب! تم فرما دو کہ دنیا کا ساز و سامان تھوڑا سا ہے اور پرہیزگاروں کے لئے آخرت بہتر ہے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی

فَتِیْلًا ﴿۷۷﴾ اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ ؕ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ

ظلم نہ کیا جائے گا ○ تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور ان (منافقوں) کو کوئی

تکالیف میں مبتلا رہنے کے بعد کچھ سکون ملنے پر فوراً ہی حکم جہاد نازل ہونے کی وجہ سے وہ طبعی خوف کا شکار ہو گئے جو انسانی فطرت ہے اور حالت یہ تھی کہ ان میں ایک گروہ لوگوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہوتا ہے یا اس سے بھی کچھ زیادہ ہی خوف زدہ تھا اور کہنے لگے: اے ہمارے رب! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا، اس کی حکمت کیا ہے؟ تھوڑی سی مدت تک ہمیں اور مہلت کیوں نہ عطا کر دی؟ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے فرما دیں: دنیا کا ساز و سامان تھوڑا سا ہے، فنا ہونے والا ہے جبکہ پرہیزگاروں کے لئے آخرت تیار کی گئی ہے اور وہی ان کے لئے بہتر ہے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا لہٰذا جہاد میں خوشی سے شرکت کرو۔ اہم بات: ان حضرات کا یہ سوال حکمت دریافت کرنے یا طلبِ سہولت کے لئے تھا، اعتراض کے لئے نہیں، اسی لئے انہیں اس سوال پر زجر و توبیخ نہ فرمائی گئی بلکہ تسلی بخش جواب دیا گیا۔

آیت 78 ﴿ فرمایا گیا کہ اے جہاد سے ڈرنے والو! موت سے رہائی پانے کی کوئی صورت ہے ہی نہیں، تم جہاں کہیں بھی ہو گے، موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو، لہٰذا جب موت ناگزیر ہے تو بستر پر مرنے سے راہِ خدا میں جان دینا بہتر ہے کیونکہ یہ آخرت کی کامیابی کا سبب ہے۔ اس کے بعد منافقین کے متعلق بتایا گیا کہ اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچے جیسے مال میں کثرت یا پیداوار میں اضافہ ہو جائے، تو کہتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے جیسے قحط یا کوئی اور مصیبت آ جائے، تو کہتے ہیں: اے محمد! یہ آپ کی وجہ سے آئی ہے، جب سے آپ آئے ہیں تب سے ایسی ہی سختیاں پیش آ رہی ہیں۔ محبوب کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دفاع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، تم ان سے فرما دو کہ رزق میں کمی بیشی، قحط یا خوشحالی، رنج یا راحت، فتح یا شکست سب حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں کہ اس کے ارادہ فرمانے سے آتی ہے، ہاں! بندے اس کے اسباب مہیا کر لیتے ہیں۔ جب اصل حقیقت یہی ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ کسی بات کو سمجھنے کے قریب ہی نہیں آتے۔ درس: موت سے فرار ممکن نہیں بلکہ اس کا آنا قطعی اور یقینی ہے لیکن یہ کس سال، کس مہینے، کس دن، کس وقت اور کس طرح آئے گی یہ ہمیں معلوم نہیں ہے لہٰذا ہر وقت اس کے لیے تیار رہنا اور اسے یاد رکھنا چاہیے۔ حدیث میں فرمایا: لذتوں کو ختم کر دینے والی یعنی موت کا بکثرت

حَسَنَةٌ یَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ

بھلائی پہنچے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے تو کہتے ہیں: (اے محمد!) یہ آپ کی وجہ سے ہے۔

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ حَدِیْثًا ۝ مَاۤ اَصَابَكَ

اے حبیب! تم فرمادو: سب اللہ کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ کسی بات کو سمجھنے کے قریب ہی نہیں آتے ۝ اے سننے والے! تجھے جو

مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَ مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ

بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور تجھے جو برائی پہنچتی ہے وہ تیری اپنی طرف سے ہے اور اے حبیب! ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے

رَسُوْلًا ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى

رسول بنا کر بھیجا ہے اور گواہی کے لئے اللہ ہی کافی ہے ۝ جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ موڑا

فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ۝ وَ یَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَیَّتَ

تو ہم نے تمہیں انہیں بچانے کے لئے نہیں بھیجا ۝ اور کہتے ہیں: ہم نے فرمانبرداری کی پھر جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو ان میں

ذکر کرتے رہا کرو۔ (ترمذی، حدیث: 2314)

آیت 79 ﴿ فرمایا کہ اے سننے والے! تمہیں جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت ہے اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تیری اپنی وجہ سے ہے کہ اپنے گناہوں کے سبب تو اس کا مستحق ہوا اور اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ صرف اہل عرب کے رسول نہیں بلکہ ہم نے آپ کو عرب و عجم سب لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس پر گواہی کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ اہم باتیں: (1) یہاں بھلائی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اور برائی کی نسبت بندے کی طرف کی گئی جبکہ اس سے پہلی آیت میں دونوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، خلاصہ یہ ہے کہ بندہ جب مؤثرِ حقیقی کی طرف نظر کرے تو ہر چیز کو اسی کی طرف سے جانے اور جب اسباب پر نظر کرے تو برائیوں کو اپنی شامتِ اعمال سمجھے۔ (2) آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام انسانوں کے رسول ہیں اور تمام لوگ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے امتی ہیں۔

آیت 80 ﴿ شانِ نزول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ اِس پر بعض منافقوں نے کہا: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم چاہتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو رب مانا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کلام کی تصدیق فرمادی کہ بیشک رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور فرمایا: جس نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت سے منہ موڑا تو اس کا وبال اسی پر ہے کیونکہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس لئے نہیں بھیجا کہ بہر صورت انہیں جہنم سے بچائیں بلکہ صرف تبلیغ کے لئے بھیجا ہے۔

آیت 81 ﴿ شانِ نزول: یہ آیت ان منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے کہتے کہ ہم آپ پر

طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ

ایک گروہ آپ کے فرمان کے برخلاف رات کو منصوبے بناتا ہے اور اللہ ان کے رات کے منصوبے لکھ رہا ہے تو اے حبیب! تم ان سے چشم پوشی کرو

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ

اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی کارساز ہے ۝ تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ

غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ

کسی اور کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے ۝ اور جب امن یا خوف کی کوئی بات ان کے پاس آتی ہے

ایمان لائے اور آپ کی اطاعت ہم پر فرض ہے لیکن وہاں سے اٹھ کر جانے کے بعد اس کے برخلاف حرکتیں کرتے تھے۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ ان کے سب منصوبے ان کے نامۂ اعمال میں لکھے جارہے ہیں اور انہیں اس کا بدلہ بھی ملے گا، لیکن چونکہ یہ ظاہری طور پر کلمہ پڑھتے اور اعلانیہ کفر سے باز رہتے تھے اس لئے اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے چشم پوشی کریں یعنی دنیا میں ان کے کافروں والے احکام نہیں، ہاں! چونکہ ان کی طرف سے خطرہ پایا جاتا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ آپ کو کفایت کرے گا۔

آیت 82 یہاں قرآن کی حقانیت کا بیان ہے، چنانچہ فرمایا کہ کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اس کے علوم و حکمتوں کو نہیں دیکھتے کہ اس نے اپنی فصاحت سے تمام مخلوق کو مقابلے سے عاجز کر دیا، غیبی خبروں سے منافقین کے احوال اور مکر و فریب کھول کر رکھ دیئے اور اولین و آخرین کی خبریں دے دیں، اگر یہ قرآن میں غور کریں تو یقیناً اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ یہ کلام الٰہی اور اسے لانے والا اللہ کا رسول ہے۔ یہ حقانیتِ قرآن پر ایک عام فہم دلیل دی جارہی ہے کہ اگر قرآن اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس کی دی ہوئی غیبی خبریں سو فیصد پوری نہ ہوتیں۔ اسی طرح اس کے مضامین میں بھی اختلاف ہوتا کہ کہیں کوئی بات کہہ دی اور کہیں اس کے برخلاف، یونہی فصاحت و بلاغت ہمیشہ معیاری نہ رہتی لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ یہ تمام شواہد اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ قرآن پاک کلامِ الٰہی ہے، کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہرگز نہیں۔ اہم بات: قرآنِ پاک میں غور و فکر کرنا اعلیٰ درجے کی عبادت ہے لیکن قرآن میں وہی غور و فکر قابلِ اعتبار ہے جو صاحبِ قرآن کے فرامین، صحابہ کرام اور ان سے تربیت یافتہ تابعین رضی اللہ عنہم کے علوم کی روشنی میں ہو، جو غور و فکر اس کے برخلاف ہے وہ گمراہی ہے۔

آیت 83 یہاں اگرچہ خاص سیاق و سباق میں ایک حکم بیان کیا گیا ہے لیکن یہ ہماری زندگی کے ہزاروں گوشوں میں اصلاح کے لیے کافی ہے، اس کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب کبھی امن مثلاً مسلمانوں کی فتح یا خوف مثلاً مسلمانوں کی شکست کی کوئی بات لوگوں کے پاس آتی ہے جو فساد کا باعث بن سکتی ہے تو وہ فوراً اسے پھیلانے لگتے ہیں حالانکہ اگر اس بات کو یہ لوگ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صاحبِ رائے و بصیرت اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی خدمت میں پیش کرتے اور خود کچھ دخل نہ دیتے تو سمجھ دار لوگ ضرور اپنی عقل و دانش یا تحقیق کی روشنی میں اس خبر کی حقیقت جان لیتے اور یوں بات کا بتنگڑ بننے کے بجائے حقیقتِ حال کھل کر سامنے آجاتی۔ اگر اللہ

اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ

تو اسے پھیلانے لگتے ہیں حالانکہ اگر اس بات کو رسول اور اپنے بااختیار لوگوں کی خدمت میں پیش کرتے تو ضرور ان میں سے نتیجہ نکالنے کی صلاحیت

یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ

رکھنے والے اس (خبر کی حقیقت) کو جان لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم میں سے چند ایک کے علاوہ سب شیطان کے پیچھے

اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۸۳﴾ فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ

لگ جاتے ○ تو اے حبیب! اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ آپ کو آپ کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جائے گی اور مسلمانوں کو (جہاد کی) ترغیب دیں

عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِیْلًا ﴿۸۴﴾

عنقریب اللہ کافروں کی طاقت روک دے گا اور اللہ کی طاقت سب سے زیادہ مضبوط ہے اور اس کا عذاب سب سے زیادہ شدید ہے ○

تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھیج کر اور قرآن نازل فرما کر تم پر اپنا فضل نہ فرماتا اور تمہیں ہدایت دے کر تم پر اپنی رحمت نہ فرماتا تو ضرور تم میں سے چند ایک کے علاوہ سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔ اہم باتیں: (1) امورِ دینیہ میں ہر شخص کو دخل جائز نہیں، جو اہل ہو وہی ان میں غور کرے۔ (2) یہ آیت قیاس جائز ہونے کی ایک دلیل ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک علم وہ ہے جو قرآن وحدیث سے صراحت کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اور ایک وہ ہے جو استنباط وقیاس کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ درس: اس آیت کو سامنے رکھ کر ہم اپنے گھروں، ملکی، بین الاقوامی اور صحافتی معاملات کو جانچ سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں جھوٹی باتیں، مسلمانوں اور اسلام کو بدنام کرنے کے لیے افواہیں اور جھوٹی خبریں دن رات پھیلائی جاتی ہیں۔ یہی معاملہ گھروں میں ہے کہ کسی نے کچھ بات کہی، وہ بات پھیلتے دس گنا اضافوں کے ساتھ ایسی ہو گئی کہ خاندانوں میں لڑائیاں چھڑ گئیں۔ ان سب کے لیے قرآن نے یہ اصول دیا ہے کہ جب بھی ایسی کوئی بات پہنچے تو اہلِ دانش اور سمجھ دار لوگوں تک پہنچا دی جائے، وہ غور و فکر اور تحقیق سے اس کی حقیقت معلوم کر لیں گے اور یوں بات کا بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ نہیں بنے گا۔

آیت 84 شانِ نزول: جب ابو سفیان سے طے شدہ بدرِ صغریٰ یعنی چھوٹے غزوۂ بدر کی جنگ کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کے لئے لوگوں کو بلایا، کچھ افراد کو یہ بات بھاری محسوس ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ جہاد کے لئے جائیں، آپ کو آپ کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جائے گی خواہ کوئی آپ کا ساتھ دے یا نہ دے۔ ہاں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیتے رہیں۔ عنقریب اللہ تعالیٰ کافروں کی طاقت روک دے گا اور اللہ تعالیٰ کی طاقت سب سے زیادہ مضبوط اور اس کا عذاب سب سے زیادہ شدید ہے۔ یہ حکم پا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بدرِ صغریٰ کی جنگ کے لئے روانہ ہوئے اور 70 سوار ہمراہ تھے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں بیان کردہ غیبی خبر بھی پوری ہوئی اور کفار مسلمانوں کے چھوٹے سے لشکر سے ایسے مرعوب ہوئے کہ مقابلے میں ہی نہ آئے۔ (2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم شجاعت میں بھی سب سے اعلیٰ ہیں کہ آپ کو تنہا کفار کے

مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَاۚ وَ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّكُنْ لَّهٗ

جو اچھی سفارش کرے اس کے لئے اس کا اجر ہے اور جو بری سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے

كِفْلٌ مِّنْهَاؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ﴿۸۵﴾ وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ

حصہ ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے ○ اور جب تمہیں کسی لفظ سے سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ سے جواب دو

اَوْ رُدُّوْهَاؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَؕ لَیَجْمَعَنَّكُمْ

یا وہی الفاظ کہہ دو۔ بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے ○ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ ضرور تمہیں

اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِؕ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا ﴿۸۷﴾ فَمَا لَكُمْ فِی الْمُنٰفِقِیْنَ

قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ○ تو تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں

النصف

ع

مقابل تشریف لے جانے کا حکم ہوا اور آپ آمادہ ہو گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بہادر، طاقتور، سخی اور پسندیدہ کسی کو نہیں دیکھا۔ (الشفاء، 1/116)

آیت 85 فرمایا کہ جو لوگوں کے درمیان اچھی سفارش کرے اس کے لئے اس سفارش کا ثواب ہے اور جو بری سفارش کرے اس کے لئے اس کے بوجھ میں سے حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے چنانچہ وہ ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ دے گا۔ اہم بات: اچھی سفارش وہ ہے جس میں کسی کو جائز نفع پہنچایا جائے یا تکلیف سے بچایا جائے، اس پر ثواب ہے اور بری سفارش وہ ہے جس میں غلط سفارش کی جائے، ظالم کو غلط طریقے سے بچایا جائے یا کسی کی حق تلفی کی جائے یا ناجائز کام میں سفارش کی جائے۔ یہ سب حرام ہے۔

آیت 86 ارشاد فرمایا: جب تمہیں کسی لفظ سے سلام کیا جائے مثلاً کوئی کہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ تو تم اس سے بہتر لفظ سے جواب دو مثلاً یہ کہو: وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ، یا وہی الفاظ کہہ دو جو سلام کرنے والے نے کہے تھے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے چنانچہ وہ اس کی بھی جزا عطا فرمائے گا۔ اہم بات: اسلام سے پہلے اہل عرب ایک دوسرے سے ملتے وقت یہ کہتے تھے: حَیَّاکَ اللہُ یعنی اللہ تعالیٰ تجھے زندہ رکھے۔ دین اسلام میں اس کلمے کو سلام سے تبدیل کر دیا گیا اور سلام ان الفاظ کی نسبت زیادہ کامل ہے کیونکہ جو سلامت ہو گا وہ زندہ بھی ہو گا جبکہ زندہ شخص سلامت بھی ہو یہ ضروری نہیں۔ مسئلہ: سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض۔ جواب میں افضل یہ ہے کہ سلام کرنے والے کے سلام پر کچھ بڑھائے مثلاً پہلا شخص اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہے تو دوسرا شخص وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللہِ کہے اور اگر پہلے نے وَرَحْمَۃُ اللہِ بھی کہا تو یہ وَبَرَکَاتُہٗ بڑھائے۔ اس سے زیادہ سلام و جواب میں کوئی اضافہ نہیں ہے۔

آیت 87 فرمایا کہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ ضرور تمہیں تمہاری قبروں سے قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کوئی نہیں کیونکہ اس کا جھوٹ بولنا ناممکن و محال ہے کہ جھوٹ عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔

آیت 88 شانِ نزول: اہل مکہ کی ایک جماعت کھلم کھلا مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملی یا پھر منافقوں کے ایک گروہ نے یہ حرکت کی۔

فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ

دو گروہ ہو گئے حالانکہ اللہ نے ان کے اعمال کے سبب ان (کے دلوں) کو الٹا دیا ہے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم اسے راہ دکھاؤ جسے اللہ نے گمراہ

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿٨٨﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا

اور جسے اللہ گمراہ کردے تو ہرگز تو اس کے لئے (ہدایت کا) راستہ نہ پائے گا۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ کافر ہوئے کاش کہ تم بھی ویسے ہی

فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا

پھر تم سب ایک جیسے ہو جاؤ۔ تو تم ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں پھر اگر وہ منہ پھیریں

فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۠ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٨٩﴾ اِلَّا

تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو نہ دوست بناؤ اور نہ ہی مددگار۔ مگر (ان لوگوں کو قتل نہ کرو)

الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ

جو ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں کہ تمہارے اور ان کے درمیان (امن کا) معاہدہ ہو یا تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ ان کے دل تنگ آچکے ہوں

ان کے بارے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دو گروہ ہو گئے، ایک گروہ انہیں قتل کرنے پر اصرار اور دوسرا اس سے منع کررہا تھا۔ اس معاملے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ بن گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ارتداد اور مشرکوں کے ساتھ جاملنے کی وجہ سے ان کے دلوں کو الٹا دیا ہے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کردیا اسے ہدایت کی راہ دکھا دو! یہ محال ہے کیونکہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تم ہرگز اس کے لئے ہدایت کا کوئی راستہ نہ پاؤ گے۔ اس آیت میں مزید تفسیری اقوال بھی ہیں۔

آیت 89 ﴾ منافقوں کی سرکشی کے بارے میں بتایا جارہا ہے کہ اے مسلمانو! منافق تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ کافر ہوئے، کاش کہ تم بھی ویسے ہی کافر ہو جاؤ؛ پھر تم سب کفر میں ایک جیسے ہو جاؤ۔ جب ان کا یہ حال ہے تو تم ان میں سے کسی کو اس وقت تک اپنا دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت نہ کرلیں جس سے اس بات کا ثبوت مل جائے کہ یہ واقعی مومن ہیں لیکن اگر وہ ہجرت نہ کریں تو اے مسلمانو! (دورانِ جہاد) انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کردو اور اگر وہ تم سے دوستی کا دعویٰ کریں اور دشمنوں کے خلاف تمہاری مدد کے لئے تیار ہوں تو انہیں دوست و مددگار نہ بناؤ کیونکہ یہ بھی دشمن ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اہلِ مکہ میں جو مسلمان ہوئے اور قدرت کے باوجود مکے سے ہجرت نہ کی جو اس وقت فرض تھی تو وہ اس حکم کا مصداق ہیں اور انہیں ہجرت نہ کرنے کی صورت میں کفار کے حکم میں رکھ کر ان سے ایسا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا۔

آیت 90 ﴾ گزشتہ آیت میں قتل کا جو حکم دیا گیا، یہاں اس حکم سے خارج لوگوں کے متعلق بتایا جارہا ہے، چنانچہ فرمایا کہ ان لوگوں کو قتل نہ کرو جن کا ایسی قوم سے تعلق ہو جن سے تمہارا امن کا معاہدہ ہو چکا ہو یا جن کے دل تنگ آچکے ہوں کہ تم سے لڑائی کریں یا

اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ

کہ تم سے لڑائی کریں یا اپنی قوم سے لڑیں اور اللہ اگر چاہتا تو ضرور انہیں تم پر مسلط کر دیتا تو وہ بے شک تم سے لڑتے پھر اگر وہ تم سے دور رہیں

فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾ سَتَجِدُوْنَ

اور نہ لڑیں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو (صلح کی صورت میں) اللہ نے تمہیں ان پر (لڑائی) کا کوئی راستہ نہیں رکھا○ عنقریب تم کچھ

اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ

دوسروں کو پاؤ گے جو چاہتے ہیں کہ وہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں (لیکن) جب کبھی انہیں فتنے کی طرف پھیرا جاتا ہے

اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ

تو اس میں اوندھے جا پڑتے ہیں۔ پھر اگر وہ تم سے کنارہ کشی نہ کریں اور تمہارے ساتھ صلح نہ کریں اور اپنے ہاتھ تم (سے لڑنے) سے نہ روکیں

فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾

تو تم انہیں پکڑ لو اور جہاں پاؤ انہیں قتل کر دو اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے خلاف ہم نے تمہیں کھلا اختیار دیا ہے○

تمہارے ساتھ مل کر اپنی قوم سے لڑیں یعنی دونوں میں سے کسی کے ساتھ جنگ نہیں کرنا چاہتے۔ مزید اپنا احسان بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور انہیں تم پر مسلط کر دیتا تو وہ یقیناً تم سے لڑتے اور تم پر غالب بھی آجاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھا؛ پھر اگر کفار تم سے دور رہیں اور لڑنے کی بجائے صلح کا پیغام بھیجیں تو اس صورت میں تمہیں ان سے جنگ کرنے کی اجازت نہیں۔ اہم بات: بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہے اور اب سلطانِ اسلام کو صلح کرنے، نہ کرنے کا اختیار ہے۔

آیت 91 ﴾ شانِ نزول: مدینہ منورہ کے دو قبیلوں اسد اور غطفان کے لوگ مسلمانوں کے سامنے کلمہ پڑھتے اور خود کو مسلمان ظاہر کرتے لیکن جب اپنی قوم سے ملتے اور وہ لوگ پوچھتے کہ تم کس چیز پر ایمان لائے ہو؟ تو یہ اسلام کا مذاق اڑاتے اور نہایت غلیظ جملے کہتے۔ اس انداز سے ان کا مقصد یہ تھا کہ دونوں طرف تعلقات رکھیں اور کسی جانب سے انہیں نقصان نہ پہنچے۔ یہ لوگ منافق تھے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: یہ لوگ تم سے بھی امن چاہتے ہیں اور اپنی قوم سے بھی لیکن در حقیقت تمہارے ساتھ نہیں ہیں کیونکہ جب انہیں کسی فتنے مثلاً شرک یا مسلمانوں سے جنگ کی طرف بلایا جاتا ہے تو یہ مسلمانوں کے دشمنوں ہی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ جنگ کرنے سے باز آکر ایک طرف نہ ہو جائیں اور تمہارے ساتھ صلح نہ کریں تو ان کے کفر، غداری اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے سبب ہم نے تمہیں ان کو قتل کرنے کا کھلا اختیار دیا ہے، تو تم انہیں پکڑ لو اور جہاں پاؤ قتل کر دو۔

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ

اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو قتل کرے مگر یہ کہ غلطی سے ہو جائے اور جو کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کردے تو ایک

رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ

غلام کو آزاد کرنا اور دیت دینا لازم ہے جو مقتول کے گھروالوں کے حوالے کی جائے گی سوائے اس کے کہ وہ معاف کردیں پھر اگر وہ مقتول تمہاری

عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ

قوم سے ہو اور وہ مقتول خود مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا لازم ہے اور اگر وہ مقتول اس قوم میں سے ہو کہ تمہارے اور ان

بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ

درمیان معاہدہ ہو تو اس کے گھروالوں کے حوالے دیت کی جائے اور ایک مسلمان غلام یا لونڈی کو آزاد کیا جائے پھر جسے (غلام) نہ ملے

آیت 92 شانِ نزول: یہ آیت عیاش بن ربیعہ مخزومی کے بارے میں نازل ہوئی، اس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ آپ ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے اور گھروالوں کے خوف سے مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کرلی۔ ماں نے آپ کے سوتیلے بھائیوں حارث اور ابوجہل سے کہا: جب تک تم اسے واپس نہ لاؤ گے میں کچھ بھی کھاؤں، پیوں گی نہیں۔ یہ دونوں حارث بن زید کو ساتھ لے کر گئے اور دین سے متعلق چھیڑ چھاڑ نہ کرنے کی یقین دہانی کرواکر عیاش کو واپسی پر راضی کرلیا۔ مدینہ منورہ سے باہر نکلتے ہی آپ کو کوڑے مار کر باندھا اور مکہ مکرمہ پہنچ کر ایسے ہی تپتی دھوپ میں ڈال دیا گیا۔ ان مصیبتوں میں مبتلا ہو کر عیاش نے اپنا دین ترک کردیا۔ اس پر حارث بن زید نے اسے ملامت کی تو اس نے انہیں قتل کرنے کی قسم کھالی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد پہلے عیاش نے، پھر حارث بن زید نے بھی اسلام قبول کرلیا اور دونوں مدینہ منورہ ہجرت کرگئے۔ جب حارث بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اس وقت وہاں حضرت عیاش رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے اس لیے انہیں حضرت حارث رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کی خبر نہ ہوئی۔ قبا کے قریب انہوں نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو انہیں قتل کردیا اور جب ان کے قبول اسلام کا پتا چلا تو بہت افسوس ہوا اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ اس آیت میں قتل کی چار صورتوں کا اور تین صورتوں میں کفارے کا بیان ہے۔ (1) ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو ناحق قتل کرنا حرام ہے۔ (2) کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو غلطی سے قتل کردے (جیسے شکار کو مار رہا ہو مگر گولی مسلمان کو لگ جائے یا کسی کو حربی کافر سمجھ کر مارا بعد میں پتا چلا کہ مقتول مسلمان ہے) تو قاتل پر ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا لازم ہے اور وہ دیت بھی دے گا جو مقتول کے وارثوں کو دی جائے گی، ہاں اگر مقتول کے وارث دیت معاف کردیں تو وہ معاف ہو جائے گی۔ (3) اگر مقتول کا تعلق دشمن قوم سے ہو لیکن وہ بذاتِ خود مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا لازم ہے، دیت وغیرہ کچھ لازم نہ ہوگی۔ (4) اگر مقتول کا تعلق اس قوم سے ہو جن کے ساتھ تمہارا باہمی معاہدہ ہے (جیسے وہ کافر ہو جس کے جان و مال کی حفاظت کا بادشاہِ اسلام نے جزیہ کے بدلے ذمہ لیا ہو، یا وہ کافر ہو جو مسلمان حکومت کی اجازت سے مسلم ملک میں آیا ہو۔ پہلے کو اصطلاح میں ذمی اور دوسرے کو مستامن کہتے ہیں۔) تو اس کے گھروالوں کو دیت دی جائے گی اور ایک مسلمان غلام یا لونڈی کو آزاد کیا جائے گا، البتہ اگر

شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾ وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا

مہینے کے مسلسل روزے (لازم ہیں۔ یہ) اللہ کی بارگاہ میں توبہ (ہے) اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے○ اور جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دے

فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

تو اس کا بدلہ جہنم ہے عرصہ دراز تک اس میں رہے گا اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ

اے ایمان والو! جب تم اللہ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کرلیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے اسے یہ نہ

السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ

کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ تم دنیوی زندگی کا سامان چاہتے ہو پس اللہ کے پاس بہت سے غنیمت کے مال ہیں۔ پہلے تم بھی

غلام لونڈی نہ ملے (جیسے ہمارے زمانے میں ہے) تو پھر دو مہینے کے مسلسل روزے رکھنا لازم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی توبہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو جاننے والا اور انہیں حکم دینے میں حکمت والا ہے۔ اہم باتیں: (1) دیت مقتول کے ترکہ کے حکم میں ہے، یعنی یہ وراثت کی طرح تقسیم ہوگی، اس سے مقتول کا قرضہ بھی ادا کیا جائے گا اور وصیت بھی پوری کی جائے گی۔ (2) قتل خطا کے کفارے میں کافر غلام آزاد نہ کیا جائے گا۔ باقی کفارات میں حنفی مذہب کے مطابق ہر طرح کا غلام آزاد کرسکتے ہیں جیسے روزے یا ظہار کا کفارہ ہو۔

آیت 93 گزشتہ آیت میں مسلمان کے غلطی سے قتل کا حکم بیان ہوا اور یہاں جان بوجھ کر قتل کی اخروی وعید بیان کی جارہی ہے جو آیت کے ترجمہ سے واضح ہے۔ **اہم بات:** مسلمانوں کا قتل حلال سمجھ کر کرنا کفر ہے جس کی سزا ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے اور اگر حرام جانتے ہوئے قتل کیا تو یہ شدید ترین کبیرہ گناہ ہے، ایسا شخص مدت دراز تک جہنم میں رہے گا۔ **درس:** افسوس! فی زمانہ غنڈہ گردی، دہشت گردی، ڈکیتی اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر قتل کے واقعات عام ہیں۔ حدیث پاک میں ہے: بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ایک کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا ہے۔ (بخاری، حدیث: 6871)

آیت 94 **شانِ نزول:** فدک کے رہنے والوں میں سے صرف مرداس بن نہیک رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تھا۔ جب اس قوم کو لشکر اسلام اپنی طرف آنے کی خبر ملی تو حضرت مرداس کے علاوہ سب لوگ بھاگ گئے۔ لشکر اسلام کی آمد کا یقین ہونے پر یہ اپنی بکریاں لے کر ان کے پاس آئے اور کہنے لگے: لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ یہ دھوکہ دینے کے لئے ایمان ظاہر کر رہے ہیں کیونکہ اہل فدک تو سب کافر ہیں۔ اس خیال سے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کردیا اور ان کی بکریاں لے آئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بتایا گیا تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بکریاں ان کے اہل خانہ کو واپس کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کرلیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے یا جس میں اسلام کی علامت پاؤ تو جب تک اس کا کفر ثابت نہ ہو جائے اس پر

كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾ لَا يَسْتَوِي

ایسے ہی تھے تو اللہ نے تم پر احسان کیا تو خوب تحقیق کرلو بیشک اللہ تمام اعمال سے خبردار ہے۔ عذر والوں کے

الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ

جو مسلمان جہاد سے بیٹھے رہے وہ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ

اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر اللہ نے درجے کے اعتبار سے فضیلت عطا فرمائی ہے اور اللہ نے سب سے

الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ

وعدہ فرمایا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اس کی طرف سے بہت سے درجات

ہاتھ نہ ڈالو اور اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ تم دنیوی زندگی کا سامان چاہتے ہو پس اللہ تعالیٰ کے پاس بہت سے غنیمت کے مال ہیں۔ مسلمانوں کو سمجھانے کے لیے مزید فرمایا کہ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے یعنی جب تم اسلام لائے تو تمہارا اظہارِ ایمان بے اعتبار نہ سمجھا گیا بلکہ زبان سے کلمۂ شہادت سن کر تمہارے جان ومال محفوظ کردیئے گئے، تمہیں بھی اسلام میں داخل ہونے والوں کے ساتھ یہی سلوک کرنا چاہئے اور یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ تمہیں اسلام پر استقامت بخشی اور تمہارا مومن ہونا مشہور کیا لہٰذا خوب تحقیق کرلیا کرو کہ کہیں تمہارے ہاتھوں کوئی مسلمان نہ قتل ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمام اعمال سے خبردار ہے اور وہ تمہیں ان کا بدلہ دے گا۔

آیت 95 اس آیت میں جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے 4 باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں: (1) عذر والوں کے علاوہ جہاد نہ کرنے والے اور راہِ خدا میں اپنے مال وجان کے ساتھ جہاد کرنے والے اجر وثواب میں برابر نہیں ہیں۔ (2) اپنے جان ومال کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے عذر کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہونے والوں پر درجے کے اعتبار سے فضیلت عطا فرمائی ہے کیونکہ شرکت جہاد کی نیت میں اگرچہ دونوں برابر ہیں لیکن عملی طور پر جہاد کرنے کی وجہ سے مجاہدین کا درجہ بڑا ہے۔ (3) ان دونوں گروہوں سے ان کے اچھے عقیدے اور سچی نیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو جہاد نہ کرنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اہم باتیں: (1) جب اس آیت کا ابتدائی حصہ نازل ہوا تو حضرت عبد اللہ بن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! میں نابینا ہوں، جہاد میں کیسے جا سکتا ہوں۔ اس پر یہ حصہ "غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ" نازل ہوا، جس میں بتایا گیا کہ جو لوگ بیماری، بڑھاپے، نابینائی، ہاتھ پاؤں ناکارہ ہونے وغیرہ عذر کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہو سکیں انہیں اجر وثواب سے محروم نہ کیا جائے گا۔ (2) نیت بہت عظیم عمل ہے کہ عمل کئے بغیر بھی سچی نیت ہونے کی صورت میں ثواب مل جاتا ہے۔

آیت 96 یہاں مجاہدین کا اجر بیان فرمایا گیا کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کے بہت سے درجات، گناہوں کی بخشش اور جنت کی نعمتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ جہاد کرنے والوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لئے جنت میں 100 درجے مہیا فرمائے، ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہوگا جتنا آسمان وزمین کے درمیان ہے۔ (بخاری، حدیث: 2790)

مَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٩٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ

بخشش اور رحمت (ہے) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ بیشک وہ لوگ جن کی جان فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر

اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ

ظلم کرنے والے ہوتے ہیں ان سے (فرشتے) کہتے ہیں: تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے۔ تو فرشتے کہتے ہیں: کیا اللہ کی زمین

وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿٩٧﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ

کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے○ مگر وہ مجبور

مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٩٨﴾ فَاُولٰٓئِكَ

مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ تو کوئی تدبیر کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور نہ راستہ جانتے ہوں○ تو عنقریب

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿٩٩﴾ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اللہ ان لوگوں سے درگزر فرمائے گا اور اللہ معاف فرمانے والا، بخشنے والا ہے○ اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے

آیت 97 شانِ نزول: یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے زبان سے کلمۂ اسلام تو پڑھا مگر فرض ہونے کے باوجود ہجرت نہ کی پھر جنگِ بدر میں کفار کے ساتھ آئے اور ساتھ ہی مارے گئے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جن کی روح فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ فرضِ ہجرت ترک کر کے اور کافروں کا ساتھ دے کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، ان کی موت کے وقت فرشتے انہیں جھڑکتے ہوئے کہتے ہیں: تم اپنے دین کے معاملے میں کس حال میں تھے؟ وہ عذر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہم زمین میں کمزور لوگ تھے اور کافروں کی سرزمین میں رہنے کی وجہ سے دین کے احکام پر عمل کرنے سے عاجز تھے۔ تو فرشتے ان کا عذر رد کرتے اور ڈانٹتے ہوئے کہتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم سرزمینِ کفر سے ایسی جگہ ہجرت کر کے چلے جاتے جہاں تم دین کے احکام پر عمل کر سکتے؟ تو جن کے یہاں برے احوال بیان ہوئے یہ وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔ **اہم بات:** جو شخص کسی جگہ اپنے دینی فرائض ادا نہیں کر سکتا جبکہ دوسری جگہ کر سکتا ہے تو اس پر وہ جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جانا فرض ہے۔ کفار کے درمیان رہنے والے وہ مسلمان اس آیت میں غور کریں جو کفار کے خوف سے اپنے دینی فرائض ادا نہیں کر سکتے۔

آیت 98، 99 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مجبور مرد، عورتیں اور بچے جو نہ ہجرت کرنے کی طاقت رکھتے ہوں، نہ ان کے پاس اخراجات ہوں اور نہ وہ ہجرت گاہ کا راستہ جانتے ہوں تو ایسے عاجز و مجبور لوگ ہجرت نہ کرنے پر قابلِ گرفت نہیں، عنقریب اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے درگزر فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ معاف فرمانے والا، بخشنے والا ہے۔

آیت 100 فرمایا کہ جو راہِ خدا میں ہجرت کرے تو وہ رزق پانے یا اپنا دین ظاہر کرنے کے تعلق سے زمین میں بہت جگہ اور وسعت

يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ

تو وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ و رسول کی طرف

وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ع

کرتے ہوئے نکلا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہوگیا اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو

اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ

کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے بیشک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں○ اور اے حبیب! جب تم ان میں تشریف فرما

پائے گا۔ مزید فرمایا: جو اپنے گھر سے اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا تو اگرچہ ہجرت مکمل نہ کر سکے اور راستے ہی میں اسے موت آجائے پھر بھی اسے ثواب ملے گا۔ آیت کے اس حصے کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت جندع بن ضمرہ لیثی رضی اللہ عنہ بہت بوڑھے تھے، لوگ انہیں چارپائی پر ہجرت کے لئے لے کر چلے لیکن مکہ کے قریب ہی مقام تنعیم میں انتقال فرما گئے۔ یہ خبر سن کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: کاش وہ مدینہ پہنچتے تو ان کا اجر کتنا بڑا ہوتا اور مشرک ہنستے ہوئے کہنے لگے: جس مطلب کے لئے نکلے تھے وہ نہ ملا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کی شان بیان فرمائی کہ جو راہِ خدا میں ہجرت کرے پھر منزل تک پہنچنے سے پہلے اسے موت آجائے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے وعدے اور فضل و کرم سے اس کے ذمہ کرم پر ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے۔

آیت 101 ﴾ اس آیت میں نماز کو قصر کرنے کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے، یعنی سفر کی حالت میں ظہر، عصر اور عشاء میں چار فرضوں کی بجائے دو پڑھیں گے۔ اہم بات: کافروں کا خوف قصر کے لئے شرط نہیں۔ آیت نازل ہونے کے وقت چونکہ سفر اندیشہ سے خالی نہ ہوتے تھے اس لئے آیت میں اس کا ذکر ہوا ہے ورنہ خوف اور اندیشہ ہونا قصر کے لئے شرط نہیں ہے۔ مسائل: (1) سفر میں چار رکعت والی نماز کو پورا پڑھنا جائز نہیں، ہاں اگر مقیم امام کی اقتدا میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے تو اب چار رکعتیں پوری پڑھنی ہوں گی۔ (2) جس سفر میں نماز قصر کی جائے گی، فی زمانہ ہمارے زمینی، میدانی سفر کے اعتبار سے اس کی کم از کم مسافت 92 کلومیٹر ہے۔ (3) قصر صرف فرضوں میں ہے، سنتوں میں نہیں اور سفر میں سنتیں پڑھنی چاہئیں۔

آیت 102 ﴾ شانِ نزول: غزوۂ ذات الرقاع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز ظہر باجماعت ادا فرمائی۔ یہ دیکھ کر مشرکین کو افسوس ہوا کہ انہوں نے اس وقت حملہ کیوں نہ کیا۔ بعض کفار نے کہا: اس کے بعد ایک اور نماز ہے جو مسلمانوں کو اپنے ماں باپ سے زیادہ پیاری ہے یعنی نمازِ عصر، لہٰذا جب مسلمان اس نماز کے لئے کھڑے ہوں تو پوری قوت سے حملہ کر کے انہیں قتل کر دو۔ اس وقت حضرت جبریل امین علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے اور عرض کی: یہ نمازِ خوف ہے، یعنی اب اس طرح نماز پڑھیں کہ حاضرین کو دو جماعتوں میں تقسیم کر دیا جائے، ایک آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ رہے اور آپ انہیں نماز

فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا

پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب وہ سجدہ کر لیں

فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَ

تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھیں اور

لْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ

(انہیں بھی) چاہئے کہ اپنی حفاظت کا سامان اور اپنے ہتھیار لیے رہیں۔ کافر چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ

فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ

تو ایک ہی دفعہ تم پر حملہ کردیں اور اگر تمہیں بارش کے سبب تکلیف ہو یا بیمار ہو تو تم پر کوئی مضائقہ نہیں

مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿١٠٢﴾

کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو اور اپنی حفاظت کا سامان لئے رہو۔ بیشک اللہ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے○

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ

پھر جب تم نماز پڑھ لو تو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے اللہ کو یاد کرو پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ

پڑھائیں اور دوسری دشمن کے مقابلے میں کھڑی رہے۔ پہلی جماعت ایک رکعت پڑھ کر اور مغرب میں دو رکعتیں پڑھ کر دشمن کے سامنے چلی جائے اور دوسری جماعت آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پیچھے آجائے پھر بعد میں وہ اپنی ایک ایک بقیہ رکعت پڑھ لیں اور جن کی دو باقی ہیں وہ دو پڑھ لیں اور دونوں جماعتیں ہر وقت اسلحہ ساتھ رکھیں یعنی نماز میں بھی مسلح رہیں۔ مزید فرمایا: کافر چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل ہو جاؤ تو ایک ہی دفع تم پر حملہ کر دیں۔ مزید فرمایا: اگر تمہیں تکلیف ہو۔ آیت میں حکم یہ تھا اپنی حفاظت کا سامان ہر وقت اپنے ساتھ رکھو لیکن حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے لئے زخمی ہونے کے باعث ہتھیار رکھنا بہت تکلیف دہ تھا، ان کے حق میں آیت کا یہ حصہ نازل ہوا اور حالت عذر میں ہتھیار کھول کر رکھنے کی اجازت دی گئی۔ اہم بات: نماز کی جماعت ایسی اہم ہے کہ سخت جنگ میں بھی جماعت کا طریقہ سکھایا گیا۔ افسوس ان پر جو بلا وجہ جماعت چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ اس میں 27 گنا زیادہ ثواب ہے۔

آیت 103 ❁ فرمایا کہ پھر جب تم بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نمازِ خوف پڑھ کر فارغ ہو جاؤ تو تسبیح و تہلیل کے ذریعے کھڑے، بیٹھے، کروٹوں پر لیٹے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور ذکرِ الٰہی میں غفلت سے بچو، اور جب تمہارے دل پر سکون ہو جائیں اور جنگ ختم ہونے کے بعد امن و امان ہو جائے تو پہلے کی طرح ارکان و شرائط کی رعایت کرتے ہوئے نماز ادا کرو۔ بیشک نماز مسلمانوں پر مقررہ وقت میں فرض ہے، لہٰذا اسے اس کے وقت سے ہرگز مؤخر نہ کیا جائے۔ اہم باتیں: (1) نماز کے بعد ذکرِ الٰہی کرنا چاہیے جیسا

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ

تو حسبِ معمول نماز قائم کرو بیشک نماز مسلمانوں پر مقررہ وقت میں فرض ہے○ اور کافروں کی تلاش میں

الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ

سستی نہ کرو۔ اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو جیسے تمہیں دکھ پہنچتا ہے ویسے ہی انہیں بھی دکھ پہنچتا ہے حالانکہ تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو

ع مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ

جو وہ نہیں رکھتے۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے○ اے حبیب! بیشک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری تاکہ تم لوگوں میں

بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿۱۰۵﴾ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ

اس (حق) کے ساتھ فیصلہ کرو جو اللہ نے تمہیں دکھایا ہے اور تم خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑا نہ کرنا○ اور اللہ کی بارگاہ میں استغفار کرو

کہ آیت میں ہے اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بخاری و مسلم میں ثابت ہے اور یہی اب بھی مسلمانوں میں رائج ہے۔(2) نمازیں ایک وقت میں جمع نہیں ہو سکتیں یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ ظہر اور عصر ایک ہی وقت میں ادا کر لی جائیں اگرچہ نمازی مسافر ہو کیونکہ ہر نماز کا اپنا اپنا وقت مقرر ہے۔ جن احادیث میں دو نمازیں جمع کرنے کا ذکر ہے وہاں "جمع صوری" مراد ہے یعنی پہلی نماز آخری وقت اور دوسری اول وقت میں ادا کی گئی۔

آیت 104 ✲ شانِ نزول: ابوسفیان اور اس کے ساتھی جنگِ احد سے واپس ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کا تعاقب کرنے کا حکم فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے زخموں کی شکایت کی، جس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور فرمایا گیا: اگر تمہیں تکلیف پہنچی ہے تو انہیں بھی پہنچی ہے، نیز تمہیں تکلیف اٹھانے پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید ہے جبکہ کافروں کو ایسی کوئی امید نہیں لہٰذا تم ان کا پیچھا کرنے میں سستی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں پہنچنے والی تکلیف کو جاننے والا اور تمہارے کاموں کی تدبیر کرنے میں حکمت والا ہے۔

آیت 105، 106 ✲ شانِ نزول: انصار کے قبیلہ بنی ظفر کے ایک شخص طعمہ بن اُبیرق نے اپنے ہمسائے قتادہ بن نعمان کی زرہ چرا کر آٹے کے تھیلے میں چھپائی اور اسے ایک یہودی کے ہاں رکھ دیا۔ جب زرہ کی تلاش شروع ہوئی اور طعمہ پر شبہ ظاہر کیا گیا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ اتفاق یہ ہوا کہ آٹے کی بوری پھٹی ہوئی تھی جس سے آٹا گرتا رہا۔ اسے دیکھ کر چلتے چلتے لوگ یہودی کے گھر پہنچ گئے، وہاں آٹے کی بوری مل گئی جس میں زرہ موجود تھی۔ پوچھنے پر یہودی نے بتادیا کہ یہ بوری طعمہ اس کے پاس رکھ کر گیا تھا اور چند یہودیوں نے اس بات کی گواہی بھی دے دی۔ رسوائی سے بچنے کے لیے طعمہ کی قوم نے یہ ارادہ کر لیا کہ یہودی کو چور قرار دے کر اس پر قسم کھالیں گے۔ چنانچہ جب معاملہ بارگاہِ رسالت میں پیش ہوا تو بنی ظفر نے طعمہ کے حق میں اور یہودی کے خلاف جھوٹی گواہی دی، جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ان دونوں آیات کا مفہوم ترجمہ سے واضح ہے۔ اہم بات: اس آیت میں بظاہر خطاب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ہے لیکن درحقیقت قیامت تک کے تمام حکام کو سنانا مقصود ہے کہ فیصلہ کرنے میں کوتاہی نہ کریں اور بغیر رعایت مجرم کو پوری سزا دیں۔ درس: صحیح غلط ہر معاملے میں اپنی قوم کی تائید کرنے کی اسلام میں گنجائش نہیں بلکہ حق کی پیروی

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۶﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ اور ان لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑنا جو اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے ہیں۔ بیشک اللہ

لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴿۱۰۷﴾ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ

پسند نہیں کرتا اسے جو بہت خیانت کرنے والا، بڑا گناہگار ہو○ وہ لوگوں سے شرماتے ہیں اور اللہ سے نہیں شرماتے حالانکہ اللہ

مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾

اس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ رات کو ایسی بات کا مشورہ کرتے ہیں جو اللہ کو پسند نہیں اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے○

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۟ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

(اے لوگو!) سن لو، یہ تم ہی ہو جو دنیا کی زندگی میں ان کی طرف سے جھگڑے تو قیامت کے دن ان کی طرف سے اللہ سے کون جھگڑے گا

ضروری ہے۔ اس میں رنگ و نسل، قوم و علاقہ، ملک و صوبہ، زبان و ثقافت ہر قسم کے تعصب کارد ہے۔

آیت 107 ﴾ فرمایا کہ ان لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑنا جو گناہ کر کے اپنی جانیں خیانت میں ڈالتے ہیں کیونکہ ان کی خیانت کا وبال انہی پر پڑے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ اُسے پسند نہیں کرتا جو بہت خیانت کرنے والا، بڑا گنہگار ہو۔ درس: اس آیت مبارکہ کو سامنے رکھ کر وکالت کا پیشہ کرنے والے غور کریں، بارہا وکیل کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مؤکل مجرم و خائن ہے لیکن وہ مال بٹورنے کے چکر میں ظالم کی طرفداری کرتا، جھوٹ بولتا، دوسرے فریق کا حق مارتا اور طرح طرح کے حرام کاموں کا مرتکب ہو کر ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم بنادیتا ہے۔ مسئلہ: جھوٹی وکالت کی اجرت حرام ہے۔

آیت 108 ﴾ یعنی طعمہ اور اس کی قوم کے افراد لوگوں سے حیا کی بنا پر اور نقصان پہنچنے کے ڈر سے ان سے تو چھپتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے حیا نہیں کرتے حالانکہ وہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیا کی جائے اور اس کے عذاب سے ڈرا جائے کیونکہ وہ ان کے سب احوال جانتا ہے اور اس سے ان کا کوئی عمل چھپا نہیں حتی کہ وہ ان کے اس عمل سے بھی واقف ہے جب وہ رات کے وقت ایسی بات کا مشورہ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں جیسے بے گناہ پر الزام لگانا، جھوٹی قسم کھانا اور جھوٹی گواہی دینا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہری و باطنی تمام اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے، ان کا کوئی عمل علم الٰہی سے باہر نہیں۔ درس: یہ آیت تقویٰ و طہارت کی بنیاد ہے۔ اگر انسان یہ خیال رکھے کہ میرا کوئی حال اللہ تعالیٰ سے چھپا نہیں تو گناہ کرنے کی ہمت نہ کرے۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ اسی چیز کے ذریعے لوگوں کو گناہوں سے رکنے کا حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ اس جملے کا اگر کوئی مراقبہ کرلے اور اسے اپنے دل و دماغ میں بٹھالے تو اس کے لیے گناہوں کا علاج آسان ہو جائے گا۔

آیت 109 ﴾ یہاں عام لوگوں سے اور بطور خاص طعمہ کی قوم سے خطاب فرمایا گیا کہ اے لوگو! تم جو آج دنیا کی زندگی میں ان خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑتے ہو تو جب قیامت کے دن خیانت کرنے والے مجرم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے اور وہ ان کے عذاب کا فیصلہ فرمادے گا تو اس وقت کون ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ سے جھگڑے گا یا کون ان کا وکیل و کارساز ہوگا یعنی جیسے دنیا

اَمْ مَّنْ یَّكُوْنُ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿۱۰۹﴾ وَ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَ مَنْ یَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا یَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَ مَنْ یَّكْسِبْ خَطِیْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ یَرْمِ بِهٖ بَرِیْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۱۱۲﴾ ع وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ وَ رَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآىٕفَةٌ مِّنْهُمْ

یا کون ان کا کارساز ہوگا؟ اور جو کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔ اور جو گناہ کمائے تو وہ اپنی جان پر ہی گناہ کما رہا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور جو کوئی غلطی یا گناہ کا ارتکاب کرے پھر کسی بے گناہ پر اس کا الزام لگا دے تو یقیناً اس نے بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا۔ اور اے حبیب! اگر تمہارے اوپر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں ایک گروہ نے آپ کو (صحیح فیصلہ کرنے سے)

میں تم فیصلہ کرنے والے کو دھوکہ دیدیتے ہو اس طرح دھوکہ دینے کے لئے بارگاہِ الٰہی میں جھگڑنا ناممکن ہے۔ اہم بات: اس آیت میں شفاعت کا انکار نہیں کیونکہ بارگاہِ الٰہی کے محبوب بندوں کی شفاعت اور چھوٹے بچوں کا اپنے ماں باپ کی بخشش کے لئے بارگاہِ الٰہی میں ناز کے طور پر جھگڑنا آیات واحادیث سے ثابت ہے مگر یہ جھگڑا ناز کا ہوگا نہ کہ مقابلے کا۔

آیت 110 فرمایا کہ جو شخص کوئی برا عمل کرے یا گناہ کرکے اپنی جان پر ظلم کرلے، پھر اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلبگار ہو اور توبہ کے تقاضے پورے کرتے ہوئے سچے دل سے اس برے عمل و گناہ سے توبہ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

آیت 111 فرمایا کہ گناہ کرنے والا ہی اپنے گناہ کا وبال اٹھائے گا، یہ نہ ہوگا کہ گناہ کوئی کرے اور وبال کسی دوسرے کی گردن پر رکھ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے لہٰذا وہ کسی کو دوسرے کے گناہ کی سزا نہیں دے گا۔ اہم بات: جو بندہ گناہ جاریہ کا سبب بنا گناہ کرنے والوں کے گناہ سے بھی حصہ ملے گا جیسے کسی نے سینما، شراب خانہ یا بے حیائی کا اڈا کھولا، یا کسی کو غلط راہ پر لگا دیا تو گناہ کرنے والے اور اسے اس راہ پر لگانے والے دونوں کو گناہ ہوگا۔ حدیث پاک میں ہے: جو گمراہی کی طرف بلائے تو اسے ویسا ہی گناہ ملے گا جیسا اس کی پیروی کرنے والے کو ملے گا اور ان پیروی کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (مسلم، حدیث: 6804)

آیت 112 فرمایا کہ جو کوئی غلطی یا گناہ یعنی گناہِ صغیرہ یا کبیرہ کا ارتکاب کرے، پھر کسی بے گناہ پر اس کا الزام لگا دے تو یقیناً اس نے بہتان اور بہت بڑے گناہ کا بوجھ اٹھایا۔ اہم بات: (1) بے گناہ خواہ مسلمان ہو یا کافر اس پر تہمت لگانا سخت جرم ہے کیونکہ طعمہ نے یہودی کو بہتان لگایا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی۔ (2) اسلام میں انسانی حقوق کا بہت زیادہ لحاظ رکھا گیا ہے حتیٰ کہ کافر تک کے حقوق اسلام میں بیان کئے گئے ہیں۔

آیت 113 یہاں سابقہ واقعہ کے اعتبار سے فرمایا گیا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم، اللہ تعالیٰ نے آپ پر بڑا فضل فرمایا اور رحمت کی کہ آپ کو نبی معصوم بنایا اور رازوں پر مطلع فرمایا۔ اگر پروردگار عالم نے آپ کو معصوم نہ بنایا ہوتا اور پوشیدہ باتیں وحی کے ذریعے آپ پر ظاہر نہ کی ہوتیں تو یہ لوگ آپ کو بہکا دیتے کیونکہ ان میں سے ایک گروہ نے آپ کو صحیح فیصلہ کرنے سے ہٹانے کا ارادہ کرلیا تھا

اَنْ یُّضِلُّوْكَ ؕ وَ مَا یُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا یَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَیْءٍ ؕ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ

بہکانے کا ارادہ کیا تھا حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو گمراہ کر رہے تھے اور آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اللہ نے آپ پر

الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَیْرَ

کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے ○ ان کے اکثر

فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَیْنَ النَّاسِ ؕ وَ مَنْ

مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی مگر ان لوگوں (کے مشوروں) میں جو صدقے کا یا نیکی کا یا لوگوں میں باہم صلح کرانے کا مشورہ کریں اور جو

یَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ

اللہ کی رضامندی کی تلاش کرنے کے لئے یہ کام کرتا ہے تو اسے عنقریب ہم بڑا ثواب عطا فرمائیں گے ○ اور جو اس کے بعد کہ اس کے لئے

حالانکہ جو لوگ آپ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں وہ اپنے آپ کو ہی گمراہ کر رہے ہیں کیونکہ اس کا وبال انہیں پر ہے۔ یہ لوگ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمیشہ کے لیے معصوم بنایا ہے۔ اور اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب و حکمت نازل فرمائی اور آپ کو احکامِ شریعت اور وہ عُلومِ غیبیہ عطا فرما دیئے جو آپ نہ جانتے تھے اور ان کے علاوہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ کے دیئے سے انبیاء کرام علیہم السلام کو کثیر غیبوں کا علم ہے جیسے دنیا و آخرت کے امور کی کتنی غیبی باتیں قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ نے پوری مخلوق کو جو علم دیا اسے "قلیل" بہت تھوڑا کہا، اسی طرح پوری دنیا کے ساز و سامان کو بھی قلیل کہا جبکہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو علم عطا فرمانے کا ذکر کر کے فرمایا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم "بہت بڑا" ہے، تو جس کے سامنے پوری دنیا کا علم اور خود ساری دنیا قلیل ہے وہ جس کے علم کو عظیم فرما دے اس کی عظمتوں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

آیت 114 یہاں عام لوگوں کے حوالے سے فرمایا گیا کہ ان کے زیادہ تر کلام اور مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی کیونکہ یہ زیادہ تر فضولیات پر مشتمل اور بے فائدہ مغزماری پر مبنی ہوتے ہیں جن کا نتیجہ کچھ نہیں ہوتا؛ جبکہ وہ لوگ جو آپس میں اچھے کاموں جیسے صدقہ دینے، نیکی کا کام کرنے یا لوگوں میں صلح کروانے کے متعلق مشورہ کرتے ہیں تو ان کے مشوروں میں خیر و بھلائی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا پانے کے لئے یہ کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اجرِ عظیم عطا فرمائے گا ورنہ اگر ریاکاری، اپنی واہ واہ کروانے، نیک نامی، خود کو بڑا لیڈر، مصلح، بڑا عالم، مبلغ یا متحرک کہلوانے کے لئے یہ عمل کئے تو سراسر تباہی اور خسارہ ہے۔ درس: اس آیت میں ان لوگوں کے لئے درسِ عبرت ہے جو فضول کاموں یا گناہ کو پروان چڑھانے جیسے سینما، بے حیائی کے سینٹر اور فلمی صنعت کی ترقی کیلئے مشورے کرتے ہیں جبکہ وہ لوگ جو نیکی کے کاموں جیسے مسلمانوں کی پریشانیاں دور کرنے، میاں بیوی اور دیگر رشتے داروں کے جھگڑے ختم کرانے اور نیکی کی دعوت عام کرنے کے لئے مشورے کرتے ہیں ان کے مشورے خیر و بھلائی سے بھرپور ہوتے ہیں۔

آیت 115 فرمایا کہ جس کے سامنے ہدایت کی راہ بالکل واضح ہو چکی، اس کے بعد بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مخالفت

مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدٰى وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى

ہدایت بالکل واضح ہو چکی رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا

وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَيَغۡفِرُ

اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے ○ اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے

مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَمَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنۡ

اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا ○ یہ شرک

يَّدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَاِنۡ يَّدۡعُوۡنَ اِلَّا شَيۡطٰنًا مَّرِيۡدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ

کرنے والے اللہ کے سوا عبادت نہیں کرتے مگر چند عورتوں کی اور یہ عبادت نہیں کرتے مگر سرکش شیطان کی ○ جس پر اللہ نے لعنت کی

رکوع ۱۷ — وقف لازم

کرے اور مسلمان جس طریقے پر چل رہے ہیں؛ یہ اس سے جدا طریقے پر چلنے لگے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے اور آخرت میں اسے جہنم میں داخل کریں گے جس میں وہ جلتا رہے گا اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔ اہم باتیں: (1) مسلمانوں کے راستے سے ہٹ کر چلنا جائز نہیں کیونکہ مسلمانوں کا راستہ اطاعتِ رسول کا راستہ ہے تو اس سے ہٹنا اطاعتِ رسول سے ہٹنا ہوگا۔ (2) مسلمانوں کا اجماع واتفاق حجت ہے، کتاب وسنت کی طرح اس کی بھی مخالفت جائز نہیں۔

آیت116 کفر وشرک کی حالت میں مرنے والا کسی صورت بخشا نہیں جائے گا، ہاں کافر ومشرک زندگی میں سچی توبہ کرلے تو اس کی توبہ یقیناً مقبول ہے۔ آخرت میں کفر وشرک کے علاوہ تمام گناہ قابلِ مغفرت ہیں خواہ وہ کبیرہ ہوں یا صغیرہ، حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے، لیکن یاد رکھیں کہ ہر ایک کے لیے ان گناہوں کی بخشش یقینی نہیں بلکہ بخشش کی امید ہے کیونکہ فرمایا ہے "جسے چاہے بخشے" اور یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کس کی مغفرت فرمانا چاہے گا، لہٰذا یہ آیت گناہوں پر دلیر نہیں کرتی بلکہ گناہ سے روکتی ہے۔

آیت117 یہاں مشرکین کے متعلق فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بجائے چند عورتوں یعنی مؤنث بتوں کو پوجتے ہیں اور یہ درحقیقت انہیں نہیں بلکہ شیطان مردود کو پوجتے ہیں کیونکہ اسی کے بہکانے سے بت پرستی کرتے ہیں۔ مفسرین نے مشرکین کے بتوں کو عورتیں کہنے کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں۔ (1) مشرکین کے کئی بتوں کے نام مؤنث والے تھے جیسے لات، عُزّٰی اور منات۔ (2) مشرکین عرب بتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے اور ان بتوں کو زیور وغیرہ پہنا کر عورتوں کی طرح سجاتے تھے، اس لیے انہیں عورتیں فرمایا گیا۔

آیت118 فرمایا کہ شیطان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی یعنی اسے اپنی رحمت سے دور کردیا۔ تب اس مردود نے کہا: میں تیرے بندوں سے مقررہ حصہ ضرور لوں گا یعنی انہیں اپنا اطاعت گزار بناؤں گا۔ ہر وہ چیز جس میں شیطان مردود کی پیروی کی جائے وہ اس کا مقررہ حصہ ہے مثلاً شادی میں جو ناجائز رسومات کی جائیں وہ شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔

وَّقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ

اور اس نے کہا: میں ضرور تیرے بندوں سے مقررہ حصہ لوں گا۔ اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور انہیں امیدیں دلاؤں گا اور

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ

میں انہیں ضرور حکم دوں گا تو یہ ضرور جانوروں کے کان چیریں گے اور میں انہیں ضرور حکم دوں گا تو یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے اور جو

يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ

اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے تو وہ کھلے نقصان میں جا پڑا۔ شیطان انہیں وعدے دیتا ہے اور آرزوئیں دلاتا ہے

وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؗ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾

اور شیطان انہیں صرف فریب کے وعدے دیتا ہے۔ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور یہ اس سے بچنے کی جگہ نہ پائیں گے۔

آیت 119 شیطان مردود نے مزید کہا: میں ضرور لوگوں کو راہِ حق سے گمراہ کروں گا، انہیں لمبی عمر، لذاتِ دنیا، باطل خواہشات وغیرہ کی امیدیں دلاؤں گا، وہ ان امیدوں کی دنیا میں کھو کر تجھ سے غافل رہیں گے اور میں انہیں حکم دوں گا تو وہ بتوں کے نام پر جانوروں کے کان چیریں اور اس طرح کی دوسری حرکتیں کریں گے اور انہیں حکم دوں گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔ ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے اور شیطان کی پیروی کرے تو وہ کھلے نقصان میں جا پڑا کیونکہ اس نے اپنی جنتی جگہ کے بدلے جہنم میں اپنے لیے جگہ بنالی۔ اہم باتیں: (1) مشرکین عرب مخصوص صورتوں میں اونٹنیوں کے کان چیر کر انہیں بتوں کے لئے وقف کر دیتے۔ یہ عمل شیطان کے اسی دعوے والی صورت میں داخل ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں خلافِ شرع تبدیلی حرام ہیں جیسے آج کل ٹیٹو بنانے کا رواج ہے، یہ حرام ہے۔ حدیث میں ایسوں پر لعنت فرمائی گئی ہے۔

(مسلم، حدیث: 5571)

آیت 120 یہاں شیطان مردود کا طریقہ واردات بتایا ہے کہ یہ انسان کے دل میں لمبے عرصے تک زندہ رہنے کی سوچ بٹھا کر نیک اعمال، توبہ اور موت سے غافل رکھتا اور گناہوں میں مشغول رکھتا ہے۔ لمبی امیدیں شیطان کا بہت بڑا وار ہیں۔ لوگوں کو طرح طرح کی امیدیں دلاتا اور وسوسے ڈالتا ہے تاکہ وہ گمراہی میں پڑے رہیں جیسے مشرکوں کو ان کا شرک، منافقوں کو ان کی منافقت، گناہ کے کام مثلاً فلمیں بنانے اور گانے بجانے والوں کو ان کے کام کلچر، تہذیب، روشن خیالی وغیرہ ناموں سے اچھے کر کے دکھاتا ہے لیکن حقیقت میں یہ اس کا دھوکہ ہے کیونکہ وہ جس چیز کے فائدے کی امید دلاتا ہے درحقیقت اس میں سخت نقصان ہوتا ہے۔

آیت 121 یعنی جو لوگ شیطان کو دوست بناتے اور اس کی باتوں پر عمل کرتے ہیں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ لوگ اس سے بچنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے بلکہ ضرور اس میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ وہیں رہیں گے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے تو عنقریب ہم انہیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں،

فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿١٢٢﴾ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ

ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، (یہ) اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے؟ ○ نہ تمہاری جھوٹی امیدوں کی کوئی حیثیت ہے

وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا

نہ ہی اہل کتاب کی جھوٹی امیدوں کی۔ جو کوئی برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا

وَّلَا نَصِيْرًا ﴿١٢٣﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

اور نہ مددگار ○ اور جو کوئی مرد ہو یا عورت اچھے عمل کرے اور وہ مسلمان بھی ہو تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے

وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿١٢٤﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ

اور ان پر تل کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا ○ اور اُس سے بہتر کس کا دین جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ نیکی کرنے والا

آیت 122 کفار کے بارے میں وعید بیان کرنے کے بعد یہاں باعمل اہل ایمان کے لیے جنت کا وعدہ ذکر کیا جا رہا ہے۔ آیت کا مفہوم ترجمہ سے واضح ہے کہ ایمان اور نیک اعمال دونوں ضروری ہیں اور اس پر رب کریم اپنے فضل و کرم کے سچے وعدے سے ابدی جنتوں میں داخلہ عطا فرمائے گا۔ یہ آیت بہت امید افزا ہے کیونکہ یہ خدا کا وعدہ ہے اور خدا سے زیادہ کسی کی بات سچی نہیں ہو سکتی۔

آیت 123، 124 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ اے مشرکو! نجات کا دارومدار نہ تمہاری جھوٹی امیدوں پر ہے کہ بت تمہیں نفع پہنچائیں گے اور نہ اہل کتاب کی جھوٹی امیدوں پر جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، ہمیں آگ چند دن سے زیادہ نہ جلائے گی، یہ سب باطل ہے کیونکہ قانونِ الٰہی یہ ہے کہ جو برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا خواہ وہ مشرکین میں سے ہو یا یہود و نصاریٰ میں سے اور کافر اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی حمایتی پائے گا اور نہ مددگار، البتہ جو مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان بھی ہو تو یہی باعمل مسلمان جنت میں داخل ہوں گے اور یہ اپنے عمل کی جس جزا کے مستحق ہیں اس میں سے تل کے برابر بھی کم کر کے ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ درس: روز قیامت کفار کا تو یقینی طور پر کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہو گا جبکہ مسلمانوں کے لئے بھی شفاعت کرنے والی ہستیاں اذنِ الٰہی کے بغیر سفارش نہ کر سکیں گی تو وہ بھی حقیقت میں خدا ہی کی مدد ہے۔

آیت 125 مشرکین و اہل کتاب کی خام خیالیوں کے بعد اہل ایمان کے قائد و رہنما حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ اس سے بہتر کسی کا دین نہیں جو اطاعت و اخلاص اختیار کرے، نیک کام کرے اور ہر باطل سے جدا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرے جو کہ دین اسلام کے موافق ہے۔ آپ علیہ السلام کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل یعنی گہرا دوست بنا لیا۔ اہم باتیں: (1) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت و ملت سید الانبیاء، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ملت میں داخل ہے اور دین محمدی

وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

اور ابراہیم کے دین کا پیروکار ہو جو ہر باطل سے جدا تھے اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنالیا○ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا ﴿۱۲۶﴾ وَ یَسْتَفْتُوْنَكَ فِی النِّسَآءِ ؕ قُلِ

اور جو کچھ زمین میں اور اللہ ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے○ اور آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ مانگتے ہیں؛ تم فرماؤ کہ

اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِیْهِنَّ ۙ وَ مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ فِیْ یَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِیْ

اللہ تمہیں ان (عورتوں) کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اور وہ جو کتاب تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی ہے وہ (بھی تمہیں فتویٰ دیتی ہے کہ ان کے حقوق ادا کرو) اور (وہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے)

لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ

ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں جنہیں تم ان کا مقرر کیا ہوا (میراث کا) حصہ نہیں دیتے اور ان سے نکاح کرنے سے بے رغبتی کرتے ہو (حکم یہ دیتا ہے کہ تم

مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

ان پر ظلم نہ کرو) اور کمزور بچوں کے بارے میں (فتویٰ دیتا ہے کہ ان کے حقوق ادا کرو) اور یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم رہو اور تم جو نیکی کرتے ہو تو اللہ

کی اپنی خصوصیات جدا ہیں، لہٰذا دینِ محمدی کی اتباع کرنے سے شریعتِ ابراہیمی کی پیروی بھی ہو جاتی ہے۔ (2) خُلّت اس گہری دوستی کو کہتے ہیں جس میں دوست کے غیر سے جدائی ہو جائے۔ ایک معنی یہ ہے کہ خلیل وہ محب ہے جس کی محبت کامل ہو اور اس میں کوئی خلل اور نقصان نہ ہو۔ (3) ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیل بھی ہیں اور حبیب بھی۔ آپ کا مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بڑا ہے۔

آیت 126 فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے اور وہ مالکِ حقیقی اپنے علم اور قدرت سے ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے کہ کسی شے کے جتنے پہلو ہو سکتے ہیں وہ تمام کے تمام اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، کوئی اس سے خارج نہیں۔

آیت 127 شانِ نزول: اہلِ عرب عورتوں اور چھوٹے بچوں کو وارث قرار نہ دیتے تھے، جب آیت میراث نازل ہوئی تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! کیا عورت اور چھوٹے بچے وارث ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرما کر انہیں جواب دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: زمانۂ جاہلیت میں دستور تھا کہ اگر یتیم لڑکی حسین و مالدار ہوتی تو سرپرست اس سے تھوڑے مہر پر نکاح کر لیتے، اگر حسین و مالدار نہ ہوتی تو چھوڑ دیتے اور اگر حسین تو نہ ہوتی مگر ہوتی مالدار تو نہ اس سے نکاح کرتے اور نہ دوسرے کے نکاح میں دیتے کہ کہیں وہ مال میں حصہ دار نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر انہیں ان عادتوں سے منع فرما دیا۔ آیت میں دیئے گئے احکام ترجمہ سے واضح ہیں اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ یتیموں، بیواؤں، عورتوں، کمزوروں اور محروم لوگوں کو ان کے حقوق دلانا سنتِ الٰہیہ ہے اور اس کے لئے کوشش کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ حدیث پاک

كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ

اسے جانتا ہے۞ اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو ان پر کوئی حرج

اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَ

کہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح بہتر ہے اور دلوں کو لالچ کے قریب کر دیا گیا ہے۔ اور اگر تم نیکی

تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ

پرہیزگاری اختیار کرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۞ اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر

میں ہے: بیواؤں اور مسکینوں پر خرچ کرنے والا راہِ خدا میں جہاد کرنے والے، رات کو قیام کرنے اور دن کو روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔ (ابن ماجہ، حدیث:2140) اہم بات: یہ آیت مبارکہ بچوں اور عورتوں سے متعلق اسلامی تعلیمات کا ایک شاندار نمونہ ہے۔ بچوں اور عورتوں کے حقوق کو بنیاد بنا کر دین اسلام پر طعن و تشنیع کرنے والے اس آیت کو بغور پڑھیں اور انصاف کی نظر سے دیکھ کر فیصلہ کریں کہ ان کے حقوق کا جیسا احساس اور خیال دین اسلام نے رکھا ہے ویسا دنیا کے کسی اور مذہب میں موجود ہے بھی سہی؟

آیت 128 ﴾ قرآن پاک نے گھریلو زندگی اور معاشرتی برائیوں کی اصلاح پر بہت زور دیا ہے، اسی لیے جو گناہ معاشرتی بگاڑ کا سبب بنتے اور جو چیزیں خاندانی نظام کی تباہی اور خرابیوں کو جنم دینے کا سبب بنتی ہیں، ان کی قرآن میں بار بار اصلاح فرمائی گئی ہے۔ یہاں فرمایا گیا: اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی کا اندیشہ ہو کہ شوہر اس سے علیحدہ رہے، کھانے اور پہننے کو نہ دے یا دے، مارے، بدزبانی کرے۔ یا اسے شوہر کی جانب سے بے رغبتی کا اندیشہ ہو کہ وہ اس سے محبت نہ رکھے، بول چال ترک یا کم کر دے تو میاں بیوی پر کچھ حرج نہیں کہ آپس میں افہام و تفہیم سے صلح کر لیں جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ عورت شوہر سے اپنے مطالبات اور کچھ حقوق کا بوجھ کم کر دے اور شوہر رغبت کم ہونے کے باوجود بیوی سے اچھا برتاؤ کرے، یوں نہ ہو کہ صرف عورت کو ہی قربانی دینے پر مجبور کیا جائے۔ مرد و عورت کا یوں آپس میں صلح کر لینا زیادتی اور جدائی سے بہتر ہے کیونکہ طلاق اگرچہ بعض صورتوں میں جائز ہے مگر بارگاہِ الٰہی میں سخت ناپسندیدہ ہے۔ مزید فرمایا: دل لالچ کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں اور اے مردو! اگر تم نیکی اور خوفِ خدا اختیار کرو، رغبت نہ ہونے کے باوجود اپنی موجودہ عورتوں پر صبر کرو، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، انہیں ایذا دینے اور جھگڑا پیدا کرنے والی باتوں سے بچتے رہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ درس: دل لالچ کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں، اکثر لوگ اپنی راحت و آسائش چاہتے ہیں اور کچھ مشقت برداشت کر کے دوسرے کی سہولت کو ترجیح نہیں دیتے۔ جو شخص دوسرے کی راحت مقدم رکھے اور خود تکلیف اٹھا کر اسے سکون پہنچائے وہ بہت باہمت ہے۔

آیت 129 ﴾ یعنی اگر تمہاری ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو یہ تمہاری قدرت میں نہیں کہ طبعی میلان، محبت، رغبت اور نظر و توجہ وغیرہ ہر چیز میں انہیں برابر رکھو اگرچہ تم اس کی کتنی ہی کوشش کر لو، اس لیے ان تمام پابندیوں کا بوجھ تم پر نہیں رکھا گیا لیکن یوں تو نہ کرو کہ ایک ہی بیوی کی طرف پورے پورے جھک جاؤ اور دوسری بیوی کے لازمی حقوق بھی ادا نہ کرو بلکہ تم پر لازم ہے کہ اپنی

وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَ

اگرچہ (اس کی) حرص کرو تو یہ نہ کرو کہ (ایک ہی بیوی کی طرف) پورے پورے جھک جاؤ اور دوسری کو لٹکتی ہوئی چھوڑ دو اور اگر تم نیکی اور

تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٢٩﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ

پرہیزگاری اختیار کرو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر وہ (میاں بیوی) دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی وسعت سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کردے گا

وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿١٣٠﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ

اور اللہ وسعت والا، حکمت والا ہے۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور بیشک ہم نے ان لوگوں کو جنہیں

اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تمہیں بھی تاکید فرما دی ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر نہ مانو تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿١٣١﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بے نیاز ہے، خوبیوں کا مالک ہے۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں

قدرت واختیار میں موجود چیزوں میں ان کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرو، محبت اختیاری شے نہیں تو بات چیت، حسن اخلاق، کھانے پینے اور دیگر اختیاری امور میں سب کے ساتھ یکساں سلوک کرو اور اگر تم نیکی و پرہیزگاری اختیار کرتے ہوئے ظلم وزیادتی سے بچتے رہو تو بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور تم پر مہربان ہے۔ بیوی کو بالکل لٹکتے چھوڑ دینا دو بیویوں ہی کی صورت میں نہیں بلکہ ایک بیوی کی صورت میں بھی حرام ہے کہ اس سے سلام، کلام، ادائے حقوق ترک کر کے اسے ذلیل کرتا رہے۔

آیت 130 فرمایا کہ اگر میاں بیوی میں صلح نہ ہو سکے اور طلاق واقع ہو جائے تو دونوں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عورت کو اچھا شوہر اور مرد کو اچھی بیوی عطا فرما کر دونوں کو ایک دوسرے سے بے نیاز کر دے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت و حکمت والا ہے۔ نکاح وطلاق کی اجازت دینے میں وسعت بھی ہے اور حکمت بھی۔ اہم باتیں: (1) مرد وعورت ایک دوسرے کے محتاج نہیں ہیں۔ دونوں کا ایک دوسرے کے بغیر کام چل سکتا ہے یعنی طلاق کے بعد بھی زندگی گزر جاتی ہے، ختم نہیں ہو جاتی۔ (2) عموماً طلاق کے بعد عورت اور اس کے گھر والے بہت غمزدہ ہوتے ہیں، ایسے موقع پر اگر یہ آیت بار بار پڑھی جائے تو ان شاء اللہ! دل کو تسکین ملے گی اور اللہ تعالیٰ کوئی مناسب حل بھی عطا کر دے گا۔ درس: اس آیت میں شوہر کو بھی ہدایت ہے کہ وہ یہ نہ سمجھے کہ اگر اس نے بیوی کو چھوڑ دیا تو کائنات میں کوئی اس کا سہارا نہ ہوگا۔ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اسے سہارا دے گا۔

آیت 131، 132 ان دو آیات میں فرمایا گیا: (1) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا خالق ومالک اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا میاں بیوی میں جدائی کے بعد انہیں ایک دوسرے سے بے نیاز کر دینا اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ نے یہودیوں، عیسائیوں، ان سے پہلی امتوں اور امتِ محمدیہ سب کو یہ تاکید فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ (3) فرمایا کہ اگر تم

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ

اور اللہ کافی کارساز ہے○ اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور دوسروں کو لے آئے اور اللہ

قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

قادر ہے○ جو دنیا کا انعام چاہتا ہے تو دنیا و آخرت کا انعام اللہ ہی کے پاس ہے اور اللہ

سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ؑ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاۗءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ

سنتا دیکھتا ہے○ اے ایمان والو! اللہ کے لئے گواہی دیتے ہوئے انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ چاہے تمہارے اپنے یا والدین

اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا

رشتے داروں کے خلاف ہی (گواہی) ہو۔ جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر بہر حال اللہ ان کے زیادہ قریب ہے تو (نفس کی) خواہش کے

الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾

پیچھے نہ چلو کہ عدل نہ کرو اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے○

خدا، اس کے احکام یا نعمتوں کو نہ مانو تو آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہی ہے، اسے نہ تو تمہاری ناشکری اور گناہ کا کوئی نقصان ہے اور نہ ہی شکر و تقویٰ سے کوئی فائدہ، بلکہ اس کے احکام میں سراسر تمہارا ہی فائدہ ہے، اللہ تعالیٰ کی تو شان یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق اور ان کی عبادت سے بے نیاز اور ذاتی طور پر تمام خوبیوں کا مالک ہے۔

آیت 133 ﴾ فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ غنی، بے پرواہ ہے، وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر کے دوسرے لوگ لے آئے، تمہیں موت دے کر دوسری قوم یہاں آباد کر دے جیسے فرعون کے ملک کا دوسروں کو مالک بنا دیا۔ اس کی شان بلند ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

آیت 134 ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو اپنے عمل سے دنیا کا انعام چاہتا ہے وہ اسے پا تو لے گا لیکن ثوابِ آخرت سے محروم ہو جائے گا اور جس نے رضائے الٰہی اور ثوابِ آخرت کے لیے عمل کیا ہو تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں میں ثواب دینے والا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کی باتیں سننے والا اور سب کے کام دیکھنے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ سے دونوں جہاں کی بھلائی مانگی جائے، فقط دنیا کا طالب ہونا نادانی ہے۔ (2) نہ تو دنیا کو اصل مقصود بنایا جائے کہ آخرت کو فراموش کر دے اور نہ ہی بالکل ترکِ دنیا کرنی چاہیے۔

آیت 135 ﴾ یہاں عدل و انصاف کا اہم ترین حکم دیتے ہوئے وہ چیزیں وضاحت سے بیان کی گئی ہیں جو ناانصافی کی طرف مائل کرنے کا سبب بن سکتی ہیں، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! گواہی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اگرچہ گواہی تمہارے اپنے یا والدین اور رشتے داروں کے خلاف ہی ہو۔ جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر بہر حال اللہ تعالیٰ ان کے زیادہ قریب ہے، تم گواہی دینے میں نفس کی خواہش کے پیچھے نہ چلو کہ کسی کی امیری کی وجہ سے اس کی حمایت کر و یا کسی کی غریبی پر ترس کھا کر دوسرے فریق پر زیادتی کرو اور عدل سے ہٹ جاؤ۔ اگر تم گواہی میں ہیر پھیر کر دو یا گواہی دینے سے منہ پھیر و تو یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾ؕ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل کی (ان سب پر ہمیشہ) ایمان رکھو اور جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کو نہ مانے تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں جا پڑا ○ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں اور بڑھ گئے تو اللہ ہرگز نہ انہیں بخشے گا اور نہ انہیں راہ دکھائے گا ○ منافقوں کو خوشخبری دو

تمہارے کاموں کی خبر ہے، وہ تمہیں اس کا بدلہ دے گا۔

آیت 136 ﴾ اس آیت میں خطاب حقیقی مسلمانوں سے بھی ہو سکتا ہے، یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی اور منافقوں سے بھی۔ پہلی صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر، اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو اس نے اس سے پہلے نازل کی، ان سب پر ہمیشہ ایمان رکھو اور اپنے ایمان میں ثابت قدم رہو۔ دوسری صورت میں معنی یہ ہے کہ اے بعض کتابوں اور بعض رسولوں پر ایمان لانے والو! سب کتابوں اور سب رسولوں پر ایمان لاؤ جن میں قرآن اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی داخل ہیں۔ تیسری صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اے ایمان کا ظاہری دعویٰ کرنے والو! اخلاص کے ساتھ ایمان لے آؤ۔ مزید فرمایا: جو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور قیامت کو نہ مانے تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں جا پڑا کیونکہ ان میں سے کسی ایک کا انکار سب کا انکار ہے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں کتاب سے مراد قرآنِ پاک اور رسول سے مراد سید الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔ (2) اہل ایمان کا لفظ حقیقی معنی کے اعتبار سے صرف مسلمانوں پر بول سکتے ہیں کسی اور مذہب والے پر نہیں۔

آیت 137 ﴾ شانِ نزول: یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے پھر بچھڑے کی پوجا کر کے کافر ہوئے، پھر ایمان لائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کر کے کافر ہوئے، پھر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن کا انکار کر کے کفر میں اور بڑھ گئے، ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک قول کے مطابق یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو مسلمانوں کے سامنے ایمان لاتے یعنی ایمان کا اظہار کرتے اور بعد میں کفر کرتے، پھر کفر میں اور بڑھے یعنی کفر پر مر گئے، ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہ بخشے گا اور نہ انہیں نجات یا جنت کی راہ دکھائے گا۔

آیت 138، 139 ﴾ ان دو آیات میں ارشاد فرمایا گیا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، منافقوں کو خوشخبری دے دو کہ ان کے لئے جہنم کا دردناک عذاب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اسلام غالب نہ ہو گا، اس لئے وہ کفار کو صاحبِ قوت و شوکت سمجھ کر ان سے دوستی کرتے اور ان سے ملنے میں عزت جانتے تھے حالانکہ کفار سے

بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ

کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے ○ وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے

اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ

کیا یہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں؟ تو تمام عزتوں کا مالک اللہ ہے ○ اور بیشک اللہ تم پر کتاب میں یہ حکم نازل فرما چکا ہے

اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا

کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ کسی دوسری

فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ﴿۱۴۰﴾

بات میں مشغول نہ ہو جائیں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔ بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے ○

دوستی ممنوع اور ان سے ملنے میں عزت سمجھنا باطل ہے۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ کیا یہ کافروں کے پاس جا کر عزت تلاش کرتے ہیں حالانکہ تمام عزتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور جنہیں اللہ تعالیٰ عزت عطا فرمائے وہی عزت والے ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام اور مومنین۔ درس: آج کل یہ مرض بکثرت پایا جاتا ہے، اپنوں کو چھوڑ کر بیگانوں سے دوستیاں، مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے پیار، باہمی اتحاد کے بجائے کفار کے قدموں میں بیٹھ کر عزت حاصل کرنے کی کوشش مسلمان قوم میں بری طرح سرایت کئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقل سلیم عطا فرمائے۔

آیت 140 مشرکین مکہ آیات قرآنی پر طعن و تشنیع کرتے اور اپنی مجلسوں میں ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام کی آیت 68 میں ان کا طرز عمل ذکر فرما کر ان سے منہ پھیر لینے کا حکم دیا تھا۔ پھر مدینہ منورہ میں یہودیوں نے مشرکوں کے اس فعل کو اپنا لیا اور منافق لوگ ان کے ساتھ بیٹھتے اور باطل باتوں میں ان کی موافقت کرتے تھے، جس پر یہاں فرمایا گیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ تم پر کتاب میں یہ حکم نازل فرما چکا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں، جب وہ اس خبیث فعل میں مصروف ہوں تو ان کے پاس نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں ورنہ تم بھی ان جیسے ہو جاؤ گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کفار و منافقین سب کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے جیسے وہ دنیا میں انکارِ قرآن اور مذاق اڑانے میں اکٹھے ہوتے ہیں۔
اہم باتیں: (1) جہاں آیاتِ قرآنی اور دین و شریعت کا مذاق اڑایا جا رہا ہو وہاں جانا ہی حرام ہے اور اگر جانا پڑ جائے تو حکم یہ ہے کہ اگر ہاتھ سے روکنا ممکن ہو تو ہاتھ سے روکا جائے، ورنہ زبان سے روکا جائے اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل میں اس حرکت سے نفرت کرتے ہوئے وہاں سے اٹھ جائیں۔ (2) دین کا مذاق اڑانے والوں کے پاس بیٹھے رہنے کا نقصان یہ ہے کہ بندہ یا تو خود اس فعل میں مبتلا ہو جائے گا یا ان کی صحبت کی نحوست سے متاثر ہو گا، یا اتنا تو ثابت ہو ہی جائے گا کہ اس شخص کے دل میں بھی دین کی قدر و قیمت نہیں۔ درس: اس آیت سے وہ لوگ سبق لیں جو فلموں، ڈراموں، گانوں، تھیٹروں، دوستوں کی گپ شپ اور بدمذہبوں کی صحبت میں مذاق اڑتا دیکھتے اور پھر بھی وہاں بیٹھے رہتے بلکہ معاذ اللہ ان کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہوتے ہیں۔

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْۤا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ

وہ جو تمہارے اوپر (گردشِ زمانہ) کا انتظار کرتے رہتے ہیں پھر اگر اللہ کی طرف سے تمہیں فتح ملے تو کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟

وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْۤا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ

اور اگر کافروں کے لیے (فتح کا) حصہ ہو تو (ان سے) کہتے ہیں: کیا ہم تم پر غالب نہ تھے؟ اور (کیا) ہم نے مسلمانوں کو تم سے روکے (نہ) رکھا؟

فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾

تو اللہ تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ

بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑے سست ہو کر

يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَاۤ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ

لوگوں کے سامنے ریاکاری کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں۔ درمیان میں ڈگمگا رہے ہیں، نہ ان کی طرف ہیں

آیت 141 یہاں منافقوں کی حالت کا بیان ہے کہ اے مسلمانو! یہ منافق تمہارے اوپر گردشِ زمانہ کا انتظار کرتے ہیں، پھر اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں فتح ملے تو کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ لہٰذا ہمیں بھی مالِ غنیمت دو اور اگر کافروں کو فتح مل جائے تو ان سے کہتے ہیں: کیا ہم تم پر غالب نہ تھے کہ تمہیں پکڑ سکتے تھے مگر پھر بھی ہم نے تمہیں نہ پکڑ کر تمہاری مدد کی اور ہم نے مسلمانوں کو تم سے روکے رکھا لہٰذا ہمارا حصہ دو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا کہ منافقین کو جہنم اور مومنین کو جنت میں داخل فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں پر ایسی کوئی راہ نہ دے گا جس سے وہ ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کو ختم کر دیں۔ اہم بات: منافق کی زندگی صرف اپنے مفاد کے گرد گھومتی ہے، وہ کسی کے ساتھ بھی حقیقی طور پر مخلص نہیں ہوتا۔

آیت 142 یہاں منافقوں کی ایک اور بری خصلت کا بیان ہے کہ یہ منافق اپنے دل میں کفر چھپا کر اور ایمان ظاہر کر کے اپنے گمان میں اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں ان کے فریب کا جواب دے گا کہ انہیں غافل کر کے مارے گا، دنیا میں انہیں رسوا اور روزِ قیامت عذاب میں مبتلا کرے گا۔ ان منافقوں کی ایک علامت یہ ہے کہ جب مومنوں کے ساتھ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو مرے دل اور سستی کے ساتھ اور محض لوگوں کو دکھانے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں ایمان تو ہے ہی نہیں جس سے انہیں عبادت کا ذوق اور بندگی کا لطف حاصل ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کو بہت تھوڑا یاد کرتے اور کبھی کبھار ہی نماز پڑھتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا ناممکن ہے، یہاں مراد مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرنا ہے۔ (2) نماز میں سستی منافق کی علامت ہے۔ (3) نماز نہ پڑھنا، یا لوگوں کے سامنے پڑھنا مگر تنہائی میں ترک کر دینا، یا لوگوں کے سامنے خشوع و خضوع سے اور تنہائی میں جلدی جلدی پڑھنا، یا نماز میں دل جمعی کی کوشش نہ کرنا وغیرہ سستی کی علامتیں ہیں۔

آیت 143 فرمایا کہ منافق لوگ ایمان و کفر کے درمیان ڈگمگا رہے ہیں کیونکہ نہ تو حقیقی طور پر ایمان والوں کے ساتھ ہیں اور نہ واضح

وَلَآ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

نہ اُن کی طرف اور جسے اللہ گمراہ کرے تو تم اس کے لئے کوئی راستہ نہ پاؤ گے○ اے ایمان والو!

لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ

مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کے لئے صریح حجت

سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾

قائم کرلو○ بیشک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا○

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ

مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کرلی اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنا دین خالص اللہ کے لئے کرلیا تو یہ

الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ

مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا○ اور اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور ایمان لاؤ

اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اور اللہ قدر کرنے والا، جاننے والا ہے○

طور پر کفر و شرک کرنے والوں کے ساتھ اور اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان منافقین کے راہِ راست پر آنے کی امید نہ رکھیں کیونکہ جسے ہدایت و توفیق کی لیاقت نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے؛ آپ اس کے لئے ہدایت کا کوئی راستہ نہ پائیں گے۔

آیت 144 ﴾ فرمایا کہ اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ، یہ منافقوں کی خصلت ہے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ کافروں کو دوست بنا کر منافقت کی راہ اختیار کرو اور یوں اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کی صریح حجت قائم کرلو۔

آیت 145، 146 ﴾ ان دو آیات میں فرمایا کہ بیشک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا البتہ وہ لوگ جو توبہ کرکے اپنے فاسد احوال کی اصلاح کرلیں، اللہ تعالیٰ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور اپنا دین خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کرلیں تو ایسے لوگ مسلمانوں کے ساتھ جنت میں ہوں گے اور عنقریب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا جس میں نفاق سے سچی توبہ کرنے والے بھی شریک ہوں گے۔

آیت 147 ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بن جاؤ اور اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا، اس کی شان یہ ہے کہ وہ شکر گزار مسلمانوں کی قدر فرمانے والا اور انہیں جاننے والا ہے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ

بری بات کا اعلان کرنا اللہ پسند نہیں کرتا مگر مظلوم سے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے○ اگر

تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

تم کوئی بھلائی اعلانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو بیشک اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے○ وہ لوگ جو

يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ

اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کریں اور کہتے ہیں

نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ

ہم کسی پر تو ایمان لاتے ہیں اور کسی کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں○ تو یہی

هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ

لوگ پکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے○ اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے

آیت 148 کسی کی برائی بیان کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں البتہ مظلوم کو اجازت ہے کہ ظالم کا ظلم بیان کرے مثلاً مظلوم حاکم کے سامنے ظالم کی برائی بیان کر سکتا ہے، یہ غیبت میں داخل نہیں، جیسے چور یا غاصب کی شکایت کرنا اور غداروں کی حکومت کو اطلاع دینا وغیرہ۔ کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی پوشیدہ برائی بیان کرنا غیبت ہے اور عموماً گناہ میں داخل ہے البتہ شرعی مقصدِ صحیح کے لئے بیان کی اجازت ہے۔

آیت 149 فرمایا کہ اگر تم کوئی نیک کام اعلانیہ کرو یا چھپ کر، یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو یہ افضل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سزا دینے پر ہر طرح قادر ہونے کے باوجود اپنے بندوں کے گناہوں سے درگزر کرتا اور انہیں معاف فرماتا ہے، لہٰذا تم بھی اپنے اوپر ظلم و ستم کرنے والوں کو معاف کر دو اور لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کرو۔ درس: ظالم سے بدلہ لینا اگرچہ جائز ہے لیکن بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود ظلم پر صبر کرنا اور ظالم کو معاف کر دینا بہتر اور اجر و ثواب کا باعث ہے اور مخلوقِ خدا پر شفقت و رحم کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، حدیث پاک میں ہے: رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے۔ (ترمذی، حدیث: 1931)

آیت 150، 151 شانِ نزول: یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے مگر عیسیٰ علیہ السلام اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ کفر کیا جبکہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ کفر کیا، یہاں اس پر فرمایا گیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور ان پر ایمان لانے میں فرق کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو مانیں لیکن اس کے رسولوں کو نہیں تو حقیقت میں یہ لوگ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکالنا چاہتے ہیں اور یہ راہ باطل ہے اور یہ لوگ پکے کافر ہیں کیونکہ ایک نبی کا انکار تمام انبیا علیہم السلام کے انکار کے برابر ہے لہٰذا ایسے لوگ کافر ہیں اور کافروں کے لئے جہنم میں ذلت کا عذاب تیار ہے۔

آیت 152 یہاں ایمان والوں سے اجر و ثواب کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے اور

وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

اور ان میں سے کسی (پر ایمان لانے) میں فرق نہ کرے تو عنقریب اللہ انہیں ان کے اجر عطا فرمائے گا اور اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ ع يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى

مہربان ہے ○ (اے حبیب!) اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے ایک کتاب اتار دیں تو یہ لوگ تو موسیٰ سے

اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا

بڑا سوال کر چکے ہیں جو انہوں نے کہا تھا: (اے موسیٰ!) اللہ ہمیں اعلانیہ دکھادو تو ان کے ظلم کی وجہ سے انہیں کڑک نے پکڑ لیا پھر انہوں نے

الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾

روشن نشانیاں آجانے کے باوجود وہ بچھڑے کو (معبود) بنا بیٹھے۔ پھر ہم نے یہ معاف کر دیا اور ہم نے موسیٰ کو روشن غلبہ عطا فرمایا ○

کافروں کی طرح نہ کرے کہ کسی نبی کو مانے اور کسی کا انکار کرے بلکہ سب کو مانے تو یہ مومن ہیں جنہیں بخشش و رحمت والا خدا اجر عطا فرمائے گا۔ اہم بات: معتزلہ فرقے والوں کا عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ کرنے والا ہمیشہ کے لئے داخل جہنم ہوگا، اس آیت سے ان کا عقیدہ غلط ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ آیت میں صرف ایمان لانے پر ہی جنت کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لیے ہے جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوں۔ (ترمذی، حدیث 2444)

آیت 153 شانِ نزول: کچھ یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: اگر آپ نبی ہیں تو ہمارے پاس آسمان سے ایک ہی بار میں کتاب لایئے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لائے تھے۔ یہ مطالبہ ہدایت حاصل کرنے لیے نہیں بلکہ سرکشی و بغاوت کے طور پر تھا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے نبی! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان کے ایسے مطالبے پر تعجب نہ کریں۔ یہ ان کی پرانی عادت ہے جو ان کے باپ دادا سے چلی آرہی ہے جیسے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک ہی مرتبہ میں پوری تورات نازل ہوئی تب بھی یہودیوں نے ماننے کی بجائے الٹا یہ سوال کر دیا کہ ہمیں خدا کا اعلانیہ دیدار کراؤ تب مانیں گے۔ یہ مطالبہ کر کے انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، جس کی سزا میں انہیں ایک زوردار آواز سنائی دی اور یہ مر گئے۔ ان کی سرکشی اور جہالت کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر جانے کے بعد بچھڑے کو اپنا معبود بنالیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی روشن دلیلیں ان کے پاس آچکی تھیں لیکن پھر بھی ہم نے اپنے فضل سے ان کا یہ گناہ معاف کر دیا اور عذاب عام نازل کر کے انہیں مکمل طور پر تباہ و برباد نہ کیا۔ مزید فرمایا: ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو روشن غلبہ عطا فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ توبہ کے لئے خود کو قتل کریں تو وہ انکار نہ کر سکے اور انہیں اس حکم پر عمل کرنا پڑا۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ

اور ہم نے ان سے عہد لینے کے لئے ان پر کوہ طور کو بلند کردیا اور ان سے فرمایا کہ دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور ان سے فرمایا کہ

لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ

ہفتے کے دن میں حد سے نہ بڑھو اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا○ تو (ہم نے ان پر لعنت کی) ان کے عہد کو توڑنے اور اللہ کی آیات کے ساتھ

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا

کفر کرنے اور انبیاء کو ناحق شہید کرنے اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے (کہ) ہمارے دلوں پر غلاف ہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب

بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾

ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے تو (ان میں سے) بہت تھوڑے ایمان لاتے ہیں○ اور (ان پر لعنت کی) ان کے کفر اور مریم پر بڑا بہتان لگانے کی وجہ سے○

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ

اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا حالانکہ انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی

آیت 154 اس آیت میں یہودیوں سے متعلق مزید 3 باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں: (1) اللہ تعالیٰ نے ان سے تورات پر عمل کا عہد لینے کے لئے کوہ طور ان کے سروں پر معلق کر دیا۔ (2) انہیں بیت المقدس یا اریحا نامی بستی کے دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے گزرنے کا حکم دیا۔ (3) ہفتے کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے منع فرمایا؛ لیکن انہوں نے تینوں باتوں پر عمل نہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے مضبوط عہد کر کے توڑ دیا۔

آیت 155 یہاں سے اہل کتاب کے جرائم کی فہرست اور ان پر غضب الٰہی کا بیان شروع ہے۔ اس آیت میں یہودیوں کے 4 جرائم بیان کیے گئے ہیں جن کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی: (1) انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد توڑ دیا۔ (2) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کیا۔ (3) انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا حالانکہ وہ خود سمجھتے تھے کہ انہیں شہید کرنا ناحق ہے۔ (4) دورِ رسالت کے یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں اس لیے ہمیں آپ کی باتیں سمجھ نہیں آتیں۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا: اصل فطرت کے حساب سے ان کے دلوں پر غلاف نہیں چڑھے ہوئے بلکہ ان کے کفر کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے؛ اس لیے وعظ و نصیحت کا انہیں کچھ اثر نہیں ہو رہا اور ان میں سے بہت تھوڑے لوگ ایمان لاتے ہیں۔ اہم بات: کفر اور گناہوں کی کثرت سے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے۔

آیت 156-158 ان تین آیات میں یہودیوں کے مزید 3 جرائم بیان کیے گئے ہیں: (1) انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر کیا۔ (2) حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر بدکاری کا بڑا بہتان لگایا۔ (3) یہ دعویٰ کیا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا ہے اور عیسائیوں نے اس کی تصدیق کی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کا رد فرمادیا کہ انہوں نے نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کیا اور نہ اسے سولی دی ہے بلکہ جو منافق، یہودیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ دینے کے لئے آپ کے گھر میں داخل ہوا تھا، اسے آپ علیہ السلام کا ہم شکل بنا

وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ

بلکہ ان (یہودیوں) کے لئے (عیسیٰ سے) ملتا جلتا (ایک آدمی) بنادیا گیا اور بیشک یہ (یہودی) جو اس عیسیٰ کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شک میں

مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ

پڑے ہوئے ہیں (حقیقت یہ ہے کہ) سوائے گمان کی پیروی کے ان کو اس کی کچھ بھی خبر نہیں اور بیشک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا○ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف

اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ

اٹھالیا تھا اور اللہ غالب حکمت والا ہے○ کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لے آئے گا

دیا گیا جبکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا۔ یہودیوں نے اسی منافق کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر سولی پر چڑھادیا لیکن پھر وہ حیران ہوگئے کہ ہمارا آدمی کہاں گیا، نیز اس کا چہرہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملتا جلتا ہے مگر ہاتھ پاؤں مختلف ہیں۔ اسی وجہ سے وہ شک میں پڑ گئے اور یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ مقتول کون ہے؟ بعض نے کہا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور بعض کہنے لگے کہ چہرہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے لیکن جسم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نہیں، لہٰذا یہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہے۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ یہودیوں نے یقینی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید نہیں کیا۔ اہم باتیں: (1) پاکدامن عورت پر تہمت لگانا سخت گناہ ہے اور بطورِ خاص کسی مقدس نسبت رکھنے والی پر تہمت لگانا زیادہ سنگین ہے، اسی لئے قرآنِ پاک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کی مذمت زیادہ بیان کی گئی ہے۔ (2) یہودیوں کی طرح قادیانی بھی اسی جہالت میں گرفتار اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ شہید کردیا گیا تھا۔ (3) قرآن پاک کے علاوہ کثیر احادیث میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ اور صحیح سلامت آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر موجود ہے۔

آیت 159 ﴾ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے چند اقوال ہیں: (1) یہودی اور عیسائی اپنی موت کے وقت عذاب کے فرشتے دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آتے ہیں، لیکن اس وقت لایا ہوا ایمان قابل قبول نہیں۔ یہ قول ضعیف ہے۔ (2) آیت کا معنی یہ ہے کہ ہر کتابی اپنی موت سے پہلے اللہ تعالیٰ یا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لے آئے گا لیکن موت کے وقت کا ایمان مقبول نہیں۔ (3) قربِ قیامت میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر اتریں گے تو آپ کی وفات سے پہلے ہر یہودی، عیسائی اور غیر خدا کی عبادت کرنے والا آپ پر ایمان لے آئے گا اور اس وقت صرف ایک ہی دین، دینِ اسلام ہوگا۔ یہ اس وقت ہوگا جب آخری زمانے میں آپ علیہ السلام آسمان سے زمین پر نزول فرمائیں گے۔ مزید فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔ اس گواہی کی تفصیل یہ ہے کہ آپ علیہ السلام روزِ قیامت یہودیوں کے خلاف یہ گواہی دیں گے کہ انہوں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ پر اعتراضات کئے۔ عیسائیوں پر یہ گواہی دیں گے کہ انہوں نے آپ کو اپنا رب ٹھہرالیا اور خدا کا شریک جانا جبکہ اہلِ کتاب میں سے ایمان لانے والوں کے ایمان کی بھی گواہی دیں گے۔ اہم باتیں: (1) قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعتِ محمدیہ کے امام کی حیثیت سے تشریف لائیں گے، اسی کی اشاعت کریں گے اور عیسائیوں نے آپ کے متعلق جو گمان باندھ رکھے ہیں انہیں

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿١٥٩﴾ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ

قیامت کے دن وہ (عیسیٰ) ان پر گواہ ہوں گے○ تو یہودیوں کے بڑے ظلم کی وجہ سے اور ان کے بہت سے لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنے کی

اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿١٦٠﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا

وجہ سے ہم نے ان پر وہ بعض پاکیزہ چیزیں حرام کردیں جو ان کے لئے حلال تھیں○ اور اس لئے (حرام کیں) کہ وہ سود لیتے حالانکہ انہیں اس سے

عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٦١﴾

منع کیا گیا تھا اور وہ باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھا جاتے تھے اور ان میں سے کافروں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے○

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ

لیکن ان میں علم میں پختگی والے اور ایمان والے ایمان لاتے ہیں اُس پر جو، اے حبیب! تمہاری طرف نازل کیا گیا اور جو تم سے

باطل فرمائیں گے۔ اس وقت یہود و نصاریٰ یا تو اسلام قبول کریں گے یا قتل کر ڈالے جائیں گے۔ (2) تیسرے قول سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات واقع نہیں ہوئی کیونکہ آپ کی وفات سے پہلے سب اہل کتاب آپ پر ایمان لائیں گے جبکہ ابھی یہودی ایمان نہیں لائے۔

آیت 160 ﴿ یہودیوں کے جرائم کا بیان ہوا اور اب ان پر سزا کی ایک صورت بیان کی جارہی ہے کہ یہودیوں سے صادر ہونے والے بڑے ظلم اور اپنے بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا دین اسلام قبول کرنے سے روکنے کے سبب خدا نے ان پر بعض وہ پاکیزہ چیزیں جیسے اونٹ کا گوشت، اونٹنیوں کا دودھ اور گائے بکری کی چربی وغیرہ حرام کردیں جو پہلے ان کے لئے حلال تھیں۔

آیت 161 ﴿ یہودیوں پر بعض حلال وطیب چیزیں حرام کی جانے کی وجہ ان کی عملی خرابیاں بھی تھیں کہ وہ سود لیتے حالانکہ تورات میں انہیں اس سے منع کیا گیا تھا اور فیصلہ کرنے میں رشوت لے کر لوگوں کا مال کھا جاتے حتی کہ رشوت لے کر شرعی احکام بھی بدل دیتے تھے اور ان میں سے کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ درس: سود اور رشوت وہ گناہ ہیں جو پچھلی امتوں میں بھی ممنوع و حرام تھے اور دین اسلام نے بھی ان کی حرمت بہت وضاحت و شدت سے بیان فرمائی ہے۔ افسوس! ہمارے زمانے میں سود اور رشوت جیسے سنگین گناہ بہت عام ہو چکے ہیں۔

آیت 162 ﴿ یہودیوں کی اکثریت گمراہ و بدکردار تھی لیکن ان میں کچھ لوگ اچھے بھی تھے، جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی جو گزشتہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان، راسخ و مضبوط علم، صاف عقل اور کامل بصیرت رکھتے تھے، انہوں نے اپنے علم سے دین اسلام کی حقانیت کو جانا اور سید الانبیا صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائے، یہ حضرات قرآن اور سابقہ آسمانی کتابوں پر ایمان لاتے، نماز قائم رکھتے، زکوٰۃ دیتے، اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ بروز قیامت جنت کی صورت میں بڑا ثواب عطا فرمائے گا۔ اہم باتیں: (1) راسخ فی العلم وہ عالم ہے جس کا علم اس کے دل میں اتر گیا ہو جیسے مضبوط درخت وہ ہے جس کی

مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

پہلے نازل کیا گیا اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے

اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ اَجْرًا عَظِيمًا ﴿۱۶۲﴾ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ

ایسوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے ○ بیشک اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد

مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيمَ وَاِسْمٰعِيلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيسٰى وَاَيُّوبَ وَ

پیغمبروں کی طرف بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون

يُونُسَ وَهٰرُونَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُورًا ﴿۱۶۳﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ

اور سلیمان کی طرف وحی فرمائی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی ○ اور (ہم نے بھیجے) بہت سے ایسے رسول جن کا ذکر ہم تم سے پہلے فرما چکے

جڑیں زمین میں جگہ پکڑ چکی ہوں، اس سے مراد خوش عقیدہ اور باعمل علماء ہیں۔ (2) باعمل عالم کا ثواب دوسروں سے زیادہ ہے کیونکہ یہ خود نیک اور دوسروں کو نیک بنا دیتا ہے اور اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ بے دین یا بے عمل عالم کا عذاب دوسروں سے زیادہ ہے کیونکہ وہ گمراہ بھی ہے اور گمراہ کن بھی اور اس کی بد عملی دوسروں کو بد عمل بنا دے گی۔ درس: عالم کا عمل سنتِ نبوی کا نمونہ اور اس کی ہر ادا تبلیغ دین کا باعث ہونی چاہیے۔

آیت 163 ﴾ شانِ نزول: یہود و نصاریٰ نے مطالبہ کیا کہ ان کے لئے آسمان سے یکبارگی کتاب نازل ہو تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لے آئیں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان پر حجت قائم کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف ویسے ہی وحی بھیجی جیسے اس نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد پیغمبروں کی طرف بھیجی اور حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، ان کے بیٹوں، عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان علیہم السلام کی طرف وحی بھیجی اور حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی۔ اے یہودیو! تم ان سب کی نبوت کا اعتراف کرتے ہو حالانکہ ان میں سے کسی پر بھی اس طرح یکبارگی کتاب نازل نہیں کی گئی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کی گئی ہے تو جب یکبارگی کتاب نازل نہ ہونے کے باعث ان کی نبوت تسلیم کرنے میں تمہیں کوئی اعتراض نہیں تو امام الانبیا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت تسلیم کرنے میں کیا عذر ہے۔ اہم بات: رسول بھیجنے کا مقصد مخلوق کی ہدایت، انہیں توحید و معرفتِ الٰہی کا درس دینا، ایمان کی تکمیل اور عبادات کے طریقوں کی تعلیم ہے۔ کتاب کے متفرق طور پر نازل ہونے سے یہ مقصد کامل طور پر حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ تھوڑا تھوڑا بہ آسانی دل نشین ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس حکمت کو نہ سمجھنا اور اعتراض کرنے لگ جانا کمال درجے کی حماقت ہے۔

آیت 164 ﴾ ارشاد فرمایا کہ بہت سے رسول وہ ہیں جن کا قرآن میں نام لے کر ذکر ہو چکا اور بہت سے وہ ہیں جن کا اب تک ان کے ناموں کی تفصیل کے ساتھ قرآن میں ذکر نہیں ہوا لیکن سب انبیا علیہم السلام پر یکبارگی کتاب نہیں اتری تو پھر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ

وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ

اور بہت سے وہ رسول جن کا ذکر تم سے نہ فرمایا اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا○ (ہم نے) رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے (بھیجے)

لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ

تاکہ رسولوں (کو بھیجنے) کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کے لئے کوئی عذر (باقی) نہ رہے اور اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے○ لیکن اے حبیب اللہ

يَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾

گواہی دیتا ہے اس کی جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا، اس نے اسے اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور فرشتے گواہی دیتے ہیں اور اللہ کافی گواہ ہے○

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا بیشک وہ دور کی گمراہی میں جا پڑے○ بیشک وہ لوگ جنہوں نے

والہ وسلم پر یکبارگی کتاب نہ اترنا یہودیوں کے لئے باعثِ اعتراض کیوں ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حقیقتاً کلام فرمایا تو جیسے ان سے بے واسطہ کلام فرمانا ان انبیا علیہم السلام کی نبوت کے انکار کا ذریعہ نہیں ہو سکتا جن سے اس طرح کلام نہیں فرمایا، ایسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتاب کا یکبارگی نزول دوسرے انبیا علیہم السلام کی نبوت کے انکار کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ نے بعض انبیا علیہم السلام کو خاص عظمتیں بخشی ہیں، ایک نبی کی خصوصیت تمام نبیوں میں ڈھونڈنا غلطی ہے، جیسے ہر نبی کلیم اللہ نہیں۔

آیت 165 فرمایا کہ اللہ کے رسول ایمان اور نیکیوں پر ثواب کی بشارت جبکہ کفر اور گناہوں پر عذاب کی وعیدیں سناتے ہیں۔ ان کی تشریف آوری کی ایک حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں لوگوں کے لئے کوئی حیلہ بہانہ باقی نہ رہے اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ اگر ہمارے پاس رسول آتے تو ہم بھی ان کا حکم مانتے اور مطیع و فرمانبردار ہوتے، رسولوں کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ عذر ختم کر دیا اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

آیت 166 فرمایا کہ یہودی اگرچہ قرآن کے آسمانی کتاب ہونے کو نہ مانیں لیکن قرآن کی حقانیت کی گواہی اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور فرشتے بھی اس کے گواہ ہیں اور خدا کی گواہی کافی ہے۔

آیت 167 یہاں یہودیوں کی حالت کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا انکار کر کے کفر کیا اور تورات میں مذکور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نعت و صفت چھپا کر اور لوگوں کے دلوں میں شبہ ڈال کر انہیں اللہ تعالیٰ کا دین اسلام قبول کرنے سے روکا، بیشک وہ ان حرکتوں کے باعث اس گمراہی میں جا پڑے جو حق سے بہت دور ہے کیونکہ ان میں گمراہ ہونا اور گمراہ کرنا دونوں چیزیں جمع ہو گئیں۔

آیت 168، 169 ان دو آیات میں بھی یہودیوں کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور تورات میں موجود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف بدل کر، آپ کی نبوت و رسالت کا انکار کر کے اور لوگوں کو دین اسلام قبول کرنے

كَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِيْقَ

کفر کیا اور ظلم کیا، اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا اور نہ انہیں کسی راستے کی ہدایت فرمائے گا۔ مگر جہنم کے

جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ

راستے (کی) جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔ اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس

الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا

یہ رسول حق کے ساتھ تشریف لائے تو ایمان لاؤ، تمہارے لئے بہتر ہو گا اور اگر تم کفر کرو گے تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو

فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا

کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔ اے کتاب والو! اپنے دین میں

فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

حد سے نہ بڑھو اور اللہ پر سچ کے سوا کوئی بات نہ کہو۔ بیشک مسیح، مریم کا بیٹا عیسیٰ صرف

سے روک کر ظلم کیا، اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ ہی انہیں کسی صحیح راستے کی ہدایت دے گا، البتہ جہنم کا راستہ ان کے لئے ضرور کھلا ہوا اور بالکل واضح ہو گا، یہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور انہیں ہمیشہ جہنم میں رکھنا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔

آیت 170 اس آیت میں تمام بنی نوع انسان کو خوشخبری سنائی گئی کہ اے لوگو! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق کے ساتھ تشریف لا چکے؛ وہ خود بھی حق ہیں اور ان کی تعلیم و شریعت بھی حق ہے، یہاں باطل کا گزر تک نہیں، لہٰذا ان پر ایمان لاؤ؛ اس میں تمہارے لئے خیر ہی خیر ہے اور اگر تم ان کی نبوت و رسالت کا انکار کرو گے تو اس میں ان کا کوئی نقصان نہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کا خالق و مالک ہے، لہٰذا وہ بھی تمہارے ایمان سے بے نیاز ہے، نہ اسے تمہارا کفر کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے نہ ایمان نفع، ہاں کفر کا تمہیں نقصان ضرور ہو گا کہ اسی حالت میں مر گئے تو ہمیشہ کے لیے جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا کر دیئے جاؤ گے۔

آیت 171 یہودیوں کے بعد یہاں عیسائیوں کی دین میں زیادتی اور حد سے بڑھنے کا بیان کیا جا رہا ہے کہ اے انجیل والو! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں افراط و تفریط کا شکار ہو کر اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو، انہیں خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہو بلکہ یہ عقیدہ رکھو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں، ان کے لیے اس کے سوا اور کوئی نسب نہیں، صرف اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کا ایک کلمہ ہیں جو خدا نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص روح ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ معبود تین یعنی اللہ، عیسیٰ اور مریم ہیں، اس سے باز رہو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی اکیلا معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کا خالق و مالک

رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ

رسول اور اس کا ایک کلمہ ہے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک خاص روح ہے تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ

وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ

اور (یہ) نہ کہو (کہ معبود) تین ہیں۔ (اس سے) باز رہو، (یہ) تمہارے لئے بہتر ہے۔ صرف اللہ ہی ایک معبود ہے، وہ پاک ہے اس سے کہ اس کی

وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ

کوئی اولاد ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کافی کارساز ہے ۝ نہ تو مسیح

اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰۤىِٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ

اللہ کا بندہ بننے سے کچھ عار کرتا ہے اور نہ مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے نفرت اور تکبر کرے

فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ

تو عنقریب وہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا ۝ تو وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے تو (اللہ) انہیں ان کے پورے اجر عطا فرمائے گا

وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ

اور انہیں اپنے فضل سے اور زیادہ دے گا اور وہ جنہوں نے نفرت اور تکبر کیا تھا انہیں دردناک سزا دے گا

اللہ تعالیٰ ہی ہے تو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا سمیت سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور مملوک ہیں تو ان کا بیٹا اور بیوی ہونا کیسے متصور ہو سکتا ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب بیہودہ باتوں سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہے۔ اہم بات: عیسائیوں کے چار بڑے فرقے تھے، ان میں سے یعقوبیہ اور ملکانیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا، جبکہ نسطوریہ خدا کا بیٹا اور مرقوسیہ "تین میں تیسرا" کہتے تھے۔ اس کے معنی میں بھی ان میں اختلاف تھا، بعض تین وجود مانتے اور کہتے کہ باپ، بیٹا اور روح القدس تین ہیں، باپ سے ذات، بیٹے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور روح القدس سے ان میں حلول کرنے والی حیات مراد لیتے گویا کہ ان کے نزدیک الٰہ تین تھے اور اس تین کو ایک بتاتے تھے۔

آیت 172 ﴿ شانِ نزول: نجران کے عیسائیوں کا وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور کہا: آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بندہ کہہ کر انہیں عیب لگاتے ہیں۔ اس پر یہ آیت اتری اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ بننا باعث فخر ہے نہ کہ باعث شرم، نیز خدا کی عبادت سے نفرت کرنا مسلمان کا کام نہیں اور جو عبادت الٰہی سے نفرت و تکبر کرے تو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا اور انہیں ان کی نفرت و تکبر کی سزا دے گا۔

آیت 173 ﴿ یہاں خدا کی بندگی کو اپنا اعزاز اور سر کا تاج سمجھنے والوں کے لئے بشارت اور بندگی سے نفرت و تکبر کرنے والوں کے لئے

وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ

اور وہ اللہ کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔ اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا

دلیل آگئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا۔ تو وہ جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کی رسی مضبوطی سے

فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ يَسْتَفْتُوْنَكَ

تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا۔ اے حبیب! تم سے فتویٰ پوچھتے

قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۚ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ

تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کسی مرد کا انتقال ہو جس کی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا

وعید کا بیان ہے، پہلا گروہ صالح مومنوں کا ہے، انہیں بارگاہِ الٰہی سے اپنے اعمال کا بھرپور اجر و ثواب ملے گا اور اس کے ساتھ ان پر فضلِ الٰہی کی مزید بارش برسے گی جس میں دیدارِ الٰہی بھی شامل ہے، اس کے برعکس جن لوگوں نے عبادتِ الٰہی سے نفرت اور تکبر کیا انہیں اللہ تعالیٰ جہنم کا دردناک عذاب دے گا اور وہ خدا کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار جو انہیں عذابِ الٰہی سے بچاسکے۔

آیت 174 یہاں تمام انسانوں سے خطاب ہے، خواہ وہ کہیں بھی اور کبھی بھی ہوں، کہ اے لوگو! تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ عظیم ہستی تشریف لائی جو خود سرتاپا معرفتِ الٰہی کی دلیل ہیں اور ان کی صداقت پر ان کے معجزے گواہ ہیں جو منکرین کی عقلوں کو حیران کردیتے ہیں اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا۔ اس سے مراد قرآن پاک ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے ہمیں ملا۔ اہم باتیں: (1) امام الانبیا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کسی زمانے، جگہ اور قوم سے خاص نہیں۔ (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم خود اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ذات وصفات کی دلیل ہیں چنانچہ آپ کے مبارک بال، آنکھیں، انگلیاں، پاؤں، پسینہ سب سے معجزات کا ظہور ہوا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سراپا معجزہ ہیں۔ (3) جس قدر معجزے پہلے انبیا علیہم السلام کو عطا ہوئے ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عطا فرمائے۔

آیت 175 اس آیت میں ایمان لاکر دینِ اسلام کی رسی مضبوطی سے تھامنے والوں کو رحمت، فضل اور سیدھے راستے کی بشارت دی گئی ہے، رحمت سے مراد جنت، فضل سے مراد جنت میں کرم بالائے کرم والے امور اور سیدھے راستے سے دینِ اسلام مراد ہے جو قربِ الٰہی تک لے جاتا ہے۔

آیت 176 شانِ نزول: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ یہ اس وقت بے ہوش تھے، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو فرما کر اس کا پانی ان پر ڈالا تو انہیں افاقہ ہوا۔ آنکھ کھول کر دیکھا تو سامنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جلوہ فرما تھے۔ عرض کی: یارسول اللہ! میں اپنے مال کا کیا انتظام کروں؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس میں جو مسائل بیان ہوئے ان کا خلاصہ یہ ہے: (1) اگر کوئی شخص فوت ہو اور اس کے وارثوں میں باپ اور اولاد نہ ہو تو سگی بہن کو مال

وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۚ وَاِنْ

اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو تہائی (حصہ ہوگا) اور اگر بھائی

كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۗ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۗ

بہن ہوں (ان میں) مرد بھی (ہوں) اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا۔ اللہ تمہارے لئے صاف بیان فرماتا ہے تاکہ تم بھٹک نہ جاؤ

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١٧٦﴾

اور اللہ ہر چیز جانتا ہے۔

ع ۲٤

٥ سُوْرَةُ الْمَآئِدَةِ مَدَنِيَّةٌ ١١٢

آیاتہا ۱۲۰ — رکوعاتہا ۱۶

سورۂ مائدہ مدنیہ ہے، اس میں ایک سو بیس آیات اور سولہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۗ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ

اے ایمان والو! اپنے عہد پورے کیا کرو۔ تمہارے لئے چوپائے جانور حلال کر دیے گئے سوائے ان کے جو (آگے) تمہارے سامنے بیان کئے جائیں گے

وراثت کا آدھا حصہ ملے گا جبکہ اکیلی بہن ہو اور یہی حکم باپ شریک بہن کا ہے اور اگر دو یا اس سے زیادہ بہنیں ہوں تو انہیں دو تہائی حصہ ملے گا۔ (2) اگر بہن فوت ہوئی اور وارثوں میں نہ باپ ہو نہ اولاد تو بھائی اس کے کل مال کا وارث ہوگا۔ (3) اگر فوت ہونے والے نے بہن بھائی دونوں چھوڑے تو بھائی کو بہن سے دگنا حصہ ملے گا۔ مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تمہارے دین کے احکام صاف بیان فرماتا ہے تاکہ تم بھٹک نہ جاؤ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز جانتا ہے۔ اہم باتیں: (1) کلالہ اسے کہتے ہیں جو اپنے بعد نہ باپ چھوڑے نہ اولاد۔ (2) وراثت کے مسائل میں بہت وسعت اور قیود ہیں لہٰذا اگر وراثت کا مسئلہ درپیش ہو تو اس کا از خود حل نہ نکالیں بلکہ کسی میراث کے ماہر عالم سے رجوع کر کے مسئلہ حل کروائیں۔

سورۂ مائدہ کا تعارف ❀ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی، البتہ یہ آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ مکرمہ میں اتری۔ اس میں 16 رکوع اور 120 آیتیں ہیں۔ اس سورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں پر آسمان سے مائدہ یعنی دستر خوان نازل ہونے کا بیان ہے، اس مناسبت سے اس کا نام "سورۂ مائدہ" رکھا گیا۔ **فضائل:** حدیث پاک میں ہے: تم اپنے مردوں کو سورۂ مائدہ اور عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ۔ (شعب الایمان، حدیث: 2428) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں جائز معاہدے پورے کرنے اور ناانصافی سے بچنے کا حکم، وضو، غسل، تیمم اور حالتِ احرام میں شکار کے احکام، شراب، جوئے اور کفار سے دوستی کی حرمت، حلال و حرام جانوروں، قسم کے کفارے، بنی اسرائیل سے عہد لینے، چوری اور ڈاکہ کی سزا؛ نیز عبرت و نصیحت کے لئے حضرت موسیٰ و بنی اسرائیل اور قابیل و ہابیل کے واقعات، کھانے کا دستر خوان اترنے اور نبوتِ مصطفیٰ ساری مخلوق کو عام ہونے کا بیان ہے۔

آیت 1 ❀ فرمایا کہ اے ایمان والو! تمام عہد پورے کیا کرو خواہ وہ عہد خدا سے کئے ہوں یا مخلوق سے۔ مزید حلال و حرام جانوروں سے

غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۗ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ﴿١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا

لیکن احرام کی حالت میں شکار حلال نہ سمجھو۔ بیشک اللہ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے○ اے ایمان والو! اللہ کی نشانیاں

شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ

حلال نہ ٹھہرالو اور نہ ادب والے مہینے اور نہ حرم کو بھیجی گئی قربانیاں اور نہ (حرم میں لائے جانے والے وہ جانور) جن کے گلے میں علامتی پٹے ہوں اور نہ

متعلق فرمایا گیا کہ جن کی حرمت شریعت میں بیان ہوئی ہے ان کے علاوہ تمام چوپائے جانور تمہارے لئے حلال کر دیئے گئے ہیں البتہ

حالتِ احرام میں خشکی کا شکار حلال نہ سمجھا جائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے، اس کے حکم پر اعتراض کرنے کا کسی کو

کوئی حق نہیں۔ مسئلہ: احرام کی حالت میں خشکی کا شکار حرام جبکہ دریائی شکار جائز ہے۔ پہلی صورت میں شکار کیا ہوا جانور نہ احرام والے

کو حلال ہے نہ کسی اور کو، احرام خواہ حج کا ہو یا عمرہ کا۔

آیت 2 ﴾ اس آیت میں اہلِ ایمان کو 9 چیزوں کا حکم دیا گیا ہے: (1) اللہ تعالیٰ کی نشانیاں حلال نہ ٹھہرالو۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے فرض کیں اور جن سے منع فرمایا، سب کی حرمت کا لحاظ رکھا جائے، نیز جو چیزیں خدا کی نشانیاں قرار پا جائیں ان کا احترام لازم ہے۔ (2) اور ادب والے مہینوں کی حرمت کے خلاف نہ کرو۔ ان مہینوں سے مراد رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم کے مہینے ہیں دورِ جاہلیت میں کفار ان کا ادب کرتے تھے، اسلام نے بھی ان کا احترام بدستور باقی رکھا ہے۔ (3) اور نہ حرم کی اور علامتی پٹے والی قربانیوں کو۔ اہلِ عرب قربانیوں کے گلے میں حرم شریف کے درختوں کی چھال وغیرہ کے ہار ڈالتے تھے تاکہ دیکھنے والے جان لیں کہ یہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں ہیں اور وہ ان سے لوٹ مار کی بجائے ان کا احترام کریں۔ (4) اور نہ ادب والے گھر کا قصد کر کے آنے والوں (کے مال و عزت) کو پامال کرو۔ ان سے مراد حج و عمرہ کے لیے آنے والے لوگ ہیں۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ قبیلہ ربیعہ کا ایک بدبخت شریح بن ہند بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور لوگوں کی دی جانے والی دعوتِ دین کے بارے میں گفتگو کی۔ اس نامراد کے آنے سے پہلے ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے صحابہ کو خبر دے دی اور جانے کے بعد بھی بتادیا کہ یہ اسلام نہیں لائے گا۔ جاتے ہوئے اس نے دھوکا دیا اور مدینہ منورہ کے مویشی و دیگر اموال ساتھ لے گیا۔ اگلے سال یہ یمامہ کے حاجیوں کے ساتھ کثیر سامانِ تجارت اور مخصوص ہار والی قربانیاں لے کر حج کے ارادے سے نکلا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم بھی اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے شریح کو دیکھ کر اس سے مویشی لینا چاہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے منع فرمادیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ جو حج کے ارادے سے نکلا ہو اسے کچھ نہ کہا جائے۔ (5) جب تم احرام سے باہر جاؤ تو شکار کر سکتے ہو۔ احرام سے فارغ ہو کر حرم سے باہر شکار کرنا مباح (یعنی جائز) ہے، لازم نہیں۔ (6) تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس وجہ سے زیادتی کرنے پر نہ ابھارے کہ انہوں نے تمہیں مسجدِ حرام سے روکا تھا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور صحابہ کرام کو حدیبیہ کے دن کفارِ مکہ نے عمرہ کرنے سے روکا تھا لیکن تم ان سے اس حرکت کا انتقام نہ لو۔ (7) نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ آیت کے لفظ بِرّ سے مراد ہر وہ نیک کام ہے جسے کرنے کا شریعت نے حکم دیا اور تقویٰ یہ ہے کہ ہر اس کام سے بچا جائے جس سے شریعت نے روکا ہے۔ (8) گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ لفظ اِثم سے مراد گناہ اور عُدوان سے مراد اللہ

الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ

کا قصد کرکے آنے والوں (کے مال و عزت) کو جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرتے ہیں اور جب احرام سے باہر جاؤ تو شکار کر سکتے ہو

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا

اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس وجہ سے زیادتی کرنے پر ہرگز نہ ابھارے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تھا اور نیکی اور

عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ

شدید عذاب دینے والا ہے ۝ تم پر حرام کر دیا گیا ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا

اللہ کی حدود میں حد سے تجاوز کرنا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اِثم سے مراد کفر اور عُدوان سے مراد ظلم یا بدعت ہے۔ (9) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ شدید عذاب دینے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) شعائر اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں خانہ کعبہ، قرآن پاک، مساجد، اذان، بزرگوں کے مزارات وغیرہ سب داخل ہیں۔ مقبول بندوں سے نسبت والی چیزوں کی بڑی شان ہے، جیسے صفا و مروہ پہاڑوں پر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے قدم پڑے تو وہ شعائر اللہ بن گئے۔ (2) اب کافر کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکا جائے گا کیونکہ بعد میں سورۂ توبہ کی آیت 28 میں ممانعت کا حکم نازل ہو گیا تھا۔ یاد رہے کہ مسجد حرام کی طرح حدودِ حرم میں بھی کفار کا داخلہ ممنوع ہے۔ درس: اشاعتِ علمِ دین کے لئے وقت اور مال دینا، درس و تدریس، تحریر، نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا اور ملک و ملت کے اجتماعی مفادات کے لئے کام کرنا وغیرہ سب نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرنے میں داخل اور باعث ثواب ہے، جبکہ کسی کا حق مارنا، رشوت لے کر فیصلہ بدل دینا، جھوٹی گواہی دینا، بلاوجہ کسی مسلمان کو پھنسا دینا، حرام و ناجائز کاروبار کرنے والی کمپنیوں میں کسی بھی طرح شریک ہونا، بدی کے اڈوں میں نوکری کرنا، گناہ و زیادتی میں باہم مدد کرنے میں داخل اور ناجائز و حرام ہے۔ سبحان اللہ! قرآنِ پاک کی تعلیمات کتنی عمدہ اور اعلیٰ ہیں! ان سے صحیح فائدہ اسی وقت حاصل کیا جا سکتا ہے جب ان پر عمل کیا جائے، مگر افسوس! فی زمانہ مسلمانوں کی ایک تعداد عملی طور پر قرآنی تعلیمات سے بہت دور ہو چکی ہے۔

آیت 3 اس سورت کی پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ تم پر چوپائے حلال ہیں، سوائے ان کے جو آگے تم سے بیان کیے جائیں گے، یہاں انہی کا بیان کرتے ہوئے 11 حرام چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے: (1) مردار۔ اس سے مراد وہ جانور ہے جسے شریعت میں ذبح کرنے کا حکم دیا گیا ہو اور وہ ذبح ہوئے بغیر مر جائے۔ (2) بہنے والا خون۔ (3) سور کا گوشت اور اس کے تمام اجزاء۔ (4) وہ جانور جسے غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔ (5) گلا گھونٹ کر مارا ہوا جانور۔ (6) بغیر دھار والی چیز جیسے لاٹھی، پتھر، ڈھیلے وغیرہ کی چوٹ سے مارا ہوا جانور۔ (7) وہ جانور جو بلندی سے گر کر مرا، خواہ پہاڑ سے گرا ہو یا کنویں میں۔ (8) وہ جانور جسے کسی دوسرے جانور نے سینگ مارا اور اس کی چوٹ سے مر گیا۔ (9) جسے کسی درندے نے تھوڑا سا کھایا اور وہ اس زخم سے مر گیا۔ البتہ اگر یہ جانور ایسے واقعات میں زندہ بچ گئے ہوں پھر

لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْ

گیا ہو اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرے اور وہ جو بغیر دھاری دار چیز (کی چوٹ) سے مارا جائے اور جو بلندی سے گر کر مرا ہو اور جو کسی جانور کے سینگ

وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۟ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْ

اور وہ جسے کسی درندے نے کھالیا ہو مگر (درندوں کا شکار کیا ہوا) وہ جانور جنہیں تم نے (زندہ پاکر) ذبح کر لیا ہو اور جو کسی بت کے آستانے پر ذبح کیا گیا

بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ اَلْيَوْمَ يَىٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْ

ہے) کہ پانسے ڈال کر قسمت معلوم کرو یہ گناہ کا کام ہے۔ آج تمہارے دین کی طرف سے کافر ناامید ہو گئے تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے

انہیں احکام شرع کے مطابق ذبح کر لیا گیا تو یہ حلال ہیں۔ (10) وہ جانور جو کسی بت کے تھان پر بطور عبادت ذبح کیا گیا۔ (11)
کام وغیرہ کا حکم معلوم کرنے کے لئے پانسا ڈالنا۔ یہ سب گناہ کے کام ہیں۔ مزید فرمایا: آج تمہاری شان و شوکت اور قوت دیکھ کر
تمہارا دین جڑ سے ختم کر دینے اور اس پر غالب آنے سے مایوس ہو گئے لہٰذا تم اپنے دلوں سے اس بات کا ڈر نکال دو کہ وہ تم پر غالب
جائیں گے اور صرف مجھ سے ہی ڈرتے رہو۔ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا کہ حلال و حرام کے احکام اور قیاس
قانون سب مکمل کر دیئے اور مکہ مکرمہ کی فتح عطا فرما کر تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطورِ دین پسند کر لیا
اس کے سوا کوئی دین قبول نہیں۔ مزید فرمایا: تو جو بھوک پیاس کی شدت سے مجبور ہو۔ آیت کے اس حصے کا معنی یہ ہے کہ اوپر حرام
چیزوں کا بیان کر دیا گیا لیکن جب کھانے پینے کو کوئی حلال چیز ملے ہی نہیں اور بھوک پیاس کی شدت سے جان پر بن جائے: اس وقت
جان بچانے کے لئے کھانے پینے کی اجازت ہے مگر اس طرح کے گناہ کی طرف مائل نہ ہو یعنی ضرورت سے زیادہ نہ کھائے اور
ضرورت اتنے سے ہی پوری ہو جاتی ہے جس سے خطرۂ جان جاتا رہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے، تم سے اس کے متعلق
مؤاخذہ نہ فرمائے گا۔ اہم باتیں: (1) وہ جانور جسے ذبح کرتے وقت تو اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا مگر دوسرے اوقات میں وہ غیر خدا کی طرف
منسوب رہا، وہ حرام نہیں۔ (2) تکمیلِ دین سے متعلق آیت حجۃ الوداع میں عرفہ کے روز، بعدِ عصر، جمعہ کے دن نازل ہوئی۔ اس آیت
سے متعلق ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر یہ ہم پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن عید مناتے۔ آپ نے
فرمایا: میں اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی اور اس کے نزول کی جگہ بھی پہچانتا ہوں، وہ مقام عرفات کا تھا اور دن جمعہ کا۔
(بخاری، حدیث: 45) آپ کی مراد یہ تھی کہ ہمارے لئے وہ دن عید ہے۔ ایمانی جذبے کا تقاضا ہی یہ ہے کہ کسی دینی کامیابی کے دن کو عید
اور خوشی کا دن بنایا جائے جیسے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ (3) تکمیل دین کا ایک معنی اوپر بیان ہوا اور بعض مفسرین کا قول ہے
کہ اس کا معنی اسلام کو غالب کرنا، دشمن سے امن دینا ہے اور ایک قول کے مطابق دین مکمل کرنا یہ ہے کہ وہ پچھلی شریعتوں کی طرح
منسوخ نہ ہو گا بلکہ قیامت تک باقی رہے گا۔ (4) صرف اسلام اللہ تعالیٰ کو پسند ہے جو اب دینِ محمدی کی صورت میں ہے، باقی سب
دین بارگاہِ الٰہی میں اب قابل قبول نہیں۔ (5) سید الانبیا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا کیونکہ دین کامل ہو چکا لہٰذا
قادیانی جھوٹے، بے دین، خدا کے کلام اور دین کو ناقص سمجھنے والے ہیں۔ (6) اسلام چھوڑ کر کوئی لاکھوں نیکیاں کرے خدا کو پیارا

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام دین پسند کیا

فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳﴾

تو جو بھوک پیاس کی شدت میں مجبور ہو اس حال میں کہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو (تو وہ کھاسکتا ہے۔) تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ

اے حبیب! تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال ہوا؟ تم فرمادو کہ حلال کی گئیں تمہارے لئے پاک چیزیں اور ان شکاری جانوروں (کا شکار) جنہیں تم نے

الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّاۤ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ

شکار پر دوڑاتے ہوئے شکار کرنا سکھادیا ہے۔ تم انہیں وہ سکھاتے ہو جس کی اللہ نے تمہیں تعلیم دی ہے تو اس میں سے کھاؤ جو وہ شکار کرکے تمہارے لئے روک دیں

وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴﴾ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ

اور (شکاری جانور کو چھوڑتے وقت) اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کردی گئیں

نہیں کیونکہ اسلام جڑ ہے اور اعمال شاخیں اور پتے، جڑ کٹ جانے کے بعد شاخوں اور پتوں کو پانی دینا بے کار ہے۔

آیت 4 شانِ نزول: حضرت عدی بن حاتم اور حضرت زید بن مہلہل رضی اللہ عنہما نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ہم لوگ کتے اور باز کے ذریعے شکار کرتے ہیں، کیا یہ ہمارے لئے حلال ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں دو چیزوں کے حلال ہونے کا ذکر کیا گیا۔ (1) طیبات۔ اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کا حرام ہونا قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس کسی سے ثابت نہ ہو اور ایک قول کے مطابق اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جنہیں سلیم الطبع لوگ پسند کرتے ہیں۔ (2) شکاری جانوروں کا کیا ہوا شکار۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ شکاری جانور درندوں میں سے ہوں جیسے کتا اور چیتا، یا پرندوں میں سے جیسے شکرا، باز اور شاہین وغیرہ۔ جب اس طرح سدھا کر ان کی تربیت کردی جائے کہ شکار میں سے کچھ نہ کھائیں اور جب شکاری انہیں چھوڑے تب جائیں اور جب بلائے تو واپس آجائیں تو ان کا شکار کیا ہوا جانور حلال ہے اگرچہ وہ مر گیا ہو، ہاں اگر انہوں نے اس میں سے کچھ کھالیا تو اب حلال نہیں کیونکہ یہ انہوں نے اپنے لیے شکار کیا ہے۔ مزید فرمایا کہ شکاری جانور کو چھوڑتے وقت اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور ان تمام امور میں اس کے حکم کی مخالفت سے بچتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ بہت جلد تمہارے اعمال کا حساب لینے والا ہے۔ اہم بات: آیت سے جو معلوم ہوتا ہے اس کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ شکاری جانور کے ذریعے کیا ہوا شکار چند شرطوں سے حلال ہے: (1) شکاری جانور مسلمان یا کتابی کا چھوڑا ہوا ہو اور سکھایا ہوا ہو۔ (2) اس نے شکار کو زخم لگا کر مارا ہو۔ (3) شکاری جانور بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر کہہ کر چھوڑا گیا ہو۔ (4) اگر شکاری کے پاس شکار زندہ پہنچا تو اسے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر کہہ کر ذبح کیا ہو۔ اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی تو حلال نہ ہوگا۔

آیت 5 یہاں اس آیت سے متعلق چند باتیں ملاحظہ ہوں: (1) اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے خواہ یہودی ذبح کرے یا

وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۖ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۖ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ

اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پاکدامن مسلمان عورتیں

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ

اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان کی پاکدامن عورتیں (تمہارے لئے حلال کر دی گئیں) جبکہ تم ان سے نکاح کرتے ہوئے انہیں ان کے مہر

غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْۤ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ

نہ زنا کرتے ہوئے اور نہ انہیں پوشیدہ آشنا بناتے ہوئے اور جو ایمان سے پھر کر کافر ہو جائے تو اس کا ہر عمل برباد ہو گیا اور وہ

فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ

ع ۵

آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہو گاO اے ایمان والو! جب تم نماز کی طرف کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہرے اور

عیسائی، ان کا مرد ذبح کرے یا عورت، لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ واقعی اہلِ کتاب ہوں، دہریے اور خدا کے منکر نہ ہوں۔ (2) اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح حلال ہے مگر اس میں بھی دو چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے (۱) وہ عورتیں دہریہ اور خدا کی منکر نہ ہوں۔ (۲) اہل کتاب کی عورت دار الاسلام میں رہنے والی ذمیہ ہو۔ موجودہ زمانے کے اہل کتاب حربی ہیں، ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح مکروہ تحریمی ہے۔ (3) اچھے کردار والی کتابیہ سے نکاح کیا جائے۔ یہ حکم مستحب ہے۔ (4) کتابیہ عورت سے ازدواجی تعلقات نکاح کے ذریعے ہی قائم کیے جائیں، پوشیدہ دوستیاں لگانا، پوشیدہ یا اعلانیہ زنا کرنا ان کے ساتھ بھی حرام ہے۔ (5) کتابیہ عورت کو بھی مہر دیا جائے گا۔ (6) آیت کے آخر میں دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جانے والے کے بارے میں فرمایا کہ اس کے تمام نیک اعمال برباد ہو گئے اور اگر یہ کفر پر ہی مرا تو آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔ **اہم بات:** حقیقی اہل کتاب سے نکاح کی اجازت صرف مسلمان مردوں کو ہے مسلمان عورت کا کتابی مرد سے نکاح قطعی حرام ہے۔

آیت 6 یہاں وضو اور تیمم کا طریقہ اور ان کی حاجت کب ہوتی ہے، اسے بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونے کا ارادہ کرو اور وضو نہ ہو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھو لو، سروں کا مسح کرو اور پاؤں ٹخنوں تک دھو لو اور اگر تم پر غسل فرض ہو تو غسل کر کے خوب پاک ہو جاؤ اور اگر تم کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس میں پانی کا استعمال نقصان دے یا سفر میں ہو اور وضو یا غسل کی حاجت پڑے لیکن پانی میسر نہ ہو تو پاک مٹی سے اس طرح تیمم کرو کہ اپنے چہروں اور کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کا مسح کر لو۔ پانی نہ ملنے کے باوجود تیمم کی اجازت نہ ہونے کی صورت میں تم پر تنگی ہو گی اور اللہ تعالیٰ تم پر تنگی نہیں چاہتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں بے وضو بے غسل ہونے کی حالت سے اور گناہوں سے خوب پاک کر دے اور دین کے احکام بیان کر کے اپنی نعمت تم پر پوری کر دے تاکہ تم اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ **مسائل:** (1) اس آیت سے ثابت ہوا کہ وضو کے چار فرض ہیں: (۱) چہرہ دھونا۔ (۲) کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھونا۔ اس حکم میں کہنیاں بھی داخل ہیں۔ (۳) سر کا مسح کرنا۔ احناف کے نزدیک مسح سر کے چوتھائی حصے کا فرض ہے۔ (۴) ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھونا۔ اس حکم میں ٹخنے بھی داخل ہیں۔ مزید تفصیل فقہی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا

اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھولو اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھولو اور اگر تم بے غسل ہو

فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ

تو خوب پاک ہوجاؤ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ

اور ان صورتوں میں پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرلو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ

لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۞

تم پر کچھ تنگی رکھے لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب پاک کردے اور اپنی نعمت تم پر پوری کردے تاکہ تم شکر ادا کرو۞

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؗ

اور اپنے اوپر اللہ کا احسان اور اس کا وہ عہد یاد کرو جو اس نے تم سے لیا تھا جب تم نے کہا: ہم نے سنا اور مانا

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۞ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ

اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۞ اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے

(2) جہاں دھونے کا حکم ہے وہاں دھونا ہی ضروری ہے مسح نہیں کر سکتے، جیسے پاؤں کو دھونا ضروری ہے، ان کا مسح نہیں کر سکتے، ہاں! اگر موزے پہنے ہوں تو شرائط پائی جانے کی صورت میں موزوں پر مسح کر سکتے ہیں کہ یہ احادیثِ مشہورہ سے ثابت ہے۔ (3) جب عورت حیض ونفاس کی حالت سے نکل آئے تو اس پر غسل فرض ہے۔ (4) جنابت کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ شہوت کے ساتھ منی خارج ہو۔ اس کے اسباب کی تفصیل فقہی کتابوں میں ملاحظہ کریں۔

آیت 7 ﴾ اس آیت میں بیعتِ عقبہ یا بیعتِ رضوان کی طرف اشارہ ہے، مجموعی طور پر آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے صحابہ! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کرو کہ اس نے تمہیں مسلمان بنایا، تمہارے لیے آسان احکام بھیجے، ساری زمین کو مسجد اور پاک کرنے والا بنایا نیز اس معاہدے کو یاد کرو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بیعت کرتے وقت بیعتِ عقبہ کی رات اور بیعتِ رضوان میں کیا تھا اس میں تم نے کہا تھا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ہر حکم ہر حال میں سنیں اور مانیں گے، اور اے صحابہ! خدا کی نعمتیں بھول جانے اور عہد توڑنے کے معاملے میں اس سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ دلوں میں چھپی ہر بات جانتا ہے۔

آیت 8 ﴾ اس آیت میں اہلِ ایمان کو عدل وانصاف کے متعلق بار بار مختلف انداز میں تاکید فرمائی، جیسے فرمایا کہ گواہی دیتے ہوئے حکم خدا کے مطابق انصاف پر خوب قائم رہو اور حق وانصاف کا دامن کبھی نہ چھوڑو یہاں تک کہ دشمنوں سے بھی انصاف کا رویہ اختیار

شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ

اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ اور تمہیں کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ تم انصاف نہ کرو (بلکہ) انصاف کرو، یہ پرہیزگاری کے

لِلتَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝٨ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ تمہارے تمام اعمال سے خبردار ہے○ اللہ نے ایمان والوں اور اچھے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝٩ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ

عمل کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے○ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا

اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ۝١٠ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ

وہی دوزخ والے ہیں○ اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب ایک قوم نے ارادہ کیا

کرو اور کسی قوم جیسے غیر مسلموں سے دشمنی بھی تمہیں اس بات پر ہرگز نہ ابھارے کہ تم انصاف کرنا چھوڑ دو اور حرام کاموں جیسے قتل وغارت گری میں مبتلا ہو جاؤ اور بہر صورت عدل سے کام لینا کیونکہ یہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اپنے ہر عمل میں یہ ذہن میں رکھنا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے خبردار ہے۔ درس: امن وسکون کے حصول اور ظلم وجبر کے خاتمہ کے لئے عدل وانصاف سب سے بنیادی چیز ہے، اور اس کے لئے اسلامی نظام عدل سب سے زیادہ موثر ومفید ہے۔

آیت 10،9 آیات کا مفہوم ترجمہ سے واضح ہے۔ مزید دو باتیں ملاحظہ ہوں: (1) اچھے اعمال سے مراد ہر وہ عمل ہے جو رضائے الٰہی کا سبب بنے۔ اس میں فرائض وواجبات، سنتیں، مستحبات، جانی ومالی عبادتیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد وغیرہ سب داخل ہیں۔ (2) دائمی جہنمی صرف کافر ہیں، مسلمان ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہ رہیں گے۔

آیت 11 اس آیت میں یا تو اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ مشرکین نے مقام عسفان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک ساتھ ظہر کی نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا، جب انہوں نے نماز مکمل کرلی تو مشرکین کو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر حملہ نہ کرنے کا افسوس ہوا، پھر انہوں نے نمازِ عصر کے وقت حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے نمازِ خوف کا طریقہ ارشاد فرما کر ان کی سازش کو ناکام بنا دیا۔ یا یہاں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کسی منزل پر قیام فرمایا اور اپنی تلوار درخت پر لٹکا دی۔ ایک اعرابی موقع پا کر آیا اور تلوار لے کر کہنے لگا: آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ فرمایا: اللہ۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے ہاتھ سے تلوار گرا دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تلوار پکڑ کر فرمایا: اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے عرض کی: مجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسے معاف فرما دیا۔ (بخاری، حدیث: 2910) اس صورت میں واقعہ اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ہوا لیکن آپ چونکہ مسلمانوں کے سردار ہیں اور سردار کا نفع نقصان پوری قوم کا نفع نقصان ہوتا ہے اس لیے آیت میں خطاب مسلمانوں سے ہوا۔ مزید فرمایا کہ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے کیونکہ ہر طرح کی بھلائی پہنچانے اور ہر قسم کا شر دور کرنے کے لئے وہی کافی ہے۔

أَنْ يَّبْسُطُوٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

کہ تمہاری طرف اپنے ہاتھ دراز کریں تو اللہ نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١١﴾ وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ

بھروسہ کرنا چاہیے ○ اور بیشک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار قائم کیے

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ

اور اللہ نے فرمایا بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو

وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

اور اللہ کو قرض حسن دو تو بیشک میں تم سے تمہارے گناہ مٹا دوں گا اور ضرور تمہیں ان باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں

الْاَنْھٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿١٢﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ

رواں ہیں تو اس (عہد) کے بعد تم میں سے جس نے کفر کیا تو وہ ضرور سیدھی راہ سے بھٹک گیا ○ تو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے

آیت 12 اوپر آیت نمبر سات میں مسلمانوں سے عہد و میثاق کا بیان ہوا اور یہاں یہ بیان فرمایا کہ ایسا ہی عہد بنی اسرائیل سے بھی لیا گیا تھا۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں ہر قبیلے کا سردار مقرر کیا گیا اور ان سے اوپر والا عہد لیا تھا پھر فرعون کی ہلاکت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم الٰہی ہوا کہ بنی اسرائیل کو بیت المقدس کی طرف لے جائیں اور وہاں موجود دشمن سے جہاد کریں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم الٰہی کے مطابق بنی اسرائیل کے بارہ گروہوں میں سے ایک ایک کو اپنے اپنے گروہ کا سردار منتخب کیا اور بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوئے۔ اریحا کے قریب پہنچنے پر ان سرداروں کو دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ یہ ان لوگوں کی عظیم جسامت اور طاقت و قوت سے ہیبت زدہ ہو کر واپس آئے اور اپنی قوم سے سب حال بیان کر دیا حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا لیکن دو حضرات کالب بن یوقنا اور یوشع بن نون اپنے عہد پر قائم رہے۔ اس سیاق و سباق میں آیت کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور تورات کے احکام کی پیروی کریں پھر قوم جبارین سے جہاد کے لئے ان میں 12 سردار بنائے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ میں اپنے علم و قدرت اور مدد و نصرت سے تمہارے ساتھ ہوں، میں تمہارا کلام سن رہا، تمہارے اعمال دیکھ رہا اور تمہارے دلوں کے خیالات جانتا ہوں۔ اے بنی اسرائیل! اگر تم نماز قائم رکھو، زکوٰۃ دیتے رہو، میرے رسولوں پر ایمان لاؤ، ان کی تعظیم کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دو یعنی اس کی راہ میں خرچ کرو تو میں تمہارے گناہ معاف کر دوں گا اور تمہیں ان باغوں میں داخل کروں گا جن کے درختوں اور رہائشگاہوں کے نیچے نہریں جاری ہیں تو اس عہد کے بعد تم میں سے جس نے کفر کیا تو وہ ضرور سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔

آیت 13 بنی اسرائیل نے عہد الٰہی توڑا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے انبیا علیہم السلام کی تکذیب کی، انہیں شہید کیا اور تورات کے احکام کی مخالفت کی نیز تورات کی وہ آیات بدل دیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نعت و صفت کا بیان تھا اور اللہ

لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا

ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دل سخت کر دیئے۔ وہ اللہ کی باتوں کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور انہوں نے ان نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلا دیا

مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ

جو انہیں کی گئی تھیں اور تم ان میں سے چند ایک کے علاوہ سب کی کسی نہ کسی خیانت پر مطلع ہوتے رہو گے تو انہیں معاف کر دو

وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣﴾ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ

اور ان سے درگزر کرو بیشک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے ○ اور جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ان سے ہم نے عہد لیا

فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

تو وہ ان نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے جو انہیں کی گئی تھیں تو ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک کے لئے دشمنی اور بغض ڈال دیا

تعالیٰ کی بہت سی ہدایات فراموش کر دیں جو انہیں تورات میں دی گئی تھیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی کریں اور ان پر ایمان لائیں۔ ان حرکتوں کے سبب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا اور ان کے دل سخت کر دیئے کہ اب اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب کا سن کر ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ مزید رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ ہمیشہ ان لوگوں کی خیانتوں پر مطلع ہوتے رہیں گے کیونکہ دغابازی، خیانت اور بدعہدی ان کی اور ان کے آباؤ اجداد کی قدیم عادت ہے۔ ہاں ان میں سے جو ایمان لانے والوں کی تھوڑی سی تعداد ہے وہ خائن نہیں، تو ان لوگوں سے جو کچھ پہلے سرزد ہوا اس پر انہیں معاف کر دیں اور ان سے درگزر کریں، بیشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے: ایک قوم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عہد کرنے کے بعد توڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس پر مطلع فرمایا اور یہ آیت نازل کی۔ اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ ان کی اس عہد شکنی سے درگزر کیجئے جب تک کہ وہ جنگ سے باز رہیں اور جزیہ ادا کرنے سے منع نہ کریں۔

اہم بات: بداعمالیوں کی وجہ سے دل سخت ہو جاتے ہیں۔

آیت 14 یہودیوں کے بعد عیسائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: وہ لوگ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ یعنی دینِ خدا کے مددگار ہیں، ان سے بھی ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے کا عہد لیا لیکن وہ بھی انجیل میں دی گئی نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے اور انہوں نے بھی عہد شکنی کی تو ہم نے ان کے درمیان روزِ قیامت تک کے لئے دشمنی اور بغض ڈال دیا اور عنقریب آخرت میں اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال بتا دے گا اور انہیں ان کا بدلہ دے گا۔ آیت میں یا تو یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان دشمنی اور بغض ڈالنا مراد ہے یا یہ مراد ہے کہ عیسائیوں کے درمیان آپس میں دشمنی اور بغض ڈال دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور ہر فرقہ دوسرے کو کافر قرار دے کر اسے تباہ کرنے میں لگ گیا۔ درس: کتاب الٰہی پر عمل نہ کرنا، اللہ تعالیٰ کے رسول کی نافرمانی کرنا، اس کے فرائض کی بجا آوری سے منہ موڑنا اور حلال و حرام سے متعلق اس کی مقرر کردہ حدوں کو توڑنا آپس میں دشمنی اور بغض پیدا ہو جانے کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔

وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ

اور عنقریب اللہ انہیں بتادے گا جو کچھ وہ کرتے تھے ۔ اے اہلِ کتاب! بیشک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے، وہ تم پر بہت سی

لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

چیزیں ظاہر فرماتے ہیں جو تم نے (اللہ کی) کتاب سے چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرمادیتے ہیں۔ بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے

نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ

ایک نور آگیا اور ایک روشن کتاب ۔ اللہ اس کے ذریعے اسے سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے جو اللہ کی مرضی کا تابع ہو جائے

وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾ لَقَدْ كَفَرَ

اور انہیں اپنے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے ۔ بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے

الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ

جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح بن مریم ہے۔ تم فرمادو: اگر اللہ مسیح بن مریم کو اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو

آیت 15 یہاں یہودیوں اور عیسائیوں سب سے خطاب ہے کہ اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لے آئے، جن کی شان یہ ہے کہ وہ تمہارے سامنے بہت سی وہ باتیں ظاہر فرمادیتے ہیں جنہیں تم نے کتابِ الٰہی میں چھپا دیا تھا جیسے رجم کی آیات اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف، جو تم نے تو چھپا دیئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں بیان فرمادیا۔ تمہاری چھپائی باتیں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ بہت سی باتیں یہ رحیم و کریم نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم معاف فرمادیتے ہیں، نہ ان کا ذکر کرتے ہیں اور نہ ہی ان پر مؤاخذہ فرماتے ہیں۔ مزید فرمایا: بیشک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور آگیا اور ایک روشن کتاب۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں نور سے مراد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور بعض نے اس سے اسلام بھی مراد لیا ہے جبکہ روشن کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔ نور سے متعلق مزید تفصیل اسی آیت کے تحت صراط الجنان میں دیکھی جاسکتی ہے۔

آیت 16 یہاں قرآن کی شان کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعے اُس بندے کو سلامتی کے راستے دکھاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے پیچھے چلے اور ہر کام اس کی رضا کے لیے کرے۔ ان طالبانِ رضائے مولیٰ کو رب کریم اپنے حکم سے کفر، شرک اور گناہ کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان اور نیک اعمال کے نور کی طرف لے جاتا اور انہیں سیدھے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک لفظ "بِہٖ" کی ضمیر سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی مراد ہیں، اس صورت میں معنی یہ بنے گا کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے ہدایت عطا فرماتا ہے۔ معنوی اعتبار سے یہ بات قطعاً درست ہے۔

آیت 17 نجران کے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "اللہ" قرار دیا جس کے رد میں فرمایا گیا کہ بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ "اللہ" "مسیح بن مریم ہی ہے۔ اُن عیسائیوں سے کہا گیا کہ اگر تمہارا دعویٰ درست ہے تو ایک بات کا جواب دو: اگر اللہ

اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

ہلاک کرنے کا ارادہ فرمالے تو کون ہے جو اللہ سے بچانے کی طاقت رکھتا ہے؟ اور آسمانوں اور زمین کی اور

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ

ان کے درمیان ہے سب کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ اور یہودیوں

وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ

اور عیسائیوں نے کہا: ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اے حبیب! تم فرمادو: (اگر ایسا ہے تو) پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں پر عذاب کیوں دیتا

بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

بلکہ تم (بھی) اس کی مخلوق میں سے (عام) آدمی ہو۔ وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور آسمانوں اور زمین اور

تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ان کی ماں حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور تمام زمین والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمالے تو ایسا کون ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت وارادے سے بچالینے کی تھوڑی سی بھی طاقت رکھتا ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ یقیناً ایسا کوئی نہیں اور کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا تو اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "اللہ" ماننا صریح باطل ہے۔ اللہ کی تو شان یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، سب کی بادشاہت اسی کے لیے ہے، وہ جو چاہتا اور جیسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اسی نے آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ مثال کے بغیر بنایا، حضرت آدم علیہ السلام کو ماں باپ کے بغیر مٹی سے، اور حواء رضی اللہ عنہا کو بھی ماں باپ کے بغیر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باپ کے بغیر پیدا فرمایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے بنے مٹی کے پرندے کو حقیقی پرندہ بنایا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ اہم باتیں: (1) عیسائیوں کے فرقے یعقوبیہ اور ملکانیہ کا یہی مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کیا ہوا ہے جیسے پھول میں خوشبو اور آگ میں گرمی نے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ (2) اس آیت میں کئی طرح سے ان کے اس باطل عقیدے کا رد ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو موت آسکتی ہے، آپ ماں کے شکم سے پیدا ہوئے، آپ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، خالق نہیں ہیں اور جس کی یہ صفات ہوں وہ ہرگز "اللہ" نہیں ہو سکتا۔

آیت 18 شانِ نزول: ایک بار کچھ اہلِ کتاب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور دین کے معاملے میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے گفتگو کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پر اس کے عذاب سے ڈرایا تو وہ کہنے لگے: آپ ہمیں کیا ڈراتے ہیں ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اس بات سے ان کا مطلب یہ تھا کہ جیسے بیٹا خواہ کتنا ہی برا ہو مگر باپ کو پیارا ہوتا ہے ایسے ہی ہم خدا کو پیارے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے فرمادیں: اگر تم بیٹوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو تو وہ تمہارے گناہوں کی وجہ سے دنیا میں تمہیں عذاب کیوں دیتا ہے اور آخرت میں نارِ جہنم کی سزا کیوں دے گا حالانکہ خود تمہارا عقیدہ ہے کہ تم بچھڑے کو پوجنے کی مدت کے برابر جہنم میں رہو گے اور سوچو کہ کوئی باپ اپنے بیٹے یا کوئی شخص اپنے پیارے کو آگ میں جلاتا ہے؟ لہٰذا تمہارا دعویٰ جھوٹا اور باطل ہے۔ تم بھی خدا کی مخلوق

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ⑱ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا

اور زمین اور ان کے درمیان ہے سب کی سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے اور اسی کی طرف پھرنا ہے۞ اے کتاب والو! بیشک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے

يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّ

رسولوں کی تشریف آوری بند ہو جانے کے عرصہ بعد تم پر ہمارے احکام ظاہر فرمارہے ہیں تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس تو کوئی خوشخبری دینے والا اور

لَا نَذِيْرٍ ؗ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑲ ع

ڈر سنانے والا آیا ہی نہیں تو بیشک تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تشریف لاچکا اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۞

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ

اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب اس نے تم میں سے انبیاء پیدا فرمائے

بھی عام آدمی ہو اور تمہیں تمہارے برے اعمال کی سزا ملے گی۔ خدا کی شان یہ ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے بخش دیتا اور جسے چاہتا ہے اپنے عدل سے سزا دیتا ہے۔ آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان موجود ہے سب کی سلطنت و بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور آخرت میں سبھی کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اہم بات: خود کو اعمال سے بے پرواجاننا عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ آج کل بہت سے رنگ برنگے دعویداروں اور جاہل فقیروں کا یہی عقیدہ ہے۔ ایسا عقیدہ باطل ہے کیونکہ قرآنِ کریم نے ایمان کے ساتھ نیک اعمال کا بکثرت ذکر فرمایا ہے۔

آیت 19 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کو اپنے عظیم ترین احسان کی طرف توجہ دلائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے مسلسل انبیاء و مرسلین علیہم السلام تشریف لاتے رہے اور ان کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ تک کی مدت کسی بھی نبی کی آمد سے خالی رہی اور ایک طویل عرصہ وحی کے نزول کا سلسلہ بند رہا، سب لوگ کسی رسول کے ایسے حاجت مند تھے جیسے شدید پیاس کے وقت خوشگوار، ٹھنڈے پانی کی، یا شدید گرمی، تپش اور حبس میں خوشگوار بارش کی حاجت ہوتی ہے، اس انتہائی حاجت کے وقت اللہ تعالیٰ نے رحمت کا دروازہ کھولا اور تمہارے پاس اپنے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھیج دیا، وہ تمہارے سامنے شریعت کے قوانین، دین کے احکام، جنت کی خوشخبری اور جہنم کی وعید بیان فرمارہے ہیں تاکہ دین کے احکام پر عمل نہ کرنے کی صورت میں جب تمہاری گرفت کی جائے تو اس وقت تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس کوئی تنبیہ کرنے والا تشریف ہی نہیں لایا۔ بیشک تمہارے پاس جنت کی خوشخبری دینے اور ہمارے عذاب کا ڈر سنانے والا تشریف لا چکا ہے لہٰذا اب تمہارے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہا اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ ہر شے پر خوب قادر ہے، اگر تم نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اتباع نہ کی تو وہ تمہیں عذاب دینے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ اہم بات: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے درمیانی زمانے کا نام ”زمانۂ فترت“ ہے۔ اس زمانہ کے لوگوں کو صرف عقیدۂ توحید کافی تھا جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے والدین کریمین۔

آیت 20 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو شکرِ الٰہی ادا کرنے کی تلقین کی اور اس ضمن میں ان کے سامنے بطورِ خاص اللہ تعالیٰ کی

وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۰﴾ یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ

اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ کچھ عطا فرمایا جو سارے جہان میں کسی کو نہ دیا ○ (موسیٰ نے فرمایا:) اے میری قوم! اس پاک سرزمین

الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۲۱﴾

داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے اور اپنے پیٹھ پیچھے نہ پھرو کہ تم نقصان اٹھاتے ہوئے پلٹو گے ○

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ ۖۗ وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى یَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ

(قوم نے) کہا: اے موسیٰ! اس (سرزمین) میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں

تین نعمتیں بیان فرمائیں: (1) اللہ تعالیٰ نے تم میں سے انبیاء علیہم السلام پیدا فرمائے۔ (2) تمہیں بادشاہ بنایا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو حکومت و سلطنت عطا کی، یا یہاں بادشاہ سے مراد خادموں اور سواریوں کا مالک ہونا ہے۔ (3) تمہیں وہ نعمتیں عطا کیں جو سارے جہان میں سے کسی کو نہ ملیں۔ ان نعمتوں سے مراد مَن و سلویٰ کا اترنا، دریا کا پھٹ جانا اور پتھر سے پانی کے چشمے جاری ہو جانا وغیرہ ہے۔ اہم بات: پیغمبروں کی تشریف آوری نعمت ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس کا تذکرہ کرنے کا حکم دیا کہ یہ برکات، ثمرات کا سبب ہے۔ سبحان اللہ، جب انبیاءِ بنی اسرائیل کی آمد نعمت اور اسے یاد کرنے کا حکم ہے تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد تو اس سے بڑھ کر نعمت ہے۔ درس: حکومت و سلطنت اور اقتدار بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اس کا شکر ادا کرنا چاہئے اور شکر کا ایک ضروری طریقہ یہ ہے کہ حکومت و سلطنت اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلائی جائے، غریبوں کی مدد، لوگوں کے حقوق کی ادائیگی، ظلم کا خاتمہ اور ملک کے باشندوں کو امن و سکون کی زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کئے جائیں۔ حدیث پاک میں ہے: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کسی رعایا کا حکمران بنایا ہو اور وہ خیر خواہی کے ساتھ ان کی نگہبانی کا فریضہ ادا نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو تک نہ پا سکے گا۔ (بخاری، حدیث: 7150)

آیت 21 نعمتیں یاد دلانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دشمن سے جہاد کا حکم دیا اور فرمایا: اے میری قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں تمہارے لیے لکھ دی ہے کہ اگر تم ایمان لائے اور اطاعت کی تو یہ تمہارا مسکن ہو گی اور دشمن سے ڈر کر بزدلی دکھاتے ہوئے الٹے پاؤں نہ پھر جانا، اگر تم نے ایسے کیا تو نقصان اٹھاتے ہوئے پلٹو گے کہ دنیا کی نعمت چھوٹنے کے ساتھ آخرت کے ثواب سے بھی محروم ہو جاؤ گے۔ اہم بات: اس زمین کو مقدس اس لئے کہا گیا کہ وہ انبیا علیہم السلام کی رہائش گاہ تھی۔ معلوم ہوا کہ انبیا علیہم السلام کی سکونت سے زمین کو بھی شرف حاصل ہوتا اور وہ دوسروں کے لئے باعث برکت ہوتی ہے۔

آیت 22 مقدس سرزمین میں داخلے کا حکم سن کر قوم نے بزدلی کا مظاہرہ شروع کر دیا اور کہنے لگے: اے موسیٰ! علیہ السلام، اس سرزمین میں تو بڑے جابر، لمبے قد والے اور طاقتور لوگ ہیں، ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ لوگ وہاں سے نکل نہ جائیں کیونکہ ہمارے اندر انہیں نکال باہر کرنے کی طاقت نہیں، اگر وہ وہاں سے خود ہی نکل جائیں تب ہم اس سرزمین میں داخل ہو جائیں گے۔

فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمَا

تو اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم (شہر میں) داخل ہوں گے ○ اللہ سے ڈرنے والوں میں سے وہ دو مرد جن پر اللہ نے احسان کیا تھا

ادْخُلُوْا عَلَیْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ۬ وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ

انہوں نے کہا: (شہر کے) دروازے سے ان پر داخل ہو جاؤ تو جب تم دروازے میں داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب ہوگے اور اگر تم ایمان والے ہو تو

مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ

اللہ ہی پر بھروسہ کرو ○ (پھر قوم نے) کہا: اے موسیٰ! بیشک ہم تو وہاں ہرگز کبھی نہیں جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ اور آپ کا رب دونوں جاؤ

فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ اَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا

اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں ○ موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے صرف اپنی جان اور اپنے بھائی کا اختیار ہے تو تو ہمارے

آیت 23 ﴾ بنی اسرائیل نے تو بزدلی دکھادی مگر اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والوں میں سے دو حضرات کالب بن یوقنا اور یوشع بن نون رضی اللہ عنہما نے ہمت وجرأت کا مظاہرہ کیا۔ یہ دونوں ان سرداروں میں سے تھے جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم جبارین کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا، دوسرے سرداروں کی طرح انہوں نے جبارین کا حال قوم کو نہ بتایا، انہوں نے قوم کو جوش دلاتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! شہر کے دروازے سے جبارین پر داخل ہو جاؤ، اگر تم ہمت کر کے داخل ہو جاؤ تو تم ہی غالب ہوگے اور اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مدد کا وعدہ کیا ہے اور اس کا وعدہ ضرور پورا ہونا ہے۔ جبارین کے بڑے بڑے جسموں سے خوف نہ کھاؤ، ان کے جسم بڑے اور دل کمزور ہیں۔ ان دونوں کی بات سن کر بنی اسرائیل بہت برہم ہوئے اور بجائے جوش میں آنے کے الٹا انہی کے خلاف ہو گئے۔

آیت 24 ﴾ بنی اسرائیل نے جہاد میں جانے سے صاف انکار کرتے ہوئے کہا: اے موسیٰ! جب تک قوم جبارین وہاں مقیم ہے ہم ہرگز وہاں نہ جائیں گے، لہٰذا آپ اور آپ کا رب دونوں جاؤ اور ان سے لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ **اہم بات:** یہ بنی اسرائیل کی محرومی اور بزدلی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر، شجاع، باہمت، صاحبِ معجزات اور اولوا العزم رسول کی موجودگی اور قیادت کے باوجود بے ہمتی اور بزدلی دکھائی اور اسی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرام کی عظمت وشان بھی معلوم ہوئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سخت سے سخت موقع پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا اور ایسا روکھا جواب نہیں دیا بلکہ اپنا سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نثار کر دیا۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جنگِ بدر کے موقع پر حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑیں بلکہ ہم لوگ آپ کے دائیں سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے لڑیں گے۔ یہ سن کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا چہرۂ انور خوشی سے چمک اٹھا۔ (بخاری، حدیث 3952)

آیت 25 ﴾ قوم کے جواب سے غمزدہ ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! مجھے صرف اپنی جان

وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ

اور نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے ○ (اللہ نے) فرمایا: پس چالیس سال تک وہ زمین ان پر حرام ہے یہ (اس) زمین میں

فِى الْاَرْضِ ۗ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ ۞ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ

بھٹکتے پھریں گے تو (اے موسیٰ!) تم (اس) نافرمان قوم پر افسردہ نہ ہو ○ اور (اے حبیب!) انہیں آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر پڑھ کر سناؤ

اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۗ قَالَ

جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی طرف سے قبول کرلی گئی اور دوسرے کی طرف سے قبول نہ کی گئی، تو وہ دوسرا بولا:

لَاَقْتُلَنَّكَ ۗ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٢٧﴾ لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ

میں ضرور تجھے قتل کردوں گا (پہلے نے) کہا: اللہ صرف ڈرنے والوں سے قبول فرماتا ہے ○ بیشک اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے میری طرف اپنا ہاتھ

اور اپنے بھائی ہارون کا اختیار ہے، تو تو ہمارے اور نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے، ہمیں ان کی صحبت اور قرب سے بچا یا ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمادے۔ اہم بات: بروں سے علیحدگی اچھی چیز ہے جس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی۔

آیت 26 اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کی اور ارشاد فرمایا: بیشک وہ زمین چالیس سال تک ان پر حرام کردی گئی ہے، لہٰذا یہ اتنی مدت تک وہاں داخل نہ ہو سکیں گے اور ان کا حال یہ ہوگا کہ یہ زمین میں بھٹکتے پھریں گے تو اے موسیٰ! تم اس نافرمان قوم پر افسردہ نہ ہو کیونکہ یہ لوگ اپنی نافرمانی کے سبب اسی کے مستحق تھے۔ اہم باتیں: (1) کئی لاکھ افراد پر مشتمل یہ قوم تقریباً 27 میل کی زمین میں یوں بھٹکتی رہی کہ بارہا کوششوں کے باوجود چالیس سال تک انہیں باہر نکلنے کا راستہ نہ ملا۔ (2) بروں کی برائی سے بعض اوقات نیک لوگ بھی مشقت میں پڑ جاتے ہیں جیسا کہ ان نافرمانوں کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی مقام تیہ میں قیام فرمانا پڑا اگرچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آسانی فرمادی تھی۔ (3) اچھوں کی صحبت سے برے بھی فیض پاتے ہیں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے بنی اسرائیل کو مقام تیہ میں مَن و سلویٰ، پتھر سے پانی کے 12 چشمے اور وہ لباس عطا ہوا جو اتنے عرصے تک نہ گلا نہ میلا ہوا۔

آیت 27-29 ان آیات میں جو واقعہ بیان کیا گیا اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت حوا رضی اللہ عنہا کے ہر حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے اور نکاح سے متعلق دستور یہ تھا کہ ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کیا جاتا تھا کیونکہ انسان صرف حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں منحصر تھے، لہٰذا آپس میں نکاح کرنے کے علاوہ اور کوئی صورت نہ تھی۔ اسی دستور کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کا نکاح لیودا سے جو ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اور ہابیل کا اقلیما سے جو قابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی، کرنا چاہا۔ قابیل اس پر راضی نہ ہوا اور چونکہ اقلیما زیادہ خوبصورت تھی اس لئے اس کا طلبگار ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: وہ تیرے ساتھ پیدا ہوئی ہے لہٰذا تیری بہن ہے، اس کے ساتھ تیرا نکاح حلال نہیں۔ قابیل کہنے لگا: یہ تو آپ کی رائے ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا۔ فرمایا: اگر تم یہ سمجھتے ہو تو دونوں اپنی قربانیاں لاؤ، جس کی قربانی مقبول ہو جائے وہی اقلیما کا حقدار

لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٨﴾

مجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ تیری طرف نہیں بڑھاؤں گا۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا مالک ہے ○

اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾

میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے اوپر ہی پڑ جائیں تو تو دوزخی ہو جائے اور ظلم کرنے والوں کی یہی سزا ہے ○

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا

تو اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر راضی کر لیا تو اس نے اسے قتل کر دیا پھر وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا ○ پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا

يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ۭ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ

جو زمین کرید رہا تھا تاکہ وہ اسے دکھادے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے۔ (کوے کا واقعہ دیکھ کر قاتل نے) کہا: ہائے افسوس، میں اس کوے

ہے۔ اس زمانہ میں جو قربانی مقبول ہوتی اسے آسمان سے ایک آگ اتر کر کھالیا کرتی تھی۔ قربانی کے لیے ہابیل نے ایک بکری اور قابیل نے ایک انبار گندم پیش کی تو ہابیل کی قربانی قبول کرلی گئی جبکہ قابیل کی قبول نہ ہوئی۔ اس سے قابیل کے دل میں بغض وحسد پیدا ہوا اور جب حضرت آدم علیہ السلام حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے تو اس نے ہابیل سے کہا: میں تجھے قتل کر دوں گا۔ پوچھا: کیوں؟ کہنے لگا: اس لئے کہ تیری قربانی قبول ہوئی اور میری نہ ہوئی جس سے تو اقلیما کا مستحق ٹھہرا، اس میں میری ذلت ہے۔ ہابیل نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ صرف ڈرنے والوں کی قربانی قبول فرماتا ہے یعنی قربانی قبول کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے وہ متقی لوگوں کی قربانی قبول فرماتا ہے، تو متقی ہوتا تو تیری قربانی قبول ہوتی، یہ خود تیرے افعال کا نتیجہ ہے اس میں میرا کیا قصور! اب اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ تیری طرف نہیں بڑھاؤں گا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میری طرف سے ابتدا ہو حالانکہ میں تجھ سے زیادہ طاقتور ہوں، یہ صرف اس لئے کہ میں اس اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا مالک ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے قتل کرنے کا گناہ اور تیرا گناہ یعنی جو اس سے پہلے تو نے والد کی نافرمانی کی، حسد کیا اور خدائی فیصلہ نہ مانا، دونوں تیرے اوپر ہی پڑ جائیں تو تو دوزخی ہو جائے اور ظلم کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔ اہم بات: اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حسد کی برائی معلوم ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حسد کرنے والوں کو اس سے سبق حاصل کرنے کا موقع ملے۔

آیت 30 ﴾ اس گفتگو کے بعد بھی قابیل "ہابیل" کو قتل کرنے کے ارادے پر ڈٹا رہا اور اس کے نفس نے اسے اس پر راضی کر لیا چنانچہ اس نے کسی طریقے سے ہابیل کو قتل کر دیا پھر وہ دنیا میں اپنے والد کی ناراضی مول لے کر اور آخرت میں سخت سزا کا مستحق بن کر نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔

آیت 31 ﴾ قتل کرنے کے بعد قابیل حیران ہوا کہ لاش کا کیا کرے کیونکہ اس وقت تک کوئی انسان مرا ہی نہ تھا۔ مدت تک لاش کو پشت پر لادے پھرتا رہا۔ جب کوئی بات سمجھ نہ آئی تو لاش چھپانے کا طریقہ دکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جس نے لڑائی

مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۞۳۱ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛۚ كَتَبْنَا عَلٰى

جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا لیتا تو وہ پچھتانے والوں میں سے ہو گیا۔ اس کے سبب ہم نے بنی اسرائیل پر

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ

لکھ دیا کہ جس نے کسی جان کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے بدلے کے بغیر کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو

جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ

قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک جان کو (قتل سے بچا کر) زندہ رکھا اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا اور بیشک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے

ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۞۳۲ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ

پھر بیشک ان میں سے بہت سے لوگ اس کے بعد (بھی) زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔ بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے

کر کے ایک دوسرے کوے کو مار ڈالا پھر اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کرید کر گڑھا کھودا اور اس میں مرے ہوئے کوے کو ڈال کر مٹی سے دبا دیا۔ یہ دیکھ کر قابیل نے کہا: ہائے افسوس! میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا لیتا تو وہ اسے اٹھائے پھرنے پر پچھتانے والوں میں سے ہو گیا، پھر اس نے زمین کھود کر ہابیل کو دفن کر دیا۔ **اہم بات:** اس واقعہ سے تین چیزوں حسد، قتل اور حسن پرستی کی مذمت ظاہر ہوئی۔ حسد کے بارے حدیثِ پاک میں ہے: تم میں پچھلی امتوں کی بیماری سرایت کر گئی، حسد اور بغض۔ یہ مونڈ دینے والی ہے، میں نہیں کہتا کہ بال مونڈتی ہے لیکن یہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔ (ترمذی، حدیث: 2518) قتل کے بارے میں ہے: ناحق حرام خون بہانا ہلاک کرنے والے ان امور میں سے ہے جن سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں۔ (بخاری، حدیث: 6863) حسن پرستی کے بارے میں ہے: عورت کے محاسن کی طرف نظر کرنا ابلیس کے زہر میں بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ (نوادر الاصول، حدیث: 213) اللہ کریم ہمیں ان سب سے محفوظ رکھے، اٰمین۔

آیت 32 فرمایا کہ ناحق قتل کے مفاسد کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے شرعی اجازت کے بغیر جیسے کسی جان یا زمین میں فساد پھیلانے کے بدلے کے بغیر کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا کہ انسانی جان کی قدر و قیمت کو پامال کیا اور جس نے کسی ایک جان کو زندہ رکھا جیسے قتل ہونے، ڈوبنے، جلنے یا بھوک سے مرنے وغیرہ اسبابِ ہلاکت سے بچا کر اس کی زندگی بچالی تو اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا۔ مزید فرمایا: بیشک بنی اسرائیل کے پاس ہمارے رسول شرعی قوانین اور دینی احکام بیان کرنے کے لیے روشن دلیلوں کے ساتھ آئے، اس کے بعد بھی ان میں بہت سے لوگ کفر، قتل اور حدودِ شریعت کی پامالی کے ذریعے زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔ **درس:** سُبْحٰنَ اللہ! اسلام کس قدر امن و سلامتی کا مذہب ہے اور اسلام کی نظر میں انسانی جان کی کس قدر اہمیت ہے۔

آیت 33 یہاں سے قتل کی دوسری نوعیت کا ذکر ہے یعنی جن صورتوں میں جان لینے کی اجازت ہے۔ **شانِ نزول:** قبیلہ عُرینہ کے کچھ

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْۤا اَوْ يُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ

...اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ انہیں خوب قتل کیا جائے یا انہیں سولی دیدی جائے یا ان کے

اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا

...ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا (ملک کی) سرزمین سے (جلاوطن کرکے) دور کردیئے جائیں۔ یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے

وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾ لا اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْۤا

اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے ○ مگر وہ کہ جنہوں نے توبہ کرلی اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو

اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو

...مدینہ منورہ آکر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ انہیں وہاں کی آب و ہوا موافق نہ آئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان سے فرمایا: ...صدقہ کی اونٹنیوں کی چراگاہ میں جاؤ، ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔ انہوں نے اسی طرح کیا تو تندرست ہوگئے۔ پھر مرتد ہوئے، چرواہوں کو ...قتل کردیا اور اونٹ لے کر بھاگ گئے۔ انہیں گرفتار کرکے بارگاہِ رسالت میں لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا ...دیئے، آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروائیں اور تپتے ہوئے میدان میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ مر گئے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور ...فرمایا گیا جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ڈاکے ڈال کر زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہی ...ہے کہ انہیں خوب قتل کیا جائے یا سولی دیدی جائے یا ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ملک کی سرزمین ...سے جلاوطن کرکے دور کردیئے جائیں۔ یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور اس کے علاوہ آخرت میں ان کے لئے نارِ جہنم کا بڑا عذاب ...ہے۔ اہم بات: آیت میں بیان کردہ صورتیں ڈکیتی اور زمین میں فساد برپا کرنے کی مختلف صورتوں کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ درس: ...امن عامہ کے قیام کے لئے اسلام نے ہر جرم کی سزا اس کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف رکھی ہے، چھوٹے جرم کی سزا ہلکی اور بڑے کی ...اس کی حیثیت کے مطابق سخت۔ ڈکیتیاں اور لوٹ مار نہ ہو تو تجارتی قافلے قیمتی ساز و سامان کے ساتھ بے خوف و خطر سفر کرتے ہیں، جس ...سے تجارت کو فروغ ملتا اور نظامِ زندگی چلتا ہے لیکن جب سزاؤں پر عمل در آمد رک جائے تو ہر طرف تباہی و بربادی ڈیرے جما لیتی ہے۔ ...اگر ڈاکہ زنی کی بیان کردہ سزا پر صحیح طریقے سے عمل ہو تو ان سب کا دماغ چند دنوں میں ٹھکانے پر آجائے گا۔

آیت 34 سابقہ آیت میں ڈاکہ زنی کی شرعی سزا بیان ہوئی لیکن جنہوں نے گرفتاری سے پہلے توبہ کرکے اس کے تقاضے پورے کر لئے تو دنیا میں اس کی شرعی سزا اور آخرت کی رسوائی سے بچ جائیں گے لیکن لوٹے ہوئے مال کی واپسی اور قصاص کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہے اس لئے ان کا تقاضا باقی رہے گا۔ اس تقاضے کا حق رکھنے والے چاہیں تو معاف کردیں اور چاہیں تو تقاضا کرلیں۔

آیت 35 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو، اس کی نافرمانی سے بچو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو جس کی

وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ○ بیشک اگر کافر لوگ جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اور اس کے برابر اور

وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۳۶﴾

اور اس کے ساتھ (ملاکر) قیامت کے دن کے عذاب سے چھٹکارے کے لئے دیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے○

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنْهَا ۫ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۳۷﴾ وَ السَّارِقُ

وہ دوزخ سے نکلنا چاہیں گے اور وہ اس سے نکل نہ سکیں گے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے○ اور جو مرد

وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۳۸﴾

یا عورت چور ہو تو اللہ کی طرف سے سزا کے طور پر ان کے عمل کے بدلے میں ان کے ہاتھ کاٹ دو اور اللہ غالب حکمت والا ہے○

بدولت تمہیں اس کا قرب نصیب ہو اور دینِ خدا کی سربلندی اور اس کی رضا پانے کے لیے اس کی راہ میں کفار سے جہاد کرو اس امید پر کہ ہمیشہ کے لیے داخلِ جنت ہو کر تمہیں کامل فلاح و کامیابی مل جائے۔ اہم باتیں: (1) یہاں "تقویٰ" سے مراد ممنوعات کو چھوڑنا اور وسیلہ تلاش کرنے سے مراد فرائض وواجبات کی ادائیگی ہے اور اگر تقویٰ سے فرائض وواجبات کی ادائیگی اور حرام وناجائز چیزوں کو چھوڑ دینا بھی مراد لیں تو "وسیلہ" سے مطلقاً ہر وہ چیز مراد لی جائے جو قربِ الٰہی کا سبب بنے جیسے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم سے محبت، صدقات کی ادائیگی، دعا کی کثرت، صلہ رحمی، ذکر اللہ میں مشغولیت وغیرہ۔ (2) بارگاہِ الٰہی میں نیک بندوں کو وسیلہ بنانا جائز اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ رہا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہو جاتے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور عرض کرتے: اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چچا جان کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا۔ (بخاری، حدیث: 1010)

آیت 37،36 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ اگر کافروں میں سے ہر ایک، زمین میں موجود ہر طرح کے مال، پوری زمین کے وسائل وذخائر اور نفع مند تمام چیزوں کا مالک ہو اور یہ سب کچھ اور ان کے برابر اتنا ہی مزید بطورِ فدیہ دیدے تاکہ روزِ قیامت کے عذاب سے اس کی جان چھوٹ جائے تو اس کا یہ فدیہ کسی صورت قبول نہیں کیا جائے گا۔ وہ جہنم سے نکلنا چاہیں گے لیکن یہ ان کے لئے ممکن نہ ہوگا اور ہمیشہ عذاب ہی میں رہیں گے۔ حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن جب کافر سے کہا جائے گا کہ اگر تیرے پاس اتنا سونا ہو جس سے زمین بھر جائے تو کیا تو اسے اپنی جان عذاب سے چھڑانے کے لئے دیدیتا؟ وہ کہے گا، "ہاں" تو اسے کہا جائے گا: تم سے اس کے مقابلے میں بہت آسان چیز (یعنی ایمان) کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ (بخاری، حدیث: 6538) درس: ایمان ہوگا تو ہی بروزِ قیامت اعمال کا اجر ونجات وجنت ملے گی۔

آیت 38 اس آیت میں چور کی سزا بیان کی گئی ہے کہ جس مرد یا عورت کا چور ہونا ثابت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کے

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۹﴾

تو جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرلے تو اللہ اپنی مہربانی سے اس پر رجوع فرمائے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ

کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے

وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۰﴾ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ مِنَ

اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ اے رسول! جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں تمہیں غمگین نہ کریں (یہ وہ ہیں)

اور اس کے عمل کے بدلے میں اس کا ہاتھ کاٹ دو اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ غالب ہے، کوئی اس کے حکم پر نکتہ چینی نہیں کرسکتا اور وہ چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دینے میں حکمت والا ہے۔ اہم باتیں: (1) چوری کی شرعی تعریف یہ ہے کہ عاقل بالغ شخص چھپ کر بغیر کسی حق کے دوسرے کا مال جو 10 درہم یا اتنی مالیت کی کوئی چیز ایسی محفوظ جگہ سے اٹھالے جس کی حفاظت کا انتظام کیا گیا ہو اور وہ چیز جلدی خراب ہونے والی نہ ہو۔ (2) چوری کے ثبوت کے دو طریقے ہیں: (۱) چور خود اقرار کرلے اگرچہ ایک بار ہی ہو۔ (۲) دو مرد گواہی دیں۔ (3) یہ سزا دینا حاکمِ اسلام یا اس کے مقرر کردہ نمائندے کا کام ہے، عوام کو قانون ہاتھ میں لینے کی شرعاً اجازت نہیں۔ (4) چوری ثابت ہوجانے پر بطورِ سزا چور کا ہاتھ کاٹ دینا جرم سے روکنے، دوسروں کو ظلم سے بچانے اور مظالم سے پیدا ہونے والے معاشرتی بگاڑ کو روکنے کا موثر ترین ذریعہ ہے۔

آیت 39 فرمایا کہ جو شخص چوری کرکے اپنی جان پر ظلم کرنے کے بعد بارگاہِ الٰہی میں سچی توبہ کرلے اور چوری کردہ چیز اس کے مالک کو دے کر اور آئندہ کے لیے چوری نہ کرنے کا پختہ عزم کرکے اپنی اصلاح کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا اور آخرت میں اسے عذاب نہ دے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہ بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ **اہم بات:** گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اگر اس سے سچی توبہ کرلی جائے تو اللہ تعالیٰ اپنا حق معاف فرمادیتا اور عذابِ آخرت سے نجات دے دیتا ہے لیکن جس گناہ میں کسی بندے کا حق بھی شامل ہو وہاں توبہ کے لئے ضروری ہے کہ اس بندے کے حق کی ادائیگی بھی ہوجائے۔

آیت 40 ارشاد فرمایا کہ اے انسان! کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، وہ ان دونوں میں موجود ہر چیز کا خالق و مالک ہے، وہ جو چاہے کرے، کسی کو اس پر اعتراض کرنے کی مجال نہیں، وہ جسے چاہے سزا دیتا ہے اگرچہ اس کا گناہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اور یہ اس کا عدل ہے اور جسے چاہے بخش دیتا ہے اگرچہ اس کا گناہ بڑا ہی کیوں نہ ہو اور یہ اس کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر خوب قادر ہے تو وہ عذاب دینے اور مغفرت کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ نے مغفرت و عذاب کو اپنی مشیت یعنی چاہنے پر موقوف فرمایا، لہٰذا تقدیر کے منکروں یعنی قدریہ اور معتزلہ فرقے کا یہ عقیدہ کہ "نیک پر رحمت کرنا اور گناہگار کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے" باطل ہے، کیونکہ واجب ہونا مشیت کے منافی ہے۔

آیت 41 اس آیت سے منافقوں کی حرکتیں اور یہودیوں کا کردار بیان کیا گیا ہے، یہاں ان سے متعلق 4 باتیں ذکر کی گئی ہیں۔

ع ۳

الَّذِينَ قَالُوٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ

جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل مسلمان نہیں اور کچھ یہودی بہت جھوٹ سننے

سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ

ان دوسرے لوگوں کی (بھی) خوب سنتے ہیں جو آپ کی بارگاہ میں نہیں آئے۔ یہ اللہ کے کلام کو اس کے مقامات کے بعد بدل دیتے

يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ

یہ (آپس میں) کہتے ہیں: اگر تمہیں یہ (تحریف والا) حکم ملے تو اسے لے لینا اور اگر تمہیں یہ نہ ملے تو بچنا اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے

فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ

تو (اے مخاطب!) تو ہرگز اسے اللہ سے بچانے کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو پاک کرنے کا اللہ نے ارادہ نہیں فرمایا

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۚۖ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۴۱﴾ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ

ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے ○ بہت جھوٹ سننے والے، بڑے حرام خور

(1) رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو "یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ" کے خطاب سے عزت دے کر تسلی دی کہ آپ ان کی حرکتوں سے غمزدہ نہ ہوں، ان کے خلاف آپ کی مدد کرنے کے لئے اللہ کافی ہے۔ یہ لوگ منافق ہیں جنہوں نے اپنی زبان سے تو کہہ دیا کہ ہم ایمان لائے لیکن ان کے دل ایمان نہیں لائے۔ (2) کچھ یہودیوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے سرداروں کی جھوٹی باتیں خوب سنتے اور ان کے غلط الزامات قبول کرتے ہیں اور اس کے ساتھ دوسرے لوگوں یعنی خیبر کے یہودیوں کی باتیں بھی خوب مانتے ہیں جو آپ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوئے۔ (3) یہودی تورات میں موجود کلام الٰہی کو اس جگہ سے بدل دیتے ہیں جہاں اسے اللہ تعالیٰ نے رکھا تھا اور آپس میں کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ تحریف والا حکم ملے تو اس پر عمل کر لینا اور اگر یہ نہ ملے تو قبول کرنے سے بچنا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (4) جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا چاہے تو اے مخاطب! تو ہرگز اسے اللہ تعالیٰ سے بچانے کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ یہ منافق اور یہودی ہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو کفر سے پاک کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں فرمایا۔ ان کے لئے دنیا میں ذلت ورسوائی اور روزِ قیامت ہمیشہ کے لیے نارِ جہنم کی صورت میں بڑا عذاب ہے۔

آیت 42 ﴾ پچھلی آیت میں عام یہودیوں کا کردار بیان ہوا اور یہاں یہودی حکمرانوں اور پادریوں کے متعلق بتایا جا رہا ہے کہ یہ بہت جھوٹ سننے والے اور بڑے حرام خور ہیں کہ رشوتیں لے کر حرام کو حلال کرتے اور شریعت کے احکام بدل دیتے ہیں، لہٰذا اے نبی! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، اگر اہلِ کتاب آپ کے پاس کوئی مقدمہ لائیں تو آپ کو اختیار ہے کہ فیصلہ کریں یا نہ کریں اور اگر آپ ان سے منہ پھیر لیں گے تو یہ آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر آپ کو فیصلہ کرنا ہو تو انصاف کے ساتھ کر دیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے

فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ یَّضُرُّوْكَ

تو اگر یہ تمہارے حضور حاضر ہوں تو ان میں فیصلہ فرمادو یا ان سے منہ پھیر لو (دونوں کا آپ کو اختیار ہے) اور اگر آپ ان سے منہ پھیر لوگے تو وہ تمہارا

شَیْــٴًـا ؕ وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ﴿۴۲﴾

کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور اگر آپ ان میں فیصلہ فرمائیں تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیں۔ بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ○

وَ كَیْفَ یُحَكِّمُوْنَكَ وَ عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِیْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ یَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ

اور یہ آپ کو کیسے حاکم بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے۔ اس کے باوجود یہ منہ پھیرتے ہیں

وَ مَاۤ اُولٰٓىٕكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۳﴾ ع اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِیْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ یَحْكُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ

اور یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں ○ بیشک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور نور ہے، فرمانبردار نبی

الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ هَادُوْا وَ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا

اور ربانی علماء اور فقہاء یہودیوں کو اسی کے مطابق حکم دیتے تھے کیونکہ انہیں (اللہ کی اس) کتاب کا محافظ بنایا گیا تھا اور وہ اس کے

...والوں کو پسند کرتا ہے۔ اہم باتیں: (1) رشوت لینا دینا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ (2) جس نے کوئی مال رشوت سے حاصل کیا اس پر لازم ہے کہ جس جس سے وہ مال لیا انہیں واپس کرے، اگر وہ لوگ زندہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو دے، اگر دینے والوں کا یا ان کے وارثوں کا پتا نہ چلے تو فقیروں پر صدقہ کردے۔

آیت 43 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، یہ یہودی آپ سے کیوں فیصلہ چاہتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم لکھا ہوا ہے کہ شادی شدہ مرد اور شوہر والی عورت اگر زنا کریں تو ان کی سزا سنگسار (یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کرنا) ہے، اس کے باوجود یہ اسی حکم سے منہ پھیرتے ہیں اور تورات پر ایمان لانے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ تورات میں رجم کا حکم لکھا ہوا ہے، اسے نہ ماننا اور آپ کی نبوت کے منکر ہوتے ہوئے آپ سے فیصلہ چاہنا کتنے تعجب کی بات ہے۔ یہ لوگ اپنی کتاب پر ہر گز ایمان لانے والے نہیں۔

آیت 44 یہاں تورات کی عظمت وشان کا بیان کرتے اور یہودیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ بیشک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں گمراہی سے ہدایت اور احکام شرعیہ کا بیان ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد تشریف لانے والے انبیاء علیہم السلام نیز علماء و فقہاء اسی کے مطابق فیصلے کرتے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرتے تھے کیونکہ ان سے تورات کے تحفظ کا عہد لیا گیا تھا کہ وہ اسے اپنے سینوں میں محفوظ رکھیں اور اس کے درس میں مشغول رہیں تاکہ یہ کتاب فراموش نہ ہو اور اس کے احکام ضائع نہ ہوں۔ وہ انبیاء، علماء اور فقہاء خود گواہ تھے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حق ہے۔ تو اے یہودیو! تورات میں مذکور سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نعت وصفت اور رجم کا حکم ظاہر کرنے میں لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ صرف مجھ ہی سے

عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِیْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ

نگہبان و گواہ تھے، تو لوگوں سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی ذلیل قیمت نہ لو اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے

بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ

جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ کافر ہیں ○ اور ہم نے تورات میں ان پر لازم کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے

بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ

آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت (کا قصاص لیا جائے گا) اور تمام زخموں کا قصاص ہوگا

فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ

پھر جو دل کی خوشی سے (خود کو) قصاص کے لئے پیش کر دے تو یہ اس کا کفارہ بن جائے گا اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا تو

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ

وہی لوگ ظالم ہیں ○ اور ہم نے ان نبیوں کے پیچھے ان کے نقش قدم پر عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اس تورات کی تصدیق کرتے ہوئے

ڈرو اور میری آیتوں کو چھپانے کے بدلے میں دنیا کا تھوڑا سا ذلیل مال نہ لو اور جو لوگ حقیر جان کر اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ کافر ہیں۔

آیت 45 ﴿ شانِ نزول: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگ مرد کو عورت کے بدلے قتل نہ کرتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: ہم نے تورات میں یہودیوں پر لازم کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان لی جائے گی، آنکھ کے بدلے آنکھ پھوڑی جائے گی، ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان کاٹا جائے گا، دانت کے بدلے دانت توڑا جائے گا اور تمام زخموں کا ان کے مطابق قصاص لیا جائے گا، پھر جو مجرم نادم ہو کر گناہ کے وبال سے بچنے کے لئے خوشی سے اپنے اوپر حکم شرعی جاری کرائے تو قصاص اس کے جرم کا کفارہ ہو جائے گا اور آخرت میں اس پر عذاب نہ ہو گا۔ بعض مفسرین کے نزدیک "فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ" کا یہ معنیٰ ہے کہ جو صاحبِ حق قصاص معاف کر دے تو یہ معافی اس کے لئے کفارہ بن جائے گی۔ مزید فرمایا کہ جو قصاص وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں اگرچہ یہ بیان ہوا کہ تورات میں یہودیوں پر قصاص کے یہ احکام تھے مگر چونکہ ہمیں ان احکام کو ترک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا اس لئے ہم پر بھی یہ احکام لازم رہیں گے۔ (2) اعضا اور زخموں کے قصاص میں تفصیل ہے جس کے لئے فقہی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے اور جان کے قصاص کا حکم یہ ہے کہ قاتل کو مقتول کے بدلے قتل کیا جائے گا خواہ وہ مقتول مرد ہو یا عورت۔

آیت 46 ﴿ تورات کے بعد انجیل کے احکام کا ذکر شروع ہوا اور فرمایا کہ ہم نے ان نبیوں کے پیچھے ان کے نقش قدم پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا جو ان سے پہلے موجود کتاب تورات کی تصدیق کرنے والے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے، پھر فرمایا کہ ہم

وَ اٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ فِیْهِ هُدًى وَّ نُوْرٌۙ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ

موجود تھی اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور تھا اور وہ (انجیل) اس سے پہلے موجود تورات کی تصدیق فرمانے والی تھی

وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَؕ(۴۶) وَ لْیَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِیْلِ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِیْهِؕ

پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت تھی ۝ اور انجیل والوں کو بھی اسی کے مطابق حکم کرنا چاہیے جو اللہ نے اس میں نازل فرمایا ہے

وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ(۴۷) وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ نافرمان ہیں ۝ اور اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ

کتابوں کی تصدیق فرمانے والی اور ان پر نگہبان ہے تو ان (اہل کتاب) میں اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرو اور

لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًاؕ

سننے والے! اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔ ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ بنایا ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا فرمائی جس میں تورات کی طرح ہدایت اور نور تھا اور وہ انجیل، تورات کی تصدیق فرمانے والی اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت و نصیحت تھی۔ اہم بات: یہاں دو جگہ انجیل کے لیے "ہدایت" کا لفظ ذکر ہوا، پہلی جگہ ہدایت سے مراد گمراہی و جہالت سے بچانے کے لیے رہنمائی کرنا اور دوسری جگہ ہدایت سے سیدُ الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کی طرف لوگوں کی رہنمائی ہے۔

آیت 47 ﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ انجیل والوں کو بھی اسی کے مطابق حکم کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے انجیل میں نازل فرمایا یعنی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانا چاہئے کیونکہ انجیل میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جب انجیل نازل ہوئی اس وقت عیسائیوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ان احکام کے مطابق عمل کریں جو اللہ تعالیٰ نے انجیل میں نازل فرمائے ہیں اور مزید فرمادیا گیا کہ جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔ اہم بات: نزولِ قرآن کے بعد انجیل پر عمل کے متعلق تحقیقی حکم یہی ہے کہ یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب انجیل نازل ہوئی، نزولِ قرآن کے بعد قرآنِ مجید کے علاوہ کسی آسمانی کتاب پر عمل جائز نہیں، اور اسلام کے علاوہ کوئی اور دین مقبول نہیں۔

آیت 48 ﴾ تورات و انجیل کے بعد اب قرآن کا تذکرہ ہو رہا ہے، اور اس آیت میں 6 باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں: (1) اے نبی! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری جو گزشتہ کتابوں کی تصدیق کرتی اور ان پر محافظ و گواہ ہے، لہٰذا جب اہل کتاب اپنے معاملات میں آپ کی طرف رجوع کریں تو آپ قرآن پاک کے مطابق ان میں فیصلہ فرمادیں۔ (2) اے سننے والے! اپنے پاس آیا ہوا حق یعنی قرآن میں بیان کردہ اللہ تعالیٰ کے احکام چھوڑ کر ان یہودیوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔ (3) ہم نے تم سب کے لئے ایک ایک شریعت اور راستہ بنایا ہے یعنی فروعی اعمال ہر ایک کے خاص اور جدا جدا ہیں جیسے نمازوں، روزوں کی تعداد وغیرہ، لیکن اصل دین

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ

اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنادیتا مگر (اس نے ایسا نہیں کیا) تاکہ جو (شریعتیں) اس نے تمہیں دی ہیں ان میں تمہیں آزمائے

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ

تو نیکیوں کی طرف دوسروں سے آگے بڑھ جاؤ، تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا وہ بات جس میں تم

تَخْتَلِفُوْنَ ۙ﴿۴۸﴾ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ

جھگڑتے تھے ۝ اور (اے مسلمان!) یہ کہ ان (لوگوں) کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اور ان کی خواہشات کے پیچھے

وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ

نہ چلو اور ان سے بچتے رہو کہ کہیں وہ تمہیں اس کے بعض احکام سے ہٹا نہ دیں جو اللہ نے تمہاری طرف نازل کیا ہے۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو جان لو

اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

کہ اللہ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا پہنچانا چاہتا ہے اور بیشک بہت سے لوگ نافرمان ہیں ۝

یعنی توحید و رسالت، عقیدۂ آخرت اور بنیادی اخلاقیات سب کے مشترک ہیں۔ (4) اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت بنادیتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا تاکہ جو شریعتیں اس نے تمہیں دی ہیں ان میں تمہیں تمہارے زمانے کے اعتبار سے آزمائے کہ تم خدا کی حکمت، مشیت پر ایمان رکھتے ہو یا نہیں اور احکامِ خداوندی پر عمل کرتے ہو یا تم نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہو۔ (5) جب معاملہ یہ ہے تو شریعتوں کے اختلاف کی وجوہات میں پڑنے کی بجائے طاعت و بندگی اور نیک اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جاؤ۔ (6) مومن و کافر، سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں دین و شریعت کی وہ بات بتادے گا جس کے بارے دنیا میں تم جھگڑتے تھے اور ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا۔ درس: یہ قرآنِ پاک کا حکیمانہ انداز ہے کہ جن معاملات سے دنیا و آخرت کا کوئی قابلِ قدر فائدہ متعلق نہیں ہوتا ان میں بحث و مقابلہ کے بجائے رضائے الٰہی کے کاموں میں مقابلہ کرنے کی دعوت دیتا ہے، چنانچہ یہاں بھی شریعتوں کے اختلاف کی وجوہات میں فلسفیانہ بحثیں کرنے کے بجائے نیکیوں کی طرف آنے کی دعوت دی۔ فی زمانہ خواہ مخواہ کی باریکیاں نکالنے کو مہارت و قابلیت شمار کیا جاتا ہے۔ یاد رکھیں! بحث صرف وہاں کی جائے جہاں اس کا فائدہ ہو۔ وقت گزاری، لوگوں کو متوجہ کرنے، طلبِ شہرت اور قابلیت دکھانے کے لئے اپنا اور لوگوں کا وقت ضائع کرنا جبکہ عملی دنیا میں تنکا تک نہ توڑنا عقل، دین اور اسلام سب کے منافی ہے۔ حدیث پاک میں ہے: آدمی کے اسلام کے حسن سے ہے کہ وہ فضول چیزیں چھوڑ دے۔ (ترمذی، حدیث: 2324)

آیت 49 یہاں مسلمان فیصلہ کرنے والوں سے فرمایا کہ اہلِ کتاب کے درمیان ان کی خواہشات کے مطابق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرو اور ان سے بچتے رہو کہ کہیں یہ تمہیں کسی غلطی میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ بعض احکام سے ہٹا نہ دیں اور اگر اہلِ کتاب حکمِ الٰہی سے منہ پھیر کر کوئی دوسرا حکم چاہیں تو سمجھ جاؤ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دینا چاہتا ہے جو دنیا میں قتل، گرفتاری اور جلاوطنی کے ساتھ ہوگی جبکہ ویسے تمام گناہوں کی سزا آخرت میں دے گا اور بیشک بہت

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾

تو کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور یقین والوں کے لیے اللہ سے بہتر کس کا حکم ہو سکتا ہے؟ ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ؔۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ

اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ (صرف) آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾

اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ○

ہے لوگ نافرمان ہیں اسی لیے وہ حکم الٰہی سے منہ پھیرتے ہیں۔

آیت 50 شانِ نزول: دو یہودی قبیلوں بنی قریظہ اور بنی نضیر کی آپس میں قتل و غارتگری رہتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد یہ اپنا مقدمہ بارگاہِ رسالت میں لائے۔ بنی قریظہ نے کہا: بنی نضیر ہمارے بھائی ہیں، ہم اور وہ ایک نسل سے ہیں، ایک دین رکھتے اور ایک کتاب (تورات کو) مانتے ہیں، لیکن بنی نضیر ہم میں سے کسی کو قتل کریں تو وہ اس کے خون بہا میں 70 وسق (ایک بڑا وزن) کھجوریں دیتے ہیں اور ہم میں سے کوئی ان کا آدمی قتل کر دے تو ہم سے 140 وسق لیتے ہیں، آپ اس کا فیصلہ فرمادیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حکم دیا کہ دونوں قبیلوں کے افراد کا خون برابر ہے، کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں۔ اس پر بنی نضیر بہت برہم ہوئے اور کہنے لگے: ہم آپ کے فیصلہ سے راضی نہیں، آپ ہمارے دشمن اور ہمیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ کیا یہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں جو سراسر گمراہی، ظلم اور احکامِ الٰہی کے مخالف ہوتا تھا؟ جو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دیا وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور یقین کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑھ کر کس کا حکم اچھا ہو سکتا ہے۔

آیت 51 شانِ نزول: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے مشہور منافق عبد اللہ بن ابی سے فرمایا: یہودیوں میں میرے بہت دوست ہیں جو بڑی شوکت و قوت والے ہیں، اب میں ان کی دوستی سے بیزار ہوں اور میرے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سوا کسی کی محبت کی گنجائش نہیں۔ عبد اللہ بن اُبَی نے کہا: میں تو یہودیوں کی دوستی سے بیزار نہیں ہو سکتا، مجھے آئندہ پیش آنے والے واقعات کا اندیشہ ہے، لہٰذا ان کے ساتھ تعلقات ضروری ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ یہودیوں کی دوستی کا دم بھرنا تیرا ہی کام ہے، عبادہ کا یہ کام نہیں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، یہ مسلمانوں کے مقابلے میں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں تمہارے دوست ہرگز نہیں، کیونکہ کافر کوئی بھی ہو اور ان میں باہم کتنے ہی اختلاف ہوں مسلمانوں کے مقابلے میں سب ایک ہیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا وہ انہیں میں سے ہے، بیشک اللہ تعالیٰ اُن ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا جنہوں نے کفار سے دوستی کر کے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اہم باتیں: (1) یہودیوں، عیسائیوں سے دوستی اور محبت کے روابط رکھنا ناجائز ہے۔ (2) یہودیوں، عیسائیوں سے دوستی رکھنے پر سخت وعید ارشاد فرمائی جس میں تاکید ہے کہ ان سے اور دینِ اسلام کے ہر مخالف سے علیحدگی اور جدا رہنا واجب ہے۔ (3) کفار سے دوستی خود پر ظلم کرنا ہے، لہٰذا اسلامی حکومت میں کفار کو کلیدی آسامیاں نہ دی جائیں تاکہ وہ مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ درس: یہ آیت مسلمانوں کی

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآىِٕرَةٌ

تو جن کے دلوں میں مرض ہے تم انہیں دیکھو گے کہ یہود و نصاریٰ کی طرف دوڑے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے اوپر گردش آنے کا

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ

ڈر ہے تو قریب ہے کہ اللہ فتح یا اپنی طرف سے کوئی خاص حکم لے آئے پھر یہ لوگ اس پر پچھتائیں گے جو اپنے دلوں میں

نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ

چھپاتے تھے۔ اور ایمان والے کہیں گے: کیا یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی بڑی پکی قسمیں کھائی تھیں کہ وہ تمہارے

لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ

ساتھ ہیں۔ تو ان کے تمام اعمال برباد ہو گئے پس یہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔ اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے

ہزاروں معاملات میں رہنمائی کرتی اور اس کی حقانیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی ذلت، بربادی کا بڑا سبب یہ بنا کہ انہوں نے آپس میں نفرت و دشمنی کا شکار ہو کر کفار کو اپنا خیر خواہ سمجھا اور ان سے دوستیاں لگائیں۔

آیت 52 پچھلی آیت میں مسلمانوں کو یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی سے منع فرمایا گیا اور اس آیت میں منافقوں کا حال بیان فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، جن کے دلوں میں نفاق اور عقیدے کی کمزوری کا مرض ہے جیسے عبد اللہ بن اُبَی منافق، تم انہیں دیکھو گے کہ یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی کے لئے دوڑے جا رہے ہیں اور اپنی زبان سے بھی یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے اوپر زمانے کی گردش آنے کا ڈر ہے، اگر کبھی حالات یوں بدل گئے کہ مسلمان مغلوب اور کافر غالب ہوئے، تب کفار سے دوستی ہمیں فائدہ دے گی۔ منافقوں کا یہ نظریہ اس وجہ سے تھا کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دی ہوئی اسلام غالب ہونے کی خبر پر یقین نہیں تھا، اگر یقین ہوتا تو ڈٹ کر اسلام کی حمایت کرتے۔ اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے: قریب ہے کہ وہ مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کامیاب و کامران فرمائے اور ان کا دین تمام دینوں پر غالب کر دے یا اپنی طرف سے کوئی خاص حکم لے آئے جیسے سرزمین حجاز کو یہودیوں سے پاک کرنا، وہاں ان کا نام و نشان تک باقی نہ رکھنا، یا منافقین کے راز کھول کر انہیں رسوا کرنا، تو جب اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا تب یہ اپنی منافقت کا پردہ چاک ہونے پر یا اس خیال پر کہ دو عالم کے سردار کفار کے مقابلے میں کامیاب نہ ہوں گے، پچھتاتے رہ جائیں گے۔ یہ خبر سچ ثابت ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے مکہ مکرمہ اور یہودیوں کے علاقے فتح ہوئے۔

آیت 53 فرمایا کہ جب منافقوں کا پردہ کھل جائے گا اور ان کی منافقت پوری طرح ظاہر ہو جائے گی تو مسلمان تعجب کرتے ہوئے کہیں گے: کیا یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے دل سے مسلمانوں کے ساتھ ہونے پر اللہ تعالیٰ کی بڑی پکی قسمیں کھائی تھیں جبکہ حقیقت میں ایسا تو نہیں۔ ان کے نفاق اور یہودیوں سے دوستی کی وجہ سے ان کے تمام نیک اعمال برباد ہو گئے اور انہوں نے دنیا میں اپنی ذلت و رسوائی کی وجہ سے نقصان اٹھایا جبکہ آخرت میں ثواب سے محرومی اور ہمیشہ کے لیے عذابِ جہنم کے حق دار ٹھہر کر نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔

آیت 54 کفار سے دوستی، محبت اور دلی تعلق بعض اوقات بے دین اور مرتد ہو جانے کا سبب بن جاتے ہیں، اس لئے کفار سے دوستی کی ممانعت کے بعد دینِ اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کرنے والوں کا ذکر فرمایا اور پہلے ہی سے کچھ لوگوں کے مرتد ہو جانے کی خبر دی۔

عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى

پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم لے آئے گا جن سے اللہ محبت فرماتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر

الْكٰفِرِیْنَ٘ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ

سخت، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ یہ (اچھی سیرت) اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے

مَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ(۵۴) اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ

عطا فرماتا ہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے ۝ تمہارے دوست صرف اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں

یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ(۵۵) وَ مَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ

جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں ۝ اور جو اللہ اور اس کے رسول

چنانچہ فرمایا: اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنا سچا دین اسلام چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کرے گا تو اس میں اللہ تعالیٰ کا ہرگز کوئی
نقصان نہیں بلکہ اس نے سراسر اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچایا۔ یہ لوگ یاد رکھیں کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے بدلے ایسی قوم لے آئے
گا جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں، مسلمانوں کے ساتھ نرمی و شفقت کا سلوک کرنے والے اور
کافروں کے ساتھ سختی سے پیش آنے والے ہوں گے، راہِ خدا میں جہاد کریں گے اور حق بیان کرنے میں کسی کی ملامت کی پروا نہ کریں
گے بلکہ حق گوئی میں بیباک ہوں گے۔ یہ اچھی سیرت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے عطا فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل میں
وسعت والا اور اس فضل کے حق دار کو خوب جاننے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں جن لوگوں کی صفات بیان کی گئیں، وہ یا تو
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد مرتد ہونے والوں اور زکوٰۃ کے
منکروں سے جہاد کیا، یا حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی قوم ہے، یا اہلِ یمن ہیں جن کی تعریف بخاری و مسلم کی حدیثوں میں
آئی، یا انصار ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت کی۔ بیان کردہ سب حضرات کا ان صفات کے ساتھ متصف ہونا صحیح
ہے۔ (2) اس آیت میں پہلے سے ہی لوگوں کے مرتد ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ یہ خبر سچ ثابت ہوئی اور بہت سے لوگ مرتد ہوئے۔
(3) یہاں ایک کامل مسلمان کا نمونہ پیش کر دیا گیا ہے، ہمیں بھی بیان کردہ صفات کی روشنی میں اپنے اوپر غور کر لینا چاہیے۔

آیت 55 جن لوگوں سے دلی دوستی کرنا حرام ہے ان کا ذکر فرمانے کے بعد اب ان کا بیان ہو رہا ہے جن کے ساتھ موالات واجب ہے۔
شانِ نزول: حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! ہماری قوم نے ہمیں چھوڑ دیا،
قسمیں کھالیں کہ وہ ہمارے پاس نہیں بیٹھیں گے اور دوری کی وجہ سے ہم آپ کے اصحاب کی صحبت میں بھی نہیں بیٹھ سکتے، اس پر یہ
آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ تمہارے دوست صرف اللہ تعالیٰ، اس کا رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے،
زکوٰۃ دیتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ یہ آیت نازل ہونے پر حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کے
رب ہونے پر، اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نبی ہونے پر اور مومنین کے دوست ہونے پر راضی ہیں۔ (قرطبی، 3/131)

آیت 56 فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے، ان کے ساتھ تعاون اور ان کی مدد

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٥٦﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا

اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے ○ اے ایمان والو! جن لوگوں

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ

نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنالیا ہے انہیں اور کافروں

تم سے پہلے کتاب دی گئی ان میں سے وہ لوگ جنہوں

اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا

اپنا دوست نہ بناؤ اور اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو ○ اور جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو یہ اس کو ہنسی مذاق

وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿٥٨﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ

اور کھیل بنالیتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ وہ بالکل بے عقل لوگ ہیں ○ تم فرماؤ: اے اہلِ کتاب! تمہیں ہماری طرف سے یہی برا لگا

کرے تو بیشک اللہ تعالیٰ ہی کا گروہ غالب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ دشمنوں کے مقابلے میں ان کا مددگار ہے۔

آیت 57 شانِ نزول: کچھ لوگ اظہارِ اسلام کے بعد منافق ہوگئے۔ بعض مسلمان ان سے محبت رکھتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی: ان کے وہ لوگ جنہوں نے زبان سے اسلام کا اظہار اور دل میں کفر رکھ کر تمہارے دین کو ہنسی مذاق اور کھیل بنالیا ہے اور باقی سب کفار؛ ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اگر ایمان رکھتے ہو تو ان کے ساتھ دوستی کرنے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ خدا کے دشمنوں سے دوستی کرنا ایمان والے کا کام نہیں۔

اہم بات: افسوس! فی زمانہ یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر کفار کی طرف سے دینِ اسلام اور بطورِ خاص سید الانبیاء، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاذ اللہ خاکے بنا کر ان کی شخصیت کو مذاق بنانے کا سلسلہ بڑی ہٹ دھرمی سے جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے اور اگر ان کے نصیب میں ہدایت نہیں تو انہیں نیست و نابود کردے۔

آیت 58 شانِ نزول: جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مؤذن نماز کے لیے اذان دیتا اور مسلمان (اپنے کام کاج چھوڑ کر) نماز کے لیے اٹھتے تو کچھ یہودی ہنستے اور نماز و اذان کا مذاق اڑاتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے مسلمانو! جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو یہ لوگ اسے (یعنی نماز یا اذان کو) ہنسی مذاق اور کھیل بنالیتے ہیں۔ ان کی یہ حرکت انتہائی بے عقلی کی وجہ سے ہے کیونکہ عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ اذان سنتے ہی سب کچھ چھوڑ کر نماز کے لئے چل پڑنا نعمتیں عطا کرنے والے خالق کے شکر اور تعظیم کا اعلیٰ اور خوبصورت عمل ہے۔ اہم بات: دین کی مقدس چیزوں کا مذاق اڑانا دنیا و آخرت دونوں کے لئے تباہ کن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اذان کا مذاق اڑانے والوں کو کافر قرار دیا؛ اس سے معلوم ہوا کہ دین کی کسی چیز کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ درس: اس آیت میں دینی چیزوں کا مذاق اڑانے والوں کا کتنا شدید رد ہے۔ افسوس! جو کام یہودی اور منافق کرتے تھے اب وہ مسلمان کہلانے والے سیکولر، لبرل بھی کرنے لگے ہیں۔ نماز، روزہ، فرشتے، جنت، حوریں، دوزخ، دینی لباس وغیرہا کا اس زمانے میں کھلے عام فلموں، مزاحیہ ڈراموں اور باہمی گپ شپ میں مذاق اڑایا جاتا ہے۔

آیت 59 شانِ نزول: یہودیوں کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: آپ نبیوں میں کس کس کو مانتے ہیں؟ اس

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾

کہ ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا اس پر اور جو پہلے نازل کیا گیا اس پر ایمان لائے ہیں اور بیشک تمہارے اکثر لوگ فاسق ہیں ○

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَیْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِیْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ﴿۶۰﴾

اے حبیب! تم فرماؤ: کیا میں تمہیں وہ لوگ بتاؤں جو اللہ کے ہاں اس سے بدتر درجہ کے ہیں، یہ وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو بندر اور سور بنا دیا اور جنہوں نے شیطان کی عبادت کی، یہ لوگ بدترین مقام والے اور سیدھے راستے سے سب سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں ○

وَ اِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَ قَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَ هُمْ

اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں حالانکہ وہ آتے وقت بھی کافر تھے اور

یہ مقصد تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ مانیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جواب دیا: میں اللہ تعالیٰ پر اور جو اس نے ہم پر نازل فرمایا اور جو پہلے نبیوں پر نازل فرمایا اور جو حضرت عیسیٰ اور موسیٰ علیہما السلام کو دیا یعنی تورات و انجیل سب پر ایمان رکھتا ہوں۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ماننے کو ناپسند کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا بھی انکار کر دیا اور کہنے لگے: جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانے ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے، اس پر فرمایا گیا کہ آپ ان سے فرمادیں کہ اے کتابیو! کیا تمہیں ہماری طرف سے یہی برا لگا کہ ہم اللہ تعالیٰ اور قرآن اور پچھلے نبیوں کی کتابوں کو بھی مانتے ہیں۔ اس وجہ سے تو تمہیں ہمارے ساتھ ہونا چاہیے کہ ہم تمہارے تمام پیغمبروں اور کتابوں کو حق مانتے ہیں نہ کہ ہمارے خلاف۔ بیشک تمہارے اکثر لوگ نافرمان ہیں کہ خدا نے تو سارے نبیوں کو ماننے کا حکم دیا ہے اور تم نافرمانی کر رہے ہو۔

آیت 60 یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا: تمہارے دین سے بدتر کوئی دین ہم نہیں جانتے۔ اس پر فرمایا گیا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے فرمادیں: مسلمانوں کو تو تم صرف اپنے بغض و کینہ اور دشمنی کی وجہ سے ہی برا کہتے ہو جبکہ حقیقت میں اصل بدتر تو تم لوگ ہو، اپنے حالات دیکھ کر خود فیصلہ کر لو کہ تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو یا مردود؟ پچھلے زمانہ میں صورتیں تمہاری مسخ ہوئیں، سور، بندر تم بنائے گئے، بچھڑے کو تم نے پوجا، اللہ تعالیٰ کی لعنت تم پر ہوئی، غضبِ الٰہی کے مستحق تم ہوئے تو حقیقی بدنصیب، بدتر اور سیدھے راستے سے سب سے زیادہ بھٹکے ہوئے تو تم ہو اور تم ہی بدترین مقام یعنی جہنم میں جاؤ گے۔

آیت 61 شانِ نزول: یہودیوں کی ایک جماعت نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اپنے ایمان و اخلاص کا اظہار کیا اور کفر و گمراہی کو چھپائے رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ان کے حال کی خبر دی اور فرمایا: جب یہ یہودی آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم مسلمان ہیں حالانکہ وہ یہاں آتے وقت بھی کافر تھے اور جاتے وقت بھی کافر ہی تھے، ایمان ان کے دلوں کو چھو کر بھی نہیں گزرا اور اللہ تعالیٰ ان کے اس کفر و نفاق کو خوب جانتا ہے جسے وہ چھپا رہے ہیں۔ اہم بات: منافق "بد اعتقادی" کے ساتھ آتے تو خالی جاتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عقیدت و محبت کے ساتھ آتے تو فیض کے دریا سمیٹ کر جاتے۔ معلوم ہوا کہ بد اعتقادی کے ساتھ کسی کے پاس جانے والا کبھی اس سے فیض نہیں اٹھا سکتا۔

قَدْ خَرَجُوْا بِهٖؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ۝۶۱ وَ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ

جاتے وقت بھی کافر ہی تھے اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ چھپا رہے ہیں ○ اور تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے

فِى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۶۲ لَوْ لَا يَنْهٰىهُمُ

اور زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں دوڑے جاتے ہیں۔ بیشک یہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں ○ ان کے

الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝۶۳

اور علماء انہیں گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے۔ بیشک یہ بہت ہی برے کام کر رہے ہیں ○

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَ لُعِنُوْا بِمَا قَالُوْاۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِۙ

یہودیوں نے کہا: اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ ان کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر اس کہنے کی وجہ سے لعنت ہے بلکہ اللہ کے ہاتھ کشادہ ہیں

يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُؕ وَ لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا

جیسے چاہتا ہے خرچ فرماتا ہے اور اے حبیب! یہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے یہ ان میں سے بہت سے لوگوں کو [illegible]

وقف لازم

آیت 62 ارشاد فرمایا: اور تم ان یہودیوں میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ گناہ، زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں دوڑے جاتے ہیں۔ بیشک یہ یہودی جو کام کر رہے ہیں وہ بہت ہی برے ہیں۔ اہم بات: لفظ "الْاِثْم" ہر گناہ و نافرمانی کو شامل ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں گناہ سے مراد تورات میں مذکور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و شان والی آیات چھپانا ہے اور زیادتی سے مراد تورات میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا اور حرام خوری سے مراد وہ رشوتیں ہیں جنہیں لے کر یہ تورات کے احکام بدل دیتے تھے۔ درس: یہاں ظاہری لفظی معنی کے اعتبار سے گناہ، زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں بھاگ بھاگ کر جانا یہودیوں کی صفت بیان کی گئی ہے۔ افسوس! ہمارے ہاں کتنے ہی لوگ ہیں کہ نیکی کے کام میں تاخیر بلکہ ترک کر دیں گے؛ لیکن گناہ کے کام میں جلدی کریں گے، کسی کی مدد کرنے اور ظلم سے بچانے میں کترائیں گے؛ لیکن ظلم و زیادتی میں اپنی قوم، علاقے یا تحریک کے جھنڈے تلے موجود ہوں گے، حلال کے کام میں لگے گا لیکن جہاں سود و رشوت وغیرہ حرام مال کی توقع ہو گی؛ وہاں بھاگ کر جائیں گے۔

آیت 63 فرمایا کہ ان کے درویش اور علماء انہیں گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے حالانکہ وہ ان چیزوں کی قباحت جانتے ہیں۔ بیشک یہ بہت ہی برا کام کر رہے ہیں کہ لوگوں کو گناہوں اور برے کاموں سے نہیں روکتے۔ اہم بات: اس آیت میں "الرَّبّٰنِيُّوْن" سے عیسائیوں کے اور "الْاَحْبَار" سے یہودیوں کے علماء مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ پہلے لفظ سے یہودیوں کے درویش اور دوسرے سے یہودیوں ہی کے علماء مراد ہیں۔ درس: گناہ ہوتے دیکھ کر قدرت کے باوجود منع نہ کرنے پر بھی آدمی کی پکڑ ہو گی خواہ وہ عالم دین کیوں نہ ہو کہ اس کی تو زیادہ ذمہ داری ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: قرآنِ پاک میں یہ آیت (علماء کے بارے میں) بہت سخت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے برائی سے منع نہ کرنے والے کو برائی کرنے والے کی وعید میں داخل فرمایا ہے۔ (مدارک، ص۲۹۰)

آیت 64 شانِ نزول: یہودی بہت خوش حال اور دولت مند تھے۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائے اور آپ کی

وَ اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَاۤ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ

...میں اضافہ کرے گا اور ہم نے قیامت تک ان میں دشمنی اور بغض ڈال دیا۔ جب کبھی یہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں

اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۶۴ وَ لَوْ اَنَّ

...بجھا دیتا ہے اور یہ زمین میں فساد پھیلانے کے لئے کوشش کرتے ہیں اور اللہ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا ۝ اور اگر

...کی مخالفت کی تو ان کی روزی کم ہو گئی۔ اس وقت فنحاص یہودی نے کہا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ یعنی معاذ اللہ وہ

...میں بخل کرتا ہے۔ اس کی یہ بات سن کر کسی یہودی نے منع نہ کیا بلکہ سب اس پر راضی رہے، اس لئے یہاں آیت میں یہ

...کی بات قرار دی گئی اور اس کے جواب میں فرمایا گیا: اللہ تعالیٰ تو جواد و کریم ہے، وہ اپنی حکمت کے مطابق جیسے، جسے اور جتنا چاہے

...فرماتا ہے: اس میں کسی کو اعتراض کی مجال نہیں۔ خدا کے خزانے کھلے ہیں، ہاں! ان یہودیوں کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر وہ

...کی وجہ سے لعنت ہے۔ یا اس فرمان کا معنی یہ ہے کہ ان کی اس گستاخی کی سزا میں ان کے ہاتھ باندھ کر انہیں جہنم کی بھڑکتی

...میں ڈالا جائے گا۔ مزید فرمایا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، قرآن پاک جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا

...جتنا نازل ہوتا جائے گا اتنا ہی یہودی اپنے حسد و عناد کی وجہ سے کفر و سرکشی میں بڑھتے رہیں گے اور ہم نے قیامت تک ان میں

...دشمنی اور بغض ڈال دیا، ان کے دل کبھی آپس میں نہ ملیں گے اگرچہ اوپر سے کبھی کبھار مسلمانوں کے خلاف متحد ہو جائیں۔ مزید

...فرمایا: جب کبھی یہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ اسے بجھا دیتا ہے، چنانچہ جب بھی انہوں نے فساد، شر انگیزی اور حکم الٰہی کی

...مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے کسی ایسے شخص کو ان پر مسلط کر دیا جس نے انہیں ہلاکت اور بربادی سے دوچار کیا؛ یا یہ معنی ہے کہ جب بھی

...یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جنگ کا ارادہ کرتے ہوئے اسباب تیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے منصوبے ناکام بنا دے گا۔

...مزید فرمایا: یہ لوگ خدا کی نافرمانی، دین اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر کے زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں

...اور اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا، اسی لیے وہ انہیں ان کے فساد کی سزا دے گا۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ کے ہاتھ

...کشادہ ہونے سے مراد بے حد کرم اور مہربانی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ جسمانی ہاتھ اور ہاتھ کے کھلنے سے پاک ہے۔ (2) قرآن پاک کے نزول

...سے یہودیوں کا کفر و سرکشی میں بڑھنے کی مثال ایسے ہے جیسے سورج کی روشنی چمگادڑ کو اندھا کر دیتی ہے تو اس میں سورج کا نہیں بلکہ

...چمگادڑ کی آنکھ کا قصور ہے۔ (3) جس دل میں عظمتِ مصطفیٰ نہ ہو اس کے لئے قرآن و حدیث کفر میں زیادتی کا سبب ہیں جیسے آج کل

...بہت سے بے دینوں کو دیکھا جا رہا ہے۔ (4) کفر میں کیفیت کے اعتبار سے کمی زیادتی ہوتی ہے جیسے ایمان میں کمی زیادتی ہوتی ہے یعنی

...کوئی زیادہ مضبوط ایمان والا اور کوئی کمزور ایمان والا ہوتا ہے۔ (5) جب یہودیوں نے فتنہ و فساد شروع کیا اور احکام تورات کی مخالفت

...کی تو اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو ان پر مسلط کیا جس نے انہیں تباہ کر کے رکھ دیا پھر جب انہوں نے سر اٹھایا تو طیطوس رومی نے ان کی

...اینٹ سے اینٹ بجا دی پھر کچھ عرصہ بعد جب انہوں نے شر انگیزی کی تو فارسی مجوسیوں نے ان کا حشر نشر کر دیا اور پھر جب فساد کا بازار

...گرم کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان پر تسلط اور غلبہ عطا فرمایا۔

آیت 65 ﴿ یہاں ایمان لانے کی اخروی جزا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ یہودی اور عیسائی محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر

اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝٦٥ وَلَوْ

اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ مٹا دیتے اور ضرور انہیں نعمتوں کے باغوں میں داخل کرتے ۝ اور اگر

اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ

وہ تورات اور انجیل اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اسے قائم کر لیتے تو انہیں ان کے اوپر سے اور

تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ۝٦٦ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ

ان کے قدموں کے نیچے سے رزق ملتا۔ ان میں ایک گروہ اعتدال کی راہ والا ہے اور ان میں اکثر بہت ہی برے کام کر رہے ہیں ۝ اے رسول

بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ

جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اس کی تبلیغ فرما دیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کا کوئی پیغام بھی نہ پہنچایا اور اللہ

ایمان لاتے اور جھوٹ، رشوت خوری وغیرہ گناہوں سے بچ کر پرہیزگاری اختیار کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ بخش دیتے اور ضرور انہیں نعمتوں کے باغات میں داخل کرتے۔ اہم بات: اسلام قبول کرنا سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اگرچہ وہ کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں البتہ مالی حقوق جیسے قرض وغیرہ ادا کرنا پڑیں گے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اب یہودی اور عیسائی جب تک اسلام قبول نہ کریں تب تک کسی صورت جنت میں داخل نہ ہو سکیں گے۔

آیت 66 اس آیت میں ایمان لانے کی دنیوی جزا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اہل کتاب تورات، انجیل اور جو کچھ ان کے رسولوں کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا؛ ان پر اس طرح عمل کرتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لاتے اور آپ کی پیروی کرتے کیونکہ ان سب کتابوں میں امام الانبیا صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم ہے، تو انہیں اوپر سے بارش اور نیچے زمین سے پیداوار وغیرہ کے ذریعے ہر طرف سے رزق ملتا۔ مزید فرمایا کہ سارے اہل کتاب ایک جیسے نہیں بلکہ بعض اہلِ کتاب اعتدال پسند ہیں اور حد سے تجاوز نہیں کرتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائے جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام اور نجاشی رضی اللہ عنہما۔ جبکہ ان کے اکثر لوگ بہت ہی برے کام کر رہے ہیں جیسے کفر پر قائم رہنا، حق سے منہ موڑنا، سرکشی کرنا وغیرہ۔ اہم بات: اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین کی پابندی کرنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے سے رزق میں وسعت ہوتی ہے۔

آیت 67 ارشاد فرمایا کہ اے رسول! بندوں کی مصلحت اور فائدے کے لیے جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا؛ وہ سب لوگوں تک پہنچا دیں اور اپنے دل میں کوئی ڈر خوف نہ لائیں۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے خدا کا کوئی پیغام بھی نہ پہنچایا کیونکہ بعض کو چھپانا حکم پر عمل کرنے کے خلاف ہی ہے کہ حکم تو سب کچھ پہنچانے کا ہے۔ کافروں کی طرف سے قتل کا خوف دل سے نکال دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کفار سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اہم بات: کفار سے خطرے کے باعث دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حفاظت کے لئے پہرہ دیا جاتا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی تو پہرہ ہٹا دیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پہرے داروں سے فرمایا کہ تم لوگ چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا فرما دیا ہے۔ (ترمذی، حدیث 3057)

مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۷﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ

لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ بیشک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا○ تم فرمادو اے کتابیو! جب تک تم

حَتّٰى تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ لَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا

تورات اور انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اسے قائم نہیں کرلیتے تم کسی شے پر نہیں ہو اور اے حبیب! یہ جو

مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَّ كُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۸﴾

تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے یہ ان میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کرے گا تو تم کافر قوم پر کچھ غم نہ کھاؤ○

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِـُٔوْنَ وَ النَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ

بیشک (وہ جو اپنے آپ کو) مسلمان (کہتے ہیں) اور یہودی اور ستاروں کی پوجا کرنے والے اور عیسائی (ان میں سے) جو (سچے دل سے) اللہ اور قیامت پر

الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ

ایمان لائے اور اچھے عمل کرے تو ان پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے○ بیشک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا

آیت 68 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ فرمادیں کہ اے کتابیو! تم اس وقت تک کسی سچے دین وملت پر نہیں ہو جب تک تم تورات، انجیل اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ دیگر کتابوں کے حکم پر صحیح طریقے سے عمل نہیں کرتے۔ ان تمام کتابوں میں چونکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائے بغیر تورات وانجیل پر صحیح طریقے سے عمل نہیں ہو سکتا۔ مزید فرمایا: اے حبیب! قرآن کے نازل ہونے سے اہل کتاب کے علما اور سرداروں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ ہی ہوگا کیونکہ جب کوئی آیت اترتی ہے، یہ اس کا انکار کردیتے ہیں جو کفر وسرکشی میں اضافہ ہی ہے۔ لہٰذا جو یہودی آپ کی نبوت نہیں مان رہے، ان کی وجہ سے آپ غمزدہ نہ ہوں کیونکہ ان کے کفر کا وبال انہی پر پڑے گا۔

آیت 69 ایمان لانے کا حکم سب کو ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ جو لوگ زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتے لیکن دل میں کفر چھپائے ہوئے ہیں یعنی منافقین، نیز یہودیوں، ستاروں کی پوجا کرنے والوں اور عیسائیوں میں سے جو سچے دل سے اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لائے اور رضائے الٰہی کے لئے نیک عمل کرے تو ان لوگوں پر آخرت میں نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اہم بات: اللہ پر ایمان لانے میں ہر اُس شے پر ایمان لانا داخل ہے جس پر ایمان لانے کا اللہ نے حکم دیا ہے جیسے تمام انبیاء پر ایمان لانا لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانا اس معنیٰ کے اعتبار سے اللہ پر ایمان لانے میں داخل ہے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائے بغیر کوئی دعویٰ ایمان مقبول نہیں۔

آیت 70 ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے تورات میں بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں اور حکم الٰہی کے مطابق عمل کریں۔ ہم نے ان کی طرف رسول بھیجے تو جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول ایسی بات لے کر آیا جو ان کے نفس

وَ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهِمْ رُسُلًاؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْۙ فَرِیْقًا كَذَّبُوْا

اور ان کی طرف رسول بھیجے (تو) جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول وہ بات لے کر آیا جو ان کے نفس کو پسند نہ تھی تو انہوں نے (انبیاء کے) ایک گروہ

وَ فَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَۗ (۷۰) وَ حَسِبُوْۤا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَ صَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ

اور ایک گروہ کو شہید کرتے رہے ○ اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ انہیں کوئی سزا نہ ہوگی تو یہ اندھے اور بہرے ہوگئے پھر اللہ نے ان کی توبہ

ثُمَّ عَمُوْا وَ صَمُّوْا كَثِیْرٌ مِّنْهُمْؕ وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ (۷۱) لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا

پھر ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہوگئے اور اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے ○ بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَؕ وَ قَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ

کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے حالانکہ مسیح نے تو یہ کہا تھا: اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے

کو پسند نہ تھی اور انہوں نے رسولوں کے احکام کو اپنی خواہشوں کے خلاف پایا تو ان میں سے ایک گروہ کو بنی اسرائیل نے جھٹلایا اور ایک گروہ کو شہید کرتے رہے۔ اہم باتیں: (1) انبیا علیہم السلام کو جھٹلانے میں تو یہودی اور عیسائی سب شریک ہیں مگر قتل کرنا یہودیوں کا فعل ہے۔ انہوں نے بہت سے انبیا علیہم السلام کو شہید کیا جن میں سے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام بھی ہیں۔ (2) نفس کی پیروی بہت خطرناک ہے کہ اسی وجہ سے یہودیوں نے انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا۔

آیت 71 ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل نے یہ گمان کیا کہ انہیں کوئی سزا نہ ہوگی اور اتنے سنگین جرموں کا ارتکاب کرنے پر بھی انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا تو یہ حق دیکھنے سے اندھے اور حق سننے سے بہرے ہوگئے، پھر جب انہوں نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی لیکن دوبارہ ان میں بہت سے لوگ اندھے اور بہرے ہوگئے اور یہ کسی خوش فہمی میں نہ رہیں؛ اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے اور وہ انہیں ان کے اعمال کے مطابق سزا دے گا۔ اہم بات: دو مرتبہ اندھا اور بہرہ ہونے کے متعلق چند اقوال ہیں: (1) یہودی پہلے حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے زمانے میں عقل کے اندھے اور بہرے ہوئے پھر ان میں سے بعض کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی کہ انہیں انبیا علیہم السلام پر ایمان لانے کی توفیق دی اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں آپ کی نبوت و رسالت کا انکار کرکے بہت سے یہودی دل کے اندھے اور بہرے ہوگئے۔ (2) دو مرتبہ بصیرت کے اندھے اور بہرے ہونے کی تفسیر سورۂ بنی اسرائیل کی 4 سے 7 تک کی وہ آیات ہیں جن میں یہودیوں کے دو مرتبہ زمین میں فساد کرنے کی خبر دی گئی ہے۔

آیت 72 ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی "اللہ" ہیں حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو انہیں مخاطب کرکے یہ فرمایا تھا: اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ بیشک جو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے تو اس پر جنت حرام ہے، اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور شرک کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کو جہنم سے بچانے کے لئے کوئی مددگار نہیں۔ اہم باتیں: (1) عیسائیوں کے بہت فرقے ہیں جن میں سے یعقوبیہ اور ملکانیہ کہتے تھے کہ مریم نے اِلٰہ یعنی معبود کو جنا، وہ یہ بھی کہتے تھے کہ اِلٰہ یعنی معبود نے عیسیٰ کی ذات میں حلول کرلیا اور ان کے ساتھ متحد ہوگیا تو عیسیٰ اِلٰہ

إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ

بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

مِنْ أَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ

بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا: بیشک اللہ تین (معبودوں) میں سے تیسرا ہے حالانکہ عبادت کے لائق تو صرف ایک ہی معبود ہے

وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ أَفَلَا يَتُوبُونَ

اور اگر یہ لوگ اس سے باز نہ آئے جو یہ کہہ رہے ہیں تو جو ان میں کافر رہیں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔ تو یہ کیوں اللہ کی بارگاہ میں

إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٧٤﴾ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ

توبہ نہیں کرتے اور کیوں اس سے مغفرت طلب نہیں کرتے؟ حالانکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ مسیح بن مریم تو صرف ایک رسول ہے۔

(2) عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی توہین کی کہ وہ خود کو رب کا بندہ کہتے تھے اور یہ انہیں ان کا رب کہنے لگے۔

آیت 73 عیسائیوں میں فرقہ مرقوسیہ اور نسطوریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ الٰہ تین ہیں، باپ بیٹا روح القدس۔ اللہ تعالیٰ کو باپ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کا بیٹا اور حضرت جبریل علیہ السلام کو رُوحُ القُدُس کہتے ہیں۔ علم کلام کے ماہر علماء فرماتے ہیں کہ عیسائی کہتے ہیں کہ باپ بیٹا اور روح القدس یہ تینوں ایک الٰہ ہیں۔ معاذ اللہ۔ ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کا کوئی ثانی ہے بلکہ وہ وحدانیت کے ساتھ موصوف ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، باپ بیٹے بیوی سب سے پاک ہے۔ اگر یہ کفار اس عقیدے سے باز نہ آئے اور تثلیث (یعنی تین خدا ماننے) کے معتقد رہے اور توحید اختیار نہ کی تو آخرت میں دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے۔

آیت 74 ارشاد فرمایا کہ یہ اپنے اس گناہِ عظیم یعنی تین خدا ماننے کے عقیدے سے بارگاہِ الٰہی میں توبہ کیوں نہیں کرتے اور کیوں اس سے مغفرت طلب نہیں کرتے حالانکہ اللہ تعالیٰ مغفرت طلب کرنے اور توبہ کرنے والے کو بخشنے والا اور اس پر مہربان ہے۔

آیت 75 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے "خدا" نہ ہونے کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام صرف ایک رسول ہیں، خدا نہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں، وہ رسول بھی معجزات رکھتے تھے، یہ معجزات ان کی نبوت کی سچی دلیل تھے نہ کہ خدا ہونے کی، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی رسول ہیں اور ان کے معجزات بھی ان کی نبوت کی دلیل ہیں، انہیں رسول ہی ماننا چاہئے اور جیسے دیگر انبیاء علیہم السلام کو معجزات کی بنا پر خدا نہیں مانتے تو انہیں بھی خدا نہ مانو۔ مزید فرمایا کہ ان کی ماں حضرت مریم رضی اللہ عنہا بہت سچی ہیں جو اپنے رب کے کلمات اور کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہیں تم بھی ان کی پیروی کرو نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ اس میں عیسائیوں کا رد ہے کہ معبود غذا وغیرہ کسی بھی چیز کا محتاج نہیں ہو سکتا تو جو غذا کھائے، جسم رکھے، اس جسم میں تحلیل واقع ہو اور غذا اس کا بدل بنے وہ کیسے معبود ہو سکتا ہے؟ مزید فرمایا: دیکھو تو! [illegible] ہونے پر کیسی صاف دلیلیں ہم بیان کرتے ہیں، پھر دیکھو وہ کیسے حق بات سننے سے پھرے جا رہے ہیں۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ

اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ (بہت سچی) ہے۔ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھو تو ہم ان کے لئے کیسی

نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ

صاف نشانیاں بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے پھرے جاتے ہیں؟ ۝ تم فرماؤ، کیا تم اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے نقصان کا

لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ؕ وَ اللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ

مالک ہے اور نہ نفع کا اور اللہ ہی سننے والا، جاننے والا ہے ۝ تم فرماؤ، اے کتاب والو! اپنے دین میں ناحق غلو (زیادتی)

غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا

نہ کرو اور ان لوگوں کی خواہشات پر نہ چلو جو پہلے خود بھی گمراہ ہو چکے ہیں اور بہت سے دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کر چکے

عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۝ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى

اور سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں ۝ بنی اسرائیل میں سے کفر کرنے والوں پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر

ع ۱۰ / ۱۴

آیت 76 یہاں شرک کے باطل ہونے پر ایک اور دلیل بیان کی گئی، چنانچہ فرمایا: عیسائیوں سے کہہ دو کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے نقصان کا ذاتی طور پر مالک ہے اور نہ نفع کا حالانکہ عبادت کا مستحق تو وہی ہو سکتا ہے جو نفع و نقصان وغیرہ ہر چیز پر ذاتی قدرت و اختیار رکھتا ہو اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے بارے میں الٰہ اور معبود ہونے کا عقیدہ باطل ہے اور اللہ تعالیٰ ہی تمہارے اقوال سننے والا اور تمہارے دلوں میں چھپی باتیں جاننے والا ہے۔ **اہم بات:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام نفع و نقصان پہنچانے کے ذاتی طور پر مالک نہیں تھے بلکہ خدا کے دیئے اختیار سے تھے۔ اس لئے جہاں آپ نے مردے زندہ کرنے، بیماروں کو شفا دینے، اندھوں کو بینائی دینے اور کوڑھ کے مریضوں کو تندرست کرنے کا ذکر کیا وہاں ہر جگہ یہ فرمایا کہ میں یہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے کرتا ہوں۔

آیت 77 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ فرما دیں: اے کتاب والو! اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کم نہ کرو یا ان کی شان بیان کرنے میں حد سے نہ بڑھو کہ انہیں معبود ہی قرار دے بیٹھو اور دین میں ناحق زیادتی کے معاملے میں ان لوگوں کی پیروی نہ کرو جو پہلے خود بھی گمراہ ہو چکے، بہت سے دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کر چکے اور سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں۔ **اہم بات:** یہودیوں کی زیادتی یہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی ہی نہیں مانتے اور عیسائیوں کی زیادتی یہ ہے کہ وہ انہیں معبود ٹھہراتے ہیں۔ **درس:** اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تعظیم اور ان کے مزارات پر حاضری جائز اور پسندیدہ عمل ہے لیکن اس میں زیادتی سے بچنا چاہیے کہ نہ تو مزارات پر حاضری کو شرک و بت پرستی قرار دیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تو زیارتِ قبور کا حکم دیا ہے اور نہ ہی مزاروں کی تعظیم میں شرعی حد پار کی جائے کہ مزار کا طواف یا قبر کو سجدہ کیا جائے۔

آیت 78 بنی اسرائیل میں سے ایلہ کے رہنے والوں کو ہفتہ کے دن شکار کرنا منع تھا لیکن وہ اس سے باز نہ آئے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کے خلاف دعا فرمائی اور وہ بندروں کی شکل میں مسخ ہو گئے اور اصحابِ مائدہ نے نازل شدہ دستر خوان کی نعمتیں کھا کر ممانعت کے باوجود انہیں ذخیرہ کیا اور ایمان نہ لائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے خلاف دعا فرمائی اور وہ بندر و خنزیر بن گئے۔ بعض مفسرین کا

ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٧٨﴾ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ

لعنت کی گئی۔ یہ لعنت اس وجہ سے تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ سرکشی کرتے رہتے تھے ○ وہ ایک دوسرے کو کسی برے کام سے منع نہ کرتے تھے

فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٩﴾ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ

جو وہ کیا کرتے تھے۔ بیشک یہ بہت ہی برے کام کرتے تھے ○ تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں تو ان کی

مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَلَوْ كَانُوْا

جانوں نے ان کے لئے کتنی بری چیز آگے بھیجی کہ ان پر اللہ نے غضب کیا اور یہ لوگ ہمیشہ عذاب میں ہی رہیں گے ○ اور اگر یہ

قول ہے کہ یہودی اپنے آباواجداد پر فخر کرتے اور کہتے: ہم انبیا علیہم السلام کی اولاد ہیں۔ انہیں بتایا گیا کہ ان انبیا علیہم السلام نے تو ان پر لعنت کی ہے۔ مزید فرمایا: یہ لعنت اس وجہ سے تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ سرکشی کرتے رہتے تھے۔ اس فرمان کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ ان یہودیوں کی سرکشی سے غمزدہ نہ ہوں، یہ عادی مجرم ہیں حتیٰ کہ سرکشی و نافرمانی کی سزا میں بندر اور سور بھی بن چکے ہیں۔ اب ان کا امن میں رہنا صرف اس لئے ہے کہ آپ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہیں، آپ کی موجودگی میں ان پر عذاب نہ آئے گا۔ اہم بات: مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے منہ سے نکلی ہوئی دعائے ضرر دنیا و آخرت میں رسوائی و بربادی کا سبب بن سکتی ہے لہٰذا ایسے کاموں سے بچتے رہنا چاہئے جو ان کی ناراضی کا سبب بنیں۔

آیت 79 یہودیوں کی ایک سرکشی یہ تھی کہ انہوں نے برائی ہوتی دیکھ کر ایک دوسرے کو اس سے منع کرنا چھوڑ دیا تھا بیشک یہ گناہ و سرکشی میں مبتلا ہو کر بہت ہی برے کام کرتے تھے۔ اہم باتیں: اس آیت سے معلوم ہوا کہ لوگوں کو برائی سے روکنا واجب اور روکنے سے باز رہنا سخت گناہ ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو ان کے علما نے پہلے تو انہیں منع کیا جب وہ باز نہ آئے تو پھر وہ علما بھی ان سے مل گئے اور کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے میں ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ان کی اسی نافرمانی و سرکشی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے ان پر لعنت اتاری۔ (ترمذی، حدیث: 3058) درس: اس سے علما اور پیروں کو غور و فکر کی حاجت ہے کہ ان کے مریدین و معتقدین کھلم کھلا گناہوں میں پڑے ہوں تو ضرور انہیں منع کریں۔

آیت 80 گزشتہ زمانے کے یہودیوں کے عیب و نقائص بیان کرنے کے بعد اب عہدِ رسالت کے یہودیوں کی برائیوں اور سازشوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ شانِ نزول: کعب بن اشرف یہودی اور اس کے ساتھی مشرکین مکہ کے پاس پہنچے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جنگ کرنے پر ابھارا لیکن ناکام رہے، اس واقعے کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ یہودیوں میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ سے بغض کی وجہ سے مشرکین مکہ سے دوستی کرتے ہیں تو ان لوگوں نے اپنے حشر کے لیے کتنی بری چیز آخرت میں بھیجی کہ مشرکوں سے دوستی کے سبب ان پر اللہ تعالیٰ نے غضب کیا اور آخرت میں یہ لوگ ہمیشہ عذاب میں ہی رہیں گے۔ درس: یہ آیت ان مسلمانوں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے جو کفار کی مسلمانوں سے کھلی دشمنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود صرف اپنے مفادات کی خاطر ان سے دوستی کرتے ہیں۔

آیت 81 فرمایا کہ کفار و مشرکین سے دوستی کا رشتہ بنانے والے یہودی اگر اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان پر نازل کردہ کتاب قرآن پاک پر صدق و اخلاص کے ساتھ ایمان لائے ہوتے تو کسی صورت ان کے ساتھ دوستی کا رشتہ قائم نہ کرتے لیکن ان

يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ

اللہ اور نبی پر اور اس پر جو نبی کی طرف نازل کیا گیا ہے ایمان لاتے تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں بہت زیادہ لوگ

فٰسِقُوْنَ ﴿٨١﴾ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ

فاسق ہیں ○ ضرور تم مسلمانوں کا سب سے زیادہ شدید دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرور تم

اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ

مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے: ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ ان میں علماء

وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٢﴾

اور عبادت گزار موجود ہیں اور یہ تکبر نہیں کرتے ○

میں بہت زیادہ لوگ فاسق اور دین و ایمان سے خارج ہیں۔ درس: آیات کے پس منظر پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاست و منصب کے حصول کے لئے ہی یہودی سب کچھ کرتے تھے اور اب کچھ ایسی صورت حال مسلمانوں میں عام ہو چکی ہے کہ اپنی کرسی بچانے کے چکر میں کفار کے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقل سلیم عطا فرمائے۔

آیت 82 یہاں ان عیسائیوں کی تعریف کی گئی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ اقدس تک دینِ عیسوی پر قائم رہے اور آپ کی بعثت معلوم ہونے کے بعد آپ پر ایمان لائے۔ شانِ نزول: ابتدائے اسلام میں کفارِ قریش نے مسلمانوں کو بہت ایذائیں دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ جب قریش کو علم ہوا تو انہوں نے چند افراد تحائف دے کر شاہِ حبشہ کے پاس بھیجے۔ انہوں نے بادشاہ سے کہا: ہمارے ملک میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو نادان بنا ڈالا ہے۔ ان پر ایمان لانے والے جو حضرات آپ کے ملک میں آئے ہیں وہ یہاں فساد پھیلا کر آپ کی رعایا کو باغی بنا دیں گے۔ ہم آپ کو خبر دینے آئے ہیں اور ہماری قوم درخواست کرتی ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کیجئے۔ بادشاہ نے کہا: ہم پہلے ان لوگوں سے گفتگو کرلیں، باقی بات بعد میں دیکھیں گے۔ چنانچہ اس نے مسلمانوں کو طلب کر کے کئی سوالات کئے جن کے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے جوابات دیئے۔ جوابات سن کر بادشاہ نجاشی نے زمین سے ایک لکڑی کا ٹکڑا اٹھا کر کہا: خدا کی قسم! تمہارے آقا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام میں اتنا بھی نہیں بڑھایا جتنی یہ لکڑی ہے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد کلامِ عیسیٰ کے بالکل مطابق ہے)۔ پھر نجاشی نے قرآن سننے کی خواہش کی تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم تلاوت کی جس سے دربار میں موجود نصرانی عالم اور درویش بے اختیار رونے لگے۔ پھر نجاشی نے مسلمانوں سے کہا: تمہارے لئے میری سلطنت میں کوئی خطرہ نہیں۔ مشرکین مکہ اپنے مقصد میں ناکام ہو کر لوٹے اور مسلمان حبشہ میں بہت عزت و آسائش کے ساتھ رہے، نیز فضلِ الٰہی سے نجاشی کو ایمان نصیب ہو گیا۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ضرور آپ مسلمانوں کا سب سے زیادہ شدید دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے کہ یہ لوگ اپنے کفر و جہالت میں بہت آگے بڑھ چکے اور نفسانی خواہشات کی پیروی میں حد درجہ منہمک ہیں اور ضرور آپ مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے: ہم نصاریٰ ہیں۔ ان کی یہ قربت اس لئے ہے کہ ان میں علماء اور عبادت گزار موجود ہیں اور یہ یہودیوں اور مشرکین کی طرح حق کی پیروی کرنے میں تکبر نہیں کرتے۔

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا
اور جب یہ سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف نازل کیا گیا تو تم دیکھو گے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ابل پڑتی ہیں اس لیے کہ وہ حق کو پہچان

مِنَ الْحَقِّ ۖ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨٣﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ
گئے۔ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے پس تو ہمیں (حق کے) گواہوں کے ساتھ لکھ دے ○ اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر اور اس حق

وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَن يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ﴿٨٤﴾ فَأَثَابَهُمُ
پر ایمان نہ لائیں جو ہمارے پاس آیا اور ہم طمع کرتے ہیں کہ ہمیں ہمارا رب نیک لوگوں کے ساتھ (جنت میں) داخل کرے ○ تو اللہ نے ان کے

اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ
اس کہنے کے بدلے انہیں وہ باغات عطا فرمائے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ نیک لوگوں کی

الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٥﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿٨٦﴾
جزا ہے ○ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو وہ دوزخ والے ہیں ○

آیت 83 گزشتہ آیت میں جن لوگوں کا بیان ہوا یہاں ان کے دل کی نرمی، خوفِ خدا کی شدت اور حق قبول کرنے کی طرف جلدی کرنے کا بیان ہے؛ چنانچہ فرمایا کہ جب وہ قرآن کریم کے دل میں اثر کرنے والے مضامین سنتے ہیں تو تم دیکھو گے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ حق کو پہچان گئے اور اس موقع پر دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن پر ایمان لائے اور ہم نے ان کے برحق ہونے کی گواہی دی، تو ہمیں حق کے گواہوں کے ساتھ لکھ دے اور اس حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت میں داخل کر جو روزِ قیامت تمام امتوں کے گواہ ہوں گے۔ (اور یہ بات انہیں انجیل سے معلوم ہو چکی تھی۔) **اہم باتیں:** (1) جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں سورۂ مریم اور سورۂ طٰہٰ کی چند آیات تلاوت کیں تو نجاشی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اسی طرح جب حبشہ کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کے سامنے سورۂ یٰسین تلاوت فرمائی تو وہ لوگ بھی زار و قطار رونے لگے۔ اس آیت میں انہی واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ (2) ذکرِ الٰہی کے وقت عشق و محبت میں رونا اعلیٰ عبادت ہے۔ اسی طرح عذابِ الٰہی کے خوف اور رحمتِ الٰہی کی امید میں رونا بھی عبادت ہے۔ یونہی تلاوتِ قرآن کے وقت رونا مستحب اور مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔

آیت 84 جب حبشہ کا وفد اسلام سے مشرف ہو کر واپس گیا تو یہودیوں نے انہیں ایمان لانے پر ملامت کی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ حق واضح ہونے کے بعد ہم اللہ تعالیٰ اور قرآن پر کیوں ایمان نہ لاتے، ایسی حالت میں ایمان نہ لانا قابلِ ملامت ہے نہ کہ ایمان لانا۔ ہم تو اس بات کی طرف رغبت رکھتے ہیں کہ ہمیں ہمارا رب نیک لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل کر دے۔

آیت 85، 86 ان دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچے ایمان کے بدلے مومنوں کو ہمیشہ کی زندگی کے لیے شاندار باغات عطا فرمائے جبکہ کافروں اور خدا کی آیات کو جھٹلانے والوں کا ٹھکانہ جہنم بنایا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ قرار دو جنہیں اللہ نے تمہارے لئے حلال فرمایا ہے اور حد سے نہ بڑھو۔ بیشک اللہ حد سے بڑھنے

لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ

والوں کو ناپسند فرماتا ہے○ اور جو کچھ تمہیں اللہ نے حلال پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس اللہ سے ڈرو جس پر

بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ

ایمان رکھنے والے ہو○ اللہ تمہیں تمہاری فضول قسموں پر نہیں پکڑے گا البتہ ان قسموں پر گرفت فرمائے گا جنہیں تم مضبوط کر لو

الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ

تو ایسی قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو اس طرح کا درمیانے درجے کا کھانا دینا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا

آیت 87،88 شانِ نزول: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے آپس میں ترکِ دنیا کا عہد کیا اور ارادہ کیا کہ وہ ٹاٹ پہنیں گے ہمیشہ دن میں روزے رکھیں گے اور رات عبادت میں گزاریں گے، بستر پر نہ لیٹیں گے، گوشت اور چکنائی نہ کھائیں گے، عورتوں سے جدا رہیں گے اور خوشبو نہ لگائیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں اس ارادے سے روکتے ہوئے فرمایا: اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ قرار دو جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال فرمایا ہے اور چیزوں کے حلال و حرام ہونے میں اللہ تعالیٰ نے جو حدیں مقرر فرمائی ہیں انہیں توڑ کر حد سے نہ بڑھو۔ بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا اور جو کچھ تمہیں اللہ تعالیٰ نے حلال پاکیزہ رزق عطا فرمایا ہے اس میں سے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ اہم باتیں: (1) احادیث میں بھی اعتدال کا حکم آیا اور عبادت میں خود کو بہت زیادہ تکلیف میں ڈالنے سے منع فرمایا گیا ہے (2) حلال چیز کو حرام کی طرح گناہ و نافرمانی سمجھ کر ترک کرنے کی اجازت نہیں۔ (3) صوفیاء کرام کے کچھ چیزیں ترک کرنے کے جو واقعات ملتے ہیں وہ اپنے نفس کو بری خواہشات سے بچانے، عادی بنانے کے لئے بطور علاج ہیں جیسے بیمار آدمی بہت سی غذاؤں کو حلال سمجھنے کے باوجود اپنی صحت کی خاطر پرہیز کرتا ہے۔

آیت 89 شانِ نزول: اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے چند حلال چیزیں اور کچھ لباس اپنے اوپر حرام کر لیے اور مزید یہ کہ اس پر انہوں نے قسمیں بھی کھالی تھیں۔ جب انہیں اس سے منع فرمایا گیا تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اب ہم اپنی قسموں کا کیا کریں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں قسم کے احکام بیان ہوئے کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری فضول قسموں پر نہیں پکڑے گا؛ البتہ ان قسموں پر گرفت فرمائے گا جنہیں تم اپنے قصد و ارادے سے مضبوط کر لو؛ تو ایسی قسم توڑنے کا کفارہ 10 مسکینوں کو اس طرح کا درمیانے درجے کا کھانا دینا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا ان دس کو کپڑے دینا ہے، یا ایک غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا ہے اور جو ان تینوں میں سے کسی کام کی بھی طاقت نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا اس کا کفارہ ہے۔ جب تم قسم کھاؤ اور پوری نہ کرو تو یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے اور اپنی قسمیں پوری کر کے ان کی حفاظت کرو جب تک کہ انہیں پورا کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تم سے اپنی شریعت کے احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم ان پر شکر گزار ہو جاؤ۔ اہم باتیں: (1) جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا حرام

كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ ۚ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ

یا ان دس کو کپڑے دینا ہے یا ایک مملوک (غلام یا لونڈی) آزاد کرنا ہے تو جو نہ پائے تو تین دن کے روزے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے

إِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٨٩﴾

جب قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اسی طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور قسمت معلوم کرنے کے تیر ناپاک شیطانی کام ہی ہیں

الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ

تو ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی

ہے اور اسے یمین غموس کہتے ہیں، اپنے خیال میں صحیح سمجھ کر حقیقت کے برخلاف قسم کھانا یمین لغو ہے اور یمین منعقدہ یہ ہے کہ کسی آئندہ کے معاملے پر اسے پورا کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے۔ صحیح معاملے پر کھائی گئی قسم کی حفاظت کا حکم ہے اور اسے توڑنا منع ہے اور اس قسم کو توڑنے پر کفارہ لازم ہوتا ہے۔ (2) قسم کی حفاظت میں یہ بھی داخل ہے کہ بات بات پر قسم نہ کھائی جائے۔

آیت 90 یہاں چار چیزوں کی نجاست و خباثت کا بیان کرکے ان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور قسمت معلوم کرنے کے لئے تیر ڈالنا ناپاک اور شیطانی کام ہی ہیں کیونکہ شیطان ہی ان کاموں پر اکساتا ہے تو ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح و کامیابی پاجاؤ۔ اہم باتیں: (1) شراب پینا حرام ہے اور اس کے باعث بہت سے گناہ پیدا ہوتے ہیں۔ حدیثِ پاک میں ہے: شراب ہرگز نہ پیو کہ یہ ہر بدکاری کی اصل ہے۔ (مسند احمد، حدیث: 22136) (2) جوئے کا روپیہ قطعی حرام ہے۔ (3) اَنصاب سے مراد وہ پتھر ہیں جن کے پاس کفار اپنے جانور ذبح کرتے تھے یا اس سے مراد بت ہیں کیونکہ انہیں نصب کرکے (گاڑ کر) ان کی پوجا کی جاتی تھی۔ (4) زمانۂ جاہلیت میں کفار نے تین تیر بنائے ہوئے تھے، ان میں سے ایک پر "ہاں" اور دوسرے پر "نہیں" لکھا تھا جبکہ تیسرا خالی تھا۔ جب انہیں کوئی سفر یا اہم کام درپیش ہوتا تو وہ ان تیروں سے پانسے ڈالتے اور جو ان پر لکھا ہوتا اس کے مطابق عمل کرتے۔ پرندوں اور وحشی جانوروں سے برا شگون لینا اور کتابوں وغیرہ سے فال نکالنا بھی اسی میں داخل ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: خط کھینچنا، فال نکالنا اور پرندے اڑا کر شگون لینا جِبت (یعنی شیطانی کاموں) میں سے ہے۔ (ابو داؤد، حدیث: 3907) (5) کامیابی کے لئے نیک اعمال کرنے کے ساتھ برے اعمال سے بچنا بھی ضروری ہے۔ درس: جوا اور شراب تباہی ہیں۔ شراب کی وجہ سے کروڑوں افراد مختلف نقصانات اٹھاتے ہیں، نشے میں ٹریفک حادثات اور مار دھاڑ عام ہے۔ لاکھوں عورتیں شرابی شوہروں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتی ہیں جبکہ جوا بازی اپنی یا دوسرے کی معاشی بربادی کا دوسرا نام ہے۔

آیت 91 یہاں شراب اور جوئے کی تباہی بیان کی ہے کہ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض و کینہ ڈال دے کیونکہ یہ دونوں چیزیں شر اور فتنے کا سبب بنتی ہیں، اور شیطان چاہتا ہے کہ تمہیں ان کاموں میں مشغول

وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ

اور بغض و کینہ ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے

اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿٩١﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ

تم باز آتے ہو؟ ○ اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ہوشیار رہو پھر اگر تم

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٩٢﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

تو جان لو کہ ہمارے رسول پر تو صرف واضح طور پر تبلیغ فرما دینا لازم ہے ○ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک

الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا

ان پر کھانے میں کوئی گناہ نہیں جب کہ ڈریں اور ایمان رکھیں اور اچھے عمل کریں پھر

وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٩٣﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ

اور ایمان رکھیں پھر ڈریں اور نیکیاں کریں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے ○ اے ایمان والو ضرور اللہ ان شکار سے

کر کے اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے محروم کر دے، تو کیا تم باز آتے ہو؟ (یعنی لوگو! باز آؤ۔) **اہم بات:** جو چیز ذکرِ الٰہی اور نماز سے روکے بری اور چھوڑنے کے قابل ہے۔

آیت 92 ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حکم مانو اور احکامات و ممنوعات میں ان کی مخالفت کرنے سے ڈرو۔ اگر تم نافرمانی کرو گے تو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کوئی نقصان نہیں کہ ان کی ذمہ داری حکمِ خدا پہنچانا تھا اور وہ انہوں نے پہنچا دیا البتہ تمہارا نقصان ضرور ہے کہ تم منہ موڑنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب کے مستحق ٹھہرو گے۔

آیت 93 **شانِ نزول:** جب شراب حرام کی گئی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ان وفات پا جانے والوں کی فکر ہوئی جو شراب حرام ہونے سے پہلے ہونے کی وجہ سے پی لیا کرتے تھے، نیز جو صحابہ دیگر شہروں میں موجود ہیں اور انہیں شراب حرام ہونے کا علم نہیں ہوا! اب اگر وہ لاعلمی کے کچھ عرصہ میں شراب پی لیں تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے وہ اس کھانے پینے پر گنہگار نہیں جو انہوں نے حرمت کا حکم آنے سے پہلے کھایا پیا، اسی طرح جنہیں حرمت کا علم نہیں ہوا وہ بھی حکم کی معلومات ہونے سے پہلے شراب پی لینے کی صورت میں گنہگار نہیں جبکہ وہ شرک سے بچیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں پھر حرمت کے بعد ان چیزوں سے بچیں اور ان کے حرام ہونے پر ایمان رکھیں پھر سارے حرام کاموں سے بچیں اور نیکیاں کریں اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ **اہم بات:** یہاں "اِتَّقَوْا" جس کے معنی ڈرنا اور پرہیز کرنا ہیں، تین مرتبہ آیا ہے اور مراد ہے کہ شرک سے بچنا، تمام حرام کاموں اور گناہوں سے بچنا اور شبہات سے بچنا اور یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ پہلے بھی گناہوں سے بچتے رہے ہوں، اب بھی بچیں اور آئندہ بھی بچتے رہیں۔

آیت 94 حدیبیہ کے سال جب مسلمان حالتِ احرام میں تھے تب ان کی یہ آزمائش ہوئی کہ شکار کئے جانے والے جانور اور پرندے

اللّٰہُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُہٗۤ اَیْدِیْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِیَعْلَمَ اللّٰہُ مَنْ یَّخَافُہٗ بِالْغَیْبِ

جن تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ سکیں گے تمہارا امتحان کرے گا تا کہ اللہ ان لوگوں کی پہچان کرادے جو اس سے بن دیکھے ڈرتے ہیں

فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَہٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۹۴﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا

پھر اس (ممانعت) کے بعد جو حد سے بڑھے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے○ اے ایمان والو! حالت احرام میں

الصَّیْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَ مَنْ قَتَلَہٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ

شکار کو قتل نہ کرو اور تم میں جو اسے قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ مویشیوں میں سے اسی طرح کا وہ جانور دیدے جس کے شکار کی مثل

یَحْكُمُ بِہٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْیًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِیْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ

ہونے کا تم میں سے دو معتبر آدمی فیصلہ کریں، یہ کعبہ کو پہنچتی ہوئی قربانی ہو یا چند مسکینوں کا کھانا کفارے میں دے یا اس کے برابر

بڑی کثرت سے آئے اور سواریوں پر چھا گئے حتی کہ انہیں ہاتھ سے پکڑ لینا اختیار میں تھا، اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ ضرور ان شکاروں کے ذریعے تمہارا امتحان کرے گا جن تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ سکیں گے تا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی پہچان کرادے جو اللہ تعالیٰ کو دیکھے بغیر اس سے ڈرتے اور حالتِ احرام میں شکار سے باز رہتے ہیں پھر اس ممانعت کے بعد جس نے حالتِ احرام میں شکار کیا تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ **اہم باتیں:** (1) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حکمِ الٰہی کی پابندی میں ثابت قدم رہے اور حالتِ احرام میں شکار نہ کیا اور یہ ان کی عظمت ہے۔ (2) گناہ کے اسباب و مواقع جتنے زیادہ ہوں ان سے بچنے کا ثواب بھی اتنا ہی کثیر ہے، جیسے نوجوان کو پرہیزگاری و پارسائی کا ثواب بوڑھے کی نسبت زیادہ ہے، یونہی جو بُروں کے درمیان نیک رہے وہ نیکوں کے درمیان نیک رہنے والے سے بہتر ہے، لیکن یاد رہے کہ حتی الامکان ایسی صحبت اور مقام سے بچنا ہی چاہیے تا کہ زیادہ تقویٰ کی امید میں کہیں اصل سے ہی نہ چلے جائیں۔

آیت 95 یہاں حالتِ احرام میں شکار کرنے کی ممانعت اور کرنے پر کفارے کا بیان ہو رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! حالتِ احرام میں شکار کو قتل نہ کرو اور تم میں سے جو اسے جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ تم میں سے دو عادل شخص وہاں کے حساب سے جو اس کی قیمت بتائیں اس قیمت کا کوئی مویشی یعنی بھیڑ بکری وغیرہ حرم میں ذبح کر کے فقرا میں تقسیم کر دے یا اس قیمت کا غلہ خرید کر مساکین پر صدقہ کر دے، اس صورت میں ہر مسکین کو صدقۂ فطر کی مقدار دے یا اس قیمت کے غلہ میں جتنے صدقے ہو سکتے ہوں ہر صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھے۔ یہ اس لئے لازم ہے تا کہ وہ اپنے کام (یعنی احرام کی تعظیم و حرمت کا پاس نہ رکھنے) کا وبال چکھے۔ احرام والے پر شکار حرام ہونے سے پہلے جس نے شکار کیا اسے تو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا البتہ اب ممانعت کے بعد جو شکار کو قتل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس سے اس کا انتقام لے گا اور اللہ تعالیٰ غالب ہے، نافرمانی پر قائم رہنے اور سرکشی کرنے والوں سے بدلہ لینے والا ہے۔ **مسائل:** (1) حالتِ احرام میں خشکی کے وحشی جانور کا شکار کرنا حرام ہے، یونہی شکاری کے لیے اس کی طرف اشارہ کرنا یا کسی بھی طرح شکاری کو بتانا بھی شکار میں داخل اور ممنوع ہے۔ (2) کاٹنے والا کتا، کوا، بچھو، چوہا، اور سانپ کو احادیث میں فواسق فرمایا گیا اور انہیں مارنے کی اجازت ہے: نیز مچھر، پسو، چیونٹی، مکھی وغیرہ کو مارنا جائز ہے۔

عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ
صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ

روزے تاکہ وہ اپنے کام کا وبال چکھے۔ اللہ نے پہلے جو کچھ گزرا اسے معاف فرمادیا اور جو دوبارہ کرے گا تو اللہ اس سے (بدلہ لے گا)

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٩٥﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ

اور اللہ غالب ہے، بدلہ لینے والا ہے۔ تمہارے اور مسافروں کے فائدے کے لئے تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال (کیا گیا)

وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٩٦﴾

اور جب تک تم احرام کی حالت میں ہو تب تک تم پر خشکی کا شکار حرام کردیا گیا اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ

اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو اور حرمت والے مہینے کو اور حرم کی طرف لیجائے جانے والی قربانی کو اور ان جانوروں کو جن کے گلے میں (حج کی قربانی ہونے کی) نشانی (لٹکی ہو)

ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ

(ان سب کو) لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنادیا۔ یہ اس لیے ہے تاکہ تم یقین کرلو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بیشک

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٩٧﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩٨﴾

اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا بھی ہے اور اللہ بخشنے والا، مہربان بھی ہے۔

آیت 96 ﴾ یہاں احرام والے کے لئے سمندر (اور دریا) کا شکار حلال ہونے کا بیان ہے، چنانچہ فرمایا کہ مقیم اور مسافر کے فائدے کے لئے تمہارے لئے سمندر (اور دریا) کے ہر شکار سے نفع اٹھانا اور مچھلی پکڑ کر کھانا حلال کردیا گیا، ہاں! جب تک تم حالتِ احرام میں ہو تب تک خشکی کا شکار حرام کردیا گیا ہے۔ شکار کے معاملے میں اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ اہم باتیں: (1) سمندر (اور دریا) کا شکار وہ ہے جس کی پیدائش سمندر (اور دریا) میں ہو اور خشکی کا وہ جس کی پیدائش خشکی میں ہو۔ (2) احرام کی وجہ سے حرام ہونے والے شکار کی حرمت احرام ختم ہونے پر ختم ہوجاتی ہے مگر حرم کا شکار ہمیشہ ہر شخص کے لئے حرام ہے۔

آیت 97 ﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ادب والے گھر کعبہ، حرمت والے مہینے ذوالحج، حرم کی طرف لیجائے جانے والی قربانی اور ان جانور جن کے گلے میں حج کی قربانی ہونے کی نشانی لٹکائی ہوئی ہو: ان سب کو لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا کہ ان کے ساتھ ان کے دینی اور دنیوی امور قائم ہوتے ہیں کہ دنیوی کاروبار، رزق، روزگار اور دینی عبادات کی ادائیگی ہوتی ہے۔ یہ اس لئے ہیں تاکہ تم یقین کرلو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کی مصلحتیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

آیت 98 ﴾ اس آیت میں وعدہ و وعید دونوں ہیں اور آیت کے سیاق و سباق میں معنی یہ بنتا ہے کہ اے لوگو! جان لو کہ اللہ تعالیٰ حرم اور احرام کی حرمت کا لحاظ نہ رکھنے والوں کو سخت عذاب دینے والا ہے اور حرمت کا خیال رکھنے والوں کو بخشنے والا مہربان ہے لہٰذا حرم اور احرام کی حرمت کا لحاظ رکھو۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت "شَدِيْدُ الْعِقَاب" ذکر کی تاکہ خوف پیدا ہو، پھر صفت "غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" بیان فرمائی تاکہ امید پیدا ہو اور خوف و امید ایمان کامل کی نشانیاں ہیں۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّا یَسْتَوِی

رسول پر صرف تبلیغ لازم ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے اور جو تم چھپاتے ہو۔ تم فرمادو کہ گندا اور پاکیزہ

الْخَبِیْثُ وَ الطَّیِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِیْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ

برابر نہیں ہیں اگرچہ گندے لوگوں کی کثرت تمہیں تعجب میں ڈالے تو اے عقل والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم

تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَ اِنْ

فلاح پاؤ۔ اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر تم انہیں اس وقت

آیت 99 ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر جزاء و سزا کے معاملے میں تمہارے سامنے صرف رسالت کی تبلیغ کر دینا لازم ہے اور انہوں نے یہ کام سر انجام دے دیا ہے، لہٰذا حجت پوری اور تم پر ان کی اطاعت لازم ہو چکی ہے اور اب تمہارے پاس عذر کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی اور یاد رکھو کہ جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ چھپاتے ہو ان سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے لہٰذا جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسی بارگاہِ الٰہی سے تمہیں جزا ملے گی۔

آیت 100 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم! آپ فرمادیں: گندا اور پاکیزہ برابر نہیں اگرچہ گندے کی کثرت تمہیں بھائے اور تعجب میں ڈالے تو اے عقل والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور کثیر ہونے کے باوجود گندے کو چھوڑ دو اور کم ہونے کے باوجود پاکیزہ کو اختیار کرو تاکہ تم اخروی سعادت حاصل کر کے فلاح پا جاؤ۔ بعض مفسرین نے گندے کی کثرت تعجب میں ڈالنے کا معنی یہ بیان فرمایا ہے کہ دنیاداروں کو مال و دولت کی کثرت اور دنیا کی زیب و زینت بھاتی ہے حالانکہ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ سب سے اچھی اور سب سے زیادہ باقی رہنے والی ہیں کیونکہ دنیا کی زینت و آرائش اور نعمتیں ختم ہو جائیں گی جبکہ وہ نعمتیں ہمیشہ باقی رہیں گی جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

آیت 101 اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق تین روایات ہیں: (1) ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: جسے جو پوچھنا ہو پوچھے۔ حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: حذافہ۔ پھر فرمایا: اور پوچھو! تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر ایمان و رسالت کا اقرار کیا اور معذرت پیش کی۔ (بخاری، حدیث:540) (2) ایک روایت یہ ہے کہ کچھ لوگ بطورِ استہزا سوال کرتے تھے، کوئی کہتا: میرا باپ کون ہے؟ کوئی پوچھتا: میری اونٹنی گم ہو گئی ہے، وہ کہاں ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری، حدیث:4622) (3) رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خطبہ میں حج فرض ہونے کا بیان فرمایا۔ اس پر ایک شخص نے کہا: کیا ہر سال فرض ہے؟ آپ نے سکوت فرمایا۔ سائل نے سوال کی تکرار کی تو ارشاد فرمایا: جو میں بیان نہ کروں اس کے درپے نہ ہو، اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے۔ (مسلم، حدیث:3257) اس آیت میں فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو مشقت میں پڑنے کی وجہ سے تمہیں بری لگیں، اگر تم انہیں اس وقت پوچھو گے جبکہ قرآن نازل کیا جا رہا ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ میں، تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں گی اور جب ظاہر کی جائیں گی تو تمہیں بری لگیں گی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گزشتہ سوالوں کو معاف کر چکا ہے، دوبارہ اس قسم کے سوال نہ کرو اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا اور حلم والا ہے اسی لیے فوراً سزا نہیں دیتا۔ اہم باتیں: (1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم خدا کے بتانے سے غیب

تَسْــٴَـلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ۝

پوچھو گے جبکہ قرآن نازل کیا جارہا ہے تو تم پر وہ چیزیں ظاہر کردی جائیں گی اور اللہ ان کو معاف کرچکا ہے اور اللہ بخشنے والا، حلم والا ہے۔

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِیْنَ ۝ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِیْرَةٍ

بیشک تم سے پہلے ایک قوم نے ان اشیاء کے بارے میں سوال کیا تھا پھر اس کا انکار کرنے والے ہوگئے۔ اللہ نے بحیرہ

وَّ لَا سَآىٕبَةٍ وَّ لَا وَصِیْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ وَّ لٰكِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ

اور سائبہ اور وصیلہ اور حام کو مقرر نہیں کیا لیکن کافر لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان لگاتے ہیں

جانتے ہیں کیونکہ کسی کا حقیقی باپ کون ہے، اس کا تعلق غیب سے ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا بلاقید فرمانا کہ "جو پوچھنا ہو پوچھو" پوچھنے والوں کا بھی ہر طرح کی بات پوچھ لینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ سب کچھ جانتے ہیں اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی یہی سمجھتے تھے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اختیار دیا ہے کہ جس چیز کو فرض فرمائیں وہ فرض ہو جائے گی۔ (3) آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم امت پر نہایت شفیق ہیں۔ اگر ایک مرتبہ "ہاں" فرمادیتے تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا لیکن امت پر آسانی کے لئے "ہاں" نہیں فرمایا۔ (4) جس امر کی شریعت میں ممانعت نہ ہو وہ مباح وجائز ہے۔ حدیث پاک میں ہے: حلال وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا، حرام وہ ہے جسے اس نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس سے سکوت کیا وہ معاف ہے۔ (ترمذی، حدیث: 1732)

آیت 102 یہاں سابقہ امتوں کے واقعات کی طرف اشارہ کر کے سمجھایا کہ پہلی قوموں نے بھی اپنے انبیا علیہم السلام سے بے ضرورت سوالات کئے اور جب انبیا علیہم السلام نے احکام بیان فرمائے تو وہ انہیں بجانہ لاسکے؛ تو تم سوالات کرنے ہی سے بچو کیونکہ اگر تمہیں تمہارے ہر سوال کا جواب دے دیا گیا تو ہو سکتا ہے کہ کسی سوال کا جواب تمہیں برا لگے۔ درس: بے ضرورت سوالات کرنے سے بچنا چاہئے۔

آیت 103 زمانۂ جاہلیت کا دستور تھا کہ جو اونٹنی 5 مرتبہ بچے جنتی اور آخری مرتبہ نر ہوتا تو اس کا کان چیر دیتے، پھر نہ اس پر سواری کرتے، نہ ذبح کرتے اور نہ چارے پانی سے ہنکاتے، اسے بَحِیرہ کہتے تھے۔ جب سفر در پیش ہوتا یا کوئی بیمار ہوتا تو نذر مانتے کہ اگر سفر سے بخیریت واپس آؤں یا تندرست ہو جاؤں تو میری اونٹنی سائبہ ہے، اس اونٹنی سے بھی نفع اٹھانا حرام جانتے۔ بکری جب سات مرتبہ بچے جنتی اور ساتواں بچہ نر ہوتا تو اسے مرد کھاتے، اگر مادہ ہوتا تو بکریوں میں چھوڑ دیتے اور اگر نر مادہ دونوں ہوتے تو کہتے کہ یہ اپنے بھائی سے مل گئی، اسے وَصِیلہ کہتے۔ جب نر اونٹ سے 10 مرتبہ اونٹنی کو گابھن کروالیا جاتا تو اسے چھوڑ دیتے، نہ اس پر سواری کرتے نہ کوئی کام لیتے اور نہ چارے پانی سے روکتے، اسے اَلحَامی کہتے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ بَحِیرہ وہ ہے جس کا دودھ بتوں کے لئے روکتے تھے کوئی اس کا دودھ نہ نکالتا اور سائبہ وہ جسے اپنے بتوں کے لئے چھوڑ دیتے تھے کوئی اس سے کام نہ لیتا۔ (بخاری، حدیث: 3521- مسلم، حدیث: 7193) یہ رسمیں زمانۂ جاہلیت سے ابتدائے عہدِ اسلام تک چلی آرہی تھیں اور کفار کا کہنا یہ تھا کہ ہمیں ایسا کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اس آیت میں ان رسموں کو باطل کیا گیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کر کے اس پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ ان میں سے اکثر بیوقوف ہیں جو اپنے سرداروں کے کہنے سے حرام سمجھتے اور اتنا شعور نہیں رکھتے کہ جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام نہ کیا اسے کوئی حرام نہیں کر سکتا۔ اہم باتیں:

اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ

میں اکثر بے عقل ہیں○ اور جب ان سے کہا جائے کہ جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ

قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْــٴًـا

تو کہتے ہیں کہ ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانتے ہوں

وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا

اور نہ وہ ہدایت پر ہوں○ اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو گمراہ ہونے والا

اهْتَدَیْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے پھر وہ تمہیں بتادے گا جو تم کرتے تھے○ اے ایمان والو!

(1) جانور کی زندگی میں اس پر کسی کا نام پکارنا اسے حرام نہیں کر دیتا۔ ہاں! وقتِ ذبح غیر خدا کا نام پکارنا حرام کر دے گا۔ (2) حلال جانور کو خواہ مخواہ حرام کہنا مشرکین کا طریقہ اور سراسر جہالت ہے۔

آیت 104 ارشاد فرمایا: جب نصیحت کرتے ہوئے مشرکوں سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو حلال و حرام کے احکام بیان فرمائے ان پر عمل کرو اور رسول اللہ کی بارگاہ میں حاضری دو تاکہ تمہیں حقیقت حال پتا چلے اور تم حلال و حرام میں تمیز کر سکو تو اپنے عناد و سرکشی پر قائم رہتے ہوئے کہتے ہیں: ہمیں وہی دین کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ اس پر فرمایا کہ کیا وہی دین انہیں کافی ہے اگرچہ ان کے باپ دادا دین کی کوئی بات نہ جانتے ہوں اور نہ وہ راہِ ہدایت پر ہوں۔ درس: شریعت کے مقابلے میں باپ دادا کی ناجائز و حرام رسم اختیار کرنا کفار کا طریقہ ہے۔ ہمارے ہاں بھی خوشی غمی پر ناجائز و حرام رسمیں یہ کہہ کر کی جاتی ہیں کہ یہ ہمارے خاندان کی روایت ہے۔ ایسے بہانے حرام کو حلال نہیں کر دیتے۔

آیت 105 مسلمان کو کفار کی اسلام سے محرومی پر رنج اور افسوس ہوتا تھا کہ یہ عناد میں مبتلا ہو کر دولتِ اسلام سے محروم رہے ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی دی اور ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! تم اپنے آپ کی اصلاح کرنے کی فکر کرو اور اپنی جانوں کو ان کاموں سے بچاؤ جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذابِ آخرت کا سبب بنتے ہیں۔ جب تم خود ہدایت پر ہو اور دوسروں کو نیکی کا حکم دے کر اور برائی سے منع کر کے اپنا فریضہ ادا کر چکے تو تم بریُ الذمہ ہو؛ گمراہ ہونے والوں کی گمراہی اور جاہلوں کی جہالت تمہارا کچھ نہ بگاڑے گی اور سن لو! کوئی فرمانبردار ہو یا نافرمان، گمراہ ہو یا ہدایت یافتہ تم سب کو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے پھر وہ تمہیں تمہارے دنیوی اعمال کے بارے میں بتادے گا اور جیسے اعمال ہوں گے ویسی جزا دے گا۔ اہم بات: اس آیت مبارکہ میں جو فرمایا کہ "اپنی جانوں کی فکر کرو" اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ استطاعت کے باوجود دوسروں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

آیت 106 شانِ نزول: حضرت بُدَیل رضی اللہ عنہ دو عیسائیوں تمیم بن اَوس داری اور عدی بن بدا کے ساتھ تجارت کے ارادے سے ملک شام گئے۔ وہاں پہنچتے ہی بیمار ہو گئے پھر اپنے سامان کی فہرست لکھ کر سامان میں ڈال دی مگر ہمراہیوں کو اطلاع نہ دی۔ جب مرض

شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْ

جب تم میں کسی کو موت آنے لگے تو وصیت کرتے وقت تمہاری آپس کی گواہی (دینے والے) تم میں سے دو معتبر

اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ

یا اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو پھر تمہیں موت کا حادثہ آپہنچے تو تمہارے غیروں میں سے دو آدمی (گواہ)

تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ

تم ان دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک لو پھر اگر تمہیں کچھ شک ہو تو وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم قسم کے بدلے کوئی مال نہ لیں گے

ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ

قریبی رشتے دار ہو اور ہم اللہ کی گواہی نہ چھپائیں گے۔ (اگر ہم ایسا کریں تو) اس وقت ہم ضرور گنہگاروں میں ہوں گے۔ پھر اگر اس بات پر اطلاع ملے

اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ

دونوں گواہ (گواہی میں جھوٹ بول کر) کسی گناہ کے مستحق ہوئے ہیں تو ان کی جگہ ان لوگوں میں سے جن کا حق دبایا گیا میت کے زیادہ قریبی دو (اور) گواہ

پہنچ کر ان کے گھر والوں کے حوالے کر دیں۔ اس کے بعد

کی شدت ہوئی تو تمیم اور عدی کو وصیت کی کہ ان کا تمام سرمایہ مدینہ شریف پہنچ کر ان کے گھر والوں کے حوالے کر دیں۔ اس کے بعد

وفات پاگئے۔ ان دونوں نے سامان دیکھا تو اس میں ایک چاندی کا جام پایا جس پر سونے کا کام کیا ہوا تھا۔ اس میں 300 مثقال چاندی

تھی۔ انہوں نے یہ جام غائب کر دیا اور اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد جب مدینہ طیبہ پہنچے تو حضرت بُدیل رضی اللہ عنہ کا سامان ان

کے گھر والوں کے سپرد کر دیا۔ گھر والوں نے سامان کو فہرست کے مطابق چیک کیا لیکن جام نہ ملا۔ اب وہ تمیم اور عدی کے پاس پہنچے

اور ان سے جام کے متعلق پوچھا تو انہوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے دربار میں پیش ہوا لیکن یہ دونوں

انکار پر جمے رہے اور قسم کھالی۔ پھر وہ جام مکہ مکرمہ میں پکڑا گیا، جس شخص کے پاس تھا اُس نے کہا کہ میں نے یہ جام تمیم و عدی سے

خریدا ہے۔ جام کے مالک کے گھر والوں میں سے دو شخصوں نے کھڑے ہو کر قسم کھائی کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ قبول

کی جانے کی مستحق ہے، یہ جام ہمارے فوت ہونے والے شخص کا ہے۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے ایمان والو!

جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آئے اور زندگی کی امید نہ رہے تو اپنوں میں سے دو آدمیوں کو وصیت کا گواہ بنالو، اگر سفر

میں ہو اور اپنے آدمی یعنی مسلمان نہ ملیں تو غیر مسلموں کو گواہ بنالو، پھر اگر میت کے ورثا کو وصیت کی گواہی میں شک گزرے تو وہ نماز

عصر کے بعد گواہوں سے گواہی لیں اور دونوں گواہ یہ اقرار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں کہ ہم گواہی کے بدلے کسی سے کوئی

مال نہ لیں گے اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہم گواہی چھپائیں گے یعنی جھوٹی قسم نہ کھائیں گے اور نہ کسی کی خاطر ایسا

کریں گے، اگر ہم ایسا کریں تو اس وقت ہم ضرور گنہگاروں میں سے ہوں گے۔ اہم بات: آیت میں نماز سے مراد نمازِ عصر ہے۔ سب

لوگ چاہے ان کا تعلق کسی بھی دین و مذہب سے ہو اس وقت کی تعظیم کرتے اور اس میں جھوٹی قسم کھانے سے بچتے تھے۔

آیت 107 ﴿ فرمایا گیا کہ قسم کھانے کے بعد اگر وصیت کے گواہوں کا جھوٹ ثابت ہو جائے جیسے یہاں تمیم و عدی کا ثابت ہوا کہ پیالہ ان کے

لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۖ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۖ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ

پھر ان کی جگہ دو اور کھڑے ہو جائیں پھر وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی (یعنی ہماری قسم) ان کی گواہی سے زیادہ درست ہے اور ہم حد سے نہیں بڑھے (اور اگر ایسا کریں) تو اس وقت ہم ظالموں میں ہوں گے ○ یہ اس کے زیادہ قریب ہے کہ وہ گواہ صحیح طریقے سے گواہی ادا کریں یا وہ اس بات سے ڈریں کہ ان کی قسموں کے بعد قسموں کو (ورثا کی طرف) لوٹا دیا جائے گا اور اللہ سے ڈرو اور حکم سنو اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا ○ جس دن اللہ رسولوں کو جمع فرمائے گا پھر فرمائے گا: تمہیں کیا جواب دیا گیا؟ وہ عرض کریں گے، ہمیں کچھ علم نہیں۔ بیشک تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے ○ جب اللہ فرمائے گا:

میں پکڑا گیا اور جس شخص کے پاس تھا اس نے بتایا کہ یہ اس نے تمیم وعدی سے خریدا ہے، تو اس صورت میں میت کے وارثوں میں سے دو آدمی قسم کھا کر کہیں کہ یہ دونوں امین جھوٹے ہیں، ہماری گواہی یعنی قسم ان کی گواہی سے زیادہ درست ہے اور ہم حد سے نہیں بڑھے، اگر ہم ایسا کریں گے تو اس وقت ہم ظالموں میں ہوں گے۔ چنانچہ پھر بدیل کے ورثا میں سے دو شخص کھڑے ہوئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ یہ جام ہمارے مورث کا ہے اور ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ ٹھیک ہے۔ اس کے بعد پیالے کا فیصلہ ان کے حق میں کر دیا گیا۔

آیت108 سابقہ آیت میں جو حکم بیان ہوا کہ گواہ جھوٹے ثابت ہونے کی صورت میں میت کے ورثا قسمیں کھائیں، اس کی حکمت بیان جاری ہے کہ گواہ اس طرح کے واقعے میں بغیر خیانت صحیح طور پر گواہی دیں گے یا انہیں اس بات کا خوف ہو گا کہ اگر ہم نے جھوٹی قسمیں کھائیں اور علامات سے ہمارا جھوٹا ہونا ظاہر ہو گیا تو قسمیں میت کے ورثا کی طرف منتقل کر دی جائیں گی اور انہوں نے ہمارے خلاف قسمیں کھا لیں تو ہماری قسمیں مسترد ہو جائیں گی یوں ذلت و رسوائی کا سامنا ہو گا۔ اس خوف سے وہ جھوٹی قسمیں نہیں کھائیں گے۔ مزید فرمایا: جھوٹی قسمیں کھانے یا امانت میں خیانت کرنے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، حکم سنو اور قبول کرو اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ درس: فی زمانہ لوگوں کی حالت اتنی ابتر ہے کہ ان کے نزدیک جھوٹی قسم کھانا، جھوٹی گواہی دینا، جھوٹے مقدمات میں پھنسوا کر مسلمان بھائی پر ظلم کرنا عام بات ہے حالانکہ یہ حرام ہے۔ حدیث پاک میں ہے: جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جہنم واجب کر دے گا۔ (ابن ماجہ، حدیث: 2373)

آیت109 یہاں روزِ قیامت کا ایک معاملہ بیان ہو رہا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمام رسولوں علیہم السلام کو جمع کرے گا، پھر فرمائے گا: جب تم نے اپنی امتوں کو ایمان کی دعوت دی تھی تو انہوں نے تمہیں کیا جواب دیا تھا؟ رسول علیہم السلام کمالِ ادب کا مظاہرہ کرتے ہوئے علمِ الٰہی کے حضور اپنے علم کو بالکل نظر میں نہ لائیں گے اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے علم و عدل کے سپرد کر کے عرض کریں گے: جتنا تو جانتا ہے اس کے مقابلے میں ہمیں کچھ علم نہیں۔ بیشک تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔

آیت110 یہاں بھی روزِ قیامت کا ایک معاملہ بیان ہوا، چنانچہ فرمایا گیا: یاد کریں جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا اور جب

يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ

اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میرا وہ احسان یاد کر، جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ

تو گہوارے میں اور بڑی عمر میں لوگوں سے باتیں کرتا تھا اور جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل سکھائی

وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ

اور جب تو میرے حکم سے مٹی سے پرندے جیسی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا تھا تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتی

وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ

اور تو میرے حکم سے پیدائشی نابینا اور سفید داغ کے مریض کو شفا دیتا تھا اور جب تو میرے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے نکالتا اور جب میں نے

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا

بنی اسرائیل کو تم سے روک دیا۔ جب تو ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آیا تو ان میں سے کافروں نے کہا:

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا

کھلا جادو ہے O اور جب میں نے حواریوں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا: ہم ایمان لائے

اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا: اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میرا وہ احسان یاد کر جب میں نے پاک روح یعنی حضرت جبریل علیہ السلام سے تیری مدد کی اور تو گہوارے میں اور بڑی عمر میں لوگوں سے باتیں کرتا تھا اور جب میں نے تجھے کتاب، حکمت، تورات اور انجیل سکھائی اور جب تو میرے حکم سے مٹی سے پرندے جیسی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا تھا تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتی اور تو میرے حکم سے پیدائشی نابینا اور سفید داغ کے مریض کو شفا دیتا تھا اور جب تو میرے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے قبروں سے نکالتا اور جب میں نے بنی اسرائیل کے یہودیوں کو تمہیں تکلیف پہنچانے اور قتل کرنے سے روک دیا۔ جب تو ان کے پاس روشن معجزات لے کر آیا تو ان میں سے کافروں نے کہا: جو تم لے کر آئے ہو، یہ تو کھلا جادو ہے۔

آیت 111 مزید فرمایا: وہ وقت یاد کرو کہ جب میں نے حواریوں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ مجھ پر اور میرے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا: ہم ان دونوں پر ایمان لائے اور اے عیسیٰ! آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ اہم باتیں: (1) حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخصوص اور مخلص حضرات کو کہتے ہیں۔ (2) یہاں لفظ "وحی" کی نسبت غیر نبی کی طرف ہے اور جب اس کی نسبت غیر نبی کی طرف ہو تو مراد دل میں بات ڈالنا ہوتا ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد کسی پر شرعی وحی نہیں آسکتی۔

وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ

(اے عیسیٰ!) آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں○ یاد کرو جب حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کا رب ایسا کرے گا

رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

کہ ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان اُتار دے؟ فرمایا: اللہ سے ڈرو، اگر ایمان رکھتے ہو○

قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ

(حواریوں نے) کہا: ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم آنکھوں سے دیکھ لیں کہ آپ نے ہم سے سچ فرمایا ہے اور ہم

عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ

اس پر گواہ ہو جائیں○ عیسیٰ بن مریم نے عرض کی: اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان

آیت 112 ارشاد فرمایا: وہ وقت یاد کریں جب حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کی: اے عیسیٰ! کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے نعمتوں سے بھرپور دستر خوان اتار دے گا؟ ان کی مراد یہ تھی کہ کیا اللہ تعالیٰ اس بارے میں آپ کی دعا قبول فرمائے گا؟ یہ مراد نہیں تھی کہ کیا آپ کا رب ایسا کر سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان رکھتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو تاکہ یہ مراد حاصل ہو جائے۔ ایک معنی یہ ہے کہ تمام امتوں سے نرالا سوال کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو یا یہ معنی ہے کہ جب قدرتِ الٰہی پر ایمان رکھتے ہو تو ایسے سوال نہ کرو جن سے تردُّد کا شبہ گزر سکتا ہو۔

آیت 113، 114 ان دو آیات میں ذکر ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب حواریوں کو خدا خوفی کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کی: ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ حصولِ برکت کے لئے آسمانی دستر خوان سے کچھ کھائیں، ہمارا یقین قوی ہو جائے اور قدرتِ الٰہی کو دلیل سے جاننے کے بعد مشاہدے سے اپنے یقین کو مزید پختہ کر لیں۔ حواریوں کی اس درخواست پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں 30 روزے رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا: جب تم ان روزوں سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرو گے، قبول ہو گی۔ انہوں نے روزے رکھ کر دستر خوان اترنے کی دعا کی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے غسل کیا، موٹا لباس پہنا، دو رکعت نماز ادا کی اور سر مبارک کو جھکا کر روتے ہوئے عرض کی: اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان اتار دے جو ہمارے موجودہ اور بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے عید ہو جائے یعنی ہم اس کے اترنے کے دن کو عید بنائیں نیز وہ تیری طرف سے تیری قدرت اور تیرے رسول (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے سچے ہونے کی ایک دلیل ہو جائے اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ اہم بات: جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو اس دن کو عید بنانا، خوشیاں منانا، عبادتیں کرنا اور شکرِ الٰہی بجالانا صالحین کا طریقہ ہے اور بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری عظیم ترین نعمتِ الٰہی ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کے دن عید منانا، میلاد شریف پڑھ کر شکرِ الٰہی بجالانا اور فرحت و سرور کا اظہار بہت اچھا، قابلِ تعریف اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔

السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ

اُتار دے جو ہمارے لئے اور ہمارے بعد میں آنے والوں کے لئے عید اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو جائے اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر

الرّٰزِقِيْنَ ﴿١١٤﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ

رزق دینے والا ہے۔ اللہ نے فرمایا: بیشک میں وہ تم پر اتارتا ہوں پھر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے گا تو بیشک میں اسے وہ عذاب دوں گا

عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١١٥﴾ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ

کہ سارے جہان میں کسی کو نہ دوں گا۔ اور جب اللہ فرمائے گا: اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تم نے لوگوں سے

قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ

کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو؟ تو وہ عرض کریں گے: (اے اللہ!) تو پاک ہے۔ میرے لئے ہرگز جائز نہیں

اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۤ بِحَقٍّ ۭ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ

کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو تجھے ضرور معلوم ہوتی۔ تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں

اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿١١٦﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ

جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ بیشک تو ہی سب غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔ میں نے تو ان سے وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ

آیت 115 اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کرتے ہوئے فرمایا: بیشک میں وہ دستر خوان تم پر اتارتا ہوں لیکن اس کے نازل ہونے کے بعد تم میں سے جو کفر کرے گا تو بیشک میں اسے وہ عذاب دوں گا کہ سارے جہان میں کسی کو نہ دوں گا۔ چنانچہ آسمان سے دستر خوان نازل ہوا پھر ان میں سے جنہوں نے کفر کیا تو ان کی صورتیں مسخ کر کے انہیں خنزیر بنا دیا گیا اور تین روز میں ہلاک ہو گئے۔

آیت 116 اس آیت میں بھی قیامت کے ایک واقعہ کا بیان ہے کہ بروزِ قیامت عیسائیوں کی سرزنش کے لئے جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا: اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو؟ یہ خطاب سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کانپتے ہوئے عرض کریں گے: اے اللہ! تو ہر عیب اور شریک سے پاک ہے۔ میرے لئے ہرگز جائز نہیں کہ اپنی اور اپنی ماں کی عبادت کی دعوت دوں اور تیرے ساتھ شرک کرنے کا کہوں۔ اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو تجھے ضرور معلوم ہوتی کیونکہ تو میرے دل میں چھپی بات تک کو جانتا ہے جبکہ تیرے علم و ارادہ میں موجود چیز کو میں نہیں جانتا۔ بیشک تو ہی سب غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔ اہم بات: خود سے علم کی نفی کر کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا اور سارا معاملہ اسی کے سپرد کر دینا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عاجزی اور شانِ ادب ہے۔

آیت 117 بارگاہِ الٰہی میں عاجزی کے اظہار کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے: میں نے تو ان سے وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے؛ نیز میں جب تک ان میں رہا تب تک ان کے احوال سے واقف رہا، انہیں

اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ

عبادت کرو، جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر مطلع رہا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا

كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ

تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور تو ہر شے پر گواہ ہے۔ اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ

عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ

تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی غلبے والا، حکمت والا ہے۔ اللہ نے فرمایا: یہ (قیامت) وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کا سچ

...عمل کرنے اور نافرمانی سے باز رہنے کا کہتا رہا، پھر جب تو نے مجھے آسمان کی طرف اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا اور ان کے اعمال جانتا تھا اور تو جانتا ہے، جو میں نے ان سے کہا اور جو کچھ انہوں نے میرے بعد کہا اور کیا۔ اہم بات: آیت میں لفظ "تَوَفَّیْتَنِیْ" سے ...حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال کرتے ہیں۔ ان کا یہ استدلال غلط ہے کیونکہ لفظ "تَوَفّی" موت کے لئے خاص نہیں بلکہ کسی چیز کو پورے طور پر لینے کو کہتے ہیں خواہ وہ موت کے بغیر ہو، نیز جب یہ سوال وجواب روزِ قیامت کا ہے تو اگر لفظ "تَوَفّی" موت کے معنی میں بھی فرض کرلیا جائے پھر بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے زمین پر تشریف لانے سے پہلے وفات پانا اس سے ثابت نہیں ہو سکتا۔

آیت 118: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوگا کہ قوم میں بعض لوگ کفر پر قائم رہے، اس لئے آپ عرض کریں گے: اے اللہ! ان میں سے جو کافر رہے: انہیں اگر تو عذاب دے تو وہ تیرے بندے اور تو ان کا حقیقی مالک ہے، تیرا انہیں عذاب دینا بالکل حق اور عدل ہے کیونکہ انہوں نے پوری طرح سمجھا دینے کے بعد کفر کیا اور ان میں سے جو ایمان لائے: اگر تو انہیں بخش دے تو یہ تیرا فضل و احسان ہے۔ بیشک تو ہی غلبے والا ہے کہ جس کے عذاب کو کوئی روک نہیں سکتا اور تیرا ہر کام حکمت سے بھرپور ہے۔ اہم بات: اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی امت پر شفقت کا ذکر ہے، اسی مناسبت سے یہاں سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اپنی امت پر شفقت کا حال ملاحظہ ہو، چنانچہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ آیت پڑھی "اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ"، پھر دستِ دعا بلند کیے اور روتے ہوئے عرض کی: اے اللہ! میری امت، میری امت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو (حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے) کہ ان پر اس قدر گریہ طاری ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور معلوم کر کے بارگاہِ الٰہی میں جواب عرض کر دیا (حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو: آپ کی امت کی بخشش کے معاملے میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔ (مسلم، حدیث: 499)

آیت 119: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عرض کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: یہ قیامت کا دن: وہ دن ہے جس میں (دنیا کے اندر) سچ بولنے والوں کو ان کا سچ نفع دے گا (کیونکہ عمل کا مقام دنیا ہے اور آخرت جزا ملنے کا دن ہے۔) مزید فرمایا: ان کے لئے وہ باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اطاعت و فرمانبرداری سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ثواب سے راضی ہوئے اور رب کی رضا پالینا ہی بڑی کامیابی ہے۔

الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ

نفع دے گا ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ

اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾

رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾

آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

آیاتہا ۱۶۵ — سُوْرَۃُ الْاَنْعَامِ مَکِّیَّۃٌ ۵۵ — رکوعاتہا ۲۰

سورۂ انعام مکیہ ہے، اس میں ایک سو پینسٹھ آیتیں اور بیس رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 120 ارشاد فرمایا کہ آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا بادشاہ صرف اللہ تعالیٰ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ بھی اسی بادشاہت میں خدا کے محتاج اور بندے ہیں تو جو کسی کے تابع ہو اور بندہ ہو وہ خدا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اس لیے وہ سچوں کو ثواب اور جھوٹوں کو عذاب دینے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

سورۂ انعام کا تعارف یہ ایک مکی سورت ہے لیکن پوری کی پوری ایک ہی رات میں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور ایک روایت کے مطابق اس کی 6 آیات مدینہ منورہ میں اور باقی سورت ایک ہی مرتبہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 165 آیتیں اور 20 رکوع ہیں۔ اس سورت میں ان مشرکین کا رد ہے جو اپنے مویشیوں میں بتوں کو حصہ دار ٹھہراتے اور خود سے کچھ جانوروں کو حلال اور کچھ کو حرام کہتے اور چونکہ عربی میں مویشیوں کو انعام کہتے ہیں اس مناسبت سے اس سورت کا نام "سُوْرَۃُ الْاَنْعَامِ" رکھا گیا ہے۔ سورۂ انعام سے متعلق حدیث: حدیث پاک میں ہے: سورۂ انعام نازل ہوئی اور اس کے ساتھ بلند آواز سے تسبیح کرتی ہوئی فرشتوں کی ایک جماعت تھی جس سے زمین و آسمان کے کنارے بھر گئے اور زمین ان فرشتوں کی وجہ سے ہلنے لگی۔ (شعب الایمان، حدیث: 2433) خلاصۂ مضامین: اس سورت میں بنیادی عقائد جیسے اللہ تعالیٰ کے وجود، وحدانیت، صفات، قدرت، وحی، رسالت، مرنے کے بعد زندہ کیے جانے، قیامت، اعمال کا حساب ہونے اور جزا ملنے کو دلائل سے ثابت کیا گیا، نیز سابقہ امتوں کی اجڑی بستیاں اور ان پر نازل کیے گئے عذاب کے آثار دیکھ کر عبرت حاصل کرنے، ذبح کے احکام، والدین کے ساتھ بھلائی کرنے، ظاہری و باطنی بے حیائیوں اور قتلِ ناحق سے بچنے کا حکم، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ نیز قرآن اور دینِ اسلام کی فضیلت کا بیان ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ۬ؕ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے اور اندھیروں اور نور کو پیدا کیا پھر (بھی) کافر لوگ

بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًاؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى

اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک مدت کا فیصلہ فرمایا اور ایک مقررہ مدت

عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ﴿۲﴾ وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ

اس کے پاس ہے پھر تم لوگ شک کرتے ہو۔ اور وہی اللہ آسمانوں میں اور زمین میں (لائق عبادت) ہے۔ وہ تمہاری ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو

وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ﴿۳﴾ وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا

جانتا ہے اور وہ تمہارے سب کام جانتا ہے۔ اور ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی بھی نشانی نہیں آتی مگر یہ اس

آیت 1: فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین، اندھیروں اور نور کو پیدا کیا جو قدرتِ الٰہی کی عظیم نشانیاں ہیں لیکن یہ سب جاننے اور دیکھنے کے باوجود کفار کا حال یہ ہے کہ وہ صرف خدائے واحد کی عبادت کرنے کی بجائے پتھروں وغیرہا کو پوجتے اور انہیں رب تعالیٰ کے برابر ٹھہراتے ہیں حالانکہ یہ خود اقرار کرتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اہم باتیں: (1) ہر اندھیرا خواہ وہ رات کا ہو، کفر کا ہو یونہی ہر روشنی خواہ وہ دن کی ہو، ایمان وہدایت کی ہو، سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور اگرچہ اچھی بری ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کہے اور جو برائی سرزد ہو اسے اپنے نفس کی کرتوت تصور کرے۔ (2) ظُلُمات یعنی اندھیرے جمع اور نور واحد ذکر فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ باطل کی راہیں بہت زیادہ اور راہِ حق صرف ایک دینِ اسلام ہے۔

آیت 2: مشرک کہتے تھے کہ جب ہم گل کر مٹی ہو جائیں گے پھر کیسے زندہ کئے جائیں گے! انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہی تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السّلام کو مٹی سے پیدا فرمایا جن کی نسل سے تم پیدا ہوئے؛ پھر اسی نے پیدائش سے موت تک کی تمہاری مدت مقرر فرمائی جس کے پورا ہونے پر تم مر جاؤ گے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کی ایک مقررہ مدت بھی اسی کے پاس ہے، زندگی موت کے اس چلتے ہوئے سلسلے کو دیکھنے کے باوجود اے کافرو! پھر بھی تم قیامت میں دوبارہ زندہ کئے جانے میں شک کرتے ہو حالانکہ جو پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ زندہ کرنے پر بدرجہ اولیٰ قادر ہے۔

آیت 3: اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے بعد یہاں اس کے تنہا حقیقی معبود ہونے اور خدا کے کامل علم کا ذکر ہے، چنانچہ فرمایا کہ وہی اللہ آسمانوں اور زمین میں عبادت کا حق دار ہے۔ آیت کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں میں رہتا ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان میں رہنے، اس میں محدود ہونے سے پاک ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ زمین و آسمان، ہر جگہ اس کی عبادت ہو رہی ہے، ہر جگہ وہی معبودِ حقیقی ہے اور ہر جگہ اسی کی سلطنت و حکومت ہے اور اس کے علم کی شان یہ ہے کہ وہ تمہاری ہر پوشیدہ اور ظاہر بات اور تمہارے کیے ہوئے اچھے برے سب کام جانتا ہے۔

آیت 4: مشرکینِ مکہ خدا کے ساتھ بھی کفر کرتے تھے اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور نشانیوں کے ساتھ بھی۔ یہاں دوسری قسم

عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا

سے منہ پھیر لیتے ہیں ○ تو بیشک انہوں نے حق کو جھٹلایا جب ان کے پاس آیا تو عنقریب ان کے پاس اس کی خبریں آئیں گی جس کا

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ

مذاق اڑاتے تھے ○ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا، انہیں ہم نے زمین میں وہ قوت و طاقت عطا کی

مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ

جو تمہیں نہیں دی اور ہم نے ان پر موسلا دھار بارش بھیجی اور ان کے نیچے نہریں بہائیں

کے متعلق فرمایا: کفارِ مکہ کا حال یہ ہے کہ جب بھی ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے قرآنِ مجید کی کوئی آیت آتی ہے یا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو یہ اسے جھٹلاتے اور اس کا مذاق اڑاتے ہوئے اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

آیت 5 ﴾ ارشاد فرمایا: تو بیشک انہوں نے حق کو جھٹلایا۔ یہاں حق سے مراد قرآنِ مجید کی آیات ہیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت یا آپ کے معجزات ہیں کہ جب بھی قرآن کی آیتیں کفارِ مکہ کے سامنے آتیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں معجزات دکھاتے یا سمجھاتے تو وہ آپ کو جھٹلا دیتے۔ اس پر فرمایا کہ عنقریب ان کافروں کے پاس قیامت یا دنیا کے عذاب کی خبریں حقیقت بن کر سامنے آجائیں گی جن کا یہ مذاق اڑاتے تھے اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیسی سچی اور بڑی خبر ہے اور اس کی ہنسی بنانے، مذاق اڑانے کا انجام کیسا خوفناک ہے۔

آیت 6 ﴾ یہاں سے کفارِ مکہ کو سابقہ قوموں کا عبرتناک انجام بتا کر نصیحت کی جا رہی ہے، چنانچہ فرمایا: کیا شام اور دیگر ممالک کی طرف سفر کے دوران کفارِ مکہ نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا۔ اے اہلِ مکہ! ہم نے انہیں زمین میں وہ قوت و طاقت عطا فرمائی تھی جو تمہیں نہیں دی اور جب ضرورت کے وقت ہم نے ان پر موسلا دھار بارش بھیجی جس سے ان کی کھیتیاں سرسبز و شاداب ہوئیں، نیز ان کے درختوں، رہائش گاہوں اور محلات کے قریب نہریں جاری کر دیں جس سے باغوں نے پرورش پائی، پھلوں کی کثرت ہوئی اور دنیاوی زندگی کے لئے عیش و راحت کے اسباب مسلسل دستیاب ہوتے رہے لیکن جب انہوں نے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا اور ان کی نبوت کا انکار کیا تو ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا، ان کی یہ شان و شوکت اور ساز و سامان انہیں ہلاکت سے نہ بچا سکے اور ان کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کر دیں اور انہیں اُن کا جانشین بنا دیا۔ ان کا عبرتناک انجام دیکھ کر تم بھی کچھ نصیحت حاصل کرو اور سابقہ کفار کی روش اختیار نہ کرو ورنہ تم پر بھی ان جیسا ہی عذاب آسکتا ہے۔ درس: اس آیت میں نصیحت ہے کہ سابقہ قوموں سے عبرت حاصل کر کے خوابِ غفلت سے بیدار ہوں اور ایمان، اطاعت، عبادت اور نیک کاموں میں مصروف ہو جائیں۔ نیز معلوم ہوا کہ مال و دولت اور سہولیات کی کثرت رضائے الٰہی کی علامت نہیں، اس سے ان لوگوں کو درس حاصل کرنا چاہئے جو مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کی دنیوی ترقی، سائنسی مہارت، سہولیات کی کثرت، مال و دولت کی فراوانی دیکھ کر انہیں بارگاہِ الٰہی میں مقبول اور مسلمانوں کو مردود سمجھتے اور اخلاق و کردار میں مسلمانوں کو ان کی تقلید کا مشورہ دیتے ہیں۔ کفار کی یہ دنیوی کامیابی مقبولیت کی نہیں بلکہ مہلت کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ کافروں کی جلد پکڑ نہیں فرماتا بلکہ انہیں مہلت اور آسائشیں دیتا، پھر انہیں اپنے عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔

مِّنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ۝۶ وَ لَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ كِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْهِمْ لَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۷ وَ قَالُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلَكٌؕ-وَ لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا یُنْظَرُوْنَ ۝۸ وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ ۝۹

پھر ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد دوسری قومیں پیدا کر دیں○ اور اگر ہم کاغذ میں کچھ لکھا ہوا تم پر اتار دیتے پھر یہ اسے چھو لیتے تب بھی کافر کہہ دیتے کہ یہ تو کھلا جادو ہے○ اور (کافروں نے) کہا: ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ کیوں نہ اتار دیا گیا حالانکہ اگر ہم کوئی فرشتہ اتارتے تو فیصلہ کر دیا جاتا پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی○ اور اگر ہم نبی کو فرشتہ بنا دیتے تو بھی اسے مرد ہی بناتے اور ان پر وہی شبہ ڈال دیتے جس میں اب پڑے ہیں○

آیت 7 شانِ نزول: نضر بن حارث، عبد اللہ بن اُمیّہ اور نوفل بن خویلد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک آپ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب نہ لائیں جس کے ساتھ چار فرشتے ہوں، وہ گواہی دیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور آپ اس کے رسول ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ یہ سب ان کے حیلے بہانے ہیں۔ اگر ہم کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب بھی آپ پر اتار دیتے اور وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ لیتے تب بھی یہی کہتے کہ ان کی نظر بندی کر دی گئی ہے، کتاب اتری نظر تو آئی لیکن حقیقت میں کچھ نہیں تھا؛ جیسے انہوں نے چاند دو ٹکڑے ہونے کے معجزے کو جادو بتایا اور ایمان نہ لائے۔

آیت 8 مشرکین نے مزید کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر آسمان سے کوئی فرشتہ کیوں نہ اتار دیا گیا جسے ہم دیکھتے؟ اس پر فرمایا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ فرشتہ اتار دیتا اور کافر پھر بھی ایمان نہ لاتے تو ان پر عذاب لازم ہو جاتا؛ پھر انہیں مہلت نہ ملتی کیونکہ سنتِ الٰہیہ ہے کہ جب کفار اجتماعی طور پر کوئی نشانی طلب کریں اور نشانی کے ظاہر ہونے کے بعد بھی ایمان نہ لائیں تو انہیں ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اہم باتیں: (1) نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایک کیا بہت سے فرشتے نازل ہوتے تھے اور بسا اوقات انسانی شکل میں حاضر ہوتے جنہیں صحابہ بھی دیکھتے تھے۔ کفار کا مطالبہ خود دیکھنے اور اصلی حالت میں دیکھنے کا تھا۔ (2) اگر سب لوگ کسی عام نشانی کا مطالبہ کریں تو اس کے پورا ہونے کے بعد ایمان نہ لانے کی صورت میں عذاب نازل ہوتا، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معجزات کو مختلف مواقع پر سب نے نہیں بلکہ مختلف لوگوں نے دیکھا، اس لئے ان کے انکار پر عذاب نہ اترا جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا مطالبہ مخصوص لوگوں نے کیا جو پورا ہوا لیکن یہ نشانی سب نے نہیں دیکھی کہ یہ رات کا واقعہ ہے۔ اس لئے مطالبہ کرنے والوں پر عذاب نازل نہ ہوا۔

آیت 9 بہت سے کافر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنی طرح کا بشر کہہ کر ایمان سے محروم رہے اور انہوں نے کہا کہ کوئی فرشتہ ہی رسول بن کر کیوں نہیں آ جاتا۔ اس پر انہیں انسانوں میں سے رسول بھیجنے کی حکمت بتائی گئی کہ خدا کے رسول سے فیض اٹھانے کی یہی صورت ہے کہ وہ انسانی صورت میں آئے کیونکہ فرشتے کو اس کی اصل صورت میں دیکھنے کی تو لوگوں میں طاقت نہیں، دیکھتے ہی ہیبت سے بے ہوش ہو جاتے یا مر جاتے؛ اس لئے اگر بالفرض رسول فرشتہ ہی بنایا جاتا تو بھی اسے مرد ہی بنایا جاتا اور صورتِ انسانی ہی میں بھیجا جاتا تاکہ یہ لوگ اسے دیکھ سکیں، اور اسے سن سکیں اور جب فرشتہ صورتِ بشری میں آتا تو انہیں پھر وہی کہنے کا موقع باقی رہتا کہ یہ تو ہماری طرح بشر ہے۔

وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

اور اے حبیب! بیشک تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی مذاق کیا گیا تو وہ جو ان میں سے (رسولوں کا) مذاق اڑاتے تھے ان

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾

مذاق ہی اتر آیا۔ تم فرمادو: زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ

تم فرماؤ: کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے؟ فرمادو: اللہ ہی کا ہے۔ اس نے اپنے ذمہ کرم پر رحمت لکھ لی ہے۔ بیشک وہ ضرور تمہیں قیامت کے

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾

دن جمع کرے گا جس میں کچھ شک نہیں۔ وہ جنہوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا ہوا ہے تو وہ ایمان نہیں لاتے۔

آیت 10 کفار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑاتے جس پر فرمایا گیا کہ آپ رنجیدہ نہ ہوں، کفار کا پہلے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی یہی دستور تھا، ان کا بھی مذاق اڑایا گیا تو جو مذاق اڑاتے تھے ان کا نہایت بھیانک انجام ہوا اور وہ مبتلائے عذاب ہوئے۔ کفار کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ جنہوں نے توبہ نہ کی وہ مختلف مواقع پر ہلاک ہوگئے۔

آیت 11 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ عذاب کا مذاق اڑانے والوں سے فرمادیں: عبرت حاصل کرنے کے لئے تم لوگ زمین کے ان خطوں کی طرف جاؤ جہاں پچھلی قومیں عذاب کا شکار ہوئیں، پھر وہ جگہیں دیکھو کہ ان لوگوں کا کیسا برا انجام ہوا جنہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا۔ اہم بات: خوفِ خدا حاصل کرنے کے لئے عذاب والی جگہ بہتر موثر ثابت ہوتی ہے کیونکہ مشاہدے کا اثر زیادہ ہوتا ہے نیز جیسے عذاب کی جگہ دیکھنے سے خوف پیدا ہوتا ہے اسی طرح رحمت کی جگہ دیکھنے سے عبادت کی رغبت اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے لہٰذا رحمتِ الٰہی دیکھنے کے لئے بزرگوں کے آستانوں اور مزارات پر جاکر دیکھنا بھی بہتر ہے تاکہ اطاعتِ الٰہی کا شوق پیدا ہو۔

آیت 12 فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان سے پوچھیں کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کا حقیقی مالک کون ہے؟ اولاً تو وہ خود ہی یہ کہیں گے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے کیونکہ ان کا بھی یہی عقیدہ تھا اور اگر وہ یہ جواب نہ دیں تو آپ خود انہیں جواب دیں کہ سب کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ اس کے علاوہ دوسرا کوئی جواب ہو ہی نہیں سکتا اور نہ ہی وہ اس جواب کی مخالفت کرسکتے ہیں کیونکہ جن بتوں کی وہ پوجا کرتے ہیں وہ تو بے جان اور بے اختیار ہیں، جبکہ آسمان و زمین کا مالک وہی ہو سکتا ہے جو حی و قیوم، ازلی و ابدی، قادرِ مطلق، ہر شے پر متصرف اور حکمران ہو اور تمام چیزیں اس کے پیدا کرنے سے وجود میں آئی ہوں اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ مزید فرمایا: اس نے اپنے فضل و احسان سے بندوں پر رحمت کا وعدہ فرمالیا ہے اسی لیے وہ گناہگاروں کی سچی توبہ قبول فرماتا ہے اور توبہ کے لئے مہلت دیتا ہے۔ بیشک وہ ضرور تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دینے کے لئے بروزِ قیامت جمع فرمائے گا جس میں کسی طرح کا کوئی شک نہیں اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کو اختیار کیا اور اسی پر اصرار کرکے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا ہوا ہے تو وہ ایمان نہیں لاتے۔

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا

اور اسی کا ہے جو رات اور دن میں بستا ہے اور وہی سننے والا جاننے والا ہے ۔ تم فرماؤ: کیا کسی اور کو اس اللہ کے سوا والی بناؤں

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ

جو آسمانوں اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے؟ اور وہ کھلاتا ہے اور وہ خود کھانے سے پاک ہے۔ تم فرماؤ: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے

مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ

فرمانبرداری کے لئے گردن جھکاؤں اور تو ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہ ہونا ۔ تم فرماؤ: اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے

يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾

عذاب کا ڈر ہے ۔ اس دن جس سے عذاب پھیر دیا گیا تو ضرور اس پر اللہ نے رحم فرمایا اور یہی کھلی کامیابی ہے ۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ

اور اگر اللہ تجھے کوئی برائی پہنچائے تو اس کے سوا اس برائی کو کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر اللہ تجھے بھلائی پہنچائے تو وہ ہر

آیت 13 یہاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی ایک اور دلیل بیان کی گئی ہے کہ رات اور دن میں بسنے والی یا سکون حاصل کرنے والی کائنات کی ہر چیز یعنی تمام موجودات اسی کی ملک ہیں۔ وہ سب کا خالق، مالک اور رب ہے۔ وہی ان کی ہر بات اور آواز سننے والا اور ان کا پوشیدہ کام اور تمام احوال جاننے والا ہے، اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

آیت 14 **شانِ نزول:** کفارِ عرب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا کہ آپ اپنے ملک والوں یعنی اہلِ عرب کے دین کی طرف آجائیں اور توحید کا ذکر چھوڑ دیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان کفار کو جواب دیں: کیا میں اس اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا والی بنالوں جو آسمانوں اور زمین کو سابقہ کسی مثال کے بغیر ابتداءً پیدا فرمانے والا ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ سب کو کھلاتا ہے جبکہ خود کھانے سے پاک ہے، ساری مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ سب سے بے نیاز ہے؛ لہٰذا ایسے خالق ومالک، رحیم و کریم رب کو میں تو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ اس نے تو مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں سب سے پہلے فرمانبرداری کے لئے گردن جھکاؤں کیونکہ نبی اپنی امت سے دین میں آگے ہوتے ہیں اور اس نے یہ حکم دیا ہے کہ میں شرک سے پاک رہوں۔

آیت 15 مزید فرمایا: اے حبیب! آپ ان کفار سے کہہ دیں کہ اگر میں اپنے رب کے حکم پر عمل نہ کرکے اور اس کے منع کردہ کام کو انجام دے کر اس کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن یعنی قیامت کے عذاب کا ڈر ہے۔

آیت 16 فرمایا کہ اس دن جسے عذاب سے نجات دے دی گئی تو ضرور اس پر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور یہ عذاب سے نجات ہی کھلی کامیابی ہے۔ **اہم بات:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ بروزِ قیامت عذاب سے نجات اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے ہی ملے گی، صرف اپنے اعمال اس کے لئے کافی نہیں کیونکہ اعمال سبب ہیں۔

آیت 17 فرمایا کہ اے انسان! اگر اللہ تعالیٰ تجھے کسی طرح کی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ

شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ اَیُّ شَیْءٍ

شے پر قادر ہے ○ اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہی حکمت والا خبردار ہے ○ تم فرماؤ: سب سے بڑی

اَکْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ ۙ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ

کس کی ہے؟ فرمادو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی

لِاُنْذِرَکُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّکُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ؕ قُلْ

تاکہ میں اس کے ذریعے تمہیں اور جن کو یہ پہنچے انہیں ڈر سناؤں۔ کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بھی ہیں؟

لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِیْنَ

کہ میں یہ گواہی نہیں دیتا۔ تم فرماؤ کہ وہ تو ایک ہی معبود ہے اور میں ان سے بیزار ہوں جنہیں تم (اللہ کا) شریک ٹھہراتے ہو ○ وہ لوگ جنہیں

اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ

ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (لیکن) جو اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالنے والے ہیں

تجھے کوئی بھلائی مثلاً صحت اور دولت وغیرہ پہنچائے تو یہ بھی اسی خدا کی قدرت سے ہے کیونکہ وہ ہر شے پر خوب قادر ہے، کوئی اس کی مشیت کے خلاف کچھ نہیں کرسکتا اور جب اس کی یہ شان ہے تو اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق بھی ہرگز نہیں ہے کیونکہ حقیقی معبود وہی ہے جو پوری قدرت رکھتا ہو اور ایسا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی ہے ہی نہیں۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف اس کا عذاب کوئی ٹال نہیں سکتا، باقی نیک اعمال، ماں، باپ، بزرگوں کی دعا سے مصیبت ٹلنا تو خود رب کریم ہی کے فضل و کرم کی صورت ہے۔

آیت 18 فرمایا کہ وہی اپنے بندوں پر غالب ہے، اسے کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی اور وہی اپنے ہر کام میں حکمت والا اور بندوں کے ظاہری و باطنی تمام اعمال و احوال سے خبردار ہے، تو جس کی ایسی عظیم الشان صفات ہوں؛ لازم ہے کہ اس کا کوئی شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

آیت 19 شانِ نزول: اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: ہمیں کوئی ایسا دکھائیے جو آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہو، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں: سب سے بڑی گواہی اللہ تعالیٰ کی ہے اور وہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے کیونکہ اس نے میری طرف دلیل کے طور پر اس قرآن کی وحی فرمائی جو ایسا عظیم معجزہ ہے کہ تم فصیح و بلیغ اور صاحب زبان ہونے کے باوجود اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہو اور مجھ پر قرآن اتارنے کا مقصد یہ ہے کہ میں اس کے ذریعے تمہیں اور قیامت تک انسانوں، جنوں کو حکمِ الٰہی کی مخالفت سے ڈراؤں۔ اے مشرکو! کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بھی ہیں؟ اے حبیب! تم یہ جواب دو کہ میں یہ گواہی نہیں دیتا بلکہ وہ تو ایک ہی معبود ہے اور میں ان جھوٹے خداؤں سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو۔ **اہم بات:** جو شخص اسلام قبول کرے تو وہ توحید و رسالت کی شہادت کے ساتھ اسلام کے برخلاف عقیدہ و دین سے بیزاری کا اظہار کرے، یونہی مومن کو چاہیے کہ اپنی صورت، سیرت اور رفتار و گفتار سے اپنے ایمان کا اعلان کرے۔

آیت 20 فرمایا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے وہ علماء جن کے پاس تورات و انجیل ہے؛ یہ اپنی کتابوں میں مذکور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے۔ بیشک ظالم [فلاح] نہیں پائیں گے○ اور جس دن ہم سب کو اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے کہیں گے، تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جنہیں تم (خدا کا شریک) [سمجھتے] تھے؟○ پھر ان کی اس کے سوا کوئی معذرت نہ ہوگی کہ کہیں گے، ہمیں اپنے رب اللہ کی قسم کہ ہم ہرگز مشرک نہ تھے○ [دیکھو] انہوں نے اپنے اوپر کیسا جھوٹ باندھا؟ اور ان سے غائب ہو گئیں وہ باتیں جن کا یہ بہتان باندھتے تھے○ اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو

[حبیب] کے اوصاف سے آپ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، یعنی بغیر کسی شک شبہ کے، لیکن جن لوگوں نے حسد کی وجہ سے نبوت مصطفیٰ کا انکار کر کے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا ہوا ہے تو وہ آپ پر ایمان نہیں لاتے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا: میں نے جیسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا تو پہچان گیا بلکہ اپنے بیٹے کے مقابلے میں بدرجہ زیادہ جلدی پہچانا۔ (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جاننا پہچاننا ایمان نہیں بلکہ ماننا ایمان ہے۔

آیت 21 فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے یا غلط بات خدا کی طرف منسوب کر کے اس پر جھوٹ باندھے یا قرآن کی آیتوں کو جھٹلائے؛ یقیناً اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہے، بیشک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) کسی چیز کو اس کی اصل جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا ظلم ہے تو جو بات اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہ ہو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا یقیناً سب سے بڑا ظلم ہوگا۔ (2) اس وعید میں مشرکین کے علاوہ فلموں ڈراموں وغیرہ سے کفریات بولنے، سکھانے والے، نیز بدکار دانشور اور مفکرین بھی شامل ہیں جو دیدہ دانستہ قرآن کی غلط تفسیریں یا نااہل ہوتے ہوئے قرآن کی تفسیر کرتے ہیں۔

آیت 22-24 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جس دن ہم سب مخلوق کو اٹھائیں گے، پھر مشرکوں سے کہیں گے: تمہارے وہ باطل معبود کہاں ہیں جنہیں تم خدا سمجھتے تھے؟ اس سوال پر مشرکوں کے پاس اپنے کفر و شرک سے معذرت کی کوئی صورت نہ ہوگی سوائے اس کے کہ جھوٹ بولتے ہوئے کہہ دیں کہ ہمیں اپنے رب اللہ کی قسم! ہم ہرگز مشرک نہ تھے۔ قیامت کی اس خبر کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم! دیکھو کہ ان مشرکوں نے خود پر کیسا جھوٹ باندھا کہ عمر بھر کے شرک ہی سے مکر گئے اور دیکھو کیسے ان سے وہ باتیں غائب ہو گئیں جن کا یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے تھے۔ **اہم بات:** مشرکین شروع میں تو اپنے جرموں کا انکار کریں گے لیکن دوسرے وقت اقرار کریں گے اور پھر ایک دوسرے پر الزام لگائیں گے کہ ہمیں ہمارے بڑوں نے گمراہ کیا تھا۔

آیت 25 شانِ نزول: ایک مرتبہ ابو سفیان، ولید، نضر اور ابو جہل وغیرہ جمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تلاوتِ قرآن سننے لگے۔ نضر سے اس کے ساتھیوں نے کہا کہ محمد کیا کہتے ہیں؟ کہنے لگا: میں نہیں جانتا، زبان کو حرکت دیتے ہیں اور پہلوں کے قصے کہہ

اِلَیْکَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَکِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ

تمہاری طرف کان لگا کر سنتا ہے اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیئے ہیں کہ اس کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دیا ہے اور اگر ساری نشانیاں

اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوْکَ یُجَادِلُوْنَکَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ

(بھی) دیکھ لیں تو ان پر ایمان نہ لائیں گے حتی کہ جب تمہارے پاس تم سے جھگڑتے ہوئے آتے ہیں تو کافر کہتے ہیں یہ تو پہلے لوگوں

اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ یَنْهَوْنَ عَنْهُ وَیَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ یُّهْلِکُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ

کی داستانیں ہیں ○ اور وہ (دوسروں کو) اس سے روکتے اور خود اس سے دور بھاگتے ہیں اور وہ اپنے آپ ہی کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں

وَمَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ

اور انہیں شعور نہیں ○ اور اگر آپ دیکھیں جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا پھر یہ کہیں گے اے کاش کہ ہمیں واپس بھیج دیا جائے اور ہم اپنے رب کی

رَبِّنَا وَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا کَانُوْا یُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ

آیتیں نہ جھٹلائیں اور مسلمان ہو جائیں ○ بلکہ پہلے جو یہ چھپا رہے تھے وہ ان پر کھل گیا ہے

رہے ہیں جیسے میں تمہیں سنایا کرتا ہوں۔ ابو سفیان نے کہا: مجھے ان کی باتیں حق معلوم ہوتی ہیں، تو ابو جہل کہنے لگا کہ اس کا اقرار کرنے سے مر جانا بہتر ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ اے حبیب! کچھ کافر وہ ہیں جو تمہاری تلاوت بغور سنتے ہیں لیکن قبول نہیں کرتے کیونکہ ان کی سرکشی اور ضد کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیئے ہیں تاکہ وہ قرآن کو سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دیا ہے تاکہ وہ ایسے نہ سن سکیں جیسے سننے کا حق ہے اور اگر یہ ساری نشانیاں بھی دیکھ لیں تو بھی سرکشی کی وجہ سے ان پر ایمان نہ لائیں گے حتی کہ اب ان کی حالت یہ ہے کہ جب یہ تمہارے پاس آکر جھگڑتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ قرآن تو پہلے لوگوں کی جھوٹی داستانوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ (معاذ اللہ)

آیت 26 شانِ نزول: یہ آیت کفارِ مکہ کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قریب آنے اور قرآن کریم سننے سے روکتے اور خود بھی دور رہتے تھے کہ کہیں کلام مبارک ان کے دل میں اثر نہ کر جائے! اس پر فرمایا کہ یہ لوگ دوسروں کو روکتے ہیں اور خود بھی دور رہتے ہیں اور یوں خود ہی کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں کیونکہ اس کا وبال انہیں پر پڑے گا اور حال یہ ہے کہ انہیں اس کا شعور ہی نہیں۔

آیت 27 فرمایا کہ اے حبیب! اگر آپ کافروں کی وہ حالت دیکھیں جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو آپ بڑی خوفناک حالت دیکھیں گے کہ اس وقت یہ کہیں گے کہ کاش! کسی طرح ہمیں واپس دنیا میں بھیج دیا جائے اور ہم اپنے رب کی آیتیں نہ جھٹلائیں اور مسلمان ہو جائیں تاکہ اس ہولناک عذاب سے بچ سکیں۔

آیت 28 کافر جو آگ پر کھڑے ہونے کے بعد دنیا میں لوٹنے اور ایمان لانے کی تمنا کریں گے، اس پر فرمایا کہ ان کی تمنا سچی نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ پہلے جو یہ اپنا مشرک ہونا چھپا رہے تھے وہ ان کے سامنے کھل گیا ہے کیونکہ ان کے اعضا نے ان کے کفر

وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْۤا اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا

اور اگر انہیں لوٹا دیا جائے تو پھر وہی کریں گے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور بیشک یہ ضرور جھوٹے ہیں۔ اور انہوں نے کہا تھا کہ زندگی تو صرف

الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ وُقِفُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَیْسَ هٰذَا

ہماری دنیا کی ہی ہے اور ہمیں اٹھایا نہیں جائے گا۔ اور اگر تم دیکھو جب انہیں ان کے رب کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا تو وہ فرمائے گا: کیا یہ حق نہیں؟

بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ

کہیں گے: کیوں نہیں، ہمیں اپنے رب کی قسم۔ فرمائے گا تو اب اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔ بیشک ان لوگوں نے نقصان اٹھایا

كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطْنَا

جنہوں نے اپنے رب سے ملنے کو جھٹلایا یہاں تک کہ جب ان پر اچانک قیامت آئے گی تو کہیں گے: ہائے افسوس اس پر جو ہم نے اس کے ماننے میں

ترک کی گواہیاں دیں اور جہاں تک دنیا میں دوبارہ لوٹائے جانے کی آرزو ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اگر انہیں دنیا میں لوٹا بھی دیا جائے تو یہ پھر عذاب اور آخرت کو بھلا کر شرک میں پڑ جائیں گے۔ یہ لوگ اپنے وعدۂ ایمان میں یقیناً جھوٹے ہیں۔

آیت 29 جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے لوگوں سے آخرت کی زندگی کا ذکر کیا تو کفار نے کہا کہ زندگی تو بس دنیا ہی کی ہے اور جب ہم مر جائیں گے تو ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ درس: کافر آخرت کے انکار کی وجہ ہی سے غفلت کا شکار تھے جبکہ مسلمانوں کا قطعی عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا اور اعمال کا حساب دینا پڑے گا، لیکن افسوس! پھر بھی غفلت میں پڑے ہیں۔

آیت 30 کفار کا نظریہ بیان کر کے یہاں فرمایا گیا کہ اے حبیب! اگر تم وہ منظر دیکھو جب ان کفار کو ان کے رب کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا تو بہت بڑا منظر دیکھو گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان کافروں سے فرمائے گا: کیا یہ حق نہیں کہ تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا گیا ہے؟ وہ عرض کریں گے: ہمیں اپنے رب کی قسم! کیوں نہیں، بیشک یہ ضرور حق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو اب اپنے اس کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو جو تم دنیا میں کرتے تھے۔

آیت 31 فرمایا کہ جن کافروں نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کے حساب کے لئے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہونے کو جھٹلایا! انہوں نے اپنی جانوں کا ہی نقصان کیا کہ وہ لازوال نعمتوں کے گھر جنت سے محروم ہو کر جہنم کے طبقات میں دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے یہاں تک کہ جب ان منکروں پر اچانک قیامت آئے گی اور یہ اپنی ذلت و رسوائی دیکھیں گے تو کہیں گے: ہائے افسوس! ہمیں اس پر بہت ندامت ہے جو ہم نے دنیا میں قیامت کو ماننے میں کوتاہی کی اور اس دن پر ایمان لا کر اس کے لئے تیاری نہ کی اور نیک اعمال سے دور رہے۔ وہ اپنی خطاؤں اور گناہوں کے بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہوں گے۔ خبردار! وہ کتنا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ **اہم بات:** حدیثِ پاک میں ہے: (قیامت میں کافر کا عمل کافر سے کہے گا) میں تیرا خبیث عمل ہوں، دنیا میں تو مجھ پر سوار رہا آج میں تجھ پر سوار ہوں گا اور تجھے تمام مخلوق میں رسوا کروں گا پھر وہ اس پر سوار ہو جائے گا۔ (تفسیر طبری، 5/178)

فِيهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُونَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُورِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُونَ ۝ وَمَا الْحَيٰوةُ

کوتاہی کی اور وہ اپنے گناہوں کے بوجھ اپنی پیٹھوں پر لادے ہوئے ہوں گے۔ خبردار، وہ کتنا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں اور

الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

زندگی صرف کھیل کود ہے اور بیشک آخرت والا گھر ڈرنے والوں کے لئے بہتر ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں؟

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتیں تمہیں رنجیدہ کرتی ہیں تو بیشک یہ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا

اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں○ اور آپ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے جھٹلائے جانے اور تکلیف دیئے جانے پر

آیت 32 فرمایا کہ دنیا کی زندگی اور اس میں مشغولیت صرف کھیل کود ہے جسے بقا نہیں، بہت جلد گزر جاتی ہے اور بیشک آخرت کا گھر یعنی جنت ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو کفر و شرک اور دیگر گناہوں سے بچتے ہیں تو کیا تم سمجھتے نہیں کہ جب آخرت باقی رہنے والی ہے تو اس کے لئے عمل کرو۔ اہم بات: مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دنیا کی زندگی وہ ہے جو نفس کی خواہشات میں گزر جائے اور جو زندگی آخرت کے لئے توشہ جمع کرنے میں صَرف ہو وہ "دنیا میں زندگی" تو ہے مگر "دنیا کی زندگی" نہیں، لہٰذا انبیاء و صالحین کی زندگی دنیا کی نہیں بلکہ دین کی ہے، غرضیکہ غافل اور عاقل کی زندگیوں میں بڑا فرق ہے۔

آیت 33 شانِ نزول: (1) ایک بار اخنس بن شریق نے تنہائی میں ابوجہل سے کہا: یہاں میرے سوا کوئی تیری بات سننے والا نہیں، اب تو مجھے ٹھیک ٹھیک بتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے ہیں یا نہیں؟ ابوجہل نے کہا: اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیشک سچے ہیں، کبھی کوئی جھوٹا حرف اُن کی زبان پر نہیں آیا مگر بات یہ ہے کہ یہ قُصَیْ کی اولاد ہیں، حج اور خانہ کعبہ کے متعلق سارے اعزاز تو انہیں حاصل ہی ہیں، اب نبوت بھی انہیں میں ہو جائے تو باقی قریشیوں کے لئے کیا اعزاز رہ گیا۔ (2) ابوجہل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: ہم آپ کی نہیں بلکہ اس کتاب کی تکذیب کرتے ہیں جو آپ لائے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اے حبیب! ہم جانتے ہیں کہ ان کافروں کی باتیں آپ کو رنجیدہ کرتی ہیں لیکن آپ تسلی رکھیں، انہیں آپ کی صداقت معلوم ہے اس لئے یہ پوشیدہ طور پر آپ کو نہیں جھٹلاتے البتہ حسد و عناد کے باعث ظالم اعلانیہ طور پر آیاتِ الٰہیہ کا انکار کرتے ہیں۔ آیت کے آخری حصے کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ آپ کی تکذیب آیاتِ الٰہیہ کی تکذیب ہے اور تکذیب کرنے والے ظالم ہیں یعنی آپ کو جھٹلانا اللہ تعالیٰ کو جھٹلانا ہے۔

آیت 34 نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر کی تسلی کے لئے مزید فرمایا گیا: اے حبیب! بیشک آپ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے جھٹلائے جانے اور تکلیف دیئے جانے پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی اور جھٹلانے والوں کو ہلاک کر دیا گیا، لہٰذا آپ بھی صبر کریں۔ کوئی اللہ تعالیٰ کی باتوں کو بدلنے والا نہیں ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی نصرت اور ان

وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۳۴﴾

اور ستائے گئے یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آگئی اور کوئی اللہ کی باتوں کو بدلنے والا نہیں اور بیشک تمہارے پاس رسولوں کی خبریں آچکی ہیں۔

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۵﴾

اور اگر ان کا منہ پھیرنا آپ پر شاق گزرتا ہے تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی تلاش کر کے ان کے پاس کوئی نشانی لے آؤ اور اگر اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا تو (اے سننے والے!) ہر گز بے خبر نہ بن۔

اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ ؔؕ وَالْمَوْتٰى یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾

صرف وہ لوگ مانتے ہیں جو سنتے ہیں اور اللہ ان مردہ دلوں کو اٹھائے گا پھر اس کی طرف انہیں لوٹایا جائے گا۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى

اور کہا: ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری؟ تم فرماؤ کہ بیشک اللہ کسی نشانی کے اتارنے

...کی تکذیب کرنے والوں کی ہلاکت جس وقت طے فرمائی ہے ضرور ہو گی اور بیشک دلی اطمینان کے لئے آپ کے پاس رسولوں کی خبریں آچکی ہیں، ان سے اپنے دل کو تسلی دیں۔ اس آیت میں مبلغین کے لئے بھی تسلی ہے کہ اگر راہِ تبلیغ میں مشقتیں آئیں تو انبیاء علیہم السلام کی تکالیف یاد کر کے صبر اختیار کریں۔

آیت 35 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شدید خواہش تھی کہ سب لوگ اسلام لے آئیں اور کافروں کا ایمان قبول نہ کرنا آپ پر بہت شاق (تکلیف دہ) رہتا تھا۔ اس پر آپ کو رنج و تکلیف سے بچانے کے لئے کچھ مختلف انداز میں کلام فرمایا گیا تاکہ آپ سب لوگوں کے ایمان لانے کی امید ختم کر کے رنج و غم سے نجات پائیں، چنانچہ فرمایا: اے حبیب! اگر ان کافروں کا منہ پھیرنا آپ کی بے پناہ رحمت و شفقت کی وجہ سے آپ پر شاق گزرتا ہے تو آپ ان کے ایمان لانے کی خاطر زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی تلاش کر کے ان کافروں کے پاس ان کی کوئی مطلوبہ نشانی لا سکتے ہیں تو لا کر دیکھ لیں، یہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے؛ لہٰذا آپ تسلیم و رضا کے مقام پر رہ کر معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیں، وہ جو چاہے، اپنی مشیت و حکمت سے کرے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا اور اس کی حکمت خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 36 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! دینِ حق کی دعوت صرف وہ لوگ قبول کرتے ہیں جو توجہ اور غور و فکر کے ساتھ سمجھنے کیلئے کلام سنتے ہیں جبکہ یہ کفار تو مردہ دل ہیں یہ کیا مانیں گے؟ آخرت میں اللہ تعالیٰ ان دل کے مردوں کو اٹھائے گا، پھر حساب اور بدلے کے لئے اسی رب کی طرف انہیں لوٹایا جائے گا۔ **اہم بات:** وعظ و نصیحت کا اثر تبھی ہوتا ہے جب آدمی ماننے اور عمل کرنے کے جذبے سے توجہ کے ساتھ سنے؛ ورنہ بے توجہی سے سننے کا نتیجہ عام طور پر کچھ بھی بر آمد نہیں ہوتا۔

آیت 37 کفارِ مکہ نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ان کے رب کی طرف سے ایسی نشانی کیوں نہیں اترتی جس کا ہم مطالبہ کرتے

اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا

پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہیں○ اور زمین میں چلنے والا کوئی جاندار نہیں ہے اور نہ ہی اپنے

یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰی

کوئی پرندہ ہے مگر وہ تمہاری جیسی امتیں ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں کسی شے کی کوئی کمی نہیں چھوڑی، پھر

یُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّ بُكْمٌ فِی الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یُضْلِلْهُ

اٹھائے جائیں گے○ اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ بہرے اور گونگے ہیں، اندھیروں میں (ہیں۔) اللہ جسے چاہے

وَ مَنْ یَّشَاْ یَجْعَلْهُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَیْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ

اور جسے چاہے، اسے سیدھے راستے پر ڈال دے○ تم فرماؤ، بھلا بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب

ہیں۔ اس پر فرمایا گیا کہ تم انہیں جواب دو کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر قسم کی نشانی اتارنے پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں کہ اگر مطلوبہ کوئی نشانی اتار دی گئی تو اس کے بعد نہ ماننے کی صورت میں فوراً ہلاک کر دیے جائیں گے۔ اہم بات: ان معجزات کو نہ اتارنا بھی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رحمت کی وجہ سے ہے کہ ہلاکت سے بچا کر انہیں مہلت ملتی رہی۔

آیت 38 فرمایا کہ زمین میں چلنے والے جاندار اور اپنے پروں کے ساتھ اڑنے والے پرندے، سب تمہاری طرح امتیں ہیں۔ ہم نے اس کتاب یعنی لوحِ محفوظ یا قرآن میں کسی شے کی کوئی کمی نہیں چھوڑی، جملہ علوم کا اس میں بیان ہے۔ پھر یہ سب انسان، جانور، پرندے بروزِ قیامت اپنے رب کی طرف ہی اٹھائے جائیں گے تو وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ اہم باتیں: (1) یہاں انسانوں اور جانوروں میں جو مماثلت بیان ہوئی یہ بعض چیزوں میں ہے جیسے حیوانات انسان کی طرح اللہ تعالیٰ کو پہچانتے، اس کی تسبیح و عبادت کرتے ہیں۔ وہ مخلوق ہونے اور آپس میں الفت رکھنے میں نیز روزی طلب کرنے، ہلاکت سے بچنے، نر مادہ کا امتیاز رکھنے میں انسانوں کے مثل ہیں۔ (2) قرآن کے علوم کھول کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو سکھائے گئے تو جب سارے علوم لوحِ محفوظ یا قرآن میں ہیں اور یہ کتابیں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علم میں ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا علم بھی اتنا ہی وسیع ہوا۔ (3) بروزِ قیامت انسانوں اور جنوں کے علاوہ جانوروں کا بھی حساب ہوگا۔ انسان حساب کے بعد جنت یا جہنم میں جائیں گے جبکہ جانور خاک کر دیئے جائیں گے۔

آیت 39 فرمایا کہ جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ بہرے اور گونگے ہیں کیونکہ حق ماننا اور بولنا انہیں میسر نہیں نیز وہ جہالت، حیرت اور کفر کے اندھیروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے سیدھے راستے پر ڈال دے اور اسلام کی توفیق عطا فرمائے اور یہ سب اس کی مشیت و حکمت سے ہے۔

آیت 41،40 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ان مشرکوں سے پوچھو کہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب یا قیامت آ جائے تو بھلا کیا تم اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اگر تم اپنے بتوں کو معبود ماننے کے دعوے میں سچے ہو تو اس وقت انہیں پکارو، مگر تم ایسا نہ کرو گے بلکہ تمام ہولناکیوں اور تکلیفوں میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو گے تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم سے دنیا کی مصیبت ہٹا دے جس کو

اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٤٠ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ

قیامت آجائے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اگر تم سچے ہو ○ بلکہ تم اسی (اللہ) کو پکارو گے تو اگر اللہ چاہے تو وہ مصیبت ہٹا دے

مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝٤١ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ

جس کی طرف تم اسے پکارو گے اور تم شریکوں کو بھول جاؤ گے ○ اور بیشک ہم نے تم سے پہلی امتوں کی طرف رسول بھیجے

فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۝٤٢ فَلَوْلَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا

تو انہیں سختی اور تکلیف میں گرفتار کر دیا تاکہ وہ کسی طرح گڑگڑائیں ○ تو کیوں ایسا نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو گڑگڑاتے

وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٤٣ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ

لیکن ان کے تو دل سخت ہو گئے تھے اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لئے آراستہ کر دیئے تھے ○ پھر جب انہوں نے ان نصیحتوں کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں

ع

جس کی طرف تم اسے پکارو گے اور اگر چاہے تو نہ ہٹائے۔ اس وقت تم ان بتوں کو بھول جاؤ گے جنہیں خدا کا شریک ٹھہراتے تھے اور ان کی طرف التفات بھی نہ کرو گے کیونکہ تم جانتے ہو کہ وہ تمہارے کسی کام نہیں آسکتے۔

آیت 42 ﴾ فرمایا کہ بیشک ہم نے تم سے پہلے کثیر امتوں کی طرف رسول بھیجے لیکن لوگوں نے ان پر ایمان لانے کی بجائے انہیں جھٹلایا اور نبوت و رسالت کا انکار کیا تو ہم نے انہیں فقر و فاقہ اور بیماری وغیرہ کی سختی اور تکلیف میں گرفتار کر دیا تاکہ وہ ان مصیبتوں سے نجات پانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑائیں اور اس کی طرف رجوع اور توبہ کریں۔ اہم بات: دنیوی مصائب و تکالیف بعض اوقات رحمت بن جاتی ہیں کہ ان کی وجہ سے گناہگار بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور ان مصائب کی وجہ سے صالحین کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

آیت 43، 44 ﴾ ان دو آیات میں مجموعی طور پر یہ فرمایا گیا ہے کہ ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو وہ گڑگڑاتے تاکہ ہم انہیں توبہ کا موقع دیتے لیکن ان کے تو دل سخت ہو گئے تھے اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لئے آراستہ کر دیئے تھے، پھر جب انہوں نے ان نصیحتوں کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں اور وہ پیش آنے والی مصیبتوں اور انبیاء علیہم السلام کے نصیحتیں فرمانے کے باوجود کسی طرح نصیحت قبول کرنے کی طرف نہ آئے تو ہم نے ان پر صحت و سلامتی اور وسعتِ رزق وغیرہ ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ اس عیش و عشرت پر خوش ہو گئے، خود کو اس کا مستحق سمجھنے اور قارون کی طرح تکبر کرنے لگے تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا اور مبتلائے عذاب کیا، اب وہ ہر بھلائی سے مایوس ہیں۔ اہم باتیں: (1) نعمتِ الٰہی پر خوشی اگر فخر و تکبر اور شیخی کے طور پر ہو تو بری اور کفار کا طریقہ ہے اور اگر شکر کے طور پر ہو تو صالحین کا طریقہ بلکہ حکمِ الٰہی ہے۔ (2) کفر اور گناہوں کے باوجود دنیوی راحتیں ملنا دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل اور اس کا غضب ہے کیونکہ اس سے انسان اور زیادہ غافل ہو کر گناہ پر دلیر ہو جاتا ہے۔ درس: اس سے ان نام نہاد دانشوروں کو بھی سبق لینا چاہئے جو کافروں کی ترقی دیکھ کر اسلام سے ہی ناراض ہو جاتے، مسلمانوں کی معیشت کا رونا روتے ہوئے انہیں کفار کی اندھی تقلید کا درس دیتے اور اسلامی شرم و حیا اور تجارت کے شرعی قوانین کو لات مارنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً

تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ اس پر خوش ہوگئے جو انہیں دی گئی تو ہم نے اچانک انہیں

هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿44﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وہ مایوس ہیں۔ پس ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی اور تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ

تم فرماؤ: (اے لوگو!) بھلا بتاؤ کہ اگر اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے سوا کون

اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿46﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ

تمہیں یہ چیزیں لادے گا؟ دیکھو ہم کیسے بار بار نشانیاں بیان کرتے ہیں پھر (بھی) یہ لوگ منہ پھیرتے ہیں۔ تم فرماؤ

اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿47﴾

اگر تم پر اچانک یا کھلم کھلا اللہ کا عذاب آجائے تو ظالموں کے سوا کون تباہ کیا جائے گا؟

آیت 45 فرمایا کہ ایمان کے بجائے کفر اختیار کرنے اور اطاعت و فرمانبرداری کے بجائے گناہوں میں مصروف ہونے کی وجہ سے ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی، سب کے سب ہلاک کر دیئے گئے اور ان میں کوئی باقی نہ چھوڑا گیا اور اس پر اُس اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ اہم بات: ظالموں کی ہلاکت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ظلم کا خاتمہ ہوا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دس محرم کا روزہ رکھا کیونکہ اس دن فرعون ہلاک ہوا تھا۔ (مسلم، حدیث:2658) نیز آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ابوجہل کی ہلاکت پر سجدۂ شکر ادا کیا۔ (سیرت حلبیہ، 2/236)

آیت 46 یہاں توحید باری تعالیٰ کی ایک دلیل مذکور ہے کہ اے حبیب! لوگوں سے پوچھو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے کان اور آنکھیں لے کر تمہیں بہرا اور اندھا کر دے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے، تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں یہ چیزیں لا دے؟ یقیناً کوئی نہیں، لہٰذا جو حقیقتاً قادرِ مطلق ہے وہی معبود ہونے کا مستحق ہے۔ مزید فرمایا کہ دیکھو ہم کیسے بار بار اپنی قدرت و الوہیت کی نشانیاں بیان کرتے ہیں کہ کبھی اپنی نعمتیں یاد دلا کر، کبھی سابقہ امتوں کے عذاب بتا کر اور کبھی اس بات سے ڈرا کر کہ ہم چاہیں تو ان کے کان، آنکھیں اور دل بے کار کر دیں؛ ان سب نشانیوں کے بیان کے باوجود یہ لوگ منہ پھیر لیتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔

آیت 47 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرما دیں: اے مشرکو! بھلا بتاؤ: اگر تم پر اچانک یا کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے تو کفر کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کے سوا کون تباہ کیا جائے گا؟ یعنی صرف ایسے ظالم ہی تباہ کئے جائیں گے۔ اچانک عذاب وہ ہے جو پیشگی علامتوں کے بغیر آتا ہے اور کھلم کھلا عذاب وہ ہے جس کے آنے سے پہلے اس کی علامتیں نمودار ہوتی ہیں تاکہ اگر لوگ چاہیں تو کفر و سرکشی سے توبہ کر کے بچ جائیں ورنہ عذاب میں مبتلا کر کے تباہ کر دیئے جائیں۔

ع

اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ

تو کیا تم غور نہیں کرتے؟ ○ اور اس قرآن سے ان لوگوں کو ڈراؤ جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ انہیں ان کے رب کی طرف یوں اٹھایا جائے گا

لَیْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِیٌّ وَّ لَا شَفِیْعٌ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ

نہ ان کا کوئی حمایتی ہو گا اور نہ کوئی سفارشی۔ (انہیں اس) امید پر (ڈراؤ) کہ یہ پرہیزگار ہو جائیں ○ اور ان لوگوں کو دور نہ کرو جو

رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَیْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ

اپنے رب کو اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے ہیں۔ آپ پر ان کے حساب سے کچھ نہیں اور ان پر تمہارے حساب سے

عَلَیْهِمْ مِّنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۲﴾ وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ

پھر آپ انہیں دور کریں تو یہ کام انصاف سے بعید ہے ○ اور یونہی ہم نے ان میں بعض کی دوسروں کے ذریعے

آیت 51 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان، بشیر و نذیر ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ اس قرآن کے گئے عذابات سے ان لوگوں کو ڈرائیں جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ انہیں خدا کی بارگاہ کی طرف یوں اٹھایا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا میں ان کا کوئی حمایتی اور سفارشی نہ ہو گا۔ انہیں اس امید پر ڈرائیں کہ یہ کفر اور گناہوں کو چھوڑ کر پرہیزگار بن جائیں۔ اہم بات قیامت اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی کسی کا حمایتی و سفارشی نہ ہو گا۔ ہاں! اللہ تعالیٰ کی اجازت سے حمایتی و سفارشی ہوں گے جیسے انبیاء، شہداء، صلحا اور علما وغیرہ۔ حدیث پاک میں ہے: بروزِ قیامت تین جماعتیں شفاعت کریں گی: انبیا پھر علما پھر شہید۔ (ابن ماجہ، الحدیث: ۴۳۱۳)

آیت 52 شانِ نزول: کفار کی ایک جماعت بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ارد گرد غریب صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر کہا: ہمیں ان لوگوں کے پاس بیٹھتے شرم آتی ہے، اگر آپ انہیں اپنی مجلس سے نکال دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں اور آپ کی خدمت میں حاضر رہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ مطالبہ منظور نہ فرمایا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: ان مخلص و غریب صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنی بارگاہ سے دور نہ کریں جو صبح و شام اپنے رب کو اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے ہیں۔ ان کا رزق آپ پر نہیں کہ غربت کی وجہ سے انہیں دور کر دیا جائے اور نہ آپ کی ذمہ داری ان پر ہے بلکہ سب کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے وہی ساری مخلوق کو روزی دینے والا ہے۔ اس آیت کا دوسرا معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ کفار نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراض کیا کہ یہ غریب صحابہ مخلص نہیں بلکہ غربت کی وجہ سے آپ کے پاس بیٹھتے ہیں کہ یہاں کچھ روزی روٹی کا انتظام ہو جاتا ہے۔ اس پر اللہ نے صحابہ کرام کا اخلاص بیان فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے دن رات اس کی عبادت کرتے ہیں پھر فرمایا: اے حبیب! آپ پر ان کے احوال کی تفتیش لازم نہیں کہ یہ مخلص ہیں یا نہیں بلکہ آپ انہیں اپنے فیضِ صحبت سے نوازتے رہیں اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ غریب صحابہ کرام جن کا اوپر ذکر ہوا، یہ آپ کے دربار میں قرب پانے کے مستحق ہیں، انہیں دور نہ کرنا ہی بجا ہے۔

آیت 53 یہاں سابقہ آیت کے حوالے سے فرمایا گیا کہ غریبوں کے ذریعے امیروں کی آزمائش ہوتی رہتی ہے، گزشتہ امتوں میں بھی امیر کافر، غریب مسلمانوں کو حقارت سے دیکھتے تھے، یونہی اس امت میں بھی امیروں کی غریبوں کے ذریعے آزمائش کی گئی کہ غریب لوگ

اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَا ؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِیْنَ ﴿۵۳﴾

کیا یہ لوگ ہیں جن پر ہمارے درمیان میں سے اللہ نے احسان کیا؟ کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب نہیں جانتا؟

وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰی نَفْسِهِ

اور جب تمہارے حضور وہ لوگ حاضر ہوں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے فرماؤ: ”تم پر سلام“ تمہارے رب نے اپنے ذمہ کرم پر رحمت لازم

الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵۴﴾

کرلی ہے کہ تم میں سے جو کوئی نادانی سے کوئی برائی کرے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرلے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَ لِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۵۵﴾ قُلْ اِنِّیْ

اور اسی طرح ہم آیتوں کو مفصل بیان فرماتے ہیں اور اس لیے کہ مجرموں کا راستہ واضح ہوجائے۔ تم فرماؤ: مجھے

نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ

منع کیا گیا ہے کہ میں اس کی عبادت کروں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ تم فرماؤ: میں تمہاری خواہشوں پر نہیں چلتا (اگر یوں ہوتا) تو جبھی

…ایمان لانے کی سعادت ملی تاکہ مالدار کافر غریب مسلمانوں کو دیکھ کر کہیں: کیا اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ان فقرا پر احسان … غریب کی حالانکہ یہ فقیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں کو خوب نہیں … اسی لیے وہ انہیں ہدایت دیتا ہے۔ ورنہ ہمارے زمانے میں بھی یہ رجحان موجود ہے کہ امیر آدمی کی تعظیم جبکہ غریب کو … کی جاتی ہے۔ اسلامی اخلاقیات میں کسی کو غربت کی وجہ سے حقارت کی نظر سے نہیں دیکھا جاسکتا۔

آیت ۵۴ فرمایا کہ اے حبیب! جب آپ کی بارگاہ میں مسلمان حاضر ہوں تو آپ ان کی عزت افزائی کرتے ہوئے ان کے ساتھ سلام کی … اور انہیں یہ بشارت دیں کہ تمہارے رب نے فضل و احسان کرتے ہوئے اپنے ذمۂ کرم پر رحمت لازم کرلی ہے کہ تم میں سے … کوئی برائی کرے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرلے تو بیشک اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخشنے والا اور اس پر مہربانی … ہے۔ اہم بات: نیک مسلمانوں کا احترام اور تعظیم کرنی چاہیے اور سلام میں پہل کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت ہے۔

آیت ۵۵ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! جیسے ہم نے اس سورت میں اپنی وحدانیت کے دلائل بیان کئے ہیں، اسی طرح باقی ہر اہم … ہم دلائل تفصیل سے بیان کرتے ہیں نیز قرآن مجید میں نیکوں کے اوصاف اور مجرموں کی کرتوتیں بیان کرتے ہیں تاکہ … کا راستہ واضح ہوجائے اور اس سے بچا جائے۔

آیت ۵۶ فرمایا: اے حبیب! کافروں سے کہہ دو کہ مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں اس کی عبادت کروں جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت … اور تمہارا بتوں کو پوجنا کسی دلیل و دانش سے نہیں بلکہ باپ دادا کی اندھی پیروی اور نفسِ امارہ کی خواہش کی وجہ سے ہے جو میں … کیونکہ اگر میں نے تمہاری خواہشوں کی پیروی کی ہوتی تو راہِ حق سے بھٹک جاتا اور ہدایت یافتہ لوگوں سے نہ ہوتا۔

ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ

میں بھٹک جاتا اور ہدایت یافتہ لوگوں سے نہ ہوتا ○ تم فرماؤ: میں تو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور تم نے اسے جھٹلایا

مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ

جس (عذاب کے آنے) کی تم جلدی مچا رہے ہو وہ میرے پاس نہیں، حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔ وہ حق بیان فرماتا ہے اور وہ سب

الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ

فیصلہ کرنے والا ہے ○ تم فرماؤ: اگر وہ (عذاب) میرے پاس ہوتا جس کی تم جلدی مچا رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان معاملہ ختم

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ

اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے ○ اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ ان کو صرف وہی جانتا ہے اور جو کچھ خشکی اور تری میں ہے وہ سب جانتا

آیت 57 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرمائیں کہ میں تو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں، مجھے اس کی معرفت حاصل ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق ہے ہی نہیں جبکہ تم اس کے ساتھ اوروں کو شریک کرکے اسے جھٹلاتے ہو۔ یہاں روشن دلیل قرآن شریف، معجزات اور توحید کے واضح دلائل سب کو شامل ہے۔ مزید بتایا گیا کہ کفار مذاق اڑاتے ہوئے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے کہتے تھے: جس عذاب سے آپ ہمیں ڈراتے ہو وہ جلدی لے آؤ۔ اس پر فرمایا گیا کہ تم ان کافروں سے کہہ دو کہ جس عذاب کے آنے کی تم جلدی مچا رہے ہو اسے نازل کرنا میرا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور حکم کا حقیقی اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، تو وہ جب چاہے گا عذاب کا حکم فرمادے گا۔ وہ اپنے تمام احکام میں حق ہی بیان فرماتا ہے اور حق و باطل کے درمیان وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اہم بات: عذاب نازل کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے، ہاں! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم دعا کر دیتے تو آپ کی دعا سے کفار مکہ برباد ہو جاتے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا سے قوم نوح، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے فرعون اور اس کی قوم اور دیگر انبیا علیہم السلام کی دعاؤں سے ان کی قومیں تباہ ہوئیں۔

آیت 58 مزید فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں: اگر وہ عذاب میرے پاس ہوتا جس کی تم جلدی مچا رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان معاملہ ختم ہو چکا ہوتا کیونکہ تمہیں ایک لمحے کی مہلت نہ دیتا اور رب کا مخالف دیکھ کر بے دریغ ہلاک کر ڈالتا، لیکن اللہ تعالیٰ حلیم و کریم ہے، وہ اپنے بندوں کو سزا دینے میں جلدی نہیں فرماتا تو تم اس کی بارگاہ میں رجوع کرو، نہ کہ اس کے حلم و کرم کی وجہ سے اس کی نافرمانی اور اس کے شریک ٹھہرانے پر بے باک ہو جاؤ اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ ظالموں کا حال اور ان کا عبرتناک انجام خوب جانتا ہے۔

آیت 59 ارشاد فرمایا کہ غیب کی کنجیاں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔ اس کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ غائب اور مخفی اشیاء کے سب خزانے اور ان کی چابیاں اللہ ہی کے پاس ہیں خواہ وہ رزق، نعمت، اشیاء، علم ہو یا کچھ اور، تو ان خزانوں کو کھول کر عطا کرنا رب ہی کے اختیار میں ہے۔ غیب سے مراد مطلق غیبی اشیاء جو عدم سے وجود میں آتی ہیں اور جنہیں خدا مخلوق کو فراہم کرتا ہے۔ دوسرا معنیٰ غیبی امور کا علم ہے، ان کی چابیاں بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں، اس معنیٰ میں نہیں کہ جب چاہے وہ معلوم کرلے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو پہلے ہی سے ہر ظاہر و غیب

وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ
اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور نہ زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ ہے اور نہ کوئی تر
وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ
اور نہ کوئی خشک چیز مگر (یہ سب) ایک روشن کتاب میں ہے ○ اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرلیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کماتے ہو وہ جانتا
بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
ہے پھر تمہیں دن کے وقت اٹھاتا ہے تاکہ مقررہ مدت پوری ہو جائے پھر اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے پھر وہ بتادے گا جو کچھ
تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ
تم کرتے تھے ○ اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں کسی کو موت آتی ہے

کا کامل لامتناہی علم ہے، لہٰذا مرادیہ ہے کہ غیب کے خزانوں کی چابیاں اسی کے پاس ہیں تو وہ جسے جتنا چاہے غیب کا علم عطا فرمادے جیسے انبیاء علیہم السلام، فرشتوں اور ولیوں کو عطا فرماتا ہے۔ اور اس کے اپنے علم کی یہ شان ہے کہ خشکی وتری میں جو کچھ ہے وہ سب جانتا ہے اور کسی بھی درخت سے کوئی پتہ گرتا ہے تو وہ اسے جانتا ہے کہ کب گرا اور کہاں گرا اور کتنی دیر ہوا میں رہا اور نہ زمین کے تاریک حصوں میں کوئی دانہ ہے اور نہ کوئی تر اور نہ ہی کوئی خشک چیز ہے مگر یہ سب ایک روشن کتاب لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں۔

آیت 60 ﴾ گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ کے کمال علم کا بیان ہوا اور یہاں کمال قدرت کا بیان ہو رہا ہے، چنانچہ فرمایا: اے لوگو! اللہ وہی ہے جو رات کے وقت تمہاری روحیں قبض کرلیتا اور تمہاری قوتِ احساس زائل کر کے تمہیں نیند میں ڈال کر مردے کی طرح کر دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کماتے ہو وہ اسے جانتا ہے۔ پھر وہ تمہیں دن کے وقت اٹھاتا ہے تاکہ تمہاری زندگی کی مقررہ مدت پوری ہو جائے، پھر مرنے کے بعد آخرت میں اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں ان اعمال کی جزا دے گا جو کچھ تم دن رات کیا کرتے تھے۔ اہم بات: نیند کے بعد بیداری بھی گویا موت کے بعد زندگی کی ایک صورت ہے اور یہ قیامت میں دوبارہ زندہ کیے جانے پر خدا کی قدرت کی ایک دلیل ہے۔

آیت 61 ﴾ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں پر غالب ہے۔ یعنی ان کے تمام امور میں تصرف کرتا ہے۔ مخلوق کو دینا، نہ دینا، نفع و نقصان پہنچانا، عزت وذلت اور زندگی موت دینا سب اسی کے اختیار میں ہے، اس کے فیصلے کو رد کرنے والا کوئی نہیں اور اس کے علاوہ اور کوئی جائے پناہ نہیں۔ مزید فرمایا کہ وہ تم پر نگہبان فرشتے یعنی کراماً کاتبین بھیجتا ہے جو تمہارے اعمال شمار کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب تم میں کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو ہمارے فرشتے یعنی حضرت ملک الموت علیہ السلام اپنے مددگار فرشتوں کے ساتھ اس کی روح قبض کرلیتے ہیں اور وہ فرشتے خدا کے حکم پر عمل کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔ درس: تمام اعمال لکھے جا رہے ہیں اور روزِ قیامت نامۂ اعمال تمام مخلوق کے سامنے پڑھا جائے گا تو اس وقت گناہ کتنی رسوائی کا سبب ہوں گے، اس پر غور کرنا چاہیے۔

الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿٦١﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ

توہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر انہیں اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا جو ان کا مالک حقیقی

لَهُ الْحُكْمُ ۟ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿٦٢﴾ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

اسی کا حکم ہے اور وہ سب سے جلد حساب کرنے والا ہے۔ تم فرماؤ: وہ کون ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر کی ہولناکیوں سے نجات

تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾ قُلِ

تم اسے گڑگڑا کر اور پوشیدہ طور پر پکارتے ہو (اور تم کہتے ہو کہ) اگر وہ ہمیں اس سے نجات دیدے تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہوجائیں گے۔ تم

اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى

اللہ تمہیں ان ہولناکیوں سے اور ہر بے چینی سے نجات دیتا ہے پھر بھی تم شرک کرتے ہو۔ تم فرماؤ: وہی اس پر قادر

آیت 62 فرمایا کہ جب لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے تو فرشتے انہیں حساب کی جگہ میں اس اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائیں گے جو ان کے تمام امور کا حقیقی مالک ہے۔ اے لوگو! سن لو، قیامت کے دن بندوں کے درمیان اسی کا فیصلہ نافذ ہوگا اور وہ سب سے جلد حساب نمٹا دینے والا ہے کیونکہ اسے سوچنے، جانچنے اور شمار کرنے کی حاجت ہی نہیں کہ اس وجہ سے دیر ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور قیامت کے حساب میں ہم پر نرمی فرمائے۔ آمین۔

آیت 63 اس آیت میں شرک کی تردید ہے، کہ اے حبیب! ان کافروں سے پوچھیں: وہ کون ہے جو تمہیں زمین اور سمندر کی ہولناکیوں سے نجات دیتا ہے؟ جب ہولناکیوں سے دل کانپتے ہوئے بے چین ہوجاتے ہیں تب تم لوگ بھی بتوں کو بھول کر اللہ تعالیٰ کو گڑگڑا کر اور پوشیدہ طور پر پکارتے ہو اور اس وقت کہتے ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ان ہولناکیوں اور سختیوں سے نجات دیدے تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہوجائیں گے اور اس کا حقِ نعمت بجالائیں گے لیکن ہوتا کیا ہے؟ اسے اگلی آیت میں بیان فرمایا۔

آیت 64 فرمایا کہ اے حبیب! آپ انہیں بتادیں کہ اللہ تعالیٰ کے تمہیں ہولناکیوں اور زندگی کی ہر بے چینی سے نجات دینے کے بعد بھی تم لوگ شرک کرتے ہو، یہ کتنی بڑی گمراہی ہے۔ اہم بات: دنیا میں کفار کی بعض دعائیں قبول ہوجاتی ہیں جیسے مصیبت میں پھنسے کفار نجات کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ انہیں نجات دے دیتا تھا، یونہی شیطان نے اپنی درازیٔ عمر کی دعا کی، جو قبول ہوئی۔

آیت 65 فرمایا: اے حبیب! آپ ان کافروں سے فرمادیں: اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ تمہارے شرک کی وجہ سے تم پر تمہارے اوپر سے عذاب نازل فرمادے جیسے حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی قوموں اور ابرہہ کے لشکر پر نازل کیا، یا تمہارے قدموں کے نیچے سے عذاب بھیجے جیسے فرعون کو غرق کیا اور قارون کو زمین میں دھنسا دیا، یا مختلف گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کرکے آپس میں لڑادے اور تمہیں ایک دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ دیکھو، ہم کس طرح قرآن مجید میں بار بار مختلف انداز سے دلائل اور وعید کی آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ لوگ سمجھ جائیں اور سرکشی و عناد سے باز آجائیں۔ صحیح بخاری میں ہے: جب آیت کا یہ حصہ

عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ

...تم پر عذاب بھیجے تمہارے اوپر سے یا تمہارے قدموں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا مختلف گروہ بنا کر آپس میں لڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی

بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ

(کا مزہ) چکھا دے۔ دیکھو ہم کس طرح بار بار آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ لوگ سمجھ جائیں ○ اور تمہاری قوم نے اس کو

قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ؗ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾

جھٹلایا حالانکہ یہی حق ہے۔ تم فرماؤ: میں تم پر نگہبان نہیں ہوں ○ ہر خبر کے لیے ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب تم جان جاؤ گے ○

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ

اور اے سننے والے! جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں بیہودہ گفتگو کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک وہ کسی اور بات میں

غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾

مشغول نہ ہو جائیں اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھ ○

...نازل ہوا: "وہ قادر ہے تم پر عذاب بھیجے تمہارے اوپر سے" تو رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تیری ہی پناہ مانگتا ہوں، جب یہ حصہ نازل ہوا: "یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے" تو فرمایا: میں تیری ہی پناہ مانگتا ہوں اور جب یہ حصہ نازل ہوا: "یا تمہیں لڑوا دے مختلف گروہ کر کے اور ایک کو دوسرے کی سختی چکھائے" تو فرمایا: یہ آسان ہے۔ (بخاری، حدیث: 4628)

آیت 66 ﴾ ارشاد فرمایا کہ آپ کی قوم کے سرکش لوگوں نے اسے یعنی قرآن یا نزولِ عذاب کو جھٹلایا حالانکہ یہی حق ہے تو اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں: میں تم پر نگہبان نہیں ہوں بلکہ میرا کام رہنمائی کرنا ہے جو میں نے احسن طریقے سے پورا کر دیا ہے، اور تمہاری ذمہ داری مجھ پر نہیں کہ اگر تم ہدایت نہ پاؤ تو مجھ سے باز پرس ہو۔

آیت 67 ﴾ فرمایا کہ ہر خبر کے لیے ایک وقت مقرر ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جو خبریں دیں اُن کے اوقات معین ہیں، ہر خبر ایک وقت پر واقع ہوگی اور عنقریب تم دنیا و آخرت میں ان کا درست ہونا جان لوگے۔

آیت 68 ﴾ یہاں کافروں اور بے دینوں کی صحبت میں بیٹھنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے مخاطب! جب تم لوگوں کو دیکھو کہ ہماری آیتوں میں بیہودہ گفتگو کرتے یعنی قرآن پاک کا مذاق اڑاتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لو اور ان کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں اور اگر شیطان تمہیں یہ حکم بھلا دے اور تم ان کے پاس بیٹھ جاؤ تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس بیٹھے نہ رہو بلکہ اٹھ جاؤ۔ اہم باتیں: (1) بے دینوں کی جس مجلس میں دین کا احترام نہ کیا جاتا ہو مسلمان کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں۔ (2) برے عقیدے والوں کی محفل میں جانا اور ان کی تقریر سننا حرام اور خود کو بد مذہبی و گمراہی پر پیش کرنے والا کام ہے۔ اچھی باتیں چننے کا زعم کر کے بھی سننا جائز نہیں۔ لوگوں کی بڑی تعداد اسی چکر میں گمراہ ہو جاتی ہے۔

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾

اور پرہیزگاروں پر گمراہوں کے حساب سے کچھ نہیں لیکن نصیحت کرنا ہے تاکہ وہ بچیں

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖۤ اَنْ تُبْسَلَ

اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنا دین ہنسی مذاق اور کھیل بنا لیا اور جنہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا اور قرآن کے ذریعے نصیحت کرو تاکہ کوئی

نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ

جان اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاکت کے سپرد نہ کردی جائے اللہ کے سوا نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ ہی سفارشی اور اگر وہ اپنے بدلے میں سارے معاوضے

لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ

دیدے تو اس سے نہ لیے جائیں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے اعمال کی وجہ سے ہلاکت کے سپرد کردیا گیا۔ ان کے لئے ان کے کفر کے سبب کھولتے

اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ

ہوئے پانی کا مشروب اور دردناک عذاب ہے۔ تم فرماؤ: کیا ہم اللہ کے سوا اس کی عبادت کریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتا ہے اور نہ ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے اور کیا

ع

آیت 69 شانِ نزول: مسلمانوں نے کہا تھا: ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر ہم ان گمراہوں کو چھوڑ دیں گے اور منع نہ کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ پرہیزگاروں پر ان مذاق اڑانے والوں کے حساب سے کوئی پکڑ نہیں بلکہ طعن و استہزا کرنے والوں کے گناہ انہی پر ہیں اور انہی سے ان کا حساب ہوگا۔ ہاں! پرہیزگار انہیں نصیحت کرتے رہیں تاکہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آئیں۔

اہم بات: وعظ و نصیحت اور اظہارِ حق کے لئے بدمذہب کے پاس علماء کو بیٹھنا جائز ہے لیکن نہایت احتیاط لازم ہے۔

آیت 70 ارشاد فرمایا کہ تم ان لوگوں سے معاشرتی تعلقات اور میل جول چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو ہنسی مذاق اور کھیل بنایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈالا ہوا ہے اور تم قرآن کے ذریعے انہیں نصیحت کرو تاکہ کوئی جان اپنے دنیوی برے اعمال کی وجہ سے آخرت میں ثواب سے محروم اور ہلاکت کے سپرد نہ کر دی جائے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ سفارشی، اور اگر وہ پکڑے جانے والا شخص عذاب سے چھٹکارے کے بدلے میں ہر قسم کا معاوضہ دیدے تو بھی اس سے نہ لیا جائے گا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاکت کے سپرد کر دیا گیا اور ان کے لئے ان کے کفر کے سبب کھولتے ہوئے پانی کا مشروب اور دردناک عذاب ہے۔ درس: دنیوی زندگی کا دھوکا یہ ہے کہ دل پر دنیا کی محبت غالب آجائے اور بندہ اپنی آخرت سے غافل ہو جائے۔ کفار اس دھوکے میں بری طرح مبتلا ہیں اور فی زمانہ مسلمان بھی اسی کا شکار نظر آرہے ہیں۔

آیت 71، 72 ان دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! شرک کی طرف بلانے والوں سے کہہ دیں کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ایسے بت کی عبادت کریں جو عاجز و مجبور ہے کہ نہ ہمیں نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان، اور خدا نے ہمیں ہدایت اور اسلام و توحید کی نعمت دی ہے تو کیا اس کے بعد ہم الٹے پاؤں پھر جائیں؟ اس شخص کی طرح جسے جنگل میں شیطانوں نے راستے سے بہکا دیا اور کہا منزل

عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّیٰطِیْنُ فِی الْاَرْضِ حَیْرَانَ

(اور کیا) ہم الٹے پاؤں پھر جائیں جب کہ ہمیں اللہ نے ہدایت دی ہے اس شخص کی طرح (الٹے پاؤں پھر جائیں) جسے شیطانوں نے زمین میں راستہ بھلا دیا ہو

لَهٗۤ اَصْحٰبٌ یَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی ؕ وَ اُمِرْنَا

(وہ) حیران ہے، اس کے ساتھی اسے راستے کی طرف بلا رہے ہیں کہ ادھر آؤ۔ تم فرماؤ کہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے اور ہمیں حکم ہے کہ

لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿٧١﴾ وَ اَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ وَ هُوَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٧٢﴾

ہم اس کے لیے گردن رکھ دیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اور یہ کہ نماز قائم رکھو اور اس سے ڈرو اور وہی ہے جس کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا۔

وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَ یَوْمَ یَقُوْلُ كُنْ فَیَكُوْنُ ؕ۬ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ

اور وہی ہے جس نے حق کے ساتھ آسمان و زمین بنائے اور جس دن وہ فرمائے گا: "ہو جا" تو وہ فوراً ہو جائے گی۔ اس کی بات سچی ہے

وَ لَهُ الْمُلْكُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿٧٣﴾

اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا اس دن اسی کی سلطنت ہے (وہ) ہر چھپے اور ظاہر کو جاننے والا ہے اور وہی حکمت والا، خبردار ہے۔

منصور کی یہی راہ ہے جبکہ اس کے رفیق اسے راہِ راست کی طرف بلا رہے ہیں کہ ادھر آؤ، اور اب وہ شخص حیران ہے کہ کدھر جائے۔ اس کا انجام یہی ہوگا کہ اگر بھوتوں کی راہ پر چل پڑا تو ہلاک ہو جائے گا اور رفیقوں کا کہا مانا تو سلامت رہے گا اور منزل پر پہنچ جائے گا۔ یہی حال اس شخص کا ہے جو طریقہ اسلام سے بہکا اور شیطان کی راہ چلا، مسلمان اس کو راہِ راست کی طرف بلاتے ہیں تو اگر ان کی بات مانے گا راہ پائے گا ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔ مزید فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی ہدایت ہے اور دینِ اسلام کا جو طریقہ اس نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کیا ہے، وہی ہدایت و نور ہے اور جو اس کے سوا ہے وہ دین باطل ہے اور ہمیں حکم ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے گردن رکھ دیں، اسی کی اطاعت و فرمانبرداری کریں اور خاص اسی کی عبادت کریں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے اور ہمیں نماز قائم رکھنے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہی ہے جس کی طرف تمہیں بروزِ قیامت اٹھایا جائے گا تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ اہم بات: نماز قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز کے ظاہری و باطنی حقوق ادا کرتے ہوئے نماز پڑھی جائے۔ نماز کے ظاہری حقوق یہ ہیں کہ ہمیشہ، ٹھیک وقت پر پابندی کے ساتھ نماز پڑھی جائے اور فرائض، سنن و مستحبات کا خیال رکھا جائے نیز تمام مفسدات و مکروہات سے بچا جائے جبکہ باطنی حقوق یہ ہیں کہ دل کو غیرُ اللہ کے خیال سے فارغ کر کے ظاہر و باطن کے ساتھ بارگاہِ حق میں متوجہ ہو اور بارگاہِ الٰہی میں عرض و نیاز اور مناجات میں محو ہو جائے۔

آیت 73 ﴾ اس آیت میں 6 باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں (1) وہی ہے جس نے حق کے ساتھ آسمان و زمین بنائے جن سے اس کی کامل قدرت، اس کا کامل علم، حکمت اور صنعت ظاہر ہے۔ (2) قیامت کا وہ دن یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ فنا کی ہوئی ہر چیز کو فرمائے گا: "ہو جا" تو وہ فوراً ہو جائے گی۔ (3) اللہ تعالیٰ کی بات ہی سچی ہے اور اس کا دیا ہوا ہر وعدہ حق ہے۔ (4) جس دن صور میں پھونکا جائے گا: اس دن اسی کی سلطنت ہے کہ تام کو بھی سلطنت کا دعویٰ کرنے والا کوئی نہ ہو گا۔ (5) اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو جاننے والا ہے جو چھپی ہوئی اور جو ظاہر ہے۔ (6) اللہ تعالیٰ ہی اپنی ہر تخلیق میں حکمت والا اور اشیاء کے ظاہر کی طرح ان کے باطن سے بھی خبردار ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً ۚ إِنِّي أَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلٰلٍ

اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے فرمایا: کیا تم بتوں کو (اپنا) معبود بناتے ہو۔ بیشک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی

مُّبِينٍ ﴿٧٤﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ إِبْرٰهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ

دیکھ رہا ہوں ○ اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے ہیں اور اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں

مِنَ الْمُوقِنِينَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّي ۚ فَلَمَّآ أَفَلَ قَالَ

میں سے ہو جائے ○ پھر جب ان پر رات کا اندھیرا چھایا تو ایک تارا دیکھا، فرمایا: کیا اسے میرا رب ٹھہراتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا

لَآ أُحِبُّ الْأٰفِلِينَ ﴿٧٦﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّي ۚ فَلَمَّآ أَفَلَ قَالَ لَئِنْ

میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا ○ پھر جب چاند چمکتا دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: اگر

آیت 74 یہ آیت ان مشرکینِ عرب پر حجت ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قابلِ تعظیم جانتے اور آپ کی فضیلت کے معترف تھے، چنانچہ فرمایا کہ اے حبیب! کفارِ مکہ کے سامنے وہ وقت بیان کریں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے عرفی باپ (یعنی چچا) آزر سے فرمایا: کیا تم بتوں کو اپنا معبود بناتے ہو! بیشک میں تمہیں اور تمہاری مشرک قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بتوں سے اس قدر نفرت کرتے ہیں تو اے اہلِ مکہ! اگر تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے ہو تو تم بھی بت پرستی چھوڑ دو۔ اہم بات: اس آیت میں آزر کے لئے اَب کا لفظ ذکر ہوا۔ اس کا ایک معنی ہے: باپ، اور دوسرا معنی ہے: چچا۔ یہاں اس سے مراد چچا ہے جیسا کہ قاموس اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مَسَالِكُ الْحُنَفَاء میں ہے۔ نیز چچا کو باپ کہنا تمام ممالک بالخصوص عرب میں معمول ہے اور قرآن وحدیث میں چچا کو باپ کہنے کی مثالیں موجود ہیں۔

آیت 75 ارشاد فرمایا کہ جیسے ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دین میں بصیرت عطا فرمائی ایسے ہی ہم انہیں آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے ہیں تاکہ وہ اس کے ذریعے ہماری وحدانیت پر استدلال کرے اور اس لیے کہ وہ دیکھ کر یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے کیونکہ ہر ظاہر اور پوشیدہ چیز ان کے سامنے کر دی گئی اور مخلوق کے اعمال میں سے کچھ بھی ان کے سامنے چھپا نہ رہا۔ اہم باتیں: (1) آسمانوں اور زمین کی سلطنت سے مراد آسمانوں اور زمین کی مخلوق ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صخرۂ بیت المقدس پر کھڑا کیا گیا اور آپ کو آسمانوں کا مشاہدہ عطا کیا گیا حتی کہ آپ نے عرش وکرسی، آسمانوں کے عجائبات اور جنت میں اپنا مقام دیکھ لیا، پھر آپ کے لئے زمین کھول دی گئی حتی کہ آپ نے سب سے نیچے کی زمین تک نظر کی اور زمینوں کے تمام عجائبات دیکھے۔ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ دیکھنا باطنی نگاہ سے تھا یا سر کی آنکھوں سے۔ (2) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عظیم معراج ہوئی مگر ہمارے آقا حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس سے بہت بڑھ کر معراج ہوئی۔

آیت 76-78 انبیاء علیہم السلام یقینی طور پر معصوم، معرفتِ الٰہی سے شناسا اور پہلے دن ہی سے توحید پر ہوتے ہیں۔ یہ عقیدہ ذہن میں رکھتے ہوئے ان تین آیات کا خلاصہ پڑھئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابتدا ہی سے عمدہ دلائل کے ذریعے توحید کی حمایت اور شرک کا رد فرمایا

لَمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا

میرے رب نے ہدایت نہ دی ہوتی تو میں بھی گمراہ لوگوں میں سے ہوتا۔ پھر جب سورج کو چمکتا دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا

رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ

رب کہتے ہو؟ یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: اے میری قوم! میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جنہیں تم (اللہ کا) شریک ٹھہراتے ہو۔ میں نے

لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ

ہر باطل سے جدا ہو کر اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ اور ان کی قوم ان سے جھگڑنے لگی (ابراہیم نے)

اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا ؕ

فرمایا: کیا تم اللہ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہ تو مجھے ہدایت عطا فرما چکا اور مجھے ان کا (کوئی) ڈر نہیں جنہیں تم شریک بتاتے ہو البتہ یہ کہ میرا

فرمایا تھا اور چونکہ اس زمانے میں لوگ بتوں اور ستاروں کی پوجا کرتے تھے اس لیے آپ نے دل نشین پیرائے میں غور و فکر کی طرف رہنمائی کی تاکہ وہ سمجھ جائیں کہ جب سارا جہان عدم سے وجود میں آنے والا، پھر ختم ہونے والا ہے، تو یہ کسی صورت معبود نہیں ہو سکتا، چنانچہ جب رات کے وقت آپ نے زہرہ یا مشتری ستارہ دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: میں ڈوبنے والوں کی عبادت کرنا پسند نہیں کرتا کیونکہ جو چیز تبدیلی کا شکار ہوتی ہو وہ خدا نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد آپ نے چاند کو چمکتے دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: اگر مجھے میرے رب نے ہدایت دے کر ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو میں بھی گمراہوں میں سے ہو جاتا، اس میں قوم کو یہ تنبیہ فرمائی کہ جو چاند کو معبود ٹھہرائے وہ گمراہ ہے کیونکہ چاند کی حالتیں بدلنا بھی اس کے حادث ہونے یعنی عدم سے وجود میں آنے کی دلیل ہے اور جو حادث ہو وہ ہرگز خدا نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد جب آپ نے سورج کو جگمگاتے دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ یہ تو ان ستاروں اور چاند سے بڑا ہے، پھر جب وہ بھی ڈوب گیا اور ستارے، چاند اور سورج کے معبود نہ ہونے پر مضبوط ترین دلیل قائم ہو گئی تو آپ نے فرمایا: اے میری قوم! میں سب جھوٹے خداؤں سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو۔

آیت 79 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جھوٹے معبودوں سے بیزاری کے بعد اپنے متعلق فرمایا کہ میں نے ہر باطل سے جدا ہو کر اپنا منہ اس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے اور میں ہرگز مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ یعنی اسلام کے سوا باقی تمام دینوں سے جدا رہ کر صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے والا ہوں۔ اہم بات: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود کو حنیف فرمایا۔ حنیف کے معنی ہیں: تمام جھوٹے دینوں سے پاک صاف اور ہر باطل سے جدا۔

آیت 80 جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جھوٹے معبودوں کا رد شروع کیا تو قوم جھگڑتے ہوئے کہنے لگی: اے ابراہیم! بتوں سے ڈرو، انہیں برا کہنے سے خوف کھاؤ، کہیں تمہیں نقصان نہ پہنچ جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہ تو مجھے اپنی توحید و معرفت کی ہدایت عطا فرما چکا اور مجھے ان بتوں کا کوئی ڈر نہیں اور مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا البتہ میرا رب کوئی بات چاہے تو وہ ہو سکتی ہے کیونکہ وہ قادرِ مطلق ہے نہ یہ کہ تمہارے بتوں کے چاہنے سے کچھ ہوگا۔ میرے

وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَكَیْفَ اَخَافُ مَاۤ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ
رب کوئی بات چاہے۔ میرے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے؟ ○ اور میں تمہارے شریکوں سے کیوں ڈروں؟ اور تم

اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ
نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کا شریک اس کو ٹھہرایا جس کی کوئی دلیل اللہ نے تم پر نہیں اتاری تو دونوں گروہوں میں امان کا زیادہ حقدار

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ
اگر تم جانتے ہو ○ وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں شرک کو نہ ملایا تو انہی کے لیے امان

وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَیْنٰهَاۤ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ
اور وہی ہدایت یافتہ ہیں ○ اور یہ ہماری مضبوط دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلے میں عطا فرمائی۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کرتے ہیں

رب کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے جس کو جو نفع یا نقصان پہنچتا ہے سب اس کے علم میں ہے، تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے؟ اہم بات: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسے خطرناک موقع پر بھی ایمان نہ چھپایا بلکہ ایمان ظاہر فرمایا: اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کے دل میں مخلوق کی ایسی ہیبت نہیں آسکتی جو انہیں فرائض کی ادائیگی سے روک دے۔

آیت 81 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مزید فرمایا: میں تمہارے شریکوں سے کیوں ڈروں جو بے جان، عاجز اور بے بس ہیں مجھے ڈرانے کے بجائے تمہیں ڈرنا چاہیے کیونکہ تم نے ان بتوں کو بغیر کسی دلیل کے خدا کا شریک ٹھہرایا۔ یہ بات سامنے رکھ کر غور کرو امان کا مستحق کون ہے؟ وہ مومن جس کے پاس اپنے عقیدے کی حقانیت کے دلائل ہیں یا وہ مشرک جس کے پاس اپنے عقیدے کی کوئی معقول اور قابلِ قبول دلیل نہیں؟ اگر تم امان کے حقدار کو جانتے ہو اور وہ یقینی طور پر مومن ہی ہے تو تم بھی ایمان لے آؤ۔

آیت 82 ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں شرک کو نہ ملایا تو انہی کے لئے عذاب سے امان ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں اور ان کے علاوہ سب کھلی گمراہی میں ہیں۔ اہم بات: اس آیت میں ایمان سے مراد اللہ تعالیٰ کو ماننا اور ظلم سے مراد شرک ہے۔ معتزلہ فرقہ والے اس آیت میں ظلم سے گناہ مراد لیتے ہیں، جو صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بہت پریشان ہوئے اور بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ہم میں سے کون ہے جو اپنی جان پر ظلم نہیں کرتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سے یہ مراد نہیں بلکہ اس سے مراد شرک ہے۔ کیا تم نے وہ بات نہیں سنی جو حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہی تھی کہ اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ کرنا، بیشک شرک بڑا ظلم ہے۔ (بخاری، حدیث: 3429)

آیت 83 فرمایا کہ ستارے، چاند اور سورج کی آفاقی نشانیوں سے استدلال کرکے توحیدِ الٰہی ثابت کرنے کے مضبوط دلائل ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے جن کے ذریعے وہ اپنی قوم پر غالب آئے۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دنیا میں علم وحکمت اور نبوت کے ساتھ اور آخرت میں قرب وثواب کے ساتھ درجے بلند فرمائے۔ بیشک تمہارا رب اپنے تمام افعال میں حکمت والا اور مخلوق کے تمام احوال جاننے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) اس

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿٨٣﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا

بیشک تمہارا رب حکمت والا، علم والا ہے○ اور ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب عطا کیے۔ ان سب کو ہم نے ہدایت دی اور ان سے پہلے نوح کو ہدایت

مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ

دی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت عطا فرمائی) اور ایسا ہی

نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٥﴾

ہم نیک لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں○ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو (ہدایت یافتہ بنایا) یہ سب ہمارے خاص بندوں میں سے ہیں○

وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَمِنْ

اور اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو (ہدایت دی) اور ہم نے سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی○ اور ان کے

اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٨٧﴾

باپ دادا اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے (بھی) بعض کو (ہدایت دی) اور ہم نے انہیں چن لیا اور ہم نے انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی○

آیت سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستارے، چاند اور سورج کو رب کہنا بطورِ عقیدہ نہیں بلکہ قوم کے سامنے ان کے عقیدے اور تردید کی دلیل کے طور پر تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ باتیں ہم نے انہیں بطورِ دلیل عطا فرمائیں۔ (2) انبیا علیہم السلام کا کثرت سے ذکر اور محفلوں کو اُن کے ذِکرِ پاک سے آراستہ کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے، نیز یہ ایمانی طاقت بڑھانے اور عقیدۂ توحید کو مضبوط کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

آیت 84-87 ﴿ ان چار آیات میں فرمایا گیا کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹا حضرت اسحاق اور پوتا حضرت یعقوب علیہما السلام عطا فرمائے۔ ان سب کو ہم نے ہدایت دی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کو ہدایت دی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں حضرت داود، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام کو ہدایت عطا فرمائی، جیسا ہم نے انہیں بدلہ دیا ایسا ہی ہم نیک لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں اور ہم نے حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس علیہم السلام کو ہدایت یافتہ بنایا، یہ سب ہمارے خاص بندوں میں سے ہیں اور ہم نے حضرت اسمٰعیل، حضرت یسع، حضرت یونس اور حضرت لوط علیہم السلام کو ہدایت دی اور ان سب کو ان کے وقت میں نبوت و رسالت کے ساتھ تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی، ان کے باپ دادا، اولاد اور بھائیوں میں سے بھی بعض کو ہدایت دی، ہم نے انہیں چن لیا اور انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔ اہم باتیں: (1) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد تمام انبیا علیہم السلام آپ ہی کی اولاد سے ہوئے۔ لہٰذا مرزا قادیانی ہرگز نبی نہیں کیونکہ اگر یہ نبی ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہوتا۔ (2) یہاں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر فرمایا اور ان کے ذکر کی ترتیب زمانہ اور فضیلت کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس ترتیب میں ان کی عظمت و شان اور خصوصیات کی ترتیب و جامعیت ہے۔ (3) یہاں انبیا علیہم السلام کو تمام جہان والوں سے افضل فرمایا گیا اور جہان میں اللہ تعالیٰ کے سوا سب داخل ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام فرشتوں اور اماموں سے بھی افضل ہیں۔

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ

یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور اگر وہ (بھی بالفرض) شرک کرتے تو ضرور

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝88 اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ

ضائع ہو جاتے ○ یہی وہ ہستیاں ہیں جنہیں ہم نے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کی تو اگر کفار ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے

هٰٓؤُلَاۗءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝89 اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰ

قوم مقرر کر رکھی ہے جو ان چیزوں کا انکار کرنے والی نہیں ○ یہی وہ (مقدس) ہستیاں ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی تو تم

اقْتَدِهْ ۭ قُلْ لَّآ اَسْـَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝90 وَمَا قَدَرُوا

پیروی کرو۔ تم فرماؤ: میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ یہ صرف سارے جہان والوں کے لئے نصیحت ہے ○ اور یہودیوں نے

آیت 88 فرمایا کہ یہ اللہ کی ہدایت ہے یعنی ان عقائد کی پہچان خدا کی ہدایت ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد و یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس معرفت کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے دین، اپنی طاعت و بندگی کی اور باطل معبودوں سے بیزاری کا اظہار کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔ آیت کے اگلے حصے میں عوام و خواص سب لوگوں کو ڈرایا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہ ہوں کیونکہ جب فضیلت اور بلند مقام رکھنے والے انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ "اگر وہ (بھی بالفرض) شرک کرتے تو ضرور ان کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے۔" تو ان کے مقابلے میں اور لوگوں کا حال کیا ہوگا۔

آیت 89 ارشاد فرمایا کہ جن انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا گیا، یہی وہ ہستیاں ہیں جنہیں ہم نے کتاب، حکمت اور نبوت عطا کی ہے تو اگر اہل مکہ کتاب، حکمت اور نبوت کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے ان چیزوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے ایسی قوم مقرر کر رکھی ہے جو ان چیزوں کا انکار کرنے والی نہیں۔ حقوق ادا کرنے والی قوم سے انصار، مہاجرین، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا وہ سب مسلمان مراد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ خدمت دین کی توفیق بخشے، جیسے مبلغین، علماء، اولیا، سلاطین وغیرہ۔

آیت 90 جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کے تذکرے کے بعد فرمایا: یہی وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حق اور صراط مستقیم کی ہدایت کی تو اے حبیب! آپ تمام اچھے اخلاق، پسندیدہ افعال اور کامل صفات میں ان کی پیروی کریں۔ آپ کفار مکہ سے فرما دیں میں اس یعنی قرآن یا تبلیغ رسالت اور دعوت توحید پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ یہ قرآن تو سارے جہان والوں کے لئے نصیحت ہے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں کیونکہ کمال شرف کی جو صفات انبیاء علیہم السلام کو جدا جدا عطا فرمائی گئیں تھیں اللہ تعالیٰ نے ان تمام صفات کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جمع فرما دیا ہے تو جب آپ تمام انبیاء کی صفات کمال کے جامع ہیں تو یقیناً سب سے افضل ہوئے۔ (2) قرآن سارے جہان والوں کے لئے نصیحت ہے تو صاحب قرآن یعنی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یقیناً تمام مخلوق کے رسول ہیں اور کل جہان آپ کی امت ہے۔

آیت 91 شان نزول: یہودیوں کے ایک بڑے عالم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بحث میں غضبناک ہو کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی

حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ

جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا جب انہوں نے کہا: اللہ نے کسی انسان پر کوئی چیز نہیں نازل کی۔ تم فرماؤ وہ کتاب کس نے اتاری تھی جسے

جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ

موسیٰ لے کر آئے تھے (جو) نور اور لوگوں کے لیے ہدایت تھی، جس کے تم نے الگ الگ کاغذ بنا لیے تھے، کچھ ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپا لیتے ہو

وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾

اور تمہیں وہ سکھایا جاتا ہے جو نہ تم کو معلوم تھا اور نہ تمہارے باپ دادا کو۔ تم کہو: ”اللہ“ پھر انہیں ان کی بیہودگی میں کھیلتے ہوئے چھوڑ دو۔

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى

اور یہ برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے، پچھلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس لیے (اتری) تاکہ تم اس کے ذریعے مرکزی شہر اور اس کے

وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

ارد گرد والوں کو ڈر سناؤ اور جو آخرت پر ایمان لاتے ہیں وہی اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

پر کچھ نہیں اتارا۔ اس پر یہ فرمایا گیا کہ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی ویسے قدر نہ کی جیسے اس کی قدر کرنے کا حق تھا کہ خدا نے مخلوق تو پیدا فرمائی لیکن ان کی رہنمائی کے لئے کسی انسان پر کوئی چیز نہیں نازل کی۔ معاذ اللہ۔ نیز اے حبیب! آپ ان سے پوچھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کوئی کتاب نہیں اتاری تو وہ کتاب کس نے اتاری تھی جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے؟ جو سراپا نور اور لوگوں کے لیے ہدایت تھی۔ وہ بھی تو ایک انسان یعنی موسیٰ علیہ السلام ہی پر اتری تھی جس کتاب کے تم نے الگ الگ کاغذ بنا لئے تھے، ان میں سے کچھ وہ ظاہر کر دیتے ہو جس کا اظہار اپنی خواہش کے مطابق سمجھتے ہو جبکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے دین کے متعلق بہت کچھ چھپا لیتے ہو اور اے یہودیو! تمہیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم اور قرآن کریم کے ذریعے وہ کچھ سکھایا جاتا ہے جو نہ تم کو معلوم تھا اور نہ تمہارے باپ دادا کو۔ اے حبیب! پھر اگر یہودی آپ کے سوال کا جواب نہ دے سکیں تو آپ خود فرما دیں کہ تورات اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی اور جیسے اس نے تورات نازل فرمائی ایسے ہی قرآن بھی اسی نے نازل فرمایا، اس جواب کے بعد آپ انہیں ان کی باطل باتوں اور بحثوں میں مشغول چھوڑ دیں کیونکہ آپ نے وعظ و نصیحت کا حق ادا کر دیا، اب اس پر بھی وہ باز نہ آئیں تو انہیں ان کے حال پر ہی چھوڑ دینا چاہیے۔

آیت 92 فرمایا کہ یہ قرآن برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے۔ یہ پچھلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے اور قرآن اس لئے نازل فرمایا ہے کہ اے حبیب! آپ اس کے ذریعے مرکزی شہر مکہ مکرمہ اور اس کے ارد گرد والوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف دلائیں۔ مزید فرمایا کہ جو لوگ آخرت کو مانتے ہیں وہی اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ وہ برے انجام سے ڈرتے ہیں اور قیامت کا ڈر انسان کو ایمان و اعمال صالحہ پر ابھارتا ہے نیز فرمایا کہ قرآن و آخرت پر ایمان رکھنے والے اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ دروس یہاں بطور خاص نماز کا ذکر ہوا کیونکہ یہ ایمان کے بعد سب سے اعلیٰ اور خدا کی بارگاہ میں سب سے پیاری عبادت ہے اور نماز کی پابندی کرنا قرآن و آخرت پر ایمان رکھنے کا اہم تقاضا بھی ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون؟ جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے: میری طرف وحی کی گئی حالانکہ اس کی طرف کسی شے کی وحی نہیں بھیجی گئی

قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ

کہے: میں بھی ابھی ایسا اُتار دوں گا جیسا اللہ نے اتارا ہے۔ اور اگر تم دیکھو جب ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے

بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ

پھیلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ اپنی جانیں نکالو۔ آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس کے بدلے میں جو تم اللہ پر ناحق باتیں

آیت 93 ﴾ شانِ نزول: آیت کے ابتدائی حصے کا شانِ نزول یہ ہے کہ یمن کے علاقے یمامہ میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے اور کہے کہ میری طرف وحی کی گئی حالانکہ اس کی طرف کسی شے کی وحی نہیں بھیجی گئی۔ آیت کے اگلے حصے کا شانِ نزول: عبد اللہ بن ابی سرح کاتبِ وحی تھا۔ جب آیت وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ نازل ہوئی، وہ اسے لکھنے لگا، آخر تک پہنچتے پہنچتے انسانی پیدائش کی تفصیل جان کر حیرت زدہ ہوا اور آخری حصہ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ بے اختیار اس کی زبان پر جاری ہو گیا اور یہی آیت کا اختتامی حصہ بھی تھا، اس پر اس کا دماغ خراب ہو گیا کہ مجھ پر بھی وحی آنے لگی ہے اور یوں وہ مرتد ہو گیا۔ وہ یہ نہ سمجھا کہ نورِ وحی اور زورِ کلام کی وجہ سے آیت کا آخری کلمہ خود بخود اس کی زبان پر آ گیا ہے جس میں اُس کی قابلیت کا کوئی دخل نہیں۔ زورِ کلام بعض اوقات خود اپنا آخر بتا دیا کرتا ہے جیسے کوئی شاعر نفیس مضمون پڑھے تو مضمون خود قافیہ بتا دیتا ہے اور سننے والے لوگ، شاعر سے پہلے قافیہ پڑھ دیتے ہیں، ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو ہرگز ویسا شعر کہنے پر قادر نہیں ہوتے تو قافیہ بتانا ان کی قابلیت نہیں بلکہ کلام کی قوت ہے اور یہاں تو نورِ وحی اور نورِ نبی سے سینہ میں روشنی آتی تھی چنانچہ مجلس شریف سے جدا ہونے اور مرتد ہو جانے کے بعد پھر ایک جملہ بھی ایسا نہ بنا سکا جو نظمِ قرآنی سے ملتا جلتا ہو لیکن بالآخر فتح مکہ سے پہلے اس نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا تھا۔ اُس کے بارے میں آیت کا اگلا حصہ نازل ہوا جس میں فرمایا گیا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو کہے: عنقریب میں بھی ایسی ہی کتاب اُتار دوں گا جیسی اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے۔ اس کے بعد کافروں کے مرتے وقت کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا: اگر تم کافروں کی حالت دیکھو تو بڑی خوفناک حالت دیکھو گے جب ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے ارواح قبض کرنے کے لئے جھڑکتے اور کہتے ہیں کہ اپنی جانیں نکالو۔ آج تم کافروں کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس وجہ سے جو تم نبوت اور وحی کے جھوٹے دعوے کر کے یا اللہ تعالیٰ کے لئے شریک اور بیوی بچے بتا کر اللہ تعالیٰ پر ناحق باتیں کہتے اور اس کی آیتوں کے مقابلے میں تکبر کرتے تھے، اسی لیے نہ تو آیتوں میں غور کرتے اور نہ ہی ان پر ایمان لاتے تھے۔ اہم بات: اس آیت میں مرزا قادیانی کا بھی رد ہے کیونکہ وہ بھی اپنی طرف وحی آنے کا دعوے دار تھا۔ آج کل قادیانی مختلف طریقوں سے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے نبوت کا نہیں بلکہ مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ کچھ کہتے ہیں کہ مرزا نے مطلق نبوت کا نہیں بلکہ ظلی و بروزی نبوت کا دعویٰ کیا تھا حالانکہ مرزا قادیانی کی کتابوں میں کئی جگہ مطلق دعویٰ نبوت موجود ہے بہر حال ظلی و بروزی نبوت کا دعویٰ بھی باطل و مردود ہے۔

عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا

اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔ اور بیشک تم ہمارے پاس اکیلے آئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ

خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَ مَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ

پیدا کیا تھا اور تم اپنی پیٹھ پیچھے وہ سب مال و متاع چھوڑ آئے جو ہم نے تمہیں دیا تھا اور (آج) ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو نہیں دیکھتے

الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۚ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَ ضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ ع

جن کے متعلق تم گمان کرتے تھے کہ "وہ تم میں (ہمارے) شریک ہیں۔" بیشک تمہارے درمیان جدائی ہوگئی اور تم سے وہ غائب ہوگئے جن (کے معبود ہونے) کا تم دعویٰ کرتے تھے۔

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى ۚ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۚ

بیشک اللہ دانے اور گٹھلی کو چیرنے والا ہے، زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے۔

آیت 94 کافروں کی موت کے احوال کے بعد اب قیامت کے احوال کا بیان ہے، چنانچہ فرمایا کہ قیامت کے دن کافروں سے کہا جائے گا: بیشک تم ہمارے پاس حساب وجزا کے لئے ایسے اکیلے آئے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار اکیلا پیدا کیا تھا، نہ تمہارے ساتھ مال ہے نہ جاہ و مرتبہ، نہ وہ اولاد ہے جن کی محبت میں تم عمر بھر گرفتار رہے اور نہ ہی وہ بت جنہیں تم پوجتے رہے۔ آج ان میں سے کوئی تمہارے کام نہ آیا بلکہ تم وہ سب مال و متاع اپنے پیچھے چھوڑ آئے جو ہم نے تمہیں دیا تھا اور آج ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو نہیں دیکھتے جنہیں تم گمان کرتے تھے کہ وہ عبادت کے حق دار ہونے میں اللہ کے شریک ہیں۔ بیشک تمہارے درمیان جدائی ہوگئی اور تمہاری جماعت منتشر ہوگئی اور تم سے وہ بت غائب ہوگئے جن کے معبود ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے اور تمہارے وہ تمام جھوٹے دعوے باطل ہوگئے جو تم دنیا میں کرتے تھے۔ درس: مرنے کے بعد انسان قبر و حشر نیز بارگاہِ الٰہی میں اعمال کا حساب دینے کے وقت تنہا ہوگا۔ مال و متاع، اہل و عیال، عزیز رشتہ دار اور دوست احباب میں سے کوئی اس کے ساتھ نہ ہوگا، لہٰذا دنیا کی زندگی میں وہ ساتھی بنالیں جو قبر کی وحشت انگیز تنہائی اور قیامت کے دن تسکین کا باعث ہوں اور وہ ساتھی نیک اعمال ہیں۔

آیت 95 یہاں اللہ تعالیٰ کی کمالِ قدرت و علم کا بیان ہے کیونکہ مقصودِ اعظم اللہ تعالیٰ کی صفات و افعال کی معرفت ہے اور یہ کہ وہی تمام چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے اور جو ایسی شان کا مالک ہے وہی عبادت کا حق دار ہو سکتا ہے۔ خشک دانہ اور گٹھلی کو چیر کر ان سے سبزہ و درخت پیدا کرنا اور ایسی سنگلاخ زمینوں میں ان کے نرم ریشوں کو جاری کر دینا جہاں آہنی میخ بھی کام نہ کر سکے اس کی قدرت کے کیسے عجائبات ہیں۔ وہی اللہ کریم دانے اور گٹھلی کو چیر کر سبزہ اور درخت بنا دیتا ہے اور زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے جیسے جاندار سبزہ کو بے جان دانے اور گٹھلی سے اور انسان و حیوان کو نطفہ سے اور پرندے کو انڈے سے؛ یونہی وہی ربِ عظیم مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے جیسے جاندار درخت سے بے جان گٹھلی اور دانہ کو اور انسان و حیوان سے نطفہ کو اور پرندے سے انڈے کو۔ یہ سب اس کی قدرت و حکمت کے عجائبات ہیں تو اے کافرو! یہ ہے اللہ، تو تم کہاں اوندھے جاتے ہو؟ اور ایسے دلائل کے بعد کیوں خدا پر اور موت کے بعد جینے پر ایمان نہیں لاتے؟ جو بے جان نطفہ سے جاندار حیوان کو پیدا کرتا ہے اس کی قدرت سے مردہ کو زندہ کرنا کیا بعید ہے۔

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ الَّیْلَ سَكَنًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾

یہ اللہ ہے تو تم کہاں پھرے جاتے ہو؟○ (وہ) تاریکی کو چاک کرکے صبح نکالنے والا (ہے) اور اس نے رات کو آرام (کا ذریعہ) بنایا اور اس نے سورج اور چاند

حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۹۶﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا

کے) حساب (کا ذریعہ بنایا) یہ زبردست، علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے○ اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے تاکہ تم ان سے راستہ

فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ

خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ پاؤ۔ بیشک ہم نے علم والوں کے لیے تفصیل سے نشانیاں بیان کردیں○ اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے

مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَ هُوَ

کیا پھر کہیں ٹھکانہ ہے اور کہیں امانت رکھے جانے کی جگہ ہے۔ بیشک ہم نے سمجھنے والوں کے لیے نشانیاں تفصیل سے بیان کردیں○ اور وہی ہے

الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ

جس نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعے ہر اگنے والی چیز نکالی تو ہم نے اس سے سرسبز کھیتی نکالی جس میں سے ہم ایک دوسرے پر چڑھے

آیت 96 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تین شانیں بیان فرمائی ہیں: (1) وہ تاریکی کو چاک کرکے صبح نکالنے والا ہے چنانچہ صبح کے وقت مشرق کی طرف روشنی دھاگے کی طرح یوں نمودار ہوتی ہے جیسے اس خط نے تاریکی چاک کردی۔ (2) اس نے رات کو آرام کا ذریعہ بنایا کہ مخلوق اس میں چین پاتی اور دن کی تھکاوٹ کو آرام کرکے دور کرتی اور شب بیدار عابد وزاہد لوگ تنہائی میں اپنے رب کی عبادت سے چین پاتے ہیں۔ (3) اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو اوقات کے حساب کا ذریعہ بنایا کہ ان کی گردش سے عبادات ومعاملات کے اوقات معلوم ہوتے ہیں۔ یہ سب زبردست، علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔ **اہم بات:** علم ریاضی، نباتات، فلکیات اور حیوانات بہت اعلیٰ علوم ہیں کہ ان سے رب تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ ظاہر ہوتی ہے۔

آیت 97 ارشاد فرمایا کہ وہی اللہ ہے جس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم خشکی اور سمندر میں سفر کے دوران رات کی تاریکیوں میں راستہ پاؤ۔ بیشک ہم نے علم والوں کے لئے تفصیل سے اپنی قدرت کی نشانیاں بیان کردی ہیں۔ اہم بات یہاں علم والوں کا بطورِ خاص اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ ان نشانیوں سے وہی فائدہ اٹھاتے ہیں ورنہ یہ نشانیاں سب کے لیے عام ہیں۔

آیت 98 اس آیت میں ایک جان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، ٹھکانہ سے مراد ماں کے رحم میں یا زمین کے اوپر ٹھکانہ ہے اور امانت رکھے جانے کی جگہ سے مراد باپ کی پشت یا زمین کے اندر بطورِ امانت رکھا جانا ہے۔ آخر میں فرمایا کہ بیشک ہم نے ان لوگوں کے لیے اپنی قدرت کی نشانیاں تفصیل سے بیان کردی ہیں جو اپنی ذہانت اور باریک بینی سے تحقیق کرنے کی صلاحیت کے سبب سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔

آیت 99 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہی اللہ ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا، پھر اسی نے اس پانی کے ذریعے ہر اگنے والی چیز نکالی تو تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس پانی سے سرسبز کھیتی نکالی جس میں سے وہ ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے دانے نکالتا ہے جیسے گندم کی

مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ

جڑے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے ابتدائی کچے شگوفوں سے (کھجور کے) خوشے (نکلتے ہیں جو پھلوں کی کثرت سے) لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور انگور کے باغ

وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ

اور زیتون اور انار (نکالتے ہیں جو) کسی وصف میں ایک دوسرے سے ملتے ہوتے ہیں اور کسی وصف میں جدا ہوتے ہیں۔ تم درخت کے پھل اور اس کے پکنے کی

اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ

طرف دیکھو جب وہ پھل دے۔ بیشک اس میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ اور لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک بنایا حالانکہ اللہ نے ہی ان جنوں کو پیدا کیا ہے اور لوگوں

بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى

نے اللہ کے لئے جہالت سے بیٹے اور بیٹیاں گڑھ لیں حالانکہ اللہ ان کی بیان کی ہوئی چیزوں سے پاک اور بلند ہے۔ وہ بغیر کسی نمونے کے آسمانوں اور زمین کا

يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

بنانے والا ہے۔ اس کے لئے اولاد کیسے ہو سکتی ہے؟ حالانکہ اس کی بیوی (ہی) نہیں ہے اور اس نے ہر شے کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔

ع ۱۸

بالیاں وغیرہ اور کھجور کے ابتدائی کچے شگوفوں سے کھجور کے خوشے نکلتے ہیں جو پھلوں کی کثرت سے لٹکے ہوئے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انگور کے باغ، زیتون اور انار نکالتا ہے جو کسی وصف میں ایک دوسرے سے ملتے ہوتے ہیں اور کسی وصف میں جدا ہوتے ہیں اور اے لوگو! جب درخت پھل دے تو تم اس کے پھل اور ان پھلوں کے پکنے کی طرف دیکھو اور غور کرو۔ بیشک اس میں ایمان والوں کے لیے قدرتِ الٰہی کی نشانیاں ہیں کہ پانی ایک ہے اور جس زمین سے یہ سب کچھ اُگ رہا ہے وہ بھی ایک ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے جو چیزیں اگائی ہیں وہ قسم قسم اور رنگا رنگ کی ہیں تو جو رب ایک پانی سے اتنی قسم کی سبزیاں پیدا فرمانے پر قادر ہے تو وہ ایک صور کی پھونک سے سارے عالم کو مارنے اور زندہ کرنے پر بھی قادر ہے؛ لہٰذا قیامت برحق ہے۔

آیت 100 ارشاد فرمایا کہ سابقہ آیات میں بیان کردہ دلائلِ قدرت، نعمتوں کے پیدا کرنے اور عطا فرمانے کا تقاضا یہ تھا کہ لوگ اس کریم کارساز پر ایمان لاتے لیکن اس کی بجائے بُت پرستوں نے اپنے اوپر یہ ستم کیا کہ جنوں کو خدا کا شریک قرار دیا اور جنوں کے نام پر دیوی دیوتا بنا لئے اور اللہ تعالیٰ کے لیے معاذ اللہ اپنی طرف سے ہی بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی بیان کی ہوئی چیزوں سے پاک اور بلند ہے اور یہ چیزیں اس کی شان کے لائق ہی نہیں۔

آیت 101 اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان اور پاکی کا بیان ہے، چنانچہ فرمایا: اس کی شان یہ ہے کہ وہ بغیر کسی نمونے اور سابقہ مثال کے آسمانوں اور زمین کو بنانے والا ہے۔ اس کی دوسری شان یہ ہے کہ وہ اولاد سے پاک ہے کیونکہ اولاد عورت کے بغیر نہیں ہوتی اور بیوی سے پاک ہے تو اس کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے؟ کوئی عورت اس کی بیوی ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ کوئی شے اس کی مثل ہی نہیں اور اولاد نہ ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس نے ہر شے کو پیدا کیا ہے تو جو کچھ ہے سب اس کی مخلوق ہے اور مخلوق اولاد نہیں ہو سکتی، لہٰذا کسی مخلوق کو اس کی اولاد بتانا باطل ہے اور وہ ہر شے کو خوب جاننے والا ہے لہٰذا اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ

یہ اللہ تمہارا رب ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہر شے کو پیدا فرمانے والا ہے تو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر

وَّكِیْلٌ ۝ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ

نگہبان ہے۔ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں اور وہ تمام آنکھوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہی ہر باریک چیز کو جاننے والا، بڑا خبردار ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ؕ وَمَاۤ اَنَا

بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھولنے والی دلیلیں آگئیں تو جس نے (انہیں) دیکھ لیا تو اپنے فائدے کے لئے ہی (دیکھا) اور جو

آیت 102 فرمایا کہ اے مشرکو! جس کی ایسی عظیم الشان صفات بیان ہوئیں وہی اللہ تمہارا رب اور صرف وہی عبادت کا مستحق ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق ہے ہی نہیں، وہ ہر شے کو پیدا فرمانے والا ہے لہٰذا تم صرف اسی کی عبادت کرو اور ان صفات کے ساتھ موصوف وہ ہر چیز پر نگہبان بھی ہے، لہٰذا اسی پر بھروسہ کرو اور دنیوی واخروی معاملات کے حل کے لیے اسی کی عبادت کو وسیلہ بناؤ۔

آیت 103 فرمایا کہ اس کی شان یہ ہے کہ آنکھیں اس کی ذات کا احاطہ نہیں کرسکتیں اور وہ تمام آنکھوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہی ہر باریک چیز کو جاننے والا، اپنی مخلوق اور اس کے اعمال پر بڑا خبردار ہے۔ اہم باتیں: (1) ادراک کے معنی ہیں: دیکھی جانے والی چیز کی تمام طرفوں اور حدوں پر واقف ہونا کہ یہ چیز فلاں جگہ سے شروع ہو کر فلاں جگہ ختم ہوگئی، جیسے انسان کو ہم کہیں کہ سر سے شروع ہو کر پاؤں پر ختم ہوگیا۔ اسی کو احاطہ (گھیراؤ) کہتے ہیں اور احاطہ اسی چیز کا ہوسکتا ہے جس کی حدیں اور جہتیں ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ کے لئے حد اور جہت محال ہے تو اس کا ادراک واحاطہ بھی ناممکن ہے اور یہی اہلِ سنت کا مذہب ہے۔ (2) آخرت میں مؤمنین کو دیدارِ الٰہی ہو گا اور یہ عقیدہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے، چنانچہ قرآنِ مجید میں ہے: ﴿وُجُوْهٌ یَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (القیامۃ: 22، 23) ترجمہ: "کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔" اسی طرح حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ رات کے وقت آپ نے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا: عنقریب تم اپنے رب کو دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھتے ہو اور اسے دیکھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کرو گے۔ (بخاری، حدیث: ...)
(3) آخرت میں مؤمنین کے لیے دیدارِ الٰہی کا انکار گمراہی ہے۔

آیت 104 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ لوگوں سے فرمادیں کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے توحید، نبوت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب وجزا سے متعلق دل کی آنکھیں کھول دینے والی دلیلیں آگئیں، تو جس نے دل کی آنکھ سے حق دیکھا اور اس پر ایمان لے آیا تو اس میں اس کا اپنا ہی فائدہ ہے اور جو حق ظاہر ہونے کے باوجود اسے دیکھنے سے اندھا رہا اور اس پر ایمان نہ لایا تو اس میں نقصان بھی اس کا اپنا ہے اور میں تم پر نگہبان نہیں کہ تمہارے اعمال وافعال کی نگہبانی کرتا پھروں بلکہ میں تمہاری طرف تمہارے رب کا رسول ہوں تاکہ اس کا پیغام تم تک پہنچا دوں۔

عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ

ہے۔ اللہ جانتا، تو یہ بھی اسی پر ہے اور میں تم پر نگہبان نہیں ○ اور ہم اسی طرح بار بار آیتیں بیان کرتے ہیں اور اس لیے تاکہ کافر بول اٹھیں کہ تم نے پڑھ لیا ہے

يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ

اور اس لیے تاکہ ہم اسے علم والوں کے لیے واضح کر دیں ○ تم اس وحی کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے اس کے سوا

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكُوْا ۗ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَاۤ اَنْتَ

کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے منہ پھیر لو ○ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اور ہم نے تمہیں ان پر نگہبان نہیں بنایا اور نہ آپ

عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ

ان پر نگران ہیں ○ اور انہیں برا بھلا نہ کہو جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ زیادتی کرتے ہوئے جہالت کی وجہ سے اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے

آیت 105 فرمایا کہ جیسے ہم نے پہلے آیتیں بیان کیں اسی طرح ہم بار بار اپنی آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں، نیز ان پر اللہ کی حجت قائم ہو جائے لیکن کافر عبرت نہیں لیتے بلکہ ان آیات کے نازل ہونے کے نتیجے میں کافر بول اٹھتے ہیں: اے محمد! تم نے گزشتہ کتابوں کو پڑھ لیا ہے اور وہی پڑھ کر ہمیں بتا رہے ہو اور اس لئے بار بار آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ قرآن کو علم والوں کے لیے واضح کر دیں کیونکہ وہی اس سے حقیقی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آیت 106 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ اس وحی کی پیروی کرتے رہیں جو رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔ وہی خدا تنہا معبود ہے؛ لہٰذا کفار کی باطل باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں، یہ ان کی بدنصیبی ہے کہ آپ کی رسالت پر واضح دلیلوں کے باوجود یہ ایمان نہیں لا رہے۔

آیت 107 مزید فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے لیکن خدا کی اپنی مشیت و حکمت ہے اور ہم نے آپ کو ان پر نگہبان نہیں بنایا کہ آپ انہیں ان کے اعمال کی جزا دیں اور نہ ہی آپ ہماری طرف سے ان پر نگران ہیں کہ انہیں ایمان لانے پر مجبور کر دیں۔ اہم بات: کوئی کام اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے کے بغیر نہیں ہو سکتا، کافر کا کفر اور گنہگاروں کے گناہ اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیت سے ہیں، ہاں! اللہ تعالیٰ کفر و شرک اور گناہ سے راضی نہیں اور نہ اس نے ان چیزوں کا حکم دیا ہے۔

آیت 108 شانِ نزول: مسلمان بتوں کی برائیاں بیان کرتے تھے تاکہ کفار کو سمجھ آئے مگر ان جاہلوں نے بجائے نصیحت حاصل کرنے کے اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی کے جملے بولنا شروع کر دیئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ بتوں کی حقیقی برائیاں بیان کرنے کے ثواب ہونے کے باوجود یوں بتوں کو برا نہ کہو تاکہ جاہل کفار، جھوٹے معبودوں کی باطل محبت میں اپنی جہالت سے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں بے ادبی کرنا شروع نہ کر دیں۔ مزید فرمایا کہ جیسے ہم نے ان کفار کی نگاہ میں ان کے عمل آراستہ کیے ہیں، یونہی ہر امت کی نگاہ میں اس کے اچھے برے عمل کو آراستہ کر دیا تھا۔ وہ یہ عمل کریں گے پھر انہیں آخرت میں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے تو وہ انہیں ان کے اعمال بتا دے گا اور انہیں بدلہ بھی دے گا۔ اہم باتیں: (1) ابن انباری کا قول ہے کہ یہ حکم اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تھا، جب مسلمانوں میں طاقت آگئی کہ کفار کو رب کی شان میں گستاخی سے روک سکیں تو انہیں

عِلْمٍ ۪ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا

یونہی ہم نے ہر امت کی نگاہ میں اس کے عمل کو آراستہ کر دیا پھر انہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے تو وہ انہیں بتادے گا جو

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا

وہ کرتے تھے ○ اور انہوں نے بڑی تاکید سے اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی تو ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔ تم فرمادو کہ

الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ

اللہ کے پاس ہیں اور تمہیں کیا خبر کہ جب وہ (نشانیاں) آئیں گی تو (بھی) یہ ایمان نہیں لائیں گے ○ اور ہم ان کے دلوں اور

وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع ۱۴

آنکھوں کو پھیر دیں گے جیسا کہ یہ پہلی بار اس پر ایمان نہ لائے تھے اور انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیں گے ○

اس کی اجازت مل گئی ورنہ تو خود قرآن میں شیطان، بتوں اور سردارانِ قریش کی برائیاں بکثرت بیان کی گئی ہیں۔ (2) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر غیر ضروری عبادت ایسے فساد کا ذریعہ بنے جو ہم سے مٹ نہ سکے تو اسے چھوڑ دیا جائے۔ واعظ و عالم اس طریقے سے وعظ نہ کرے جس سے لوگوں میں ضد پیدا ہو، فساد اور مار پیٹ تک نوبت پہنچ جائے۔

آیت 109 شانِ نزول: کفارِ مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کی: آپ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے معجزات بیان فرماتے ہیں۔ اگر ہمیں ہماری منہ مانگی نشانیاں دکھادیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ ارشاد فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: صفا پہاڑ سونے کا ہو جائے، یا ہمارے بعض مردے زندہ ہو کر آپ کی گواہی دے دیں، یا فرشتے ہمارے سامنے آجائیں۔ ارشاد فرمایا: اگر میں ان میں سے کچھ دکھادوں تو تم ایمان لے آؤ گے؟ وہ قسمیں کھا کر بولے کہ ضرور ایمان لے آئیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دعا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی: آپ جو دعا کریں گے وہ قبول ہوگی لیکن اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو ابھی ہلاک کر دیئے جائیں گے اور اگر زندہ رہے تو شاید ان میں سے کوئی ایمان لے آئے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دعا کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: کفارِ مکہ نے بڑی تاکید سے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس ان کی مانگی ہوئی کوئی نشانی آئی تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔ اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ نشانیاں تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، وہ جب چاہتا ہے اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق نازل فرماتا ہے اور اے مسلمانو! تمہیں کیا خبر کہ جب وہ نشانیاں آئیں گی تو بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

آیت 110 ارشاد فرمایا کہ ہم ان کافروں کے دلوں کو حق ماننے اور ان کی آنکھوں کو حق دیکھنے سے پھیر دیں گے تو جس طرح یہ ان لوگوں کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دستِ اقدس پر اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ظاہر ہوئی تھیں جیسے چاند دو ٹکڑے ہوا لیکن یہ ان پر ایمان نہ لائے یونہی اب بھی ایمان نہ لائیں گے۔ ان کے ایمان لانے کے سب وعدے جھوٹے ہیں اور ہم انہیں ان کی گمراہی و سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیں گے اور انہیں ویسے ہدایت نہ دیں گے جیسے ایمان والوں کو ہدایت دی۔

رشد وہدایت کی آخری آسمانی کتاب، قرآن مجید کے علوم و اسرار جاننے اور
فہم و تدبر کے لئے آسان انداز میں

تفسیر تعلیم القرآن

شیخ الحدیث والتفسیر ابو صالح مفتی محمد قاسم قادری عطاری مدظلہ العالی

وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا

اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اُتار دیتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز ان کے سامنے جمع کر دیتے جب بھی

مَّا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ ﴿١١١﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ

یہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ خدا چاہتا لیکن ان میں اکثر لوگ جاہل ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا

نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا

دشمن بنایا انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو ان میں ایک دوسرے کو دھوکا دینے کے لئے بناوٹی باتوں کے وسوسے ڈالتا ہے

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿١١٢﴾ وَلِتَصْغٰى إِلَيْهِ أَفْئِدَةُ

اور اگر تمہارا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو تم انہیں اور ان کی بناوٹی باتوں کو چھوڑ دو۔ اور تاکہ آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے دل

الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُمْ مُقْتَرِفُونَ ﴿١١٣﴾

ان بناوٹی باتوں کی طرف مائل ہو جائیں اور تاکہ وہ ان باتوں کو پسند کر لیں اور وہ اسی گناہ کا ارتکاب کریں جس کے یہ خود مرتکب ہیں۔

آیت 111 شانِ نزول: کفارِ مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مذاقاً کہا کرتے کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہمارے مُردوں کو زندہ کر دیجئے اور ہمیں فرشتے دکھایئے جو آپ کے رسول ہونے کی گواہی دیں۔ ان کے جواب میں یہ آیت اتری، کہ اے حبیب! اگر ہم کفار کے مطالبے پر تمام مخلوق کو ان کے سامنے جمع کر دیتے اور وہ سب آپ کے لائے ہوئے پیغام کی سچائی کی گواہی دیتے تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے ہاں اللہ تعالیٰ کا ارادہ جس کے ایمان کے متعلق ہوتا وہ ایمان لاتا۔ اہم بات: بندوں کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادے سے وجود پذیر ہوتے ہیں لیکن اس نے انسان کو مجبور اور بالکل بے اختیار نہیں بنایا بلکہ ایک قسم کا اختیار دیا ہے۔ اس کے ساتھ عقل اور قوت بھی عطا فرمائی ہے۔ اسی اختیار کے اعتبار سے وہ جزا و سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔

آیت 112، 113 ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کفار کی ایذا رسانی پر تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اے حبیب! جیسے یہ کفار آپ کے دشمن ہیں ایسے ہی ہر نبی کی قوم کے کافر خواہ انسان ہوں یا جن، ان کے دشمن تھے۔ یہ ایک آزمائش ہے لہٰذا آپ اس پر رنجیدہ نہ ہوں۔ یہ ایک دوسرے کو دھوکے میں رکھنے کے لئے نت نئی باتیں گھڑتے اور وسوسے ڈالتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے لیکن ایمان و کفر اور خیر و شر کے مدِ مقابل رہنے میں اللہ کی کچھ حکمتیں ہیں لہٰذا آپ انہیں چھوڑ دیں اور صبر کریں۔ ان کے وسوسوں کا مقصد یہ ہے کہ آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے دل ان بناوٹی باتوں کی طرف مائل ہو کر ان کو پسند کر لیں اور وہ بھی گناہ کا ارتکاب کریں۔ اہم باتیں: (1) معلوم ہوا کہ تمام نبیوں کے دشمن ضرور ہوئے ہیں ایسے ہی علما و اولیا کے دشمن بھی ضرور ہوتے ہیں۔ (2) شَيٰطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ کی تفسیر میں دو قول ہیں: (۱) شیطان ہر سرکش و نافرمان کو کہتے ہیں چاہے انسان ہو یا جن۔ (۲) اس سے مراد ابلیس کی اولاد ہے۔ اسکی اولاد کا ایک گروہ انسانوں کو وسوسہ ڈالتا ہے اور ایک جنوں کو۔

أَفَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيٓ أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ

تو کیا میں اللہ کے سوا کسی کو حاکم بنالوں ؟ حالانکہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اُتاری اور جن لوگوں کو ہم نے

الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ أَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ وَتَمَّتْ

کتاب دی وہ جانتے ہیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل شدہ ہے تو اے سننے والے تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو○ اور تیرے

كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ

اور انصاف کے اعتبار سے تیرے رب کے کلمات کامل ہیں۔ اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے○ اور اے سننے والے!

مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ إِنْ يَّتَّبِعُوْنَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝

زمین میں اکثر وہ ہیں کہ تو ان کے کہے پر چلے تو تجھے اللہ کی راہ سے بہکادیں، یہ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور یہ صرف اندازے لگاتے ہیں○

آیت 114 شانِ نزول: کفارِ مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا کہ آپ اپنے اور ہمارے درمیان یہود و نصاریٰ کے پادریوں کو پنچ بنالیں جو یہ فیصلہ کریں کہ ہم حق پر ہیں یا آپ؟ اس پر فرمایا گیا: اے حبیب! آپ ان مشرکوں سے فرمادیں کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو حاکم بنالوں حالانکہ وہی ہے جس نے یہ مفصل کتاب مجھ پر نازل کر کے میرے نبی ہونے کا فیصلہ فرمادیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے بڑھ کر کسی کا فیصلہ نہیں۔ جن لوگوں کو آسمانی کتابوں کا صحیح فہم نصیب ہوا جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور عام علماءِ اہلِ کتاب، وہ تورات و انجیل میں مذکور نشانیوں سے جانتے ہیں کہ یہ قرآن حق کے ساتھ نازل شدہ ہے تو اے سننے والے! تو اس میں شک نہ کرنا۔

آیت 115 آیت کا معنیٰ ہے کہ تیرے رب کے کلمات وعدہ و وعید میں سچا ہونے اور احکام دین میں انصاف کے اعتبار سے کامل ہیں۔ اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی ہر بات کو سننے والا اور ہر فعل کو جاننے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) رب کی بات سے ''فیصلہ الٰہیہ'' ہے جو کافر و مومن کے متعلق ہو چکا اور تمام آسمانی کتابیں اور قرآن مجید سب اس میں شامل ہیں۔ (2) قرآن مجید مراد ہو تو یہاں چار شانیں بیان ہوئیں: (۱) یہ مکمل ہے، کوئی پہلو نا تمام نہیں۔ (۲) اس کی بیان کردہ تمام باتیں حق اور سچائی پر مبنی (۳) اور شرعی احکام ہر اعتبار سے عدل و انصاف پر مشتمل ہیں۔ (۴) یہ ہمیشہ کے لئے ہر طرح کی تبدیلی اور تحریف سے محفوظ ہے۔

آیت 116 گمراہوں کی پیروی سے منع کرتے ہوئے فرمایا: اے سننے والے! اگر کفار کے کہنے پر یا نفسانی خواہشات کے پیچھے چلنے والوں کے نقشِ قدم پر چلے گا تو یہ تجھے اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔ پھر فرمایا کہ یہ کفار جو آپ سے دین کے متعلق جھگڑ رہے ہیں یہ صرف گمان کی پیروی کرتے اور بصیرت و حق شناسی سے محروم ہیں۔ نیز یہ لوگ دین کے بارے میں غلط اندازے لگا رہے ہیں کہ یہ حلال ہے یہ حرام؛ جبکہ اٹکل سے کوئی چیز حلال یا حرام نہیں ہوتی۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں ''ظن'' سے مراد کفار کا اپنا مذہب ثابت کرنے میں باپ دادا کی تقلید کرنا ہے۔ (2) مجتہد کا قیاس باطل گمان پر نہیں بلکہ دلیل شرعی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ (3) مجتہدین کی پیروی درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی ہے۔

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَن يَضِلُّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١١٧﴾ فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ

بیشک تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ ہدایت والوں کو (بھی) خوب جانتا ہے ○ تو اس میں سے کھاؤ جس پر

اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كُنتُم بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ

اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو ○ اور تمہیں کیا ہے کہ تم اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ

حالانکہ وہ تمہارے لئے وہ چیزیں تفصیل سے بیان کرچکا ہے جو اس نے تم پر حرام کی ہیں سوائے ان چیزوں کے جن کی طرف تم مجبور ہو جاؤ اور بیشک بہت سے لوگ

بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿١١٩﴾ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ ۚ

لاعلمی میں اپنی خواہشات کی وجہ سے گمراہ کرتے ہیں۔ بیشک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے ○ اور ظاہری اور باطنی سب گناہ چھوڑ دو

آیت 117 فرمایا کہ کفار جو دوسروں سے فیصلہ کروانے کی بات کرتے ہیں، انتہائی نادان ہیں۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ لوگوں میں سے کون گمراہ ہے اور وہ ہدایت والوں کو بھی خوب جانتا ہے تو جو جس جزا کا مستحق ہے اسے وہ جزا دے گا۔

آیت 118 مشرکین نے مسلمانوں پر اعتراض کیا کہ تم اپنا قتل کیا ہوا جانور تو کھاتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا مارا ہوا یعنی جو طبعی موت مرا اسے حرام جانتے ہو، اس پر مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ اگر تم آیاتِ الٰہیہ پر ایمان رکھتے ہو تو اس جانور کو کھاؤ جسے اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا گیا اور جو طبعی موت مرا یا بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا اسے نہ کھاؤ کیونکہ جانور کے حلال ہونے کا تعلق اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح ہونے سے ہے۔ رہا یہ کہ ذبح شدہ حلال اور دوسرا حرام کیوں تو یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، وہ خالق ومالک جو چاہے حکم فرمائے۔ خدا کے نام پر ذبح شدہ جانور کے حلال ہونے میں ایک حکمت نامِ الٰہی کی تعظیم اور خدا کے خالق وحاکمِ حقیقی ہونے کا عملی اقرار ہے کہ اس کے نام پر ذبح کردہ جانور حلال اور اس کے علاوہ حرام ہے۔

آیت 119 فرمایا کہ اس جانور کا گوشت کھانے میں تمہیں کیا رکاوٹ ہے جسے اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا گیا ہے حالانکہ جو چیزیں اس نے حرام کیں وہ تفصیل سے بیان فرما دی ہیں۔ ہاں! جس حرام چیز کے کھانے کی طرف تم مجبور ہو جاؤ تو وہ تمہارے لئے اس مجبوری کے وقت مباح ہے۔ بیشک بہت سے لوگ لاعلمی میں اپنی خواہشات سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرا کر گمراہ کرتے ہیں لہٰذا ان کی باتیں نہ مانو۔ **اہم بات:** قانون یہ ہے کہ حرام چیزوں کا مفصل ذکر ہوتا ہے اور جو چیز حرام نہ کی گئی وہ حلال ہے۔ حرام چیزوں کا تفصیلی بیان قرآن وحدیث میں ہوتا ہے۔

آیت 120 فرمایا کہ ظاہری گناہ یعنی جو اعلانیہ کئے جائیں یا ظاہری اعضاء سے کئے جائیں اور باطنی گناہ یعنی چھپ کر یا دل سے کئے جانے والے سب گناہ ترک کر دو، تبھی عذابِ آخرت سے نجات ملے گی ورنہ جو لوگ گناہوں کے مرتکب ہیں انہیں آخرت میں ان کے کئے کی سزا دی جائے گی۔ **اہم بات:** مسلمانوں کے عذابِ آخرت کے متعلق فائنل بات یہ ہے کہ جس مسلمان نے مرنے سے پہلے پہلے ہی توبہ کر لی اسے آخرت میں سزا نہ ہو گی اور جو مسلمان توبہ کئے بغیر مر گیا اس کا معاملہ مشیتِ الٰہی پر موقوف ہے، چاہے

إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ

بیشک جو لوگ گناہ کماتے ہیں انہیں عنقریب ان گناہوں کا بدلہ دیا جائے گا جن کا وہ ارتکاب کرتے تھے ۔ اور جس پر اللہ کا نام

اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ

ہوا اسے نہ کھاؤ اور بیشک یہ نافرمانی ہے اور بیشک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں اور اگر

أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿١٢١﴾ ع أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ

تم ان کا کہنا مانو گے تو اس وقت تم بھی یقیناً مشرک ہو گے ۔ اور کیا وہ جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا اور ہم نے اس کے لیے ایک نور بنا دیا جس کے ساتھ

فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا

لوگوں میں چلتا ہے (کیا) وہ اس جیسا ہو جائے گا جو اندھیروں میں (پڑا ہوا) ہے (اور) ان سے نکلنے والا بھی نہیں۔ یونہی کافروں کے لئے ان کے اعمال

تو سزا دے اور چاہے تو اپنے فضل و کرم سے معاف کر دے۔

آیت 121 جس جانور پر ذبح کرتے وقت جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو، اس کے متعلق فرمایا کہ اس کا گوشت نہ کھاؤ کہ یہ فسق یعنی نافرمانی ہے۔ بقیہ مشرکوں کی تم سے اس معاملے میں بحث کی وجہ یہ ہے کہ شیاطین، ان کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں تاکہ وہ مردار کھانے کے معاملے میں تم سے جھگڑا کریں اور اے مسلمانو! اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال کہنے میں کافروں کی بات مانی تو تم بھی یقیناً مشرک ہو گے کیونکہ دین میں حکمِ الٰہی کو چھوڑ کر دوسرے کا حکم ماننا اور اسے حاکم جاننا شرک ہے۔
اہم بات: بغیر علم دینی مسائل میں جھگڑنا یا محض جھگڑے کی نیت سے مناظرہ کرنا شیطانی لوگوں کا کام ہے البتہ تحقیقِ حق کے لئے مناظرہ کرنا عبادت ہے۔ مسئلہ: جس جانور پر مسلمان یا کتابی نے جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا وہ حرام ہے اور اگر بھول کر نہ لیا تو حلال ہے۔ مسلمان و کتابی کے علاوہ دوسرے کا ذبح کیا ہوا مطلقاً حرام ہے اور یہاں کتابی سے مراد وہ اہلِ کتاب ہیں جو اللہ اور کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ محض نام کے عیسائی اور حقیقت میں دہریہ مراد نہیں۔

آیت 122 **شانِ نزول:** ایک روز ابو جہل نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر کوئی ناپاک چیز پھینکی۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو اگرچہ ابھی تک ایمان نہ لائے تھے لیکن اسے سنتے ہی طیش میں آگئے اور ابو جہل کے پاس پہنچ کر اسے مارنے لگے۔ ابو جہل عاجزی و خوشامد کرتے ہوئے کہنے لگا: اے ابو یعلیٰ! آپ نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے دین کے معاملے میں ہمارے باپ دادا کی مخالفت کی اور ہمیں بد عقل بتایا۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جیسا بد عقل کون ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پتھروں کو پوجتے ہو۔ پھر اسی وقت حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسرے قول کے مطابق یہ آیت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابو جہل کے بارے میں اور تیسرے قول کے مطابق حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس میں اسلام قبول کرنے والے اور کفر پر قائم رہنے والے کی مثال بیان کی گئی، فرمایا: کیا وہ جسے ہم نے نورِ ایمان عطا کیا وہ اس جیسا ہو سکتا ہے جو کفر و جہالت کے اندھیروں میں پڑا ہوا ہے اور ان سے نکلنے والا نہیں۔ جیسے مؤمنین کے لئے اس کا ایمان آراستہ کیا گیا ہے

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَ مَا يَمْكُرُوْنَ

کررہے گئے ○ اور ویسے ہی ہم نے ہر بستی میں اس کے مجرموں کو (ان کا) سردار بنادیا تاکہ اس میں وہ اپنی سازشیں کریں اور وہ صرف اپنے خلاف سازشیں

اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى

کررہے ہیں اور انہیں شعور نہیں ○ اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آئے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمیں بھی ویسا ہی نہ ملے

مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ

جیسا اللہ کے رسولوں کو دیا گیا۔ اللہ اسے خوب جانتا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھے۔ عنقریب مجرموں کو ان کے مکروفریب کے بدلے میں

عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ

اللہ کے ہاں ذلت اور شدید عذاب پہنچے گا ○ اور جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے تو اس کا سینہ اسلام کے لیے

کے لئے ان کا کفر اور گناہ آراستہ کر دیئے گئے۔ اہم بات حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے واقعے سے پتا چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات اور تائید و نصرت بہت خیر و خوبی کا ذریعہ بنتی ہے جیسے یہاں ان کے لئے ایمان کی دولت حاصل کرنے کا ذریعہ بن گئی۔

آیت 123 اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے تسلی ہے کہ آپ مکہ کے کافر سرداروں کی دشمنی سے پریشان نہ ہوں، آپ سے پہلے انبیا علیہم السلام کو بھی یہی معاملات درپیش ہوئے تھے اور خدائی حکمت یہی رہی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بستی میں غریبوں کو رسولوں کی پیروی کرنے والا اور نافرمانوں کو بستی کا سردار بنایا اور یہ سردار اپنی بستیوں میں نبیوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے۔ اسی روش پر چلتے ہوئے کفارِ مکہ نے بھی مکہ مکرمہ کے راستوں پر چند افراد بٹھائے ہوئے تھے تاکہ یہ مکہ آنے والوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے سے روکیں، اس پر فرمایا گیا کہ حقیقت میں یہ صرف اپنے خلاف سازشیں کر رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں۔

آیت 124 شانِ نزول: (1) ولید بن مغیرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: اگر نبوت حق ہے تو میں آپ سے زیادہ اس کا حقدار ہوں کیونکہ میں عمر میں بڑا اور آپ سے زیادہ مالدار ہوں۔ (2) ابوجہل نے کہا: اللہ کی قسم! ہم محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر کبھی ایمان نہ لائیں گے حتی کہ ہمارے پاس بھی ویسے ہی وحی آئے جیسے انکے پاس آتی ہے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ رسالت کا مستحق کون ہے؟ نیز نبوت مطالبہ کرنے پر نہیں ملتی۔ مزید فرمایا کہ عنقریب ان بڑے دعوے دار مجرموں کو ان کی سازشوں اور حرکتوں کے بدلے اللہ تعالیٰ کے ہاں ذلت اور شدید عذاب ملے گا۔ اہم بات: آدمی عبادت و ریاضت کے ذریعے نبوت حاصل نہیں کر سکتا، یہ محض عطائے الٰہی ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نبوت عطا فرماتا ہے۔ ہاں! دیتا اسی کو ہے جسے اس عظیم منصب کے قابل بناتا ہے، جو نبوت کو کسبی یعنی محنت سے قابلِ حصول مانے، وہ کافر ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ختم نبوت کے بعد تو اب کسی بھی طور پر نبوت نہیں مل سکتی۔

آیت 125 آیت میں شرح صدر سے مراد بندے کے دل میں روشنی پیدا فرمانا ہے جس کے سبب بندے کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی مرضی

لِلۡاِسۡلَامِ ۚ وَمَنۡ يُّرِدۡ اَنۡ يُّضِلَّهٗ يَجۡعَلۡ صَدۡرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ ؕ

کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کا سینہ تنگ، بہت ہی تنگ کر دیتا ہے گویا کہ وہ زبردستی آسمان پر چڑھ رہا ہے

كَذٰلِكَ يَجۡعَلُ اللّٰهُ الرِّجۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسۡتَقِيۡمًا ؕ قَدۡ

اسی طرح اللہ ایمان نہ لانے والوں پر عذاب مسلط کر دیتا ہے○ اور یہ تمہارے رب کی سیدھی راہ ہے بیشک

فَصَّلۡنَا الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّذَّكَّرُوۡنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمۡ دَارُ السَّلٰمِ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَهُوَ وَلِيُّهُمۡ

ہم نے نصیحت ماننے والوں کے لیے تفصیل سے آیتیں بیان کر دیں○ ان کے لیے ان کے اعمال کے بدلے میں ان کے رب کے حضور سلامتی کا گھر ہے

بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۲۷﴾ وَيَوۡمَ يَحۡشُرُهُمۡ جَمِيۡعًا ۚ يٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ قَدِ اسۡتَكۡثَرۡتُمۡ مِّنَ الۡاِنۡسِ ۚ

اور وہ ان کا مددگار ہے○ اور (یاد کرو) وہ دن جب وہ اُن سب کو اٹھائے گا (اور فرمائے گا) اے جنوں کے گروہ! تم نے بہت سے لوگوں کو اپنا تابع بنا لیا

کے مطابق ہو جاتا ہے اور دل کی تنگی سے مراد یہ ہے کہ اس میں علم اور دلائلِ توحید و ایمان کی گنجائش نہ رہے پھر جب اسے اسلام کی طرف بلایا جائے تو اسے انتہائی دشوار معلوم ہو کہ گویا زبردستی آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر عذاب مسلط کر دیتا ہے۔ اہم بات: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اس سے مراد وہ نور ہے جو مومن کے دل میں ڈالا جاتا ہے جس سے اس کا دل کھل جاتا ہے۔ عرض کی گئی: کیا اس کی کوئی نشانی ہے جس سے اس کی پہچان ہو سکے؟ فرمایا: ہاں! (اس کی تین علامتیں ہیں:) (1) آخرت کی طرف رغبت (2) دنیا سے نفرت (3) موت سے پہلے اس کی تیاری۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث: 14)

آیت 126 فرمایا گیا کہ "یہ" یعنی قرآنِ مجید یا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعلیم وہ راستہ ہے جو بلا تکلف رب تک پہنچا دیتا ہے جیسے سیدھا راستہ منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے۔ بیشک ہم نے نصیحت ماننے والوں کے لئے تفصیل سے آیتیں بیان کر دیں۔

آیت 127 فرمایا کہ نصیحت ماننے والوں کے لئے ان کے اعمال کے بدلے میں ان کے رب کے حضور سلامتی کا گھر جنت ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہے۔ اہم بات: "سلام" اللہ تعالیٰ کا نام ہے تو دارُ السلام کا معنیٰ ہوا: "اللہ تعالیٰ کا گھر"، اس صورت میں "دار" کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف عزت افزائی کے لئے ہے جیسے بَیْتُ اللہ ہے۔ اور یہ معنیٰ بھی ہو سکتا ہے کہ "سلامتی والا گھر" اور جنت کو "سلامتی والا گھر" اس لئے فرمایا گیا کہ اس میں ہر قسم کے عیبوں، تکلیفوں اور مشقتوں سے سلامتی ہے نیز جنتیوں کو جنت میں داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور اہلِ اعراف کی طرف سے سلام کہا جائے گا اور جنتی بھی ایک دوسرے کو سلام کہیں گے۔

آیت 128 اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت فرمائے گا: اے جنوں کے گروہ! تم نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر کے اپنا تابع بنا لیا اور انسانوں میں سے جو جنات کے دوست ہوں گے کہ سرکش جنات نے ان کے لئے بدعملیوں کو آسان کیا وہ حسرت سے کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا اور آج ہم اپنی اس مدت کو پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی زبانی ان سے فرمائے گا: آگ تمہارا ٹھکانہ ہے، تم ہمیشہ اس میں رہو گے مگر جسے خدا چاہے یعنی قبر سے حشر تک اور میدانِ حشر میں حساب سے لے کر جہنم میں داخل

وَ قَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّ بَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِیْٓ

اور انسانوں میں سے جوان کے دوست ہوں گے وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا اور ہم اپنی اس مدت کو پہنچ گئے جو

اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ

تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی تھی۔ اللہ فرمائے گا: آگ تمہارا ٹھکانہ ہے، تم ہمیشہ اس میں رہو گے مگر جسے خدا چاہے۔ بیشک تمہارا رب حکمت والا،

عَلِیْمٌ ۝ وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ

علم والا ہے○ اور یونہی ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے پر ان کے اعمال کے سبب مسلط کر دیتے ہیں○ اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ!

اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ وَ یُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ

کیا تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر میری آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں تمہارے آج کے اس دن کی حاضری سے ڈراتے تھے؟

قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰۤى اَنْفُسِنَا وَ غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا

وہ کہیں گے: ہم اپنی جانوں کے خلاف گواہی دیتے ہیں اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا اور وہ خود اپنی جانوں کے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ

ہوئے ہیں تک جہنم میں نہ رہیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ اوقات ہیں جن میں انہیں ایک عذاب سے دوسرے عذاب کی طرف منتقل کیا جائے گا، جمہور مفسرین نے ایک یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں رب تعالیٰ کے علم میں ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تصدیق کی، انہیں آگ سے نکال لیا جائے گا۔ آخر میں فرمایا کہ بیشک تمہارا رب حکمت والا، علم والا ہے۔

آیت 129 ﴾ اس آیت میں فرمایا گیا کہ ہم ظالموں میں سے ایک کو دوسرے پر ان کے اعمال کی وجہ سے مسلط کر دیتے ہیں اور ظالم کی ظالم کے ذریعے پکڑ فرماتے ہیں۔ یہاں ظالموں کو تنبیہ ہے کہ اگر وہ ظلم سے باز نہ آئے تو ان پر دوسرا ظالم مسلط کر دیا جائے گا۔ لہٰذا قوم کے افراد ظلم چھوڑ دیں ورنہ ان پر ظالم حکمران مقرر کر دیئے جائیں گے۔

آیت 130 ﴾ ارشاد فرمایا: اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تمہیں میری آیتیں پڑھ کے سناتے تھے اور تمہیں روزِ قیامت کی حاضری اور عذاب سے ڈراتے تھے؟ کافر جن و انسان دونوں گروہ، رسولوں کی تشریف آوری اور اپنے ایمان نہ لانے کا اقرار کریں گے اور خود اپنی جانوں کے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔ اہم باتیں: (1) رسول صرف انسانوں سے ہوتے ہیں جنات سے نہیں چونکہ یہاں جن و انس دونوں سے خطاب ہے اس لئے جنوں کو انسانوں کے ساتھ شمار کرتے ہوئے مِنْكُمْ فرمایا۔ (2) دنیا کی لذات و خواہشات میں ڈوبنا ایمان سے دور اور کفر کے قریب کر دیتا ہے اور اسی لئے کفار قیامت میں اقرار کریں گے۔

كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ

کافر تھے○ یہ اس لیے ہے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا جبکہ ان کے لوگ بے خبر ہوں○ اور ہر ایک کے لیے

مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ

اعمال سے درجات ہیں اور تیرا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں○ اور اے حبیب! تمہارا رب بے پرواہ ہے، رحمت والا ہے۔ اے لوگو!

يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور جسے چاہے تمہاری جگہ لے آئے جیسے اس نے تمہیں دوسرے لوگوں کی اولاد سے پیدا کیا○

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ

بیشک جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور آنے والی ہے اور تم (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے○ تم فرماؤ، اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو

آیت 131 رب تعالیٰ بستیوں کو ان کی معصیت کی وجہ سے لوگوں کی بے خبری میں تباہ نہیں کرتا بلکہ عذاب سے پہلے رسول بھیجتا ہے جو انہیں ہدایت و دلائل دیتے ہیں، اس پر بھی وہ سرکشی کریں تو ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بد عملی کے بغیر عذاب نہیں بھیجتا نیز نبی کی تبلیغ پہنچے بغیر کسی کو بد عملیوں کی سزا نہیں ملتی۔

آیت 132 ارشاد فرمایا: اور ہر ایک کے لیے ان کے اعمال سے درجات ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جنتیوں کو جنت میں ان کے نیک اعمال کے مطابق درجے ملیں گے اور جہنمیوں کو جہنم میں ان کے برے اعمال کے مطابق یا یہ معنی ہے کہ نیک اعمال کے درجے مختلف ہیں۔ ایک ہی عمل ایک شخص کے لئے زیادہ اور دوسرے کے لئے کم ثواب کا باعث ہوتا ہے **اہم باتیں**: (1) عمل کا صلہ اخلاص، نیت، جگہ، وقت، موقعہ اور ضرورت کے لحاظ سے مختلف ہو جاتا ہے۔ (2) اس آیت میں دلیل ہے کہ جنات بھی جنت میں جائیں گے کیونکہ یہاں سب کے لئے "دَرَجٰتٌ" فرمایا گیا۔

آیت 133 فرمایا کہ اے حبیب! آپ کا رب اپنے بندوں سے اور ان کی بندگی سے بے پرواہ ہے، وہ رحمت والا ہے اس لئے اے لوگو! تمہیں نصیحت فرماتا ہے ورنہ اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر کے تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے جیسے بہت سی قوموں کو اس نے فنا کر دیا جیسے تم دوسروں کے بعد اس دنیا میں آئے اسی طرح تمہارے بعد دوسرے آجائیں گے تو اس دنیوی زندگی پر غرور نہ کرو۔

آیت 134 فرمایا کہ بیشک وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے جیسے قیامت، حساب، جزا و سزا، سب اپنے وقت پر ضرور آئیں گی کیونکہ خدا کو وعدہ پورا کرنے سے کوئی عاجز نہیں کر سکتا۔

آیت 135 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم کفارِ مکہ سے کہہ دو کہ تم اپنی مرضی سے کفر و سرکشی کے وہی اعمال کرتے رہو جو کر رہے

اِنِّیْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

میں اپنا کام کرتا ہوں تو عنقریب تم جان لو گے کہ آخرت کے گھر کا (اچھا) انجام کس کے لئے ہے؟ بیشک ظالم فلاح نہیں پاتے ۝

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ

اور اللہ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کیے ہیں یہ مشرک ان میں سے ایک حصہ اللہ کے لئے قرار دیتے ہیں پھر اپنے گمان سے کہتے ہیں کہ یہ حصہ تو اللہ کے لئے ہے

وَ هٰذَا لِشُرَكَآىِٕنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآىِٕهِمْ فَلَا یَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ یَصِلُ اِلٰى

اور یہ ہمارے شریکوں کے لئے ہے تو جو ان کے شریکوں کے لئے ہے وہ تو اللہ تک نہیں پہنچتا اور جو اللہ کے لئے ہے وہ ان کے شریکوں کو

شُرَكَآىِٕهِمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَ كَذٰلِكَ زَیَّنَ لِكَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ

پہنچ جاتا ہے۔ کتنا برا یہ فیصلہ کرتے ہیں ۝ اور یوں ہی بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں ان کے شریکوں نے اولاد کا قتل

بلکہ میں تکالیف پر صبر اور اسلام پر قائم رہ کر اپنا کام کرتا ہوں۔ **اہم بات:** آیت میں کفر و سرکشی کی اجازت نہیں بلکہ یہ اظہارِ غضب کا انداز ہے۔

آیت 136 زمانہ جاہلیت میں مشرکین کا طریقہ تھا کہ کھیتیوں، پھلوں، چوپایوں اور دیگر مالوں سے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور ایک بتوں کے لئے مقرر کرتے، جو حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے مقرر کرتے اسے مہمانوں اور مسکینوں پر خرچ کرتے، اگر اس میں سے کچھ بتوں والے حصہ میں مل جاتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جو حصہ بتوں کے لئے مقرر کرتے وہ بتوں اور ان کے خادموں پر خرچ کرتے لیکن اگر اس میں سے کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے مقرر کردہ حصے میں مل جاتا تو نکال کر پھر بتوں کے حصہ میں شامل کر دیتے۔ ان کی اس جہالت کا ذکر فرمایا گیا کہ انہیں خالق و منعمِ حقیقی کے عزت و جلال کی ذرا بھی معرفت نہیں، کہ بے جان بتوں کو کارسازِ عالم کے برابر کر دیا۔ بلکہ یہ بہت ہی برا فعل ہے۔

آیت 137 یہاں کفار کی دوسری جہالت بیان کی گئی کہ بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں ان کے شریکوں نے اولاد کا قتل عمدہ کر دکھایا کہ وہ انہیں ہلاک کریں اور ان کا دین اُن پر مشتبہ کر دیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ اے حبیب! آپ انہیں اور ان کے بہتانوں کو چھوڑ دیں۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں شریکوں سے مراد شیاطین ہیں جن کے غربت و مفلسی و جاہلانہ غیرت کے وسوسوں سے مشرکین جانوروں سے بدتر ہو گئے کیونکہ جانور بھی اولاد سے پیار کرتے ہیں لیکن یہ کفار خود اپنی بیٹیوں کا خون بہا دیتے۔ (2) اہلِ عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد عمرو بن لحی کے زمانے تک دینِ ابراہیمی پر قائم رہے۔ عمرو بن لحی نے مقام بلقاء سے بت لا کر مکہ میں نصب کیے۔ لوگوں کو ان کی پوجا و تعظیم کی دعوت دی اور طرح طرح کی گمراہیاں عرب میں شروع کیں۔ (3) ہر فعل اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتا ہے یعنی بندہ اپنے اختیار سے جو کچھ کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا فرما دیتا ہے لیکن راضی صرف نیکیوں سے ہوتا ہے۔

شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ

عمدہ کر دکھایا ہے تاکہ وہ انہیں ہلاک کریں اور ان کا دین ان پر مشتبہ کر دیں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو تم انہیں اور ان کے

وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ

بہتانوں کو چھوڑ دو○ اور مشرک اپنے خیال سے کہتے ہیں: یہ مویشی اور کھیتی ممنوع ہے، اسے وہی کھائے جسے ہم چاہیں اور کچھ مویشی ایسے

وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ

ہیں جن کی پیٹھوں (پر سواری) کو حرام کر دیا گیا اور کچھ مویشی وہ ہیں جن کے ذبح پر اللہ کا نام نہیں لیتے۔ (یہ باتیں) اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے (کہتے ہیں)

سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا

عنقریب وہ انہیں ان کے بہتانوں کا بدلہ دے گا○ اور کہتے ہیں: ان مویشیوں کے پیٹ میں جو ہے وہ خالص ہمارے مردوں کیلئے ہے

وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ

اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ مرا ہوا ہو تو پھر سب اس میں شریک ہیں۔ عنقریب اللہ انہیں ان کی باتوں کا بدلہ دے گا،

اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا

بیشک وہ حکمت والا، علم والا ہے○ بیشک وہ لوگ تباہ ہو گئے جو اپنی اولاد کو جہالت سے بیوقوفی کرتے ہوئے قتل کرتے ہیں اور اللہ نے جو رزق

آیت 138، 139 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین اپنے بعض مویشیوں اور کھیتیوں کو اپنے باطل معبودوں کے ساتھ نامزد کر کے اپنے زعم میں کہنے لگے کہ ان مویشیوں اور کھیتیوں سے فائدہ اٹھانا ممنوع ہے، اسے وہی کھائے گا جسے ہم چاہیں گے اور کچھ مویشی ایسے ہیں جن پر سواری کو حرام کر دیا گیا جیسے بحیرہ اور سائبہ، اور کچھ مویشی وہ ہیں جن کے ذبح پر اللہ تعالیٰ کا نہیں بلکہ اپنے بتوں کا نام لیتے ہیں اور یہ باتیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہوئے کہتے ہیں۔ نیز مشرکین کہتے ہیں: ان بحیرہ وسائبہ وغیرہ مویشیوں کے پیٹ میں جو ہے اگر زندہ پیدا ہو تو وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے، عورتوں پر حرام ہے اور اگر مرا ہوا ہو تو سب اس میں شریک ہیں۔ عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں ان کی باتوں کا بدلہ دے گا۔ بیشک وہ حکمت والا، علم والا ہے۔ اہم بات: یہاں کفار کی چند بد عملیاں بیان کی گئی ہیں۔ (1) بتوں کے نام پر جانور چھوڑنا جیسے بحیرہ، سائبہ وغیرہ جن سے کوئی کام نہ لیا جائے یہ کام شرک ہے مگر ان کا کھانا حرام نہیں۔ (2) بتوں کے نام پر ذبح کرنا یہ شرک ہے اور اس کا کھانا بھی حرام ہے اور یہ ”مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ“ میں داخل ہے۔

آیت 140 زمانۂ جاہلیت میں ربیعہ اور مضر وغیرہ قبائل میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج تھا۔ بعض لوگ لڑکوں کو بھی قتل کر دیتے۔ ان کے متعلق یہ فرمایا گیا کیونکہ اولاد نعمت ہے، اس کی ہلاکت سے اپنی تعداد کم ہوتی اور نسل مٹتی ہے، یہ دنیا کا خسارہ ہے اور آخرت میں اس پر عذاب عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو رزق (بحیرہ سائبہ وغیرہ) انہیں عطا فرمایا ہے اسے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے

مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَهُوَ الَّذِیْٓ

انہیں عطا فرمایا ہے اسے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے حرام قرار دیتے ہیں۔ بیشک یہ لوگ گمراہ ہوئے اور یہ ہدایت والے نہیں ہیں ○ اور وہی ہے جس نے

اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّیْتُوْنَ

کچھ باغات زمین پر پھیلے ہوئے اور کچھ نہ پھیلے ہوئے (تنوں والے) اور کھجور اور کھیتی کو پیدا کیا جن کے کھانے مختلف ہیں اور زیتون

وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ

اور انار (کو پیدا کیا یہ سب) کسی بات میں آپس میں ملتے ہیں اور کسی میں نہیں ملتے۔ جب وہ درخت پھل لائے تو اس کے پھل سے کھاؤ اور اس کی کٹائی

یَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً

کے دن اس کا حق دو اور فضول خرچی نہ کرو بیشک وہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا ○ اور مویشیوں میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے

ہوئے حرام قرار دیتے ہیں۔ بیشک یہ لوگ گمراہ ہوئے اور یہ ہدایت والے نہیں ہیں۔ اہم بات: ہر چیز میں اصل اباحت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کیا اور جس سے خاموشی فرمائی تو وہ اس میں سے ہے جس سے معافی دی۔ (ترمذی، حدیث: 1732) درس: دورِ جاہلیت میں اولاد کو قتل کرنے کا ایک بنیادی سبب تنگدستی کا خوف تھا۔ فی زمانہ بھی کفار اور بعض مسلمان لڑکیوں کو ماں کے پیٹ میں یا دنیا میں آتے ہی تنگدستی کے ڈر سے قتل کروا دیتے ہیں۔

آیت 141 ◆ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے کچھ باغات زمین پر پھیلے ہوئے پیدا فرمائے جیسے خربوزہ اور تربوز اور کچھ تنے والے پیدا فرمائے جو زمین پر پھیلے ہوئے نہیں جیسے آم، امرود اور مالٹا نیز کھجور اور کھیتی، زیتون اور انار کو پیدا فرمایا، ان میں اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ پھلوں میں تاثیر اور ذائقے کے اعتبار سے تو فرق ہے لیکن رنگ اور پتوں کے اعتبار سے بہت مشابہت ہے۔ جب وہ درخت پھل لائے تو اس کے پھل سے کھاؤ اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق دو اور فضول خرچی نہ کرو بیشک وہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اہم باتیں: (1) یہاں فصلوں کا حق ادا کرنے کا حکم ہے، اس میں عشر یا نصف عشر یعنی پیداوار کا 10واں یا 20واں حصہ اور مساکین کو کچھ پھل وغیرہ دینا داخل ہے۔ (2) ہر پیداوار میں زکوٰۃ ہے چاہے پیداوار کم ہو یا زیادہ، اس کے پھل سال تک باقی رہیں یا نہ رہیں۔ (3) اطاعت الٰہی کے سوا اور کام میں جو مال خرچ کیا جائے وہ قلیل بھی ہو تو اسراف ہے۔

آیت 142 ◆ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مویشیوں میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے پیدا کئے جیسے اونٹ، خچر اور گھوڑے اور کچھ زمین پر بچھے ہوئے پیدا فرمائے جو بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں جیسے بکری۔ ان میں سے جو اللہ تعالیٰ نے حلال کئے انہیں کھاؤ اور اہلِ جاہلیت کی طرح اللہ تعالیٰ کی حلال فرمائی ہوئی چیزوں کو حرام ٹھہرا کر شیطان کے راستوں پر نہ چلو۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

وَفَرْشًا ۚ كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝

اور کچھ زمین پر بچھے ہوئے جانور (پیدا کئے)۔ اللہ نے تمہیں جو رزق عطا فرمایا ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ ۖ مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ

(اللہ نے) آٹھ نر و مادہ جوڑے (پیدا کئے۔) ایک جوڑا بھیڑ سے اور ایک جوڑا بکری سے۔ تم فرماؤ، کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ

أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ ۖ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَمِنَ الْإِبِلِ

یا وہ جسے دونوں مادہ جانور پیٹوں میں لئے ہوئے ہیں؟ اگر تم سچے ہو تو علم کے ساتھ بتاؤ۔ اور (اللہ نے نر اور مادہ کا) ایک جوڑا

اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ

اونٹ سے اور ایک جوڑا گائے سے (پیدا فرمایا۔) تم فرماؤ، کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ جانور

أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ ۖ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصَّاكُمُ اللَّهُ بِهَٰذَا ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى

اپنے پیٹوں میں لئے ہوئے ہیں؟ کیا تم اس وقت موجود تھے جب اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا؟ تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو

اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ قُلْ لَا أَجِدُ

اللہ پر جھوٹ باندھے؟ تاکہ لوگوں کو اپنی جہالت سے گمراہ کرے۔ بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ تم فرماؤ، جو میری طرف

آیت 143، 144 شانِ نزول: جب اسلام میں احکام کا بیان ہوا تو مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جھگڑا کیا اور ان کا خطیب مالک بن عوف آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا: اے محمد! ہم نے سنا ہے کہ آپ ان چیزوں کو حرام کرتے ہیں جو ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تم نے بغیر کسی اصل کے چوپایوں کی چند قسمیں حرام کرلیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہ آٹھ نر و مادہ اپنے بندوں کے کھانے اور نفع اٹھانے کے لئے پیدا کئے۔ ان میں حرمت کہاں سے آئی، نر کی طرف سے یا مادہ کی طرف سے؟ مالک بن عوف یہ سن کر ساکت و متحیر رہ گیا اور کچھ نہ بول سکا کیونکہ اگر کہتا کہ نر کی طرف سے حرمت آئی تو لازم ہوتا کہ تمام نر حرام ہوں، اگر کہتا کہ مادہ کی طرف سے آئی تو ضروری ہوتا کہ تمام مادائیں حرام ہوں اور اگر کہتا پیٹ کا بچہ حرام ہے تو سب نر و مادہ حرام ہوتے کیونکہ وہ بچہ یا نر ہو گا یا مادہ۔ ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کا رد کیا چنانچہ یہاں نر و مادہ آٹھ جانوروں کا بیان فرمایا یعنی نر و مادہ اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری، اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے بھیڑ، بکری، گائے اور اونٹ کے نہ نر حرام کئے نہ ان کی مادائیں حرام کیں اور نہ اُن کی اولاد۔ تمہارا یہ فعل کہ کبھی نر حرام ٹھہراؤ کبھی مادہ کبھی اُن کے بچے، سب تمہاری اپنی اختراع ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں۔ ان جانوروں کو تم حرام مانتے ہو، اگر اس میں سچے ہو تو اس حرمت کی قطعی یقینی دلیل لاؤ۔ اہم بات: دلیل پیش کرنا حلت کا دعویٰ کرنے والے پر نہیں بلکہ حرمت کا دعویٰ کرنے پر لازم ہے۔

آیت 145 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان جاہل مشرکوں سے فرمائیں جو حلال چیزوں کو اپنی مرضی سے حرام کر لیتے ہیں کہ

مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ

وحی کی جاتی ہے، اس میں کسی کھانے والے پر میں کوئی کھانا حرام نہیں پاتا مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں میں بہنے والا خون ہو یا سور کا گوشت

خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ

ہو کیونکہ وہ ناپاک ہے یا وہ نافرمانی کا جانور ہو جس کے ذبح میں غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو تو جو مجبور ہو جائے (اور اس حال میں کھائے کہ) نہ خواہش سے کھانے والا ہو اور

لَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ

نہ ضرورت سے بڑھنے والا تو بے شک آپ کا رب بخشنے والا مہربان ہے ○ اور ہم نے یہودیوں پر ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا

وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَاۤ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَاۤ اَوِ الْحَوَايَاۤ

اور ہم نے ان پر گائے اور بکری کی چربی حرام کر دی سوائے اس چربی کے جو ان کی پیٹھ کے ساتھ یا انتڑیوں سے لگی ہو

اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ

یا جو چربی ہڈی سے ملی ہوئی ہو۔ ہم نے یہ ان کی سرکشی کا بدلہ دیا اور بیشک ہم ضرور سچے ہیں ○ پھر اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو تم فرماؤ کہ تمہارا رب

میری طرف وحی کی جاتی ہے اس میں ان چار کے سوا کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام نہیں پاتا: (۱) مردار (۲) رگوں میں بہنے والا خون (۳) سور کا گوشت کیونکہ یہ ناپاک ہے (۴) وہ نافرمانی کا جانور جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو لہٰذا تمہارا دوسری چیزوں کو حرام کہنا باطل ہے۔ حرام چیزوں کے متعلق مزید اصول یہ ہے کہ اگر کوئی ان چیزوں میں سے کسی کے کھانے پر شدید مجبور ہو جائے کہ نہ کھانے سے جان جانے یا عضو ضائع ہو جانے کا ظنِ غالب ہو تو کھالے لیکن نہ خواہش سے کھائے اور نہ ضرورت سے زیادہ۔ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ رحم و کرم فرما کر اس پر مؤاخذہ نہ فرمائے گا۔ **شرعی احکام:** (1) جما ہوا خون یعنی تلی بھی حلال ہے کیونکہ یہ بہتا ہوا خون نہیں، اس کے علاوہ ہر بہتا خون حرام ہے۔ (2) ہر نجس چیز حرام ہے۔ (3) جانور کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا تو حرام ہے، زندگی میں کسی کا نام پکارنے کا اعتبار نہیں۔

آیت 146 ﴿ اس آیت میں بتایا گیا کہ یہودیوں پر ان کی سرکشی کے باعث یہ چیزیں حرام کر دی گئیں: (۱) ہر ناخن یعنی انگلی والا جانور خواہ انگلیاں بیچ سے پھٹی ہوں جیسے کتا اور درندے یا پھٹی نہ ہوں بلکہ کھر کی صورت میں ہوں جیسے اونٹ، شتر مرغ اور بطخ وغیرہ۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہاں بطورِ خاص شتر مرغ، بطخ اور اونٹ مراد ہیں۔ (۲) گائے بکری کی چربی، البتہ جو چربی گائے بکری کی پیٹھ میں لگی ہو یا آنت یا ہڈی سے ملی ہو وہ ان کے لئے حلال تھی۔ **اہم بات:** گزشتہ شریعتوں کے وہ احکام جو بطورِ سزا جاری کئے گئے تھے وہ ہمارے لئے نہیں ہیں۔

آیت 147 ﴿ ارشاد فرمایا: اے حبیب! ہم نے یہودیوں پر جن چیزوں کے حلال و حرام ہونے کی آپ کو خبر دی اگر وہ اسے جھٹلائیں تو آپ فرما دیں کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے، جھٹلانے والوں کو عذاب دینے میں جلدی نہیں فرماتا بلکہ مہلت دیتا ہے تاکہ انہیں

ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٤٧﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرموں پر سے نہیں ٹالا جاتا○ اب مشرک کہیں گے کہ

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ

اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسے ہی

قَبْلِهِمْ حَتّٰی ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ

جھٹلایا تھا یہاں تک کہ ہمارا عذاب چکھا۔ تم فرماؤ، کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے تو اسے ہمارے لئے نکالو۔ تم تو صرف جھوٹے خیال کے پیچھے ہو

وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿١٤٨﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٤٩﴾

اور تم یونہی غلط اندازے لگا رہے ہو○ تم فرماؤ تو کامل دلیل اللہ ہی کی ہے تو اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا○

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِیْنَ یَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا

تم فرماؤ، اپنے وہ گواہ لے آؤ جو گواہی دیں کہ اللہ نے اس چیز کو حرام کیا ہے (جسے تم حرام کہتے ہو) پھر اگر وہ گواہی دے بیٹھیں

ایمان لانے کا موقع ملے ورنہ بہرحال جن پر عذاب الٰہی کا فیصلہ ہو جاتا ہے تو ان سے ٹالا نہیں جاتا، اپنے وقت پر آ ہی جاتا ہے۔

آیت 148 مشرکوں نے اپنے مختلف حرام کاموں کے درست ہونے پر یہ دلیل دی کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا اور ہم بحیرہ و سائبہ وغیرہ کو حرام قرار نہ دیتے۔ ہم نے جو کچھ کیا اور کرتے ہیں سب مشیت الٰہی سے ہے؛ یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ ان کاموں سے راضی ہے۔ اس بات کا رد یوں کیا گیا کہ اگر ان کی یہ بات درست ہوتی اور ان کے شرک نیز حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا تو ہونا یہ چاہئے تھا کہ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا لطف و عنایت ہوتا حالانکہ ان سے پہلے جن لوگوں نے اس گمراہی کو اپنایا ان پر غضب الٰہی نازل ہوا اور انہیں بعد والوں کے لئے نشان عبرت بنا دیا گیا۔ تو ان سے کہہ دیں کہ تمہارے پاس اپنے اس دعوے کی کوئی یقینی دلیل نہیں بلکہ یہ تمہارے بے دلیل خیالات اور فضول قسم کے تخمینے ہیں۔

آیت 149 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم فرماؤ کہ ایسی کامل دلیل جو تمام شکوک و شبہات جڑ سے اکھاڑ دے وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور وہ دلیل اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے، اس نے رسولوں کو معجزات دے کر بھیجا اور ہر مکلف پر اپنے احکام لازم کئے۔ اگر وہ چاہتا تو جبراً سب انسانوں کو مومن بنا دیتا لیکن اس قسم کا جبری ایمان اللہ تعالیٰ کا مطلوب نہیں۔ اس کی حکمت یہی ہے کہ لوگ اپنی عقل سے کام لیں، حق و باطل کو جانچیں، انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات اور شیطان کے وسوسوں میں فرق کریں، اپنے اختیار سے برے کام ترک کریں اور شیطان کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اختیار کریں۔ وہ جو چیز اختیار کریں گے اللہ تعالیٰ اس چیز کو پیدا کر دے گا۔

آیت 150 یہاں بیان ہوا کہ کافروں کے پاس اپنے حلال و حرام پر کوئی دلیل نہیں، چنانچہ فرمایا: اے حبیب! ان سے کہیں کہ اپنے

فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

تو اے سننے والے! تو ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور ان لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے

وَ هُمْ بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَیْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ

اور وہ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ تم فرماؤ، آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا وہ یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک

شَیْــٴًـا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ۚ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِیَّاهُمْ ۚ

نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور مفلسی کے باعث اپنی اولاد قتل نہ کرو، ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے

وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ ۚ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ

اور ظاہری و باطنی بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ اور جس جان (کے قتل) کو اللہ نے حرام کیا ہے اسے ناحق نہ مارو۔

ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ

تمہیں یہ حکم فرمایا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔ اور یتیموں کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر بہت اچھے طریقہ سے

دو گواہ لے آؤ جو گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ نے وہ چیزیں حرام کی ہیں جنہیں تم حرام قرار دیتے ہو پھر اگر مشرکین اپنی جھوٹی بات پر کوئی گواہ لے ہی آئیں تو اے سننے والے! تو ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور ان لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور بتوں کو اپنے رب کے برابر ٹھہراتے یعنی انہیں معبود مانتے ہیں۔ اہم بات: جھوٹی گواہی، اس کی تصدیق و تائید اور جھوٹے آدمی کی وکالت حرام ہے۔

آیت 151 ﴿ یہاں حلت و حرمت کے وہ احکام بیان ہو رہے ہیں جو خود رب تعالیٰ نے عطا فرمائے، ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرمائیں جو کھیتیوں اور جانوروں کو اپنی طرف سے حرام قرار دیتے ہیں کہ آؤ! میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا، وہ یہ ہے: (1) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، یہ کائنات کا بدترین جھوٹ اور صریح ناشکری و احسان فراموشی ہے۔ (2) ماں باپ کے ساتھ بھلائی نہ کرنا، کیونکہ تم پر ان کے بہت حقوق ہیں، انہوں نے تمہاری پرورش کی، تمہارے ساتھ شفقت و مہربانی کا سلوک کیا اور تمہاری ہر خطرے سے نگہبانی کی۔ (3) مفلسی کے باعث اولاد قتل کرنا جیسا کہ اہلِ جاہلیت بار با اولاد کو مار ڈالتے تھے، انہیں بتایا کہ روزی دینے والا اللہ ہے جو تمہیں اور انہیں سب کو روزی دے گا پھر تم کیوں قتل جیسے شدید جرم کا ارتکاب کرتے ہو (4) بے حیائی کے کام کرنا، چاہے ظاہری ہوں یا باطنی (5) ناحق قتل کرنا، اور فرمایا کہ تمہیں یہ حکم فرمایا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔

آیت 152 ﴿ فرمایا کہ یتیم کے مال کے پاس اس طریقے سے جاؤ جس سے اس کا فائدہ ہو حتّٰی کہ جب وہ جوانی کی عمر کو پہنچ جائے تو اس کا مال اس کے سپرد کر دو اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ اپنی طرف سے پوری دیانت کے ساتھ ناپ تول صحیح کر لیا تو بھول

حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ

حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچ جائے اور ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ ہم کسی جان پر اس کی طاقت کے برابر ہی بوجھ ڈالتے ہیں

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

اور جب بات کرو تو عدل کرو اگرچہ تمہارے رشتے دار کا معاملہ ہو اور اللہ ہی کا عہد پورا کرو۔ (اللہ نے) تمہیں یہ تاکید فرمائی ہے تاکہ

تَذَكَّرُوْنَ ۙ﴿۱۵۲﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ

نصیحت حاصل کرو○ اور یہ کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو ورنہ وہ راہیں تمہیں اس کے راستے سے جدا

عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى

کردیں گی۔ تمہیں یہ حکم فرمایا ہے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ○ پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تاکہ نیک آدمی پر

الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ ع

احسان پورا ہو اور ہر شے کی تفصیل ہو اور ہدایت و رحمت ہو کہ کہیں وہ اپنے رب سے ملنے پر ایمان لائیں○

چوک معاف ہے کیونکہ ہم کسی جان پر اس کی طاقت کے برابر ہی بوجھ ڈالتے ہیں اور جب بات کرو یعنی گواہی دو یا فتویٰ دو یا حاکم بن کر فیصلہ کرو تو ہر حال میں انصاف سے کام لو، قرابت اور وجاہت کا لحاظ نہ ہو۔ صرف اللہ تعالیٰ کے عہد پورے کرو، اس کے خلاف کسی عہد کو پورا نہ کرو۔ یہاں عہدِ الٰہی سے مراد وہ احکام ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے بندوں کو ملے یا وہ عہد ہے جو انسان اپنے اوپر لازم کر لے جیسے منت، ان سب کو پورا کرنے کا حکم ہے۔ **اہم بات:** بندوں کے ساتھ کئے گئے جائز عہد پورا کرنا بھی عہدِ الٰہی کو پورا کرنے میں داخل ہے۔

آیت 153 یہاں مذکور آیتوں میں اسلام اور شریعتِ اسلامیہ کے جو احکام بیان ہوئے یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو اور مخالفِ اسلام راستوں پر نہ چلو خواہ یہودیت ہو یا نصرانیت یا اور کوئی ملت، اگر تم ان پر چلے تو اللہ تعالیٰ کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے۔ تمہیں یہ حکم اس لئے فرمایا ہے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ **اہم بات:** عقائد کی درستی، عبادات کی بجا آوری، معاملات کی صفائی اور حقوق کی ادائیگی سیدھا راستہ ہے۔ جو ان میں سے کسی میں کوتاہی کرے وہ سیدھے راستے پر نہیں۔

آیت 154 ارشاد فرمایا: پھر ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی تاکہ نیک آدمی پر احسان پورا ہو یا نیک آدمی سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کے مطابق نیک کام کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ پر نعمت پوری کرنے کے لئے تورات عطا فرمائی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تورات میں رکھی ہوئی دینی نعمتوں کا بیان فرمایا کہ اس میں دین کے تمام احکام، عقائد اور مسائل کی تفصیل ہے لہٰذا اس میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت و رسالت کا بیان اور دلائل بھی ہیں اور یہ کتاب ہدایت اور رحمت ہے تاکہ بنی اسرائیل بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ سے ملاقات پر ایمان لے آئیں۔ **اہم بات:** سب سے پہلے

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلُوْۤا

اور یہ برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، تو تم اس کی پیروی کرو اور پرہیزگار بنو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ○ (اس لئے اتارا) تاکہ تم یہ (نہ) کہو

اِنَّمَاۤ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآىِٕفَتَیْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِیْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا

کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی اور ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی ○ یا (تاکہ تم یہ نہ) کہو کہ

لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّ

اگر ہم پر کتاب اترتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے تو تمہارے پاس تمہارے رب کی روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت

رَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِی الَّذِیْنَ یَصْدِفُوْنَ

آگئی ہے تو اس سے زیادہ ظالم کون جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے منہ پھیرے۔ عنقریب وہ لوگ جو ہماری آیتوں سے

عَنْ اٰیٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا یَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِیَهُمُ

منہ پھیرتے ہیں ہم انہیں ان کے منہ پھیرنے کی وجہ سے برے عذاب کی سزا دیں گے ○ وہ صرف اسی چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس

کتاب الٰہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی، آپ سے پہلے پیغمبروں کو صحیفے ملتے تھے۔

آیت 155 ﴾ فرمایا کہ قرآن شریف برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔ اسے مبارک فرشتہ، مبارک مہینے رمضان میں مبارک ذات پر لے کر آیا، اسے دیکھنا، چھونا، پڑھنا، سمجھنا، سمجھانا سب برکت کے کام ہیں، اس کی تعلیمات اور ان پر عمل سراسر برکت ہے، تو تم قرآن کریم میں مذکور احکام مانو، اس پر عمل کرو تاکہ اس کی برکت سے تم پر رحم کیا جائے۔

آیت 156 ﴾ فرمایا گیا کہ قرآن اس لئے نازل کیا گیا ہے تاکہ تمہیں یہ کہنے کی گنجائش باقی نہ رہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں جیسے تورات، انجیل تو ہم سے پہلے کے دو گروہوں یہودیوں اور عیسائیوں پر اتری تھیں، سرزمینِ عرب میں نہ کوئی رسول آیا اور نہ کوئی کتاب پھر جو تورات و انجیل آئیں وہ ہماری زبان میں نہ تھیں اور نہ ہمیں کسی نے ان کے معنی بتائے پھر ہم ہدایت پر کیسے آتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرما کر تمہارا کوئی عذر باقی نہ چھوڑا۔

آیت 157 ﴾ آیت میں نزولِ قرآن کی ایک حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: یہ قرآن اس لئے نازل کیا گیا ہے تاکہ تم یہ نہ کہو کہ اگر ہم پر کتاب اترتی تو ہم اپنی ذہانت اور فہم و فراست کی وجہ سے ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے۔ اگر تم اپنے اس بیان میں سچے ہو تو تمہارے پاس تمہارے رب کی روشن دلیل، ہدایت اور رحمت آگئی اور تمہارا عذر ختم ہو گیا ہے تو جو نبی کے معجزات اور ان کی کتابوں کا انکار کرتا ہے وہ سب سے بڑا ظالم ہے کیونکہ وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کہ اسے دائمی عذاب کا مستحق بناتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ ہماری آیتوں سے منہ پھیرتے ہیں ہم انہیں ان کے منہ پھیرنے کی وجہ سے برے عذاب کی سزا دیں گے۔

آیت 158 ﴾ جب وحدانیت اور نبوت کے دلائل نیز کفریہ عقائد کا باطل ہونا ظاہر کر دیا گیا تو اب ایمان لانے میں کس بات کا انتظار

الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ

فرشتے آجائیں یا تمہارے رب کا عذاب آجائے یا تمہارے رب کی کچھ نشانیاں آجائیں۔ جس دن تیرے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی اس دن کسی

نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْۤا

اس کا ایمان قبول کرنا نفع نہ دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو گا یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ حاصل کی ہو گی۔ تم فرماؤ: تم بھی انتظار کرو

اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ

اور ہم بھی منتظر ہیں۞ بیشک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور خود مختلف گروہ بن گئے اے حبیب! آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں

اب تو کفار صرف اس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس ان کی روح قبض کرنے کے لئے موت کے فرشتے آجائیں یا خدا کا عذاب آجائے یا قیامت کی خبر دینے والی خاص نشانی آجائے یعنی سورج مغرب سے طلوع ہو اور یوں مشاہدے کے طور پر ہر چیز ان کے لئے ظاہر ہو جائے لیکن انہیں معلوم نہیں کہ جس دن غیب کے معاملات ظاہر ہو جائیں گے یا عذاب سامنے آچکا ہو گا اس دن کافر کو ایمان لانا نفع نہ دے گا یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ حاصل کی ہو گی یعنی جس گنہگار مومن نے توبہ نہ کی ہو گی تو اب اس کی توبہ قبول نہ ہو گی کیونکہ یہ ایسی حالت ہے جس نے انہیں ایمان لانے اور گناہوں سے توبہ کرنے پر مجبور کر دیا لہٰذا جس طرح عذاب الٰہی دیکھ کر کفار کا ایمان لانا بے فائدہ ہے یونہی قربِ قیامت کے ہولناک مناظر دیکھ کر بھی ایمان اور توبہ قبول نہیں۔ تم فرماؤ: اے کافرو! تم موت کے فرشتوں کی آمد، عذاب یا نشانی میں سے کسی ایک کے آنے کا انتظار کرو، ہم بھی تم پر عذاب کے منتظر ہیں اور جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس کا انتظار درست تھا یعنی کافر ہلاک اور مغلوب جبکہ مسلمان غالب ہوں گے، یونہی بروزِ قیامت کفار ہلاک اور مومن کامیاب ہوں گے۔

آیت 159 فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور خود مختلف گروہ بن گئے یعنی یہود و نصاریٰ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے تھے اور بعد میں مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے یا اس سے مراد تمام مشرکین ہیں کیونکہ ان میں سے بعض نے بتوں کی پوجا کی اور کہا کہ یہ ہماری سفارش کریں گے، بعض نے فرشتوں کی عبادت کی اور کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور بعض نے ستاروں کی پرستش کی، یہ ان کی دین میں تفریق ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا کہ آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ صرف اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے پھر وہ انہیں بتا دے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ اہم بات: اس آیت میں مسلمانوں کو دین میں فرقہ بندی اور بدعات اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ مسلمانوں میں بھی فرقے ہیں لیکن سب مسلمان گمراہ نہ ہوں گے کیونکہ فرمان نبوی ہے: یہ امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہو گی۔ (ابن ماجہ، حدیث:3950) اور حق پر صرف ایک فرقہ ہے چنانچہ فرمان نبوی ہے: میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی (ان میں سے) ایک جنت میں جائے گا اور 72 جہنم میں جائیں گے۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! وہ جنتی کون ہوں گے؟ ارشاد فرمایا: وہ جماعت ہے۔ (ابن ماجہ، حدیث:3992) جنتی گروہ اکثریت والا ہو گا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جب تم اختلاف دیکھو تو سب سے بڑی جماعت کو لازم پکڑ لو۔ (ابن ماجہ، حدیث:3950)

اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ

ان کا معاملہ صرف اللہ کے حوالے ہے پھر وہ انہیں بتا دے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے ○ جو ایک نیکی لائے

فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہیں اور جو کوئی برائی لائے تو اسے صرف اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ○

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ۬ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَ مَا كَانَ

تم فرماؤ: بیشک مجھے میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرمائی، (یہ) مضبوط دین ہے جو ہر باطل سے جدا ابراہیم کی ملت ہے اور وہ مشرکوں

مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ لا

میں سے نہیں تھے ○ تم فرماؤ، بیشک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے ○

لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۶۳﴾ قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا

اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں ○ تم فرماؤ، کیا اللہ کے سوا اور رب طلب کروں

آیت 160 ایک نیکی کرنے والے کے لئے دس نیکیوں کی جزا ہے اور یہ کوئی انتہائی مقدار نہیں بلکہ فضلِ الٰہی کی ابتدا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے لئے جتنا چاہے اس کی نیکیوں کو بڑھائے، ایک کے سات سو کرے یا بے حساب عطا فرمائے جبکہ ایک برائی کرنے والے کے لئے صرف اس ایک برائی ہی کا بدلہ ہے اور اطاعت گزار کے ثواب میں کمی کرکے یا گناہ گار کو جرم سے زیادہ سزا دے کر یا جرم کے بغیر سزا دے کر ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اہم بات: ظلم کے دو معنی ہیں: (۱) غیر کی چیز میں بلا اجازت تصرف کرنا (۲) بے قصور کو سزا دینا یا کام لے کر اس کی اجرت نہ دینا۔ ان جیسی آیات میں ظلم کے دوسرے معنی مراد ہیں۔

آیت 161 ارشاد فرمایا کہ تم فرماؤ: بیشک مجھے میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرمائی، یہ مضبوط دین ہے جو ہر باطل سے جدا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے اور اے کفارِ قریش! حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرک وبت پرست نہ تھے لہٰذا تمہارا ملتِ ابراہیمی پر ہونے کا دعویٰ باطل ہے۔

آیت 162، 163 ان دو آیات میں مسلمان کی زندگی کا محور و مرکز متعین کر دیا گیا، چنانچہ فرمایا کہ اے حبیب! تم فرماؤ کہ بیشک میری نماز، میری قربانیاں، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ اہم بات: حضور سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْن ہیں کیونکہ آپ کا نور تمام مخلوق سے پہلے پیدا ہوا، یومِ اَلَسْت میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار آپ نے کیا اور امت کے لئے بھی ایمان و اسلام کا اول نمونہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ہی ذات ہے۔

آیت 164 کفار نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہتے کہ آپ ہمارے دین میں داخل ہو کر ہمارے معبودوں کی عبادت کریں، اس پر

وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ

حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے اور ہر شخص جو عمل کرے گا وہ اسی کے ذمہ ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا آدمی کسی دوسرے آدمی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا

ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿١٦٤﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ

پھر تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جس میں اختلاف کرتے تھے ○ اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں

خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۗ

نائب بنایا اور تم میں ایک کو دوسرے پر کئی درجے بلندی عطا فرمائی تاکہ وہ تمہیں اس چیز میں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا فرمائی ہے

إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٦٥﴾

بیشک تمہارا رب بہت جلد عذاب دینے والا ہے اور بیشک وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے ○

فرمایا گیا کہ اے حبیب! ان کافروں کو جواب دو کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور رب طلب کروں حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے یعنی خدا شناس کس طرح گوارا کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو خدا مانے۔ دوسرے حصے کا شانِ نزول: ولید بن مغیرہ کہتا تھا کہ میرا راستہ اختیار کرو، اس میں اگر کچھ گناہ ہے تو میری گردن پر، اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ مجرم گناہ سے بالکل بری ہو جائے اور کسی دوسرے پر اس کے گناہ ڈال دیئے جائیں یا ایک آدمی کے گناہ دوسرے پر بغیر کسی سبب کے ڈال دیئے جائیں یہ نہیں ہو سکتا البتہ جو آدمی گناہ کا طریقہ ایجاد کرے یا کسی کو گناہ کے راستے پر لگائے تو اس کی وجہ سے جتنے لوگوں نے جتنے گناہ کئے ان سب کے وہ گناہ اس آدمی پر بھی ڈال دیئے جائیں گے جو حقیقت میں اس کے اپنے ہی اعمال کا انجام ہے۔ مزید فرمایا کہ پھر قیامت کے روز تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جس میں اختلاف کرتے تھے۔

آیت 165 یہاں امت محمدیہ سے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب بنایا کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں، اور آپ کی امت سب امتوں میں آخری امت ہے، اس لئے ان کو زمین میں پہلوں کا خلیفہ کیا کہ اس کے مالک ہوں اور اس میں تصرف کریں۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شکل و صورت، حسن و جمال، رزق و مال، علم و عقل اور قوت و کمال میں تم میں سے ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی، اس کا مقصد تمہاری آزمائش کرنا ہے کہ کون نعمتوں کے ملنے پر شکر ادا کرتا اور کون ظلم و زیادتی کی راہ پر چلتا ہے۔ بیشک تمہارا رب فاسق و فاجر اور گنہگار کو بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بیشک وہ ضرور مؤمنین کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ اہم بات: یقینی کام کو بھی قریب ہی کہہ دیا جاتا ہے اسی لئے یہاں فرمایا کہ تمہارا رب بہت جلد عذاب دینے والا ہے، یا اس سے مراد یہ ہے کہ عذاب کے وقت اللہ تعالیٰ کو عذاب نازل کرنے میں دیر نہیں لگتی۔

آیاتھا ٢٠٦ — ٧ سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ ٣٩ — رکوعاتھا ٢٤

سورۂ اعراف مکی ہے، اس میں دو سو چھ آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓصٓ ۞ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى

الٓمّٓصٓ○ اے حبیب! (یہ) ایک کتاب ہے جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے تاکہ آپ اس کے ذریعے ڈر سنائیں اور مومنوں کے لئے نصیحت ہے پس آپ کے دل میں

لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۞ اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ؕ

اس کی طرف سے کوئی تنگی نہ ہو○ اے لوگو! تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف جو نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اسے چھوڑ کر اور حاکموں کے پیچھے نہ جاؤ۔

سورۂ اعراف کا تعارف یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق پانچ آیتوں کے علاوہ بقیہ سورت مکہ میں نازل ہوئی، ان پانچ میں سے پہلی آیت وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ ہے۔ یہ مکی سورتوں میں سب سے بڑی سورت ہے۔ اس میں 24 رکوع اور 206 آیتیں ہیں۔ اس کی آیت 46 میں جنت اور دوزخ کے درمیان ایک جگہ اعراف کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام اعراف رکھا گیا۔ فضیلت: حدیث پاک میں ہے: جس نے قرآنِ پاک کی پہلی 7 بڑی سورتوں کو حفظ کیا اور ان کی تلاوت کرتا رہا تو یہ اس کے لئے کثیر ثواب کا باعث ہے۔ (مستدرک، حدیث: 2114) ان میں سے ایک سورۂ اعراف ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اسلام کے بنیادی عقائد جیسے وحدانیت الٰہی، رسالت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، اعمال کی جزا ملنے، قرآن کے کلام الٰہی ہونے، اس کی پیروی ضروری ہونے، بروزِ قیامت اعمال کا وزن ہونے کا بیان، شرک کا رد، مکارمِ اخلاق کی تعلیم نیز حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس، حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بلعم بن باعور کے واقعات اور کفار و مشرکین کے اخروی انجام، بروزِ قیامت ایمان والوں کے حالات، جہنمیوں اور اہلِ اعراف سے ہونے والی گفتگو اور جہنمیوں کی آپسی گفتگو کا بیان ہے۔

آیت 1 یہ حروفِ مقطعات ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 2 فرمایا کہ اے حبیب! یہ کتاب یعنی قرآن پاک آپ کی طرف اس لئے نازل کیا گیا کہ آپ اس کے ذریعے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں اور یہ قرآن مومنوں کے لئے نصیحت ہے، اس خیال سے کہ لوگ نہ مانیں گے، اعتراض کریں گے اور اسے جھٹلانے لگیں گے اس کی تبلیغ فرمانے سے کوئی تنگی نہ آئے۔ درس: اس آیت میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی ہے اور اس کے ذریعے تمام مبلغین کو درس ہے کہ لوگوں کے نہ ماننے یا تکلیفیں دینے کی وجہ سے تبلیغ دین میں دل تنگ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ قرآن مومنوں کیلئے نصیحت ہے، یہاں آج کے مسلمانوں کو بھی غور کرنا چاہئے کہ کیا یہ قرآن سے نصیحت حاصل کر رہے ہیں یا انہیں قرآن کریم کو پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی؟

آیت 3 فرمایا کہ اے حبیب! اپنی قوم سے فرماؤ کہ اے لوگو! قرآنِ مجید کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف

قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٣﴾ وَكَم مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا أَوْ هُمْ

تم بہت ہی کم سمجھتے ہو○ اور کتنی ہی ایسی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا تو ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آیا یا (جب وہ) دوپہر کو

قَائِلُونَ ﴿٤﴾ فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ إِذْ جَاءَهُم بَأْسُنَا إِلَّا أَن قَالُوا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٥﴾

سو رہے تھے○ تو جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو ان کی پکار اس کے سوا اور کچھ نہ تھی کہ بیشک ہم (ہی) ظالم تھے○

فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ﴿٦﴾ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم

تو بیشک ہم ضرور ان لوگوں سے سوال کریں گے جن کی طرف (رسول) بھیجے گئے اور بیشک ہم ضرور رسولوں سے سوال کریں گے○ تو ضرور ہم ان کے سامنے

بِعِلْمٍ ۖ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ ﴿٧﴾ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ ۚ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ

علم سے بتادیں گے اور ہم غائب نہ تھے○ اور اس دن وزن کرنا ضرور برحق ہے تو جن کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ

نازل کیا گیا ہے۔ اس کی پیروی چھوڑ کر دوسروں کے پیچھے نہ جاؤ۔ تم بہت ہی کم سمجھتے ہو۔

آیت 4 سابقہ آیت میں قرآنِ پاک کی پیروی کا حکم دیا گیا اب حکمِ الٰہی کی پیروی چھوڑنے اور اس سے اعراض کرنے کے نتائج پچھلی قوموں کے انجام کی صورت میں بتائے جا رہے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ اور کتنی ہی ایسی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا تو ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آیا یا دن میں قیلولہ کے وقت آیا، انہیں اس کا خیال بھی نہ تھا وہ عذاب اچانک آیا اور وہ بھاگنے کی کوشش بھی نہ کر سکے۔

آیت 5 فرمایا کہ بستی والوں پر جب اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک آیا تو وہ اسے اپنے اوپر سے دور نہ کر سکے، اس وقت ان کی پکار اس کے سوا اور کچھ نہ تھی کہ بیشک ہم ہی ظالم تھے، اس وقت انہوں نے اپنے جرم کا اعتراف کیا لیکن اس وقت کا اعتراف فائدہ نہیں دیتا۔ اہم بات: عذاب دیکھ کر توبہ کرنا یا ایمان لانا قبول نہیں ہوتا۔

آیت 6 فرمایا کہ ان امتوں سے پوچھا جائے گا جن کی طرف رسول بھیجے گئے کہ تمہیں تمہارے رسولوں نے تبلیغ کی یا نہیں اور تم نے رسولوں کی دعوت کا کیا جواب دیا، ان کے حکم کی کیا تعمیل کی اور رسولوں سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا تم نے اپنی امتوں کو ہمارے پیغام پہنچائے اور تمہاری قوم نے تمہیں کیا جواب دیا تھا۔ اہم بات: علما فرماتے ہیں کہ یہ سوال و جواب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق نہ ہوگا اور نہ کوئی بدباطن کافر یہ کہہ سکے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تبلیغ نہیں فرمائی۔

آیت 7 فرمایا کہ بروزِ قیامت ہمارا کفار سے اور ان کے انبیاء علیہم السلام سے پوچھ گچھ فرمانا قانونی کارروائی کے لئے ہوگا نہ کہ اس لئے کہ ہمیں اصل واقعہ کی خبر نہیں۔

آیت 8، 9 اس آیت میں قیامت کا ایک اور حال بیان ہو رہا ہے کہ اس دن میزان کے ذریعے اعمال کا وزن کرنا ضرور برحق ہے تو جن کے نیکیوں کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے اور جن کے نیکیوں کے پلڑے ہلکے ہوں گے اور ان میں

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا

کامیاب ہونے والے ہوں گے ۝ اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا اس وجہ سے کہ وہ

بِاٰیٰتِنَا یَظْلِمُوْنَ ۝ وَ لَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ ؕ

ہماری آیتوں پر ظلم کیا کرتے تھے ۝ اور بیشک ہم نے تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا اور تمہارے لئے اس میں زندگی گزارنے کے اسباب بنائے،

قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ وَ لَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا

تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو ۝ اور بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری صورتیں بنائیں پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو

ع

...ہوں گی تو یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کر کے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا۔ اہم باتیں: (1) وزن کرنے کا ... کسی چیز کی مقدار کی معرفت حاصل کرنا۔ عرف میں ترازو سے تولنے کو وزن کرنا کہتے ہیں اور جس آلے سے وزن کیا جائے اسے میزان کہتے ہیں۔ (2) صحیح اور متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ بروزِ قیامت ایک میزان لاکر رکھی جائے گی جس میں دو پلڑے اور ایک ڈنڈی ہوگی۔ اس پر ایمان لانا اور اسے حق سمجھنا ضروری ہے۔ رہی یہ بات کہ اس کے پلڑوں کی نوعیت اور کیفیت کیا ہوگی اور اس سے وزن معلوم کرنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ تو یہ ہماری عقل و فہم کے دائرے سے باہر ہے اور ہم اسے جاننے کے مکلف نہیں۔ غیب کی ان چیزوں پر ایمان لانا فرض ہے، ان کی نوعیت اور کیفیت اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ (3) تحقیق یہ ہے کہ ... کافروں کو اللہ تعالیٰ جلد دوزخ میں ڈالنا چاہے گا انہیں اعمال کے وزن کے بغیر دوزخ میں ڈال دے گا اور بقیہ کافروں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا، اسی طرح بعض مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اعمال کا وزن کئے بغیر بے حساب جنت میں داخل فرما دے گا۔

آیت 10 ﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ اپنی وہ عظیم نعمتیں یاد دلا رہا ہے جن کی وجہ سے اس کا شکر ادا کرنا لازم ہے، فرمایا کہ ہم نے تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا اور تمہارے لئے اس میں زندگی گزارنے کے اسباب بنائے، اپنے فضل سے تمہیں غذا، پانی، ہوا، سورج کی روشنی یہیں مہیا کیں، تمہیں ان کے لئے آسمان پر یا سمندر میں جانے کی حاجت نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمتیں ہے اس کے باوجود لوگوں میں ناشکری غالب ہے۔ اہم بات: شکر کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی نعمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے اور نعمت کا اظہار کرے جبکہ ناشکری یہ ہے کہ آدمی نعمت کو بھول جائے اور اسے چھپائے۔

آیت 11 ﴾ یہاں سے ایک اور عظیم نعمت یاد دلائی جا رہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد پر فرمائی، فرمایا کہ بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا۔ یہاں یا تو یہ مراد ہے کہ ہم نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی پشت میں ان کی اولاد کی صورتیں بنائیں، یا یہ مراد ہے کہ ہم نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، ان کی صورت بنائی اور پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ انہیں سجدہ کریں، تو ابلیس کے سوا سب نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۔ اہم بات: یہ واقعہ سورۂ بقرہ آیت 34 میں بھی بیان ہوا ہے۔ یہاں اس کے بیان کا مقصد ایک مرتبہ پھر عظیم نعمتِ الٰہی کو یاد دلانا، شرفِ انسانیت کو بیان کرنا اور اللہ تعالیٰ کے دوست و دشمن کی روش دکھانا ہے۔

لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ

سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۝ اللہ نے فرمایا: جب میں نے تجھے حکم دیا تھا تو تجھے سجدہ کرنے سے

اِذْ اَمَرْتُكَ ۭ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ

کس چیز نے روکا؟ ابلیس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا۝ اللہ نے فرمایا: تو یہاں سے اتر

مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ

جا، پس تیرے لئے جائز نہیں کہ تو اس مقام میں تکبر کرے، نکل جا، بیشک تو ذلت والوں میں سے ہے۝ شیطان نے کہا: تو مجھے اس دن تک مہلت دیدے

اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ

جس میں لوگ اٹھائے جائیں گے۝ اللہ نے فرمایا: تجھے مہلت ہے۝ شیطان نے کہا: مجھے اس کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور تیرے

آیت 12 "تو نے مجھے آگ سے بنایا" اس سے ابلیس کی مراد یہ تھی کہ آگ مٹی سے افضل و اعلیٰ ہے تو جس کی اصل آگ ہو وہ اس سے افضل ہو گا جس کی اصل مٹی ہو۔ اس خبیث کا یہ خیال غلط و باطل تھا کیونکہ افضل وہ ہے جسے مالک و مولیٰ فضیلت دے، فضیلت کا مدار اصل پر نہیں بلکہ مالک کی اطاعت و فرمانبرداری پر ہے۔ آگ کا مٹی سے افضل ہونا بھی صحیح نہیں کیونکہ آگ میں طیش، تیزی اور بلندی چاہنا ہے اور یہ چیزیں تکبر کا سبب بنتی ہیں جبکہ مٹی سے وقار، حلم اور صبر حاصل ہوتا ہے، نیز شیطان نے صریح حکم الٰہی کے مقابلے میں قیاس کیا اور جو قیاس نص کے خلاف ہو وہ مردود ہے۔

آیت 13 فرمایا: تو جنت سے اتر جا، پس تیرے لئے جائز نہیں کہ تو اس مقام میں تکبر کرے کیونکہ یہ جگہ منکر و سرکش کی نہیں بلکہ اطاعت و تواضع کرنے والوں کی ہے۔ نکل جا، بیشک تو ذلت والوں میں سے ہے کہ انسان تیری مذمت کرے گا۔ درس: تکبر ایسا مذموم وصف ہے کہ ہزاروں برس کا عبادت گزار اور فرشتوں کا استاد کہلانے والا ابلیس بھی اس کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی میں مردود ٹھہرا اور قیامت تک کے لئے ذلت و رسوائی کا شکار ہو گیا۔

آیت 15،14 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ شیطان نے کہا: تو مجھے اس دن تک مہلت دیدے جس میں لوگ اٹھائے جائیں گے یعنی جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تجھے مہلت ہے یعنی پہلی مرتبہ صور پھونکنے تک کہ جب سب لوگ مر جائیں گے۔ اہم بات: شیطان مردود نے دوسری مرتبہ صور پھونکنے یعنی مُردوں کے دوبارہ زندہ ہونے تک مہلت چاہی تھی تاکہ موت کی سختی سے بچ جائے مگر اسے پہلی مرتبہ صور پھونکنے تک کی مہلت دی گئی۔

آیت 16 شیطان نے کہا: مجھے اس کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر بنی آدم کی تاک میں بیٹھوں گا، ان کے دلوں میں وسوسے ڈالوں گا، انہیں باطل کی طرف مائل کروں گا، گناہوں کی رغبت دلاؤں گا، تیری اطاعت و عبادت سے روکوں گا، بعض کو کافر و مشرک بنا دوں گا۔ اہم بات: شیطان نے یہاں گمراہ کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی، اس میں یا تو شیطان نے خود کو مجبور محض مان کر یہ کہا یا پھر اللہ تعالیٰ کی بے ادبی کے طور پر کہا۔

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ

سیدھے راستہ پر لوگوں کی تاک میں بیٹھوں گا○ پھر ضرور میں ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے دائیں اور

اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا

ان کے بائیں سے ان کے پاس آؤں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا○ اللہ نے فرمایا: تو یہاں سے ذلیل و مردود

مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ

ہو کر نکل جا۔ بیشک ان میں سے جو تیری پیروی کرے گا تو میں ضرور تم سب سے جہنم بھر دوں گا○ اور اے آدم! تم اور تمہاری بیوی

زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾

جنت میں رہو پھر اس میں سے جہاں چاہو کھاؤ اور اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ گے○

آیت 17 شیطان نے اپنے عزم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ پھر میں ضرور بنی آدم کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں یعنی چاروں طرف سے ان کے پاس آؤں گا اور انہیں گھیر کر راہِ راست سے روکوں گا تاکہ وہ تیرے راستے پر نہ چلیں اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: سامنے سے مراد یہ ہے کہ میں ان کی دنیا کے متعلق وسوسے ڈالوں گا، پیچھے سے مراد یہ ہے کہ ان کی آخرت کے متعلق وسوسے ڈالوں گا، دائیں سے مراد یہ ہے کہ ان کے دین میں شبہات ڈالوں گا اور بائیں سے مراد یہ ہے کہ ان کو گناہوں کی طرف راغب کروں گا۔ اہم بات: چونکہ شیطان بنی آدم کو گمراہ کرنے نیز شہوتوں اور قبیح افعال میں مبتلا کرنے میں اپنی انتہائی کوشش کرنے کا عزم کر چکا تھا یا وہ انسان کی اچھی بری صفات سے واقف تھا یا اس نے فرشتوں سے سن رکھا تھا، اس لئے اسے گمان تھا کہ وہ بنی آدم کو بہکا لے گا اور انہیں فریب دے کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر اور اس کی طاعت و فرمانبرداری سے روک دے گا۔

آیت 18 اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا: تو یہاں سے ذلیل و مردود ہو کر نکل جا کہ آج فرشتوں میں اور آئندہ ہر جگہ ذلیل و خوار ہو، بیشک بنی آدم میں سے جو تیری پیروی کرے گا تو میں تجھ سے، تیری اولاد سے اور تیری اطاعت کرنے والے آدمیوں سے جہنم کو بھر دوں گا۔ اہم باتیں: (1) پیغمبر کی دشمنی تمام کفروں سے بڑھ کر ہے، شیطان عالم و زاہد ہونے کے باوجود تعظیمِ نبی سے انکار پر ذلیل و رسوا ہوا۔ (2) دوزخ میں شیطان، جنات اور انسان سب جائیں گے۔

آیت 19 شیطان کو ذلیل و رسوا کر کے جنت سے نکال دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ تم اور تمہاری بیوی حضرت حوا رضی اللہ عنہا جنت میں رہو اور جنتی پھلوں میں سے جہاں چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰىكُمَا

پھر شیطان نے انہیں وسوسہ ڈالا تاکہ ان پر ان کی چھپی ہوئی شرم کی چیزیں کھول دے اور کہنے لگا تمہیں تمہارے رب نے

رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ قَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ

اس درخت سے اسی لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تم ہمیشہ زندہ رہنے والے نہ بن جاؤ۔ اور ان دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ بیشک میں

لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا

تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ تو وہ دھوکا دے کر ان دونوں کو اُتار لایا پھر جب انہوں نے اس درخت کا پھل کھایا تو ان کی شرم کے مقام ان پر کھل گئے

وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ

اور وہ جنت کے پتے ان پر ڈالنے لگے اور انہیں ان کے رب نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا

وَ اَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَ اِنْ

اور میں نے تم سے یہ نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟ دونوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر

آیت 20، 21 ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو وسوسہ ڈالا تا کہ ان پر ان کی چھپی ہوئی شرم کی چیزیں کھول دے۔ کہنے لگا: اس درخت میں یہ تاثیر ہے کہ اس کا پھل کھانے والا فرشتہ بن جاتا یا ہمیشہ کی زندگی حاصل کر لیتا ہے، تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے اسی لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم فرشتے یا ہمیشہ زندہ رہنے والے نہ بن جاؤ اور شیطان نے ان دونوں سے اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھا کر کہا کہ بیشک میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

آیت 22 ﴾ شیطان نے جھوٹی قسم کھا کر ان دونوں کو دھوکا دیا اور ممانعت کی تاویلیں کر کے انہیں اس درخت سے کھانے کی طرف لے آیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں چونکہ اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت انتہا درجے کی تھی اس لئے آپ علیہ السلام کو گمان بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کوئی جھوٹ بول سکتا ہے نیز جنت قربِ الٰہی کا مقام ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کو بھی اس مقام قرب میں رہنے کا اشتیاق تھا اور فرشتہ بننے یا دائمی بننے سے یہ مقام حاصل ہو سکتا ہے لہٰذا آپ نے شیطان کی قسم کا اعتبار کر لیا اور ممانعت کو تنزیہی سمجھتے ہوئے یا خاص درخت کی ممانعت سمجھتے ہوئے اسی جنس کے دوسرے درخت سے کھا لیا۔ اس کے کھاتے ہی جنتی لباس جسم سے جدا اور پوشیدہ اعضا ظاہر ہو گئے۔ جب بے ستری ہوئی تو ان بزرگوں نے انجیر کے پتے اپنے جسم شریف پر ڈالنے شروع کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور میں نے تم سے یہ نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟ اہم بات: پوشیدہ اعضاء کا چھپانا انسانی فطرت میں داخل ہے، جو شخص ننگے ہونے کو فطرت سمجھتا ہے جیسے مغربی ممالک میں ایک طبقے کا رجحان ہے تو وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی فطرتیں مسخ ہو چکی ہیں۔

آیت 23 ﴾ فرمایا کہ دونوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو نے ہماری مغفرت نہ فرمائی اور ہم

لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

نہ ہماری مغفرت نہ فرمائی اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ضرور ہم نقصان والوں میں سے ہو جائیں گے ○ اللہ نے فرمایا: تم اتر جاؤ، تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے

وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ

اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور نفع اٹھانا ہے ○ (اللہ نے) فرمایا: تم اسی میں زندگی بسر کرو گے اور اسی میں مرو گے

وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِيْشًا ؕ وَ

اور اسی سے اٹھائے جاؤ گے ○ اے آدم کی اولاد! بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اُتارا جو تمہاری شرم کی چیزیں چھپاتا ہے اور

پر رحم نہ فرمایا تو ضرور ہم نقصان والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اہم بات: یہاں اپنی جانوں پر زیادتی کرنے سے مراد گناہ کرنا نہیں بلکہ اپنا نقصان کرنا ہے، اس طرح کہ جنت کے بجائے زمین پر آنا پڑا اور وہاں کی آرام کی زندگی کی جگہ یہاں مشقت کی زندگی اختیار کرنا پڑی۔ نیز حضرت آدم علیہ السلام نے لغزش کے بعد دعا مانگی اس میں مسلمانوں کے لئے تربیت ہے کہ جب کوئی گناہ سرزد ہو تو بارگاہِ الٰہی میں ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اس کا اعتراف کریں اور اس سے مغفرت و رحمت کا سوال کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کا گناہ بخش دے۔

آیت 24 چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا اصل مقصد انہیں زمین میں خلیفہ بنانا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تخلیق سے پہلے ہی فرشتوں سے فرما دیا تھا نیز اولادِ آدم نے آپس میں عداوت و دشمنی بھی کرنا تھی اور جنت جیسی مقدس جگہ ان چیزوں کے لائق نہیں لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم و حوا! تم اپنی ذریت کے ساتھ جو تمہاری پیٹھ میں ہے جنت سے اتر جاؤ، تمہاری اولاد میں بعض دوسرے بعض کے دشمن ہیں اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور دنیوی برکات سے نفع اٹھانا ہے۔

آیت 25 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم زمین ہی میں زندگی بسر کرو گے، اسی میں تمہاری وفات ہو گی اور اسی سے بروزِ قیامت جزو سزا کے لئے اٹھائے جاؤ گے۔

آیت 26 جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو جنت سے زمین پر اترنے کا حکم دیا اور زمین کو ان کے ٹھہرنے کی جگہ بنایا تو وہ تمام چیزیں بھی اتاریں جن کی دین یا دنیا کے اعتبار سے حاجت تھی۔ ان میں سے ایک چیز لباس ہے جس کی دین و دنیا دونوں کے اعتبار سے حاجت ہے کیونکہ لباس ستر ڈھانپنے کے کام آتا ہے اور ستر عورت نماز میں شرط ہے نیز لباس سردی گرمی روکنے کے کام آتا ہے۔ آیت میں فرمایا گیا: اے اولادِ آدم! بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اتارا جو تمہاری شرم کی چیزیں چھپاتا ہے، ایک لباس وہ جو زیب و زینت کے کام آتا ہے اور پرہیزگاری کا لباس یعنی ایمان، تقویٰ، حیا اور نیک خصلتیں سب سے بہتر ہے۔ یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اہم باتیں: (1) لباس صرف انسانوں کے لئے بنایا گیا لہٰذا جانور بے لباس ہی ہوتے ہیں۔ (2) لباس بہت بڑی نعمت ہے اس کے پہننے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ مسئلہ: ستر عورت چھپانے کے قابل لباس پہننا فرض ہے اور لباسِ زینت پہننا مستحب ہے۔

لِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَیْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ۞ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ

(ایک لباس وہ جو) زیب وزینت ہے اور پرہیزگاری کا لباس سب سے بہتر ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں○ اے آدم کی اولاد!

لَا یَفْتِنَنَّكُمُ الشَّیْطٰنُ كَمَاۤ اَخْرَجَ اَبَوَیْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِیُرِیَهُمَا

تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، ان دونوں سے ان کے لباس اتروادیے تاکہ انہیں ان کی

سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ

شرم کی چیزیں دکھادے۔ بیشک وہ خود اور اس کا قبیلہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے۔ بیشک ہم نے شیطانوں کو ایمان

لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۞ وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَیْهَاۤ اٰبَآءَنَا وَ اللّٰهُ

نہ لانے والوں کا دوست بنادیا ہے○ اور جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا تھا اور اللہ نے (بھی)

اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۞

ہمیں اسی کا حکم دیا ہے۔ (اے حبیب!) تم فرماؤ: بیشک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جس کی تمہیں خبر نہیں○

آیت 27 یہاں سے بنی آدم کو ہوشیار کیا جارہا ہے کہ وہ شیطان کی مکاریوں سے بچتے رہیں چنانچہ ارشاد فرمایا: اے اولادِ آدم! تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، ان دونوں سے ان کے لباس اتروادیے تاکہ انہیں ان کی شرم کی چیزیں دکھادے۔ بیشک شیطان اور اس کی ذریت سارے جہان کے لوگوں کو دیکھتے ہیں جبکہ لوگ انہیں نہیں دیکھتے۔ جہاں کسی نے کسی اچھے کام کا ارادہ کیا، اُسے اُس کی نیت کی خبر ہوگئی اور فوراً بہکا دیا۔ اور فرمایا: بیشک ہم نے شیطانوں کو ایمان نہ لانے والوں کا دوست بنادیا ہے یعنی شیطان بظاہر کفار کا دوست ہے اور کفار دل سے شیطان کے دوست ہیں ورنہ حقیقت میں شیطان کفار کا بھی دوست نہیں، وہ تو ہر انسان کا دشمن ہے کہ سب کو اپنے ساتھ جہنم میں لے جانے کی کوشش میں ہے۔ اہم باتیں: (1) جو دشمن تمہیں دیکھ رہا ہے اور تم اسے نہیں دیکھ رہے اس سے اللہ تعالیٰ کے بچائے بغیر خلاصی ممکن نہیں؛ تو تم اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو۔ (2) اس آیت میں مومن، کافر، ولی، عالم، پرہیزگار سب سے خطاب ہے، کوئی اپنے آپ کو شیطان سے محفوظ نہ جانے۔ (3) شیطان کا علم وقدرت بہت وسیع ہے کہ ہر زبان میں، ہر جگہ، ہر آدمی کو وسوسے ڈالنے کی طاقت رکھتا ہے۔ درس: مسلمان کو ہر وقت شیطان کے مقابلے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

آیت 28 زمانۂ جاہلیت میں کفار ننگے ہو کر طوافِ کعبہ کرتے تھے۔ ایسی بے حیائی پر جب ان کی مذمت کی گئی تو انہوں نے اس کے دو عذر بیان کئے: (1) ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا تھا لہٰذا ان کی اتباع میں یہ کرتے ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان افعال کا حکم دیا ہے۔ یہ محض بہتان تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! تم جواب میں فرماؤ: بیشک اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کہتے ہو جس کی تمہیں خبر نہیں۔ اہم بات: اگرچہ یہ آیت خاص ننگے ہو کر طواف کرنے کے بارے میں آئی مگر اس میں ہر قبیح فعل اور تمام صغیرہ کبیرہ گناہ داخل ہیں۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۫ وَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ؕ﴿۲۹﴾ فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ خُذُوْا

تم فرماؤ: میرے رب نے عدل کا حکم دیا ہے اور (یہ کہ) ہر نماز کے وقت تم اپنے منہ سیدھے کرو اور عبادت کو اسی کے لئے خالص کرکے اس کی بندگی کرو۔ اس نے جیسے تمہیں پیدا کیا ہے ویسے ہی تم پلٹو گے○ ایک گروہ کو ہدایت دی اور ایک فرقے پر گمراہی ثابت ہوگئی، انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنالیا ہے اور سمجھتے یہ ہیں کہ یہ ہدایت یافتہ ہیں○ اے آدم کی اولاد! ہر

آیت 29 ﴾ بری باتوں سے منع کرنے کے بعد اب ان چیزوں کا بیان ہو رہا ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، فرمایا: اے حبیب! ان لوگوں سے فرماؤ کہ میرے رب نے عدل کا حکم دیا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ ہر نماز کے وقت تم اپنے منہ سیدھے کرو یعنی جہاں بھی ہو نماز کے وقت اپنے چہرے کعبہ کی طرف سیدھے کرلو یا یہ معنی ہے کہ جب نماز کا وقت آئے اور تم مسجد کے پاس ہو تو مسجد میں نماز ادا کرو اور اگر یہ نہ کہے کہ میں اپنی مسجد میں یا اپنی قوم کی مسجد میں نماز ادا کروں گا یا یہ معنی ہے کہ تم اپنے سجدے خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کرلو۔ اور یہ حکم فرمایا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے یا اس کے حکم کی بجا آوری کی نیت سے عبادت کرو، اس میں کسی کو دکھانے یا سنانے کی نیت ہو نہ عبادت میں کسی اور کو شریک کیا جائے۔ اس نے جیسے تمہیں پیدا کیا ہے ویسے ہی تم پلٹو گے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے بنی آدم میں سے بعض کو مومن اور بعض کو کافر پیدا فرمایا پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں ویسے ہی لوٹائے گا جیسے ابتدا میں پیدا فرمایا تھا مومن مومن بن کر اور کافر کافر بن کر۔ ایک قول یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے شقی اور بدبخت لوگوں میں سے پیدا کیا ہے وہ قیامت کے دن اہلِ شقاوت سے اٹھے گا خواہ پہلے نیک کام کرتا ہو۔ ایک معنی یہ ہے کہ جس طرح انسان ماں کے پیٹ سے ننگے پاؤں، ننگے بدن اور ختنہ کے بغیر پیدا ہوتا تھا قیامت کے دن بھی اسی طرح ننگے پاؤں، ننگے بدن اور ختنہ کے بغیر اٹھے گا۔ **اہم باتیں:** (1) قِسط کے کئی معنی ہیں: (۱) حصہ (۲) عدل وانصاف (۳) ظلم (۴) درمیانی چیز یعنی جس میں افراط و تفریط یعنی کمی زیادتی نہ ہو۔ یہ لفظ بہت سی چیزوں کو شامل ہے، عقائد میں عدل، عبادات میں عدل، معاملات میں عدل، بادشاہ کا عدل کرنا، قاضی کا انصاف کرنا، اولاد، رشتہ داروں اور اپنے نفس کے معاملے میں عدل وغیرہ سب اس میں داخل ہیں۔ (2) اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت (اور اس کی رضاجوئی) کے علاوہ ہر ایک کی عبادت (اور اس کی رضاجوئی) سے بری ہوجائے۔

آیت 30 ﴾ فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایمان و معرفت کی ہدایت اور طاعت و عبادت کی توفیق دی۔ ان کے مقابلے میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو گمراہ ہوئے، یہ کفار ہیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنالیا یعنی شیطانوں کے کہنے پر کفر و معاصی کو اختیار کیا اور اس کے باوجود سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں۔ **اہم بات:** عمومی گمراہی سے بدتر گمراہی یہ ہے کہ آدمی گمراہ ہونے کے باوجود خود کو ہدایت یافتہ سمجھے۔

آیت 31 ﴾ فرمایا گیا کہ اے اولادِ آدم! ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو یعنی سترِ عورت کے لئے کفایت کرنے والے لباس کے ساتھ نماز کے لئے، اعلیٰ لباس بھی ہو، عمدہ لباس میں اپنے رب کے حضور حاضری دو۔ ایک قول یہ ہے کہ خوشبو لگانا زینت میں داخل ہے یعنی نماز کے

زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ع

نماز کے وقت اپنی زینت لے لو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بیشک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ

تم فرماؤ: اللہ کی اس زینت کو کس نے حرام کیا جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا فرمائی ہے؟ اور پاکیزہ رزق کو (کس نے حرام کیا؟) تم فرماؤ: یہ دنیا میں

اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

ایمان والوں کے لئے ہے، قیامت میں تو خاص انہی کے لئے ہوگا۔ ہم اسی طرح علم والوں کے لئے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ

تم فرماؤ، میرے رب نے تو ظاہری باطنی بے حیائیاں اور گناہ اور ناحق زیادتی کو حرام قرار دیا ہے اور اسے کہ

لئے ان چیزوں کا بھی اہتمام رکھو۔ شانِ نزول: بنی عامر زمانۂ حج میں اپنی خوراک بہت کم کر دیتے، گوشت اور چکنائی تو بالکل نہ کھاتے اور اسے حج کی تعظیم جانتے۔ مسلمانوں نے انہیں دیکھ کر عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں ایسا کرنے کا زیادہ حق ہے۔ اس پر فرمایا گیا کہ کھاؤ اور پیو گوشت ہو خواہ چکنائی اور اسراف نہ کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اہم باتیں: (1) اسراف یہ ہے کہ پیٹ بھر چکنے کے بعد بھی کھاتے رہو یا حرام کی پروانہ کرو اور یہ بھی اسراف ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کی اسے حرام کر لو۔ (2) ستر عورت نماز، طواف بلکہ ہر حال میں واجب ہے۔ (3) جہاں تک ہو سکے اچھے لباس میں نماز پڑھے اور مسجد میں اچھی حالت میں آئے۔ (4) (اس آیت میں دلیل ہے کہ کھانے پینے کی تمام چیزیں حلال ہیں سوائے اُن کے جن پر شریعت میں دلیل حرمت قائم ہو۔

آیت 32 ﴾ فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان جاہلوں سے فرمادیجئے جو ننگے ہو کر طوافِ کعبہ کرتے ہیں کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی اس زینت کو کس نے حرام کیا جو اس نے اپنے بندوں کے لئے اسی لئے پیدا فرمائی کہ وہ اس سے زینت حاصل کریں اور نماز و طواف اور دیگر اوقات میں اسے پہنیں اور اس پاکیزہ رزق اور کھانے پینے کی لذیذ چیزوں کو کس نے حرام کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے نکالیں۔ تم فرماؤ کہ یہ دنیاو آخرت کی نعمتیں صرف اہلِ ایمان ہی کے لئے ہیں لیکن چونکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ایک مہلت اور امتحان بھی رکھا ہے اس لئے کفار کو بھی اس میں سے مل جاتا ہے بلکہ مہلت کی وجہ سے مسلمانوں سے زیادہ ہی ملتا ہے۔ اور فرمایا: ہم اسی طرح ان لوگوں کے لئے حلال و حرام کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں کہ میں اللہ اکیلا ہوں، میرا کوئی شریک نہیں تو وہ میرے حلال کئے ہوئے کو حلال اور حرام کئے ہوئے کو حرام جانتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) جمہور مفسرین کے نزدیک یہاں زینت سے مراد لباس ہے جو ستر پوشی کے کام آئے۔ ایک قول کے مطابق یہ زینت کی تمام اقسام کو شامل ہے، اسی میں لباس اور سونا چاندی بھی داخل ہے۔ (2) اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ جس چیز کو شریعت حرام نہ کرے وہ حلال ہے۔ حرمت کے لئے دلیل کی ضرورت ہے جبکہ حلت کے لئے کوئی دلیل خاص ضروری نہیں۔

آیت 33 ﴾ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے ان مشرکین سے خطاب ہے جو برہنہ ہو کر طوافِ کعبہ کرتے اور اللہ

...كُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ لِكُلِّ

اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اس چیز کو شریک قرار دو جس کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ باتیں کہو جس کا تم علم نہیں رکھتے ○ اور ہر

اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ

گروہ کے لئے ایک مدت مقرر ہے تو جب ان کی وہ مدت آجائے گی تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہوگی اور نہ ہی آگے ○ اے آدم کی اولاد!

اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ

اگر تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول تشریف لائیں جو تمہارے سامنے میری آیتوں کی تلاوت کریں تو جو پرہیزگاری اختیار کرے گا اور اپنی اصلاح کرے گا

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَاۤ

تو ان پر نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ اور جو ہماری آیتیں جھٹلائیں گے اور ان کے مقابلے میں تکبر کریں گے

...حلال کی ہوئی پاک چیزیں حرام کر لیتے تھے، ان سے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں حرام نہیں کیں بلکہ اس نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ یہ ہیں: (1) بے حیائیاں، چاہے ظاہری ہوں یا باطنی، یہاں فواحش سے مراد ہر کبیرہ گناہ ہے، جو علانیہ ہو مَا ظَهَرَ یعنی ظاہری ہے اور جو خفیہ ہو وہ مَا بَطَنَ یعنی باطنی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد زنا ہے، جو علی الاعلان ہو جیسے اجرت دے کر پیشہ ور عورتوں سے بدکاری کرنا مَا ظَهَرَ ہے اور جو خفیہ طور پر ہو جیسے کسی جوان لڑکی یا عورت سے عشق و محبت کے نتیجے میں یا پیار کا جھانسہ دے کر کیا تو یہ مَا بَطَنَ ہے۔ (2) اِثم یعنی گناہ، یہاں ہر صغیرہ گناہ مراد ہے یا وہ گناہ کہ جس پر شرعی سزا لازم نہ ہو یا ہر گناہ مراد ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ (3) ناحق زیادتی یعنی کسی شخص کا وہ چیز طلب کرنا جو اس کا حق نہیں۔ (4) ہر طرح کا کفر و شرک (5) یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ باتیں کہو جس کا تم علم نہیں رکھتے جیسے اللہ تعالیٰ کے حلال کئے ہوئے کو حرام ٹھہرانا۔ اہم بات: حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیور نہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمام ظاہری اور باطنی بے حیائیوں کو حرام کر دیا۔ (مسلم، حدیث: 699)

تفسیر: یہاں مقررہ مدت سے یا تو یہ مراد ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی نافرمانی کرنے والی امتوں کے لئے عذاب کا ایک وقت مقرر ہے، جب وہ وقت آئے گا تو عذاب ضرور آئے گا یا یہ مراد ہے کہ ہر کسی کی موت کا وقت مقرر ہے، جب وہ وقت آئے گا تو موت کا پیغام آ پہنچے گا۔ درس: چونکہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں اس لئے ہر وقت موت کے لئے تیار، گناہوں سے دور اور نیک اعمال میں مصروف رہنا چاہیے۔

تفسیر: فرمایا کہ اے اولادِ آدم! تمہارے پاس تم میں سے ہی رسول تشریف لائیں گے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھ کر سنائیں گے تو ان میں سے جو پرہیزگاری اختیار کرے گا اور ممنوعات سے بچتے ہوئے عبادت و اطاعت کا راستہ اختیار کرے گا تو قیامت کے دن اس پر نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ دنیا میں کچھ چھوڑ دینے کی وجہ سے غمگین ہوگا بلکہ حسب مرتبہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شاد ہوگا۔

تفسیر: اور فرمایا کہ جو ہماری آیتیں جھٹلائیں گے اور ان کے مقابلے میں تکبر کریں گے، انہیں تسلیم نہیں کریں گے تو یہ لوگ جہنمی ہیں،

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

تو یہ لوگ جہنمی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا

اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا

یا اس کی آیتیں جھٹلائیں؟ تو انہیں ان کا لکھا ہوا حصہ پہنچتا رہے گا حتی کہ جب ان کے پاس ان کی جان قبض کرنے کے لئے ہمارے بھیجے ہوئے

يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا

(فرشتے) آتے ہیں تو وہ (فرشتے ان سے) کہتے ہیں: وہ کہاں ہیں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ (جواباً) کہتے ہیں: وہ ہم سے غائب ہو گئے

وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ

اور اپنی جانوں پر آپ گواہی دیتے ہیں کہ وہ کافر تھے ○ اللہ ان سے فرمائے گا کہ تم سے پہلے جو جنوں اور آدمیوں کے گروہ آگ میں

مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا

گئے ہیں تم بھی ان میں داخل ہو جاؤ۔ جب ایک گروہ (جہنم میں) داخل ہو گا تو دوسرے (گروہ) پر لعنت کرے گا حتی کہ جب سب اس میں

جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ

ہو جائیں گے تو ان میں بعد والے پہلے والوں کے لئے کہیں گے: اے ہمارے رب! انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تو انہیں آگ کا دگنا عذاب

اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اہم بات: تکبر کی بہت بڑی قباحت یہ ہے کہ آدمی جب تکبر کا شکار ہوتا ہے تو نصیحت قبول کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

آیت 37 فرمایا کہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف وہ بات منسوب کرے جو اس نے نہیں فرمائی یا جو اس نے فرمایا اسے جھٹلائے یعنی قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتاب نہ مانے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کرے۔ لوحِ محفوظ یا نوشتۂ تقدیر میں جتنی عمر اور روزی اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لئے لکھ دی ہے وہ ان کو پہنچے گی حتی کہ جب ان کے پاس ان لوگوں کی عمریں اور روزیاں پوری ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ملک الموت اور ان کے معاونین ان کی جان قبض کرنے کے لئے آتے ہیں تو وہ فرشتے ان مشرکین سے کہتے ہیں: تمہارے وہ جھوٹے معبود کہاں ہیں جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے؟ مشرکین اس کے جواب میں کہتے ہیں: وہ ہم سے غائب ہو گئے، ان کا کہیں نام و نشان ہی نہیں اور موت کے وقت مشرکین اپنی جانوں پر آپ گواہی دیتے ہیں کہ وہ کافر تھے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ پر افترا کی مختلف صورتیں ہیں: (۱) بتوں یا دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا۔ (۲) یزدان اور اہرمن دو خدا قرار دینا۔ (۳) اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹے یا بیٹیاں ٹھہرانا۔ (۴) حلال و حرام اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا۔

آیت 38، 39 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ ان کافروں سے فرمائے گا کہ تم سے پہلے جو جنوں اور آدمیوں کے گروہ آگ میں گئے ہیں تم بھی ان میں داخل ہو کر جہنم میں چلے جاؤ۔ جب ایک دین سے تعلق رکھنے والا ایک گروہ جہنم میں

...لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ

...کے لئے دُگنا ہے لیکن تمہیں معلوم نہیں ○ اور پہلے والے دوسروں سے کہیں گے تو تمہیں ہم پر کوئی برتری نہ رہی

...قُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا

...اعمال کے بدلے عذاب کا مزہ چکھو ○ بیشک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے مقابلے میں تکبر کیا

...تَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ

...لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے حتّٰی کہ سوئی کے سوراخ میں اونٹ داخل ہو جائے

...ذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ

...مجرموں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ○ ان کے لئے آگ بچھونا ہے اور ان کے اوپر سے (اسی کا) اوڑھنا ہوگا اور ہم ظالموں کو

...اپنے ہم دین دوسرے گروہ پر لعنت کرے گا یعنی ہر قسم کا کافر اپنی قسم کے کافر پر لعنت کرے گا مشرک مشرکوں پر، یہودی ...یہودیوں پر، عیسائی عیسائیوں پر لعنت کرے گا حتی کہ جب سب جہنم میں جمع ہو جائیں گے تو بعد والے یعنی پیروکار پہلے والوں یعنی گمراہ ...والوں کے لئے بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں گے: اے ہمارے رب! انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تو انہیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ ...سب کے لئے دگنا عذاب ہے اور سب کو مسلسل عذاب ہوتا رہے گا لیکن تمہیں ایک دوسرے کا عذاب معلوم نہیں۔ یہ ...سن کر گمراہی کے پیشوا پیروی کرنے والوں سے کہیں گے کہ تمہیں ہم پر عذاب سے چھٹکارے میں کوئی برتری نہ رہی، کفر ...پیغمبروں کی اہانت، مسلمانوں کو ستانا ہم تم دونوں کرتے تھے تو تم اپنے کفر اور برے اعمال کا مزہ چکھو۔

...﴿40﴾ سابقہ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے اور ان سے تکبر کرنے والوں کی سزا بیان ہوئی کہ وہ ہمیشہ جہنم میں ...اب اس ہمیشگی کی کیفیت بیان کی، ایک یہ کہ ان کے اعمال اور ارواح کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے ...نہ تو ان کا عمل آسمان پر جا سکتا ہے نہ موت کے بعد ان کی روح جا سکتی ہے کیونکہ ان کے اعمال و ارواح دونوں خبیث ہیں۔ ...آسمان کے دروازے نہ کھولے جانے کا دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ خیر و برکت اور رحمت کے نزول سے محروم رہتے ہیں۔ ...دوسری کیفیت یہ بیان کی کہ وہ تب تک جنت میں داخل نہ ہوں گے جب تک سوئی کے سوراخ میں اونٹ داخل نہ ہو جائے اور ...لہٰذا کفار کا جنت میں داخل ہونا بھی محال ہے۔ اور فرمایا کہ ہم مجرموں یعنی کفار کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ اہم بات: اس ...ثابت ہوا کہ کفار کا جنت سے محروم رہنا قطعی ہے۔

...﴿41﴾ فرمایا کہ ان کے لئے آگ بچھونا ہے اور ان کے اوپر سے اسی کا اوڑھنا ہوگا یعنی اوپر نیچے ہر طرف سے آگ انہیں گھیرے ...اور فرمایا کہ ہم ظالموں یعنی کافروں کو ان کے کفر کا ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ○ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ٘ اُولٰٓىٕكَ

ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ اور وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے ہم کسی پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتے، وہ

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ○ وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ

جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور ہم نے ان کے سینوں سے بغض و کینہ کھینچ لیا، ان کے نیچے نہریں بہتی

الْاَنْهٰرُۚ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا۫ وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُۚ

ہوں گی اور وہ کہیں گے: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور ہم ہدایت نہ پاتے اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا،

لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّؕ وَ نُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے اور انہیں ندا کی جائے گی کہ یہ جنت ہے، تمہیں تمہارے اعمال کے بدلے میں اس کا وارث بنا دیا گیا۔

آیت 42 کفار کے لئے وعید اور اخروی سزاؤں کے بیان کے بعد ایمان والوں کے لئے آخرت کے انعامات کا ذکر ہو رہا ہے، فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے، تو وہ جنت والے ہیں اور وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) ایمان اعمال پر مقدم ہے پہلے ایمان قبول کیا جائے پھر نیک کام کئے جائیں۔ (2) کوئی شخص نیک اعمال سے بے نیاز نہیں۔ **درس:** یہاں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جنت میں جانے کے لئے کوئی بہت زیادہ مشقت برداشت نہ کرنا پڑے گی بلکہ اکثر و بیشتر احکام وہ ہیں جن پر آدمی نہایت سہولت کے ساتھ عمل کر لیتا ہے جیسے نماز، روزہ اور دیگر عبادات تو جنت میں جانے کا راستہ نہایت آسان ہے، صرف ہمت کا مسئلہ ہے۔

آیت 43 اللہ تعالیٰ نے جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان کیسا پیارا تقابل بیان فرمایا کہ جہنمیوں کے گروہ ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور جنتیوں کے دلوں سے اللہ تعالیٰ نے بغض و کینہ نکال دیا، یہ سب پاکیزہ دل والے ہوں گے، نیز جہنمیوں کے نیچے آگ کے بچھونے ہوں گے اور جنتیوں کے محلات کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور یہ جنت میں داخل ہوتے وقت کہیں گے: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ایسے عمل کی توفیق و ہدایت دی جس کا یہ ثواب ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اس عمل کی توفیق و ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور جنتی نعمتیں دیکھ کر کہیں گے کہ بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے۔ انہیں ندا کی جائے گی کہ یہ جنت ہے جس کا رسول تم سے دنیا میں وعدہ کرتے تھے، تمہیں تمہارے اعمال کے بدلے میں اس کا وارث بنا دیا گیا۔ جنت کو دو وجہ سے میراث فرمایا گیا: (1) کفار کے حصہ کی جنت یعنی کافروں کے لئے ایمان لانے کی صورت میں جو جنتی محلات تیار تھے وہ ان کے کفر کے باعث اہلِ ایمان کو دے دیئے جائیں گے تو گویا یہ ان کی میراث ہوئی۔ (2) جیسے میراث اپنی محنت و کمائی سے نہیں ملتی اسی طرح جنت کا ملنا بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہو گا، اعمال ظاہری سبب ہیں اور وہ بھی جنت میں داخلے کا سبب بننے کے قابل نہیں کیونکہ ہمارے اعمال ناقص ہیں، یہ سابقہ نعمتوں کا شکرانہ یا جہنم سے چھٹکارے کا ذریعہ بن جائیں تو بھی بہت ہے۔ **اہم باتیں:** (1) پاکیزہ دل ہونا جنتیوں کا وصف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ جو یہاں اپنا دل بغض و کینہ اور حسد سے پاک رکھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جنتیوں میں داخل فرمائے گا۔ جنت میں جانے سے پہلے سب کے دلوں کو کینہ سے پاک کر دیا جائے گا (2) کینہ کا مفہوم:

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ

اور جنتی جہنم والوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہمارے رب نے جو ہم سے وعدہ فرمایا تھا ہم نے اسے سچا پایا تو کیا تم نے بھی اس وعدے کو سچا پایا

مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ۟ۙ

جو تم سے تمہارے رب نے کیا تھا؟ وہ کہیں گے: ہاں، پھر ایک ندا دینے والا ان کے درمیان پکارے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو○

الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ یَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۟ۘ وَ بَیْنَهُمَا

جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اسے ٹیڑھا (کرنا) چاہتے ہیں اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں○ اور جنت و دوزخ کے درمیان میں

حِجَابٌ ۚ وَ عَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ كُلًّۢا بِسِیْمٰىهُمْ ۚ وَ نَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ

ایک پردہ ہے اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو سب کو ان کی پیشانیوں سے پہچانیں گے اور وہ جنتیوں کو پکاریں گے کہ

وقف لازم

ہے کہ کسی کو بھاری جاننا، اس سے نفرت کرنا اور دشمنی رکھنا اور یہ بات ہمیشہ ہمیشہ دل میں رکھنا۔ (3) اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر جنت میں بھی ہوگا (4) علم و عمل اور ہدایت کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی عطا سے ہے (5) یہاں مفسرین نے فرمایا کہ جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو اپنے عمل کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی بات کریں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تمہیں تمہارے اعمال کے سبب جنت کا وارث بنا دیا گیا۔ گویا بندہ اپنے عمل کو ناچیز سمجھ کر صرف اللہ کریم کے فضل پر بھروسا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے ناقص عمل کو بھی شرفِ قبولیت عطا فرما کر قابلِ ذکر بنا دیتا ہے۔

آیت 44 جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو جنت والے جہنمیوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ فرمایا تھا اور رسولوں نے جو فرمایا تھا کہ ایمان و طاعت پر اجر و ثواب پاؤ گے ہم نے اسے سچا پایا، کیا تم لوگوں نے بھی اس وعدے کو سچا پایا جو تم سے رب تعالیٰ نے کفر و نافرمانی پر عذاب کا کیا تھا؟ وہ جواب میں کہیں گے: ہاں! ہم نے بھی اسے سچا پایا۔ پھر ایک ندا دینے والا ان کے درمیان پکارے گا کہ ظالموں یعنی کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اہم باتیں: (1) یہاں جہنمیوں سے مراد کفار ہیں نہ کہ گنہگار مومن۔ (2) جنتیوں کا جہنمیوں سے کلام ان کی ذلت و رسوائی میں اضافہ کرنے کے لئے ہوگا کیونکہ دنیا میں عموماً کافر مسلمانوں کا مذاق اڑاتے، انہیں طعنے دیتے اور ان پر پھبتیاں کستے تھے، آج اس کا بدلہ ہو رہا ہوگا۔ (3) یہ ندا کرنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہوں گے یا دوسرا فرشتہ جس کی یہ ڈیوٹی ہوگی۔

آیت 45 یہاں جہنمیوں کے اوصاف بیان ہوئے کہ وہ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے دین سے روکتے اور اسے ٹیڑھا کرنا چاہتے تھے کہ جو طریقہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمایا ہے اس کو بدل دیں اور وہ قیامت کا انکار کرنے والے تھے۔ اہم بات: یہاں یہ وعیدیں بطورِ خاص کافروں کے متعلق ہیں لیکن جو مسلمان کہلانے والے بھی دوسروں کو دین پر عمل کرنے سے منع کرتے اور جو دین میں تحریف و تبدیلی چاہتے ہیں وہ بھی کم مجرم نہیں بلکہ وہ بھی جہنم کے مستحق ہیں۔

آیت 46 فرمایا کہ جنت و دوزخ کے درمیان میں ایک پردہ ہے تاکہ دوزخ کا اثر جنت اور جنت کا اثر دوزخ میں نہ آسکے، یہ پردہ

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۟ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ۝ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ

تم پر سلام ہو۔ یہ اعراف والے خود جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور اس کی طمع رکھتے ہوں گے ○ اور جب ان اعراف والوں کی آنکھیں

اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ

جہنمیوں کی طرف پھیری جائیں گی تو کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں ظالموں کے ساتھ نہ کرنا ○ اور اعراف والے کچھ مردوں کو

رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ اَهٰۤؤُلَآءِ

پکار کر کہیں گے جنہیں ان کی پیشانیوں سے پہچانتے ہوں گے: تمہاری جماعت اور جو تم تکبر کرتے تھے وہ تمہیں کام نہ آیا ○ کیا یہ وہ لوگ ہیں

الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ۭ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ

جن کے متعلق تم قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ اللہ ان پر رحمت نہیں کرے گا (ان سے تو فرمایا گیا ہے کہ) تم جنت میں داخل ہو جاؤ تم پر نہ کوئی خوف ہے

اعراف ہے چونکہ یہ بہت اونچا ہوگا اس لئے اسے اعراف کہتے ہیں کیونکہ اعراف کا معنی ہے: بلند جگہ۔ مزید فرمایا کہ اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو جنتیوں اور جہنمیوں سب کو ان کی پیشانیوں سے پہچانیں گے کہ جنتیوں کے چہرے سفید اور تروتازہ ہوں گے اور دوزخیوں کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوں گی، وہ جنتیوں کو پکاریں گے کہ تم پر سلام ہو۔ یہ اعراف والے خود جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور اس کی طمع رکھتے ہوں گے۔ اہم باتیں: (1) اعراف والے کس طبقے کے ہوں گے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں: (۱) جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی وہ اعراف پر ٹھہرے رہیں گے پھر آخر کار جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ (۲) جو لوگ جہاد میں شہید ہوئے مگر اُن کے والدین اُن سے ناراض تھے وہ اعراف میں ٹھہرائے جائیں گے۔ (۳) جن کے والدین میں سے ایک اُن سے راضی ہو ایک ناراض، وہ اعراف میں رکھے جائیں گے۔ ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ اعراف کا مرتبہ اہلِ جنت سے کم ہے۔ (2) فرمایا گیا: اعراف والے جنتیوں کو پکاریں گے۔ جنت و جہنم میں لاکھوں میل کا فاصلہ ہے اس کے باوجود وہ ایک دوسرے کی آواز سن لیں گے۔ اللہ کی عطا سے کسی کو ایسی طاقت ملنا ممکن ہے۔

آیت 47 ﴾ جب اعراف والوں کی آنکھیں جہنمیوں کی طرف پھیر دی جائیں گی اور وہ اس میں جہنمیوں کو ہونے والے عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں جہنم میں ظالموں کے ساتھ نہ کرنا جنہوں نے شرک و کفر کر کے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

آیت 49،48 ﴾ اہلِ اعراف جہنمیوں میں سے کفار کے سرداروں کو جنکی پیشانیوں پر جہنمی ہونے کی علامت ہوگی پکار کر ان سے کہیں گے: تمہاری جماعت اور تکبر تمہیں کچھ کام نہ آیا۔ اور غریب جنتی مسلمانوں کی طرف اشارہ کر کے کہیں گے: کیا یہ وہی ہیں جنہیں تم دنیا میں حقیر اور رحمتِ الٰہی سے دور سمجھتے تھے۔ اب خود دیکھ لو! ان سے تو بلا خوف و غم جنت میں داخل ہونے کا فرمایا گیا جبکہ تم کس بڑی مصیبت میں مبتلا ہو۔ درس: دنیا میں مومن کی فقیری یا کافر کی امیری سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے نیز مسلمان کو غربت کے طعنے دینا کفار کا طریقہ، ایذاءِ مسلم اور حرام فعل ہے۔

وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ

نہ تم غمگین ہو گے○ اور جہنمی جنتیوں کو پکاریں گے کہ ہمیں کچھ پانی دے دو یا

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِیْنَۙ ﴿۵۰﴾ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ

اس رزق سے کچھ دے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔ جنتی کہیں گے: بیشک اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کردی ہیں○ جنہوں نے اپنے دین کو

لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۚ فَالْیَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ یَوْمِهِمْ هٰذَاۙ

کھیل تماشا بنالیا اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکا دیا تو آج ہم انہیں چھوڑ دیں گے کیونکہ انہوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلار کھا تھا

وَ مَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَ لَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّ رَحْمَةً

اور وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے○ اور بیشک ہم ان کے پاس ایک کتاب لائے جسے ہم نے ایک عظیم علم کی بنا پر بڑی تفصیل سے بیان کیا، ایمان لانے

لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِیْلَهٗؕ یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُهٗ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ نَسُوْهُ

والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے○ وہ تو صرف قرآن کے کہے ہوئے آخری انجام کا انتظار کر رہے ہیں۔ جس دن وہ آخری انجام آئے گا تو جو اس سے

آیت 50 اہل اعراف کے جنت میں جانے کے بعد دوزخی عرض کریں گے: یارب! جنت میں ہمیں اپنے رشتہ داروں کو دیکھنے اور ان سے بات کرنے کی اجازت عطا فرما تو انہیں اجازت دی جائے گی اور وہ اپنے رشتہ داروں کو جنت کی نعمتوں میں دیکھ کر پہچان لیں گے اور پکار کر کہیں گے: ہمیں کچھ پانی اور اللہ کی نعمتوں میں سے کھانے کو دو۔ جنتی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کردی ہیں۔ اہم باتیں: (1) حرام سے مراد شرعی حرام نہیں کیونکہ وہاں شرعی احکام جاری نہ ہوں گے بلکہ مراد کامل محرومی ہے (2) جنتیوں کا جہنمیوں کی مدد نہ کرنا کافر جہنمیوں کے متعلق ہے ورنہ جہنم کے مستحق مسلمانوں میں سے بہت سے گناہگاروں کو نیک رشتے داروں کی شفاعت نصیب ہوگی۔

آیت 51 یہاں کفار کی ایک بری صفت بیان ہوئی کہ انہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا اس طرح کہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں جسے چاہا حرام اور جسے چاہا حلال قرار دیا اور ایمان کی دعوت ملنے پر ایمان والوں سے مذاق مسخری کرنے لگے، چونکہ انہوں نے دنیاوی لذتوں میں مشغول ہو کر رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کو بھلار کھا تھا اور آیاتِ الٰہیہ کا انکار کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کے کاموں کا بدلہ دے گا۔

آیت 52 یہاں کتاب سے مراد قرآن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل علم کی بنا پر بڑی تفصیل سے بیان کیا کہ ہدایت کے لئے تمام ضروری چیزیں اس میں بیان فرمادیں، جس چیز کی دعوت دی اس کی حقانیت کے زبردست دلائل قائم فرمائے! اس کی رحمت عامہ تو سارے عالم کے لئے ہے کہ ساری دنیا کو ایک ہدایت نامہ مل گیا مگر رحمتِ خاصہ صرف مومنوں کے لئے ہے کیونکہ اس سے نفع صرف وہی اٹھاتے ہیں۔

آیت 53 جنہوں نے آیاتِ الٰہیہ کو جھٹلایا وہ صرف آخری انجام کا انتظار کر رہے ہیں۔ قیامت کے دن جب اس قرآن کا بتایا ہوا

مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ

پہلے ہوئے تھے بول اٹھیں گے کہ بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ تشریف لائے تھے، تو ہیں کوئی ہمارے سفارشی جو ہماری شفاعت کریں

اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ

یا ہمیں واپس بھیج دیا جائے تو ہم جو پہلے عمل کیا کرتے تھے اس کے برخلاف اعمال کر لیں۔ بیشک انہوں نے اپنی جانیں نقصان میں ڈالیں اور ان سے کھوئے گئے

ع ۱۳

مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٥٣﴾ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ

جو یہ بہتان باندھتے تھے ○ بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ

پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، رات دن کو ایک دوسرے سے ڈھانپ دیتا ہے کہ (ایک) دوسرے کے پیچھے جلد جلد چلا آرہا ہے اور اس نے سورج

وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ

اور چاند اور ستاروں کو بنایا اس حال میں کہ سب اس کے حکم کے پابند ہیں۔ سن لو! پیدا کرنا اور تمام کاموں میں تصرف کرنا اسی کے لائق ہے۔ اللہ بڑی برکت والا

آخری انجام آئے گا تو کافر اقرار کرتے ہوئے بول اٹھیں گے کہ بیشک ہمارے رب کے رسول کی تعلیمات یعنی حشر و نشر، قیامت کے دن اٹھنا اور ثواب و عذاب وغیرہ سب حق ہے لیکن اس وقت ان کا اقرار کوئی فائدہ نہ دیگا، جب یہ مسلمانوں کی شفاعت ہوتی دیکھیں گے کہ انبیا، اولیا، علما، صلحا، چھوٹے بچے، ماہِ رمضان اور خانہ کعبہ وغیرہ شفاعت کر رہے ہیں تب کفِ افسوس ملتے ہوئے کہیں گے ہے کوئی جو ہماری بھی سفارش کرے یا ہمیں دنیا میں ہی واپس بھیج دیا جائے تاکہ کفر کے بجائے ایمان لائیں مگر انکی خواہش پوری نہ ہوگی کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان اور عمل کا وقت ضائع کر دیا اور یہ جو کہتے تھے کہ بت اپنے پجاریوں کی شفاعت کریں گے اب انہیں معلوم ہو گیا کہ ان کے یہ دعوے جھوٹے تھے۔ درس: یاد رہے! یہ بات طے شدہ ہے کہ کچھ گنہگار مسلمان ضرور جہنم میں جائیں گے لہٰذا ہمیں اپنی آخرت کی فکر کرنی اور عذابِ جہنم سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

آیت 54 قیامت کے تفصیلی احوال کے بعد یہاں سے اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت، وحدانیت اور وقوعِ قیامت پر دلائل بیان ہو رہے ہیں۔ فرمایا گیا: بیشک تمہارا رب اللہ ہے، اس کی قدرت و وحدانیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس نے آسمان اور زمین کو دنیا کے چھ دن کی مقدار میں پیدا کیا۔ اگر یہ ایک لمحے میں پیدا ہوتے تو کسی کو شبہ ہو سکتا تھا کہ یہ اتفاقی حادثہ ہے لیکن جب ان کی تخلیق ایک مخصوص مدت و طریقہ کار سے ہوئی تو معلوم ہوا کہ انہیں کسی اور نے وجود بخشا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ چھ دن سے مراد چھ ادوار ہیں، اور فرمایا: پھر اس نے عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ اللہ رات دن کو ایک دوسرے سے ڈھانپ دیتا ہے یعنی رات کے اندھیرے سے دن کی روشنی کو اور دن کی روشنی سے رات کے اندھیرے کو دور فرما دیتا ہے۔ رات دن میں سے ہر ایک دوسرے کے پیچھے تسلسل سے چلا آرہا ہے اور سورج، چاند، ستاروں کو ایسا بنایا کہ نہ کبھی خراب ہوں اور نہ انہیں تبدیل کیا جا سکے مگر

رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۵۵﴾ۚ

جو سارے جہانوں کا رب ہے○ اپنے رب سے گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ آواز سے دعا کرو۔ بیشک وہ حد سے بڑھنے والے کو پسند نہیں فرماتا○

وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ

اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد برپانہ کرو اور اللہ سے دعا کرو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے۔ بیشک اللہ کی رحمت

قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ

نیک لوگوں کے قریب ہے○ اور وہی ہے جو ہواؤں کو اس حال میں بھیجتا ہے کہ اس کی رحمت کے آگے آگے خوشخبری دے رہی ہوتی ہیں

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ

یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادل کو اٹھالاتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی مردہ شہر کی طرف چلاتے ہیں پھر اس مردہ شہر میں پانی اتارتے ہیں تو اس پانی

جب اللہ تعالیٰ چاہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ سن لو! کائنات میں تخلیق اور تصرّف کا حقیقی اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور اسی کی ذات خیر و برکت والی ہے۔ اہم باتیں: (1) کم مدت میں آسمان و زمین کی تخلیق کی قدرت کے باوجود اتنے عرصے میں ان کی پیدائش فرمانے میں بندوں کے لئے تعلیم ہے کہ جلد بازی سے بچیں۔ (2) یہ آیت متشابہات میں سے ہے، اللہ تعالیٰ کے عرش پر استوا فرمانے سے در حقیقت کیا مراد ہے، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور ہم اس کے حق ہونے پر ایمان لاتے ہیں۔

آیت 55 فرمایا کہ اپنے رب سے گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ آواز سے دعا کرو۔ لوگوں کو دعا وغیرہ جن چیزوں کا حکم دیا گیا اللہ تعالیٰ ان میں حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنے کو دعا کہتے ہیں چونکہ دُعا کرنے والا اپنے آپ کو عاجز و محتاج اور اپنے پروردگار کو حقیقی قادر و حاجت روا اعتقاد کرتا ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں وارد ہوا: اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ دعا عبادت کا مغز ہے۔ (ترمذی، حدیث: 3382) (2) دعا میں حد سے بڑھنے کی مختلف صورتیں ہیں، جیسے انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ مانگنا، اسی طرح جو چیزیں محال یا قریب بہ محال ہیں ان کی دعا کرنا، ایسے کام کے بدلنے کی دعا مانگنا جس پر قلم جاری ہو چکا، اسی طرح گناہ کی دعا مانگنا وغیرہ۔

آیت 56 فرمایا کہ اے لوگو! انبیاء علیہم السلام کے تشریف لانے اور دعوتِ حق دینے کے بعد تم کفر و شرک کرکے زمین میں فساد برپانہ کرو اور جب بھی دعا کرو تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور اس کی رحمت کی طمع کرتے ہوئے دعا کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ہے۔ اہم بات: دعا اور عبادات میں خوف و امید دونوں ہونے چاہئیں، اس سے دعا جلد قبول ہوتی ہے۔

آیت 57 یہاں قدرتِ خداوندی اور وقوعِ قیامت پر مزید دلائل بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا: اللہ تعالیٰ اپنی عظیم قدرت سے پہلے ہوا پھر ہوا کے ذریعے بادل اور بادلوں سے اس مردہ زمین پر بارش اتارتا ہے جو خشک پڑی ہوتی ہے اور سبزے کا نشان تک نہیں ہوتا پھر اس پانی کے ذریعے وہاں غلہ پیدا ہوتا ہے چنانچہ وہ مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے اور اس کی پیداوار کے ذریعے لوگوں کو زندگی کا سامان مہیا ہو جاتا ہے۔ یہ دلیلِ قدرت اس بات کو ماننے پر مجبور کرتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو ویرانی کے بعد زندگی عطا فرما

مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ الْبَلَدُ الطَّیِّبُ

کے ذریعے ہر طرح کے پھل نکالتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے۔ (یہ بیان اس لئے ہے) تاکہ تم نصیحت حاصل کرو○ اور جو اچھی زمین ہوتی ہے

یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَ الَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ

اس کا سبزہ تو اپنے رب کے حکم سے نکل آتا ہے اور جو خراب ہو اس کا سبزہ بڑی مشکل سے تھوڑا سا نکلتا ہے۔ ہم اسی طرح شکر کرنے والے لوگوں

الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

ع ۱۵

کے لئے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں○ بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو

مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ

اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ بے شک میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں○ اس کی قوم کے سردار بولے:

اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ

بیشک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں○ فرمایا: اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں لیکن میں تو ربُّ العالمین کا

کر سرسبز و شاداب کر دیتا ہے، ایسے ہی مُردوں کو قبروں سے زندہ کر کے اُٹھائے گا۔ یہ بیان اس لئے ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

آیت 58 عمدہ زمین سے مومن کی تمثیل ہے کہ جس طرح عمدہ زمین پانی سے نفع پاتی اور اس میں پھول پھل پیدا ہوتے ہیں یونہی جب مومن کے دل پر قرآنی انوار اور نورِ نبوت کی بارش ہوتی ہے تو وہ اس سے نفع پاتا، ایمان لاتا اور طاعات و عبادات سے پھلتا پھولتا ہے۔ اور خراب زمین سے کافر کی تمثیل ہے کہ جیسے خراب زمین بارش سے نفع نہیں پاتی ایسے ہی کافر قرآنِ پاک اور فیضانِ نبوت سے نفع نہیں پاتا اور اس سے محروم رہتا ہے۔ اور فرمایا: ہم اسی طرح شکر کرنے والے لوگوں یعنی مسلمانوں کے لئے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں۔

آیت 59 یہاں سے انبیاء علیہم السلام کے اپنی امتوں کو توحید و رسالت اور عقیدۂ قیامت کی دعوت دینے کا بیان ہے کہ یہ دعوت نئی نہیں بلکہ ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام ان چیزوں کی دعوت دیتے آئے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہوا کیونکہ آپ علیہ السلام کفار کی طرف بھیجے جانے والے پہلے رسول ہیں، فرمایا گیا کہ بیشک ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے اپنی قوم کو عبادتِ الٰہی کی دعوت دی اور نہ ماننے کی صورت میں روزِ قیامت یا روزِ طوفان کے عذاب سے ڈرایا۔ اہم بات: انبیاء علیہم السلام کے ان تذکروں میں سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت پر زبردست دلیل ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اُمّی ہونے کے باوجود ان واقعات کو بیان فرمانا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ آپ نبی برحق ہیں اور پروردگار عالم نے آپ پر علوم کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

آیت 60 حضرت نوح علیہ السلام کے اپنی قوم کو نصیحت فرمانے پر قوم کے سردار بولے: اے نوح! بیشک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔

آیت 61-63 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کمال خلق کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا: اے میری قوم!

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

رسول ہوں ○ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے ○

اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ

اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تمہیں میں سے ایک مرد کے ذریعے نصیحت آئی تاکہ وہ تمہیں ڈرائے

وَ لِتَتَّقُوْا وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا

اور تاکہ تم ڈرو اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے ○ تو انہوں نے نوح کو جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے سب کو نجات دی اور ہماری

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ

آیتیں جھٹلانے والوں کو غرق کر دیا بیشک وہ اندھے لوگ تھے ○ اور قوم عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو بھیجا۔ (ہود نے) فرمایا اے میری قوم!

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ

اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تو کیا تم ڈرتے نہیں ؟○ اس کی قوم کے کافر سردار بولے،

میں تو اپنے رب کی طرف سے تمہاری ہدایت کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، جب دنیوی بادشاہ کسی ناتجربہ کار اور جاہل کو کوئی اہم عہدہ نہیں سونپتا تو اللہ تعالیٰ جو سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے وہ کیسے کسی بے وقوف یا کم علم کو منصب نبوت سے سرفراز فرمائیگا۔ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے۔ کیا تمہیں تمہی میں سے ایک شخص کے ذریعے اللہ سے ڈرنے کی نصیحت آنے پر تعجب ہے کہ اس کے سبب اللہ سے ڈرو اور مستحق رحم ٹھہرو۔ اہم بات: نبوت اور گمراہی جمع نہیں ہو سکتیں۔

آیت 64 جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے آپ کی نبوت کو جھٹلایا اور اپنی بات پر ڈٹے رہے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔ جو مومنین حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے انہیں اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور باقی سب کو غرق کر دیا، بیشک وہ اندھے لوگ تھے۔ یہاں اندھے سے دل کا اندھا ہونا مراد ہے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان کے دل اندھے تھے، معرفت کا نور ان کی قسمت میں نہ تھا۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر اس وقت تک دنیوی عذاب نہیں آتا جب تک وہ پیغمبر کی نافرمانی نہ کریں۔

آیت 65 "عاد" نام کی دو قومیں ہیں، پہلی حضرت ہود علیہ السلام کی قوم، اور دوسری حضرت صالح علیہ السلام کی قوم، اسی کو ثمود کہتے تھے۔ اس آیت میں پہلی قوم عاد کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے ان کے ہم قوم حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا اور شرک پر عذاب الٰہی سے ڈرایا۔

آیت 66 قوم کے کافر سرداروں نے گستاخی کرتے ہوئے حضرت ہود علیہ السلام کو جواب دیا: ہم تمہیں بے وقوف سمجھتے اور تمہیں دعویٰ رسالت میں جھوٹا گمان کرتے ہیں۔

إِنَّا لَنَرَىٰكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَٰذِبِينَ ﴿٦٦﴾ قَالَ يَٰقَوْمِ لَيْسَ بِي

بیشک ہم تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں اور بیشک ہم تمہیں جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں۔ (ہود نے) فرمایا: اے میری قوم! میرے ساتھ بیوقوفی

سَفَاهَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَٰلَمِينَ ﴿٦٧﴾ أُبَلِّغُكُمْ رِسَٰلَٰتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ﴿٦٨﴾

کوئی تعلق نہیں۔ میں تو ربُّ العالمین کا رسول ہوں۔ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لئے قابلِ اعتماد خیر خواہ ہوں۔

أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَاذْكُرُوٓا

اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تمہیں میں سے ایک مرد کے ذریعے نصیحت آئی تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور یاد کرو

إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً فَاذْكُرُوٓا ءَالَآءَ اللَّهِ

جب اس نے تمہیں قومِ نوح کے بعد جانشین بنایا اور تمہاری جسامت میں قوت اور وسعت زیادہ کی تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٦٩﴾ قَالُوٓا أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُۥ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ

تاکہ تم فلاح پاؤ۔ قوم نے کہا: کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور جن چیزوں کی عبادت ہمارے باپ دادا

ءَابَآؤُنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِن كُنتَ مِنَ الصَّٰدِقِينَ ﴿٧٠﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ

کرتے تھے انہیں چھوڑ دیں۔ اگر تم سچے ہو تو لے آؤ وہ (عذاب) جس کی تم ہمیں وعیدیں سناتے ہو۔ فرمایا: بیشک تم پر تمہارے رب کی

آیت 67، 68 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قوم کے جواب پر حضرت ہود علیہ السلام نے بڑے تحمل سے فرمایا: اے میری قوم! بے وقوفی کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ میں تو ربُّ العالمین کا رسول ہوں اور رسول علیہم السلام کامل عقل والے اور ہمیشہ ہدایت پر ہوتے ہیں۔ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہارے لئے قابلِ اعتماد خیر خواہ ہوں۔ اہم باتیں: (1) تمام جہان کی عقل نبی کی عقل کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے سمندر کا ایک قطرہ کیونکہ نبی تو وحی کے ذریعے علم و عقل حاصل کرتے ہیں اور اس کے برابر کوئی دوسری چیز محال ہے۔ (2) اہلِ علم و کمال کو بوقتِ ضرورت اپنے منصب و کمال کا اظہار جائز ہے۔

آیت 69 حضرت ہود علیہ السلام نے قوم سے مزید فرمایا کہ کیا تمہیں تمہی میں سے ایک مرد کے ذریعے نصیحت آنے میں تعجب ہے اگر تو اللہ تعالیٰ کے یہ احسان یاد کرو کہ اس نے تمہیں قومِ نوح کے بعد ان کا جانشین بنایا اور تمہیں عظیم جسمانی قوت سے نوازا، لہٰذا اس پر ایمان لاکر بندگی اختیار کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد کو سلطنت اور بدنی قوت عطا فرمائی تھی، چنانچہ شداد ابن عاد جیسا بڑا بادشاہ ان ہی میں ہوا۔

آیت 70 حضرت ہود علیہ السلام کی قوم آپ کی دعوت کے جواب میں کہتی کہ کیا ہم اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑ دیں اگر تم سچے ہو تو ہم پر وہ عذاب لے آؤ جس سے ہمیں ڈراتے ہو۔

آیت 71 قوم کی سرکشی پر حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے فضول گھڑے ہوئے ناموں یعنی بتوں کی جن کی کوئی اصل اور

رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا

عذاب اور غضب لازم ہوگیا۔ کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، جن کی کوئی دلیل

مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا

اللہ نے نہیں اتاری تو تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں ○ تو ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی

وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ

اور جو ہماری آیتیں جھٹلاتے تھے ان کی جڑ کاٹ دی اور وہ ایمان والے نہ تھے ○ اور قوم ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا۔

ع ۱۴ وقف لازم

قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

صالح نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن نشانی آگئی۔

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ

تمہارے لئے نشانی کے طور پر اللہ کی یہ اونٹنی ہے۔ تو تم اسے چھوڑے رکھو تاکہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگاؤ

حقیقت نہیں ،کے بارے میں جھگڑ کر اپنے آپ پر رب کا عذاب اور غضب لازم کرلیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی الوہیت پر کوئی دلیل نہیں اتاری، تو تم بھی عذاب نازل ہونے کا انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ تم پر عذاب نازل ہونے کا انتظار کرتا ہوں۔

آیت 72 اس آیت میں قوم عاد پر عذاب نازل ہونے کا ذکر ہے جس کی صورت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش روک دی، تین سال بارش نہ ہوئی تو ان میں سے کچھ لوگوں نے بیت اللہ جا کر دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے سفید، سرخ اور سیاہ تین قسم کے بادل بھیجے۔ اس کے ساتھ آسمان سے ندا ہوئی کہ اپنے اور اپنی قوم کے لئے ان میں سے ایک بادل اختیار کرو، انہوں نے اس خیال سے سیاہ بادل اختیار کیا کہ اس سے بہت پانی برسے گا چنانچہ وہ بادل قوم عاد کی طرف چلا، اسے دیکھ کر لوگ بہت خوش ہوئے مگر اس سے اتنی شدت کی ہوا چلی کہ اونٹوں اور آدمیوں کو اڑا کر کہیں سے کہیں لے جاتی تھی۔ اس ہوا نے گھر اکھیڑ دیئے اور انہیں ہلاک کردیا پھر قدرتِ الٰہی سے سیاہ پرندے نمودار ہوئے جنہوں نے ان کی لاشیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دیں۔ حضرت ہود علیہ السلام مؤمنین کو لے کر قوم سے جدا ہوگئے تھے وہ سلامت رہے۔

آیت 73 ثمود عرب کا قبیلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے ان کے ہم قوم حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا۔ آپ نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا اور اپنے دعوئ نبوت کی سچائی پر روشن نشانی پیش کی اور فرمایا یہ اللہ کی اونٹنی ہے تو تم اس کے ساتھ برائی کرنے سے باز رہو ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا۔ قوم ثمود کے سردار جندع بن عمرو نے عرض کی تھی: اگر آپ سچے نبی ہیں تو پہاڑ کے اس پتھر سے فلاں فلاں صفات کی اونٹنی ظاہر کریں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ایمان کا وعدہ لے کر رب سے دعا کی۔ سب کے سامنے وہ پتھر پھٹا اور اسی شکل وصورت کی جوان اونٹنی نمودار ہوئی اور پیدا ہوتے ہی اپنے برابر بچہ جنا۔ یہ معجزہ دیکھ کر جندع تو اپنے خاص لوگوں کے ساتھ ایمان لے آئے جبکہ باقی لوگ کفر پر قائم رہے۔ اہم بات: اس اونٹنی کی

فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِى الْاَرْضِ

ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا ۝ اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قوم عاد کے بعد جانشین بنایا اور اس نے تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا

تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا

تم نرم زمین میں محلات بناتے تھے اور پہاڑوں کو تراش کر مکانات بناتے تھے تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور

فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا

زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو ۝ اس کی قوم کے متکبر سردار کمزور مسلمانوں سے کہنے

لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ

لگے: کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے رب کا رسول ہے؟ انہوں نے کہا: بیشک ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جس کے ساتھ انہیں

مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ

بھیجا گیا ہے ۝ متکبر بولے: بیشک ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں جس پر تم ایمان لائے ہو ۝ پس (کافروں نے) اونٹنی کی ٹانگوں کی رگوں کو کاٹ دیا

وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾

اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے: اے صالح! اگر تم رسول ہو تو ہم پر وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں وعیدیں سناتے رہتے ہو ۝

پیدائش سے حضرت صالح علیہ السلام کے کئی معجزات کا ظہور ہوا: (1) وہ اونٹنی نہ کسی پیٹھ میں رہی نہ پیٹ میں بلکہ طریقہ عادیہ کے خلاف پہاڑ کے ایک پتھر سے پیدا ہوئی، اس کی یہ پیدائش معجزہ ہے۔ (2) ایک دن قبیلے کا سارا پانی پی جانا اور اس پینے کے دن اتنا دودھ دینا جو کہ تمام قبیلہ کو کافی ہو یہ بھی ایک معجزہ ہے۔

آیت 74 حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلا کر بھی سمجھایا کہ اے قوم! اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں کفر اور گناہ کرنے سے بچو کہ ان کے سبب زمین میں فساد پھیلتا ہے اور رب قہار کے عذاب آتے ہیں۔ اہم بات: قوم ثمود نے گرمیوں کے لئے بستیوں میں محل اور سردیوں کے لئے پہاڑوں میں گرم مکانات تعمیر کئے ہوئے تھے۔

آیت 75، 76 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے متکبر سردار کمزور مسلمانوں سے کہنے لگے: کیا تم یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ حضرت صالح علیہ السلام اپنے رب کے رسول ہیں؟ انہوں نے کہا: بیشک ہمارا یہی عقیدہ ہے، ہم انہیں اور ان کی تعلیمات کو حق سمجھتے ہیں۔ سرداروں نے کہا: جس پر تم ایمان رکھتے ہو، ہم تو اس کا انکار کرتے ہیں۔

آیت 77 قوم ثمود میں ایک صدوق نامی عورت نے مصدع ابن دہر اور قیدار سے کہا کہ اگر اونٹنی کو ذبح کر دو تو میری جس لڑکی سے چاہے نکاح کر لینا۔ یہ دونوں اونٹنی کی تلاش میں نکلے اور اسے ایک جگہ پا کر قیدار نے اس کی ٹانگوں کی رگیں کاٹ دیں جس پر مصدع نے اس کی مدد کی اور سرکشی کرتے ہوئے حضرت صالح علیہ السلام سے کہنے لگے: اے صالح! اگر تم رسول ہو تو ہم پر وہ عذاب

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ

تو انہیں زلزلے نے پکڑ لیا تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ○ تو صالح نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے میری قوم!

لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَلُوْطًا

بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے ○ اور (ہم نے) لوط کو بھیجا،

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ

جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہیں کی ○ بیشک تم

لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَمَا كَانَ

عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو بلکہ تم لوگ حد سے گزرے ہوئے ہو ○ اور ان کی

لے آؤ جس کی تم ہمیں وعیدیں سناتے رہتے ہو۔

آیت 78 اونٹنی کے قتل کے تین دن بعد اولاً وہ لوگ ہولناک آواز میں گرفتار ہوئے جس سے ان کے جگر پھٹ گئے پھر سخت زلزلہ قائم کیا گیا تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

آیت 79 قوم کی ہلاکت سے پہلے حضرت صالح علیہ السلام مومنوں کے ساتھ بستی سے نکل کر جنگل میں چلے گئے تھے پھر ان کی ہلاکت کے بعد ان کی لاشوں پر گزرے تو اس وقت ان سے یہ خطاب فرمایا۔

آیت 80، 81 حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اہلِ سَدُوم کی طرف مبعوث کیا۔ اس قوم کی بستیاں نہایت سرسبز و شاداب تھیں اور وہاں غلّے اور پھل بکثرت پیدا ہوتے تھے۔ اس لئے جابجا سے لوگ یہاں آتے اور انہیں پریشان کرتے تھے۔ ایسے وقت میں ابلیس لعین ایک بوڑھے کی صورت میں نمودار ہوا اور ان سے کہا کہ اگر تم مہمانوں کی اس کثرت سے نجات چاہتے ہو تو جب وہ لوگ آئیں تو ان کے ساتھ بد فعلی کرو، اس طرح یہ فعلِ بد ان میں رائج ہوا۔ ان دو آیات میں ذکر ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں دینِ حق کی دعوت دی اور فعلِ بد سے روکا کہ جن عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے انہیں چھوڑ کر مردوں سے بد فعلی کرتے ہو، یقیناً تم حد سے گزر چکے ہو۔ اہم باتیں: (1) اغلام بازی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ایجاد ہے اسی لئے اسے "لواطت" کہتے ہیں۔ (2) لڑکوں سے بد فعلی حرام قطعی ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ ایک حدیث میں ہے: اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو قوم لوط والا عمل کرے۔ (سنن الکبری للنسائی، حدیث: 7337) (3) انسان کو شہوت اس لئے دی گئی کہ نسلِ انسانی باقی رہے اور معروف طریقے کے مطابق اولاد حاصل کی جائے، جب آدمیوں نے مردوں سے شہوت پوری کرنا چاہی تو وہ حد سے گزر گئے اور اس قوت کے مقصد صحیح کو فوت کر دیا کیونکہ مرد کو نہ حمل ہوتا ہے اور نہ وہ بچہ جنتا ہے تو اس کے ساتھ مشغول ہونا سوائے شیطانیت کے اور کچھ نہیں۔

آیت 82 حضرت لوط علیہ السلام کے سمجھانے پر ان کی قوم کے لوگ کہنے لگے کہ ان پاکیزگی چاہنے والوں کو اپنی بستی سے نکال دو؛ گویا

جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْیَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾

قوم کا اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ان کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاک بنتے پھرتے ہیں۔

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ٘ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ؕ

تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی سوائے اس کی بیوی کے۔ وہ باقی رہنے والوں میں سے تھی۔ اور ہم نے ان پر بارش برسائی

فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۸۴﴾ وَ اِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ

تو دیکھو، مجرموں کا کیسا انجام ہوا؟ اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا: اے میری قوم!

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَیْلَ

اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آگئی تو ناپ

وَ الْمِیْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ

اور تول پورا پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کرکے نہ دو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔

پاکیزگی ان کے لیے استہزاء بن گئی اور اس قوم کا ذوق اتنا خراب ہو گیا تھا کہ انہوں نے اس اچھی صفت کو عیب قرار دیا۔ ورنہ جب کسی کے دن برے آتے ہیں تو اسے اوندھی سوجھتی ہے، اچھی چیزیں بری جبکہ بری چیزیں اچھی معلوم ہونے لگتی ہیں۔ فی زمانہ بھی ایک تعداد میں یہ وبا عام ہے، یہ لوگ جب کسی کو دین کے احکام پر عمل کرتا دیکھتے ہیں تو ان کی طبیعت خراب ہو جاتی اور خلاف شرع امور دیکھ کر انہیں تسکین حاصل ہوتی ہے۔

آیت 83 اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام، آپ کی دو بیٹیوں اور سارے مسلمانوں کو نازل ہونے والے عذاب سے بچا لیا جبکہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جس کا نام واہلہ تھا وہ آپ پر ایمان نہ لائی تھی بلکہ کافرہ ہی رہی، اپنی قوم سے محبت رکھتی اور ان کے لیے جاسوسی کرتی تھی، یہ عذاب میں مبتلا ہوئی۔

آیت 84 حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر اس طرح عذاب آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر گندھک اور آگ سے مرکب پتھروں کی خوفناک بارش برسائی۔ امام مجاہد علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنا بازو قوم لوط کی بستیوں کے نیچے ڈال کر اس خطہ کو اکھاڑ لیا اور آسمان کے قریب پہنچ کر اوندھا کر کے گرا دیا، اس کے بعد پتھروں کی بارش ہوئی۔ اہم بات: بدکاری تمام جرموں سے بڑا جرم ہے کہ اس جرم کی وجہ سے قوم لوط پر ایسا عذاب آیا جو دوسری عذاب پانے والی قوموں پر نہ آیا۔

آیت 85 ”مدین“ مصر سے اسی دن کے سفر پر ایک بستی تھی۔ اہل مدین شرک کے علاوہ ناپ تول میں کمی کرنے کے گناہ میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے ان کے ہم قوم حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا۔ آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایمان وطاعت قبول کرنے کی دعوت دی اور ایسے احکام بیان فرمائے جو ان کی اصلاح کا سب سے قوی ذریعہ تھے۔ اہم بات: بعض

ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۸۵﴾ وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ

تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان لاؤ○ اور ہر راستے پر یوں نہ بیٹھو کہ راہگیروں کو ڈراؤ اور اللہ کے راستے سے

عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ قَلِیْلًا فَكَثَّرَكُمْ

ایمان لانے والوں کو روکو اور تم اس میں ٹیڑھاپن تلاش کرو اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے تو اس نے تمہاری تعداد میں اضافہ کر دیا

وَ انْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۸۶﴾ وَ اِنْ كَانَ طَآىٕفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْۤ

اور دیکھو، فسادیوں کا کیسا انجام ہوا؟○ اور اگر تم میں ایک گروہ اس پر ایمان لائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا

اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ طَآىٕفَةٌ لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى یَحْكُمَ اللّٰهُ بَیْنَنَا ۚ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۷﴾

ہے اور ایک گروہ (اس پر) ایمان نہ لائے تو تم انتظار کرو حتّٰی کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کردے اور وہ سب سے بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے○

اہم کے کفار بھی مکلف ہیں کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی کافر قوم کو ناپ تول درست کرنے کا حکم دیا اور نہ ماننے پر عذاب الٰہی آیا اور قیامت میں کافروں کو نماز چھوڑنے پر بھی عذاب ہوگا۔

آیت 86 یہ لوگ مدین کے راستوں پر بیٹھ جاتے اور راہ گیروں سے کہتے کہ اس شہر میں ایک جادوگر ہے اور ان کے بعض لوگ مسافروں پر ڈکیتیاں ڈالتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں اس سے منع فرمایا اور ان کو رب کی نعمتیں یاد دلائیں اور فسادیوں کے انجام سے ڈرایا۔ **اہم بات:** قوموں کے تاریخی حالات معلوم کرنا اور نزولِ عذاب کے مقامات کو دیکھنا عبرت حاصل کرنے کے لئے بہت مفید ہے، اس سے خوفِ خدا اور عبادات کی ترغیب ملتی ہے۔

آیت 87 حضرت شعیب علیہ السلام نے اہلِ مدین کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم میری رسالت میں اختلاف کرکے دو فرقے ہو گئے کہ ایک فرقے نے مانا اور ایک منکر ہوا تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ کردے کہ تصدیق کرنے والے ایمانداروں کو عزت دے اور ان کی مدد فرمائے اور جھٹلانے والے منکرین کو ہلاک کرے اور انہیں عذاب دے اور اللہ تعالیٰ سب سے بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ

اس کی قوم کے متکبر سردار کہنے لگے: اے شعیب! ہم ضرور تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی بستی سے

مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَاؕ-قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ(۸۸) قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ

نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ۔ فرمایا: کیا اگرچہ ہم بیزار ہوں؟ بیشک (پھر تو) ضرور ہم اللہ پر جھوٹ باندھیں گے

كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَاؕ-وَ مَا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ

اگر اس کے بعد بھی ہم تمہارے دین میں آئیں جبکہ اللہ نے ہمیں اس سے بچایا ہے اور ہم مسلمانوں میں کسی کا کام نہیں کہ تمہارے دین میں آئیں

اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَاؕ-وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًاؕ-عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَاؕ-رَبَّنَا افْتَحْ

مگر یہ کہ ہمارا رب اللہ چاہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے، ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔ اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری

آیت 88 حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحت سن کر قوم کے وہ سردار جنہوں نے ایمان لانے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی پیروی سے تکبر کیا تھا، کہنے لگے: اے شعیب! ہم ضرور تمہیں اور تمہارے ساتھ ایمان والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: کیا اگرچہ ہم بیزار ہوں؟ **اہم بات:** "اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا" کا لفظی معنی ہے: "یا تم ہمارے دین میں لوٹ آؤ۔" اس سے شبہ ہوتا ہے کہ مَعَاذَ اللہ حضرت شعیب علیہ السلام پہلے ان کے دین میں داخل تھے تبھی انہوں نے آپ کو لوٹ آنے کی دعوت دی، اس کے چند جواب ہیں: (1) حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے والے پہلے کافر تھے تو جب قوم نے ان مؤمنین کو مخاطب کیا تو اس خطاب میں آپ علیہ السلام کو شامل کر کے آپ پر بھی وہی حکم جاری کر دیا حالانکہ آپ ان کے دین میں کبھی داخل نہ ہوئے تھے۔ (2) کافر سرداروں نے عوام کو شک میں ڈالنے کے لئے اس طرح کہا تا کہ لوگ سمجھیں کہ آپ علیہ السلام پہلے ان کے دین پر ہی تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا جواب کہ "کیا اگرچہ ہم بیزار ہوں" ان کے اس اشتباہ کے رد میں تھا۔ **درس:** سردار قوم کی ہلاکت کا باعث بنتے ہیں، اگر یہ درست ہو جائیں تو قوم کو اعلیٰ درجے پر پہنچا دیتے ہیں اور بگڑ جائیں تو ذلت کی گہری کھائیوں میں گرا دیتے ہیں۔

آیت 89 حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کا جواب سن کر ان سے فرمایا تھا کہ کیا ہم تمہارے دین میں آئیں اگرچہ ہم اس سے بیزار ہوں؟ اس پر انہوں نے کہا: ہاں! پھر بھی آجاؤ، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہارے باطل دین کی قباحت اور فساد کا علم دے کر مجھے شروع ہی سے بچائے رکھا اور میرے ساتھیوں کو کفر سے نکال کر ایمان کی توفیق دی، اس کے بعد بھی ہم تمہارے دین میں آئیں تو پھر بیشک ضرور ہم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والوں میں سے ہوں گے اور ہم میں کسی کا کام نہیں کہ تمہارے دین میں آئے مگر یہ کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ کرنا چاہے تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے یعنی جو ہو چکا اور جو آئندہ ہو گا سب کچھ اللہ تعالیٰ ازل سے جانتا ہے ہم نے ایمان پر ثابت قدم رہنے اور شریر لوگوں سے خلاصی پانے میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کیا۔ جب حضرت شعیب علیہ السلام کو قوم کے ایمان لانے کی امید نہ رہی تو آپ نے یوں دعا کی: اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری قوم میں حق کے

بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ﴿۸۹﴾ وَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے ○ اور اس کی قوم کے کافر سردار بولے

مِنْ قَوْمِهٖ لَىٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا

کہ اگر تم شعیب کے تابع ہوئے تو ضرور نقصان میں رہو گے ○ تو انہیں شدید زلزلے نے اپنی گرفت میں لے لیا تو صبح کے وقت وہ

فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۚ اَلَّذِیْنَ

اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ○ وہ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا ایسے ہوگئے گویا ان گھروں میں کبھی رہے ہی نہ تھے۔ شعیب کو

...ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ زجاج نے کہا کہ اس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمارے امر کو ظاہر فرمادے یعنی ان پر ایسا عذاب نازل فرما جس سے ان کا باطل پر ہونا اور حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے متبعین کا حق پر ہونا ظاہر ہو جائے۔ اہم باتیں: (1) انبیا علیہم السلام قطعی طور پر معصوم ہیں، شیطان انہیں گمراہ نہیں کر سکتا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا فرمان "ہمارا رب اللہ چاہے تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" درحقیقت مشیّتِ الٰہی کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہے۔ (2) یہ آیت "وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا" ان آیات کی تفسیر ہے جن میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا علم اور قدرت گھیرے ہوئے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ جسم و مکان سے اور اس اعتبار سے گھیرنے اور گھرنے سے پاک ہے۔

آیت 90 قوم کے سرداروں نے جب حضرت شعیب علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کی دین میں مضبوطی دیکھی تو انہیں خوف لاحق ہوا کہ کہیں اور لوگ بھی ان پر ایمان نہ لے آئیں چنانچہ جو لوگ ابھی تک ایمان نہ لائے تھے انہیں معاشی بدحالی سے ڈراتے ہوئے کہنے لگے کہ اگر تم حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لائے، ان کے دین کی پیروی کی اور اپنا آبائی دین نیز کم تولنا، کم ناپنا وغیرہ ترک کر دیا تو تم ضرور نقصان میں رہو گے۔ درس: حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے سرداروں کی یہ روش ان کی بیمار ذہنیت کا پتا دیتی ہے۔ اس طرح کے بیمار ذہنیت افراد کی ہمارے معاشرے میں کمی نہیں، اسلام کے اصول و قوانین کو اہمیت نہ دینے والوں، شریعت کے قوانین میں تبدیلی کی رٹ لگانے والوں، زکوٰۃ کو ٹیکس تصور کرنے والوں، رشوت کو اپنا حق سمجھنے والوں، ناپ تول میں کمی کرنے والوں اور عورت کی آزادی کے خلاف قرار دینے والوں کو چاہئے کہ اہلِ مدین کے حالات اور ان کے انجام پر غور کریں۔

آیت 91 جب قوم شعیب ہر طرح سمجھانے اور عذابِ الٰہی سے ڈرانے کے باوجود کفر و سرکشی سے باز نہ آئی تو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور انہیں شدید زلزلے نے اپنی گرفت میں لے لیا تو صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں مرے ہوئے اوندھے پڑے رہ گئے۔ ابتدا اس آیت میں ہے کہ اہل مدین کو "شدید زلزلے نے اپنی گرفت میں لے لیا" جبکہ سورۂ ہود میں ہے کہ انہیں "خوفناک چیخ نے پکڑ لیا۔" ممکن ہے کہ زلزلے کی ابتدا اس چیخ سے ہوئی ہو، اس لئے ایک جگہ ہلاکت کی نسبت سببِ قریب یعنی خوفناک چیخ کی طرف اور دوسری جگہ سببِ بعید یعنی زلزلے کی طرف کی گئی۔

آیت 92 حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلانے والوں پر جب مسلسل نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو ان کے

كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ

جھٹلانے والے ہی نقصان اٹھانے والے ہوئے ○ تو شعیب نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا، اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں

رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ

رب کے پیغامات پہنچا دیے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی تو کافر قوم پر میں کیسے غم کروں؟ ○ اور ہم نے کسی بستی میں

مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ

کوئی نبی نہ بھیجا مگر ہم نے اس کے رہنے والوں کو سختی اور تکلیف میں پکڑا تا کہ وہ گڑگڑائیں ○ پھر ہم نے بدحالی کی جگہ خوشحالی بدل دی

شاندار محلات ایسے ویران ہو گئے کہ گویا وہاں کبھی کوئی آباد ہی نہیں ہوا۔ یہ لوگ معاشی بدحالی کے خوف سے حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان نہ لائے تھے لیکن ان کا یہ خوف درست ثابت نہ ہوا! انہوں نے کفر و نافرمانی کو اختیار کیا تو ان کی دنیا و آخرت دونوں برباد ہو گئیں چنانچہ آپ علیہ السلام کو جھٹلانے والے ہی نقصان اٹھانے والے ہوئے۔ درس: اہلِ مدین کے حالات میں ان لوگوں کے لئے بہت عبرت ہے جو بے بنیاد اقتصادی زبوں حالی کے خوف سے شریعتِ اسلامیہ کے واضح احکام میں ردوبدل کرنے کے لئے پیچ و تاب کھاتے نظر آتے ہیں، انہیں چاہئے کہ مدین والوں کے حالات کا بغور مطالعہ کریں اور اپنی اس روش کو بدل کر صحیح اسلامی سوچ اپنائیں۔

آیت 93 جب حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا تو آپ نے ان سے منہ پھیر لیا اور قوم کی ہلاکت کے بعد جب ان کی بے جان نعشوں پر گزرے تو ان سے فرمایا: اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم کسی طرح ایمان نہ لائے تو اب کافر قوم پر میں کیسے غم کروں۔ اہم بات: کفار کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے ان سے جو کلام فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مردے سنتے ہیں۔ درس: سابقہ امتوں کے احوال اور ان پر آنے والے عذابات کے بیان سے مقصود امتِ محمدیہ کو جھنجوڑنا ہے کہ اگر تم نے بھی انکار اور سرکشی کی تو یاد رکھو تمہارا انجام بھی وہی ہو گا جو پہلے منکرین کا ہوا۔

آیت 94 سابقہ آیات میں حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام کی قوموں کے تفصیلی حالات اور ان کے کفر و سرکشی کی وجہ سے ان پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر ہوا، اب تمام امتوں کے اجمالی حالات اور ایک عام اصول بیان ہو رہا ہے جس کے تحت سب قوموں سے برتاؤ ہوتا ہے، فرمایا گیا کہ جب بھی ہم نے کسی علاقے یا شہر میں کوئی نبی علیہ السلام مبعوث کیا تو وہ اس جگہ بسنے والوں کو شرک سے بچنے، اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے، صرف اسی کی عبادت کرنے اور اللہ کی بھیجی ہوئی شریعت پر عمل کرنے کی دعوت دیتے۔ اپنی صداقت کے اظہار کے لئے روشن معجزات دکھاتے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے۔ اس کے باوجود جب لوگ اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیتے تو فوراً ہی ان پر عذاب نازل نہ کیا جاتا بلکہ پہلے طرح طرح کی سختیوں اور تکالیف میں مبتلا کیا جاتا تا کہ اس طرح ان کا دماغ ٹھکانے آئے اور باطل مذہب چھوڑ کر حق مذہب کے سایۂ رحمت میں آ جائیں۔

آیت 95 فرمایا کہ سختی و تکلیف میں مبتلا ہونے کے باوجود اگر وہ لوگ ایمان نہ لاتے تو پھر ان پر انعام و اکرام کے دروازے کھول دیئے

السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ

یہاں تک کہ وہ بہت بڑھ گئے اور وہ کہنے لگے: بیشک ہمارے باپ دادا کو (بھی) تکلیف اور راحت پہنچتی رہی ہے تو ہم نے انہیں اچانک

بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹۵ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ

گرفتار کرلیا اور انہیں اس کا کچھ علم نہ تھا۔ اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین سے

بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۹۶ اَفَاَمِنَ

برکتیں کھول دیتے مگر انہوں نے تو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ان کے اعمال کی وجہ سے پکڑ لیا۔ کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف

جائے، ہر طرح کی آسائشیں مہیا کر دی جائیں تاکہ اس طرح وہ اپنے حقیقی محسن کو پہچانیں اور اس کی اطاعت کو اختیار کر لیں اس کے باوجود اگر ان کے دل اپنے کریم پروردگار کی اطاعت کی طرف مائل نہ ہوتے یہاں تک کہ وہ بہت بڑھ گئے اور یہ کہہ کر دل کو منانے لگے کہ یہ جو کبھی بارش، قحط سالی، زلزلہ یا آندھی طوفان جس نے تباہی و بربادی مچادی اور سب کچھ نیست و نابود کر دیا اس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا کوئی دخل نہیں بلکہ یہ سب موسمی تغیرات کا نتیجہ ہیں کہ کبھی تکلیف ہوتی ہے کبھی راحت، ہمارے باپ دادا کو بھی ایسے ہی تکلیف اور راحت پہنچتی رہی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب کے ساتھ اچانک پکڑ لیا اور پہلے سے انہیں عذاب آنے کا کچھ علم نہ تھا۔ اہم بات: یہ سب بیان کرنے سے مقصود کفار کو خوف دلانا ہے تاکہ وہ کفر و سرکشی سے باز آکر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرماں بردار بن جائیں۔ درس: گزشتہ امتوں کے حالات سامنے رکھتے ہوئے ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہئے کہ ہم بھی طوفان، زلزلے، سیلاب اور دیگر مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں تو کیا انہیں دیکھ کر نصیحت حاصل کرتے ہیں یا ہمارا حال کچھ اور ہی نظر آتا ہے۔

آیت 96 ﴾ اب یہاں سے یہ بتایا جارہا ہے کہ اگر وہ اطاعت کرتے تو انہیں کیا کیا برکتیں نصیب ہوتیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اگر بستیوں والے اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے نیز خدا اور رسول کی اطاعت اختیار کرتے، جس چیز سے اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام نے منع فرمایا اس سے باز رہتے تو ضرور ہم ان پر آسمان و زمین سے برکتیں کھول دیتے اور ہر طرف سے انہیں خیر پہنچتی، وقت پر نافع اور مفید بارشیں ہوتیں، زمین سے کھیتی پھل بکثرت پیدا ہوتے، رزق کی فراخی ہوتی، امن و سلامتی رہتی اور آفتوں سے محفوظ رہتے لیکن وہ ایمان نہ لائے اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلانے لگے تو ہم نے انہیں ان کے اعمال کی وجہ سے عذاب میں گرفتار کر دیا۔ اہم باتیں: (1) تقویٰ دنیا و آخرت میں رحمتِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ (2) دنیوی مصائب دور کرنے کے لئے نیک اعمال کرنے جائز ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے عمل کیا جائے تاکہ وہ اپنی رحمت سے ہماری حاجت پوری کر دے، اسی لئے بارش کے لئے نمازِ استسقا اور گرہن میں نمازِ کسوف پڑھتے ہیں۔

آیت 97، 98 ﴾ یہاں بستیوں والوں سے مراد مکہ مکرمہ اور آس پاس کی بستیوں والے یا ہر اس بستی کے افراد مراد ہیں جنہوں نے کفر کیا، انہیں عذابِ الٰہی سے ڈرایا جارہا ہے، چنانچہ ان دو آیات میں فرمایا کہ کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ ان پر ہمارا

اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ

ہوگئے کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو آئے جب وہ سو رہے ہوں ○ یا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب

بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ

دن کے وقت آجائے جب وہ کھیل میں پڑے ہوئے ہوں ○ کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف تباہ

الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ ع

ہونے والے لوگ ہی بے خوف ہوتے ہیں ○ اور کیا وہ لوگ جو زمین والوں کے بعد اس کے وارث ہوئے انہیں اس بات نے بھی ہدایت نہ

اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ تِلْكَ الْقُرٰى

دی کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کے سبب انہیں پکڑ لیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں تو وہ کچھ نہیں سنتے ○ یہ بستیاں ہیں

عذاب رات کو آئے جب وہ سو رہے ہوں یا اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن کے وقت آجائے جب وہ کھیل میں پڑے ہوئے ہوں کیونکہ عذابِ الٰہی اکثر غفلت کے وقت آتا ہے اور غفلت زیادہ تر رات کے آخری حصے میں یا دوپہر (دن چڑھے) ہوتی ہے۔ درس: ان آیات میں مسلمانوں کو بھی نیک اعمال کرنے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنے کی ترغیب ہے۔

آیت 99 اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے خاص غضب کا ذکر ہے، چنانچہ فرمایا گیا: کیا کفار اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں اس کے ڈھیل دینے اور دُنیوی نعمتیں دینے پر مغرور ہو کر اس کے عذاب سے بے فکر ہو گئے ہیں، سن لو! اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے صرف تباہ ہونے والے لوگ ہی بے خوف ہوتے ہیں۔ اہم بات: مکر کے لغوی معنی ہیں: خفیہ تدبیر جبکہ عام محاورہ میں دھوکا اور فریب کو مکر کہا جاتا ہے، یہاں اس کا لغوی معنی یعنی "خفیہ تدبیر" مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کسی بندے کو گناہ پر نہ پکڑنا اور ڈھیل دینا اس کی خفیہ تدبیر ہے۔ درس: اللہ تعالیٰ کا خوف دل سے نکل جانا سخت نقصان کا سبب ہے، ہر وقت اس کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

آیت 100 گزشتہ امتوں کے حالات بیان کر کے اب ان کی حکمت بتائی گئی کہ یہ واقعات اس لئے بیان ہوئے ہیں کہ موجودہ لوگ عبرت پکڑیں اور ایمان لائیں، چنانچہ فرمایا گیا کہ کیا مشرکینِ مکہ جو قومِ نوح، قومِ ثمود اور قومِ شعیب کے بعد ان علاقوں میں آباد ہوئے، اتنے کم فہم اور نادان ہیں کہ گزشتہ قوموں پر آئے ہوئے عذاب کے آثار دیکھ کر بھی عبرت نہیں لیتے۔ مزید فرمایا: ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں تو وہ کچھ نہیں سنتے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جس کے سامنے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے راستے واضح فرما دیئے اس کے بعد بھی وہ کفر و سرکشی پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے جس کے سبب وہ حق بات قبول کرنے کے لئے تیار ہی نہیں۔ اہم بات: یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے تسلی ہے کہ آپ کے ہر طرح سے نصیحت کرنے کے باوجود بھی یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ غم نہ کریں۔

آیت 101 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا: اے حبیب! قومِ نوح، قومِ ہود، قومِ صالح، قومِ لوط اور قومِ

نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا

(ان بستیوں) کے احوال ہم تمہیں سناتے ہیں اور بیشک ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر تشریف لائے تو وہ اس قابل نہ ہوئے کہ

لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَمَا

اس پر ایمان لے آتے جسے پہلے جھٹلا چکے تھے۔ اللہ یونہی کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے○ اور ہم نے ان کے

وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا

اکثر لوگوں کو عہد پورا کرنے والا نہ پایا اور بیشک ہم نے ان میں اکثر کو نافرمان ہی پایا○ پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو

...ب کی بستیاں وہ بستیاں ہیں جن کے احوال اور وہاں کے لوگوں کے اپنے رسولوں کے ساتھ کیے گئے معاملات کی ہم تمہیں خبر دیتے ہیں تاکہ آپ جان لیں کہ ہم رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کی کفار کے مقابلے میں کیسی مدد فرماتے ہیں اور کفار کو ان کے کفر و سرکشی کی سزا میں کس طرح ہلاک کرتے ہیں اور بیشک اُن بستیوں والوں کے پاس ان کے رسول روشن معجزات لے کر تشریف لائے جو ان کے دعویٔ نبوت میں سچے ہونے کی دلیل تھے تو وہ لوگ اس قابل نہ ہوئے کہ اس پر ایمان لے آتے جسے پہلے جھٹلا چکے تھے یعنی عالَمِ ارواح میں میثاق کے دن وہ لوگ جس چیز کو دل سے جھٹلا چکے تھے کہ صرف زبان سے ”بَلٰی“ کہہ کر اقرار کر لیا اور دل سے انکار کیا تھا اسے نبی سے سن کر بھی نہ مانے بلکہ اسی انکار پر قائم رہے یا یہ معنی ہے کہ ہم ان لوگوں کو ہلاک کرنے اور عذاب کا معاینہ کروانے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے دنیا میں بھیج دیتے تب بھی وہ اس چیز کو نہ مانتے جسے وہ پہلی زندگی میں جھٹلا چکے تھے۔ اے حبیب! جس طرح اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں کے کفار کے دلوں پر مہر لگا دی اور انہیں ہلاک کر دیا اسی طرح آپ کی قوم کے ان کافروں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ لکھ چکا کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

آیت 102 فرمایا: ہم نے ان کے اکثر لوگوں کو روزِ میثاق کا عہد پورا کرنے والا نہ پایا اور بیشک ہم نے ان میں اکثر کو نافرمان ہی پایا۔ ایک قول کے مطابق یہاں وہ عہد مراد ہے جو وہ مصیبت کے وقت کرتے کہ یارب! اگر تو ہمیں اس سے نجات دے تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے پھر جب نجات پاتے تو اس عہد سے پھر جاتے اور ایمان نہ لاتے۔ درس: اگر ہم اپنے احوال پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم مسلمانوں میں بھی عملی اعتبار سے ایسی کمزوریاں پائی جاتی ہیں کہ کوئی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہے کہ اے اللہ! اگر تو مجھے اس مصیبت سے چھٹکارا دیدے پھر ساری زندگی تیری فرمانبرداری میں گزاروں گا مگر جیسے ہی مصیبت دور ہوتی ہے تو یہ سارے عہد و پیمان پس پشت ڈال دیئے جاتے ہیں اور وہی پرانی غفلت و معصیت کی زندگی لوٹ آتی ہے۔

آیت 103 یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ شروع ہو رہا ہے، فرمایا گیا کہ ان (انبیاء کرام علیہم السلام) کے بعد ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صداقت پر دلالت کرنے والی نشانیوں جیسے روشن ہاتھ اور عصا وغیرہ معجزات کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا، ان واضح نشانیوں کے باوجود فرعون اور اس کے درباریوں نے انکار کیا تو انہوں نے اقرار کی جگہ انکار اور ایمان کی جگہ کفر

مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىٕهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے ان نشانیوں پر زیادتی کی تو دیکھو فسادیوں کا کیسا

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ

انجام ہوا؟ اور موسیٰ نے فرمایا: اے فرعون! میں ربُّ العالمین کا رسول ہوں۔ میری شان کے لائق یہی ہے کہ

عَلٰۤى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ

اللہ کے بارے میں سچ کے سوا کچھ نہ کہوں۔ بیشک میں تم سب کے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں تو بنی اسرائیل کو

بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى

میرے ساتھ چھوڑ دے۔ کہا: اگر تم کوئی نشانی لے کر آئے ہو تو اسے پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ تو موسیٰ نے اپنا عصا

رکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نشانیوں کے ساتھ زیادتی کی تو اے حبیب! آپ نگاہِ بصیرت سے دیکھیں کہ فسادیوں کا کیسا انجام ہوا اور ہم نے انہیں کس طرح ہلاک کیا۔ اہم باتیں: (1) حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے 400 سال بعد پیدا ہوئے اور 120 برس عمر پائی۔ (2) فرعون ایک شخص کا نام تھا پھر دورِ جاہلیت میں مصر کے ہر بادشاہ کا لقب بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔

آیت104 جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حکمِ الٰہی سے فرعون کے پاس تشریف لے گئے تو اسے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرنے اور ایمان لانے کی دعوت دی اور اس سے فرمایا: میں ربُّ العٰلمین کی طرف سے تیری اور تیری قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

آیت105 حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام سن کر فرعون نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: میری شان کے لائق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سچ کے سوا کچھ نہ کہوں کیونکہ رسول کی یہی شان ہے کہ وہ کبھی غلط بات نہیں کہتے۔ بیشک میں تم سب کے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں یعنی معجزات لے کر آیا ہوں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی رسالت کی تبلیغ فرما چکے اور فرعون پر آپ کی اطاعت فرض ہو چکی تو آپ علیہ السلام نے فرعون کو حکم فرمایا کہ تو بنی اسرائیل کو غلامی سے آزاد کر کے میرے ساتھ بھیج دے تاکہ یہ اپنے آبائی وطن میں آباد ہوں۔

آیت106 جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی رسالت کی تبلیغ فرمائی تو فرعون نے آپ سے کہا: اگر آپ کے پاس اپنی صداقت کی کوئی نشانی ہے تو اسے میرے سامنے ظاہر کریں تاکہ پتا چل جائے کہ آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں یا نہیں۔

آیت107 فرعون کا مطالبہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ فوراً ظاہر اژدہا بن گیا۔ اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان تقریباً 120 فٹ کا فاصلہ تھا: ایک جبڑا زمین پر تھا اور دوسرا فرعون کے محل کی دیوار پر۔ اژدہا فرعون کو پکڑنے کے

عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ قَالَ الْمَلَاُ

(تو) وہ فوراً ایک ظاہر اژدہا بن گیا۝ اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا۝ قوم فرعون کے سردار

مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا

بولے: بیشک یہ تو بڑے علم والا جادوگر ہے۝ یہ تمہیں تمہارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے تو تم کیا مشورہ

تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ

دیتے ہو؟۝ انہوں نے کہا: انہیں اور ان کے بھائی کو کچھ مہلت دو اور شہروں میں جمع کرنے والوں کو بھیج دو۝ وہ تمہارے پاس ہر علم والے

سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾

جادوگر کو لے آئیں گے۝ اور (پھر) جادوگر فرعون کے پاس آگئے تو کہنے لگے: اگر ہم غالب آگئے تو (کیا) ہمارے لئے یقینی طور پر کوئی انعام ہوگا۝

...دوڑا تو فرعون اپنا تخت چھوڑ کر بھاگ گیا۔

﴿آیت 108﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوسرا معجزہ یہ دکھایا کہ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا اور اس کی روشنی اور چمک نورِ آفتاب پر غالب ہو گئی۔

﴿آیت 109﴾ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی صداقت ظاہر کرنے کے لئے دو معجزات دکھائے تو قوم فرعون کے سردار بولے: بیشک یہ تو بڑے علم والا جادوگر ہے اس نے جادو سے نظر بندی کر دی ہے جس سے لوگوں کو عصا، اژدہا نظر آنے لگا اور گندمی رنگ کا ہاتھ آفتاب سے زیادہ روشن معلوم ہونے لگا۔

﴿آیت 110﴾ درباریوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر انہیں بہت ماہر جادوگر سمجھا اور خدشہ ظاہر کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے جادو کے زور سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا کر مملکت پر قبضہ جمانا چاہتے ہیں تو فرعون نے درباریوں سے کہا: تم اس کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہو؟

﴿آیت 112،111﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ درباریوں نے فرعون سے کہا کہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو چند روز کی مہلت دو اور شہروں میں اپنے خاص آدمی بھیج دو جو فن کے ماہر اور سب پر فائق جادوگروں کو جمع کر کے لائیں اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کر کے انہیں شکست دیں۔

﴿آیت 113﴾ پھر فرعون کی مملکت کے تمام ماہر جادوگر فرعون کے پاس آگئے۔ یہ جانتے تھے کہ انہیں بڑے اہم مقصد کے لئے طلب کیا گیا ہے چنانچہ انہوں نے فرعون سے کہا: اگر ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شکست دی اور غالب آگئے تو کیا ہمیں یقینی طور پر کوئی خاص انعام ملے گا؟

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ

(فرعون نے) کہا: ہاں اور بیشک تم تو (میرے) قریبی لوگوں میں سے ہو جاؤ گے ○ (جادوگروں نے) کہا: اے موسیٰ! یا تو آپ (اپنا عصا) ڈالیں

نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا سَحَرُوْۤا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ

(پہلے) ڈالتے ہیں ○ فرمایا: تم ہی ڈالو۔ جب انہوں نے ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انہیں خوف زدہ کر دیا اور وہ بہت

بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

جادو لے کر آئے ○ اور ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ تم اپنا عصا ڈال دو تو اچانک وہ عصا ان کی بناوٹی چیزوں کو نگلنے لگا ○

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَاُلْقِيَ

تو حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کر رہے تھے سب باطل ہو گیا ○ تو وہ وہیں مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر پلٹے ○ اور جادوگر سجدے

آیت 114 فرعون جادوگروں کے تسلی آمیز الفاظ سن کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا: ہاں! تمہیں انعام و اکرام سے نوازا جائے گا اور صرف یہی نہیں بلکہ تمہیں میرے خاص قریبی لوگوں میں داخل کر لیا جائے گا۔

آیت 115 یہ جادوگر 70 ہزار تھے جن میں چند سردار تھے۔ جب مقابلے کا دن آیا تو سب مقررہ جگہ پر جمع ہوئے اور مقابلے کے وقت جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے موسیٰ! یا تو آپ پہلے اپنا عصا زمین پر ڈالیں یا ہم اپنے پاس موجود چیزیں ڈالتے ہیں۔

آیت 116 آپ علیہ السلام نے جادوگروں سے فرمایا: تم ہی پہلے ڈالو کیونکہ آپ علیہ السلام کو کامل اعتماد تھا کہ معجزے کے سامنے سحر مغلوب ہو گا۔ جب انہوں نے اپنا سامان ڈالا جس میں بڑے بڑے رسے اور لکڑیاں تھیں تو انہوں نے لوگوں کی نگاہوں پر اثر ڈالا جس سے وہ رسے اور لکڑیاں اژدہے نظر آنے لگے ایک قول یہ ہے کہ جادوگروں نے رسیوں پر پارہ مل دیا اور لاٹھیوں میں بھی ڈال دیا پھر انہیں زمین پر پھینکا، جب ان پر سورج کی روشنی پڑی تو ایسے محسوس ہونے لگا کہ یہ دوڑتے ہوئے سانپ ہیں۔

آیت 117 اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ تم اپنا عصا ڈال دو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا تو وہ عصا اچانک ایک بہت بڑا اژدہا بن گیا اور جادوگروں کی سحر کاریوں کو ایک ایک کر کے نگل گیا۔ تمام رسے اور لٹھے جو 300 اونٹوں کا بار تھے، سب کا خاتمہ کر دیا۔

آیت 118 ارشاد فرمایا کہ تو حق ظاہر ہو گیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے اور جو کچھ جادو وہ کر رہے تھے سب باطل ہو گیا۔

آیت 119 فرمایا کہ تو وہیں فرعون اور اس کی قوم مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر پلٹے۔

آیت 120 جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ عظیم الشان معجزہ دیکھ کر پہچان لیا کہ عصائے موسیٰ سحر نہیں ہے اور قدرتِ بشری ایسا کرشمہ نہیں دکھا سکتی یہ معجزہ دیکھ کر ان پر ایسا اثر ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے سجدے میں گر گئے اور ان کا حال ایسے معلوم

سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ

گر پڑے ○ وہ کہنے لگے: ہم تمام جہانوں کے رب پر ایمان لائے ○ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے ○ فرعون نے کہا:

اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَاۤ

تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔ یہ تو بہت بڑا دھوکا ہے جو تم نے اس شہر میں کیا ہے تاکہ تم شہر کے لوگوں کو اس

اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ

سے نکال دو تو اب تم جان جاؤ گے ○ میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا پھر تم سب کو پھانسی

اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَ مَا تَنْقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا

دے دوں گا ○ جادوگر کہنے لگے: بیشک ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں ○ اور تجھے ہماری طرف سے یہی بات بری لگی ہے کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر

ایمان لائے...

...کسی نے پیشانیاں پکڑ کر زمین پر لگا دی ہیں۔

آیت 121، 122 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جادوگر کہنے لگے: ہم تمام جہانوں کے رب پر ایمان لائے۔ فرعون نے کہا: کیا اس سے مراد میں ہی ہوں؟ جادوگروں نے جواب دیا: نہیں، بلکہ جو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا رب ہے۔ اہم بات: جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ادب کیا کہ آپ کو مقدم کیا اور آپ کی اجازت کے بغیر اپنے عمل میں مشغول نہ ہوئے، اس ادب کی بدولت انہیں ایمان و ہدایت نصیب ہوئی۔

آیت 123 جب جادوگر ایمان لے آئے تو فرعون نے ان سے کہا کہ تم میری اجازت کے بغیر ایمان کیوں لے آئے؟ یہ تو بڑا دھوکا ہے جو تم نے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مل کر اس شہر میں کیا ہے۔ تم جان بوجھ کر ہار گئے تاکہ شہر کے لوگوں کو اس سے نکال دو اور خود اس پر مسلط ہو جاؤ تو اب تم جان جاؤ گے کہ میں تمہیں کیا سزا دیتا ہوں۔

آیت 124 فرعون نے جادوگروں سے مزید کہا کہ میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا پھر تم سب کو دریائے نیل کے کنارے پھانسی دے دوں گا۔ اہم بات: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دنیا میں پہلا سولی دینے والا اور پہلا ہاتھ پاؤں کاٹنے والا فرعون ہے۔

آیت 125 ایسی ہوش ربا سزا سن کر بھی ان جادوگروں کے قدم نہیں ڈگمگائے بلکہ انہوں نے بڑی جرأت سے اس دھمکی کا جواب دیتے ہوئے فرعون سے کہا کہ بیشک ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں تو ہمیں موت کا کوئی غم نہیں؛ کیونکہ مرنے کے بعد ہمیں رب تعالیٰ کی لقاء اور رحمت نصیب ہوگی اور ہم سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ اہم بات: مومن کے دل میں جذبۂ ایمانی کے غلبے کے وقت غیر اللہ کا خوف نہیں ہوتا۔

آیت 126 جادوگروں نے فرعون سے مزید کہا کہ تجھے ہماری طرف سے یہی بات بری لگی کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لے

لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ

ایمان لے آئے جب وہ ہمارے پاس آئیں۔ اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں حالتِ اسلام میں موت عطا فرما۞ اور قوم فرعون کے سردار (بولے)

فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ

کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو اس لیے چھوڑ دے گا تاکہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور وہ موسیٰ تجھے اور تیرے مقرر کیے ہوئے معبودوں کو چھوڑے رکھے

اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا

(فرعون نے) کہا: اب ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی بیٹیاں زندہ رکھیں گے اور بیشک ہم ان پر غالب ہیں۞ موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا

بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾

اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر کرو۔ بیشک زمین کا مالک اللہ ہے، وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے وارث بنا دیتا ہے اور اچھا انجام پرہیزگاروں کیلئے ہی ہے۔

آئے جب وہ ہمارے پاس آئیں۔ اس کے بعد انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں صبر کی دعا کرتے ہوئے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں حالتِ اسلام میں موت عطا فرما۔ اہم باتیں: (1) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صحبت نے پرانے کافروں کو ایک دن میں ایمان، صحابیت، شہادت تمام مدارج طے کرا دیئے۔ (2) ایک قول یہ ہے کہ فرعون انہیں شہید نہ کر سکا تھا۔

آیت 127 جادوگروں کے ساتھ چھ لاکھ آدمی بھی ایمان لے آئے تھے یہ دیکھ کر سرداروں نے فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کے قتل پر ابھارنے کے لئے کہا: اے فرعون! کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اس لیے چھوڑ دے گا کہ وہ سرزمینِ مصر کے باشندوں کا دین بدل دیں اور یوں فساد پھیلائیں نیز وہ موسیٰ تجھے اور تیرے مقرر کیے ہوئے معبودوں کو چھوڑے رکھے یعنی نہ تیری عبادت کریں اور نہ تیرے مقرر کیے ہوئے معبودوں کی۔ فرعون اپنی قوم کی خواہش پوری کرنے پر قادر نہیں تھا کیونکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کی قوت سے مرعوب ہو چکا تھا اس لئے اس نے اپنی قوم سے کہا: اب ہم بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل جبکہ لڑکیوں کو چھوڑ دیں گے، اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی تعداد گھٹا کر اُن کی قوت کم کریں گے۔ اور فرعون نے عوام میں اپنا بھرم رکھنے کے لئے یہ بھی کہہ دیا کہ ہم بے شک اُن پر غالب ہیں۔

آیت 128 فرعون کے بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے کی بات سن کر بنی اسرائیل میں کچھ پریشانی پیدا ہو گئی اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کی شکایت کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو، وہ تمہیں کافی ہے اور آنے والی مصیبتوں اور بلاؤں سے گھبراؤ نہیں بلکہ صبر کرو۔ بیشک مصر سمیت ساری زمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے وارث بنا دیتا ہے۔ یہ فرما کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو توقع دلائی کہ فرعون اور اس کی قوم ہلاک ہو گی اور بنی اسرائیل اُن کی زمینوں اور شہروں کے مالک ہوں گے اور انہیں بشارت دیتے ہوئے فرمایا: اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہی ہے۔

قَالُوْۤا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ

(قوم نے) کہا: ہمیں آپ کے تشریف لانے سے پہلے بھی اور تشریف آوری کے بعد بھی ستایا گیا ہے۔ (موسیٰ نے) فرمایا: عنقریب تمہارا رب

عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ (۱۲۹) وَ لَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ

تمہارے دشمنوں کو ہلاک کردے گا اور تمہیں زمین میں جانشین بنادے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔ اور بیشک ہم نے فرعونیوں کو

بِالسِّنِيْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ (۱۳۰) فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ

کئی سال کے قحط اور پھلوں کی کمی میں گرفتار کردیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ تو جب انہیں بھلائی ملتی تو کہتے یہ ہمارے لئے ہے

وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓىِٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

اور جب انہیں برائی پہنچتی تو اسے موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے۔ سن لو! ان کی نحوست اللہ ہی کے پاس ہے

آیت 129 حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے فرعون کی دھمکی سے خوفزدہ ہو کر دوسری مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی: ہمیں آپ کے تشریف لانے سے پہلے بھی ستایا گیا کہ فرعون اور فرعونیوں نے طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کر رکھا تھا اور لڑکوں کو بے دریغ قتل کیا تھا اور آپ کے تشریف لانے کے بعد اب پھر ستایا جائے گا کہ اب وہ دوبارہ ہماری اولاد کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو ہماری مدد کب ہوگی اور یہ مصیبتیں کب دور کی جائیں گی؟ فرمایا: عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کردے گا اور تمہیں زمین میں جانشین بنادے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے کام کرتے اور کس طرح شکرِ نعمت بجالاتے ہو۔

آیت 130 یہاں روشن نشانیوں کو جھٹلانے کے سبب فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کے ابتدائی واقعات کا بیان ہو رہا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کئی سال کے قحط اور پھلوں کی کمی میں گرفتار کیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: دیہات میں رہنے والے فرعونی قحط اور شہروں میں رہنے والے پھلوں کی کمی کی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ سختیاں اس لئے نازل کیں تاکہ وہ ان سے عبرت حاصل کرتے ہوئے سرکشی و عناد کا راستہ چھوڑیں اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف آئیں۔ اہم بات: منقول ہے کہ فرعون اپنی 400 برس کی عمر میں کبھی درد، بخار یا بھوک میں مبتلا ہی نہ ہوا۔ اگر اس کے ساتھ ایسا ہوتا تو وہ کبھی رَبُوبیت کا دعویٰ نہ کرتا۔ درس: اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی آفتوں میں ایک حکمت یہ ہے کہ ان کے باعث انسان غفلت سے بیدار ہو اور فرمانبردار بندہ بن جائے لہٰذا زلزلہ، طوفان، سیلاب یا کسی اور مصیبت کا سامنا ہو تو اس سے عبرت حاصل کرتے ہوئے گناہوں سے توبہ کر کے غفلت سے بیدار ہونے کی کوشش کرنی چاہئے۔

آیت 131 ارشاد فرمایا کہ جب انہیں سرسبزی و شادابی، پھلوں، اور رزق میں وسعت، صحت و عافیت وغیرہ بھلائی ملتی تو یہ اس بھلائی کو اپنا حق جانتے بلکہ کہتے: یہ تو ہمیں ملنا ہی تھا کیونکہ ہم اس کے اہل ہیں اور جب انہیں قحط، مرض، تنگی اور آفت وغیرہ کوئی برائی پہنچتی تو اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے کہ یہ بلائیں اُن کی وجہ سے پہنچیں، آیت میں فرمایا

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا

لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے○ اور (فرعونیوں نے) کہا: (اے موسیٰ!) تم ہمارے اوپر جادو کرنے کے لئے ہمارے پاس کیسی بھی نشانی لے آؤ

نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ

ہرگز تم پر ایمان لانے والے نہیں○ تو ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور پسّو (یا جوئیں) اور مینڈک

گیا: سن لو! ان کی نحوست اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے کہ انہیں جو مصیبتیں پہنچتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ درس: مشرکین میں مختلف چیزوں سے برا شگون لینے کی رسم بہت پرانی ہے ہمارے معاشرے میں بھی بدشگونی عام ہے اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

آیت 132 قوم فرعون کی ایک اور جہالت بیان ہو رہی ہے کہ یہ لوگ معجزہ اور سحر میں فرق نہیں کرتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو سحر کہتے تھے۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صاف کہہ دیا: اے موسیٰ! تم ہمارے اوپر جادو کرنے کے لئے کیسی بھی نشانی ہمارے پاس لے آؤ، ہم ہرگز تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔

آیت 133 جب فرعونیوں کی سرکشی اس حد کو پہنچ گئی کہ کسی بھی نشانی کو دیکھ کر ایمان لانے سے صاف انکار کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے خلاف دعا فرمائی: یارب! فرعون زمین میں بہت سرکش ہو گیا ہے اور اس کی قوم نے بھی عہد شکنی کی ہے۔ انہیں ایسے عذاب میں گرفتار کر جو ان کے لئے سزا ہو اور میری قوم اور بعد والوں کے لئے عبرت و نصیحت ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم پر طوفان بھیجا کہ کثرت سے بارش ہوئی کہ پانی اُن کی گردنوں کی ہنسلیوں تک آگیا۔ اب یہ نہ ہل سکتے تھے نہ کچھ کام کر سکتے تھے۔ ہفتہ سے ہفتہ تک سات دن یہ اسی مصیبت میں مبتلا رہے پھر ایمان لانے اور بنی اسرائیل کو چھوڑ دینے کے وعدے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے دعا فرمائی تو طوفان کی مصیبت دور ہو گئی یہ دیکھ کر فرعونی کہنے لگے: یہ پانی تو نعمت تھا اور ایمان نہ لائے۔ ایک مہینہ عافیت سے گزرا، پھر اللہ تعالیٰ نے ٹڈی بھیجی جو کھیتیاں، پھل، درختوں کے پتے، مکان کے دروازے حتیٰ کہ لوہے کی کیلیں تک کھا گئیں اور قبطیوں کے گھروں میں بھر گئیں قبطیوں نے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست اور ایمان لانے کا وعدہ کیا۔ ہفتہ سے ہفتہ تک سات دن بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اس مصیبت سے بھی نجات پائی لیکن بچی ہوئی کھیتیوں اور پھلوں کو دیکھ کر کہنے لگے: یہ ہمیں کافی ہیں، ہم اپنا دین نہیں چھوڑتے۔ ایک مہینہ عافیت سے گزرا پھر اللہ تعالیٰ نے قمل یعنی گھن یا جوں یا ایک اور چھوٹا سا کیڑا بھیجا جس نے باقی بچی ہوئی کھیتیاں اور پھل کھا لئے۔ یہ کیڑے فرعونیوں کے بال، بھویں اور پلکیں چاٹ گئے۔ ان کے جسم پر چیچک کی طرح بھر جاتے حتیٰ کہ اُن کا سونا دشوار کر دیا۔ اس پر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی: ہم توبہ کرتے ہیں، آپ اس بلا کے دور ہونے کی دعا فرمائیے۔ سات روز بعد یہ مصیبت بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے دور ہوئی لیکن فرعونیوں نے پھر عہد شکنی کی۔ ایک مہینہ امن میں گزرا پھر اللہ تعالیٰ نے مینڈک بھیجے اور یہ حال ہوا کہ آدمی بیٹھتا تو اس کی مجلس میں مینڈک بھر جاتے، بات کرنے کے لئے منہ کھولتا تو مینڈک کود کر منہ میں چلا جاتا، ہانڈیوں میں مینڈک، کھانوں میں مینڈک، لیٹتے تو مینڈک

وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ

اور خون کی جدا جدا نشانیاں بھیجیں تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی ○ اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے، اے موسیٰ!

قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ

ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے۔ بیشک اگر آپ ہم سے عذاب اٹھا دو گے تو ہم ضرور آپ پر ایمان

وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰۤى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ

لائیں گے اور ضرور ہم بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کردیں گے ○ پھر جب ہم ان سے اس مدت تک کے لئے عذاب اٹھا لیتے جس تک انہیں پہنچنا

تھا (اور) ہوتے۔ فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی کہ اب کی بار ہم پکی توبہ کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے دعا کی۔ سات روز بعد یہ مصیبت بھی دور ہوئی اور ایک مہینہ عافیت سے گزرا لیکن پھر انہوں نے عہد توڑ دیا تو تمام کنوؤں، نہروں، چشموں، دریائے نیل وغیرہ کا پانی اُن کے لئے تازہ خون بن گیا انہوں نے فرعون سے شکایت کی۔ فرعون نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادو سے تمہاری نظر بندی کر دی ہے۔ انہوں نے کہا: تم کس نظر بندی کی بات کر رہے ہو؟ ہمارے برتنوں میں خون کے سوا پانی کا نشان ہی نہیں۔ یہ سن کر فرعون نے حکم دیا کہ قبطی بنی اسرائیل کے ساتھ ایک ہی برتن سے پانی لیں لیکن جب بنی اسرائیل نکالتے تو پانی نکلتا، قبطی نکالتے تو خون نکلتا فرعون خود پیاس سے مضطر ہوا تو اس نے تر درختوں کی رطوبت چوسی، وہ رطوبت منہ میں پہنچتے ہی خون ہو گئی۔ سات روز تک خون کے سوا کوئی چیز پینے کی میسر نہ آئی تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی اور ایمان لانے کا وعدہ کیا۔ آپ کی دعا سے یہ مصیبت بھی دور ہوئی مگر وہ ایمان نہ لائے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ انہوں نے ایمان لانے سے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی۔

﴿134﴾ فرعون اور اس کی قوم پر جب طوفان، ٹڈیوں، قمل، مینڈک اور خون یا طاعون کی صورت میں عذاب نازل ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر کہتے: اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے رب سے اس عہد کے سبب دعا کرو جو اس کا تمہارے ساتھ ہے کہ ہمارے ایمان لانے کی صورت میں وہ ہمیں عذاب نہ دے گا۔ اگر آپ نے ہم سے یہ عذاب دور کر دیا تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ضرور آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کا مطالبہ پورا کرتے ہوئے ضرور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ روانہ کر دیں گے۔ اہم نکات: (1) رِجْز کا معنی عذاب ہے۔ اس کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے وہی پانچ قسم کا عذاب مراد ہے جو طوفان، ٹڈیوں، قمل، مینڈک اور خون کی صورت میں ان پر مسلط کیا گیا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد طاعون ہے اور یہ پہلے پانچ عذابوں کے بعد چھٹا عذاب ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے کام اس کے مقبول بندوں کی طرف منسوب کئے جاسکتے ہیں جیسے عذاب دور کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے لیکن فرعون اور اس کی قوم نے عذاب دور کرنے کی نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف کی۔

﴿135﴾ فرمایا کہ پھر جب ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان سے اس مدت تک عذاب اٹھا لیتے جس تک انہیں پہنچنا تھا تو وہ اپنا عہد توڑ دیتے اور کفر پر جمے رہتے۔

اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ ۝۱۳۵ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا

تھا تو وہ فوراً (اپنا عہد) توڑ دیتے۔ تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو انہیں دریا میں ڈبو دیا کیونکہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے بے

عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ۝۱۳۶ وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ

غافل رہے۔ اور ہم نے اس قوم کو جسے دبایا گیا تھا اس زمین کے مشرقوں اور مغربوں کا مالک بنا دیا جس میں ہم نے

وَ مَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ بِمَا

برکت رکھی تھی اور بنی اسرائیل پر ان کے صبر کے بدلے میں تیرے رب کا اچھا وعدہ پورا ہو گیا

صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ۝۱۳۷ وَ جٰوَزْنَا بِبَنِیْۤ

اور ہم نے وہ سب تعمیرات برباد کر دیں جو فرعون اور اس کی قوم بناتی تھی اور وہ عمارتیں جنہیں وہ بلند کرتے تھے۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا

اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا

پار کر دیا تو ان کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جو اپنے بتوں کے آگے جم کر بیٹھے ہوئے تھے۔ (بنی اسرائیل نے) کہا: اے موسیٰ! ہمارے لئے بھی ایسا ہی ایک معبود

آیت 136 فرمایا کہ بار بار عذابوں سے نجات ملنے کے باوجود جب فرعونی ایمان نہ لائے اور کفر پر جمے رہے تو جو میعاد ان کے لئے مقرر تھی وہ پوری ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے اس طرح بدلہ لیا کہ انہیں دریائے نیل میں غرق کر دیا۔ وہ اس لئے ہلاک کئے گئے کہ انہوں نے آیاتِ الٰہیہ کو جھٹلایا اور ان سے بالکل غافل رہے۔

آیت 137 فرعون کے غرق ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو زمین کے مشرق و مغرب یعنی مصر و شام کا مالک بنا دیا۔ اس سرزمین میں اللہ تعالیٰ نے نہروں، درختوں، پھلوں، اور پیداوار کی کثرت سے برکت رکھی تھی اس طرح بنی اسرائیل پر ان کے صبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا اچھا وعدہ پورا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اُن تمام عمارتوں، اور باغوں کو برباد کر دیا جو فرعون اور اس کی قوم نے بنائے اور بلند کیے تھے اہم بات: بنی اسرائیل کو ان کے صبر کی وجہ سے عزت، غلبہ، خوشحالی اور حکمرانی نصیب ہوئی۔

آیت 138 یہاں سے بنی اسرائیل کی نعمت پر ناشکری، ان کے برے افعال اور دیگر واقعات کا بیان ہو رہا ہے۔ فرمایا گیا کہ فرعون اور اس کی قوم کو غرق کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا تو ان کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جو اپنے بتوں کے آگے جم کر بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کی عبادت کرتے تھے۔ ان کو دیکھ کر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے موسیٰ! جس طرح ان کے لئے کئی معبود ہیں ہمارے لئے بھی ایسا ہی ایک معبود بنا دو تاکہ ہم بھی اس کی عبادت کریں، آپ علیہ السلام نے ان کا مطالبہ رد کرتے ہوئے فرمایا: بیشک تم جاہل لوگ ہو کہ اتنی نشانیاں دیکھ کر بھی نہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں۔ اہم باتیں: (1) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے معبود بنانے کی بات سب بنی اسرائیل نے نہ کی تھی بلکہ انہوں نے کی تھی جو ابھی راسخ الایمان نہ ہوئے تھے۔ (2) بنی اسرائیل نے جن بتوں کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے معبود بنانے کی تمنا کی، وہ بت گائے کی

كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَ اِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾ وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ

ان کے لئے کئی معبود ہیں۔ (موسیٰ نے) فرمایا: تم یقیناً جاہل لوگ ہو۔○ بیشک یہ لوگ جس کام میں پڑے ہوئے ہیں وہ سب برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ کررہے ہیں سب باطل ہے۔○ (موسیٰ نے) فرمایا: کیا تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں سارے جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔○ اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بہت بری سزا دیتے، تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔○ اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ فرمایا اور

رکوع ۱۶

رہے تھے اور یہیں سے بنی اسرائیل کے دل میں بچھڑا پوجنے کا شوق پیدا ہوا جس کا نتیجہ گائے پرستی کی شکل میں نمودار ہوا۔

آیت 139 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے مزید فرمایا: عنقریب یہ بت پرست اور ان کے بت ہمارے ہاتھوں ہلاک کیے جائیں گے اور جو کچھ یہ کررہے ہیں یعنی بتوں کی پوجا سب باطل ہے اور تم بت پرست نہیں بلکہ بت شکن ہو۔ اہم بات: اس میں غیب کی خبر ہے اور بعد میں وہی ہوا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

آیت 140 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معبود بنانے کا مطالبہ کرنے والے لوگوں کی جہالت کو مزید واضح کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں سارے جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے یعنی خدا وہ نہیں جو تراش کر بنا لیا جائے بلکہ خدا وہ ہے جس نے تمہیں فضیلت دی۔

آیت 141 فرمایا کہ اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بہت بری سزا دیتے، تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔ اہم بات: اس مقام پر یہ آیت ذکر کرنے سے مقصود یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تم پر یہ عظیم انعام فرمایا تو تمہیں کسی اور کی عبادت میں مشغول ہونا ہرگز روا نہیں۔

آیت 142 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر میں بنی اسرائیل سے وعدہ فرمایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ فرعون کو ہلاک فرما دے گا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک کتاب لائیں گے، فرعون کی ہلاکت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کتاب نازل فرمانے کی درخواست کی۔ حکم ملا کہ 30 روزے رکھیں۔ یہ ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ذی الحجہ میں 10 روزے اور رکھنے کا حکم دیا۔ یہاں آیت میں اس واقعے کا بیان ہے، فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے 30 راتوں کا وعدہ فرمایا اور ان میں 10 راتوں کا اضافہ کرکے مکمل کیا تو ان کے رب کا وعدہ 40 راتوں کا پورا ہوگیا اور موسیٰ علیہ السلام نے پہاڑ پر مناجات کے لئے جاتے وقت اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے فرمایا: میرے واپس آنے تک تم میری قوم میں میرے نائب بن کر رہنا، نرمی سے پیش آنا، بھلائی کرنا، انہیں اللہ تعالیٰ کی

اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةًۚ وَ قَالَ مُوْسٰى لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ

ان میں دس (راتوں) کا اضافہ کرکے پورا کردیا تو اس کے رب کا وعدہ چالیس راتوں کا پورا ہو گیا اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: تم میری قوم میں

وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِیْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ

میرا نائب رہنا اور اصلاح کرنا اور فسادیوں کے راستے پر نہ چلنا○ اور جب موسیٰ ہمارے وعدے کے وقت پر حاضر ہوا اور اس کے رب نے اس سے کلام فرمایا

قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ

تو اس نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا تاکہ میں تیرا دیدار کرلوں۔ (اللہ نے) فرمایا: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ

مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًاۚ فَلَمَّاۤ

اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو اسے پاش پاش کردیا اور موسیٰ بے ہوش ہوکر گر گیا

اطاعت پر ابھارنا اور بنی اسرائیل کے ان لوگوں کے طریقے پر نہ چلنا جو اپنے رب کی نافرمانی کرکے زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔ اہم
بات: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام سے جو اصلاح اور صحیح راستے پر چلنے کا فرمایا وہ حقیقت میں آپ کے واسطے سے
بنی اسرائیل کو فرمایا تھا ورنہ انبیا علیہم السلام تو فسادیوں کے راستے پر چلنے سے معصوم ہیں یا یہ فرمانا تاکید و استقامت کے طور پر ہے۔

آیت 143 جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طورِ سینا پر حاضر ہوئے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام فرمانے کا وعدہ کیا تھا تو اللہ
تعالیٰ نے بلاواسطہ آپ سے کلام فرمایا تو کلامِ ربانی کی لذت نے آپ کو دیدارِ الٰہی کا مشتاق بنا دیا اور آپ نے بارگاہِ رب العزت میں
عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا تاکہ میں تیرا دیدار کرلوں یعنی آنکھ کا دیدار چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم
دنیا میں میرا دیدار کرنے کی طاقت نہیں رکھتے البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ، یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔
جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو اسے پاش پاش کردیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر گئے پھر جب ہوش آیا تو
عرض کی: تو پاک ہے، میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ اہم باتیں: (1) کتابوں میں مذکور ہے کہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طہارت کی، پاکیزہ لباس پہنا اور روزہ رکھ کر طورِ سینا میں حاضر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل نازل فرمایا
جس نے پہاڑ کو ہر طرف سے چار فرسنگ (12 میل) کی مقدار ڈھک لیا۔ شیاطین اور زمین کے جانور حتی کہ ساتھ رہنے والے فرشتے
تک علیحدہ کردیئے گئے۔ آپ کے لئے آسمان کھولا گیا تو آپ نے عرشِ الٰہی کو صاف دیکھا حتی کہ الواح پر قلموں کی آواز سنی اور اللہ
تعالیٰ نے آپ سے کلام فرمایا۔ (2) اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ناممکن ہے کیونکہ اگر یہ ناممکن ہوتا تو حضرت
موسیٰ علیہ السلام ہرگز اس کی دعا نہ کرتے کہ محال کی دعا کرنا جائز نہیں نیز اللہ تعالیٰ نے دنیا کے اندر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دیکھنے کی
نفی کی ہے، یہ نہ فرمایا کہ میرا دیکھنا ممکن نہیں۔ (3) بروزِ قیامت مؤمنین کا دیدارِ الٰہی کرنا ثابت ہے۔

اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۴۳﴾ قَالَ یٰمُوْسٰۤى اِنِّی

ہوش آیا تو عرض کی: تو پاک ہے، میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں ○ (اللہ نے) فرمایا: اے موسیٰ! میں نے

اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ ﳲ فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۴﴾

اپنی رسالتوں اور اپنے کلام کے ساتھ تجھے لوگوں پر منتخب کرلیا تو جو میں نے تمہیں عطا فرمایا ہے اسے لے لو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ ○

وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ

اور ہم نے اس کے لئے (تورات کی) تختیوں میں ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی (اور فرمایا) اسے مضبوطی سے پکڑ لو

وَّ اْمُرْ قَوْمَكَ یَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَاؕ سَاُورِیْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۱۴۵﴾ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ

اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ اس کی اچھی باتیں اختیار کریں۔ عنقریب میں تمہیں نافرمانوں کا گھر دکھاؤں گا ○ اور میں اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو

آیت 144 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کئے گئے انعامات بیان کر کے انہیں تسلی دی کہ آپ دیدار سے منع کئے جانے پر اپنا سینہ تنگ نہ کریں بلکہ ان نعمتوں کی طرف دیکھیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص کیا ہے چنانچہ فرمایا: اے موسیٰ! میں نے اپنی رسالتوں اور اپنے کلام کے ساتھ تمہیں تمہارے زمانے کے لوگوں پر منتخب کر لیا کہ تمہیں مجھ سے بلاواسطہ ہم کلامی کا شرف عطا ہوا اسے لے لو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ۔ **اہم بات:** حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانے کے لوگوں میں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ساری مخلوق میں سب سے زیادہ عزت و مرتبے والے، شرافت و وجاہت والے ہیں۔

آیت 145 فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تورات کی تختیوں میں ہر اس چیز کی نصیحت لکھ دی جس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اپنے دین میں حلال حرام اور اچھی بری چیزوں سے متعلق ضرورت تھی اور ان تمام احکام کی تفصیل لکھ دی جو بنی اسرائیل کو دیئے گئے تھے۔ ہم نے کہا کہ اسے مضبوطی سے پکڑ لو یعنی بڑے شوق سے احکام پر عمل کا عزم کر کے اسے ہاتھ میں لو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ اس کی اچھی باتیں اختیار کریں یعنی تورات میں مذکور احکام میں سے عزیمت والے بہترین حکم پر عمل کرنے کی ترغیب دو۔ ایک قول یہ ہے کہ تورات میں فرائض، نوافل اور مباح کاموں کے احکام ہیں۔ فرائض و نوافل پر عمل کرنا بہترین عمل ہے تو جو عمل بہترین ہے اس کے کرنے کا حکم دو۔ مزید فرمایا: **عنقریب میں تمہیں نافرمانوں کا گھر دکھاؤں گا۔** مفسرین نے اس کے کئی معنی بیان کئے ہیں: (1) نافرمانوں کے گھر سے مراد جہنم ہے (2) نافرمانوں کے گھر سے مراد فرعون اور اس کی قوم کے مکانات ہیں جو مصر میں ہیں (3) اس سے عاد و ثمود اور ہلاک شدہ اُمتوں کے منازل مراد ہیں جن پر عرب کے لوگ اپنے سفروں میں ہو کر گزرا کرتے تھے۔ اہم بات: اس آیت میں خطاب اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہے لیکن اس سے مراد آپ کے ساتھ آپ کی قوم بھی ہے۔

آیت 146 فرمایا کہ جو لوگ میرے بندوں پر تکبر کرتے اور میرے اولیاء سے لڑتے ہیں میں انہیں اپنی آیتیں قبول کرنے اور ان کی تصدیق کرنے سے پھیر دوں گا تاکہ وہ مجھ پر ایمان نہ لائیں۔ یہ اُن کے عناد کی سزا ہے کہ انہیں ہدایت سے محروم کیا گیا اور اگر وہ

الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ وَ اِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا

پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اگر وہ سب نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان پر ایمان نہیں لاتے

وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ

اور اگر وہ ہدایت کی راہ دیکھ لیں تو اسے اپنا راستہ نہیں بناتے اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اسے اپنا راستہ

سَبِیْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا

بنالیتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے غافل رہے ○ اور جنہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی

وَ لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع

ملاقات کو جھٹلایا تو ان کے تمام اعمال برباد ہوئے، انہیں ان کے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا○

وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِیِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ یَرَوْا

اور موسیٰ کے پیچھے اس کی قوم نے اپنے زیورات سے ایک بے جان بچھڑے کو (معبود) بنالیا جس کی گائے جیسی آواز تھی۔ کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا

سب نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان پر ایمان نہیں لاتے اور اگر وہ ہدایت کی راہ دیکھ لیں تو اسے اپنا راستہ نہیں بناتے اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اسے اپنا راستہ بنالیتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور بطورِ عناد ان سے غافل رہے۔ اہم بات: تکبر یہ ہے کہ دوسروں کو حقیر جانے۔ درس: آیت سے معلوم ہوا کہ غرور وہ آگ ہے جو دل کی تمام قابلیتوں کو برباد کر دیتی ہے خصوصاً جبکہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے مقابلے میں ہو۔ اسی نے ابلیس کے دل میں حسد کی آگ بھڑکائی اور اس کی تمام عبادات برباد کر دیں۔ اس میں تکبر کرنے والوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔

آیت 147 فرمایا کہ جنہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تو ان کے دنیا میں کیے ہوئے تمام نیک اعمال برباد ہوئے اور انہیں ان کے گناہوں کے اعمال کا بدلہ ملے گا۔

آیت 148 جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کے لئے کوہِ طور پر تشریف لے گئے تو 30 دن بعد سامری نے بنی اسرائیل سے وہ تمام زیوارت جمع کیے جو انہوں نے اپنی عید کے دن قبطیوں سے استعمال کی خاطر لئے تھے۔ سامری سونے کو ڈھالنے کا کام کرتا تھا۔ اس نے تمام سونے چاندی کو ڈھال کر اس سے ایک بے جان بچھڑا بنایا۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم کے نیچے سے لی ہوئی خاک اس میں ڈالی تو وہ گوشت اور خون میں تبدیل ہو گیا۔ دوسرے قول کے مطابق وہ سونے ہی کا رہا اور بچھڑے کی طرح ڈکارنے لگا۔ 12 ہزار کے علاوہ بنی اسرائیل کے سب لوگوں نے سامری کے بہکانے پر اس بچھڑے کی پوجا کی اور اتنی بات نہ سمجھ سکے کہ یہ بچھڑا نہ تو ان سے سوال جواب کی صورت میں کلام کر سکتا ہے اور نہ انہیں ہدایت کی راہ دکھا سکتا ہے تو یہ معبود کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ بنی اسرائیل جانتے تھے کہ رب وہ ہے جو قادرِ مطلق، علیم، خبیر اور ہادی ہو۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے

أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا ۘ اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ ﴿١٤٨﴾ وَلَمَّا سُقِطَ

(بچھڑا) ان سے نہ کلام کرتا ہے اور نہ انہیں کوئی ہدایت دیتا ہے؟ انہوں نے اسے (معبود) بنالیا اور وہ ظالم تھے ○ اور جب شرمندہ ہوئے

فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ

اور سمجھ گئے کہ وہ یقیناً گمراہ ہوگئے تھے تو کہنے لگے: اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہماری مغفرت نہ فرمائی تو ہم ضرور تباہ

مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿١٤٩﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي

ہو جائیں گے ○ اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف بہت زیادہ غم و غصے میں بھرے ہوئے لوٹے تو فرمایا: تم نے میرے بعد کتنا برا کام کیا،

مِن بَعْدِي ۖ أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ ۖ وَأَلْقَى الْأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ ۚ

کیا تم نے اپنے رب کے حکم میں جلدی کی؟ اور موسیٰ نے تختیاں (زمین پر) ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔

قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ

(ہارون نے) کہا: اے میری ماں کے بیٹے! بیشک قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے تو تم مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو

اور اس کرکے ایسے عاجز و ناقص بچھڑے کو پوجا تو وہ ظالم ٹھہرے۔

آیت 149 فرمایا کہ پھر جب اپنے اس کرتوت پر شرمندہ ہوئے اور سمجھ گئے کہ وہ یقیناً گمراہ ہوگئے تھے تو کہنے لگے: اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہماری مغفرت نہ فرمائی تو ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے۔

آیت 150 جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کی مناجات سے مشرف ہو کر کوہِ طور سے واپس قوم کے پاس تشریف لائے تو بہت زیادہ غم و غصے میں بھرے ہوئے تھے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دے دی تھی کہ سامری نے ان کی قوم کو گمراہ کر دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے فرمایا کہ تم نے میرے بعد کتنا برا کام کیا کہ شرک کرنے لگے اور میرے تورات لے کر آنے کا انتظار بھی نہ کیا۔ دوسرے قول کے مطابق آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے حضرت ہارون علیہ السلام اور اپنی قوم کے ان لوگوں سے فرمایا جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہ کی تھی، فرمایا: تم نے میرے بعد کتنا برا کام کیا کہ لوگوں کو بچھڑا پوجنے سے نہ روکا۔ کیا تم نے اپنے رب کے حکم میں جلدی کی اور میرے تورات لے کر آنے کا انتظار نہ کیا؟ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات کی تختیاں زمین پر ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کا ایسی بدترین معصیت میں مبتلا ہونا نہایت شاق ہوا، تب حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! میں نے قوم کو روکنے اور ان کو نصیحت کرنے میں کمی نہیں کی لیکن قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے تو تم مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو اور میرے ساتھ ایسا سلوک نہ کرو جس سے وہ خوش ہوں اور مجھے ظالموں کے ساتھ نہ شمار کرو۔ اہم باتیں: (1) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو بچھڑے کی پوجا کرتے دیکھا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک پر غیرت کی وجہ سے شدید غضبناک ہوئے اور

وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝۱۵۰ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا

اور مجھے ظالموں کے ساتھ نہ ملا۔ عرض کی: اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل

فِیْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝۱۵۱ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ

اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ بیشک وہ لوگ جنہوں نے بچھڑے کو (معبود) بنالیا عنقریب انہیں دنیاوی زندگی

مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ۝۱۵۲ وَالَّذِیْنَ عَمِلُوا

ان کے رب کا غضب اور ذلت پہنچے گی اور ہم بہتان باندھنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے برے اعمال

جلدی میں تورات کی تختیاں زمین پر رکھ دیں تا کہ ان کا ہاتھ جلدی فارغ ہو جائے اور اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کا سر پکڑیں، اسے قرآن پاک میں "ڈالنے" سے تعبیر کیا گیا۔ اس میں کسی بھی طرح تورات کی تختیوں کی بے حرمتی مقصود نہ تھی (2) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ سامری پر تھا نہ کہ حضرت ہارون علیہ السلام پر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے سے بتا دیا تھا کہ قوم کو سامری نے گمراہ کیا ہے۔ درس: کسی کی تکلیف پر خوشی ظاہر کرنا "شماتت" ہے اور یہ گناہ ہے۔

آیت 151 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی کا عذر قبول کر کے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! اگر ہم میں سے کوئی افراط یا تفریط ہو گئی تو مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی خاص رحمت میں داخل فرما اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا اس لئے کی تا کہ دوسرے لوگ یہ نہ کہیں نہ ہوں کہ بھائیوں میں لڑائی ہو گئی ہے اور یہ وجہ بھی تھی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا غم غلط ہو جائے۔ (2) یہ دعا امت کی تعلیم کے لئے ہے، ورنہ انبیاء علیہم السلام گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔

آیت 152 فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا عنقریب انہیں دنیا کی زندگی میں ان کے رب کا غضب پہنچے گی اور جس طرح ہم نے ان بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کو بدلہ دیا اسی طرح ہم ہر اس شخص کو بدلہ دیں گے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور غیر خدا کی عبادت کرے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت کے بارے میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں: (۱) اس سے مراد بچھڑا پوجنے والے لوگ ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور سے واپس آنے سے پہلے ہی مر گئے۔ (۲) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے قتل ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی۔ اس صورت میں غضب سے مراد قتل ہونا اور ذلت سے مراد گمراہی کا اعتراف اور قتل ہونے کا حکم تسلیم کرنا ہے۔ (۳) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور ان کے آباؤ اجداد بچھڑے کی پوجا کرتے تھے اور غضب سے مراد آخرت کا عذاب اور دنیا میں ذلت سے مراد جزیہ ہے۔ عطیہ عوفی کا قول ہے کہ غضب سے مراد بنو نضیر اور بنو قریظہ کا مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونا اور ذلت سے مراد انہیں جلاوطن کرنا ہے۔ (2) ابو قلابہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! یہ قیامت تک ہر بہتان باندھنے والے کی جزا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرے گا۔

آیت 153 فرمایا گیا کہ وہ لوگ جنہوں نے برے اعمال کئے حتی کہ کفر تک کا ارتکاب کیا پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ

السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْۤا ۡ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾

پھر ان کے بعد توبہ کرلی اور ایمان لے آئے تو بیشک اس توبہ و ایمان کے بعد تمہارا رب بخشنے والا مہربان ہے○

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖۚ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ

اور جب موسیٰ کا غصہ تھم گیا تو اس نے تختیاں اٹھالیں اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت ہے ان کے لئے جو

هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ

اپنے رب سے ڈرتے ہیں○ اور موسیٰ نے ہمارے وعدے کے لئے اپنی قوم سے ستر مرد منتخب کرلیے پھر جب انہیں زلزلہ نے پکڑلیا

الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ

موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کردیتا۔ کیا تو ہمیں اس کام کی وجہ سے ہلاک فرمائے گا جو ہمارے

ایمان لے آئے اور توبہ پر قائم رہے تو بیشک اس توبہ وایمان کے بعد تمہارا رب توبہ قبول فرمائے گا اور گناہ بخش دے گا۔ اہم بات: جب بندہ گناہ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے معاف فرمادیتا ہے۔

﴿آیت154﴾ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر قوم میں آکر تحقیق کرنے سے بھی ظاہر ہو گیا کہ ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے کوئی کوتاہی سرزد نہ ہوئی تھی اور ان کا عذر درست تھا تو آپ کا غصہ جاتا رہا اور آپ نے تورات کی تختیاں زمین سے اٹھالیں۔ ان تختیوں کی تحریر میں اپنے رب سے ڈرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ اہم بات: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آیا تو آپ نے دو کام کیے تھے: (1) تورات کی تختیاں زمین پر ڈال دیں۔ (2) حضرت ہارون علیہ السلام کو سر سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ جب غصہ ختم ہوا تو اس کی تلافی میں بھی دو کام کیے: (1) تورات کی تختیاں زمین سے اٹھالیں۔ (2) اپنے بھائی کے لئے دعا کی۔

﴿آیت155﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گائے کی پوجا کرنے والوں کو معافی دلوانے کے لئے اپنی قوم سے 70 افراد منتخب کیے۔ آپ نے ہر گروہ سے 6 افراد منتخب کیے تھے چونکہ بنی اسرائیل کے 12 گروہ تھے اس طرح دو افراد بڑھ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ مجھے 70 افراد لانے کا حکم ہوا ہے اور تم 72 ہوگئے اس لئے تم میں سے دو پیچھے رہ جائیں تو حضرت کالب اور حضرت یوشع علیہ السلام پیچھے رہ گئے۔ یہ 70 افراد ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہ کی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں روزہ رکھنے، بدن اور لباس پاک کرنے کا حکم دیا پھر ان کے ساتھ طورِ سینا کی طرف چلے، جب پہاڑ کے قریب پہنچے تو انہیں ایک بادل نے ڈھانپ لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ اس میں داخل ہوگئے اور سب نے سجدہ کیا پھر قوم نے وہ کلام سنا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارے میں جو حکم دیا وہ توبہ کے لئے اپنی جان دینا تھا۔ کلام کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد بادل اٹھا لیا گیا تو یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: توبہ میں اپنی جانوں کو قتل کرنے کا جو حکم ہم نے سنا اس کی تصدیق ہم اس وقت تک نہ کریں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کو اعلانیہ دیکھ نہ لیں۔ اس پر انہیں شدید زلزلے نے آلیا اور وہ سب ہلاک

مِنَّا ۚ اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْ

بے عقلوں نے کیا۔ یہ تو نہیں ہے مگر تیری طرف سے آزمانا تو اس کے ذریعے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، تو ہمارا

لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ ۝۱۵۵ وَ اكْتُبْ لَنَا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ

ہے، تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے ۝ اور ہمارے لئے اس دنیا میں اور آخرت میں بھلائی لکھ دے

اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَیْكَ ؕ قَالَ عَذَابِیْۤ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ

بیشک ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔ فرمایا: میں جسے چاہتا ہوں اپنا عذاب پہنچاتا ہوں اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۱۵۶

تو عنقریب میں اپنی رحمت ان کے لئے لکھ دوں گا جو پرہیز گار ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں ۝

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ

وہ جو اس رسول کی اتباع کریں جو غیب کی خبریں دینے والے ہیں، جو کسی سے پڑھے ہوئے نہیں ہیں، جسے یہ (اہلِ کتاب) اپنے پاس تورات اور

ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گڑگڑا کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو یہاں حاضر ہونے سے پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا تاکہ بنی اسرائیل ان سب کی ہلاکت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے اور انہیں مجھ پر قتل کی تہمت لگانے کا موقع نہ ملتا۔ اب جو میں اکیلا واپس جاؤں گا تو بنی اسرائیل کہیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں مروا آئے ہیں۔ اے مولیٰ! کیا تو ہمیں اس کام کی وجہ سے ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا۔ انہوں نے جو کیا یہ تو تیری ہی طرف سے آزمائش ہے، تو اس کے ذریعے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ تو ہمارا مولیٰ ہے، تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ اہم بات: شفاعتِ نبی برحق ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سب کی شفاعت فرمائی جو اُن کے کام آئی۔

آیت 156 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زلزلے کے وقت دعا کرتے ہوئے مزید عرض کی: اے اللہ! ہمارے لیے اس دنیا میں اور آخرت میں بھلائی لکھ دے بیشک ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے بعد فرمایا میری شان یہ ہے کہ میں جسے چاہتا ہوں اپنا عذاب پہنچاتا ہوں، کوئی اس میں دخل اندازی کر نہیں سکتا اور میری رحمت کی شان یہ ہے کہ میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، دنیا میں ہر بندہ میری نعمتوں سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ تو عنقریب میں اپنی رحمت آخرت میں ان کے لئے لکھ دوں گا جو پرہیز گار ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری تمام آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اہم بات: دنیا کی بھلائی سے مراد پاکیزہ روزی اور نیک اعمال ہیں اور آخرت کی بھلائی سے مراد جنت، دیدارِ الٰہی اور دنیا کی نیکیوں پر ثواب ہے۔

آیت 157 سابقہ آیت میں بتایا گیا کہ آخرت میں رحمتِ الٰہی کے حق دار وہ ہوں گے جو پرہیز گار ہیں، زکوٰۃ دیتے اور آیات الٰہیہ پر ایمان لاتے ہیں۔ یہودیوں نے یہ سن کر کہا: ہم پرہیز گار ہیں، زکوٰۃ دیتے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس آیت میں

وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ

میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور انہیں برائی سے منع کرتے ہیں اور ان کیلئے پاکیزہ چیزیں حلال فرماتے ہیں

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ

اور گندی چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں اور ان کے اوپر سے وہ بوجھ اور قیدیں اتارتے ہیں جو ان پر تھیں

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ

تو وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا تو وہی لوگ

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ؑ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ

فلاح پانے والے ہیں ○ تم فرماؤ: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے،

تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ یہ فضائلِ امتِ محمدیہ کے ساتھ خاص ہیں جو اس رسول یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی کریں جو غیب کی خبریں دینے والے ہیں، کسی سے پڑھے ہوئے نہیں ہیں جن کی نعت وصفت اور نبوت اہلِ کتاب اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں، وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور جو حلال وطیب چیزیں بنی اسرائیل پر ان کی نافرمانی کی وجہ سے حرام ہوگئی تھیں وہ چیزیں ان کے لئے حلال فرماتے ہیں اور بہت سی خبیث وگندی چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور ان کے اوپر سے وہ سخت تکلیفیں جیسے توبہ میں خود کو قتل کرنا، نیز مشقت والے احکام جو ان پر تھے جیسے بدن اور کپڑے کے جس مقام کو نجاست لگے اسے قینچی سے کاٹ ڈالنا وغیرہ اتارتے ہیں تو ان میں سے وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائیں، ان کی تعظیم اور مدد کریں اور قرآن پاک کی پیروی کریں جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اہم باتیں: (1) مفسرین کا اجماع ہے کہ اس آیت میں رسول سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم مراد ہیں۔ (2) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ "نبی" کا ترجمہ "غیب کی خبریں دینے والے" کیا ہے اور یہ نہایت صحیح ترجمہ ہے کیونکہ نبأ "خبر" کے معنی میں ہے اور نبی کی منفرد خبر بطورِ خاص غیب ہی کی خبر ہوتی ہے۔ (3) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ "اُمّی" کا ترجمہ "بے پڑھے" فرمایا۔ یہ بالکل حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد کے مطابق ہے اور یقیناً اُمّی ہونا بھی آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ایک معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی سے پڑھا نہیں اور کتاب وہ لائے جس میں اوّلین و آخرین اور غیبوں کے علوم ہیں۔ (4) حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعظیم اعتقادی، عملی، قولی، فعلی، ظاہری، باطنی ہر طرح لازم ہے بلکہ رکنِ ایمان ہے۔

{158} فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرمادیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، ایسا نہیں کہ بعض کا تو رسول ہوں اور بعض کا نہیں۔ جس خدا کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور وہی ان کے تمام امور کا مالک ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی مخلوق کو زندہ کرنے اور موت دینے پر قدرت رکھتا ہے اور جس کی ایسی شان ہو وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مخلوق کی طرف کسی رسول کو بھیج دے تو تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لاؤ جن کی صفت یہ ہے کہ وہ نبی ہیں، کسی سے پڑھے ہوئے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کی تمام باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اے لوگو! وہ تمہیں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ

اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر جو نبی ہیں، (کسی سے) پڑھے ہوئے

الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۵۸ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰى

نہیں ہیں، اللہ اور اس کی تمام باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ○ اور موسیٰ کی قوم

اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝۱۵۹ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا

ایک گروہ وہ ہے جو حق کی راہ بتاتا ہے اور اسی کے مطابق انصاف کرتا ہے○ اور ہم نے انہیں بارہ قبیلوں میں تقسیم کرکے الگ الگ جماعتیں

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی جب اُس سے اس کی قوم نے پانی مانگا کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو اس میں سے

اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ

چشمے جاری ہوگئے، ہر گروہ نے اپنے پینے کی جگہ کو پہچان لیا اور ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ

وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا

اور ان پر من و سلویٰ اتارا (اور فرمایا) ہماری دی ہوئی پاک چیزیں کھاؤ اور انہوں نے (ہماری نافرمانی کرکے) ہمارا کچھ نقصان

جس کام کا حکم دیں اسے کرو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز آجاؤ تاکہ تم ان کی پیروی کرکے ہدایت پا جاؤ۔ اہم بات: یہ
دلیل ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام مخلوق کے لئے رسول ہیں اور کُل جہاں آپ کی اُمت ہے۔ مسلم کی ایک حدیث میں
ہے کہ مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا اور مجھ پر نبوت ختم کردی گئی۔ (مسلم، حدیث: 1167)

آیت 159 فرمایا گیا کہ بنی اسرائیل کی سرکشیوں اور نافرمانیوں کے باوجود ان میں سے ایک جماعت حق پر قائم رہی، لوگوں کو حق کی
راہ بتاتی اور اسی کے مطابق انصاف کرتی ہے۔ اہم بات: حق پر قائم رہنے والوں سے مراد بنی اسرائیل کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے
اسلام قبول کرلیا جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم، کیونکہ یہ پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر اور
نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن پر ایمان لائے۔ اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

آیت 160 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو 12 قبیلوں میں تقسیم کرکے الگ الگ جماعت بنا دیا، یہ قبیلے
حضرت یعقوب علیہ السلام کے 12 بیٹوں کی اولاد سے پیدا ہوئے تھے اور انہیں ایک دوسرے سے ممتاز کردیا تاکہ یہ اہم حد ...
ان میں لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت کی نوبت نہ آئے اور میدان تیہ میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم نے پانی مانگا تو اللہ
تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مارا تو ...

ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَ اِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَ كُلُوْا مِنْهَا

اپنی ہی جانوں کا نقصان کرتے رہے ۝ اور یاد کرو جب ان سے فرمایا گیا کہ اس شہر میں سکونت اختیار کرو اور اس میں جو چاہو کھاؤ

حَيْثُ شِئْتُمْ وَ قُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ

اور کہو ہماری بخشش ہو اور (شہر کے) دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ تو ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے (اور) نیکی کرنے والوں

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا

کو عنقریب اور زیادہ عطا فرمائیں گے ۝ تو ان میں سے ظالموں نے جو بات ان سے کہی گئی تھی اسے دوسری بات سے بدل دیا تو ہم نے ان پر آسمان

عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ؑ وَ سْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ

سے عذاب بھیجا کیونکہ وہ ظلم کرتے تھے ۝ اور ان سے اس بستی کا حال پوچھو جو دریا کے

اسرائیل کے 12 قبیلوں کی تعداد کے برابر 12 چشمے جاری ہو گئے، ہر قبیلے نے اپنے پینے کی جگہ کو پہچان لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر میدانِ تیہ میں بادلوں کا سایہ کیا تاکہ وہ انہیں دھوپ کی گرمی سے بچائے اور ان پر مَن و سلویٰ اتارا اور ان سے فرمایا کہ ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزیں کھاؤ، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہ کیا لیکن اپنی ہی جانوں کا نقصان کرتے رہے۔

آیت 161 ﴾ فرمایا کہ یاد کرو جب بنی اسرائیل سے فرمایا گیا کہ اس شہر یعنی بیت المقدس میں سکونت اختیار کرو، اس کے پھلوں، کھیتوں اور سبزیوں میں سے جو چاہو کھاؤ اور یوں کہو: ہماری بخشش ہو، اور شہر کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ تو ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے اور نیکی کرنے والوں کو عنقریب اور زیادہ ثواب عطا فرمائیں گے۔

آیت 162 ﴾ ان بنی اسرائیل کو حکم تو تھا کہ "حِطَّةٌ" کہتے ہوئے دروازے میں داخل ہوں، حِطَّةٌ توبہ و استغفار کا کلمہ ہے لیکن وہ اس کے بجائے بطورِ تمسخر حِنْطَةٌ فِیْ شَعِیْرَةٍ کہتے ہوئے داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا کیونکہ وہ ظلم کرتے تھے۔ وہ عذاب طاعون کی وبا تھی جس سے ایک ساعت میں 24 ہزار اسرائیلی فوت ہو گئے۔

آیت 163 ﴾ شانِ نزول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں رہنے والے یہودیوں کو ان کے کفر پر سرزنش کرتے اور فرماتے کہ تم اپنے باپ دادا کے نقشِ قدم پر ہو، انہوں نے ہمیشہ پچھلے نبیوں کی مخالفت کی (اور تم میری مخالفت کر رہے ہو)۔ اس پر یہودی بولے: ہمارے باپ دادا اپنے رب کے فرمانبردار اور اپنے نبیوں کے اطاعت گزار تھے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ واقعی ان کے باپ دادا اپنے نبیوں کی مخالفت کرتے رہے ہیں مگر ان کا خیال تھا کہ ان واقعات کی کسی کو خبر نہیں، تب یہ آیت نازل ہوئی جس میں ان کے پول کھول دیئے گئے اور وہ لوگ حیران رہ گئے۔ آیت میں خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے کہ آپ اپنے قریب رہنے والے یہودیوں سے تنبیہ کے طور پر اس بستی والوں کا حال دریافت فرمائیں جو دریا کے کنارے پر تھی۔ مشہور قول کے مطابق وہ بستی ایلہ ہے۔ اس میں رہنے والے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے ہفتے کا دن عبادت کے لیے خاص کرنے اور اس دن تمام دنیوی مشاغل ترک کرنے کا حکم

حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا

کنارے پر تھی، جب وہ ہفتے کے بارے میں حد سے بڑھنے لگے، جب ہفتے کے دن تو مچھلیاں پانی پر تیرتی ہوئی ان کے سامنے آ

وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ ۙ لَا تَأْتِيهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ ۚ نَبْلُوهُم بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿١٦٣﴾ وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ

اور جس دن ہفتہ نہ ہوتا اس دن مچھلیاں نہ آتیں۔ اسی طرح ہم ان کی نافرمانی کی وجہ سے ان کی آزمائش کرتے تھے○ اور جب ان میں سے ایک

مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ قَالُوا مَعْذِرَةً

نے کہا: تم ان لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے؟ انہوں نے کہا: تمہارے

إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٦٤﴾ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ

حضور عذر پیش کرنے کے لئے اور شاید یہ ڈریں○ پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے برائی سے منع کرنے

عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿١٦٥﴾ فَلَمَّا عَتَوْا

کو نجات دی اور ظالموں کو ان کی نافرمانی کے سبب برے عذاب میں گرفتار کر دیا○ پھر جب انہوں نے ممانعت کے حکم

دیا نیز ان پر ہفتے کے دن شکار حرام فرما دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کا ارادہ فرمایا تو ہوا یوں کہ ہفتے کے دن دریا میں خوب مچھلیاں آتیں، جب اتوار کا دن آتا تو مچھلیاں نہ آتیں۔ شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا تم ایسا کرو کہ دریا کے کنارے بڑے بڑے حوض بنا لو اور ہفتے کے دن دریا سے ان حوضوں کی طرف نالیاں نکال لو، یوں ہفتے کو مچھلیاں حوض میں آ جائیں گی اور اتوار کے دن انہیں پکڑ لینا۔ چنانچہ ان کے ایک گروہ نے ایسا ہی کیا اور یہ کہہ کر دل کو تسلی دی کہ ہم نے ہفتے کے دن تو مچھلی پانی سے نہیں نکالی۔ ایک عرصے تک لوگ اس فعل میں مبتلا رہے۔ بستی کے ایک تہائی لوگ ایسے بھی تھے جو انہیں اس فعل سے منع کرتے تھے۔

آیت 164 ﴾ ہفتے کو مچھلی کا شکار کرنے کی وجہ سے اس بستی میں بسنے والے افراد تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے: (1) ایک تہائی خطاکار لوگ تھے جنہوں نے حکمِ الٰہی کی مخالفت کی اور ہفتے کے دن شکار کیا، اسے کھایا اور بیچا۔ (2) ایک تہائی لوگ اس سے رکے اور شکار کرنے والوں کو منع کرتے تھے۔ (3) ایک تہائی افراد خود تو باز رہتے لیکن دوسروں کو منع نہ کرتے تھے۔ اس آیت میں تیسرے گروہ کا ذکر ہے۔ ان کے جواب میں منع کرنے والے گروہ نے کہا کہ ہم انہیں اس لئے منع کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ کے حضور عذر پیش کر سکیں اور برائی سے منع کرنے میں کوتاہی کے مرتکب نہ ہوں اور شاید یہ شکار کرنے سے ڈریں۔ اہم بات یہ ہے کہ تیسرے گروہ کے لوگ مچھلی کے شکار پر بالکل راضی نہ تھے بلکہ ان سے متنفر تھے اور سمجھاتے اس لئے نہیں تھے کہ ان کے ماننے کی امید نہ تھی۔ اس سے بظاہر سمجھ آتا ہے کہ یہ لوگ بھی نجات پا گئے تھے کیونکہ جب کسی کے ماننے کی امید نہ ہو تو امر بالمعروف فرض نہیں رہتا ہاں! افضل ضرور ہوتا ہے نیز امر بالمعروف فرض کفایہ ہے لہٰذا جب ایک گروہ کر ہی رہا تھا تو ان پر بعینہٖ فرض نہ رہا۔

آیت 166،165 ﴾ ان دو آیات میں فرمایا: پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے برائی سے منع کرنے والوں کو نجات دی اور ظالموں کو ان کی نافرمانی کے سبب برے عذاب میں گرفتار کر دیا۔ پھر جب انہوں نے ممانعت کے

عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕیْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَیَبْعَثَنَّ

سرکشی کی ہم نے ان سے فرمایا: دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ○ اور جب تمہارے رب نے اعلان کر دیا کہ وہ ضرور قیامت کے دن تک ان پر

عَلَیْهِمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ یَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِیْعُ الْعِقَابِ ۚۖ وَ اِنَّهٗ

ایسوں کو بھیجتا رہے گا جو انہیں برا عذاب دیتے رہیں گے بیشک تمہارا رب ضرور جلد عذاب دینے والا ہے اور بیشک وہ

لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَ قَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ٘

بخشنے والا مہربان ہے○ اور ہم نے انہیں زمین میں مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا، ان میں کچھ صالحین ہیں اور کچھ اس کے علاوہ ہیں

وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ

اور ہم نے انہیں خوشحالیوں اور بدحالیوں سے آزمایا تاکہ وہ لوٹ آئیں○ پھر ان کے بعد ایسے برے جانشین آئے جو

کی اور ہفتے کے دن مچھلی کا شکار کرنے اور کھانے کو حلال جانا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ اور بالآخر وہ سب ہلاک ہو گئے اور منع کرنے والے سلامت رہے۔ اہم باتیں: (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اُمّی ہونے اور پچھلی کتابیں پڑھی ہوئی نہ ہونے کے باوجود ان واقعات کی خبر دینا معجزہ ہے۔ (2) حکم شرعی کو باطل کرنے کے لئے حیلہ کرنا حرام ہے جیسا کہ یہاں مذکور ہوا البتہ حکم شرعی کو کسی دوسرے شرعی طریقے سے حاصل کرنے کے لئے حیلہ کرنا جائز ہے۔

آیت 167 یہودیوں کی سرکشی، گناہ پر دلیری اور مسخ کر کے بندر بنا دیئے جانے کا ذکر کر کے اب بتایا جا رہا ہے کہ ان کے لئے قیامت تک ذلت و غلامی مقدر کر دی گئی ہے۔ فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ کے رب نے یہودیوں کے آباواجداد کو ان کے انبیا علیہم السلام کی زبان سے یہ خبر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک یہودیوں پر ایسے افراد مسلط کرتا رہے گا جو انہیں ذلت اور غلامی کا مزہ چکھاتے رہیں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر بخت نصر، سنجاریب اور رومی عیسائی بادشاہوں کو مسلط فرمایا جو اپنے اپنے زمانوں میں یہودیوں کو سخت ایذائیں پہنچاتے رہے۔ کوئی سلطنت انہیں اپنے ملک میں رکھنے پر آمادہ نہیں ہوتی، موجودہ دور میں بھی کسی سلطنت نے اجتماعی طور پر انہیں اپنے ملک میں نہ رکھا بلکہ فلسطین میں آباد کیا۔ آیت میں مزید فرمایا گیا کہ بیشک تمہارا رب کافروں کو ضرور جلد عذاب دینے والا ہے اور بیشک وہ مؤمنین کو بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت 168 فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے یہودیوں کی جمعیت کو منتشر کر دیا، موجودہ یہودیوں میں کچھ نیک بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائے اور دین پر ثابت رہے، ان کے علاوہ کچھ ایسے ہیں جنہوں نے کفر و سرکشی کی اور دین کو بدل ڈالا اور ہم نے انہیں خوشحالیوں اور بدحالیوں سے آزمایا تاکہ وہ نافرمانیوں سے لوٹ آئیں۔

آیت 169 یہاں بنی اسرائیل کے ناخلف جانشینوں کے چند عیب بیان ہو رہے ہیں، وہ رشوت لے کر تورات کے احکام بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری مغفرت کر دی جائے گی، اس پر ہماری پکڑ نہ ہوگی حالانکہ اگر ویسا ہی مال ان کے پاس مزید آجائے تو اسے بھی لے لیں گے۔ کیا تورات میں ان رشوت خوروں سے یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں حق بات کے سوا کچھ نہ کہیں گے

وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَ اِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ

کتاب کے وارث ہوئے وہ اس دنیا کا مال لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری مغفرت کردی جائے گی حالانکہ اگر ویسا ہی مال ان کے پاس مزید آجائے تو

مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ

اسے (بھی) لے لیں گے۔ کیا کتاب میں ان سے یہ عہد نہیں لیا گیا تھا؟ کہ اللہ کے بارے میں حق بات کے سوا کچھ نہ کہیں گے

وَ دَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَ الَّذِيْنَ

اور وہ پڑھ چکے ہیں جو اس کتاب میں ہے اور بیشک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لئے بہتر ہے، تو کیا تمہیں عقل نہیں؟ ○ اور وہ جو

يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَ اِذْ نَتَقْنَا

کتاب کو مضبوطی سے تھامتے ہیں اور انہوں نے نماز قائم رکھی، بیشک ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے ○ اور یاد کرو جب ہم نے پہاڑ

الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا

کے اوپر بلند کردیا گویا وہ سائبان ہے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ ان پر گرنے ہی والا ہے (اور ہم نے کہا) جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی سے تھام لو اور

اور وہ پڑھ چکے ہیں جو اس کتاب میں ہے اور بیشک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لئے بہتر ہے، تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ اسے دنیا کے مقابلے میں ترجیح دو!! درس: یہودیوں کی سرکشی کی بنیاد ان کا اس زعم میں مبتلا ہونا تھا کہ ہم انبیا علیہم السلام کی اولاد اور اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں لہٰذا ان گناہوں پر ہم سے کچھ مواخذہ نہ ہوگا۔ فی زمانہ بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو اپنی بد اعمالیوں کے باوجود خود کو آخرت کے اجر و ثواب کا حق دار سمجھتے ہیں۔ اولیا و صالحین سے نسبت کی وجہ سے بشرطِ ایمان قیامت میں شفاعت کی امید برحق ہے لیکن اس وجہ سے اپنی بخشش کا یقین کرلینا اور اعمالِ صالحہ سے خود کو بے نیاز سمجھنا سراسر باطل و مردود ہے۔

آیت 170 یہ آیت اہلِ کتاب میں سے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ ایسے اصحاب کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے پہلی کتاب کی اتباع کی اور اس میں کوئی تحریف نہ کی جس کی بدولت اُنہیں قرآنِ پاک پر ایمان نصیب ہوا، فرمایا گیا کہ وہ جو کتاب کو مضبوطی سے تھامتے ہیں یعنی اس کے تمام احکام مانتے، اس کے مطابق عمل کرتے اس میں کسی طرح کی تبدیلی روا نہیں رکھتے ہیں نیز انہوں نے نماز قائم رکھی ہے بیشک ہم ان اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ اہم بات: کتاب کو مضبوطی سے تھامنے میں نماز بھی داخل ہے لیکن اسے جداگانہ ذکر کرنے سے مقصود اس کی عظمت کا اظہار ہے۔

آیت 171 فرمایا کہ اے حبیب! یاد کرو کہ جب ہم نے پہاڑ کو زمین سے اکھاڑ کر بنی اسرائیل کے اوپر سائبان کی طرح بلند کردیا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ ان پر گرنے ہی والا ہے اور ہم نے ان سے کہا کہ جو تورات ہم نے تمہیں دی ہے اسے مضبوطی سے تھام لو اور جو کچھ احکام اس میں ہیں ان پر عمل کرو تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ اہم باتیں: (1) بنی اسرائیل نے تکالیف شاقہ کے باعث تورات کے احکام قبول کرنے سے انکار کردیا تھا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک پہاڑ اُٹھا کر سائبان کی طرح ان کے سروں

مَا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ

جو کچھ اس میں ہے اسے یاد کرو تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ ○ اور اے محبوب! یاد کرو جب تمہارے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی

وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا

اور انہیں خود ان پر گواہ بنایا (اور فرمایا) کیا میں تمہارا رب نہیں ؟ سب نے کہا: کیوں نہیں، ہم نے گواہی دی۔ (یہ اس لئے ہوا) تاکہ تم

یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۷۲﴾ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ

قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی ○ یا یہ کہنے لگو کہ شرک تو پہلے ہمارے باپ دادا نے کیا

وَ كُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ

اور ہم ان کے بعد (ان کی) اولاد ہوئے تو کیا تو ہمیں اس پر ہلاک فرمائے گا جو اہلِ باطل نے کیا ○ اور ہم اسی طرح تفصیل سے آیات بیان کرتے

کے قریب کر دیا اور ان سے کہا گیا کہ تورات کے احکام قبول کرو ورنہ یہ تم پر گرا دیا جائے گا۔ پہاڑ کو سروں پر دیکھ کر سب کے سب سجدے میں گر گئے۔ (2) قرآن کا 23 سال کے عرصے میں آہستہ آہستہ اترنا بھی اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے کہ اس طرح مسلمانوں کو تمام احکام پر عمل آسان ہو گیا۔

آیت 172، 173 عالمِ ارواح میں اللہ تعالیٰ نے تمام اولادِ آدم سے اپنی ربوبیت کا اقرار کروایا، ان دو آیات میں اسی کا بیان ہے اور یہ اقرار اس لئے تھا کہ اے لوگو! تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ اے اللہ! ہم جو شرک و کفر میں مبتلا رہے اس میں ہمارا قصور نہیں کیونکہ ہمیں خبر ہی نہ تھی کہ تو ہی ہمارا رب ہے، تیرے سوا کوئی رب نہیں اور اے ربِّ کریم! تو بے خبر کو نہیں پکڑتا لہٰذا ہمیں عذاب نہ دے اور یہ بھی نہ کہہ سکو کہ کفر و شرک تو پہلے ہمارے باپ دادا نے کیا اور ہم ان کے بعد ان کی اولاد ہوئے تو ہم نے ان کی پیروی کی، ہم ان کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہوئے لہٰذا ہم بے قصور ہیں۔ تو کیا تو ہمیں اس پر عذاب دے گا جو ہمارے باپ دادا میں سے اہلِ باطل نے کیا۔ انہیں یہ بات کہنے کا حق اس لئے نہ ہو گا کہ جب اُن سے عہد میثاق لے لیا گیا اور یہ بات ان کے دلوں کی تہہ میں رکھ دی گئی اور اس عہد کی یاد دہانی کے لئے اُن کے پاس رسول آئے اور انہوں نے اس عہد کو یاد دلایا، کتابیں اتریں اور ان کے سامنے حق بیان کر دیا گیا تو اب یہ عذر پیش کرنے کا ان کے پاس موقع نہ رہا۔ یَوْمُ اَلَسْتُ اسی ترتیب سے اللہ تعالیٰ نے ذریت نکالی جس ترتیب سے دنیا میں انہوں نے ایک دوسرے سے پیدا ہونا تھا یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد اور اولاد کی پشت سے ان کی اولاد، اسی طرح قیامت تک پیدا ہونے والے لوگ۔

آیت 174 فرمایا کہ اے حبیب! جس طرح ہم نے آپ کی قوم کے سامنے اس سورت کی آیات تفصیل سے بیان کیں ہم ان کے علاوہ آیات بھی اسی طرح تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ بندے تدبُّر و تفکر کر کے حق و ایمان قبول کریں اور اس لئے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں تاکہ وہ شرک و کفر سے توحید و ایمان کی طرف رجوع کر لیں، صاحبِ معجزات نبی کے بتانے سے اپنے عہد میثاق کو یاد کریں اور اس کے مطابق عمل کریں۔

وَ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ

اور اس لیے کہ وہ رجوع کرلیں۔ اور اے محبوب! انہیں اس آدمی کا حال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیات عطا فرمائیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا تو

الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ

شیطان اس کے پیچھے لگ گیا تو وہ آدمی گمراہوں میں سے ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے بلند مرتبہ کردیتے مگر وہ تو دنیا کی طرف مائل

وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ یَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ

ہو گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہو گیا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر سختی کرے تو زبان نکالے اور تو اسے چھوڑ دے تو (بھی) زبان نکالے۔ یہ

آیت 175 فرمایا کہ اے حبیب! آپ یہودیوں کو اس آدمی کا حال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیات عطا فرمائیں تو وہ اپنے کفر کی وجہ سے ان سے صاف نکل گیا جیسے سانپ اپنی کھال سے نکلتا ہے پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور اس کا ہم نشین ہو گیا تو وہ آدمی گمراہوں میں سے ہو گیا۔ وہ آدمی بلعم بن باعورا یا امیہ بن ابو صلت یا ابو عامر بن صیفی ہے۔ اہم بات: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جبارین سے جنگ کے ارادے سے سرزمینِ شام تشریف لائے تو بلعم بن باعوراء کی قوم اس کے پاس آئی اور اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف دعا کرنے کا کہا۔ اس نے پہلے تو انکار کیا لیکن قوم کے مسلسل اصرار پر اور ان سے ہدیے قبول کرکے تیار ہو گیا۔ پھر وہ بد دعا کرنے کے لئے اپنی قوم کے ساتھ ایک پہاڑ پر چڑھا۔ اب جو بد دعا کرتا اللہ تعالیٰ اس کی زبان کو اس کی قوم کی طرف پھیر دیتا اور اپنی قوم کے لئے جو دعائے خیر کرتا تو بنی اسرائیل کا نام اس کی زبان پر آتا۔ یہ دیکھ کر قوم نے کہا: اے بلعم! یہ کیا کر رہا ہے؟ کہا: یہ میرے اختیار کی بات نہیں، میری زبان میرے قبضہ میں نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت مجھ پر غالب آگئی ہے۔ اتنا کہنے کے بعد اس کی زبان نکل کر سینے پر لٹک گئی۔ پھر اس نے قوم سے کہا: میری تو دنیا و آخرت دونوں برباد ہو گئیں۔

آیت 176 اس آیت میں بلعم بن باعوراء کا حال بیان ہوا یہ شخص گزشتہ کتابوں کا عالم تھا، اس کے باوجود جب نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا اور دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اس نے دنیا اور اس کی لذتوں کو آخرت اور اس کی نعمتوں پر ترجیح دینے میں اپنی خواہش کی پیروی کی تو انجام کار جو کچھ اسے عطا ہوا اس سے چھین لیا گیا اور اس کا ایمان برباد ہو گیا، یہ ان لوگوں کا حال ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو اے حبیب! تم یہ واقعات اپنی قوم کو بیان کرو تا کہ وہ اس میں غور و فکر کریں اور ایمان لائیں۔ اہم باتیں: (1) نبی کا گستاخ عالم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتے کی طرح ہے، کیونکہ بلعم اللہ تعالیٰ کا منکر نہ تھا، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مخالف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسے کتے کی بدترین حالت سے تشبیہ دی۔ (2) ذلیل ترکتا وہ ہے جو تھکاوٹ، شدت کی گرمی اور پیاس ہونے یا نہ ہونے کے باوجود ہر وقت زبان نکال کر ہانپتا رہتا ہو۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ علم دین کی عزت و کرامت سے سرفراز فرمائے پھر بھی وہ کسی حاجت کے بغیر محض قلبی خساست کے باعث دنیا کے مال و منصب کے حصول میں حلال و حرام کی پرواہ نہ کرے تو وہ ہانپنے والے کتے کی طرح ہے۔ درس: بلعم بن باعورا گزشتہ آسمانی کتابوں کا عالم تھا، اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے عرش کو دیکھ لیتا، اتنا بڑا مرتبہ پانے کے باوجود جب اس نے نفسانی خواہش کی پیروی کی، دنیا کے مال کی طرف راغب ہوا، آخرت اور اس کی نعمتوں کو پس پشت ڈال دیا تو جو کچھ اسے عطا ہوا تھا سب چھین لیا گیا، اس کا ایمان برباد ہو گیا۔

مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ(۱۷۶)

ان لوگوں کا حال ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو تم یہ واقعات بیان کرو تا کہ وہ غور و فکر کریں۔

سَآءَ مَثَلَا ِ الْقَوْمُ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ كَانُوْا یَظْلِمُوْنَ(۱۷۷) مَنْ یَّهْدِ

کتنی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ اپنی جانوں پر ہی ظلم کیا کرتے تھے۔ جسے اللہ ہدایت دے

اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ(۱۷۸) وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ

تو وہی ہدایت یافتہ ہوتا ہے اور جنہیں اللہ گمراہ کر دے تو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اور بیشک ہم نے جہنم کے لیے بہت سے

كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا٘ وَ لَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا٘

جن اور انسان پیدا کئے ہیں ان کے ایسے دل ہیں جن کے ذریعے وہ سمجھتے نہیں اور ان کی ایسی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھتے نہیں اور ان کے ایسے

وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَاؕ اُولٰٓىٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ(۱۷۹)

کان ہیں جن کے ذریعے وہ سنتے نہیں، یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے، یہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

آیت 177 فرمایا کہ کتنی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ہماری آیات کو جھٹلا کر اپنی جانوں پر ہی ظلم کیا کرتے تھے۔

آیت 178 ارشاد فرمایا: جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے تو وہی ہدایت یافتہ ہوتا ہے اور جنہیں اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو وہی آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔ **اہم بات:** ہدایت و گمراہی دونوں کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جبکہ ان میں سے کسی کو اختیار کرنا بندے کی طرف سے ہے۔ بندہ اگر ہدایت اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں ہدایت پیدا فرما دیتا ہے اور گمراہی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں گمراہی پیدا فرما دیتا ہے۔

آیت 179 فرمایا کہ بیشک ہم نے جہنم کے لئے بہت سے جنات اور انسان پیدا کئے ہیں یعنی ان کا انجام جہنم میں داخلہ ہوگا اور یہ جہنم کا ایندھن اس لئے بنے کہ ان کے ایسے دل ہیں جن کے ذریعے وہ حق سے اعراض کر کے آیاتِ الٰہیہ میں تدبر کرنے سے محروم ہو گئے اور ان کی ایسی آنکھیں ہیں کہ جن کے ساتھ وہ حق و ہدایت کا راستہ، اللہ تعالیٰ کی روشن نشانیاں اور توحید کے دلائل نہیں دیکھتے اور ان کے ایسے کان ہیں جن کے ذریعے وہ قرآنی آیات اور اس کی نصیحتیں قبول کرنے کے لئے نہیں سنتے لہٰذا یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں کیونکہ جانوروں میں اللہ تعالیٰ کی آیات سمجھنے، دیکھنے اور سننے کی قوت ہی نہیں اگر وہ نہ سمجھیں تو معذور ہیں لیکن کفار کے اعضا میں یہ قوت ہے پھر بھی وہ اس سے کام نہیں لیتے نیز جانور بھی اپنے مالک کے کہنے پر چلتے ہیں جبکہ کافر اپنے مالک حقیقی خداوند قدوس کے احکام کی مخالفت کرتے ہیں، یہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ **اہم بات:** امام عبد اللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آدمی روحانی، شہوانی، سماوی، ارضی ہے، جب اس کی روح شہوت پر غالب ہو جاتی ہے تو ملائکہ سے فائق ہو جاتا ہے اور جب شہوت روح پر غلبہ پا جاتی ہیں تو زمین کے جانوروں سے بدتر ہو جاتا ہے۔

وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَ ذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اَسْمَآىٕهٖ ؕ سَیُجْزَوْنَ

اور بہت اچھے نام اللہ ہی کے ہیں تو اسے ان ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے دور ہوتے ہیں، عنقریب انہیں ان کے

مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ مِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ الَّذِیْنَ

اعمال کا بدلہ دیا جائے گا○ اور ہماری مخلوق میں سے ایک ایسا گروہ ہے جو حق کی ہدایت دیتا ہے اور اسی کے مطابق عدل کرتے ہیں○ اور جنہوں نے

كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ ۚ وَ اُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَیْدِیْ

ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو عنقریب ہم انہیں آہستہ آہستہ (عذاب کی طرف) لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہوگی○ اور میں انہیں ڈھیل دوں گا،

آیت 180 شانِ نزول: ابو جہل نے کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) اور ان کے اصحاب کا ایک پروردگار کی عبادت کرنے کا دعویٰ ہے پھر وہ اللہ اور رحمٰن دو کو کیوں پکارتے ہیں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ معبود تو ایک ہی ہے، نام اس کے بہت ہیں، ارشاد فرمایا: اور بہت اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں تو اسے ان ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے دور ہوتے ہیں، عنقریب آخرت میں انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اہم بات: اسماءِ الٰہیہ میں حق سے دور ہونے کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً اس کے ناموں کو کچھ بگاڑ کر غیروں پر اطلاق کرنا جیسے مشرکین نے اِلٰہ کا "لات"، عزیز کا "عُزّٰی" اور منّان کا "منات" کر کے اپنے بتوں کے نام رکھے تھے، اللہ تعالیٰ کے لئے ایسا نام مقرر کرنا جو قرآن وحدیث میں نہ آیا ہو یا نام میں حسنِ ادب کی رعایت نہ کرنا یا اللہ تعالیٰ کے لئے فاسد معنی والا نام مقرر کرنا جیسے لفظ رام یا غیرُ اللہ پر اللہ تعالیٰ کے ان ناموں کا اِطلاق کرنا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں جیسے کسی کا نام رحمٰن، قدوس، خالق، قدیر رکھنا یا کہہ کر پکارنا، یہ حرام بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہے، اس سے بچنا لازم ہے۔

آیت 181 فرمایا: ہماری مخلوق میں سے ایک ایسا گروہ ہے جو حق کی ہدایت دیتا ہے اور اسی کے مطابق عدل کرتا ہے۔ اہم باتیں: (1) یہ گروہ اہلِ حق علما اور ہادیانِ دین کا ہے۔ (2) آیت سے ثابت ہوا کہ ہر زمانہ کے اہلِ حق کا اجماع حجت ہے اور کوئی زمانہ حق پرستوں اور ہادیانِ دین سے خالی نہ ہو گا۔

آیت 182 فرمایا کہ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم انہیں اس طرح ہلاکت وعذاب کے قریب کر دیں گے کہ انہیں پتا بھی نہ چل سکے گا کیونکہ یہ لوگ جب کوئی جرم یا گناہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر دنیوی نعمت کے دروازے کھول دیتا ہے اسے دیکھ کر یہ بہت خوش ہوتے ہیں اور سرکشی وگمراہی کا بازار مزید گرم کر دیتے ہیں پھر اچانک عین غفلت کی حالت میں اللہ تعالیٰ انہیں اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ درس: اس آیت میں ان مسلمانوں کے لئے بڑی عبرت ہے جو دن رات گناہوں میں مصروف رہنے کے باوجود عیش و فراوانی کی زندگی گزار رہے ہیں اور آئے دن ان نعمتوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، انہیں ڈر جانا چاہئے کہ کہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے ڈھیل نہ ہو۔

آیت 183 فرمایا: اور میں انہیں ڈھیل دوں گا یعنی ان کی عمر لمبی کروں گا تاکہ یہ کفر اور گناہوں میں بڑھتے جائیں اور گناہوں کی وجہ سے ان پر جلدی عذاب نازل نہیں کروں گا تاکہ ان کی توبہ کی کوئی صورت نہ رہے، بیشک میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط اور میری گرفت سخت ہے۔ درس: کفر اور گناہوں کے باوجود لمبی عمر ملنا، فوری عذاب نہ ہونا اور مصائب و آلام نہ آنا ایسی چیز نہیں کہ جسے اپنے

مَتِيْنٌ ﴿١٨٣﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ٚ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٨٤﴾ اَوَلَمْ

بیشک میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے○ کیا وہ غور و فکر نہیں کرتے کہ ان کے صاحب کے ساتھ جنون کا کوئی تعلق نہیں، وہ تو صاف ڈر سنانے والے ہیں○

يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ

کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور جو جو چیز اللہ نے پیدا کی ہے اس میں غور نہیں کیا؟ اور اس بات میں کہ شاید ان کی

قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٨٥﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ

مدت نزدیک آگئی ہو تو اس (قرآن) کے بعد اور کونسی بات پر ایمان لائیں گے؟○ جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں

حق میں بہتر سمجھا جائے بلکہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں یہی مہلت گناہوں میں اضافے اور بربادی کا سبب بن جاتی ہے۔

آیت 184 کفارِ مکہ میں بعض جاہل قسم کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف جنون کی نسبت کرتے تھے، اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے افعال کفار کے افعال سے جدا تھے کیونکہ آپ دنیا اور اس کی لذتوں سے منہ پھیر کر آخرت کی طرف متوجہ تھے، اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور اس کا خوف دلانے میں شب و روز مشغول تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ وحی نازل ہوتے وقت آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر عجیب حالت طاری ہوتی، چہرہ متغیر ہو جاتا، اور یوں محسوس ہوتا جیسے غشی طاری ہو۔ یہ دیکھ کر جاہل لوگ آپ کی طرف جنون کی نسبت کرتے۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور ان کفار کو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معمولات میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی، فرمایا گیا کہ کیا وہ غور و فکر نہیں کرتے کہ ان کے صاحب یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ جنون کا کوئی تعلق نہیں، یہ تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں، ان کے اخلاق بہت عمدہ اور معاشرت بڑی پاکیزہ ہے، ہمیشہ اچھے کام کرتے ہیں اور تمام عقل مندوں کے مقتدا و پیشوا ہیں اور یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ جو انسان عمدہ اور پاکیزہ شخصیت کا حامل ہو اسے مجنون قرار دینا کسی طرح درست نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صاف ڈر سنانے والے ہیں۔

آیت 185 ارشاد فرمایا: کیا ان کفار نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور جو جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اس میں غور نہیں کیا تاکہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر استدلال کرتے کیونکہ ان سب میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حکمت و قدرت کے کمال کی بے شمار دلیلیں موجود ہیں اور کیا انہوں نے اس بات میں غور نہیں کیا کہ شاید ان کی موت کی مدت نزدیک آگئی ہو اور وہ حالتِ کفر میں مرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے جہنمی ہو جائیں؟ ایسے حال میں عقل مند پر لازم ہے کہ وہ سوچے، سمجھے اور دلائل پر نظر کرے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رسالت اور قرآنِ عظیم کے کتابِ الٰہی ہونے پر ایمان لائے کیونکہ قرآنِ پاک کے بعد کوئی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں جس کا انتظار ہو، اگر ان پر ایمان نہ لایا تو پھر کس پر ایمان لائیں گے؟

آیت 186 فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں یعنی جب کفریہ عقائد پر جمے رہنے کی وجہ سے کفار کے دلوں میں گمراہی راسخ ہو گئی اور انہوں نے اپنے اختیار سے اس چیز کو ضائع کر دیا جو انہیں ہدایت اور ایمان کی دعوت دیتی تو ان کے دل و دماغ سے دعوتِ حق قبول کرنے کی استعداد جاتی رہی اور وہ اس طرح ہو گئے گویا اللہ تعالیٰ نے انہیں گمراہی پر پیدا کیا ہے۔ آیت میں مزید فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں چھوڑتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ کا کسی بندے کو اس کے کفر و سرکشی کے باوجود چھوڑے رکھنا اور اس کی گرفت نہ کرنا عذاب ہے اس کے برعکس معمولی بات پر گرفت ہو جانا رحمتِ الٰہی ہے۔

وَیَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَاؕ قُلْ اِنَّمَا

اور وہ انہیں چھوڑتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں○ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کے قائم ہونے کا وقت کب ہے؟ تم فرماؤ

عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْۚ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ لَا تَاْتِیْكُمْ

اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے، اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری پڑ رہی ہے، تم پر وہ اچانک

اِلَّا بَغْتَةًؕ یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَاؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

ہی آجائے گی۔ آپ سے ایسا پوچھتے ہیں گویا آپ اس کی خوب تحقیق کر چکے ہیں، تم فرماؤ: اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، لیکن اکثر لوگ

لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُؕ وَ لَوْ كُنْتُ

جانتے نہیں○ تم فرماؤ، میں اپنی جان کے نفع اور نقصان کا خود مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان

آیت 187 ﴾ شانِ نزول: یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: اگر آپ نبی ہیں تو ہمیں بتائیے کہ قیامت کب قائم ہوگی کیونکہ ہمیں اس کا وقت معلوم ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے حبیب! آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کے قائم ہونے کا وقت کب ہے؟ تم ان سے فرماؤ: اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے، اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا، تم پر وہ اچانک ہی آجائے گی جبکہ تم اس سے غافل ہوگے۔ یہ آپ سے ایسا پوچھتے ہیں گویا آپ اس کی خوب تحقیق کر چکے ہیں، تم فرماؤ: اس کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ یہ بات جانتے نہیں۔ اہم باتیں: (1) قیامت کے مُعَیَّن وقت کی خبر دینا رسول کی ذمہ داری نہیں کیونکہ یہ علمِ شریعت نہیں جس کی اشاعت کی جائے بلکہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ہے جس کا چھپا ضروری ہے اگر اس کو ہر طرح سے ظاہر کر دیا جائے تو پھر قیامت کا اچانک آنا باقی نہ رہے گا، عوام سے قیامت کا علم مخفی رکھنے کی وجہ سے متعلق علما فرماتے ہیں: تاکہ لوگ قیامت سے ڈرتے رہیں کیونکہ جب انہیں معلوم نہ ہو گا کہ قیامت کس وقت آئے گی تو وہ اس سے بہت زیادہ ڈریں گے، ہر وقت گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کوشاں رہیں گے (2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قیامت کا علم عطا کیا گیا ہے اور آپ نے بڑی تفصیل کے ساتھ قیامت سے پہلے اور اس کے قریب ترین اوقات کے بارے میں بتایا ہے حتی کہ قیامت کا دن، تاریخ، مہینا اور وہ گھڑی بھی بتادی جس میں قیامت واقع ہوگی البتہ سال نہیں بتایا کیونکہ اگر سن بھی بتادیتے تو قیامت کے اچانک آنے کا جو ذکر قرآنِ پاک میں ہے وہ ثابت نہ ہوتا۔

آیت 188 ﴾ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کمال درجے کی عاجزی نیز عقیدۂ توحید اور عظمتِ الٰہی کے اظہار کا حکم فرمایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس جو قدرت و اختیار اور علم ہے، سب اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اولین و آخرین سے افضل ہونا، دنیا و آخرت کے اُمور میں تصرُّف فرمانا، صحابہ رضی اللہ عنہم کو شفا عطا فرمانا بلکہ جنت عطا فرمانا، وغیرہا جتنی چیزیں ہیں سب اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے ہیں، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے حبیب! تم فرماؤ: میں اپنی جان کے نفع اور نقصان کا خود مالک نہیں مگر جس چیز کا اللہ تعالیٰ چاہے مجھے مالک بنادے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو میں بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی۔ میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف

اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚۛ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚۛ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ

جا کرتا تو میں بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی۔ میں تو ایمان والوں کو صرف ڈر اور خوشخبری

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا

سنانے والا ہوں○ وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کی بیوی بنائی

لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ

تاکہ اس سے سکون حاصل کرے پھر جب مرد اس عورت پر چھایا تو اسے ایک ہلکے سے بوجھ کا حمل ہو گیا تو وہ اسی کو لے کر چلتی رہی پھر جب حمل کا وزن بڑھ گیا

رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ

تو دونوں اپنے رب سے دعا کرنے لگے: اگر تو ہمیں صحیح سالم بچہ عطا فرمادے تو ہم یقیناً شکر گزار ہوں گے○ پھر جب اس نے انہیں صحیح سالم بچہ عطا فرمادیا تو

ے رسول ہوں، ایمان والوں کو صرف ڈر اور خوش خبری سنانے والا ہوں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بھلائی جمع کرنا اور برائی نہ پہنچنا اسی کے اختیار میں ہو سکتا ہے جو ذاتی قدرت رکھے اور ذاتی قدرت وہی رکھے گا جس کا علم بھی ذاتی ہو کیونکہ جس کی ایک صفت ذاتی ہے اس کے تمام صفات ذاتی، تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھے غیب کا علم ذاتی ہوتا تو قدرت بھی ذاتی ہوتی اور میں بھلائی جمع کر لیتا اور برائی نہ پہنچنے دیتا۔ بھلائی سے مراد راحتیں اور کامیابیاں اور دشمنوں پر غلبہ ہے اور برائیوں سے تنگی و تکلیف اور دشمنوں کا غالب آنا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بھلائی سے مراد سرکشوں کا مطیع اور کافروں کا مومن کر لینا ہو اور برائی سے بدبخت لوگوں کا باوجود دعوت کے محروم رہ جانا تو حاصل کلام یہ ہو گا کہ اگر میں نفع و ضرر کا ذاتی اختیار رکھتا تو اے منافقین و کافرین! تم سب کو مومن کر ڈالتا۔ **اہم بات:** قرآن و حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خدا تعالیٰ کے بتانے سے غیب معلوم ہونا قطعاً ثابت ہے۔ آیت میں علم غیب کی نفی کی توجیہات یہ ہیں: (1) یہاں عطائی کی نہیں بلکہ ذاتی علم کی نفی ہے۔ (2) یہ کلام ادب و تواضع کے طور پر ہے۔ (3) حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے غیب پر مطلع ہونے سے پہلے یہ کلام فرمایا پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم غیب کی اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کی خبر دی۔

آیت 189، 190 ﴾ ان دو آیات کی مختلف تفسیریں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے دو یہ ہیں: (1) مشرکین کہتے تھے کہ معاذ اللہ حضرت آدم علیہ السلام بتوں کی عبادت کرتے تھے نیز بھلائی طلب کرنے اور برائی دور ہونے کے سلسلے میں انہیں کی طرف رجوع کرتے تھے، ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان فرمایا کہ انہوں نے تو اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کی تھی: اے اللہ! اگر تو ہمیں صحیح سالم اور تندرست بچہ عطا فرمائے گا تو ہم ضرور تیری اس نعمت کا شکر ادا کریں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحیح سالم بچہ عطا کر دیا تو کیا ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا میں اس کا شریک ٹھہرایا؟ اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کے شرک اور حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب ان کی بات سے بری ہے۔ (2) یہ واقعہ بطورِ مثال بیان ہوا ہے اور اس میں مشرکوں کی جہالت و شرک کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس صورت میں آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تم میں سے ہر ایک کو ایک جان یعنی ماں اور باپ سے پیدا کیا اور یہ دونوں انسان ہونے میں یکساں ہیں پھر جب شوہر اور بیوی میں ملاپ ہوا اور حمل ظاہر ہوا تو ان دونوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ اگر تو

شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا

انہوں نے اس کی عطا میں شریک ٹھہرادیئے تو اللہ ان کے شرک سے بلند وبالا ہے۔ کیا وہ اسے (اللہ کا) شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتا

وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ

اور خود انہیں بنایا جاتا ہے۔ اور نہ وہ ان کی کوئی مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اپنی جانوں کی مدد کرسکتے ہیں۔ اور اگر تم انہیں ہدایت کے

اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

کے لئے بلاؤ تو تمہارے پیچھے نہیں آئیں گے۔ تم پر برابر ہے کہ تم انہیں پکارو یا تم خاموش رہو۔ بیشک وہ جنہیں

ہمیں صحیح اور تندرست بچہ عطا کرے گا تو ہم ضرور تیری نعمتوں کا شکر ادا کرنے والوں میں سے ہوں گے پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں ویسا ہی بچہ عنایت فرمایا تو ان کا حال یہ ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا میں اس کے شریک ٹھہرانے لگ گئے کیونکہ کبھی تو وہ اس بچے کو فطرت کے تقاضے کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسے دہریوں کا حال ہے، کبھی ستاروں کی طرف نسبت کرتے ہیں جیسے ستارہ پرستوں کا طریقہ ہے اور کبھی بتوں کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسے بت پرستوں کا دستور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ان کے اس شرک سے برتر ہے۔

آیت 191 یہاں سے بتوں کے معبود ہونے کی نفی پر دلیلیں قائم کی جارہی ہیں، اس آیت میں فرمایا گیا کہ کیا مشرکین اسے اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا کرنے کی اصلاً قدرت نہیں رکھتا بلکہ وہ خود اپنے بنائے جانے میں کسی کا محتاج ہے حالانکہ معبود تو وہ ہوسکتا ہے جس نے اپنے عبادت گزار کو پیدا کیا ہو۔

آیت 192 مشرکین کی جہالت اور بتوں کی بے بسی کا مزید بیان ہورہا ہے کہ مشرکین جن بتوں کو پوجتے ہیں ان کی بے بسی اس درجے کی ہے کہ وہ کسی کی مدد نہیں کرسکتے، اور خود انہیں ضرر پہنچے تو وہ اسے بھی دور نہیں کرسکتے الغرض جو چاہے کرے وہ بت اس سے اپنی حفاظت نہیں کرسکتے لہٰذا ایسے مجبور وبے اختیار کو پوجنا انتہا درجے کا جہل ہے۔

آیت 193 فرمایا کہ اے مشرکو! اگر تم ان بتوں کو بلاؤ تاکہ وہ تمہاری اس چیز کی طرف رہنمائی کریں جس سے تم اپنے مقاصد حاصل کرلو تو یہ تمہاری مراد کی طرف نہیں آئیں گے۔ تم ان بتوں کو پکارو یا خاموش رہو دونوں صورتیں برابر ہیں کیونکہ نہ تو انہیں پکارنے کی صورت میں تمہیں کوئی فائدہ ہوگا اور نہ خاموش رہنے کی صورت میں۔

آیت 194 ارشاد فرمایا: اے کافرو! صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے بجائے جن بتوں کی تم عبادت کرتے اور انہیں اپنا معبود کہتے ہو یہ بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کے مملوک اور مخلوق ہیں جس طرح تم ہو لہٰذا کسی طرح پوجے جانے کے قابل نہیں، اس کے باوجود اگر تم انہیں اپنا معبود کہتے ہو تو تم نفع پہنچانے اور نقصان دور کرنے کے سلسلے میں انہیں پکارو پھر اگر تم اپنے گمان کے مطابق سچے ہو کہ یہ اس چیز کی قدرت رکھتے ہیں جس سے تم عاجز ہو تو ان بتوں کو چاہیے کہ وہ تمہیں جواب دیں۔ اہم بات: آیت میں لفظ تَدْعُوْنَ کا معنی ہے: تَعْبُدُوْنَ یعنی جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ درس: اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کی بھی عبادت شرک ہے۔ اسی طرح مخلوق میں سے کسی کو معبود مان کر پکارنا، حاجتیں اور مدد طلب کرنا بھی شرک ہے البتہ اگر کوئی معبود مان کر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو اس

تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہیں تو تم انہیں پکارو پھر اگر تم سچے ہو تو انہیں چاہیے کہ وہ تمہیں جواب دیں ○

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ۡ

کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے یہ چلتے ہیں؟ یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے یہ پکڑتے ہیں؟ یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے یہ دیکھتے ہیں؟

اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾

یا ان کے کان ہیں جن سے یہ سنتے ہیں؟ تم فرمادو کہ اپنے شریکوں کو بلالو پھر میرے اوپر اپنا داؤ چلاؤ اور مجھے مہلت نہ دو ○

اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ

بے شک میرا مددگار اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہ صالحین کی مدد کرتا ہے ○ اور اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو

مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى

وہ تمہاری مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں ○ اور اگر تم انہیں رہنمائی کرنے کے لئے بلاؤ

کی عطا سے مشکلات دور کرنے والا مان کر استمداد کرے تو جائز ہے جیسے قرآن میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیماروں، اندھوں، کوڑھیوں کی مدد کرتے تھے اور احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا لوگوں کے بھوک، پیاس، قحط، مصیبت، بیماری اور زخموں کے وقت لعاب دہن اور دعاؤں سے مدد کرنا بیان ہوا ہے۔

آیت 195 ﴿ شانِ نزول: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بت پرستی کی مذمت کی اور ان کی بے بسی کا بیان فرمایا تو مشرکین نے دھمکایا اور کہا کہ بتوں کو برا کہنے والے تباہ ہو جاتے ہیں اور یہ بت انہیں ہلاک کر دیتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، بتایا گیا کہ انسان کی قدرت کا دارومدار ان چار اعضا پر ہے: ہاتھ، پاؤں، کان اور آنکھ جبکہ بتوں کے یہ اعضا نہیں ہیں لہٰذا انسان ان سے افضل ہوا جب ان کی وہ قوت وطاقت بھی نہیں جو تم میں ہے پھر تم ان اپنے سے کمتر کو پوج کر کیوں ذلیل ہوتے ہو۔ مزید فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ اگر تم بتوں میں کچھ قدرت سمجھتے ہو تو انہیں پکارو، تم بھی جو مکر وفریب کر سکتے ہو میرے مقابلے میں کرو اور اس میں دیر نہ کرو، مجھے تمہاری اور تمہارے معبودوں کی کچھ پرواہ نہیں اور تم سب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

آیت 196 ﴿ بیشک میری حفاظت کرنے والا اور میرا مددگار وہ رب ہے جس نے مجھ پر قرآن نازل کر کے مجھے عظمت عطا کی اور وہ اپنے نیک بندوں کی مدد فرماتا ہے۔

آیت 197 ﴿ اے بت پرستو! اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ اپنی مدد اور تمہاری مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تو میں پھر ان کی کس طرح پرواہ کروں۔

آیت 198 ﴿ اے بت پرستو! یہ بت تمہاری مدد کیا کریں گے! ان کا اپنا حال یہ ہے کہ اگر تم انہیں اپنے مقاصد کے حصول کی طرف

لَا یَسْمَعُوْا ؕ وَ تَرٰىهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَ هُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾ خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۰۰﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىٕفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ

تو وہ نہ سنیں گے اور تم انہیں دیکھو (تو یوں لگے گا) کہ وہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا ○ اے حبیب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو ○ اور اے سننے والے! اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ تجھے ابھارے تو (فوراً) اللہ کی پناہ مانگ بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے ○ بیشک پرہیزگاروں کو جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آتا ہے تو وہ (حکمِ خدا) یاد کرتے ہیں پھر اسی وقت ان کی

رہنمائی کرنے کے لئے بلاؤ تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں گے اور تم انہیں دیکھو تو یوں لگے گا کہ وہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا کیونکہ وہ دیکھنے سے ہی عاجز ہیں۔ اہم بات: اس آیت میں بتوں کا جو حال بیان ہوا انبیا علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کا حال ان کے برخلاف ہے کہ بت مردود اور مقربین بارگاہِ الٰہی مقبول ہیں، بت بے بس اور محبوبانِ خدا اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے مظاہر، اس کے انوار کی جلوہ گاہیں اور ظاہری و باطنی امور میں اس کی بارگاہ میں سفارشی ہیں۔ فرشتوں کا میدانِ بدر و حنین میں مدد کرنا اور عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے امتیوں کی مدد کرنا قرآن میں مذکور ہے۔

آیت 199 اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تین باتوں کا حکم فرمایا گیا: (1) جو مجرم معذرت طلب کرتا ہوا حاضر ہو اس پر شفقت کرتے ہوئے اسے معاف کر دیجئے۔ (2) مفید کام کرنے کا لوگوں کو حکم دیجئے۔ (3) ناسمجھ لوگ آپ کو برا بھلا کہیں تو ان سے الجھیں نہیں بلکہ حلم کا مظاہرہ فرمائیں۔ اہم باتیں: (1) مذکورہ حکم ہر مسلمان کے لئے ہے کہ عفو و درگزر اختیار کرے، نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے منہ پھیر لے۔ (2) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پوری زندگی عفو و درگزر سے عبارت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ابوسفیان کو معاف کر دیا، اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے غلام وحشی اور کلیجہ چبانے والی عورت ہند بنت عتبہ کو معاف کر دیا۔

آیت 200 اس آیت میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ہے اور مراد اور لوگ ہیں کیونکہ شیطان آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر مسلط نہیں ہو سکتا۔ معنی یہ ہے کہ اے انسان! اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ تجھے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر ابھارے تو اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ اور اپنے آپ سے اس وسوسے کو دور کئے جانے سے متعلق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کر، بے شک وہ تیری دعا کو سننے والا اور تیرے حال کو جاننے والا ہے۔ اہم بات: شیطان سے لڑنے اور اسے مغلوب کرنے کے چند طریقے یہ ہیں: (1) اللہ تعالیٰ کی پناہ لی جائے۔ (2) اس کی تردید و مخالفت کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہے۔ (3) اس کے مکر و فریب اور حیلہ سازی سے باخبر ہو جائے۔

آیت 201 فرمایا کہ وہ لوگ جو متقی اور پرہیزگار ہیں جب شیطان کی طرف سے انہیں گناہ کرنے کا کوئی وسوسہ آتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے انعامات میں غور کرتے اور اس کے عذاب اور ثواب کو یاد کرتے ہیں پھر اسی وقت گناہ کرنے سے رک جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گناہ سے رکنے کا حکم دیا ہے۔ اہم باتیں: (1) آیت میں مذکور لفظ "طٰٓىٕفٌ" کے بارے میں علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انسان کو ورغلانے کے لئے اس کے گرد گردش کرنے والے شیطان کو طائف کہتے ہیں۔ (2) جب بھی شیطان

مُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ وَ اِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ

کھل جاتی ہیں○ اور وہ جو شیطانوں کے بھائی ہیں شیطان انہیں گمراہی میں کھینچتے ہیں پھر وہ کمی نہیں کرتے○ اور اے حبیب! جب تم ان کے پاس

بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ

کوئی نشانی نہیں لاتے تو کہتے ہیں کہ تم نے خود ہی کیوں نہ بنالی؟ تم فرماؤ: میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف میرے رب کی طرف سے وحی بھیجی جاتی ہے

مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا

تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھول دینے والے دلائل ہیں اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے○ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے

لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ

سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے○ اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو گڑگڑاتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اور بلندی سے کچھ کم

گناہ کرنے پر اکسائے تو بندے کو چاہیے کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی قدرت، اسکے انعامات، نافرمانی پر ملنے والی سزا کو یاد کرے تو ان شاء اللہ وسوسہ دور ہو جائے گا۔

آیت 202 ارشاد فرمایا کہ شیطانوں کے بھائی یعنی مشرکوں کو شیطان گمراہی میں کھینچتے ہیں یہاں تک کہ وہ گمراہی پر پکے ہو جاتے ہیں، پھر نہ تو شیاطین انہیں گمراہ کرنے سے رکتے ہیں اور نہ یہ گمراہی کو چھوڑتے ہیں۔ اہم بات: یہاں سے متقی مسلمان اور کافر کا حال واضح ہوا کہ مسلمان کو جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آتا ہے تو وہ پہچان جاتا ہے کہ یہ شیطان کا وار ہے، پھر اس سے رک جاتا اور توبہ کرلیتا ہے جبکہ کافر اپنی گمراہی میں پختہ ہوتا چلا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم یاد کرتا اور نہ گمراہی سے رجوع کرتا ہے۔

آیت 203 ارشاد فرمایا: اے حبیب! جب تم کفارِ مکہ کے پاس ان کی طلب کی ہوئی نشانی نہیں لاتے تو وہ کہتے ہیں کہ تم نے خود ہی کیوں نہ بنا لی جیسے اس سے پہلے بنائی ہیں؟ آپ ان مشرکین سے فرمائیں: میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف میرے رب کی طرف سے وحی بھیجی جاتی ہے۔ یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھول دینے والے دلائل ہیں اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

آیت 204 اس آیت سے قرآنِ مجید کی عظمت وشان کا تقاضا بتایا جارہا ہے، ارشاد فرمایا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں: (۱) اس میں خطبہ کو بغور سننے اور خاموش رہنے کا حکم ہے۔ (۲) نماز و خطبہ دونوں میں بغور سننے اور خاموش رہنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ (۳) جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس طرف ہیں کہ یہ آیت مقتدی کے سننے اور خاموش رہنے کے باب میں ہے (2) علامہ عبد اللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت سے ثابت ہوا کہ جب قرآنِ کریم پڑھا جائے خواہ نماز میں یا خارج نماز اس وقت سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔ اور حکم تمام مکلفین کو عام ہے۔

آیت 205 اس آیت میں خطاب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ہے فرمایا گیا کہ صبح وشام عاجزی اور خوف کے ساتھ دل میں یا درمیانی آواز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، حد سے زیادہ بلند آواز میں چیختے ہوئے نہ کرو اور ذکر اللہ کو ترک کرکے غافلوں میں سے نہ ہونا۔ اہم باتیں: (1) یہاں ذکر سے مراد نماز میں قراءت کرنا ہے یا اس میں تلاوتِ قرآن، دعا اور تسبیح

الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝۲۰۵ اِنَّ الَّذِيْنَ

آواز میں، صبح و شام، اور غافلوں میں سے نہ ہونا۔ بیشک

عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۝۲۰۶

تیرے رب کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

ع ۲۴ ‏ ۱۸

سورۃ ۸ الانفال مدنیۃ ۸۸

آیاتھا ۷۵ ‏ رکوعاتھا ۱۰

سورہ انفال مدنیہ ہے، اس میں پچھتر آیتیں اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

و تہلیل وغیرہ تمام اذکار شامل ہیں۔ (2) بلند اور آہستہ دونوں طرح ذکر کرنے کے بارے میں احادیث موجود ہیں، اگر ذکر کرنے والے کو ریاکاری یا نمازیوں اور آرام کرنے والوں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو آہستہ ذکر کرے ورنہ بلند آواز سے کرنے میں حرج نہیں۔ (3) صبح و شام دونوں اوقات میں ذکر کرنا افضل ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ صبح کے وقت انسان نیند سے بیدار ہوتا ہے؛ اس وقت ذکر کرنے سے اس کے نامۂ اعمال میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا لکھا جائے گا اور شام کے وقت انسان سوتا ہے اور نیند ایک طرح کی موت ہے لہٰذا اس وقت بھی ذکر کرنا مناسب ہے۔

آیت 206 اس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ فرشتے، معصوم ہونے نیز شہوت، غضب، کینہ اور حسد سے پاک ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے، ہمیشہ اس کی عبادت کرتے ہیں، تمام عیوب و نقائص سے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور خشوع و خضوع کے ساتھ اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں تو انسان جو جسمانی ظلمتوں، اور شہوت و غضب کی آماجگاہ ہے، وہ زیادہ حق دار ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت زیادہ کرے۔ اہم بات: یہ پہلی آیت سجدہ ہے۔ مسائل: (1) آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ پڑھنے میں اتنی آواز ہونا شرط ہے کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو خود سن سکے۔ (2) سجدہ واجب ہونے کے لیے ایک قول کے مطابق پوری آیت پڑھنا ضروری ہے اور ایک قول کے مطابق پوری آیت پڑھنا ضروری نہیں بلکہ جس لفظ میں سجدہ کا مادہ پایا جاتا ہے اسے پہلے یا بعد کے کسی لفظ سے ملا کر پڑھنا کافی ہے۔ (3) فارسی یا کسی اور زبان میں آیت کا ترجمہ پڑھا تو پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہو گیا۔ **سجدۂ تلاوت کا طریقہ:** اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہو کر بغیر ہاتھ اٹھائے اَللّٰہُ اَکْبَر کہتا ہوا سجدے میں جائے اور کم سے کم تین بار سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے پھر اَللّٰہُ اَکْبَر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے۔ کھڑے ہو کر سجدے میں جانا اور سجدے کے بعد کھڑا ہونا، دونوں قیام مستحب ہیں۔

سورۂ انفال کا تعارف صحیح قول کے مطابق یہ سورت مدنی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آیت 30 تا 36 مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔ اس میں 10 رکوع اور 75 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی پہلی آیت میں مال غنیمت کے متعلق مسلمانوں کے سوال اور انہیں دیئے جانے والے جواب کا ذکر ہے، عربی میں غنیمتوں کو اَنْفال کہتے ہیں، اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام اَنْفال رکھا گیا۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں

يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ

اے حبیب! تم سے اموالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ: غنیمت کے مالوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں تو اللہ سے ڈرتے رہو اور آپس میں صلح

بَیْنِكُمْ ۪ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۱ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا

صفائی رکھو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اگر تم مومن ہو۔ ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے تو

ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ

ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر ہی

مالِ غنیمت اور قیدیوں کے بارے میں احکام، غزوۂ بدر کا تفصیلی واقعہ، اس کی حکمتیں، مسلمانوں کو جنگی اصولوں کی تعلیم، اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت، اسباب اختیار کر کے اللہ تعالیٰ پر توکل، کفار سے کئے ہوئے معاہدے پورے کرنے، کفار کے معاہدہ توڑنے کی صورت میں ان پر سختی کرنے اور مسلمانوں کو جنگی ساز و سامان کی بھرپور تیاری کا حکم، خوفِ خدا کی فضیلت، کفار سے جہاد کے مقاصد اور مہاجرین و انصار کے مجاہدوں کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

آیت 1 ﴿ شانِ نزول: اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق مختلف روایات ہیں، ان میں سے دو یہ ہیں: (1) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہم اہلِ بدر کے حق میں نازل ہوئی، جب غنیمت کے معاملہ میں ہمارے درمیان اختلاف ہوا اور بدمزگی کی نوبت آگئی تو اللہ تعالیٰ نے معاملہ ہمارے ہاتھ سے نکال کر اپنے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سپرد کر دیا اور آپ نے وہ مال مسلمانوں میں برابر تقسیم کر دیا۔ (2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن فرمایا: جو تم میں سے یہ کام کر دکھائے اسے مالِ غنیمت میں سے یہ انعام ملے گا چنانچہ نوجوان آگے بڑھ گئے اور عمر رسیدہ حضرات جھنڈوں کے پاس کھڑے رہے اور وہاں سے نہ ہٹے۔ جب اللہ تعالیٰ نے کافروں پر فتح عطا فرمائی تو بوڑھوں نے فرمایا: ہم تمہارے پشت پناہ تھے، اگر تمہیں شکست ہو جاتی تو تم ہماری طرف آتے لہٰذا ایسا نہیں کہ غنیمت تم لے جاؤ اور ہم خالی ہاتھ رہ جائیں۔ جوانوں نے اس بات سے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمارا یہ حق مقرر فرمایا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے حبیب! تم سے اموالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ یہ کس کے لئے ہیں؟ تم فرماؤ کہ غنیمت کے مالوں کے مالک اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں، جہاں چاہیں انہیں رکھیں۔ تو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور آپس میں صلح صفائی رکھو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم مانو اگر تم کامل مومن ہو۔ اہم بات: انفال، نفل کی جمع ہے اور اس سے مراد اموالِ غنیمت ہے۔ نفل کو غنیمت اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بھی محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی عطا ہے۔

آیت 2 ﴿ یہاں سے کامل ایمان والوں کے اوصاف بتائے جا رہے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: کامل ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں، اس کے علاوہ کسی سے امید نہیں رکھتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ کا خوف دو طرح کا ہے: (۱) عذاب کے خوف سے گناہ ترک کر دینا۔ (۲) اللہ تعالیٰ کے جلال، عظمت اور بے نیازی سے ڈرنا۔ پہلی قسم کا خوف عام مسلمانوں کو اور پرہیزگاروں کو اور دوسری قسم کا خوف انبیاء و مرسلین، اولیائے کاملین اور مقرب فرشتوں کو ہوتا ہے۔ (2) ایمان میں زیادتی

يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ

بھروسہ کرتے ہیں ○ وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں ○ یہی سچے

الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ كَمَاۤ اَخْرَجَكَ

مسلمان ہیں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس درجات اور مغفرت اور عزت والا رزق ہے ○ جیسے تمہیں تمہارے رب نے تمہارے گھر

رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۪ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝ يُجَادِلُوْنَكَ

سے حق کے ساتھ برآمد کیا حالانکہ یقیناً مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا ○ یہ حق بات کے بارے میں اس کے

سے ایمان کی مقدار میں نہیں بلکہ کیفیت میں زیادتی مراد ہے۔ (3) توکل یہ ہے کہ انسان ظاہری اسباب کو اختیار کرے لیکن دل سے ان اسباب پر بھروسا نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور حمایت پر بھروسا کرے۔

آیت 3 سابقہ آیت میں کامل ایمان والوں کے وہ اوصاف بیان ہوئے جن کا تعلق دل سے تھا یہاں ان اوصاف کا ذکر ہے جن کا تعلق ظاہری اعضاء سے ہے، چنانچہ فرمایا کہ وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں یعنی اپنے مال اس جگہ خرچ کرتے ہیں جہاں خرچ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے جیسے زکوٰۃ، حج، جہاد اور دیگر نیک کاموں میں خرچ کرنا۔ اہم بات: فرض نمازوں کو تمام شرائط وارکان کے ساتھ اُن کے اوقات میں ادا کرنا نماز قائم کرنا ہے۔

آیت 4 فرمایا کہ یہی سچے مسلمان ہیں جن کے سابقہ دو آیات میں اوصاف بیان ہوئے۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس جنت میں مراتب ہیں نیز ان کے گناہوں کی بخشش اور جنت میں عزت والا رزق ہے کیونکہ انہیں یہ رزق ہمیشہ تعظیم واکرام کے ساتھ اور محنت ومشقت کے بغیر عطا ہو گا۔ اہم بات: انہیں سچے مسلمان کا لقب اس لئے عطا ہوا کہ جہاں ان کے دل خشیتِ الٰہی، اخلاص اور توکل جیسی صفات سے متصف ہیں وہیں ان کے ظاہری اعضا بھی رکوع و سجود اور راہِ خدا میں مال خرچ کرنے میں مصروف ہیں۔

آیت 6،5 یہاں سے غزوۂ بدر کے کچھ حالات وواقعات کا بیان ہو رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے حبیب! مالِ غنیمت کا مسلمانوں کے اختیار سے نکال کر آپ کے اختیار میں دے دینا ایسے ہی حق ہے جیسے آپ کا غزوۂ بدر کے لئے اپنے گھر سے نکلنا بر حق تھا اگرچہ دونوں چیزیں طبعی طور پر بعض مسلمانوں کی طبیعت پر گراں گزر رہی ہیں۔ یہ حق بات واضح ہو جانے کے بعد تم سے جھگڑتے تھے گویا انہیں آنکھوں دیکھی موت کی طرف ہانکا جا رہا ہے۔ اس واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ ملکِ شام سے ابو سفیان کے ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ آنے کی خبر پا کر سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان سے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے تو مکہ سے ابو جہل قریش کا لشکر لے کر قافلے کی امداد کے لئے چلا۔ ابو سفیان تو راستے سے کترا کر ساحل سمندر کے راستے پر چل پڑے اور ابو جہل نے جنگ کے ارادے سے بدر کا رخ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ کفار کے دونوں گروہوں یعنی تجارتی قافلے یا لشکر میں سے ایک پر مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے گا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی موافقت کی لیکن بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عذر پیش کیا کہ ہم اس تیاری سے نہیں چلے تھے، نہ ہماری تعداد اتنی ہے اور نہ ہمارے پاس اسلحے کا کافی سامان ہے۔ یہ عذر رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو گراں گزرا اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنظُرُونَ ۝٦ وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ

روشن ہوجانے کے بعد تم سے جھگڑتے تھے گویا انہیں آنکھوں دیکھی موت کی طرف ہانکا جارہا ہے۔○ اور یاد کروجب اللہ نے تم سے وعدہ کیا

إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ

کہ ان دونوں گروہوں میں ایک تمہارے لیے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ تمہیں وہ ملے جس میں کانٹے کا کھٹکا نہ ہو اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ

أَن يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ۝٧ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ

اپنے کلام سے سچ کو سچ کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے○ تاکہ سچ کو سچا کر دکھائے اور جھوٹ کو جھوٹا کر دکھائے اگرچہ

كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝٨ إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ

مجرم ناپسند کریں○ یاد کروجب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری فریاد قبول کی کہ میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں کے ساتھ

قافلہ تو ساحل کی طرف نکل گیا جبکہ ابوجہل سامنے آرہا ہے۔ اس پر ان لوگوں نے پھر عرض کی: یارسول اللہ! قافلے ہی کا تعاقب کیجئے اور دشمن کے لشکر کو چھوڑ دیجئے۔ یہ بات خاطرِ اقدس پہ ناگوار ہوئی تو حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے کھڑے ہوکر اپنے اخلاص وفرمانبرداری اور رضاجوئی وجاں نثاری کا اظہار کیا اور بڑی قوت واستحکام کے ساتھ عرض کی کہ وہ کسی طرح مرضی مبارک کے خلاف سستی کرنے والے نہیں ہیں۔ پھر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جو حکم فرمایا اس کے مطابق تشریف لے چلیں، ہم آپ کے ساتھ ہیں، کبھی پیچھے نہ ہٹیں گے، ہم آپ پر ایمان لائے ہیں، ہم نے آپ کی تصدیق کی اور ہم نے آپ کی پیروی کے عہد کئے ہیں۔ ہمیں آپ کی اتباع میں سمندر کے اندر کود جانے سے بھی کوئی عذر نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: چلو! اللہ تعالیٰ کی برکت پر بھروسا کرو، اس نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اور میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ مجھے دشمنوں کے گرنے کی جگہ نظر آرہی ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کفار کے مرنے اور گرنے کی جگہ ہر ایک کے نام کے ساتھ بتا کر نشان لگا دیئے اور یہ معجزہ دیکھا گیا کہ ان میں سے جو مر کر گرا اسی نشان پر گرا۔

آیت 7،8 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ یاد کروجب اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا کہ ان دونوں گروہوں یعنی تجارتی قافلے یا لشکر میں ایک تمہارے لیے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ تمہیں وہ ملے جس میں کانٹے کا کھٹکا نہ ہو یعنی تمہاری خواہش تھی کہ تمہیں تجارتی قافلہ ملے جس میں جنگ ہو اور نہ تمہیں اپنے مقابلے میں طاقت وقوت کا سامنا ہو اور اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ اسلام کو غالب کر کے اپنے کلام سے حق کو سچ کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تو اس نے تمہیں لشکرِ کفار سے لڑنے کا حکم دیا تاکہ سچ یعنی اسلام کو دلیل سے ثابت کر کے سچا کر دکھائے اور جھوٹ یعنی کفر کی تردید کر دے اگرچہ مشرک اسے ناپسند کریں۔

آیت 9 شانِ نزول: غزوۂ بدر کے دن رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دعا فرمائی: یارب! تو نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما۔ یارب! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے وہ عنایت فرما۔ یارب! اگر تو اہلِ اسلام کی اس جماعت کو ہلاک کر دے گا تو زمین میں تیری پرستش نہ ہوگی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم اسی طرح دعا کرتے رہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے حبیب! یاد کروجب تم اپنے

مُرْدِفِيْنَ ۝٩ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا

تمہاری مدد کرنے والا ہوں ۝ اور اللہ نے اس کو خوشخبری کیلئے ہی بنایا اور اس لیے کہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد صرف

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝١٠ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ

اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے ۝ یاد کرو جب اس نے اپنی طرف سے تمہاری تسکین کے لئے تم پر اونگھ ڈال دی اور تم پر آسمان

عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى

سے پانی اتارا تاکہ اس کے ذریعے وہ تمہیں پاک کردے اور تم سے شیطان کی ناپاکی کو دور کردے اور تمہارے دلوں کو

رب سے فریاد کرتے تھے اور اس سے مدد طلب کرتے تھے تو اس نے تمہاری فریاد قبول کی کہ میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد کرنے والا ہوں چنانچہ پہلے ایک ہزار فرشتے آئے پھر تین ہزار پھر پانچ ہزار۔

آیت 10 ﴿ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لگاتار آنے کو خوش خبری کے لئے ہی بنایا اور اس لیے کہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر شے پر غالب ہے کوئی اس پر غالب نہیں آ سکتا اور وہ حکمت والا ہے جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے۔

آیت 11 ﴿ ارشاد فرمایا: یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تمہاری تسکین کے لئے تم پر اونگھ ڈال دی اور تم پر آسمان سے پانی اتارا تاکہ اس کے ذریعے وہ تمہیں بے وضوئی اور جنابت سے پاک کردے اور تم سے شیطان کا یہ وسوسہ دور کردے کہ اگر تم حق پر ہوتے تو پیاسے اور جنبی جبکہ مشرکین پانی پر قابض نہ ہوتے اور تمہارے دلوں کو یقین و صبر سے مضبوط کردے اور اس سے تمہارے قدم جمادے کہ وہ ریت میں نہ دھنسے۔ اہم باتیں: (1) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: غنودگی اگر جنگ میں ہو تو امن اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور نماز میں ہو تو شیطان کی طرف سے ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ جب مسلمانوں کو دشمنوں کی کثرت اور اپنی قلت کے باعث جانوں کا خوف ہوا اور بہت زیادہ پیاس لگی تو ان پر غنودگی ڈال دی گئی جس سے انہیں راحت حاصل ہوئی، تھکان اور پیاس دور ہوئی اور وہ دشمن سے جنگ کرنے پر قادر ہوئے۔ یہ اونگھ اُن کے حق میں نعمت تھی۔ بعض علما نے فرمایا: یہ اونگھ معجزہ کے حکم میں ہے کیونکہ یکبارگی سب کو اونگھ آئی، یکبارگی اونگھ آجانا خلاف عادت ہے۔ (2) غزوۂ بدر کے دن مسلمان ریگستان میں اُترے تو پاؤں ریت میں دھنسے جاتے تھے جبکہ مشرکین پہلے ہی پانی کی جگہوں پر قبضہ کر چکے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض کو وضو اور بعض کو غسل کی ضرورت تھی اور اس کے ساتھ پیاس کی شدت بھی تھی۔ شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ تمہارا گمان ہے کہ تم حق پر ہو اور تم میں اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں جبکہ مشرکین غالب ہو کر پانی پر پہنچ گئے اور تم وضو اور غسل کئے بغیر نمازیں پڑھ رہے ہو تو تمہیں دشمن پر فتح یابی کی کس طرح امید ہے؟ یہ وسوسہ یوں زائل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بارش بھیجی جس سے وادی سیراب ہو گئی اور مسلمانوں نے اس سے پانی پیا، غسل اور وضو کئے، سواریوں کو پانی پلایا، بارش کی وجہ سے غبار بھی بیٹھ گیا اور زمین پر قدم جمنے لگے۔

قُلُوْبِكُمْ وَ يُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا

مضبوط کردے اور اس سے تمہارے قدم جمادے○ یاد کرو اے حبیب! جب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ

کو ثابت رکھو۔ عنقریب میں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈال دوں گا تو تم کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو

وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَ مَنْ يُّشَاقِقِ

اور ان کے ایک ایک جوڑ پر ضربیں لگاؤ○ یہ عذاب اس لیے ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول

اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَ اَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ

سے مخالفت کرے تو بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے○ یہ (سزا ہے) تو اس کا مزہ چکھو اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ کافروں کے لئے آگ کا

النَّارِ ﴿۱۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾

عذاب ہے○ اے ایمان والو! جب کافروں کے لشکر سے تمہارا مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرو○

آیت 12 ارشاد فرمایا: یاد کرو اے حبیب! جب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو یعنی جب فرشتے مسلمانوں کی مدد کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی فرمائی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں یا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی فرمائی کہ میں مسلمانوں کے ساتھ ہوں تم ان کی مدد کرو اور انہیں ثابت قدم رکھو۔ دوسرا معنی زیادہ قوی ہے کیونکہ اس کلام سے مقصود خوف زائل کرنا ہے اور فرشتے کفار سے نہیں ڈرتے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ عنقریب میں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈال دوں گا تو تم کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو اور ان کے ایک ایک جوڑ پر ضربیں لگاؤ۔ ایک قول کے مطابق یہ خطاب مسلمانوں سے اور ایک قول کے مطابق فرشتوں سے ہے۔ اہم باتیں: (1) غزوۂ بدر 2 ہجری 17 رمضان، بروز جمعہ ہوا (2) فرشتوں کے مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے کا معنی یہ ہے کہ فرشتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو مددِ الٰہی کی خبر دی اور آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مسلمانوں کو، جس سے مسلمانوں کے دل مطمئن ہو گئے اور وہ ثابت قدم رہے۔

آیت 13 فرمایا گیا کہ غزوۂ بدر کے دن کفار کے دلوں میں رعب ڈالے جانے، قتل اور قید ہونے کے عذاب کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے مخالفت کی اور انہیں پہنچنے والا یہ عذاب اُس عذاب کے مقابلے میں بہت تھوڑا ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے۔

آیت 14 ارشاد فرمایا: اے کفار! غزوۂ بدر میں تمہارا قتل اور قید ہونا تو دنیا کی سزا ہے، تم اس کا مزہ چکھو اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ آخرت میں کافروں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

آیت 15 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! جب کافروں کے لشکر سے تمہارا مقابلہ ہو تو شکست کھا کر ان سے پیٹھ نہ پھیرو۔ اہم بات: یہ اس وقت ہے کہ جب کفار مسلمانوں سے تعداد میں ڈبل سے زیادہ نہ ہوں اور اگر کفار کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں ڈبل سے زیادہ ہو تو پھر مسلمانوں کا پیٹھ پھیر کر بھاگنا حرام نہیں لیکن صبر کے ساتھ ڈٹے رہنا بہتر ہے۔

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ

اور جو اس دن لڑائی میں ہنر مندی کا مظاہرہ کرنے یا اپنے لشکر سے ملنے کے علاوہ کسی اور صورت میں انہیں پیٹھ دکھائے گا تو وہ اللہ کے غضب

مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۱۶ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ

مستحق ہوگا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے۔ تو تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ

اور اے حبیب! جب آپ نے خاک پھینکی تو آپ نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی اور اس لئے تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے اچھا انعام عطا فرمائے

اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱۷ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ۝۱۸ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ

بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ یہ حق ہے اور یہ کہ اللہ کافروں کے مکر و فریب کو کمزور کرنے والا ہے۔ اے کافرو! اگر تم فیصلہ مانگتے ہو تو یہ فیصلہ

آیت 16 فرمایا کہ جو مسلمان جنگ میں کسی حکمتِ عملی کی وجہ سے پیچھے ہٹا مثلاً پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا زیادہ مؤثر ہو نیز جو اپنی جماعت میں ملنے کے لئے پیچھے ہٹا مثلاً فوجیوں کا کوئی فرد یا گروہ مرکزی جماعت سے بچھڑ گیا اور وہ اپنے بچاؤ کے لئے پسپا ہو کر مرکزی جماعت سے ملا تو یہ دونوں پیٹھ دکھا کر بھاگنے والوں میں شمار نہ ہوں گے ان کے علاوہ جو مسلمان جنگ میں کفار کے مقابلے سے بھاگا تو وہ غضبِ الٰہی میں گرفتار ہوگا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ **اہم بات:** جنگِ احد اور حنین میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قدم اکھڑ گئے تھے وہ اس آیت کی وعید میں داخل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں جنگِ احد میں پسپائی اختیار کرنے والے صحابہ کی عام معافی کا اعلان فرمایا ہے۔

آیت 17، 18 **شانِ نزول:** جب مسلمان جنگِ بدر سے واپس ہوئے تو ان میں سے ایک کہتا: میں نے فلاں کو قتل کیا، دوسرا کہتا: میں نے فلاں کو قتل کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ تم نے انہیں اپنے زورِ بازو اور طاقت و قوت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد فرما کر انہیں قتل کیا۔ **شانِ نزول:** جمہور مفسرین کا مختار قول یہ ہے کہ جب کفار اور مسلمانوں کی فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مٹھی خاک کافروں کے چہرے پر ماری اور فرمایا: شَاهَتِ الْوُجُوْه یعنی ان لوگوں کے چہرے بگڑ جائیں۔ وہ خاک تمام کافروں کی آنکھوں میں پڑی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں قتل اور گرفتار کرنے لگے۔ کفارِ قریش کی شکست کا اصل سبب خاک کی یہی مٹھی تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے حبیب! جب آپ نے خاک پھینکی تو آپ نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی اور اس لئے تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے مدد، غنیمت اور اجر و ثواب سے نواز کر اچھا انعام عطا فرمائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری دعا کو سننے والا اور تمہارے احوال جاننے والا ہے۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ یہ انعام حق ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے فریب کو کمزور کرنے والا ہے۔ **اہم بات:** نیک کام پر فخر کرنے کے بجائے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنی چاہئے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے۔

آیت 19 **شانِ نزول:** جنگِ بدر کے موقع پر ابو جہل نے دعا کی: اے اللہ! ہم میں جو تیرے نزدیک اچھا ہے اس کی مدد کر۔ ایک روایت میں ہے کہ مشرکینِ مکہ نے بدر کی طرف چلتے وقت خانہ کعبہ کے پردوں سے لپٹ کر دعا کی کہ یا رب! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حق پر ہیں تو ان کی اور اگر ہم حق پر ہیں تو ہماری مدد کر۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اے کافرو! جو فیصلہ تم نے

جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ

تمہارے پاس آچکا اور اگر تم باز آجاؤ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم پھر یہی کروگے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے اور تمہارا گروہ تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گا

شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

اگرچہ بہت زیادہ ہو اور مزید یہ کہ اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے ○ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو

وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور سن کر اس سے منہ نہ پھیرو ○ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے کہا: ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے ○

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ

بیشک سب جانوروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو بہرے گونگے ہیں جن کو عقل نہیں ○ اور اگر اللہ ان میں کچھ بھلائی جانتا

چاہا تھا وہ کر دیا گیا اور جو گروہ حق پر تھا اس کو فتح دی گئی۔ آسمانی فیصلے سے بھی اسلام کی حقانیت ثابت ہوئی اور ابوجہل جنگ میں ذلت و رسوائی کے ساتھ مارا گیا۔ اگر تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دشمنی رکھنے، انہیں جھٹلانے اور ان کے خلاف جنگ کرنے سے باز آگئے تو یہ دین اور دنیا دونوں میں تمہارے لئے بہتر ہے کہ اس طرح تم دائمی عذاب سے بچ جاؤ گے اور دنیا میں قتل کئے جانے، قیدی بنائے جانے اور غنیمت کے طور پر اَموال لے لئے جانے سے بچ جاؤ گے اور اگر تم نے مسلمانوں سے دوبارہ جنگ کی تو ہم پھر مسلمانوں کو تم پر مسلط کر دیں گے جیسا کہ تم بدر میں دیکھ چکے۔ اہم بات: یہاں غیبی خبر ہے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کے بھاری لشکر بھی مغلوب ہو جائیں گے، یہ خبر پوری ہوئی کہ تھوڑے مسلمان بہت سے کافروں پر غالب آئے۔

آیت 20 ❁ ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کیا کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم کی مخالفت کر کے آپ سے منہ نہ پھیرو حالانکہ تم قرآن سنتے ہو جو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت لازم ہونے کا بیان فرماتا ہے۔ اہم بات: اس آیت سے مقصود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کا حکم دینا اور نافرمانی سے روکنا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ذکر اس بات پر مُتنبّہ کرنے کے لئے ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

آیت 21 ❁ ارشاد فرمایا: اور منافقین و مشرکین کی طرح نہ ہونا جنہوں نے کہا: ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے کیونکہ جو سن کر فائدہ نہ اٹھائے اور نصیحت حاصل نہ کرے اُس کا سننا سننا ہی نہیں ہے۔

آیت 22 ❁ شانِ نزول: بنی عبد الدار بن قُصَی کی ایک جماعت کہتی تھی کہ جو کچھ محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) لائے ہم اس سے بہرے گونگے اندھے ہیں، ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ مخلوقِ خدا میں روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدتر وہ ہیں جو حق بات نہ سنتے ہیں نہ بولتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔

آیت 23 ❁ اہلِ مکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمائش کرتے کہ آپ ہمارے سامنے قصی کو زندہ کر دیں، اگر انہوں نے آپ کے نبی ہونے کی گواہی دی تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ اس پر فرمایا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں قبولِ حق کا سچا جذبہ اور

خَیْرًا لَّاَسْمَعَهُمْؕ-وَ لَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ(۲۳) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا

تو انہیں سنا دیتا اور اگر وہ انہیں سنا دیتا تو بھی وہ روگردانی کرتے ہوئے پلٹ جاتے۔ اے ایمان والو!

اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْۚ-وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ

اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی دیتی ہے اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دل کے

الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ(۲۴) وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ

درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ اسی کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا۔ اور اس فتنے سے ڈرتے رہو جو ہرگز تم میں خاص ظالموں کو ہی نہیں

خَآصَّةًۚ-وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ(۲۵) وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِیْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ

پہنچے گا اور جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ اور یاد کرو جب تم زمین میں تھوڑے تھے، دبے ہوئے تھے

رغبت پاتا تو ان کے مطلوبہ معجزات انہیں دکھا دیتا اور حق سنا دیتا لیکن چونکہ ان کے دلوں میں وہ صدق و رغبت موجود ہی نہیں لہٰذا انہیں ان کے مطلوبہ معجزات نہ دکھائے اور اگر اللہ تعالیٰ انہیں دکھا بھی دیتا تو بھی وہ روگردانی کرتے ہوئے پلٹ جاتے۔

آیت 24 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں ان کی اطاعت کرتے ہوئے حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی دیتی ہے۔ اس چیز کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: (1) اس سے مراد ایمان ہے کیونکہ کافر مردہ ہوتا ہے، ایمان سے اسے زندگی ملتی ہے۔ (2) وہ چیز قرآن ہے کیونکہ اس سے دلوں کی زندگی اور دونوں جہان کی حفاظت ہے۔ (3) وہ چیز جہاد ہے کیونکہ اس کی بدولت اللہ تعالیٰ ذلت کے بعد عزت عطا فرماتا ہے، آیت میں مزید فرمایا: جان لو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے تو وہ بغیر ارادۂ الٰہی نہ ایمان لا سکتا ہے اور نہ کفر کر سکتا ہے اور یہ کہ اسی کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا تو وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کی جزا و سزا دے گا۔ اہم باتیں: (1) یہاں واحد کا صیغہ "دَعَا" اس لئے ذکر کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا بلانا اللہ تعالیٰ ہی کا بلانا ہے۔ (2) اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب کسی کو بلائیں تو اس پر لازم ہے کہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائے چاہے وہ نماز و عبادت ہی میں مصروف ہو۔

آیت 25 یہاں مسلمانوں کو عام فتنے اور عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے کہ اگر ظالموں پر عذاب نازل ہوا تو وہ صرف ظالموں تک محدود نہ رہے گا بلکہ نیک و بد سب لوگوں کو عام ہو گا۔ اور فرمایا: **جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔** اہم بات: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس آیت میں مؤمنین کو حکم ہے کہ وہ اپنی طاقت و قدرت کے مطابق برائیوں کو روکیں اور گناہ کرنے والوں کو گناہ سے منع کریں، اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو عذاب ان سب کو عام ہو گا۔ درس: جو قوم قدرت کے باوجود برائیوں سے منع کرنا چھوڑ دیتی ہے تو وہ اپنے اس ترکِ فرض کی شامت میں مبتلائے عذاب ہوتی ہے۔

آیت 26 سابقہ آیات میں مؤمنین کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا اور فتنے سے ڈرایا گیا اب نعمتیں یاد دلائی جا رہی ہیں، فرمایا گیا: اے مہاجرین کے گروہ! یاد کرو، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت سے پہلے تم تعداد میں کم

فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوٰىكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِنَ

تم ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک کر نہ لے جائیں تو اللہ نے تمہیں ٹھکانہ دیا اور اپنی مدد سے تمہیں قوت دی اور تمہیں پاکیزہ چیزوں کا

الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٢٦﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا

رزق دیا تاکہ تم شکر ادا کرو○ اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ جان بوجھ کر

اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ

اپنی امانتوں میں خیانت کرو○ اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان ہے اور یہ کہ

ابتدائے اسلام میں مکہ کی سرزمین پر تمہیں کمزور سمجھا جاتا تھا اور تم سفر کرنے سے ڈرتے تھے کہ کہیں کفار تمہیں لوٹ نہ لیں تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں مکہ سے مدینہ منتقل کر کے ٹھکانہ دیا اور تم کفار کے شر سے محفوظ ہو گئے نیز اپنی مدد سے تمہیں قوت عطا کی کہ بدر کی جنگ میں کفار پر تمہاری ہیبت ڈال دی جس کے نتیجے میں تم اپنے سے تین گنا بڑے لشکر پر غالب آئے اور تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا کہ تمہارے لئے مال غنیمت کو حلال کیا جبکہ پہلی امتوں پر وہ حرام تھا تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر ادا کرو۔ درس: ہر دور میں اسی طرح اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو طرح طرح کی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ جب مسلمان اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتے، یادِ خدا سے غفلت کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے اپنی نعمتیں واپس لے لیتا ہے۔

آیت 27 شانِ نزول: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے بنو قریظہ کے یہودیوں کا محاصرہ فرمایا تو انہوں نے صلح کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اس کے سوا کوئی بات منظور نہ فرمائی کہ اپنے حق میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ منظور کریں۔ اس پر انہوں نے کہا: ہمارے پاس ابو لبابہ (رضی اللہ عنہ) کو بھیج دیجئے۔ حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ سے اُن کے تعلقات تھے اور ان کا مال، اولاد اور عیال سب بنو قریظہ کے پاس تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ بنو قریظہ نے ان سے پوچھا کہ کیا ہم اپنے حق میں سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) کا فیصلہ کرنا قبول کر لیں۔ حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیر کر اشارہ کیا کہ یہ تو گلے کٹوانے کی بات ہے۔ اس کے بعد ان کے دل میں یہ بات جم گئی کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی خیانت واقع ہوئی ہے۔ یہ سوچ کر سیدھے مسجد شریف پہنچے اور خود کو ایک ستون سے بندھوا لیا اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ نہ کچھ کھائیں گے نہ پئیں گے حتی کہ مر جائیں یا اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالے۔ وقتاً فوقتاً انہیں نمازوں اور طبعی حاجتوں کے لئے کھول دیا جاتا تھا۔ 7 روز بندھے رہے، اس دوران نہ کچھ کھایا نہ پیا حتی کہ بے ہوش ہو کر گر گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ جان بوجھ کر اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔ اہم باتیں: (1) فرائض چھوڑنا اللہ تعالیٰ سے اور سنت ترک کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے خیانت ہے۔ (2) اپنی قوم کے راز دوسری قوم تک پہنچانا سخت جرم ہے۔

آیت 28 مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مال و دولت اور اولاد کی جو نعمتیں تمہیں عطا کی ہیں وہ تمہارے لئے ایک آزمائش ہیں

اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۸﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا

اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے○ اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو تمہیں حق و باطل میں فرق کردینے والا نور عطا فرمائے گا

وَّ یُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۹﴾ وَ اِذْ یَمْكُرُ بِكَ

اور تمہارے گناہ مٹادے گا اور تمہاری مغفرت فرمادے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے○ اور اے حبیب! یاد کرو جب کافروں نے تمہارے خلاف

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕ وَ یَمْكُرُوْنَ وَ یَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ

سازش کی کہ تمہیں باندھ دیں یا تمہیں شہید کردیں یا تمہیں نکال دیں اور وہ اپنی سازشیں کررہے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرمارہا تھا اور اللہ سب سے

تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے یہ ظاہر فرمادے کہ احکامِ الٰہیہ پر عمل کرنے میں مال و اولاد کی محبت تمہارے لئے رکاوٹ بنتی ہے یا نہیں اور اس بات پہ یقین رکھو کہ اپنے مال اور اولاد میں جتنا تم اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق عمل کرتے ہو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو تاکہ آخرت میں تمہیں بے شمار اجر دیا جائے۔

آیت 29 مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے اور اس کے حکم پر چلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو ایسا نور اور توفیق عطا فرمائے گا جس سے تم حق و باطل کے درمیان فرق کرلیا کرو گے اور تمہارے سابقہ گناہ مٹادے گا اور تمہارے عیبوں کو چھپا لے گا کہ دنیا اور آخرت میں رسوا نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

آیت 30 اس آیت میں ہجرت کے وقت کے واقعے کا بیان ہے کہ کفارِ قریش دارُ النَّدوہ (کمیٹی گھر) میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں مشورے کے لئے جمع ہوئے، ابلیس لعین بھی ایک بڈھے کی صورت میں آکر ان میں شامل ہوگیا اور کہا کہ میں نجد کا شیخ ہوں، اور اس معاملہ میں بہتر رائے سے تمہاری مدد کروں گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق رائے زنی شروع ہوئی۔ ابو البختری نے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایک مکان میں قید کردو اور مضبوط بندشوں سے باندھ کر دروازہ بند کردو، صرف ایک سوراخ چھوڑو جس سے کبھی کبھی کھانا پانی دیا جائے۔ اس پر ابلیس لعین بہت ناخوش ہوا اور کہا: بڑی ناقص رائے ہے، جب یہ خبر مشہور ہوگی تو ان کے اصحاب آکر تم سے مقابلہ کریں گے اور انہیں چھڑالیں گے۔ پھر ہشام بن عمرو نے کہا کہ آپ کو اونٹ پر سوار کرکے اپنے شہر سے نکال دو، پھر وہ جو کچھ بھی کریں اس سے تمہیں کچھ ضرر نہیں۔ شیطان نے اسے بھی ناپسند کیا اور کہا: اگر تم نے ایسا کیا تو وہ دوسری قوم کے دلوں کو تسخیر کرکے ان لوگوں کے ساتھ تم پر چڑھائی کردیں گے۔ اس پر ابوجہل نے رائے دی کہ قریش کے ہر خاندان سے ایک ایک عالی نسب جوان منتخب کرکے انہیں تیز تلواریں دی جائیں، وہ سب یکبارگی حملہ آور ہوں تو بنی ہاشم قریش کے تمام قبائل سے نہ لڑ سکیں گے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ انہیں خون کا معاوضہ دینا پڑے گا اور وہ دے دیا جائے گا۔ ابلیس لعین نے یہ تجویز پسند کی اور اس پر سب کا اتفاق ہوگیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ واقعہ پیش کیا اور عرض کی کہ حضور! رات کے وقت اپنی خواب گاہ میں نہ رہیں، اللہ تعالیٰ نے اذن دیا ہے، آپ مدینہ طیبہ کا عزم فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی خواب گاہ میں رہنے کا حکم دیا اور دولت سرائے اقدس سے باہر تشریف لائے۔ دستِ مبارک میں ایک

خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۳۰ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ

بہتر خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے۔○ اور جب ان کے سامنے ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں: بیشک ہم نے سن لیا، اگر ہم چاہتے تو ایسا (کلام) ہم

هٰذَاۤ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۳۱ وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ

بھی کہہ دیتے، یہ صرف پہلے لوگوں کی داستانیں ہیں○ اور جب انہوں نے کہا: اے اللہ اگر یہ (قرآن) ہی تیری طرف سے حق ہے

مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳۲ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ

تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ○ اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ

مٹی خاک لی اور آیت ﴿اِنَّا جَعَلْنَا فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا﴾ پڑھ کر محاصرہ کرنے والوں پر ماری۔ سب کی آنکھوں اور سروں پر پہنچی۔ سب اندھے ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھ نہ سکے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غارِ ثور میں تشریف لے گئے۔ مشرکین تلاش کرتے غارِ ثور پر پہنچے تو مکڑی کے جالے دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر اس میں داخل ہوتے تو یہ جالے باقی نہ رہتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس غار میں تین دن ٹھہرے پھر مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔

آیت 31 ﴾ شانِ نزول: نضر بن حارث تجارت کے لئے فارس اور حیرہ وغیرہ ممالک کا سفر کرتا تھا، اس نے وہاں کے باشندوں سے رستم، اسفندیار اور دیگر عجمیوں کے قصے سن رکھے تھے نیز یہودی اور عیسائی عبادت گزاروں کو تورات و انجیل کی تلاوت، رکوع، سجدے اور گریہ و زاری کرتے دیکھا تھا۔ اس نے کہا کہ جو کلام محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پیش کرتے ہیں اس جیسا تو ہم نے سنا ہوا ہے۔ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا کلام کہہ سکتے ہیں۔ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ **اہم بات:** کفار کا اس باطل دعویٰ سے حق کا انکار کرنا ڈھیٹ پن ہے کیونکہ فصحائے عرب کو اس کی مثل ایک سورت بنالانے کی دعوتیں دینے اور ان سب کے عاجز رہ جانے کے بعد ایسا دعویٰ کرنا نہایت ذلیل حرکت ہے۔

آیت 32 ﴾ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے گزشتہ امتوں کے واقعات بیان فرمائے تو نضر بن حارث نے کہا: اگر میں چاہوں تو اس جیسے واقعات کہہ سکتا ہوں۔ اس پر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: اللہ سے ڈر، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو حق بات ارشاد فرماتے ہیں۔ نضر نے کہا: میں بھی سچی بات کہتا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کہتے ہیں۔ نضر نے کہا: میں بھی یہ کہتا ہوں لیکن یہ بت اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ پھر نضر نے دعا مانگی جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے، اس نے کہا: اے اللہ! جو قرآن محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) لائے ہیں اگر یہ ہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسادے یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔ **اہم بات:** (1) نضر بن حارث وہ بدبخت کافر ہے جس کی مذمت میں قرآن پاک کی 10 آیات نازل ہوئیں اور غزوۂ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دستِ اقدس سے جہنم واصل ہوا۔ (2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ دعا ابو جہل نے مانگی تھی۔ (بخاری، حدیث: 4648)

آیت 33 ﴾ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ جس عذاب کا کفار نے سوال کیا وہ عذاب انہیں دے جب تک اے حبیب! تم ان میں تشریف فرما ہو کیونکہ آپ رحمۃً لِّلْعٰلَمِیْن بنا کر بھیجے گئے ہو اور سنتِ الٰہیہ یہ ہے کہ جب تک کسی قوم میں اس کے نبی موجود ہوں

لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَمَا

انہیں عذاب دے جب تک اے حبیب! تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب دینے والا نہیں جبکہ وہ بخشش مانگ رہے ہیں○ اور انہیں

لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ

ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے حالانکہ یہ مسجدِ حرام سے روک رہے ہیں اور یہ اس کے اہل ہی نہیں، اس کے

اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۴ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ

پرہیزگار ہی ہیں مگر ان میں اکثر جانتے نہیں○ اور بَیْتُ اللہ کے پاس ان کی

اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۳۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

صرف سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا ہی تھا تو اپنے کفر کے بدلے عذاب کا مزہ چکھو○ بیشک کافر اپنے

ان پر عام بربادی کا عذاب نہیں بھیجتا کہ جس سے سب کے سب ہلاک ہو جائیں اور کوئی نہ بچے۔ آیت کا یہ حصہ اس وقت نازل ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مکہ مکرمہ میں مقیم تھے۔ جب آپ نے ہجرت فرمائی اور کچھ مسلمان رہ گئے جو استغفار کرتے تھے تو آیت کا دوسرا حصہ نازل ہوا، فرمایا گیا کہ جب تک استغفار کرنے والے ایمان دار موجود ہیں اس وقت تک بھی عذاب نہ آئے گا۔ جب وہ حضرات بھی مدینہ طیبہ کو روانہ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فتحِ مکہ کا اذن دیا اور وہ عذابِ موعود آگیا جس کا بیان اگلی آیت میں آرہا ہے۔ اہم بات: استغفار عذاب سے امن میں رہنے کا ذریعہ ہے۔

آیت 34 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ کے ان کے بیچ سے چلے جانے کے بعد انہیں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے۔ اس آیت میں عذاب سے مراد (قتل اور قید ہونے کا) وہ عذاب ہے جو بدر کے دن انہیں پہنچا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس سے آخرت کا عذاب مراد ہے اور (سابقہ آیت میں) جس عذاب کی نفی کی گئی اس سے دنیوی عذاب مراد ہے۔ ان کفار کو عذاب دیئے جانے کا سبب یہ ہے کہ یہ مسجدِ حرام سے روک رہے ہیں اور مؤمنین کو طوافِ کعبہ کے لئے نہیں آنے دیتے جیسا کہ حُدَیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو روکا۔ کفار دعویٰ کرتے تھے کہ ہم خانہ کعبہ اور حرم شریف کے متولی ہیں لہٰذا ہم جسے چاہیں اس میں داخل ہونے دیں اور جسے چاہیں روک دیں۔ ان کا رد کرتے ہوئے آیت میں فرمایا گیا کہ یہ مسجدِ حرام کے اہل نہیں اور نہ کعبہ کے اُمور میں تصرُّف و انتظام کا کوئی اختیار رکھتے ہیں کیونکہ یہ مشرک ہیں، مسجدِ حرام کے متولی ہونے کے اہل تو پرہیزگار ہی ہیں مگر اکثر مشرکین یہ جانتے نہیں۔

آیت 35 کفارِ قریش ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تیز سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔ ان کا یہ فعل یا تو اس وجہ سے تھا کہ سیٹی اور تالی بجانا عبادت ہے یا اس لئے کہ شور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نماز میں پریشانی ہو۔ آیت میں ان سے فرمایا گیا کہ اپنے کفر کے بدلے دنیا میں قتل اور قید کئے جانے کے عذاب کا مزہ چکھو۔

آیت 36 شانِ نزول: اس آیت کے شانِ نزول میں مختلف اقوال ہیں: (1) جنگِ بدر کے موقع پر 12 افراد نے لشکرِ کفار کا کھانا اپنے

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً

اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں تو اب مال خرچ کریں گے پھر وہی مال ان پر حسرت و ندامت ہو جائیں گے

ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ۬ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ

پھر مغلوب کردیے جائیں گے اور کافروں کو جہنم کی طرف چلایا جائے گاO تاکہ اللہ خبیث کو پاکیزہ سے جدا کردے

الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ

اور خبیثوں کو ایک دوسرے کے اوپر کر کے سب کو ڈھیر بناکر جہنم میں ڈال دے،

اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ

وہی نقصان پانے والے ہیںO تم کافروں سے فرماؤ کہ اگر وہ باز آگئے تو جو پہلے گزر چکا وہ انہیں معاف کردیا جائے گا

ع ۱۸

دیا تھا، ان میں سے ہر شخص روزانہ دس اونٹ ذبح کر کے لشکر کو کھلاتا تھا۔ (2) جنگِ احد کے موقع پر ابو سفیان نے دو ہزار کفار کو کرایہ پر جنگ کے لئے تیار کیا اور ان پر 40 اوقیہ سونا خرچ کیا۔ آیت میں فرمایا گیا کہ کفار اپنا مال اس لئے خرچ کرتے ہیں تاکہ قوت حاصل کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے سے روکیں تو اب مال اس لئے خرچ کریں گے پھر ان کا یہی مال ان کے لئے ندامت کا سبب ہوگا کیونکہ ان کے اموال خرچ ہو جائیں گے لیکن ان کی اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے اور کفر کے کلمے کو اللہ تعالیٰ کے کلمے پر بلند کرنے کی آرزو پوری نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان پر غلبہ عطا فرمائے گا اور آخرت میں کافروں کو جہنم میں جمع فرمائے گا اور انہیں عذاب دے گا۔ اہم بات: جن 12 افراد کا اوپر ذکر ہوا ان میں سے دو اشخاص حضرت عباس بن عبد المطلب اور حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما نیز حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ بعد میں ایمان لے آئے تھے۔

آیت 37 فرمایا کہ کافروں کو جہنم میں اس لئے جمع کیا جائے گا تاکہ اللہ تعالیٰ کافر کو مومن سے جدا کردے اور کافروں کو ایک دوسرے کے اوپر کر کے سب کو ڈھیر بنا کر جہنم میں ڈال دے، وہی دنیا و آخرت میں نقصان پانے والے ہیں۔ اہم بات: اس آیت میں کفار کو خبیث اور مومنین کو طیب کہہ کر دونوں میں فرق کیا گیا۔

آیت 38 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں سے فرما دیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے سے باز آجائیں اور دینِ اسلام میں داخل ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کا سابقہ کفر اور گناہ معاف فرما دے گا اور اگر وہ اپنے کفر پر قائم رہے، آپ کے اور مسلمانوں کے خلاف پھر جنگ کی تو اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کی سنت گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو ہلاک فرما دیتا ہے جیسے پچھلی امتوں کے کفار نے جب اللہ تعالیٰ کے رسولوں

وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ

اور اگر وہ دوبارہ (لڑائی) کریں گے تو پہلے لوگوں کا دستور گزر چکا○ اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے

وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾

اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے پھر اگر وہ باز آجائیں تو اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے○

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿٤۰﴾

اور اگر یہ روگردانی کریں تو جان لو کہ اللہ تمہارا مددگار ہے، کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار○

کو جھٹلایا، اور سرکشی کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عبرتناک عذاب میں مبتلا کر دیا یونہی جنگِ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی اور مشرکوں کو شکست و رسوائی سے دوچار کیا، وہ پھر ایسا ہی کرے گا۔ اہم بات: کافر جب کفر سے باز آ کر اسلام قبول کر لے تو کفر سمیت اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

آیت 39، 40 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! ان کافروں سے لڑو یہاں تک کہ شرک کا غلبہ نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کا دین اسلام غالب ہو جائے، پھر اگر وہ اپنے کفر سے باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے کام دیکھ رہا ہے، وہ انہیں اس کی اور ان کے اسلام لانے کی جزا دے گا اور اگر یہ لوگ ایمان لانے سے روگردانی کریں تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے، تم اسی کی مدد پر بھروسہ کرو اور ان کی دشمنی کی پرواہ نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی

اور جان لو کہ تم جو مالِ غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ کے لئے اور رسول کے لئے اور (رسول کے) رشتے داروں کیلئے اور یتیموں

وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ

اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے، اگر تم اللہ پر اور اس پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے پر فیصلے کے دن اتارا

یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَ هُمْ

جس دن دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئی تھیں اور اللہ ہر شے پر قادر ہے○ جب تم قریب والی جانب تھے اور وہ کافر

بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وَ الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَ لَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ ۙ

دور والی جانب تھے اور قافلہ تم سے نیچے والی طرف تھا اور اگر تم آپس میں کوئی وعدہ کرتے تو ضرور مدت کے بارے میں تمہارا اختلاف ہو جاتا

آیت 41 یہاں مالِ غنیمت کا حکم اور اس کی تقسیم کا طریقہ بیان ہو رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: جان لو کہ تم جو مالِ غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور اس پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر بدر کے دن اتارا جس دن مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں آمنے سامنے ہوئی تھیں تو اس کے مطابق عمل کرو اور اس تقسیم پر راضی رہو۔ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے، اس پر بھی قادر ہے کہ زیادہ تعداد کے مقابلے میں کم تعداد کی مدد فرمائے جیسا کہ اس نے بدر کے دن تمہاری مدد فرمائی۔ اہم باتیں: (1) وہ مال جسے مسلمان کفار سے جنگ میں قہر و غلبہ کے طور پر حاصل کریں اسے غنیمت کہتے ہیں۔ (2) مالِ غنیمت حلال ہونا امتِ محمدیہ کی خصوصیات میں سے ہے، پہلے کسی امت کے لئے غنیمت کا مال حلال نہیں ہوا۔ (3) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد اب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آپ کے اہلِ قرابت کے حصے ساقط ہو گئے۔ اب مالِ غنیمت کا جو پانچواں حصہ نکالا جائے تو اس کے تین حصے کئے جائیں گے۔ ایک حصہ یتیموں، ایک مسکینوں اور ایک مسافروں کے لئے اور اگر تینوں حصے ایک ہی قسم جیسے یتیموں یا مسکینوں پر خرچ کر دیے جب بھی جائز ہے اور مجاہدین کو حاجت ہو تو ان پر خرچ کرنا بھی جائز ہے۔

آیت 42 فرمایا کہ اے مسلمانو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت یاد کرو کہ جب تمہارا لشکر بدر کی اس جانب تھا جو مدینہ طیبہ سے قریب تھی اور کفار کا لشکر دوسری جانب تھا جو مدینہ طیبہ سے دور تھی جبکہ ابو سفیان کا تجارتی قافلہ وادیِ بدر کی نچلی جانب تین میل کے فاصلے پر ساحلِ سمندر کی طرف تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پہلے سے وقت مقرر کئے بغیر کفار کے مقابلے میں لا کھڑا کیا، اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر تم اور کفار جنگ کا وقت معین کر لیتے پھر تم اپنی قلیل تعداد، بے سرو سامانی، کفار کی کثیر تعداد اور ان کے سامان کی کثرت دیکھتے تو ہیبت و خوف کی وجہ سے ہمت ہار بیٹھتے اور میدانِ جنگ سے کترا کر نکل جاتے لیکن کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام و مسلمین کی مدد اور دشمنانِ دین کی ہلاکت کا کام پورا کرنا تھا جسے ہو کر ہی رہنا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمہیں وقت مقرر کئے بغیر ہی جمع کر دیا۔ یہ اس لئے کیا تاکہ جو کفر اختیار کر کے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل قائم ہونے اور حجت پوری ہو جانے کے بعد ہلاک ہو اور جو اسلام قبول کر کے زندہ رہے

وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ﻻ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ

لیکن کیونکہ اللہ نے اس کام کو پورا کرنا تھا جسے ہو کر ہی رہنا تھا تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ واضح دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ بھی واضح

عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَلَوْ

دلیل سے زندہ رہے اور بیشک اللہ ضرور سننے والا جاننے والا ہے ○ (اے حبیب! یاد کرو) جب اللہ نے یہ کافر تمہاری خواب میں تمہیں تھوڑے کرکے دکھائے

اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ

اور اگر وہ ان کو زیادہ کرکے تمہیں دکھاتا تو اے مسلمانو! تم ضرور بزدل ہو جاتے اور تم ضرور معاملے میں اختلاف کرتے لیکن اللہ نے سلامت رکھا بیشک وہ

الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْۤ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْۤ اَعْيُنِهِمْ

دلوں کی باتیں جانتا ہے ○ اور (اے مسلمانو! یاد کرو) جب لڑتے وقت اللہ تمہیں وہ کافر تمہاری نگاہوں میں تھوڑے کرکے دکھا رہا تھا اور تمہیں ان کی نگاہوں

وہ بھی دلیل قائم ہونے کے بعد زندہ رہے اور بیشک اللہ تعالیٰ ضرور سننے والا جاننے والا ہے۔ اہم بات: غزوۂ بدر میں بظاہر حالات کافروں کے موافق اور مسلمانوں کے مخالف تھے لیکن جب جنگ ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کو بہت بڑی فتح نصیب ہوئی اور کفار بدترین شکست سے دوچار ہوئے۔ مسلمانوں کی فتح اور کفار کی شکست نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عظیم معجزہ ہے کیونکہ جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی آپ نے مسلمانوں کو فتح کی بشارت دے دی تھی حالانکہ اس وقت ظاہری اور مادی طور پر مسلمانوں کی فتح کے کوئی آثار نہ تھے۔ اس لئے اس آیت میں فرمایا گیا کہ اب جو کفر اختیار کرکے ہلاکت میں پڑے گا تو دلیل قائم ہونے اور حجت پوری ہو جانے کے بعد ہلاکت میں پڑے گا اور جو اسلام قبول کرکے زندگی حاصل کرے گا تو وہ دلیل قائم ہونے کے بعد کرے گا۔

آیت 43 فرمایا کہ اے حبیب! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے یہ کافر تمہارے خواب میں تمہیں تھوڑے کرکے دکھائے، آپ نے اپنا یہ خواب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بیان کیا اس سے ان کی ہمتیں بڑھیں، اپنے ضعف و کمزوری کا اندیشہ نہ رہا، دشمن پر جرأت پیدا ہوئی اور دل مضبوط ہوئے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ کرکے تمہیں دکھاتا تو اے مسلمانو! تم ضرور بزدل ہو جاتے اور تم ضرور جنگ کے معاملے میں اختلاف کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان باتوں سے سلامت رکھا، بیشک اللہ تعالیٰ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔ اہم بات: انبیاء علیہم السلام کا خواب حق ہوتا ہے، آپ کو کفار تھوڑے دکھائے گئے اور ایسے کفار جو کفر ہی پر مرے وہ تھوڑے ہی تھے کیونکہ مقابل لشکر میں کثیر لوگ وہ تھے جنہیں بعد میں ایمان نصیب ہوا نیز خواب میں قلت کی تعبیر ضُعف سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب فرما کر کفار کا ضعف ظاہر کر دیا۔

آیت 44 ارشاد فرمایا: اور اے مسلمانو! یاد کرو جب لڑتے وقت اللہ تعالیٰ تمہیں وہ کافر تمہاری نگاہوں میں تھوڑے کرکے دکھا رہا تھا اور تمہیں ان کی نگاہوں میں تھوڑا کر دیا۔ مسلمانوں کو مشرکین تھوڑے دکھانے میں حکمت یہ تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خواب کی صداقت ظاہر ہو، ان کے دل مضبوط ہوں اور کفار پر ان کی جرأت بڑھ جائے جبکہ مشرکین کو مسلمانوں کی تعداد تھوڑی دکھانے میں یہ حکمت تھی کہ یہ مقابلہ پر جم جائیں، بھاگ نہ پڑیں اور یہ بات ابتدا میں تھی، جنگ بھڑکنے کے بعد انہیں مسلمان بہت

لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا

تا کہ اللہ اس کام کو پورا کرے جسے ہو کر ہی رہنا ہے اور اللہ ہی کی طرف تمام کاموں کا رجوع ہے ۞ اے ایمان والو!

اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ

جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ ۞ اور اللہ اور اس کے رسول

وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾

کی اطاعت کرو اور آپس میں بے اتفاقی نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا (قوت) اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۞

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ

اور ان لوگوں جیسا نہ ہونا جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاوا کرتے ہوئے نکلے اور وہ اللہ کے راستے سے روک رہے تھے

اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾ وَ اِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَ قَالَ لَا غَالِبَ

اور اللہ ان کے تمام اعمال کو گھیرے ہوئے ہے ۞ اور (یاد کرو) جب شیطان نے ان کی نگاہ میں ان کے اعمال خوبصورت کرکے دکھائے اور شیطان نے کہا: آج لوگوں

زیادہ نظر آنے لگے۔ آیت میں مزید فرمایا: یہ اس لئے کیا تا کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کرے جسے ہو کر ہی رہنا ہے یعنی اسلام کا غلبہ، مسلمانوں کی نصرت، شرک کا ابطال، مشرکین کی ذلت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس معجزے کا اظہار کہ جو فرمایا تھا وہی ہوا، قلیل جماعت بھاری لشکر پر فتح یاب ہوئی۔ اور فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمام کاموں کا رجوع ہے۔

آیت 45 اس آیت میں مسلمانوں کو جنگ کے دو آداب تعلیم فرمائے گئے: (1) جب کسی فوج سے مقابلہ ہو تو جنگ میں ثابت قدم رہو۔ (2) اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ۔ استقامت ہر عمل میں کامیابی کی شرط ہے اور ذکرِ الٰہی کی کثرت حصولِ رحمت و تائیدِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔

آیت 46 فرمایا گیا کہ تمام معاملات میں خصوصاً جہاد اور دشمن سے مقابلے کے وقت ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرو اور آپس میں نااتفاقی نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے کیونکہ باہمی تنازع ضعف و کمزوری اور بے وقاری کا سبب ہے اور اس سے تمہاری قوت اکھڑ جائے گی اور دشمن کے ساتھ جنگ وغیرہ میں صبر کرو، بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، ان کی مدد و نصرت فرماتا ہے۔

آیت 47 فرمایا کہ اے مسلمانو! ابو جہل اور اس کے ساتھیوں جیسے نہ ہونا جو قافلے کی حمایت کے لئے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاوا کرتے ہوئے نکلے اور وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو فرمایا کہ وہ اس واقعے سے عبرت حاصل کریں اور سمجھ لیں کہ فخر و تکبر اور ریا کا انجام انتہائی خراب ہے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال کو گھیرے ہوئے ہے تو وہ انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔

آیت 48 شیطان نے کفار کی نگاہ میں ان کے اعمال خوبصورت کرکے دکھائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عداوت اور مسلمانوں کی

لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ

میں سے کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور بیشک میں تمہارا مددگار ہوں پھر جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو شیطان الٹے پاؤں بھاگا اور کہنے لگا

اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ع

بیشک میں تم سے بیزار ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ بیشک میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَاۗءِ دِيْنُهُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ

جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہنے لگے کہ ان مسلمانوں کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈالا ہوا ہے اور جو اللہ پر توکل کرے

مخالفت میں جو کچھ انہوں نے کیا تھا اس پر ان کی تعریفیں کیں۔ جب قریش نے بدر میں جانے پر اتفاق کر لیا تو انہیں یاد آیا کہ ان کے اور قبیلہ بنی بکر کے درمیان دشمنی ہے۔ ممکن تھا کہ وہ اس خیال سے واپسی کا ارادہ کرتے لیکن یہ شیطان کو منظور نہ تھا لہٰذا وہ بنی کنانہ کے سردار سراقہ بن مالک کی صورت میں ایک لشکر کے ساتھ مشرکین سے آملا اور کہنے لگا: میں تمہارا ذمہ دار ہوں، آج تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں۔ جب مسلمانوں اور کافروں کے لشکر صف آرا ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مشت خاک مشرکین کے منہ پر ماری تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور حضرت جبریل علیہ السلام ابلیس لعین کی طرف بڑھے جو سراقہ کی شکل میں حارث بن ہشام کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔ ابلیس ہاتھ چھڑا کر اپنے گروہ کے ساتھ بھاگا۔ حارث پکارتا رہ گیا کہ تم نے تو ہماری ضمانت لی تھی، اب کہاں جاتے ہو؟ ابلیس کہنے لگا: بیشک میں تم سے بیزار ہوں اور امن کی جو ذمہ داری لی تھی اس سے سبک دوش ہوتا ہوں۔ اس پر حارث نے کہا: ہم تیرے بھروسے پر آئے تھے، کیا تو اس حالت میں ہمیں رسوا کرے گا؟ کہنے لگا: میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، بیشک میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں کہیں وہ مجھے ہلاک نہ کر دے اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ جب کفار شکست کھا کر مکہ پہنچے تو انہوں نے مشہور کیا کہ ہماری شکست کی وجہ سراقہ بنا ہے لیکن سراقہ نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا پھر جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ وہ شیطان تھا۔

آیت 49 اس آیت میں "منافقین" سے مراد قبیلہ اوس و خزرج کے چند افراد ہیں اور "جن کے دلوں میں بیماری ہے" سے مراد مکہ کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے کلمۂ اسلام تو پڑھ لیا مگر ان کے دلوں میں شک و تردُّد باقی تھا۔ جب کفارِ قریش سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کے لئے نکلے تو یہ بھی ان کے ساتھ آئے اور بدر میں مسلمانوں کی تعداد تھوڑی دیکھ کر ان کا شک مزید بڑھا اور وہ مرتد ہو گئے، کہنے لگے: مسلمان اتنی کم تعداد کے باوجود اپنے سے تین گنا بڑے لشکر سے جنگ کرنے لگے ہیں، انہیں ان کے دین نے دھوکے میں ڈالا ہوا ہے اور آخرت میں ثواب کی امید انہیں اپنی جانیں قربان کرنے پر ابھار رہی ہے۔ یہ تمام لوگ بدر میں مارے گئے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور اس کے فضل و احسان پر مطمئن ہو تو بیشک اللہ تعالیٰ اس کا حافظ و ناصر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ غالب ہے، اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور حکمت والا ہے، اپنے دشمنوں کو عذاب میں مبتلا کرتا اور اپنے اولیا کو رحمت و ثواب عطا فرماتا ہے۔ اہم بات: آیت میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف ہے کہ انہوں نے اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیئے اور اس کی قضا پر راضی ہو گئے۔

عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٤٩﴾ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ

بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے○ اور اگر آپ دیکھتے جب فرشتے کافروں کی ان کے چہروں اور پیٹھوں

وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿٥٠﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ

پر مارتے ہوئے جان نکالتے ہیں اور (کہتے ہیں) آگ کا عذاب چکھو○ یہ بدلہ ہے ان اعمال کا جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں اور

اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٥١﴾ ۙ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ

اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا○ جیسا فرعونیوں اور ان سے پہلوں کا طریقہ وہ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے تھے

اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٥٢﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ

تو اللہ نے ان کے گناہوں کے سبب انہیں پکڑ لیا، بیشک اللہ بڑی قوت والا، سخت عذاب دینے والا ہے○ یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ کسی نعمت کو

لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٥٣﴾ ۙ

نہیں بدلتا جو اس نے کسی قوم کو عطا فرمائی ہو جب تک وہ خود ہی اپنی حالت کو نہ بدلیں اور بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے○

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ

جیسے فرعونیوں اور ان سے پہلوں کا طریقہ، انہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا

{50} فرمایا کہ اے حبیب! اگر آپ کافروں کی وہ حالت دیکھیں کہ جب موت کے وقت فرشتے ان کی روحیں نکالتے ہیں تو بڑا ہولناک منظر دیکھیں گے۔ فرشتے آگ میں سرخ کئے ہوئے لوہے کے گرز کافروں کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہوئے کہتے ہیں کہ اب عذاب چکھو اور گرزوں کی ضرب سے ہونے والے زخم میں آگ بھڑک اٹھتی ہے۔

{51} فرمایا کہ یہ مصیبتیں اور عذاب تمہارے اپنے کئے ہوئے کفر اور گناہوں کا بدلہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی پر جرم کے بغیر عذاب نازل نہیں فرماتا۔ اہم بات: آیت میں "بِظَلَّامٍ" سے مراد "بہت ظلم کرنے والا نہیں" بلکہ مطلق "ظلم کرنے والا" ہے۔

{52} یہاں بتایا جا رہا ہے کہ یہ دنیوی و اخروی عذاب ان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام کفار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ ہے چنانچہ ارشاد فرمایا: ان کافروں کی اپنے کفر و سرکشی میں عادت فرعون اور ان سے پہلوں کی طرح ہے وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر اور گناہوں کے سبب انہیں ہلاک کیا اسی طرح کفارِ قریش غزوۂ بدر کے دن قتل اور گرفتار کئے گئے اور فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا اور کافروں کو سخت عذاب دینے والا ہے۔

{53} فرمایا گیا کہ کافروں کو عذاب دینے کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو جو نعمت عطا فرمائی ہے اسے ہرگز سزا سے نہیں بدلتا جب تک وہ خود ہی اپنی حالت کو بدل کر زیادہ بدتر حال میں مبتلا نہ ہوں۔ مزید فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ اہم بات: یہ [illegible] سب کے لئے برابر ہے کہ اپنے احوال کا بدلنا اور اپنے اعمال کی وجہ سے ترقی یا تنزلی کا شکار ہونا خود اپنے ہی ہاتھ میں ہے۔

{54} فرمایا گیا کہ جو کفارِ مکہ بدر میں قتل ہوئے ان کا اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی نعمت کو بدلنا ویسا ہی ہے جیسا فرعونیوں

وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَ كُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَلَّذِیْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّ هُمْ لَا یَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾

اور ہم نے فرعونیوں کو غرق کر دیا اور وہ سب ظالم تھے ○ بیشک جانوروں میں سب سے بدتر، اللہ کے نزدیک وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا تو وہ ایمان نہیں لاتے ○ وہ جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے ہیں اور ڈرتے نہیں ○ تو اگر تم انہیں لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی مار مارو جس سے ان کے پیچھے والے (بھی) بھاگ جائیں، اس امید پر (مارو) کہ شاید انہیں عبرت ہو ○

اور ان سے پہلوں کا طریقہ تھا، انہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کے گناہوں کے سبب بعض کو زلزلے سے، بعض کو زمین میں دھنسا کر، بعض پر پتھروں کی بارش برسا کر، بعض کو تیز آندھی سے اور بعض کی شکلیں بگاڑ کر ہلاک کر دیا جبکہ فرعونیوں کو غرق کر دیا اسی طرح ہم نے کفارِ قریش کو تلوار سے ہلاک کر دیا اور وہ سب کفر اور گناہوں کے ذریعے اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے۔ **اہم بات:** عبرت کے لئے مردودوں کے تاریخی حالات پڑھنا ضروری ہے؛ اسی طرح عبادت کا شوق پیدا کرنے کے لئے اولیاء کرام، صالحین و متقین کے واقعات کا مطالعہ بہت اچھا ہے۔

آیت 55، 56 **شانِ نزول:** رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا بنو قریظہ کے یہودیوں سے معاہدہ تھا کہ وہ نہ آپ سے لڑیں گے اور نہ آپ کے دشمنوں کی مدد کریں گے لیکن جب مشرکینِ مکہ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جنگ کی تو انہوں نے ہتھیاروں سے مشرکین کی مدد کی پھر معذرت کی کہ ہم بھول گئے تھے اور دوبارہ عہد کیا، پھر غزوۂ خندق کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خلاف کفار کا ساتھ دے کر یہ عہد بھی توڑ دیا۔ ان کے بارے میں یہ اور اس کے بعد کی آیات نازل ہوئیں، ان دو آیات میں فرمایا گیا: اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کے فیصلے میں جانوروں سے بھی بدتر وہ لوگ ہیں جو اپنے کفر پر سختی سے قائم ہیں، کسی صورت کفر چھوڑنے پر تیار نہیں، جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے ہیں، وہ نہ خدا سے ڈرتے ہیں نہ عہد شکنی کے خراب نتیجے سے۔ **اہم بات:** عہد شکنی ہر عقل مند کے نزدیک شرمناک جرم ہے اور عہد شکنی کرنے والا سب کے نزدیک بے اعتبار ہو جاتا ہے۔ **اہم بات:** کفار کو جانوروں سے بدتر فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ جانور اللہ تعالیٰ کی آیات سننے، سمجھنے اور دیکھنے کی قوت سے خالی ہیں، اپنا نفع و نقصان پہچانتے اور اپنے مالک کی اطاعت کرتے ہیں جبکہ کفار اپنے اعضا میں اللہ تعالیٰ کی آیات سننے، سمجھنے اور دیکھنے کی قوت رکھنے کے باوجود ان سے کام نہیں لیتے، کفر اختیار کر کے اپنا نقصان اور اپنے مالک حقیقی کی نافرمانی کرتے ہیں۔

آیت 57 فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے عہد شکنی کی اگر تم انہیں لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی مار مارو جس سے ان کے پیچھے والے بھی بھاگ جائیں، ان کی ہمتیں توڑ دو اور ان کی جماعتیں منتشر کر دو اور انہیں اس امید پر مارو کہ شاید انہیں عبرت ہو۔ **اہم بات:** جنگ میں ہر وہ جائز طریقہ استعمال کرنا درست ہے جو کفار کی ہمت توڑ دے۔

وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَآىٕنِیْنَ۠ ﴿۵۸﴾

اور اگر تمہیں کسی قوم سے عہد شکنی کا اندیشہ ہو تو ان کا عہد ان کی طرف اس طرح پھینک دو کہ (دونوں علم میں) برابر ہوں بیشک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْاؕ اِنَّهُمْ لَا یُعْجِزُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ

اور ہرگز کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ ہاتھ سے نکل گئے ہیں، بیشک وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔ اور ان کے لیے جتنی قوت ہو سکے تیار رکھو

مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْۚ

اور جتنے گھوڑے باندھ سکو تاکہ اس تیاری کے ذریعے تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو اور جو ان کے علاوہ ہیں انہیں ڈراؤ،

لَا تَعْلَمُوْنَهُمْۚ اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُوَفَّ اِلَیْكُمْ وَ اَنْتُمْ

تم انہیں نہیں جانتے اور اللہ انہیں جانتا ہے اور تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تم پر کوئی زیادتی

آیت 58 عام مسلمانوں اور مسلم حکمرانوں سے فرمایا جارہا ہے کہ معاہدے کے بعد جب کسی قوم کی طرف سے عہد شکنی کی علامات ظاہر ہوں تو عہد توڑنے کے لئے مسلمانوں کے امیر پر انہیں بتا دینا لازم ہے کہ آج کے بعد ہمارا تم سے معاہدہ ختم ہے اور ان پر حملہ کرنے سے پہلے انہیں جنگ کی اطلاع دیدے تاکہ دونوں عہد ختم ہونے کے علم میں برابر ہوں اور یہ اس قوم سے بد عہدی کرنے والا شمار نہ ہو، بیشک اللہ تعالیٰ عہد شکنی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ **اہم بات:** اگر کفار کی عہد شکنی روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو جائے تو عہد ختم ہونے اور جنگ کی اطلاع دینے کی ضرورت نہیں بلکہ ڈائریکٹ ان پر حملہ کر دیا جائے۔ **درس:** دینِ اسلام کی تعلیم انتہائی شاندار ہے کہ کفار سے کئے ہوئے عہد کا بھی اسلام میں بہت لحاظ رکھا گیا ہے۔

آیت 59 فرمایا گیا کہ جو کفار جنگِ بدر سے بھاگ کر قتل اور قید سے بچ گئے اور مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور پکڑ سے باہر نہ سمجھیں بیشک وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے، اللہ تعالیٰ ہر طرح انہیں پکڑنے پر قادر ہے۔

آیت 60 ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! کفار سے جنگ کے لئے جتنی قوت ہو سکے تیار رکھو۔ یہاں قوت سے مراد اسلحہ اور وہ تمام آلات ہیں جن کے ذریعے جنگ میں قوت حاصل ہو یا اس سے مراد قلعے اور پناہ گاہیں ہیں۔ ایک قول کے مطابق اس سے مراد تیر اندازی ہے۔ اور فرمایا کہ جتنے گھوڑے باندھ سکو تاکہ اس تیاری کے ذریعے تم اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں یعنی کفارِ مکہ وغیرہ کو اور جو ان کے علاوہ ہیں یعنی بنو قریظہ کے یہودی یا فارس کے مجوسی، انہیں ڈراؤ۔ ایک قول کے مطابق اس سے مراد منافقین ہیں کیونکہ آگے آیت میں فرمایا جارہا ہے کہ "تم انہیں نہیں جانتے" کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتے ہیں اور اپنی زبانوں سے کلمہ پڑھتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ منافق ہیں۔ آیت میں مزید فرمایا کہ تم جو کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تم پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔ **اہم باتیں:** (1) جہاد کی تیاری بھی عبادت اور حسبِ موقع جہاد کی طرح فرض ہے، جیسے نماز کے لئے وضو ضروری ہے۔ (2) کفار کو ڈرانا دھمکانا، اپنی قوت دکھانا، بہادری کی باتیں کرنا جائز ہیں۔ (3) فی زمانہ چونکہ بری، بحری اور فضائی جنگیں ہوتی ہیں جن میں ٹینک، میزائل، جنگی جہاز اور آبدوز وغیرہ ہتھیاروں سے دشمن کے مقابلے میں قوت حاصل ہوتی ہے لہٰذا ان ہتھیاروں کی تیاری بھی اس آیت میں داخل ہو گی۔

لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ

نہیں کی جائے گی۝ اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو بیشک وہی سننے والا

الْعَلِيْمُ ۝ وَ اِنْ يُّرِيْدُوْۤا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْۤ اَيَّدَكَ

جاننے والا ہے۝ اور (اے حبیب!) اگر وہ تمہیں دھوکا دینا چاہیں گے تو بیشک اللہ تمہیں کافی ہے۔ وہی ہے جس نے اپنی مدد اور مسلمانوں کے

بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا

ذریعے تمہاری تائید فرمائی۝ اور اس نے مسلمانوں کے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتے

مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے تھے لیکن اللہ نے ان کے دلوں کو ملا دیا، بیشک وہ غالب حکمت والا ہے۝

آیت 61 اس آیت میں فرمایا جارہا ہے کہ اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں اور صلح کی درخواست کریں تو ان کی صلح قبول کر لو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھو بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) اگر صلح مسلمانوں کے حق میں بہتر ہو تو صلح جائز ہے اگرچہ کچھ مال لے یا دے کر کی جائے اور صلح کے بعد اگر مصلحت صلح توڑنے میں ہو تو ضروری ہے کہ پہلے انہیں اطلاع کر دیں اور اطلاع کے بعد اتنی مہلت دیں کہ کافر بادشاہ اپنے تمام ممالک میں یہ خبر پہنچا سکے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ صلح میں کوئی مدت معین نہ ہو، اگر مدت معین ہو تو مدت پوری ہونے پر اطلاع دینے کی حاجت نہیں۔ (2) جس مشرک سے معاہدہ کیا جائے وہ مشرکین عرب میں سے نہ ہو کیونکہ ان سے صرف اسلام قبول کیا جائے گا یا جنگ ہو گی۔

آیت 62 فرمایا کہ اے حبیب! اگر کفار دھوکا دینے کے لئے صلح کی پیش کش کریں تو اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے فریب سے بچائے گا کہ تمہیں کسی طریقہ سے خبر دے دے گا۔ وہی ہے جس نے بدر اور باقی ایام میں اپنی مدد اور مہاجرین و انصار کے ذریعے تمہاری تائید فرمائی۔ اہم باتیں: (1) بدر میں اللہ تعالیٰ کی مدد وہ تھی جو فرشتوں کے ذریعے آئی۔ (2) اللہ تعالیٰ کی مدد فرشتوں کے ذریعے بھی ہوتی ہے اور نیک بندوں کے ذریعے بھی نیز ظاہری اسباب کے ساتھ بھی ہوتی ہے اور ظاہری اسباب سے ہٹ کر بھی۔

آیت 63 انصار کے قبیلوں اوس اور خزرج کے درمیان برسوں سے عداوت چلی آرہی تھی، انہیں ملا دینے کی سب کوششیں بے کار ہو چکی تھیں، ذرا ذرا سی بات پر بگڑ جاتے اور برسہا برس تک جنگ رہتی۔ جب یہ ایمان لائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اتباع کی تو دلوں سے دیرینہ عداوتیں اور کینے دور ہوئے اور ایمانی محبتیں پیدا ہوئیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا روشن معجزہ ہے۔ آیت میں اس بارے میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اوس اور خزرج کے دلوں میں 120 سال کی عداوت کے بعد الفت پیدا کر دی۔ ان کی عداوت اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ اگر کوئی ان میں صلح کرانے کے لئے جو کچھ زمین میں ہے سب خرچ کر دیتا تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے ان کے دلوں کو ملا دیا، باہم الفت و محبت پیدا کی اور نفرت و دشمنی کو دور کر دیا، بیشک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٤﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ

اے نبی! اللہ تمہیں کافی ہے اور جو مسلمان تمہارے پیروکار ہیں۔ اے نبی! مسلمانوں کو جہاد

الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ

کی ترغیب دو۔ اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر

يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾ اَلْـٰٔنَ

تم میں سے سو ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے کیونکہ کافر سمجھ نہیں رکھتے۔ اب اللہ نے

خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا

تم پر سے تخفیف فرمادی اور اسے علم ہے کہ تم کمزور ہو تو اگر تم میں سو صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آئیں گے

مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٦٦﴾

اور اگر تم میں سے ہزار ہوں تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب ہوں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

آیت 64 سابقہ ایک آیت میں کفار کے دھوکا دینے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مدد و نصرت کا وعدہ فرمایا تھا یہاں ہر حال میں مدد و نصرت اور کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے۔ **شانِ نزول:** (1) یہ آیت غزوۂ بدر میں جنگ سے پہلے نازل ہوئی اور مومنین سے انصار صحابۂ کرام یا انصار و مہاجرین دونوں مراد ہیں۔ (2) یہ آیت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے متعلق نازل ہوئی۔ اس قول کے مطابق یہ آیت مکی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم سے مدنی سورت میں لکھی گئی۔ فرمایا گیا: اے حبیب! اللہ تعالیٰ آپ کو اور ان مسلمانوں کو کافی ہے جنہوں نے آپ کی پیروی کی یا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کافی ہے اور آپ کی پیروی کرنے والے مسلمان آپ کو کافی ہیں۔

آیت 65 فرمایا کہ اے نبی! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو، اگر مسلمانوں میں سے 20 صبر کرنے والے ہوں گے تو 200 کفار پر غالب آجائیں گے اور اگر 100 ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے کیونکہ کافر جاہل ہیں، ان کی جنگ سے غرض نہ حصولِ ثواب ہے نہ خوفِ عذاب، جانوروں کی طرح لڑتے بھڑتے ہیں تو وہ للّٰہیت کے ساتھ لڑنے والوں کے مقابل نہیں ٹھہر سکتے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ اور بشارت ہے کہ مسلمانوں کی جماعت صابر رہے تو مددِ الٰہی سے 10 گنا کافروں پر غالب رہے گی۔ (2) جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر فرض کر دیا گیا کہ مسلمانوں کا ایک فرد 10 افراد کے مقابلہ سے نہ بھاگے، پھر آیت ﴿اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ﴾ نازل ہوئی تو یہ لازم کیا گیا کہ 100 مجاہدین 200 لوگوں کے مقابلے میں قائم رہیں۔ (بخاری، حدیث: 4653)

آیت 66 اس آیت سے 10 گنا سے مقابلہ کی فرضیت منسوخ ہوئی اور دو گنا کے مقابلہ سے بھاگنا ممنوع رکھا گیا، فرمایا کہ اب اللہ نے تم پر سے تخفیف فرمادی اور اسے علم ہے کہ تمہارے بدن کمزور ہیں تو اگر تم میں 100 صبر کرنے والے ہوں تو 200 پر غالب آجائیں گے اور اگر ہزار ہوں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو ہزار پر غالب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ

کسی نبی کے لائق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرلے جب تک زمین میں ان کا خون خوب نہ بہالے۔ تم لوگ دنیا کا مال واسباب چاہتے ہو

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ

اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے پہلے سے ایک حکم لکھا ہوا نہ ہوتا، تو اے مسلمانو! تم نے کافروں سے جو مال لیا

فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

ہے اس کے بدلے تمہیں بڑا عذاب پکڑلیتا۔ تو اس سے کھاؤ جو حلال پاکیزہ غنیمت تمہیں ملی ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ

آیت 67 ﴿ **شانِ نزول:** حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے غزوۂ بدر کے قیدیوں سے متعلق مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یہ آپ کی قوم و قبیلے کے لوگ ہیں، میری رائے میں انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ اس سے مسلمانوں کو قوت پہنچے گی اور کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام نصیب کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تکذیب کی، آپ کو مکہ میں نہ رہنے دیا نیز یہ کفر کے سردار اور سرپرست ہیں، ان کی گردنیں اڑادی جائیں۔ بالآخر فدیہ لینے کی رائے قرار پائی اور جب فدیہ لیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ فرمایا گیا: کسی نبی کے لائق نہیں کہ اپنے ہاں کافروں کو قید رکھے جب تک زمین میں ان کا خون خوب بہا کر کفر کی ذلت اور اسلام کی شوکت کا اظہار نہ کردے۔ اے مسلمانو! تم دنیا کا مال و اسباب یعنی فدیہ چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آخرت کا ثواب چاہتا ہے جو کفار کے قتل اور اسلام کے غلبے کی صورت میں تمہیں ملے گا اور اللہ تعالیٰ دشمنوں پر غالب اور اپنے اولیا کو عتاب فرمانے میں حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا کہ یہ حکم بدر میں تھا جبکہ مسلمان تھوڑے تھے۔ جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوئی اور وہ فضل الٰہی سے قوی ہوئے تو قیدیوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً﴾ (محمد:۴) اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مؤمنین کو اختیار دیا کہ خواہ کافروں کو قتل کریں، غلام بنائیں، فدیہ لیں یا آزاد کردیں۔

آیت 68 ﴿ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے سے ایک حکم لکھا ہوا نہ ہوتا کہ اجتہاد پر عمل کرنے والے سے مؤاخذہ نہ فرمائے گا یا یہ کہ اہلِ بدر پر عذاب نہ فرمائے گا یا تمہارے لئے غنیمتیں حلال فرمائے گا تو اے مسلمانو! تم نے کافروں سے جو مال لیا ہے اس کے بدلے تمہیں بڑا عذاب پکڑ لیتا۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجتہاد ہی کیا تھا، انہوں نے سوچا کہ کافروں کو زندہ چھوڑ دینے میں ان کے اسلام لانے کی امید ہے اور فدیہ سے دین کو تقویت ہوگی اور اس طرف توجہ نہ گئی کہ قتل میں اسلام کا غلبہ اور کفار کی تہدید ہے۔ (2) اس سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت و شان ظاہر ہوئی، بارگاہِ الٰہی میں آپ کا مقام ایسا بلند ہے کہ آپ کی رائے کے مطابق قرآنِ مجید کی آیات نازل ہوئیں۔ (3) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اس دینی معاملہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے دریافت فرمانا مشروعیت اجتہاد کی دلیل ہے۔

آیت 69 ﴿ **شانِ نزول:** جب اس سے پہلی آیت اتری تو جو فدیئے لئے جاچکے تھے ان سے ہاتھ روک لیا گیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی فرمایا گیا کہ تمہارے لئے غنیمتیں حلال کر دی گئی ہیں تو جو حلال پاکیزہ غنیمت تمہیں ملی ہے اس سے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۰﴾ وَ اِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا

مہربان ہے○ اے نبی! جو قیدی تمہارے ہاتھ میں ہیں ان سے فرماؤ، اگر اللہ تمہارے دل میں بھلائی جانے گا تو جو مال تم سے لیا گیا اس سے بہتر تمہیں عطا فرمائے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ اور اے حبیب! اگر وہ تم سے خیانت کرنا چاہتے ہیں تو بیشک یہ اس سے پہلے اللہ سے خیانت کرچکے ہیں جس پر اس نے انہیں تمہارے قابو میں دے دیا اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے○ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور وہ جنہوں نے پناہ دی

آیت 70 ﴿ شانِ نزول: حضرت عباس رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں گرفتار ہوئے اور ان سے وہ 20 اوقیہ سونا لے لیا گیا جو لشکرِ کفار پر خرچ کرنے کے لئے لائے تھے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ یہ سونا فدیہ میں شمار کرلیا جائے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے انکار فرمادیا۔ اس کے ساتھ ان کے دو بھتیجوں عقیل بن ابو طالب اور نوفل بن حارث کے فدیے کا بار بھی ان پر ڈالا گیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ مجھے اس حال میں چھوڑیں گے کہ باقی عمر قریش سے مانگ مانگ کر بسر کروں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: پھر وہ سونا کہاں ہے جسے تمہارے مکہ سے چلتے وقت تمہاری بیوی اُمِّ فضل نے دفن کیا تھا اور تم ان سے کہہ آئے ہو کہ خبر نہیں ہے کیا حادثہ پیش آئے، اگر میں جنگ میں کام آجاؤں تو یہ تیرا، عبد اللہ، عبید اللہ، فضل اور قثم کا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ فرمایا: مجھے میرے رب نے خبردار کیا ہے۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے اس راز سے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مطلع نہ تھا اور کلمہ پڑھ کر اسلام لے آئے نیز اپنے بھتیجوں عقیل اور نوفل کو حکم دیا اور وہ بھی اسلام لے آئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت 71 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! اگر وہ قیدی تمہاری بیعت سے پھر کر اور کفر اختیار کر کے تم سے خیانت کرنا چاہتے ہیں تو آپ اس پر غم نہ کریں کیونکہ یہ لوگ میثاق کے دن مجھ سے وعدہ کر کے دنیا میں پہنچ کر پھر گئے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے کفار کو رہا کرتے وقت ان سے دوبارہ جنگ نہ کرنے کا عہد لیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب! اگر انہوں نے عہد کی خلاف ورزی کر کے آپ سے خیانت کی ہے تو آپ افسردہ نہ ہوں، یہ لوگ پہلے اللہ تعالیٰ سے بھی عہد کر کے توڑ چکے ہیں کہ مصیبت سے نجات کے لئے اللہ کا بندہ بننے کا عہد کیا اور مصیبت دور ہونے کے بعد کفر و معصیت میں مبتلا ہو گئے، اولاد ملنے پر شکر گزاری کا عہد کیا اور اولاد ملنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی عطا میں اس کے شریک ٹھہرا دیئے جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے قابو میں دے دیا جیسا کہ وہ بدر میں قتل اور گرفتار ہوئے، آئندہ بھی اگر ان کے وہی اطوار رہے تو انہیں اسی کا امیدوار رہنا چاہئے، اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

آیت 72 ﴿ اس آیت میں دو گروہوں کا بیان فرمایا گیا: (1) مہاجرینِ اوّلین: وہ لوگ جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے رسول

وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ

اور مدد کی وہ سب ایک دوسرے کے وارث ہیں اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں

وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ

جب تک وہ ہجرت نہ کریں اور اگر وہ دین میں تم سے مدد مانگیں تو تم پر مدد کرنا واجب ہے

اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

مگر یہ کہ ایسی قوم کے خلاف (مدد مانگیں) کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو اور اللہ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے ۝ اور کافر

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ۝

آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہو گا

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا

اور وہ جو ایمان لائے اور مہاجر بنے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے جگہ

صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت میں اپنے گھر بار چھوڑے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا۔ (2) انصار وہ لوگ جنہوں نے مسلمانوں کی مدد کی اور انہیں اپنے مکانوں میں ٹھہرایا۔ فرمایا کہ وہ سب ایک دوسرے کے یعنی مہاجرین انصار کے اور انصار مہاجرین کے وارث ہیں اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں جب تک وہ ہجرت نہ کریں اور اگر وہ مسلمان دار الحرب سے رہائی حاصل کرنے کے لئے تم سے فوجی یا مالی مدد مانگیں تو تم پر فرض ہے کہ انہیں نامراد نہ کرو۔ ہاں اگر وہ کسی کافر قوم کے خلاف تم سے مدد طلب کریں جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو تو ان کے خلاف مسلمانوں کی مدد نہ کرو اور مدت پوری ہونے سے پہلے معاہدہ توڑو اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے۔ اہم باتیں: (1) یہاں مہاجرین وانصار کو (دینی اخوت کی بنا پر) ایک دوسرے کا وارث قرار دیا گیا، بعد میں اُس آیت سے یہ حکم منسوخ ہو گیا جس میں نسبی رشتہ داروں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دیا گیا ہے۔ (2) ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے مسلم بھائی کی دینی جنگ میں مدد کرے البتہ ایسی کافر قوم کے خلاف مدد نہ کرے جن سے معاہدہ ہو چکا ہے کیونکہ یہ بد عہدی ہے۔ اس صورت میں کوشش کی جائے کہ ان کفار اور مسلمانوں میں صلح ہو جائے، اگر صلح ناممکن ہے تو غیر جانبدار رہے۔

آیت 73 فرمایا کہ کافر نصرت اور وراثت میں ایک دوسرے کے وارث ہیں لہٰذا تمہارے اور ان کے درمیان کوئی وراثت نہیں۔ مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کریں اور ایک دوسرے کے مددگار ہو کر ایک قوت نہ بن جائیں تو کفار مضبوط اور مسلمان کمزور ہو جائیں گے، اس صورت میں زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہو گا۔

آیت 74 اس سے پہلے مہاجرین وانصار کے باہمی تعلقات اور ان کا دوسرے کے مددگار ہونے کا بیان ہوا یہاں ان دونوں کے ایمان کی تصدیق اور ان کی شان و عظمت کا بیان ہے۔ فرمایا گیا کہ وہ جو ایمان لائے اور اسلام کی خاطر اپنے آبائی وطن، عزیز و رشتہ دار، مال و دولت اور مکانات کو چھوڑ کر مہاجر بنے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑے، اسی طرح جنہوں نے مہاجرین کو مدینہ منورہ میں اس طرح ٹھہرایا کہ

وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾

اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں، ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۵﴾ ع

اور جو اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا وہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں (وراثت میں) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔ بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

آیاتہا ۱۲۹ — ۹ سورۃ التوبۃ مدنیۃ ۱۱۳ — رکوعاتہا ۱۶

سورۂ توبہ مدنیہ ہے اس میں ایک سو انتیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں

اور مال و متاع میں برابر کا شریک کر لیا، یہ سچے اور کامل مومن ہیں۔ ان کے لئے گناہوں سے بخشش اور جنت میں عزت کی روزی ہے۔ اہم بات: حدیث پاک میں ہے: ایمان کی نشانی انصار سے محبت کرنا اور منافقت کی نشانی انصار سے بغض رکھنا ہے۔ (بخاری، حدیث:3784)

آیت 75 فرمایا کہ اے مہاجرین و انصار! جو لوگ پہلی ہجرت کے بعد ایمان لائے اور انہوں نے تمہاری ہجرت کے بعد ہجرت کی نیز جنگوں میں انہوں نے تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا یہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور تمہارے ہی حکم میں ہیں اور رشتے دار اللہ تعالیٰ کی کتاب میں وراثت میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت اور اُخُوَّت کی بنا پر ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں ہجرت اور اخوت کے مقابلے میں (نسبی) رشتے دار وراثت میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ اس سے ہجرت اور اخوت کی وجہ سے وراثت میں حق داری منسوخ فرما دی گئی۔ اہم باتیں: (1) مہاجرین کے کئی طبقے ہیں: (۱) جنہوں نے پہلی مرتبہ مدینہ طیبہ کو ہجرت کی، انہیں مہاجرین اولین کہتے ہیں۔ (۲) جنہوں نے پہلے حبشہ کی طرف پھر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی، انہیں اصحاب ہجرتین کہتے ہیں۔ (۳) جنہوں نے صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ سے قبل ہجرت کی، یہ اصحابِ ہجرتِ ثانیہ کہلاتے ہیں۔ سابقہ آیت میں مہاجرین اولین کا ذکر ہوا اور یہاں اصحابِ ہجرتِ ثانیہ کا ذکر ہے۔ (2) اب وراثت کا دار و مدار نسبی قرابت داری پر ہے۔ رضاعی رشتے کی وجہ سے کوئی ایک دوسرے کا وارث نہیں اور سسرالی رشتے میں صرف شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے وارث ہیں۔

سورۂ توبہ کا تعارف سورۂ توبہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی مگر بعض علما کے نزدیک اس کی آخری آیات ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ﴾ سے آخر تک مکی ہیں۔ اس میں 129 آیتیں اور 16 رکوع ہیں۔ اس سورت میں کثرت سے توبہ کا ذکر ہے اس مناسبت سے اس کا نام "توبہ" اور اس کی پہلی آیت میں کفار سے براءت کا اعلان ہے، اس مناسبت سے اس کا نام "بَرَآءَة" رکھا گیا۔ مروی ہے کہ سب سے آخری کامل سورت "سورۂ توبہ" نازل ہوئی۔ (بخاری، حدیث:4605) **فضیلت:** حضرت عطیہ ہمدانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لکھا: تم خود سورۂ براءت سیکھو اور اپنی عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ۔ (سنن سعید بن منصور، حدیث:1003) سورۂ توبہ کے شروع

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَؕ ① فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ

یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکوں کی طرف اعلانِ براءت ہے جن سے تمہارا معاہدہ تھا○ تو (اے مشرکو!) تم چار مہینے تک

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ②

زمین میں چلو پھرو اور جان لو کہ تم اللہ کو تھکا نہیں سکتے اور یہ کہ اللہ کافروں کو ذلیل و رسوا کرنے والا ہے○

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ۬

اور (یہ) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمام لوگوں کی طرف بڑے حج کے دن اعلان ہے کہ اللہ مشرکوں سے بری ہے

وَرَسُوْلُهٗؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِؕ

اور اس کا رسول بھی تو اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم منہ پھیرو تو جان لو کہ تم اللہ کو تھکا نہیں سکتے

میں "بسم اللہ" نہ لکھے جانے کی وجہ: اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام اس سورت کے ساتھ بسم اللہ لے کر نازل ہی نہیں ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی بسم اللہ لکھنے کا حکم نہیں فرمایا۔ (جلالین مع صاوی، سورۃ التوبہ، 3/783) خلاصۂ مضامین: اس سورت میں مشرکین اور اہلِ کتاب سے جہاد کے احکام، منافقین کو غزوۂ تبوک سے روک کر مسلمانوں اور منافقوں میں فرق، بدعہدی کرنے والے مشرکین سے براءت کا اعلان، کفارِ مکہ کے مسلمانوں سے افضل ہونے کے دعوے نیز یہودیوں کا حضرت عزیر علیہ السلام اور عیسائیوں کا حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دینے کا رد، حضرت کعب بن مالک، حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم کی توبہ نیز غزوۂ حنین اور مسجد ضرار کا واقعہ، مسجد قبا کی فضیلت، ہجرت کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی غارِ ثور میں ہونے والی گفتگو اور زکوۃ کے مصارف کا بیان ہے۔

آیت 1 مشرکینِ عرب اور مسلمانوں کے درمیان عہد تھا مگر چند کے سوا سب مشرکین نے عہد شکنی کی تو ان کا عہد ساقط کر دیا گیا۔ فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! جن مشرکین سے تمہارا معاہدہ تھا جب انہوں نے عہد شکنی کی تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کا عہد پورا کرنے سے بری الذمہ ہیں۔

آیت 2 فرمایا کہ اے مشرکو! تم چار مہینے تک زمین میں امن و امان سے چلو پھرو اور خوب سوچ سمجھ لو کہ تمہارے لئے کیا بہتر ہے اور اپنی احتیاطیں کر لو، اس کے بعد تمہارے لئے کوئی امان نہیں اور ساتھ ہی اس حقیقت کو ذہن نشین رکھنا کہ تم اللہ تعالیٰ کو تھکا نہیں سکتے اور اس مہلت کے باوجود اس کی گرفت سے نہیں بچ سکتے، یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو دنیا میں قتل اور آخرت میں عذاب کے ساتھ رسوا کرنے والا ہے۔

آیت 3 فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف سے تمام لوگوں کی طرف بڑے حج کے دن اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکوں اور ان کے عہدوں سے بری ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی بری ہیں تو اے کافرو! اگر تم کفر و شرک سے توبہ کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم ایمان سے منہ پھیرو تو جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو تھکا نہیں سکتے اور اس کی گرفت سے نہیں بچ سکتے

وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣﴾ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ

کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ ○ مگر وہ مشرکین جن سے تمہارا معاہدہ تھا پھر

لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ

انہوں نے تمہارے معاہدے میں کوئی کمی نہیں کی اور تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد نہیں کی تو ان کا معاہدہ ان کی مقررہ مدت تک پورا کرو،

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٤﴾ فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ

بیشک اللہ پرہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے ○ پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو مارو جہاں

وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا

تم انہیں پاؤ اور انہیں پکڑلو اور قید کرلو اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر وہ توبہ کریں

وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥﴾

اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ

اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو حتّٰی کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو

اور کافروں کو دنیا میں قتل اور قید کی صورت میں اور آخرت میں آگ کے دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۔ اہم بات: عمرہ ”حج اصغر“ ہے اور حج ”حج اکبر“ ہے۔ عوام میں مشہور ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ حج اکبر ہوتا ہے۔ یہ کہنا غلط بھی نہیں۔

آیت4 فرمایا گیا کہ جن لوگوں کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے اور انہوں نے معاہدے کو اس کی شرطوں کے ساتھ پورا کیا، تمہارے مقابلے میں تمہارے کسی دشمن کی مدد نہیں کی تو تم بھی ان کا معاہدہ ان کی مقررہ مدت تک پورا کرو۔ اہم بات: یہ لوگ بنی ضمرہ تھے، ان کی مدت کے 9 مہینے باقی تھے۔

آیت5 فرمایا کہ پھر جب کفار کی امان کے چار مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو حرم اور حرم سے باہر جہاں پاؤ قتل کرو، انہیں پکڑلو اور قید کرلو اور انہیں قتل اور قید کرنے کے لئے ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر وہ کفر و شرک کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرلیں، بتوں کی پوجا چھوڑ کر اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی فرضیت کو مان لیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو اور ان کی جان و مال کے درپے نہ ہو۔ جو بندہ توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا اور اس کے گناہ چھپا دیتا ہے اور توبہ سے پہلے کئے ہوئے گناہوں پر سزا نہ دے کر اس پر رحم فرماتا ہے۔ اہم بات: یہاں یہ حکم نہیں ہے کہ جنگ کے دوران یا جنگ کے علاوہ جہاں کافر نظر آجائے قتل کر دیا جائے بلکہ یہاں صرف دوران جہاد قتل کا حکم ہے۔

آیت6 فرمایا کہ اے حبیب! اگر کوئی مشرک مہلت کے مہینے گزرنے کے بعد آپ سے پناہ مانگے تاکہ آپ سے توحید کے مسائل اور

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝۶ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ

یہ اس لیے کہ وہ نادان لوگ ہیں ○ اللہ اور اس کے رسول کے پاس مشرکوں کے لئے کوئی عہد کیسے ہو گا؟

اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے نزدیک معاہدہ کیا تو جب تک وہ تمہارے لیے عہد پر قائم رہیں تو تم ان کے لیے قائم رہو بیشک اللہ

يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝۷ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ يُرْضُوْنَكُمْ

پرہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے ○ بھلا کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ اگر وہ تم پر غالب آجائیں تو تمہارے بارے میں نہ کسی رشتے داری کا لحاظ کریں گے اور نہ ہی کسی معاہدے

بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۸ۚ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا

کا۔ وہ تمہیں اپنے منہ سے راضی کرتے ہیں اور ان کے دل انکار کرتے ہیں اور ان میں اکثر نافرمان ہیں ○ انہوں نے اللہ کی آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت لے لی

فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۹ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا

اور اس کے راستے سے روکا۔ بے شک یہ بہت برے عمل کرتے ہیں ○ کسی مسلمان کے بارے میں نہ رشتے داری کا لحاظ کرتے ہیں

قرآنِ پاک سنے تو اسے پناہ دے دیں حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے اور اسے معلوم ہو جائے کہ ایمان قبول کرنے کی صورت میں اسے کیا ثواب ملے گا اور کفر پر قائم رہنے کی وجہ سے اس پر کیا عذاب ہو گا پھر اگر ایمان نہ لائے تو اُسے اُس کی امن کی جگہ پہنچا دیں یہ اس لئے کہ وہ ابھی اللہ تعالیٰ کے دین اسلام اور اس کی حقیقت کو جانتے نہیں لہٰذا انہیں امن دینا عین حکمت ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنیں اور سمجھیں۔

آیت 7 ﴾ فرمایا کہ مشرکوں کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس کوئی عہد نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ کفر اور عہد شکنی کیا کرتے ہیں البتہ بنی کنانہ اور بنی ضمرہ وغیرہ جن لوگوں سے تم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر مسجدِ حرام کے نزدیک معاہدہ کیا تھا اور ان سے کوئی عہد شکنی ظاہر نہ ہوئی تو ان کے معاہدے کی مدت پوری کرو اور معاہدے کی مدت کے اندر جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہیں، تم بھی قائم رہو اگر وہ اس دوران میں عہد توڑ دیں تو تم بھی ان سے جنگ کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے۔

آیت 8 ﴾ ارشاد فرمایا: مشرکین اپنے قول پر قائم رہتے ہوئے عہد کیسے پورا کریں گے حالانکہ ان کا حال تو یہ ہے کہ اگر وہ تم پر غالب آ جائیں تو تمہارے بارے میں نہ کسی رشتے داری کا لحاظ کریں گے اور نہ کسی معاہدے کا۔ وہ تمہیں اپنے منہ سے ایمان لانے اور وفائے عہد کے وعدے کر کے راضی کر دیتے ہیں جبکہ ان کے دل ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں اور ان میں اکثر نافرمان یعنی عہد شکن، کفر میں سرکش، بے مُروّت اور جھوٹ سے نہ شرمانے والے ہیں۔

آیت 9 ﴾ فرمایا کہ انہوں نے قرآنِ پاک کی آیات اور ان پر ایمان لانے کے بدلے دنیا کا تھوڑا سا مال لے لیا اور ان کے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مابین جو عہد تھا اسے ابو سفیان کے تھوڑے سے لالچ دینے سے توڑ دیا اور انہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہونے سے روکا۔ بے شک یہ شرک، عہد شکنی اور لوگوں کو دینِ اسلام میں داخل ہونے سے روک کر بہت برے عمل کرتے ہیں۔

آیت 10 ﴾ فرمایا کہ جن مشرکین نے معاہدے کی خلاف ورزی کی یہ کسی مسلمان کے بارے میں نہ رشتے داری کا لحاظ کرتے ہیں اور

وَلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝١٠ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ

کسی معاہدے کا اور یہی لوگ سرکش ہیں ۝ پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں

فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝١١ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ

تو تمہارے دین میں بھائی ہیں اور ہم جاننے والوں کے لیے تفصیل سے آیتیں بیان کرتے ہیں ۝ اور اگر معاہدہ کرنے کے بعد اپنی قسمیں

مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ

توڑیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو کفر کے پیشواؤں سے لڑو، بیشک ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں (ان سے لڑو) تاکہ

يَنْتَهُوْنَ ۝١٢ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ

وہ باز آئیں ۝ کیا تم اس قوم سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا حالانکہ

بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝١٣

پہلی مرتبہ انہوں نے ہی تم سے ابتداء کی تھی تو کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ پس اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو ۝

کسی معاہدے کا بلکہ موقع پاکر قتل کرڈالتے ہیں اور یہی مشرک لوگ عہد شکنی میں حد سے بڑھنے والے ہیں۔

آیت 11 ارشاد فرمایا: اگر وہ مشرکین شرک سے ایمان کی طرف اور عہد شکنی سے وفائے عہد کی طرف لوٹ آئیں نیز جو نمازیں ان پر فرض ہوں انہیں تمام شرائط و ارکان کے ساتھ ادا کریں اور جو زکوٰۃ ان پر فرض ہو اسے خوش ہو کر دیں تو وہ تمہارے اسلامی بھائی ہیں ان کے لئے بھی وہی احکام ہیں جو تمہارے لئے ہیں، انہیں بھی وہی چیزیں منع ہیں جو تمہیں منع ہیں۔ عہد شکنی کرنے والے اور توبہ کرنے والے مشرکین کے احوال اور کفر و ایمان کی حالت میں ان کے احکام سے متعلق آیات ہم علم والوں کے لئے بیان کرتے ہیں۔

آیت 12 فرمایا کہ اگر کفار معاہدہ کرنے کے بعد اسے توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن و تشنیع کریں تو پھر کوئی عہد باقی نہیں رہا، ان سے لڑو تاکہ یہ تمہارے دین میں طعن و تشنیع سے باز آئیں اور کفر سے ایمان کی طرف لوٹ آئیں۔ **اہم باتیں:** (1) دین میں طعنہ زنی سے مراد ہے دینِ اسلام کی طرف ایسی بات منسوب کرنا ہے جو اس کے شایانِ شان نہیں یا ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کو ہلکا جان کر اس پر اعتراض کرنا، اسی طرح نماز، حج، قرآن اور ذکرِ رسول پر طعنہ زنی کرنا یا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شانِ پاک میں گستاخی کرنا سب اس میں داخل ہے۔ (2) کفار کے ساتھ جنگ کرنے سے مقصود انہیں کفر و بد اعمالی سے روکنا ہے اور یہی اسلامی جہاد کا سب سے اہم مقصد ہے۔

آیت 13 فرمایا کہ کیا تم اس قوم سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں، صلح حدیبیہ کا عہد توڑا اور مسلمانوں کے حلیف خزاعہ کے مقابل بنی بکر کی مدد کی نیز دار الندوہ میں مشورہ کر کے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مکہ سے نکالنے کا ارادہ کیا حالانکہ پہلی مرتبہ انہوں نے ہی تم سے لڑائی کی ابتدا کی تھی تو کیا تم ان سے ڈرتے ہو، اس لئے ان سے جنگ ترک کرتے ہو؟ پس اگر تم اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعید پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم کافروں سے جنگ ترک کرنے کے معاملے میں اس سے ڈرو۔ اہم بات: ایمانِ کامل کا تقاضا ہے کہ مومن اپنے رب کے سوا کسی سے نہ ڈرے اور نہ اس کے علاوہ کسی کی پروا کرے۔

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ

تم ان سے لڑو، اللہ تمہارے ہاتھوں سے انہیں عذاب دے گا اور انہیں ذلیل ورسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد فرمائے گا اور ایمان والوں کے دلوں کو

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَ يُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾

ٹھنڈا کردے گا ○ اور ان کے دلوں کی گھٹن دور فرمائے گا اور اللہ جس پر چاہتا ہے اپنی رحمت سے رجوع فرماتا ہے اور اللہ علم والا حکمت والا ہے ○

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ لَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ

کیا تم نے یہ گمان کرلیا کہ تمہیں ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ ابھی اللہ نے ان لوگوں کی پہچان نہیں کروائی جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں اور وہ جنہوں

دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ مَا كَانَ

ع ۸

نے اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کے علاوہ کسی کو اپنا رازدار نہیں بنایا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے ○ مشرکوں کو یہ

لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ

حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جبکہ یہ خود اپنے کفر کے گواہ ہیں، ان کے تمام اعمال برباد ہیں

آیت 14 ارشاد فرمایا: تم ان سے لڑو، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ تمہارے ہاتھوں سے قتل کے ذریعے انہیں عذاب دے گا اور انہیں قید میں مبتلا کرکے ذلیل ورسوا کرے گا نیز ان کے خلاف تمہاری مدد فرما کر تمہیں ان پر غلبہ عطا فرمائے گا اور ایمان والوں کے دلوں کو ٹھنڈا کردے گا۔ **اہم بات:** تاریخ شاہد ہے کہ یہ سارے وعدے پورے ہوئے۔

آیت 15 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بنی خزاعہ کے دلوں کی گھٹن دور فرمائے گا، اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنی رحمت سے رجوع فرما کر اسے شرک وکفر سے توبہ کی توفیق دے کر اسلام کی ہدایت عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ علم والا ہے، جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ ہوگا سب جانتا ہے اور وہ توبہ قبول فرمانے میں حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** اس آیت میں بعض اہلِ مکہ کے اسلام قبول کرنے کی خبر ہے اور یہ بھی سچ ثابت ہوئی چنانچہ حضرت ابوسفیان، عکرمہ بن ابوجہل اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہم ایمان سے مشرف ہوئے۔

آیت 16 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! کیا تم نے یہ گمان کرلیا کہ تمہیں ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے ان کو ظاہر نہیں کیا اور لوگوں کو ان کی پہچان نہیں کروائی جو تم میں سے اخلاص کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کرنے والے ہیں اور وہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور ایمان والوں کے علاوہ کسی کو اپنا رازدار نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام کاموں سے خبردار ہے، وہ جانتا ہے کہ تم جہاد کرنے میں مخلص ہو یا نہیں۔

آیت 17 **شانِ نزول:** کفارِ قریش کے سرداروں کی ایک جماعت بدر میں گرفتار ہوئی ان میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سرداروں کو شرک پر عار دلائی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خاص حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم تم سے افضل ہیں، ہم مسجد حرام کو

وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اور یہ آگ ہی میں رہیں گے ۝ اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں

وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا

اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو عنقریب یہ لوگ ہدایت والوں

مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

میں سے ہوں گے ۝ تو کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے (والے) کو اور مسجد حرام کی خدمت کرنے (والے) کو اس شخص کے برابر ٹھہرا لیا جو اللہ اور قیامت

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت

کی خدمت اور حاجیوں کو سیراب کرتے نیز اسیروں کو رہا کراتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ مسجدوں کو آباد کرنے کا کافروں کو کوئی حق نہیں کیونکہ مسجد اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے آباد کی جاتی ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ آدمی کافر بھی ہو اور اسلامی اور توحید کے عبادت خانہ کو آباد بھی کرے۔ ان کے تمام اعمال برباد ہیں اس لئے کہ کافر کا عمل اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا ہی نہیں ہے۔ اہم باتیں: (1) یہاں "مسجدوں" سے بطورِ خاص مسجد حرام، خانہ کعبہ مراد ہے اور بقیہ تمام مسجدوں کا بھی یہی حکم ہے کہ جو بھی مسجد ہو کافروں کو اسے آباد کرنے کی اجازت نہیں۔ (2) مسجد کو آباد کرنے سے مراد مسجد کا تعمیر کرنا، بلند کرنا اور مرمت کرنا ہے اور مسجد میں داخل ہونا اور بیٹھنا بھی اس میں شامل ہے۔

آیت 18 اس آیت میں بتایا گیا کہ مسجدیں آباد کرنے کے مستحق وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں نیز نماز قائم کرتے، زکوٰۃ دیتے اور دینی معاملات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور کسی کی رضا کو رضائے الٰہی پر کسی اندیشہ سے بھی مقدم نہیں کرتے تو یہی لوگ ہدایت یافتہ اور طاعتِ الٰہی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں جو انہیں جنت میں لے جائے گی۔ اہم باتیں: (1) جن خطرات سے انسان فطری طور پر ڈرتا ہے ان سے ڈرنا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے نہ ڈرنے کے خلاف نہیں (2) مسجدوں کو آباد کرنے میں یہ امور بھی داخل ہیں: صفائی کرنا، روشنی کرنا، مسجدوں کو دنیا کی باتوں اور ایسی چیزوں سے محفوظ رکھنا جن کے لئے وہ نہیں بنائی گئیں۔

آیت 19 شانِ نزول: روزِ بدر حضرت عباس رضی اللہ عنہ گرفتار ہو کر آئے تو انہوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا: اگر تم کو اسلام، ہجرت اور جہاد میں سبقت حاصل ہے تو ہمیں مسجد حرام کی خدمت اور حاجیوں کے لئے سبیلیں لگانے کا شرف حاصل ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ فرمایا گیا: کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی خدمت کرنے والے کو اس شخص کے برابر ٹھہرا لیا جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں کیونکہ جو عمل ایمان کے ساتھ نہ ہوں وہ سب بیکار ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ

نہیں دیتا○ وہ جنہوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں

وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ

جہاد کیا اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں○ ان کا رب انہیں اپنی رحمت

بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ ﴿۲۱﴾ ۙ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ

اور خوشنودی اور باغوں کی بشارت دیتا ہے، ان کے لئے ان باغوں میں دائمی نعمتیں ہیں○ وہ ہمیشہ ہمیشہ ان جنتوں میں رہیں گے بیشک

اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۲﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ

اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے○ اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو

اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں○

آیت 20 فرمایا کہ وہ جنہوں نے ایمان قبول کیا، ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ دنیا و آخرت میں کامیاب ہونے والے ہیں۔ **اہم بات:** جہاد کی تین صورتیں ہیں: (1) فقط جان سے جہاد جیسے مساکین کرتے تھے۔ (2) فقط مال سے جہاد جیسے معذور مالدار مؤمن کا عمل کہ غازی کو گھوڑا و تیر دے دیتے تھے۔ (3) جان و مال دونوں سے جہاد جیسے غنی قادر مسلمان جو دوسرے مسکین غازیوں کو سامان بھی دیتے اور خود بھی میدان میں جاتے اور ان کے اپنے جانے پر بھی خرچہ ہوتا۔ یہ آیت ان تینوں مجاہدوں کو شامل ہے۔

آیت 21، 22 یہاں ایمان لانے کے بعد ہجرت کرنے اور اپنی جان و مال کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں کے لئے تین بڑی پیاری بشارتیں جمع کی گئی ہیں، چنانچہ ان دو آیات میں فرمایا: ان کا رب انہیں (1) اپنی رحمت، (2) خوشنودی (3) اور جنتوں کی بشارت دیتا ہے، ان کے لئے ان باغوں میں دائمی یعنی کبھی ختم نہ ہونے والی نعمتیں ہیں۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ ان جنتوں میں رہیں گے بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے لئے بہت بڑا اجر ہے جس نے اطاعتِ الٰہی کے کام کئے اور راہِ خدا میں جہاد کیا۔ **اہم بات:** یہ آیت بظاہر مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے ہے۔ ان میں سے بعض کا تو نام لے کر جنتی ہونے کا اعلان فرما دیا گیا جیسے حضرات عشرہ مبشرہ وغیرہم۔ معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی وہ عظمت ہے کہ ان کے لئے رحمت، جنت اور رضائے الٰہی کی بشارتیں بطورِ خاص قرآن میں دی گئی ہیں لہٰذا جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان یا تقویٰ کا انکار کرے وہ اس آیت کا منکر ہے۔

آیت 23 **شانِ نزول:** جب مسلمانوں کو مشرکین سے ترکِ موالات کا حکم دیا گیا تو بعض لوگوں نے کہا: اپنے باپ بھائی وغیرہ قرابت داروں سے ترکِ تعلق کیسے ممکن ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں اور اس پر قائم رہیں، تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو حکمِ الٰہی کی مخالفت کر کے خود پر ہی ظلم کرے گا۔ **اہم بات:** کفار سے موالات یعنی قلبی محبت کا تعلق جائز نہیں چاہے ان سے کوئی بھی رشتہ ہو۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ

تم فرماؤ: اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور تمہاری کمائی کے مال

اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

اور وہ تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ مکانات تمہیں اللہ اور اس کے

وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ

رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ نافرمان لوگوں کو

الْفٰسِقِیْنَ۠ (۲۴) لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍۙ وَّ یَوْمَ حُنَیْنٍۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ

ہدایت نہیں دیتا۔ بیشک اللہ نے بہت سے مقامات میں تمہاری مدد فرمائی اور حنین کے دن کو یاد کرو جب تمہاری کثرت نے تمہیں خود پسندی میں مبتلا کردیا

ع ۹

آیت 24 فرمایا کہ اے محبوب! جنہوں نے رشتہ داروں سے ترکِ تعلق کے بارے میں کلام کیا آپ ان سے فرمادیں کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا خاندان، تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ مکانات تمہیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے اور اللہ تعالیٰ مشرکین سے موالات کے معاملے میں نافرمانی کرنے والے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ساری کائنات سے بڑھ کر محبوب ہونے چاہئیں اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت کی علامات یہ ہیں: اقوال و افعال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی، بکثرت آپ کا ذکرِ جمیل، درود پاک پڑھنا، سیرتِ طیبہ کا مطالعہ، ذکرِ پاک کے وقت تعظیم و توقیر بجالانا، اسم گرامی سن کر انکساری کا اظہار، جس سے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے محبت رکھی اس سے محبت کرنا اور جس سے دشمنی رکھی اس سے دشمنی رکھنا، قرآن مجید سے محبت رکھنا، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت کے ساتھ شفقت و مہربانی سے پیش آنا۔

آیت 25 فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے غزوات میں مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ عطا فرمایا جیسے واقعہ بدر، قریظہ، نضیر، حدیبیہ، خیبر اور فتح مکہ میں ہوا اور حنین کے دن کو یاد کرو جب تمہاری کثرت نے تمہیں خود پسندی میں مبتلا کردیا تو یہ کثرت تمہارے کسی کام نہ آئی اور تم پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ اس واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد اہل عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے اور باقی ماندہ کی اسلام کے مقابلے میں ہتھیار اٹھانے کی ہمت نہ رہی لیکن ہوازن اور ثقیف نام کے دو جنگجو قبیلے جو مکہ اور طائف کے درمیان "حنین" کے مقام پر آباد تھے، انہوں نے مکہ میں جمع مسلمانوں پر ایک زبردست حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی شوال 8ھ میں 12 ہزار کا لشکر جمع فرمایا۔ 10 ہزار تو مہاجرین و انصار وغیرہ کا وہ لشکر تھا جو مدینہ سے آپ کے ساتھ آیا تھا اور دو ہزار وہ حضرات تھے جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے لشکر کو ساتھ لے کر اس شان و شوکت کے ساتھ حنین کا رخ کیا کہ اسلامی افواج کی کثرت اور اس کے جاہ و جلال کو دیکھ کر بے اختیار بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زبان سے یہ لفظ نکل گیا کہ آج بھلا ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔ اللہ

فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

تو یہ کثرت تمہارے کسی کام نہ آئی اور تم پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا

پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور اہلِ ایمان پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور اس نے ایسے لشکر اتارے جو تمہیں دکھائی نہیں دیتے تھے

وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

اور اس نے کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ جسے چاہے گا توبہ

تعالیٰ کو ان حضرات کا اپنی فوجوں کی کثرت پر ناز کرنا پسند نہ آیا چنانچہ اس کا انجام یہ ہوا کہ پہلے ہی حملہ میں قبیلہ ہوازن و ثقیف کے تیر اندازوں نے جو تیروں کی بارش کی اور ہزاروں کی تعداد میں تلواریں لے کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تو وہ دو ہزار نو مسلم اور کفارِ مکہ جو لشکرِ اسلام میں شامل ہو کر مکہ سے آئے تھے، ایک دم سر پر پیر رکھ کر بھاگے۔ ان لوگوں کی بھگدڑ سے انصار و مہاجرین کے بھی پاؤں اکھڑ گئے۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جو نظر اٹھا کر دیکھا تو گنتی کے چند جاں نثاروں کے سوا سب فرار ہو چکے تھے۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی مگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نہ صرف پہاڑ کی طرح ڈٹے رہے بلکہ اپنے سفید خچر پر سوار برابر آگے بڑھتے رہے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جو یَامَعْشَرَ الْاَنْصَار اور یَاَلَلْمُهَاجِرِیْنَ کا نعرہ لگایا تو ایک دم تمام فوجیں پلٹ پڑیں اور لوگ اس طرح جانبازی سے لڑے کہ دم زدن میں جنگ کا پانسا پلٹ گیا، فتحِ مبین نے حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قدموں کو چوما اور کثیر مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ اہم باتیں: (1) مسلمان کا حقیقی بھروسا اللہ تعالیٰ کی مدد پر ہونا چاہیے۔ (2) بعض اوقات چند لوگوں کی غلطی کا نتیجہ سب کو دیکھنا پڑتا ہے۔ (3) اپنے ہر کمال کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھنا چاہیے۔

آیت 26 فرمایا گیا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر تسکین نازل فرمائی کہ اطمینان کے ساتھ اپنی جگہ قائم رہے اور اہلِ ایمان پر تسکین نازل فرمائی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پکارنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے۔ اس نے ایسے لشکر اتارے جو تمہیں دکھائی نہیں دیتے تھے یعنی فرشتے جنہیں کفار نے ابلق گھوڑوں پر سفید لباس پہنے عمامہ باندھے دیکھا، یہ فرشتے مسلمانوں کی شوکت بڑھانے کے لئے آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے قتل اور قید کے ذریعے کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔ اہم بات: جنگِ حنین میں بھاگ جانے والے مسلمانوں کی معافی ہو گئی، ان پر رب تعالیٰ نے سکینہ اتارا۔ اب جو ان پر اعتراض کرے وہ ان آیات کا مخالف ہے نیز یہ بھاگ جانے والے ہی واپس ہوئے اور انہوں نے حنین فتح کیا لہٰذا یہ فتح گزشتہ خطا کا کفارہ ہو گئی۔

آیت 27 ارشاد فرمایا کہ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان میں سے جسے چاہے گا توبہ کی توفیق دے گا اور اسلام کی طرف ہدایت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا اور اپنے بندوں پر مہربان ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہوازن کے باقی لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دی اور وہ مسلمان ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے ان کے اسیروں کو رہا فرما دیا۔

عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ

توفیق دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اے ایمان والو! مشرک بالکل

نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ

ناپاک ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائیں اور اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے تو عنقریب

يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے گا تو تمہیں دولت مند کردے گا بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔ وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ان میں سے جو اللہ پر

بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ

ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی آخرت کے دن پر اور نہ وہ ان چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور نہ وہ سچے دین پر

آیت 28 ﴾ مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ مشرک بالکل ناپاک ہیں کیونکہ ان کا باطن کفر و شرک کی نجاست سے آلودہ ہے تو اس سال یعنی سن 9 ہجری کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائیں نہ حج کے لئے نہ عمرہ کے لئے۔ اور اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے کہ مشرکین کو حج سے روک دینے سے تجارتوں کو نقصان پہنچے گا اور اہل مکہ کو تنگی پیش آئے گی تو عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اگر چاہے گا تو تمہیں دولت مند کردے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ علم والا ہے، وہ جانتا ہے جو تمہارے لئے بہتر ہے اور وہ حکمت والا ہے، اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا، اللہ تعالیٰ نے انہیں غنی کردیا، بارشیں خوب ہوئیں اور پیداوار کثرت سے ہوئی۔ اہم بات: مسجدِ حرام کی طرح باقی مسجدوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کہ کفار ان میں نہیں آسکتے۔ خصوصاً کفار کو عزت و احترام اور استقبال کے ساتھ مسجد میں لانا شدید حرام ہے۔

آیت 29 ﴾ شانِ نزول: (1) یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو روم سے قتال کا حکم دیا گیا، اسی کے نازل ہونے کے بعد غزوۂ تبوک ہوا۔ (2) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قبیلہ قریظہ اور نضیر سے صلح منظور فرمائی اور انہیں سے پہلا جزیہ مسلمانوں کو ملا اور ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ان میں سے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور نہ وہ ان چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حدیث میں حرام کیا یا یہ معنی ہے کہ تورات و انجیل کے مطابق عمل نہیں کرتے، ان کی تحریف کرتے اور احکام اپنے دل سے گڑھتے ہیں، اور وہ سچے دین یعنی اسلام پر نہیں چلتے ہیں، ان سے جہاد کرتے رہو حتی کہ وہ ذلیل ہوکر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں۔ اہم باتیں: (1) یہودی اور عیسائی اگرچہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے دعویدار ہیں لیکن ان کا یہ دعویٰ باطل ہے۔ (2) اسلامی سلطنت کی جانب سے ذمی کافروں پر جو (مال) مقرر کیا جاتا ہے اسے جزیہ کہتے ہیں۔ عرب کے مشرکین سے جزیہ قبول نہیں، ان کے لئے دو ہی صورتیں ہیں: (۱) قبولِ اسلام (۲) جنگ۔ بقیہ دنیا بھر کے کافروں سے جزیہ پر صلح ہو سکتی ہے۔

الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝

چلتے ہیں ان سے جہاد کرتے رہو حتّٰی کہ وہ ذلیل ہوکر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ

اور یہودیوں نے کہا: عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا: مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کی اپنے منہ سے کہی ہوئی بات ہے

بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝

یہ پہلے کے کافروں جیسی بات کرتے ہیں۔ اللہ انہیں مارے، کہاں اوندھے جاتے ہیں؟

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ

انہوں نے اپنے پادریوں اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا اور مسیح بن مریم (کو بھی) حالانکہ انہیں صرف یہ حکم

اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

دیا گیا تھا کہ وہ ایک معبود کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔

آیت 30 اہل کتاب کی بے دینی کی تفصیل بیان ہو رہی ہے، فرمایا گیا کہ یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کو اور عیسائیوں نے مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا۔ فرمایا: یہ ان کے اپنے منہ سے کہی ہوئی بات ہے، اس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ یہ شرک میں مشرکین کی طرح ہیں اگرچہ ان کے شرک کا طریقہ مختلف ہے یا یہ معنی ہے کہ عیسائیوں کی بات اپنے سے پہلے یہودیوں کے قول کے مشابہ ہے کہ جس طرح یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا اسی طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہہ دیا۔ آیت میں مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ انہیں مارے، توحید پر واضح دلیل اور حجت قائم ہونے کے بعد حق سے اعراض کر کے یہ کہاں اوندھے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا قرار دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔ **اہم بات:** امام ابو بکر رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ماننے کا عقیدہ تمام یہودیوں کا نہیں بلکہ ان کے ایک خاص فرقے کا تھا۔ ہمارے علم میں اب اس فرقے کا کوئی وجود نہیں۔

آیت 31 فرمایا کہ یہودیوں نے اپنے پادریوں اور درویشوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا رب بنالیا کہ حکم الٰہی کو چھوڑ کر ان کے حکم کے پابند ہوئے اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنایا اور ان کی نسبت یہ باطل عقیدہ رکھا کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے ہیں یا خدا نے ان میں حلول کیا ہے حالانکہ انہیں ان کی کتابوں میں اور ان کے انبیاء علیہم السلام کی طرف سے صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ ایک معبود کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہودیوں اور عیسائیوں نے نہ تو پادریوں اور علما کی باقاعدہ عبادت نہیں کی تھی بلکہ خدا کے حکم کو چھوڑ کر ان کے حکم کو اپنے لئے شریعت بنالیا تھا، اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے خدا بنالئے۔ (2) معلوم ہوا کہ اللہ و رسول کے مقابلے میں جس کی دینی اطاعت کی جائے گویا اسے رب بنالیا ہے البتہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے ماتحت علما، اولیا اور صالحین کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت ہے۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ

چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے اللہ کا نور بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو مکمل کیے بغیر نہ مانے گا اگرچہ

كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٣٢﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ

کافر ناپسند کریں۞ وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر

عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ

غالب کر دے اگرچہ مشرک ناپسند کریں۞ اے ایمان والو! بیشک بہت سے پادری

وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ

اور روحانی درویش باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ لوگ

يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣٤﴾

جو سونا اور چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۞

النصف

آیت 32 ﴿ فرمایا کہ یہودی اور عیسائی سردار چاہتے ہیں کہ اپنے باطل اقوال سے اللہ تعالیٰ کا دین مٹا دیں یا قرآن کو شائع نہ ہونے دیں یا رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکر روک دیں لیکن ان کی ان حرکتوں سے نہ دین مٹے گا، نہ اسلام کی شوکت میں کمی آئے گی اور نہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں فرق پڑے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو بلند، اپنے کلمہ کو ظاہر اور اس حق کو پورا کیے بغیر نہ مانے گا جس کے ساتھ اس نے اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھیجا ہے اگرچہ کافر اسے ناپسند کریں۔

آیت 33 ﴿ ارشاد فرمایا: وہی ہے جس نے اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قرآن اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے دلائل اور قوت کے اعتبار سے تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک یہ ناپسند کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب فرما دیا کہ دینِ اسلام نے اپنی حقانیت پر جو دلائل پیش کیے اس سے مضبوط دلائل کوئی پیش نہ کر سکا اور ایک طویل عرصہ دنیا میں صرف اسلام ہی غالب رہا۔ آئندہ اس کا کامل ظہور اس وقت ہو گا جب حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ اہم بات: سچا دین اور ہدایت حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ایسے وابستہ ہیں جیسے آفتاب کے ساتھ روشنی، اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو چھوڑ کر نہ ہدایت ملتی ہے نہ سچا دین۔

آیت 34 ﴿ ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بیشک بہت سے پادری اور روحانی درویش باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھا جاتے ہیں کہ دین کے احکام بدل کر لوگوں سے رشوتیں لیتے اور جن آیات میں سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نعت و صفت مذکور ہے مال حاصل کرنے کے لئے ان میں فاسد تاویلیں اور تحریفیں کرتے ہیں اور لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے اور دینِ اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور بخل کرتے ہوئے مال کے حقوق ادا نہیں کرتے اور زکوٰۃ نہیں دیتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۔ اہم بات: مال جمع کرنا مباح ہے جبکہ اس کے حقوق ادا کیے جائیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ دی گئی وہ کنز نہیں (یعنی اس آیت کی وعید میں داخل نہیں) خواہ زمین میں دفن شدہ خزانہ ہی ہو اور جس کی زکوٰۃ نہ دی گئی وہ کنز ہے۔

يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا

جس دن وہ مال جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا:) یہ

مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا

مال ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا تو اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔ بیشک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں

عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ

بارہ مہینے ہیں جب سے اس نے آسمان اور زمین بنائے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہ

الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڏ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ

سیدھا دین ہے تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر حال میں لڑو جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں

كَاۗفَّةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّمَا النَّسِيْۗءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ

اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ مہینوں کو آگے پیچھے کرنا کفر میں ترقی کرنا ہے، اس کے ذریعے اُن کافروں کو گمراہ

آیت 35 فرمایا کہ قیامت کے دن وہ مال جس کی دنیا میں زکوٰۃ نہ دی تھی، جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا حتی کہ شدت حرارت سے سفید ہو جائے گا پھر اس کے ساتھ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: یہ مال ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا تو دنیا میں اپنا مال جمع کر کے رکھنے اور حق داروں کو ان کا حق ادا نہ کرنے کے عذاب کا مزہ چکھو۔ زکوٰۃ نہ دینے کی وعید: جو قوم زکوٰۃ نہ دے گی اللہ تعالیٰ اسے قحط میں مبتلا فرمائے گا۔ (معجم اوسط، حدیث: 4577)

آیت 36 ارشاد فرمایا: جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین بنائے اس کے نزدیک مہینوں کی گنتی اس کی کتاب یعنی لوحِ محفوظ یا قرآن مجید یا اللہ تعالیٰ کے بندوں پر لازم کئے ہوئے حکم میں 12 مہینے ہیں۔ یہاں یہ بیان فرمایا گیا کہ بکثرت احکامِ شرع کی بنا قمری مہینوں پر ہے جن کا حساب چاند سے ہے۔ ان میں سے 4 مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب حرمت والے ہیں۔ یہ سیدھا دین یعنی سیدھا اور تو حساب ہے یا یہ معنی ہے کہ 4 مہینوں کا حرمت والا ہونا ہی سیدھا دین ہے جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا دین تھا اور تو عرب ان دونوں سے اس حکم کے وارث ہوئے ہیں، تو ان مہینوں میں گناہوں کے مرتکب ہو کر اپنی جان پر ظلم نہ کرو اور مشرکین کے خلاف جنگ میں ایک دوسرے کی مدد کرو، بزدلی اور کم ہمتی کا مظاہرہ نہ کرو اور متحد ہو کر ان سے جنگ کرو جس طرح وہ متحد ہو کر تم سے جنگ کرتے ہیں اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ اپنی مدد و نصرت کے ذریعے پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ اہم باتیں: (1) مذکورہ 4 حرمت والے مہینوں میں رجب کی تعظیم اس لئے ہے کہ لوگ اس میں عمرہ کرتے تھے اور بقیہ مہینوں کی اس لئے ہے کہ یہ حج کے لئے جانے، حج کرنے اور حج سے واپسی کے مہینے تھے۔ (2) بیشتر مفسرین کے نزدیک اس آیت سے حرمت والے مہینوں میں کفار سے جنگ کی ممانعت منسوخ ہو گئی ہے، اب ہر مہینے میں مشرکین سے جنگ کی جائے گی۔ درس: یہاں مسلمانوں کو کفار کے خلاف متحد ہو کر جنگ کرنے کا حکم دیا گیا۔

آیت 37 زمانۂ جاہلیت میں عرب حرمت والے مہینوں کی حرمت و عظمت کے معتقد تھے۔ جب کبھی لڑائی کے زمانے میں حرمت

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ يُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ

کیا جاتا ہے جو ایک سال کسی حرمت والے مہینے کو حلال قرار دے دیتے ہیں اور ایک سال اسے حرام قرار دیتے ہیں تاکہ اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینوں کی گنتی

فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ ع

پوری کر دیں اور اللہ کے حرام کئے ہوئے کو حلال کر لیں۔ ان کے برے کام ان کے لئے خوشنما بنا دیئے گئے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا؟ جب تم سے کہا جائے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو زمین کے ساتھ لگ جاتے ہو۔

والے مہینے آجاتے تو انہیں بہت شاق گزرتا، اس لئے وہ ایک مہینے کی حرمت دوسرے کی طرف ہٹانے لگے کہ محرم کی حرمت صفر کی طرف ہٹا کر محرم میں جنگ جاری رکھتے اور جب حاجت سمجھتے تو حرمت ربیع الاول کی طرف منتقل کر کے صفر میں جنگ حلال کر لیتے۔ اس طرح حرمت والے مہینوں کی تخصیص ختم ہو گئی۔ اس آیت میں کفار کے اس طرزِ عمل کو ممنوع قرار دیا گیا اور فرمایا کہ مہینوں کو آگے پیچھے کرنا کفر میں ترقی کرنا ہے کہ ایک تو ویسے ہی کافر تھے اور پھر مہینے آگے پیچھے کر کے حرام کو حلال سمجھنے کے کفر میں بھی پڑتے تھے تو یہ کفر میں اضافہ کرنا ہوا۔ مزید فرمایا کہ اس کے ذریعے اُن کافروں کو گمراہ کیا جاتا ہے جو ایک سال کسی حرمت والے مہینے کو حلال قرار دے دیتے ہیں اور ایک سال اسے حرام قرار دیتے ہیں تاکہ اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینوں کی گنتی پوری کر دیں اور اللہ کے حرام کئے ہوئے کو حلال کر لیں یعنی ماہِ حرام تو چار ہی رہیں اس کی تو پابندی کرتے ہیں اور ان کی تخصیص ختم کر کے حکمِ الٰہی کی مخالفت کرتے ہیں کہ جو مہینہ حرام تھا اسے حلال کر لیا اس کی جگہ دوسرے کو حرام قرار دیا۔ فرمایا: ان کے برے کام ان کے لئے خوشنما بنا دیئے گئے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اہم بات: حجۃ الوداع کے سال ذوالحجہ کا مہینہ وہی اصل ماہِ ذوالحجہ تھا جس میں حج کا حکم ہے۔

آیت 38 شانِ نزول: رجب 9 ہجری میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خبر پہنچی کہ شاہِ روم نے مسلمانوں پر حملے کے لئے لشکر جمع کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمانوں کو ان کے خلاف جہاد کا حکم فرمایا۔ اس زمانہ میں قحط سالی اور گرمی کی شدت تھی۔ سفر بھی دور کا تھا نیز دشمن تعداد میں زیادہ اور مضبوط تھے اس لئے لوگوں کو گھروں سے نکلنا مشکل محسوس ہو رہا تھا اور منافقین جن کے نفاق کا راز فاش ہو چکا تھا وہ خود بھی فوج میں شامل ہونے سے جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔ اسکے باوجود 30 ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ ان مجاہدین کے لیے سواریوں اور سامانِ جنگ کا انتظام بڑا کٹھن مرحلہ تھا کیونکہ لوگ قحط کی وجہ سے مفلوک الحال اور پریشان تھے بہرحال صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دل کھول کر مال خرچ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لشکر کو ساتھ لے کر تبوک کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تبوک پہنچ کر قیام فرمایا مگر چونکہ ہرقل کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سچے نبی ہونے کا یقین تھا اس لئے اسے خوف ہوا اور وہ مقابلہ میں نہ آیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اطراف میں لشکر بھیجے اور حاکم دومۃ الجندل اور حاکم ایلہ سے جزیہ پر صلح فرمائی۔ واپسی پر جب مدینہ کے قریب تشریف لائے تو جو لوگ جہاد میں ساتھ ہونے سے رہ گئے تھے، وہ حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ان میں سے کسی سے کلام کریں نہ پاس بٹھائیں جب تک ہم اجازت نہ دیں تو مسلمانوں نے ان سے اعراض کیا اسی باب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ فرمایا گیا: اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا، جب تم سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو تو زمین کے ساتھ لگ جاتے

اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿٣٨﴾

کیا تم آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے؟ تو آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کا سازوسامان بہت ہی تھوڑا ہے○

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ۬ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ

اگر تم کوچ نہیں کرو گے تو وہ تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے اور اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٣٩﴾ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ

ہر شے پر قادر ہے○ اگر تم اس (نبی) کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ ان کی مدد فرما چکا ہے جب کافروں نے انہیں (ان کے وطن سے) نکال دیا تھا جبکہ یہ دو میں سے

اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ

دوسرے تھے، جب دونوں غار میں تھے، جب یہ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے غم نہ کرو، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنی تسکین

عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ

نازل فرمائی اور اُن لشکروں کے ساتھ اُس کی مدد فرمائی جو تم نے نہ دیکھے اور اس نے کافروں کی بات کو نیچے کر دیا اور اللہ کی بات ہی

ہو یعنی تم دنیا اور اس کی لذات کی طرف مائل ہوتے ہو جبکہ سفر کی مشقتوں اور تھکاوٹ کو ناپسند کرتے ہو یا یہ معنی ہے کہ تم اپنی زمین اور اپنے شہروں میں رہنے کی طرف مائل ہو جاتے ہو۔ فرمایا: کیا تم آخرت کے بجائے دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے، تو آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کا سازوسامان بہت ہی تھوڑا ہے کہ دنیا کی لذتیں اور نعمتیں فنا ہونے والی ہیں اور آخرت کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہیں گی۔

آیت 39 فرمایا کہ اے مسلمانو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوچ نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا جو تم سے بہتر اور فرمانبردار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے شرف خدمت سے سرفراز فرمائے گا اور تم مدد ترک کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود اپنے دین کا مددگار ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔

آیت 40 یہاں ایک اور انداز سے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی جا رہی ہے، فرمایا کہ اگر تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس وقت بھی ان کی مدد فرما چکا ہے جب کافروں نے انہیں ان کے وطن سے نکال دیا تھا اور اس وقت ان کے ساتھ صرف ایک شخص یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، تو یہاں بدرجہ اولیٰ مدد فرمائے گا۔ مزید فرمایا کہ جب دونوں غارِ ثور میں تھے، جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشرکین کو دیکھ کر عرض کیا کہ اگر ان میں کوئی اپنے پاؤں سے نیچے کی طرف دیکھے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا، اس پر اپنے ساتھی سے فرمایا: کہ غم نہ کرو، بیشک اللہ تعالیٰ اپنی مدد و نصرت کے ذریعے ہمارے ساتھ ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور فرشتے نازل فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مدد فرمائی کہ فرشتوں نے کفار کے چہروں اور آنکھوں کو آپ کی طرف دیکھنے سے پھیر دیا۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے دشمنوں کا مکر پھیر کر ان کی مدد فرمائی اور پھر میدان بدر میں فرشتوں کے ذریعے مدد فرمائی اور اس نے کافروں کی بات یعنی شرک یا دعوتِ کفر یا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو شہید کرنے کی سازش کو نیچے

هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝٤٠ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ

بلند و بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۝ تم مشقت اور آسانی ہر حال میں کوچ کرو اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ

وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٤١ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا

اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ اگر تم جانو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۝ اگر آسانی سے ملنے والا مال ہوتا

وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ

اور درمیانہ سا سفر ہوتا تو وہ ضرور تمہارے پیچھے چلتے لیکن مشقت والا سفر ان پر بہت دور پڑ گیا اور اب اللہ کی قسم کھائیں گے کہ

اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝٤٢ عَفَا

ہمیں طاقت ہوتی تو ہم آپ کے ساتھ ضرور نکلتے۔ یہ اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ بیشک جھوٹے ہیں۝ اللہ تمہیں

اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝٤٣

معاف کرے، آپ نے انہیں اجازت کیوں دے دی؟ جب تک آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور آپ جھوٹوں کو نہ جان لیتے۝

کردیا اور اللہ تعالیٰ کی بات یعنی توحید یا دعوتِ اسلام یا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مدد کا وعدۂ الٰہیہ ہی بلند و بالا ہے اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ اہم بات: اس آیت میں کئی اعتبار سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان ہے مثلاً یہ کہ (1) آپ کا صحابی ہونا خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا، یہ شرف آپ کے علاوہ اور کسی صحابی کو عطا نہ ہوا (2) آپ نے غارِ ثور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا خاص الخاص قرب پایا (3) اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ثانی فرمایا یعنی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد جن کا سب سے پہلا نمبر ہے۔

آیت 41 فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب تمہیں جہاد کے لئے بلائیں تو تم چاہے کسی بھی حال میں ہو، تمہارے لئے نکلنے میں آسانی ہو یا مشقت، اہل و عیال کم ہوں یا زیادہ، اسلحہ کم ہو یا زیادہ، سوار ہو کر نکلو یا پیدل، جوان ہو یا بوڑھے، طاقتور ہو یا کمزور،، صحت مند ہو یا مریض، خوشی سے نکلو یا ناخوشی سے،، فارغ ہو یا کسی کام میں مصروف ہر حال میں کوچ کرو اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو۔ اگر تم جانو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے لہٰذا تم اس میں دیر نہ کرو۔ اہم بات: جہاد کی تین صورتیں ہیں: (1) جان اور مال دونوں کے ساتھ (2) صرف جان کے ساتھ (3) صرف مال کے ساتھ۔

آیت 42 فرمایا کہ تبوک کا میدان اگر قریب ہوتا اور غنیمت آرام سے مل جانے کی امید ہوتی تو یہ بہانے بنانے والے منافق ضرور ان منافع کے حصول کے لالچ میں جہاد میں شریک ہو جاتے لیکن دور کے سفر اور رومیوں سے جنگ کو عظیم جاننے کی وجہ سے یہ پیچھے رہ گئے۔ یہ منافقین اب اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں گے اور اس طرح معذرت کریں گے کہ ہمیں طاقت ہوتی تو ہم آپ کے ساتھ ضرور نکلتے۔ ان جھوٹی قسموں اور نفاق سے یہ اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ بیشک اپنی قسموں میں جھوٹے ہیں۔ اہم باتیں: (1) دین میں ضروری مشقت سے گھبرانا کہ جو فرض و واجب ترک ہو جائے لیکن صرف آسان کام اختیار کرنا منافقوں کی علامت ہے۔ (2) جھوٹی قسمیں کھانا سببِ ہلاکت ہے۔

آیت 43 فرمایا کہ اے حبیب! اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت سے رکھے، آپ نے انہیں جہاد میں شامل نہ ہونے کی اجازت کیوں دی؟ حتی

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

اور جو لوگ اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہ آپ سے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے سے بچنے کی چھٹی نہیں مانگیں گے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٤﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے○ آپ سے چھٹی وہی لوگ مانگتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے

وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ

اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں تو وہ اپنے شک میں حیران، پریشان ہیں○ اور اگر ان کا نکلنے کا ارادہ ہوتا تو اس کے لئے کچھ تو سامان تیار کرتے

عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿٤٦﴾ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ

لیکن اللہ کو ان کا اٹھنا ہی ناپسند ہے تو اس نے ان میں سستی پیدا کر دی اور کہہ دیا گیا تم بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو○ اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے

کہ آپ کو پتا چل جاتا کہ اپنے عذر میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ **اہم بات:** عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ سے خطاب شروع فرمانا مخاطب کی تعظیم وتوقیر میں مُبالغہ کے لئے ہے اور زبانِ عرب میں یہ عام ہے کہ مخاطب کی تعظیم کے موقع پر ایسے کلمے استعمال کئے جاتے ہیں۔

آیت 44 فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہ آپ سے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے سے بچنے کی چھٹی نہیں مانگیں گے اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان رکھنا بھی داخل ہے کیونکہ ایمان سے مراد ایمانِ صحیح ہے اور وہ وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کے ساتھ ہو۔

آیت 45 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ سے جہاد کرنے سے بچنے کی چھٹی وہی لوگ مانگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں اس طرح کہ اگر مسلمانوں کو فتح ہوئی تو بولے کہ شاید اسلام برحق ہے اور اگر کفار کو فتح ہوئی تو بولے کہ شاید یہ لوگ برحق ہیں ورنہ انہیں فتح کیوں ہوتی؟ یا یہ مطلب ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وعدوں پر یقین اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خبروں پر اطمینان نہیں تو وہ اپنے شک میں حیران پریشان ہیں، نہ کفار کے ہو رہ سکے اور نہ مسلمانوں کا ساتھ دے سکے۔ **اہم باتیں:** (1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا انکار درحقیقت رب تعالیٰ کا انکار ہے۔ (2) ایمان یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ہر خبر میں آپ کی تصدیق کی جائے، تردد تصدیق کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔

آیت 46 فرمایا کہ منافقین ظاہر تو یہ کرتے ہیں کہ ہم غزوۂ تبوک میں جانے کو تیار تھے لیکن اچانک بیماری، لاچاری یا کسی مجبوری کی وجہ سے رک گئے، یہ جھوٹے ہیں کیونکہ انہوں نے سفرِ جہاد کی پہلے سے کوئی تیاری ہی نہیں کی۔ اگر ان کا جہاد میں جانے کا ارادہ ہوتا تو اس کے لئے کچھ تو تیاری کرتے لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کا آپ حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جانا ہی ناپسند تھا تو اس نے ان میں سستی پیدا کر دی اور جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جہاد میں شریک نہ ہونے کی اجازت طلب کی تو ان سے کہہ دیا گیا کہ تم بیٹھے رہنے والوں یعنی عورتوں، بچوں، مریضوں اور معذوروں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

آیت 47 فرمایا کہ اگر یہ منافقین تمہارے ساتھ جنگ کے لئے نکلتے تو شر اور فساد ہی پھیلاتے اس طرح کہ تمہارے سامنے کافروں کی قوت و کثرت اور سفر کی شدت بیان کر کے تمہیں ڈراتے نیز تمہارے درمیان چغل خوری اور جھوٹی باتوں کے ذریعے فتنہ انگیزی کے

مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ

تو تمہارے نقصان میں اضافہ ہی کرتے اور تمہارے درمیان فتنہ انگیزی کرنے کے لئے دوڑتے پھرتے اور تمہارے اندر ان کے جاسوس موجود ہیں

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝۴۷ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ

اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے ۝ بیشک انہوں نے پہلے ہی فتنہ و فساد چاہا تھا اور اے حبیب! انہوں نے پہلے بھی تمہارے لئے الٹی تدبیریں کی ہیں حتّٰی کہ حق آگیا

الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝۴۸ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ

اور اللہ کا حکم غالب ہوگیا اگرچہ یہ ناپسند کرنے والے تھے ۝ اور ان میں کوئی آپ سے یوں کہتا ہے کہ مجھے رخصت دیدیں اور مجھے فتنے میں نہ ڈالیں۔

اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝۴۹ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ

سن لو! یہ فتنے ہی میں پڑے ہوئے ہیں اور بیشک جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے ۝ اگر تمہیں بھلائی پہنچتی ہے تو انہیں برا لگتا ہے

دوڑتے پھرتے، تمہارے درمیان ان کے جاسوس موجود ہیں جو تمہاری باتیں اور تمہارے راز کفار تک پہنچاتے ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ تم میں سے بعض ایسے ضعیف الاعتقاد ہیں کہ جب منافقین مختلف قسم کے شُبہات ظاہر کرتے ہیں تو وہ انہیں قبول کر لیتے ہیں۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ منافقوں کو خوب جانتا ہے۔ درس: مسلمانوں کو کافروں سے ڈرانا اور آپس میں لڑانا منافقوں کا کام ہے۔ فی زمانہ ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو ہر وقت غیر مسلم حکومتوں کی طاقت، اسلحہ، فوج اور وسائل کا تذکرہ کر کے مسلمانوں کو ڈرانے میں لگے رہتے ہیں۔

آیت 48 منافقین کے جنگ میں شریک نہ ہونے پر تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے حبیب! یہ منافقین غزوۂ تبوک سے پہلے ہی آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دین سے روکنے، کفر کی طرف لوٹانے اور لوگوں کو آپ کا مخالف بنانے کی کوشش کرتے رہے ہیں جیسا کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول جنگِ اُحد کے دن مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کے لئے اپنے گروہ کو لے کر واپس ہو گیا۔ اے حبیب! انہوں نے پہلے بھی آپ کے بارے میں، آپ کا کام بگاڑنے اور دین میں فساد ڈالنے کے لئے بہت حیلے سازیاں کی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی طرف سے تائید و نصرت آگئی اور اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہو گیا اگرچہ یہ لوگ اسے ناپسند کرنے والے تھے۔

آیت 49 شانِ نزول: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے لئے تیاری فرمائی تو جد بن قیس منافق نے یہ بہانہ تراشا کہ میں عورتوں کا بڑا شیدائی ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ میں رومی عورتوں کو دیکھ کر صبر نہ کر سکوں گا، لہٰذا آپ مجھے یہیں ٹھہر جانے کی اجازت دیجئے اور ان عورتوں کے فتنہ میں نہ ڈالئے، میں مال سے آپ کی مدد کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا اور اجازت دے دی، اس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ فرمایا گیا: ان میں کوئی آپ سے یوں کہتا ہے کہ مجھے ٹھہر جانے کی رخصت دے دیں اور مجھے فتنے میں نہ ڈالیں۔ سن لو! یہ تو اس وقت بھی فتنے میں ہی مبتلا ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کفر اور تکلیف قبول کرنے سے انکار سب سے بڑا فتنہ ہے۔ مزید فرمایا: بیشک جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے، ان کے لئے اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔

آیت 50 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اگر تمہیں بھلائی پہنچے، تم دشمن پر فتح یاب ہو جاؤ اور غنیمت تمہارے ہاتھ آئے تو منافقین غمزدہ ہو جاتے ہیں اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے اور کسی طرح کی شدت کا سامنا ہو تو منافقین کہتے ہیں کہ ہم نے چالاکی کے ذریعے جہاد میں نہ

وَ اِنْ تُصِبْكَ مُصِیْبَةٌ یَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَاۤ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَ یَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ فَرِحُوْنَ۝

اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں: ہم نے پہلے ہی اپنا احتیاطی معاملہ اختیار کرلیا تھا اور خوشیاں مناتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں۔

قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَاۚ هُوَ مَوْلٰىنَاۚ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۝

تم فرماؤ: ہمیں وہی پہنچے گا جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا، وہ ہمارا مددگار ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَاۤ اِلَّاۤ اِحْدَى الْحُسْنَیَیْنِؕ وَ نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ یُّصِیْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَیْدِیْنَا ﳲ فَتَرَبَّصُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ۝

تم فرماؤ، تم ہمارے اوپر دو اچھی خوبیوں میں سے ایک کا انتظار کررہے ہو اور ہم تم پر انتظار کررہے ہیں کہ اللہ تم پر اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں سے عذاب دے تو تم انتظار کرو اور ہم (بھی) تمہارے ساتھ انتظار کررہے ہیں۔

جاکر اس مصیبت سے خود کو بچالیا، گویا ہم نے پہلے ہی اپنا احتیاطی معاملہ اختیار کرلیا تھا پھر مزید اس بات پر خوشیاں مناتے لوٹ جاتے ہیں کہ ہم جہاد کی مشقت و مصیبت سے محفوظ رہے۔ **اہم بات:** حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مصیبت پر خوش ہونا کافروں کا کام ہے، اسی طرح مسلمانوں کی خوشی پر غم کرنا منافقوں کی نشانی ہے۔

آیت 51 فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان لوگوں سے فرمادیں جو آپ کو مصیبت پہنچنے پر خوش ہوتے ہیں کہ ہمیں وہی فائدہ و نقصان پہنچے گا جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا اور اسے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا کیونکہ قیامت تک ہونے والا ہر اچھا برا کام لکھ کر قلم خشک ہو چکا، اب کوئی اس پر قادر نہیں کہ اپنی جان سے اس مصیبت کو دور کردے جو اس پر نازل ہوتی ہے یا خود کو ایسا فائدہ پہنچالے جو اس کے مقدر میں نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہمارا حافظ و ناصر ہے اور وہ ہر حال میں ہماری جانوں سے زیادہ ہمارے قریب ہے اور مسلمانوں کو اپنے تمام اُمور میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔ **اہم بات:** تقدیر کا مسئلہ انتہائی نازک ہے۔ اس مسئلے میں الجھا کر شیطان لوگوں کا ایمان برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے لہٰذا اس بارے میں بحث اور غور و فکر سے بچنا چاہیے۔ بہارِ شریعت میں ہے: قضا و قدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے اور ان میں زیادہ غور و فکر کرنا ہلاکت کا سبب ہے۔ صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے تو ہم اور آپ کس گنتی میں...!! اتنا سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو پتھر اور دیگر جمادات کی طرح بے حس و حرکت پیدا نہیں کیا بلکہ اسے ایک طرح کا اختیار دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ عقل بھی دی ہے کہ بھلے برے، نفع نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اسباب مہیا کردیئے ہیں کہ بندہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اسے اسی قسم کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں اور اسی بنا پر اس پر مؤاخذہ ہے۔ اپنے آپ کو بالکل مجبور یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہے۔ (بہار شریعت، ۱/۱۸-۱۹، حصہ ۱)

آیت 52 یہاں مسلمانوں کو مصیبت پہنچنے پر منافقوں کے خوش ہونے کا ایک اور جواب دیا جارہا ہے، فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ ان منافقوں سے فرمادیں کہ اے منافقو! تم ہمارے اوپر دو اچھی خوبیوں میں سے ایک کا انتظار کررہے ہو کہ یا ہمیں فتح و غنیمت ملے گی یا شہادت و مغفرت کیونکہ مسلمان جب جہاد میں جاتا ہے اگر غالب ہو تو فتح و غنیمت اور اجرِ عظیم پاتا ہے اور اگر راہِ خدا میں مارا جائے تو اسے شہادت حاصل ہوتی ہے اور ہم تم پر دو برائیوں میں سے ایک کا انتظار کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سابقہ اُمتوں کی طرح تمہیں بھی اپنی طرف سے عذاب دے کر ہلاک کردے یا ہمیں تم پر کامیابی و غلبہ عطا کرکے ہمارے ہاتھوں سے تمہیں عذاب دے اور جب

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾

تم فرماؤ کہ تم خوشدلی سے خرچ کرو یا ناگواری سے (بہر صورت) تم سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا۔ بیشک تم نافرمان قوم ہو۔

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ

اور ان کے صدقات قبول کیے جانے سے یہ بات مانع ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نماز کی طرف

الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ

سستی اور کاہلی سے ہی آتے ہیں اور ناگواری سے ہی مال خرچ کرتے ہیں۔ تو تمہیں ان کے مال اور ان کی اولاد

وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ

تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ ان چیزوں کے ذریعے دنیا کی زندگی میں ان سے راحت و آرام دور کر دے اور کفر کی حالت میں ان

ہے تو تم ہمارے انجام کا انتظار کرو اور ہم بھی تمہارے انجام کے منتظر ہیں۔

آیت 53 شانِ نزول: جد بن قیس منافق نے جہاد میں نہ جانے کی اجازت طلب کرنے کے ساتھ کہا تھا کہ میں اپنے مال سے مدد کروں گا۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا: اے حبیب! اس منافق اور اس جیسے دوسرے منافقین سے فرمادیں: تم خوشی سے دو یا ناخوشی سے، تمہارا مال قبول نہ کیا جائے گا یعنی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس کو نہ لیں گے کیونکہ تم کافر قوم ہو، تمہارا دینا اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہے۔ اہم بات: ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت سے خرچ نہ کرے بلکہ ریاکاری اور نام و نمود کی وجہ سے خرچ کرے تو وہ قبول نہ کیا جائے گا۔

آیت 54 فرمایا کہ منافقین کا راہِ خدا میں خرچ کرنا مردود ہے، وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ کفر کرتے اور سستی کے ساتھ نماز پڑھنے آتے ہیں کیونکہ وہ نماز پڑھنے پر نہ ثواب کی امید رکھتے ہیں اور نہ چھوڑ دینے پر عذاب سے ڈرتے ہیں، نیز یونہی جو کچھ وہ خیرات کرتے ہیں، ناگواری سے ہی کرتے ہیں کیونکہ اس میں بھی وہ ثواب کے قائل نہیں، صرف اپنا نفاق چھپانے کے لئے خیرات کرتے ہیں۔ اہم بات: نماز میں سستی اور راہِ خدا میں خرچ کرنے سے تنگ دلی منافقوں کا طریقہ ہے۔

آیت 55 اس آیت میں اگرچہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ہے لیکن مراد عام مسلمان ہیں، فرمایا کہ تم ان منافقوں کی مال اور اولاد پر یہ سوچ کر حیرت نہ کرو کہ جب یہ مردود ہیں تو انہیں اتنا مال کیوں ملا۔ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ ان چیزوں کے ذریعے دنیا کی زندگی میں ان سے راحت و آرام دور کر دے کہ محنت سے جمع کریں، مشقت سے حفاظت کریں اور حسرت چھوڑ کر مریں، مال خرچ کرنے کے معاملے میں ان کا دل تنگ ہوگا اسی طرح اپنے بچوں کی تربیت کرنے میں طرح طرح کی مشقتوں میں پڑیں گے، ان کے کھانے پینے اور لباس وغیرہ کا انتظام کرنے میں پریشانیوں کا سامنا کریں گے، مر جائیں تو ان کی جدائی پر رنج و غم میں مبتلا ہوں گے اور جب یہ مریں گے تو ان کی روح کفر کی حالت میں نکلے گی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ انہیں شدید عذاب دے گا۔ اہم باتیں: (1) مسلمانوں کو کافروں کی مالی اور افرادی قوت پر تعجب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا دُنیوی عذاب ہے۔ (2) دنیادار مالدار کو جان کنی میں دگنی تکلیف ہوتی ہے، ایک تو دنیا سے جانے کی اور دوسری مال چھوڑنے کی جبکہ مومن کامل کی جان

وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾

کی روح نکلے ○ اور (منافق) اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں لیکن وہ لوگ ڈرتے ہیں ○

لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ

اگر انہیں کوئی پناہ گاہ یا غار یا کہیں سما جانے کی جگہ مل جاتی تو جلدی کرتے ہوئے ادھر پھر جائیں گے ○ اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو

يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ

صدقات تقسیم کرنے میں تم پر اعتراض کرتا ہے تو اگر انہیں اُن (صدقات) میں سے کچھ دیدیا جائے تو راضی ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں اُن میں سے کچھ نہ دیا جائے تو

آسانی سے نکلتی ہے کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ملنے کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

آیت 56 فرمایا کہ منافقین اس پر اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تمہارے دین وملت پر ہیں اور مسلمان ہیں لیکن وہ تم میں سے نہیں ہیں بلکہ تمہیں دھوکا دیتے اور جھوٹ بولتے ہیں۔ وہ صرف اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اگر ان کا نفاق ظاہر ہو گیا تو مسلمان ان کے ساتھ وہی معاملہ کریں گے جو مشرکین کے ساتھ کرتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) تقیہ کرنا منافقوں کا کام ہے۔ (2) جب عمل قول کے مطابق نہ ہو تو قول کا اعتبار نہیں۔ (3) مسلمان دو طرح کے ہیں: (۱) حقیقی مسلمان (۲) ظاہری یعنی صرف دنیوی احکام کے اعتبار سے مسلمان۔ منافق ظاہری مسلمان تھے، اس لئے انہیں مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت تھی اور انہیں کفار کی طرح قتل نہ کیا گیا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن نہ تھے۔

آیت 57 فرمایا کہ منافقین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مسلمانوں سے انتہا درجے کے بغض کی وجہ سے حال یہ ہے کہ اگر وہ تمہارے پاس سے کسی پناہ گاہ، غار یا کہیں سما جانے کی جگہ کی طرف بھاگ جانے پر قادر ہوتے تو بہت جلد ادھر پھر جاتے کیونکہ بزدل کا کام ہی بھاگ جانا ہوتا ہے۔

آیت 58 **شانِ نزول:** رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو ذُوالخُوَیصِرہ نے کہا: یا رسول اللہ! عدل کیجئے۔ فرمایا: تجھے خرابی ہو، میں عدل نہ کروں گا تو کون کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: مجھے اجازت دیجئے کہ اس (منافق) کی گردن مار دوں۔ فرمایا: اسے چھوڑ دو، اس کے اور بھی ہمراہی ہیں کہ تم ان کی نمازوں کے سامنے اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے سامنے اپنے روزوں کو حقیر دیکھو گے، وہ قرآن پڑھیں گے اور ان کے گلوں سے نہ اترے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ (بخاری، حدیث: 3610، مسلم، حدیث: 1064) یہی شخص خوارج کی اصل وبنیاد ہے۔ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ فرمایا کہ منافقین میں سے کوئی وہ ہے جو صدقات تقسیم کرنے میں تم پر اعتراض کرتا ہے تو اگر انہیں ان صدقات میں سے کچھ دے دیا جائے تو راضی ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں ان میں سے کچھ نہ دیا جائے تو اس وقت تم پر اعتراض کرتے اور ناراض ہو جاتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کسی فعل شریف پر اعتراض کفر ہے۔ (2) دُنیوی نفع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے راضی ہو جانا اور نفع نہ ہونے کی صورت میں ناراض ہو جانا منافق کی خاص علامت ہے۔ درس: جب تک فائدہ ملتا رہے تب تک راضی رہنا اور جب فائدہ ملنا بند ہو جائے تو برائیاں کرنا اخلاص نہ ہونے کی علامت ہے۔

يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ

ناراض ہو جاتے ہیں○ اور (کیا اچھا ہوتا) اگر وہ اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں عطا فرمایا اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔ عنقریب اللہ

مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ

اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے اور زیادہ عطا فرمائیں گے۔ بیشک ہم اللہ ہی کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں○ زکوٰۃ صرف فقیروں اور بالکل محتاجوں

وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ

اور زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر کیے ہوئے لوگوں اور ان کیلئے ہے جن کے دلوں میں اسلام کی الفت ڈالی جائے اور غلام آزاد کرانے میں اور قرضداروں کیلئے اور اللہ کے

آیت 59: فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر تقسیم پر اعتراض کرنے والے منافق اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں عطا فرمایا اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو اور وہ کہتے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا فضل اور جتنا اس نے عطا کیا وہ کافی ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہمیں اپنے فضل سے اور زیادہ عطا فرمائیں گے۔ بیشک ہم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے فضل سے صدقہ اور اس کے علاوہ لوگوں کے اموال سے غنی اور بے نیاز کر دے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم عطا فرماتے ہیں اور آئندہ بھی عطا کریں گے بلکہ اللہ تعالیٰ جو دیتا ہے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی کے واسطے سے دیتا ہے۔ (2) کسی کو نفع پہنچانے یا کسی سے نقصان دور کر دینے کی نسبت اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی طرف کرنا جائز ہے۔

آیت 60: جب منافقین نے صدقات کی تقسیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر اعتراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ صدقات کے مستحق صرف یہ آٹھ قسم کے لوگ ہیں: (1) فقیر کہ جس کے پاس شرعی نصاب سے کم مال ہو (2) بالکل محتاج کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو (3) زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر کیے ہوئے لوگ (4) مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوْب یعنی جن کے دلوں میں اسلام کی الفت ڈالی جائے (5) وہ غلام جن کو ان کے مالکوں نے ایک مقدار مال کی مقرر کر دی کہ اس قدر ادا کر دیں تو آزاد ہیں (6) قرض دار جو بغیر کسی گناہ کے مقروض ہوئے اور اتنا مال نہیں رکھتے جس سے قرض ادا کریں (7) اللہ تعالیٰ کے راستے میں جانے والے یعنی مجاہدین اور نادار حاجی (8) مسافر جس کے پاس اس وقت مال نہ ہو۔ ان کے سوا اور کوئی مستحق نہیں نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اموالِ صدقہ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ آپ پر اور آپ کی اولاد پر صدقات حرام ہیں تو طعن کرنے والوں کو اعتراض کا کیا موقع ہے۔ اور فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ علم والا اور حکمت والا ہے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں صدقہ سے زکوٰۃ مراد ہے اور یہاں زکوٰۃ کے مصارف بیان کیے گئے ہیں۔ (2) مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوْب سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اسلام کی الفت ڈالنا اور انہیں اسلام کی طرف مائل کرنا یا اسلام پر ثابت قدم رکھنا مقصود ہو، یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کی وجہ سے زکوٰۃ کے مستحق نہیں رہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا تو اس کی حاجت نہ رہی اور یہ اجماع حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں منعقد ہوا تھا۔ (3) زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ وہ مذکورہ تمام اقسام کے لوگوں کو زکوٰۃ دے یا ان میں سے کسی ایک ہی قسم کو دے۔

السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ

راستے میں (جانے والوں کیلئے) اور مسافر کے لئے ہے۔ یہ اللہ کا مقرر کیا ہوا حکم ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۝ اور ان میں کچھ وہ ہیں جو نبی کو ایذا دیتے

وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ

اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں۔ تم فرماؤ: تمہاری بہتری کے لئے کان ہیں، وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں اور تم میں جو مسلمان ہیں

لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ يَحْلِفُوْنَ

ان کیلئے رحمت ہیں اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۝ (اے مسلمانو!) تمہارے سامنے اللہ کی

بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝

قسم کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کرلیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ لوگ اسے راضی کریں اگر یہ ایمان والے ہیں۔

آیت 61 **شانِ نزول:** منافقین اپنی مجلسوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں ناشائستہ باتیں کرتے تھے، ان میں سے بعض نے کہا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خبر ہوگئی تو ہمارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ جلاس بن سوید نے کہا: ہم جو چاہیں کہیں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے مکر جائیں گے اور قسم کھالیں گے، وہ تو کان ہیں ان سے جو کہہ دیا جائے سن کر مان لیتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ منافقوں کی جماعت میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو میرے حبیب کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں: وہ تو کان ہیں۔ اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے حبیب اگرچہ سننے والے ہیں لیکن ان کا سننا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ اگر وہ سننے والے بھی ہیں تو نیکی اور بھلائی کی بات سننے اور ماننے والے ہیں، شر اور فساد کی بات سننے والے نہیں اور ان کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں، منافقوں کی بات پر یقین نہیں کرتے اور وہ تم میں سے جو مسلمان ہیں ان کے لئے رحمت ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ **اہم بات:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایذا دینا کفر ہے کیونکہ دردناک عذاب کی وعید عموماً کفار کو ہوتی ہے۔

آیت 62 **شانِ نزول:** منافقین اپنی مجلسوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر اعتراضات کرتے جبکہ مسلمانوں کے پاس آکر جاتے اور قسمیں کھا کر اپنی بریت ثابت کرتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! یہ منافق تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں تاکہ تمہیں اس بارے میں راضی کرلیں جو ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایذا پہنچانے کی باتیں تم تک پہنچی ہیں حالانکہ مسلمانوں کو راضی کرنے کے لئے قسمیں کھانے سے زیادہ اہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو راضی کرنا تھا، اگر ایمان رکھتے تھے تو ایسی حرکتیں کیوں کیں جو خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ناراضی کا سبب ہوں۔ اہم نکات: (1) آیت کے اس لفظ "اَنْ يُّرْضُوْهُ" میں واحد کی ضمیر اس لئے ذکر کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رضا میں کوئی فرق نہیں، دونوں کی رضا کا ایک ہی حکم ہے۔ (2) معلوم ہوا کہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو راضی کرنے کی نیت شرک نہیں بلکہ ایمان کا کمال ہے۔

اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیْهَاؕ ذٰلِكَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ ﴿۶۳﴾ یَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَیْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِیْ قُلُوْبِهِمْؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْاۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾

کیا انہیں معلوم نہیں کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ یہی بڑی رسوائی ہے۔ منافقین اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کے خلاف کوئی ایسی سورت نازل کر دی جائے جو ان کے دلوں کی چھپی باتیں بتا دے۔ تم فرماؤ: مذاق اڑالو، بیشک اللہ اس چیز کو ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈرتے ہو۔ اور اے محبوب! اگر آپ ان سے پوچھیں تو کہیں گے کہ ہم تو صرف ہنسی کھیل کر رہے تھے۔ تم فرماؤ: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی مذاق کرتے ہو۔

آیت 63 ﴾ فرمایا کہ کیا انہیں یہ بات معلوم نہیں کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مخالفت کرے تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ یہ جہنم میں ہمیشہ کے لئے داخلہ ہی بڑی رسوائی ہے۔

آیت 64 ﴾ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معجزات دیکھنے اور آپ کی غیبی خبریں سننے اور ان کو واقع کے مطابق پانے کے بعد منافقوں کو اندیشہ ہو گیا کہ کہیں اللہ تعالیٰ کوئی ایسی سورت نازل نہ فرمائے جس سے ان کا نفاق اور مسلمانوں سے بغض و عداوت ظاہر کر دیئے جائیں اور ان کی رسوائی ہو۔ مزید ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان منافقوں سے فرما دیں کہ تم نے جو مذاق اڑانا ہے اڑا لو، بیشک اللہ تعالیٰ اس چیز کو ظاہر کرنے والا ہے جس کے ظاہر ہونے سے تم ڈرتے ہو۔

آیت 65 ﴾ شانِ نزول: (1) غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے منافقین کے تین گروہوں میں سے دو رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے: ان کا خیال ہے کہ یہ روم پر غالب آ جائیں گے، کتنا بعید خیال ہے اور ایک گروہ بولتا تو نہ تھا مگر ان باتوں کو سن کر ہنستا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں طلب کر کے فرمایا: تم ایسا ایسا کہہ رہے تھے؟ انہوں نے کہا: ہم راستہ طے کرنے کے لئے ہنسی کھیل کے طور پر دل لگی کی باتیں کر رہے تھے۔ (2) کسی کی اونٹنی گم ہو گئی، اس کی تلاش تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے۔ اس پر ایک منافق بولا: محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے، محمد غیب کیا جانیں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، ارشاد فرمایا: اے حبیب! اگر آپ ان منافقین سے ان باتوں کے بارے میں پوچھیں جو وہ آپس میں کہتے تھے تو کہیں گے کہ ہم تو صرف ہنسی کھیل کر رہے تھے تاکہ اس سے سفر کٹ جائے، ہمارا مقصد اعتراض نہ تھا۔ اے حبیب! آپ ان سے فرمائیں: کیا تم اللہ تعالیٰ، اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی مذاق کرتے ہو۔ اہم باتیں: (1) آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم دیا ہے کہ جو تنہائی میں باتیں کی جائیں آپ کو ان کی خبر ہے۔ (2) کفر کی باتیں سن کر رضا کے طور پر خاموش رہنا یا ہنسنا بھی کفر ہے۔ (3) حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توہین اللہ تعالیٰ کی توہین ہے کیونکہ ان منافقوں نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توہین کی تھی مگر فرمایا گیا: "اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ" یعنی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مذاق اڑانا اللہ تعالیٰ اور اس کی تمام آیتوں کا مذاق اڑانا ہے، لہٰذا آپ کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآىِٕفَةً

بہانے نہ بناؤ تم ایمان ظاہر کرنے کے بعد کافر ہو چکے۔ اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف کر دیں تو دوسروں کو عذاب دیں گے

بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۟۠ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ

کیونکہ وہ مجرم ہیں○ منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک ہی ہیں، برائی کا حکم دیتے

بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ

ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اس نے انہیں چھوڑ دیا۔ بیشک

الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۟ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

منافقین ہی نافرمان ہیں○ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے

آیت 66 اللہ تعالیٰ نے منافقین کی جانب سے پیش کردہ عذر قبول نہ کیا اور فرمایا کہ بہانے نہ بناؤ تم ایمان ظاہر کرنے کے بعد کافر ہو چکے، اگر ہم تم میں سے کسی کو اس کے توبہ کرنے اور اخلاص کے ساتھ ایمان لانے کی وجہ سے معاف کر بھی دیں تو توبہ نہ کرنے والے گروہ کو ضرور عذاب دیں گے کیونکہ وہ مجرم ہیں، اپنے نفاق پر قائم ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں جس شخص کی معافی کی بات ہو رہی ہے یہ وہی شخص ہے جو ہنستا تھا مگر اس نے اپنی زبان سے کوئی گستاخی کا کلمہ نہ کہا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس نے توبہ کی اور اخلاص کے ساتھ ایمان لایا، یہ حضرت یحییٰ بن حمیر اشجعی رضی اللہ عنہ تھے۔ چونکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بدگوئی سے زبان روکی تھی اس لئے انہیں توبہ و ایمان کی توفیق ملی۔ (2) ایمان ایسی چیز نہیں جو کبھی کسی سے ختم نہیں ہو سکتی کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کے ایمان کا ذکر فرمایا پھر ان کا ایمان ختم ہو جانے کا ذکر فرمایا۔ (3) جس شخص نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں اکراہِ شرعی کے بغیر ایسے کلمات کہے جو عرف میں توہین اور گستاخی کے لئے متعین ہوں تو وہ نیت اور عدمِ نیت کے فرق کے بغیر قضاءً اور دیانۃً دونوں طرح کافر ہے۔ (4) جس کا کفر ثابت ہو جائے اسے کافر ماننا شریعت کا حکم ہے اور حقیقی علما اسی حکمِ شریعت پر عمل کرتے ہوئے کسی کو کافر کہتے ہیں۔ البتہ کسی فردِ معین کو کافر قرار دینا بہت سنگین معاملہ ہے۔ جب تک کسی شخص سے صادر ہونے والے قول و فعل کی بنا پر اسے کافر قرار دینے کے تمام تقاضے پورے نہ ہو جائیں تب تک کافر قرار دینے کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں۔ **درس:** ہنسی مذاق میں کفر کرنے سے بھی آدمی کافر ہو جاتا ہے، مذاق کا عذر مردود ہے۔ اس سے فلموں ڈراموں خصوصاً کامیڈی ڈراموں میں بولے جانے والے کفریات کا حکم سمجھا جا سکتا ہے۔

آیت 67 فرمایا کہ منافق مرد اور منافق عورتیں سب نفاق اور اعمالِ خبیثہ میں یکساں ہیں ان کا حال یہ ہے کہ کفر و معصیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تکذیب کا حکم دیتے ہیں اور ایمان و طاعت اور تصدیقِ رسول سے منع کرتے ہیں اور راہِ خدا میں خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا، اس کی اطاعت و رضا طلبی نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں چھوڑ دیا اور ثواب و فضل سے محروم کر دیا، بیشک منافقین ہی نافرمان ہیں۔ **درس:** برائی کا حکم دینا اور بھلائی سے منع کرنا منافق کا کام ہے۔ افسوس کہ فی زمانہ بہت سے مسلمان گھرانوں میں بھی گناہوں کی ترغیب دینا، نیکی سے روکنا پایا جاتا ہے۔ فلمیں ڈرامے دیکھنے اور کسی بھی طرح کا مذہبی حلیہ اپنانے سے منع کیا جاتا ہے۔

آیت 68 فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے،

فِيْهَا ۭ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝ ٦٨ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا

گے۔ وہ (جہنم) انہیں کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت فرمائی اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے ○ (اے منافقو!) جس طرح تم سے پہلے لوگ تم سے

اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ

قوت میں زیادہ مضبوط اور مال اور اولاد کی کثرت میں تم سے بڑھ کر تھے پھر انہوں نے اپنے (دنیا کے) حصے سے لطف اٹھایا تو تم بھی ویسے ہی اپنے حصے سے

كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ

لطف اٹھالو جیسے تم سے پہلے والوں نے اپنے حصوں سے فائدہ حاصل کیا اور تم اسی طرح بیہودگی میں پڑ گئے جیسے وہ بیہودگی میں پڑے تھے۔ ان لوگوں کے

اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ٦٩ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ

تمام اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہوگئے اور وہی لوگ گھاٹے میں ہیں ○ کیا ان کے پاس ان سے پہلے لوگوں (یعنی)

قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ڏ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ

قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور مدین اور الٹ جانے والی بستیوں کے مکینوں کی خبر نہ آئی؟

ان کے کفر، نفاق اور نافرمانی کے عذاب کے طور پر جہنم انہیں کافی ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔

آیت 69 منافقوں کو ڈانٹ ڈپٹ اور دھمکی کے طور پر فرمایا گیا کہ اے منافقو! تم گزشتہ زمانے کے ان لوگوں کی طرح ہو جو قوت میں تم سے زیادہ مضبوط اور مال و اولاد کی کثرت میں تم سے بڑھ کر تھے پھر انہوں نے اپنی دنیوی لذتوں اور شہوتوں کے حصے سے لطف اٹھایا۔ اے منافقو! تم بھی ویسے ہی اپنے حصے سے لطف اٹھالو اور جو موج مستی کرنی ہے کر لو جیسے تم سے پہلے والوں نے اپنے حصوں سے فائدہ حاصل کیا۔ مزید فرمایا کہ جیسے پہلے لوگ بیہودگی میں پڑے ہوئے تھے تم نے بھی اسی طرح بیہودگی میں پڑ کر باطل کی اتباع، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تکذیب اور مومنین کے ساتھ استہزا کی روش اختیار کی تو اس کے نتیجے میں جیسے ان کفار کے اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہوگئے اور وہ خسارے میں پڑے اسی طرح اے منافقو! تم بھی گھاٹے میں ہو اور تمہارے عمل باطل ہیں۔

آیت 70 فرمایا کہ کیا منافقوں کو گزری ہوئی امتوں کا حال معلوم نہ ہوا کہ ہم نے انہیں کس طرح ہلاک کیا۔ قوم نوح جو طوفان سے ہلاک کی گئی، قوم عاد جو ہوا سے ہلاک کی گئی، قوم ثمود جو زلزلہ سے ہلاک کی گئی، قوم ابراہیم جو سلب نعمت سے اور نمرود مچھر سے ہلاک کیا گیا، اہل مدین یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم جو بادل والے دن کے عذاب سے ہلاک کی گئی اور قوم لوط جن کی بستیاں الٹ دی گئیں ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے تھے اور ان لوگوں نے تصدیق کرنے کے بجائے اپنے رسولوں کی تکذیب کی جیسے اے منافقو! تم کر رہے ہو لہٰذا تم اس بات سے ڈرو کہ کہیں انہی کی طرح مبتلائے عذاب نہ کر دیئے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا کیونکہ وہ بغیر جرم سزا نہیں فرماتا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے کہ کفر کر کے اور انبیاء

اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

ان کے پاس بہت سے رسول روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے تو اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے

الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰٓئِكَ

منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہ وہ ہیں

سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ

جن پر عنقریب اللہ رحم فرمائے گا۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے ۝ اللہ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ وَرِضْوَانٌ

جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان میں ہمیشہ رہیں گے اور عدن کے باغات میں پاکیزہ رہائشوں کا (وعدہ فرمایا ہے) اور اللہ کی

علیہم السلام کو نہ مان کر عذاب کے مستحق بنے۔ **اہم بات:** اس آیت میں ان چھ قوموں کا ذکر ہوا جن کے علاقے عرب کے قریب ہیں، وہاں ان ہلاک شدہ قوموں کے نشان باقی ہیں اور عرب کے لوگ ان مقامات پر گزرتے رہتے ہیں۔

آیت 71 فرمایا گیا کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق، آپس میں دینی محبت و الفت رکھنے اور ایک دوسرے کے معین و مددگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے اور شریعت کی اتباع کرنے کا حکم دیتے ہیں اور شرک و معصیت سے منع کرتے ہیں۔ فرض نمازیں ان کے حدود و ارکان پورے کرتے ہوئے ادا کرتے ہیں۔ اپنے اوپر واجب ہونے والی زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حکم مانتے ہیں۔ ان صفات سے متصف مومن مرد اور عورتیں وہ ہیں جن پر عنقریب اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا اور انہیں دردناک عذاب سے نجات دے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔

آیت 72 یہاں اس ثواب اور جزا کا بیان ہے جس کا مؤمنین سے وعدہ ہے، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان میں ہمیشہ رہیں گے نیز عدن کے باغات میں پاکیزہ رہائشوں کا وعدہ فرمایا ہے اور جنت کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت یہ ہو گی کہ اللہ تعالیٰ جنتیوں سے راضی ہو گا، کبھی ناراض نہ ہو گا، یہی بڑی کامیابی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ایک قول کے مطابق عدن جنت میں ایک خاص جگہ کا نام ہے اور ایک قول یہ ہے کہ عدن جنت کی صفت ہے۔ (2) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ جنتیں آٹھ ہیں اور ان کے نام یہ ہیں: (۱) دار الجلال (۲) دار القرار (۳) دار السلام (۴) عدن (۵) مأویٰ (۶) خلد (۷) فردوس (۸) نعیم۔ (3) اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا دیدار کسی عمل کا بدلہ نہ ہو گا بلکہ یہ خاص رب تعالیٰ کا عطیہ ہو گا۔

مِنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٧٢﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ

سے بڑی چیز ہے۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔○ اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو

عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٧٣﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا

اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور کتنی بری پلٹنے کی جگہ ہے۔○ منافقین اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہ کہا حالانکہ انہوں نے یقیناً کفریہ

كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ

کلمہ کہا اور وہ اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے اور انہوں نے اس چیز کا قصد وارادہ کیا جو انہیں نہ ملی اور انہیں یہی برا لگا کہ اللہ اور اس کے رسول نے

آیت 73 فرمایا کہ اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! کافروں پر تلوار اور جنگ سے اور منافقوں پر حجت قائم کرنے سے جہاد کرو اور ان سب پر سختی کرو، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور کتنی بری پلٹنے کی جگہ ہے۔ اہم باتیں: (1) حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نام سے نہیں بلکہ اچھے القاب سے پکارا جائے جب خداوندِ قدوس ان کو نام سے نہیں پکارتا تو ہم کس شمار میں ہیں۔ (2) دین کے لئے کی جانے والی ہر کوشش جہاد ہے خواہ وہ زبان یا قلم سے ہو۔ حضرت عبد اللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر وہ شخص جس کے عقیدے میں فساد ہو اس کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کہ حجت و دلائل کے ساتھ اس سے جہاد کیا جائے اور جتنا ممکن ہو اس کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا جائے۔ چنانچہ جو "علماء" دینِ حق اور عقیدۂ صحیحہ کے تحفظ و بقا کے لئے تقریر و تحریر کے ذریعے کوشش کرتے ہیں وہ سب مجاہدین ہیں۔ (3) دین وایمان کے دشمنوں پر سختی کرنا عین اسلام کی تعلیمات اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے البتہ بے جا کی سختی یا اسلامی تعلیمات کے منافی قتل وغارت گری ضرور حرام ہے جیسے آج کل مسلک کے نام پر ایک دوسرے کو قتل کرنے کی مہم جاری ہے۔

آیت 74 شانِ نزول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تبوک میں دورانِ خطبہ منافقین کی بدحالی اور برے انجام کا ذکر فرمایا۔ یہ سن کر جُلَّاس بن سُوید نے کہا: اگر محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) سچے ہیں تو ہم گدھوں سے بدتر ہیں۔ مدینہ شریف آنے کے بعد حضرت عامر بن قیس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جُلَّاس کا مقولہ بیان کیا۔ جُلَّاس نے انکار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دونوں کو قسم کھانے کا حکم فرمایا۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے قسم کھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر یہ دعا بھی کی: یارب! اپنے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر سچے آدمی کی تصدیق نازل فرما۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ منافقین اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہ کہا حالانکہ انہوں نے یقیناً کفریہ کلمہ کہا اور وہ اپنے اسلام کا اظہار کرنے کے بعد کافر ہو گئے اور انہوں نے اس چیز کا ارادہ کیا جو انہیں نہ ملی۔ اس سے مراد منافقین کا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو سواری سے گرا کر شہید کرنے کا ارادہ ہے جو انہوں نے تبوک سے واپسی پر کیا تھا لیکن ناکام ہوئے یا مراد یہ ہے کہ منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رضا کے بغیر عبد اللہ بن اُبَی کی تاج پوشی کا ارادہ کیا تھا جو پورا نہ ہو سکا اور ایک قول یہ ہے کہ جُلَّاس نے افشائے راز کے اندیشے سے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تھا اور وہ پورا نہ ہوا۔ آیت میں مزید فرمایا: انہیں یہی برا لگا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف آوری سے پہلے منافق تنگدستی کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد کے صدقے غنیمت میں مال پا کر خوشحال ہو گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ جُلَّاس کا غلام قتل کر دیا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے 12 ہزار

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ

انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا تو اگر وہ توبہ کریں تو ان کے لئے بہتر ہوگا اور اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ انہیں

عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِى الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دے گا اور ان کے لئے زمین میں نہ کوئی حمایتی ہوگا اور نہ مددگار۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

اور ان میں کچھ وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا ہوا ہے کہ اگر اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور صدقہ دیں گے اور ہم ضرور صالحین میں سے ہوجائیں گے۔

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا

پھر جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمایا تو اس میں بخل کرنے لگے اور منہ پھیر کر پلٹ گئے۔ تو اللہ نے انجام کے طور پر اس دن تک کے لئے

درہم اس کی دیت ادا کرنے کا حکم دیا تو دیت پا کر وہ غنی ہو گیا۔ مزید فرمایا: اگر وہ اپنے کفر و نفاق سے توبہ کریں اور اخلاص کے ساتھ ایمان لے آئیں تو ان کے لئے بہتر ہوگا اور اگر وہ اس سے منہ پھیریں اور نفاق پر قائم رہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں قتل اور آخرت میں آگ کا سخت عذاب دے گا اور ان کے لئے زمین میں نہ کوئی حمایتی ہوگا اور نہ مددگار جو انہیں عذاب سے بچا سکے۔ آیت میں توبہ کا حکم سن کر جلاس نے اپنی کہی ہوئی بات کا اقرار کر کے توبہ کر لی۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور وہ توبہ پر قائم رہے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں جمع کے صیغے ذکر کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ باقی منافق اس بات پر راضی ہونے کی وجہ سے کہنے والے کی طرح ہیں۔ (2) آیت میں غنی کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف کی گئی ہے۔

آیت 75، 76 شانِ نزول: ثعلبہ بن ابو حاطب نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے درخواست کی کہ اس کے لئے مالدار ہونے کی دعا فرمائیں۔ ارشاد فرمایا: اے ثعلبہ! تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرے اس بہت سے بہتر ہے جس کا شکر ادا نہ کر سکے۔ اس نے دوبارہ پھر یہی درخواست کی اور قسم کھا کر کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے مال دے گا تو میں ہر حق دار کا حق ادا کروں گا۔ دعائے رسول کی برکت سے اسے بہت مال عطا ہوا۔ بعد میں اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، فرمایا گیا کہ منافقین میں کچھ وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہوا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے مال دے گا تو ہم اس مال سے صدقہ نکال کر ضرور صالحین میں سے ہو جائیں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے مال عطا فرمایا تو انہوں نے اپنا عہد پورا نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کا حق روک کر اس میں بخل کرنے لگے اور اطاعتِ الٰہی سے منہ پھیر کر پلٹ گئے۔ جب ثعلبہ کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں تو یہ زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بحکمِ الٰہی اس کی زکوٰۃ قبول نہ فرمائی۔ وہ اپنے سر پر خاک ڈال کر واپس ہوا۔ اہم باتیں: (1) ثعلبہ کی توبہ صدقِ دل سے نہ تھی بلکہ لوگوں میں اس کی جو ذلت ہو رہی تھی اس سے بچنے کے لئے واویلا کر رہا تھا اس لئے اس کی توبہ مقبول نہ ہوئی۔ (2) "ثعلبہ بن حاطب" بدری صحابی ہیں اور جنگِ اُحد میں شہید ہوئے جبکہ یہ شخص "ثعلبہ بن ابو حاطب" ہے جو زمانۂ عثمانی میں مرا۔

آیت 77 ارشاد فرمایا: تو اللہ تعالیٰ نے انجام کے طور پر روزِ قیامت تک کے لئے ان کے دلوں میں منافقت ڈال دی جس دن وہ اس

قُلُوبِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿۷۷﴾

ن کے دلوں میں منافقت ڈال دی جس دن وہ اس سے ملیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ سے وعدہ کرکے وعدہ خلافی کی اور جھوٹ بولتے رہے○

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿۷۸﴾

کیا انہیں معلوم نہیں تھا کہ اللہ ان کے دل کی ہر چھپی بات اور ان کی ہر سرگوشی کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ سب غیبوں کو خوب جاننے والا ہے○

الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ

وہ جو دل کھول کر خیرات دینے والے مسلمانوں پر اور ان پر جو اپنی محنت مشقت کی بقدر ہی پاتے ہیں

لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ ۙ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۷۹﴾

عیب لگاتے ہیں پھر ان کا مذاق اڑاتے ہیں تو اللہ انہیں ان کے مذاق اڑانے کی سزا دے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے○

اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۚ إِن تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَن يَغْفِرَ اللّٰهُ

(اے حبیب!) تم ان کی مغفرت کی دعا مانگو یا نہ مانگو، اگر تم ستر بار بھی ان کی مغفرت طلب کرو گے تو اللہ ہرگز ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔

ے ملیں گے کیونکہ انہوں نے صدقہ دینے اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کا اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرکے وعدہ خلافی کی اور جھوٹ بولتے ہے۔ اہم باتیں: (1) عہد شکنی اور وعدہ خلافی سے نفاق پیدا ہوتا ہے۔ (2) بعض گناہ کبھی بدعقیدگی تک پہنچا دیتے ہیں۔ (3) غریبی یں خدا کو یاد کرنا اور امیری میں بھول جانا عملی منافقت کی علامت ہے۔

آیت 78 ﴿ فرمایا کہ ان منافقین کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ پر کچھ مخفی نہیں، وہ ان کے دلوں کی بات بھی جانتا ہے اور جو وہ ایک دوسرے سے کہیں وہ بھی جانتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے تو ان کا حال اللہ تعالیٰ سے کیسے مخفی رہ سکتا تھا۔

آیت 79 ﴿ شانِ نزول: (1) جب آیتِ صدقہ نازل ہوئی تو لوگ صدقہ لائے، بعض بہت زیادہ مال لائے انہیں منافقین نے ریاکار کہا ور کوئی تھوڑا سا مال لایا ان کے متعلق منافقین نے کہا: اللہ تعالیٰ کو اس کی کیا پرواہ (یعنی اتنا تھوڑا دینے کا کیا فائدہ)۔ (2) جب رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے لوگوں کو صدقہ کی رغبت دلائی تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چار ہزار درہم لائے ان پر منافقین نے ریاکاری کا الزام لگایا اور حضرت ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ مزدوری کی اجرت میں ملنے والی دو صاع کھجوروں میں سے ایک صاع لائے ان کے متعلق منافقین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ابو عقیل کی صاع بھر کھجوروں سے غنی ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ منافقین جو دل کھول کر خیرات دینے والے مسلمانوں اور ان مسلمانوں پر عیب لگاتے ہیں جو اپنی محنت مشقت کی بقدر ہی پاتے ہیں اور اسے لے آتے ہیں، پھر ان کا مذاق اڑاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کے مذاق اڑانے کی سزا دے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اہم باتیں: (1) بارگاہِ الٰہی میں مال کی مقدار نہیں بلکہ دلوں کا خلوص دیکھا جاتا ہے۔ (2) جو لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عبادت کو نفاق یا دکھلاوا قرار دیتے اور ان پر طعن کرتے ہیں وہ منافق ہیں۔

آیت 80 ﴿ شانِ نزول: سابقہ آیات نازل ہونے پر منافقین کا نفاق مسلمانوں پر ظاہر ہو گیا تو منافقین بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور

لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

یہ اس لیے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا کرتے تھے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

پیچھے رہ جانے والے اس بات پر خوش ہوئے کہ وہ اللہ کے رسول کے پیچھے بیٹھے رہے اور انہیں یہ بات ناپسند تھی کہ اپنے مالوں

وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ

اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کریں اور انہوں نے کہا: اس گرمی میں نہ نکلو۔ تم فرماؤ: جہنم کی آگ شدید ترین گرم ہے۔ کسی طرح

كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝۸۱ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

یہ لوگ سمجھ لیتے ۝ تو انہیں چاہیے کہ تھوڑا سا ہنس لیں اور بہت زیادہ روئیں (یہ) ان کے اعمال کا بدلہ ہے۔

معذرت کر کے کہنے لگے کہ ہمارے لئے استغفار کیجئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اے حبیب! تم ان کی مغفرت کی دعا کرو یا نہ کرو اگر تم ان کے لئے مغفرت کی دعا میں مبالغہ بھی کروگے تو اللہ تعالیٰ ہر گز ان کی مغفرت نہ فرمائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے منکر ہیں اور جو ان کا منکر ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس کے لئے اپنی رحمتِ عامہ کی بنا پر دعا بھی کریں تب بھی اللہ تعالیٰ اسے نہ بخشے گا اور جو ایمان سے خارج ہوں جب تک کہ وہ کفر پر قائم رہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نہیں دیتا، ہدایت تو اسے ملتی ہے جو اس کا ارادہ کرے، اللہ تعالیٰ جبراً کسی کو ہدایت نہیں دیتا۔ اہم باتیں: (1) کافر کو کسی کی دعائے مغفرت فائدہ نہیں دیتی، اس کی بخشش ناممکن ہے۔ (2) اس نہ بخشنے میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی انتہائی عظمت کا اظہار ہے کہ آپ کا منکر جنت میں نہیں جاسکتا۔

آیت 81 ﴾ غزوۂ تبوک میں گرمی کی شدت، سفر کی دوری، زادِ راہ کی کمی اور جان کے خوف کی وجہ سے منافقین کی بڑی تعداد پیچھے رہ گئی۔ یہ لوگ اس بات پر بڑے خوش تھے کہ تکلیفوں سے جان چھوٹ گئی۔ ان کے متعلق فرمایا جارہا ہے کہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے اس بات پر خوش ہوئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پیچھے بیٹھے رہے اور بہانے بنا کر ساتھ نہ گئے انہیں یہ بات ناپسند تھی کہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کریں اور انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: اس گرمی میں نہ نکلو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا کہ آپ ان منافقوں سے فرمادیں: جہنم کی آگ شدید ترین گرم ہے۔ اگر یہ جانتے تو تھوڑی دیر کی گرمی برداشت کر لیتے اور ہمیشہ کی آگ میں جلنے سے اپنے آپ کو بچا لیتے۔ اہم بات: ایمان کی برکت سے نیک اعمال پر دلیری اور کفر و نفاق کی وجہ سے کم ہمتی پیدا ہوتی ہے۔ جس کو گناہ آسان اور نیک کام بھاری محسوس ہوں اور اس وجہ سے وہ گناہ کرے اور نیکیاں نہ کرے تو اس کے دل میں نفاق کی ایک علامت موجود ہے۔

آیت 82 ﴾ اس آیت میں منافقین کی حالت کے بارے میں بتایا جارہا ہے کہ منافقین اگرچہ ساری زندگی ہنسیں اور خوشیاں منائیں تو یہ تھوڑا ہے کیونکہ دنیا اپنی درازی کے باوجود قلیل ہے اور آخرت میں ان کا غم اور رونا بہت زیادہ ہوگا کیونکہ آخرت کی سزا کبھی ختم نہ ہوگی اور ختم ہو جانے والی چیز نہ ختم ہونے والی کے مقابلے میں تھوڑی ہی ہے۔ آخرت کا رونا دنیا میں ہنسنے اور خبیث عمل کرنے کا بدلہ ہے۔

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآىٕفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ

اے حبیب! اگر اللہ تمہیں ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے جائے اور وہ تم سے جہاد میں ساتھ نکلنے کی اجازت مانگیں تو تم فرمانا کہ تم کبھی بھی

اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِیْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ

میرے ساتھ نہ چلو اور ہرگز میرے ساتھ کسی دشمن سے نہ لڑو۔ تم نے پہلی دفعہ بیٹھے رہنے کو پسند کیا تو (اب) پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ

الْخٰلِفِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا

بیٹھ رہو○ اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ بیشک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا

کفر کیا اور نافرمانی کی حالت میں مرگئے○ اور ان کے مال اور اولاد تمہیں تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ

آیت 83 ﴾ فرمایا کہ اے حبیب! اب جو آپ غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ منورہ پہنچیں گے تو منافقین دھوکا دہی کے لئے کہیں گے کہ حضور! ہمیں آیندہ جہاد میں اپنے ہمراہ چلنے کی اجازت دیں۔ اب اگر منافقین جہاد میں ساتھ چلنے کی اجازت مانگیں تو ان سے فرمادو کہ اب تم ہرگز کبھی بھی میرے ساتھ نہ چلو اور نہ میرے ساتھ کسی دشمن سے لڑو۔ تم نے پہلی دفعہ جہاد سے پیچھے بیٹھے رہنے کو پسند کیا تو اب بھی پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھ رہو۔ **اہم بات:** جس شخص سے دھوکا ظاہر ہو اس سے علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے اور محض اسلام کے مُدّعی ہونے سے کسی کو ساتھ ملا لینے کی اجازت نہیں ہوتی۔ آج جو لوگ کہتے ہیں کہ ہر کلمہ گو کے ساتھ اتفاق کر دو یہ اس حکم قرآنی کے بالکل خلاف ہے۔

آیت 84 ﴾ **شانِ نزول:** جب منافقوں کا سردار عبد اللہ بن اُبَی بن سلول مرا تو اس کے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جو مخلص اور کثیر العبادت صحابی تھے، خواہش کی کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کے باپ کو کفن کے لئے اپنا قمیص مبارک عنایت فرمادیں اور اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ چونکہ اس وقت تک ممانعت نہیں ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو معلوم تھا کہ آپ کا یہ عمل بہت سے منافقین کے صدقِ دل سے ایمان لانے کا باعث ہو گا۔ قمیص دینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو بدر میں اسیر ہو کر آئے تھے عبد اللہ بن اُبَی نے اپنا کرتہ انہیں پہنایا تھا، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس کا بدلہ دینا بھی منظور تھا لہٰذا قمیص بھی دیا اور جنازہ بھی پڑھایا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی فرمایا گیا کہ منافقین میں سے کسی کی میت پر کبھی نمازِ جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ کفر کیا اور کفر کی حالت میں مر گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کسی منافق کے جنازے میں شرکت نہ فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وہ مصلحت بھی پوری ہوئی اور منافقین کی بڑی تعداد صدقِ دل سے ایمان لے آئی۔ **اہم باتیں:** (1) کافر کی نمازِ جنازہ کسی حال میں جائز نہیں، اس کی قبر پر دفن و زیارت کے لئے کھڑے ہونا بھی ممنوع ہے۔ (2) کافر میت کا ولی مسلمان ہو تو اسے چاہیے کہ سنت طریقے کے مطابق اس کا غسل اور کفن دفن نہ کرے بلکہ پانی بہا کر اتنے کپڑے میں لپیٹ دے جس سے ستر چھپ جائے اور گڑھا کھود کر اندر رکھ دے۔ **درس:** آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کافر مر جائے تو مسلمان پر لازم ہے کہ نہ اس کے لئے دعا کرے اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو خواہ وہ کسی ملک کا سربراہ ہو یا کچھ اور۔

آیت 85 ﴾ فرمایا کہ منافقوں کے مال اور اولاد تمہیں تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ انہیں اس کے ذریعے دنیا میں سزا

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَ اِذَاۤ

انہیں اس کے ذریعے دنیا میں سزا دے اور کفر کی حالت میں ان کی روح نکل جائے○ اور جب

اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ جَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ

سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ہمراہ جہاد کرو توان کے قوت وطاقت رکھنے والے تم سے رخصت مانگتے ہیں

وَ قَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَ طُبِعَ عَلٰى

اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دیجیے تاکہ بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ ہو جائیں○ انہیں یہ پسند آیا کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں اور ان کے دلوں

قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

مُہر لگادی گئی تو وہ کچھ سمجھتے نہیں○ لیکن رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ

وَ اَنْفُسِهِمْ وَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

جہاد کیا اور انہیں کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں○ اور اللہ نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے

دے اور کفر کی حالت میں ان کی روح نکل جائے۔ اہم بات: آیت نمبر 55 کے تحت اس آیت کی تفسیر گزر چکی ہے۔ منافقوں کے
مال و اولاد پر تعجب نہ کرنے" کو دوبارہ ذکر کرنے کی حکمتیں یہ ہیں: (1) لوگ اس بات کو بھول نہ جائیں اور یہ اعتقاد رکھیں کہ یہ
عمل انتہائی اہم ہے۔ (2) مال و اولاد ایسی چیزیں ہیں جن میں مشغولیت کی وجہ سے دل بہت جلد دنیا کی طرف راغب ہو جاتا ہے اور
چیز دنیا کی طرف زیادہ راغب کرنے والی ہو اس سے بار بار بچنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

آیت 87،86 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی مکمل یا بعض سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے
رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہمراہ جہاد کرو توان کے قوت وطاقت رکھنے والے تم سے جہاد میں نہ جانے کی رخصت مانگتے ہیں اور کہتے
ہیں ہمیں چھوڑ دیجیے تاکہ گھروں میں بیٹھے رہنے والے بچوں اور عورتوں کے ساتھ ہو جائیں۔ انہیں یہ پسند آیا کہ پیچھے رہنے والی
عورتوں کے ساتھ ہو جائیں۔ ان کے کفر و نفاق اختیار کرنے کے باعث ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی تو وہ کچھ سمجھتے نہیں کہ جہاد میں
کیا کامیابی و سعادت اور بیٹھ رہنے میں کیسی ہلاکت و شقاوت ہے۔ درس: قدرت کے باوجود دین اسلام کی مدد نہ کرنا منافقوں کا کام
ہے لہٰذا جہاں بھی مسلمان مظلوم ہوں یا ان کا عقیدہ خراب کیا جارہا ہو وہاں قدرت رکھنے والے دوسرے مسلمانوں کو اپنی حیثیت
کے مطابق بہتری کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

آیت 89،88 اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبۂ جہاد بتایا جارہا ہے، فرمایا کہ اگر منافق پیچھے
رہ گئے ہیں اور جہاد میں نہیں گئے تو جو ان سے بہتر ہیں یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اللہ
تعالیٰ کی رضا کی طلب میں اور اس کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے کے لئے اپنے مال اور اپنی جانیں دونوں خرچ کر دیں اور انہی کے
لیے دنیا و آخرت میں بھلائیاں ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ وَ جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ

(نہریں) بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور عذر پیش کرنے والے دیہاتی آئے

الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَ قَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

تاکہ انہیں رخصت دے دی جائے اور اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولنے والے بیٹھے رہے۔ ان میں سے کافروں کو عنقریب

مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَى الْمَرْضٰى وَ لَا عَلَى الَّذِيْنَ

دردناک عذاب پہنچے گا۔ کمزوروں پر اور بیماروں پر اور خرچ کرنے کی طاقت نہ رکھنے والوں پر کوئی

لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ

حرج نہیں جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خیرخواہ رہیں۔ نیکی کرنے والوں پر کوئی راہ نہیں

سَبِيْلٍ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ وَّ لَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور نہ ان پر کوئی حرج ہے جو آپ کے پاس اس لئے آتے ہیں تاکہ آپ انہیں سواری دیدیں (لیکن آپ) فرمادیتے ہیں:

نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ اہم بات: جنت اور وہاں کی نعمتیں پیدا ہو چکی ہیں۔

آیت 90﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں عذر پیش کرنے کے لئے دیہاتی آئے تاکہ انہیں جہاد میں نہ جانے کی رخصت دے دی جائے۔ ایک قول کے مطابق یہ عامر بن طفیل کی جماعت تھی اور ان لوگوں نے باطل عذر بنا کر پیش کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال سے خبر دار کیا ہے اور وہ مجھے تم سے بے نیاز کرے گا۔ آیت میں دوسرے گروہ کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جھوٹ بولنے والے بیٹھے رہے۔ یہ عرب کے دیہات میں رہنے والے منافق تھے، انہوں نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عذر بھی پیش نہیں کیا جس سے ظاہر ہو گیا کہ انہوں نے ایمان کا دعویٰ جھوٹا کیا تھا۔ مزید فرمایا گیا کہ ان منافقوں میں سے جو کھلے کافر بن جائیں انہیں دنیا میں قتل وغارت کا عذاب ہو گا یا ان منافقوں میں سے جو آخر دم تک کفر پر قائم رہیں انہیں آخرت کا دردناک عذاب ہو گا۔ اہم بات: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ سے جھوٹ بولنا ہے کیونکہ ان بدنصیبوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جھوٹ بولا، اس پر قرآنِ مجید میں فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جھوٹ بولا۔

آیت 91﴾ باطل عذر والوں کا ذکر فرما کر اب سچے عذر والوں کا بیان ہو رہا ہے، ان کے چند طبقے بیان فرمائے: (1) ضعیف جیسے بوڑھے، بچے، عورتیں اور پیدائشی کمزور و نحیف (2) بیمار، اس میں اندھے، لنگڑے اور اپاہج بھی داخل ہیں (3) وہ لوگ جنہیں خرچ کرنے کی قدرت نہ ہو اور وہ سامانِ جہاد نہ کر سکیں۔ یہ لوگ رہ جائیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں جبکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کریں اور مجاہدین کے گھر والوں کی خبر گیری رکھیں۔ ان اطاعت گزار معذور لوگوں پر مؤاخذہ کی کوئی راہ نہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ اہم بات: آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی نیکی نہ کر سکے مگر نیکیوں کا دل سے طالب ہو تب بھی نیکوں میں شمار ہو گا۔

آیت 92، 93﴾ شانِ نزول: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جہاد کا حکم فرمایا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت حاضرِ خدمت

لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا

میں تمہارے لئے کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کردوں تو وہ اس حال میں لوٹ جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے اس غم میں آنسو بہہ رہے ہوتے ہیں کہ

مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا

خرچ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ مواخذہ توان لوگوں پر ہے جو مالدار ہونے کے باوجود آپ سے رخصت مانگتے ہیں۔ انہیں یہ پسند ہے

بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

عورتوں کے ساتھ پیچھے بیٹھ رہیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی تو وہ کچھ نہیں جانتے۔

ہوئی، ان میں حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سواری عطا فرمانے کی درخواست کی، فرمایا: اللہ کی قسم! میرے پاس کوئی سواری نہیں جس پر تمہیں سوار کروں۔ وہ روتے ہوئے واپس چلے گئے۔ ان کی اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت اور جہاد پر حرص کی وجہ سے ان کے عذر میں یہ آیتیں نازل ہوئیں اور ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ معذورین پر بھی جہاد میں جانے سے رہ جانے کی وجہ سے کوئی حرج اور گناہ نہیں جو آپ کے پاس اس لئے آتے ہیں کہ آپ انہیں سواری دے دیں تاکہ وہ آپ کے ساتھ جہاد میں جائیں لیکن آپ فرمادیتے ہیں: میں تمہارے لئے کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کروں تو وہ اس حال میں لوٹ جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے اس غم میں آنسو بہہ رہے ہوں کہ وہ جہاد میں اپنے اوپر خرچ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ مؤاخذہ تو ان لوگوں پر ہے جو جہاد میں جانے کی قدرت رکھتے ہیں اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے نہ جانے کی اجازت مانگتے ہیں۔ انہیں یہ پسند ہے کہ عورتوں کے ساتھ پیچھے بیٹھ رہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی تو وہ کچھ نہیں جانتے کہ جہاد میں دنیا و آخرت کی کیا کیا بھلائیاں ہیں۔ اہم بات: اس سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبۂ جہاد، شوقِ عبادت اور ذوقِ اطاعت کا پتہ چلتا

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا

جب تم ان کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تو یہ تم سے بہانے بنائیں گے۔ تم فرماؤ: بہانے نہ بناؤ ہم ہرگز تمہاری بات پر یقین نہیں کریں گے اللہ نے

اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَ سَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ

ہمیں تمہاری خبریں دیدی ہیں اور اب اللہ اور اس کا رسول تمہارے کام دیکھیں گے پھر تمہیں اس کی طرف لوٹایا جائے گا جو غیب اور ظاہر کو

وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ

جاننے والا ہے تو وہ تمہیں تمہارے اعمال بتادے گا○ اب جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو یہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں

اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا

کھائیں گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو تو تم ان سے اعراض ہی کرو۔ یہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یہ ان کے اعمال کا

آیت 94 ﴾ ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جب غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ منورہ پہنچیں گے تو غزوے سے رہ جانے والے منافقین جھوٹے بہانے بنا کر اور باطل عذر پیش کر کے آپ سب کو راضی کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ ان سے فرما دیں کہ بہانے مت بناؤ، جو عذر تم پیش کر رہے ہو ہم اس کی ہرگز تصدیق نہیں کریں گے، تم نے جو کچھ کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی خبریں دے دی ہیں اور اب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمہارے کام دیکھیں گے کہ تم نفاق سے توبہ کرتے ہو یا اس پر قائم رہتے ہو۔ بعض مفسرین نے کہا: منافقین نے وعدہ کیا تھا کہ زمانۂ مستقبل میں وہ مومنین کی مدد کریں گے، ہو سکتا ہے کہ اسی کے متعلق فرمایا گیا ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمہارے کام دیکھیں گے کہ تم اپنے اس عہد کو بھی وفا کرتے ہو یا نہیں پھر قیامت میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا جو غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہے تو وہ تمہیں تمہارے اعمال بتادے گا۔ اہم بات: لفظ "عالم الغیب" کا استعمال اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اللہ تعالیٰ نے جن مقربین بارگاہ کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے ان کے بارے میں یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے وہ غیب جانتے ہیں یا غیب پر مطلع ہیں یا غیب پر خبردار ہیں لیکن انہیں "عالم الغیب" نہیں کہا جا سکتا چنانچہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ہماری تحقیق میں لفظ "عالم الغیب" کا اطلاق حضرت عزت عزجلالہٗ کے ساتھ خاص ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم قطعاً بے شمار غیوب وماکان ومایکون کے عالم ہیں مگر عالم الغیب صرف اللہ عزوجل کو کہا جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ، 29/405، ملتقطا)

آیت 95 ﴾ شانِ نزول: (1) یہ آیت جد بن قیس، معتب بن قشیر اور ان کے 80 منافق ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ (2) عبد اللہ بن ابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے قسم کھائی کہ اب کبھی جہاد میں جانے سے سستی نہ کرے گا اور درخواست کی کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس سے راضی ہو جائیں، اس پر یہ اور اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اے حبیب! جب آپ سفر سے واپس مدینہ طیبہ غزوے میں شرکت نہ کرنے والے منافقین کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو یہ آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ آپ ان سے درگزر کریں اور پیچھے رہ جانے کی وجہ سے ان پر ملامت و عتاب نہ کریں تو آپ ان سے اعراض فرمائیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ اُن کے ساتھ بیٹھنا اور بات کرنا ترک کر دیں چنانچہ مدینہ منورہ تشریف

يَكْسِبُوْنَ ﴿٩٥﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى

بدلہ ہے○ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ تو اگر تم ان سے راضی ہو(بھی) جاؤ تو بیشک اللہ تو نافرمان

عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٩٦﴾ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ

لوگوں سے راضی نہیں ہوگا○ دیہاتی (منافق) کفر اور منافقت میں زیادہ سخت ہیں اور اس قابل ہیں کہ اُن احکام سے جاہل رہیں

مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٩٧﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا

جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے○ اور کچھ دیہاتی وہ ہیں کہ وہ جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ

يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٩٨﴾

کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور تم پر گردشیں آنے کے انتظار میں رہتے ہیں۔ بری گردش انہی پر ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے○

لانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مسلمانوں کو منافقین کے پاس بیٹھنے اور ان سے بات کرنے سے منع فرمادیا۔ مزید فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے باطن خبیث اور اعمال برے ہیں اور ان کے پاک ہونے کا کوئی طریقہ نہیں، آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ ان کے دنیا میں کیے ہوئے خبیث اعمال کا بدلہ ہے۔

آیت 96 ﴾ فرمایا کہ اے مسلمانو! منافقین تمہارے سامنے تمہیں راضی کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ اس طرح انہیں دنیا میں نفع حاصل ہو اگر تم ان کی قسموں کا اعتبار اور ان کے عذر قبول کرتے ہوئے ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو انہیں کوئی فائدہ نہ ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اُن کے دل کے کفر و نفاق کو جانتا ہے، وہ ان سے کبھی راضی نہ ہو گا۔

آیت 97 ﴾ فرمایا کہ دیہات میں رہنے والے منافق کفر اور منافقت میں شہر میں رہنے والے منافقوں سے زیادہ سخت ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ وہ علم کی مجالس اور علما کی صحبت سے دور رہتے ہیں، قرآن وحدیث نہیں سنتے۔ وہ اسی قابل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل فرمائے ہیں ان سے جاہل رہیں اور اللہ تعالیٰ علم والا، حکمت والا ہے۔ اہم بات: جہالت شدت پیدا کرتی ہے لہٰذا جو شخص بلاوجہ شدت کا عادی ہے وہ علم سے دور ہے۔ درس: دیہات والوں کو بھی چاہیے کہ علم حاصل کریں اور علما و صالحین کی صحبت اختیار کریں۔

آیت 98 ﴾ یہ آیت قبیلہ اسد، غطفان اور تمیم کے کچھ دیہاتیوں کے متعلق نازل ہوئی اور فرمایا گیا: کچھ دیہاتی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں کیونکہ وہ رضائے الٰہی کے لیے نہیں بلکہ ریاکاری کے طور پر اور مسلمانوں کے خوف سے خرچ کرتے ہیں۔ وہ مسلمانوں پر گردشیں آنے کے انتظار میں رہتے ہیں اور راہ دیکھتے ہیں کہ کب مسلمانوں کا زور کم ہو اور ان منافقین کو راہِ خدا میں خرچ نہ کرنا پڑے لیکن انہیں خبر نہیں کہ بُری گردش انہی پر ہے اور وہی رنج و بلا اور بدحالی میں گرفتار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی باتیں سننے والا اور ان کے دلوں میں چھپے نفاق کو جاننے والا ہے۔ اہم بات: یہاں منافقین کی مزید دو علامتیں بیان ہوئیں: (1) وہ راہِ خدا میں خرچ کرنے کو ٹیکس اور تاوان کی طرح سمجھتے ہیں (2) مسلمانوں کے نقصان کے خواہش مند ہوتے ہیں۔

وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ یَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ

اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں نزدیکیوں اور رسول کی

وَ صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَیُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سن لو! بیشک وہ ان کے لیے (اللہ کے) قرب کا ذریعہ ہیں۔ عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا، بیشک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۹۹﴾ؑ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ

بخشنے والا مہربان ہے ○ اور بیشک مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اولین اور دوسرے وہ جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے

بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ

والے ہیں ان سب سے اللہ راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہیں اور اس نے ان کیلئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں،

آیت 99 یہاں سے ان دیہاتیوں کا ذکر ہے جو خوش دلی سے راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں، چنانچہ فرمایا گیا کہ دیہات میں رہنے والے بعض حضرات ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ راہِ خدا میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں نزدیکیوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں صدقہ پیش کریں گے تو آپ ان کے لئے خیر و برکت اور مغفرت کی دعا فرمائیں گے۔ سن لو! بیشک ان کا خرچ کرنا ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا کا ذریعہ ہے کیا انہوں نے اخلاص کے ساتھ اپنا مال خرچ کیا اور اپنے اس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف وسیلہ بنایا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت یعنی جنت میں داخل فرمائے گا، بیشک اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت گزار بندوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔

اہم باتیں: (1) اس آیت میں جن دیہاتیوں کا ذکر ہوا وہ قبیلہ مُزَینہ میں سے بنی مُقَرِّن ہیں یا اسلم، غفار اور جُہَینہ کے قبیلے ہیں۔ (2) نیک اعمال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خوشنودی کی نیت قبولیت کی دلیل ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دعائے مبارک ساری کائنات سے منفرد ہے کیونکہ آیت میں قربِ الٰہی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دعا کا حصول ایک مقصد کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ (3) صدقہ وصول کرنے والے کے لئے سنت ہے کہ صدقہ دینے والے کو دعائے خیر سے نوازے۔

آیت 100 فرمایا کہ بیشک مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اولین اور دوسرے وہ جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں ان سب سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا کہ اسے ان کے نیک عمل قبول ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں کہ اس کے ثواب و عطا سے خوش ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور یہ حضرات ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اہم باتیں: (1) سابقین مہاجرین سے مراد دونوں قبلوں کی طرف نمازیں پڑھنے والے یا اہلِ بدر یا اہلِ بیعتِ رضوان ہیں، سابقین انصار سے مراد بیعتِ عقبہ اُولیٰ، بیعتِ عقبہ ثانیہ اور بیعتِ عقبہ ثالثہ میں شریک ہونے والے ہیں اور پیروی کرنے والوں سے مراد باقی تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ ایک قول کے مطابق پیروی کرنے والوں سے قیامت تک کے وہ ایمان دار مراد ہیں جو ایمان، طاعت اور نیکی میں انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم کے راستے پر چلیں۔ (2) تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عادل اور جنتی ہیں ان میں کوئی گنہگار

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَ

ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے○ اور تمہارے آس پاس دیہاتیوں میں سے کچھ منافق ہیں اور

مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ؔۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ

کچھ مدینہ والے (بھی) وہ منافقت پر اڑ گئے ہیں۔ تم انہیں نہیں جانتے، ہم انہیں جانتے ہیں۔ عنقریب ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے

ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا

پھر انہیں بڑے عذاب کی طرف پھیرا جائے گا○ اور کچھ دوسرے لوگ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا تو انہوں نے ایک اچھا عمل

اور فاسق نہیں۔ جو بدبخت کسی تاریخی واقعہ یا روایت کی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو فاسق ثابت کرے وہ مردود ہے کہ اس آیت کے خلاف ہے۔ (3) نیکی کرنا یقیناً بہت اچھی بات ہے لیکن نیکی میں پہل کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

آیت 101 یہاں مدینہ منورہ کے آس پاس کی بستیوں میں رہنے والے منافقین کا بیان ہے، فرمایا گیا کہ اے اہل مدینہ! تمہارے آس پاس دیہاتیوں میں سے کچھ منافق ہیں اور مدینہ طیبہ میں بھی کچھ منافقین ہیں جیسے عبد اللہ بن اُبَی وغیرہ۔ وہ منافقت پر جم گئے ہیں۔ اے حبیب! آپ انہیں علم عطا کئے جانے سے پہلے نہیں جانتے تھے، پھر بعد میں اس کا علم عطا کر دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خطبہ جمعہ میں نام لے لے کر منافقین کو مسجد شریف سے نکال دیا۔ آیت میں مزید فرمایا کہ عنقریب ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے، ایک مرتبہ دنیا میں رسوائی اور قتل کے ساتھ اور دوسری مرتبہ قبر میں۔ پھر انہیں بڑے عذاب یعنی عذاب دوزخ کی طرف پھیرا جائے گا جس میں ہمیشہ گرفتار رہیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ منافقین کو تین بار عذاب دے گا، پہلی بار دنیا میں، دوسری بار قبر میں اور تیسری بار آخرت میں۔ (2) اس آیت میں عذابِ قبر کا ثبوت ہے۔ (3) بعض بے علم لوگ اور منکرین حدیث عذابِ قبر کا انکار کرتے ہیں یہ صریح گمراہی ہے۔

آیت 102 **شانِ نزول:** کچھ مخلص مسلمان بھی غزوۂ تبوک میں حاضر نہ ہوئے تھے۔ اس کے بعد نادم ہوئے اور توبہ کی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سفر سے واپسی پر مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو ان لوگوں نے قسم کھائی کہ ہم اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیں گے اور ہرگز نہ کھولیں گے حتی کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی کھولیں۔ مدینہ منورہ تشریف لا کر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں ملاحظہ کیا اور فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں انہیں نہ کھولوں گا نہ اُن کا عذر قبول کروں جب تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کے کھولنے کا حکم نہ دیا جائے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ پیچھے رہنے والوں میں کچھ دوسرے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے منافقوں کی طرح جھوٹے عذر نہ کئے بلکہ اپنے گناہوں کا اقرار کیا اور اپنے فعل پر نادم ہوئے تو انہوں نے ایک اچھا عمل یعنی قصور کا اعتراف اور توبہ یا سابقہ غزوات میں شرکت اور دوسرا برا عمل یعنی غزوۂ تبوک میں شرکت کرنے سے رہ جانا ملا دیا۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں کھولا تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ مال ہمارے رہ جانے کا سبب بنے۔ انہیں لیجئے اور صدقہ کیجئے اور ہمیں پاک کر دیجئے اور ہمارے لئے دُعائے مغفرت فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہارے مال لینے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس پر اگلی آیت "خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ" نازل ہوئی۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں ان کی توبہ کا نہیں صرف گناہوں کا اعتراف کرنے کا ذکر ہے۔

وَ اٰخَرَ سَیِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ

اور دوسرا برا عمل ملا دیا عنقریب اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ اے حبیب! تم ان کے مال سے زکوٰۃ

صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّیْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ

وصول کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کر دو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ

سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۰۳﴾ اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ

سننے والا جاننے والا ہے ○ کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور خود صدقات (اپنے دست قدرت میں) لیتا ہے

وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ

اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ○ اور تم فرماؤ: تم عمل کرو، اب اللہ اور اس کے رسول اور مسلمان تمہارے

معلوم ہوا کہ گناہوں پر شرمندگی بھی توبہ ہے بلکہ توبہ کی اہم شرط ہے۔ حدیث پاک میں ہے: شرمندگی توبہ ہے۔ (ابن ماجہ، حدیث:4252) (2) اس آیت میں گناہگاروں کے لیے بڑی امید ہے کہ اگرچہ ہمارے گناہ بے حد و حساب ہیں لیکن کچھ نہ کچھ نیک اعمال بھی کر لیتے ہیں اور اگر ہمارے اعمال ناقص ہیں تو ہمارا ایمان قطعی اور یقینی طور پر درست ہے اور وہ بھی نیک عمل ہے۔

آیت 103 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم ان کے مال سے زکوٰۃ وصول کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کر دو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔ بیشک آپ کی دعا ان کے لئے رحمت اور دلوں کا چین ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم مومنوں کے دلوں کا چین ہیں۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) ایک قول کے مطابق یہاں صدقہ سے مراد وہ کفارہ ہے جو ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دیا تھا جن کا ذکر اوپر کی آیت میں ہے اور یہ صدقہ ان پر واجب نہ تھا۔ دوسرا قول یہ ہے اس صدقہ سے مراد وہ زکوٰۃ ہے جو اُن کے ذمہ واجب تھی، انہوں نے توبہ کی اور زکوٰۃ ادا کرنی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لینے کا حکم دیا۔ امام ابو بکر جصاص علیہ الرحمۃ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ (2) صدقہ پیش کرنے والے کے لئے دعائے خیر کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معمولات میں شامل تھا۔

آیت 104 اس آیت میں توبہ کرنے والوں کے لیے بشارت ہے، فرمایا گیا: کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی صدقِ دل سے کی ہوئی توبہ اور خلوصِ نیت سے دیئے ہوئے صدقات قبول فرماتا اور انہیں ان صدقات پر ثواب عطا فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں کو توبہ اور صدقہ کی ترغیب دی گئی ہے جنہوں نے اب تک توبہ نہیں کی۔ اہم بات: مختلف جرموں کی توبہ مختلف ہے جیسے اگر حقوق اللہ تلف کیے مثلاً نمازیں یا روزے قضا کیے، تو ان سے توبہ نماز روزے کی قضا مکمل کرنا اور ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی کوتاہی کی معافی مانگنا ہے جبکہ بندوں کے حقوق ضائع کئے تو خدا کی بارگاہ میں معافی کے ساتھ بندوں کے حقوق ادا کرنا بھی ضروری ہیں یا صاحبِ حق معاف کر دے۔

آیت 105 اس آیت میں اطاعت گزاروں کو عظیم ترغیب اور گناہگاروں کو بڑی ترہیب دی گئی ہے، فرمایا گیا: اے حبیب! آپ

وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

کام دیکھیں گے اور جلد ہی تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہے پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال بتادے گا۔

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اور اللہ کا حکم آنے تک کچھ دوسروں کو مؤخر کر دیا گیا ہے۔ یا تو اللہ انہیں عذاب دے گا اور یا ان کی توبہ قبول فرمالے گا اور اللہ علم والا حکمت والا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا

اور (کچھ منافق) وہ (ہیں) جنہوں نے نقصان پہنچانے کے لئے اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے اور اس شخص کے انتظار

لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ

کے لئے مسجد بنائی جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو صرف بھلائی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ

فرمائیں کہ تم مستقبل کے لئے کوشش کرو کیونکہ تمہارے اعمال کا ایک ثمرہ دنیا میں ہے اور ایک آخرت میں، دنیا میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مسلمان تمہارے اعمال دیکھ رہے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرو گے تو دنیا و آخرت میں تمہیں عظیم اجر ملے گا اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نافرمانی کرو گے تو دنیا میں تمہاری مذمت ہو گی اور آخرت میں شدید عذاب ہو گا۔ عنقریب تم قیامت کے دن اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو تمہاری خلوت اور جلوت کو جانتا ہے، تمہارے ظاہر و باطن میں سے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں، تم دنیا میں جو اچھے برے اعمال کرتے تھے وہ تمہیں بتا دے گا اور تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

آیت 106 ارشاد فرمایا کہ غزوۂ تبوک سے رہ جانے والے کچھ لوگ وہ ہیں جنہیں موقوف رکھا گیا ہے یہاں تک کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ظاہر ہو جائے، اگر وہ اپنے جرم پر قائم رہے اور توبہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دے گا اور اگر توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالے گا اور اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** غزوۂ تبوک سے رہ جانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد 10 تھی۔ ان میں سے 7 نے ندامت و شرمندگی کی وجہ سے خود کو مسجد کے ستونوں سے بندھوا لیا تھا۔ ان کی قبولیت توبہ کا ذکر سابقہ آیات میں ہوا جبکہ بقیہ 3 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چونکہ ان کی طرح ستونوں سے بندھ کر توبہ اور ندامت کا اظہار نہ کیا تھا اس لئے ان کی توبہ کی قبولیت مؤخر کر دی گئی۔ ان کی قبولیت توبہ کا ذکر اسی سورت کی آیت 118 میں ہے۔

آیت 107 **شانِ نزول:** ابو عامر راہب جو طویل عرصے تک مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار رہا، جنگ حنین میں جب ہوازن کو شکست ہوئی تو مایوس ہو کر ملک شام کی طرف بھاگ گیا اور منافقین کو خبر بھیجی کہ قوت و اسلحہ تیار رکھیں اور ایک مسجد بنائیں، میں رومی لشکر لے کر آؤں گا۔ یہ خبر پا کر نیز مسجد قبا کو نقصان پہنچانے اور اس کی جماعت میں تفریق ڈالنے کے لئے منافقین نے اس کے قریب ہی ایک مسجد بنائی۔ غزوۂ تبوک سے واپسی پر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم مدینہ شریف کے قریب ایک مقام پر ٹھہرے تو منافقین نے آپ سے ان کی مسجد میں تشریف لانے کی درخواست کی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ کچھ منافق وہ ہیں جنہوں نے مسجد قبا والوں کو نقصان

ع ۳

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۠

ان کی تعمیر شدہ عمارت ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی مگر یہ کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ

بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بدلے میں خرید لئے کہ ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد

اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى

کرتے ہیں تو قتل کرتے ہیں اور شہید ہوتے ہیں۔ یہ اس کے ذمۂ کرم پر سچا وعدہ ہے، توریت اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ

بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کون ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوشیاں مناؤ جو سودا تم نے اللہ کے ساتھ کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

نیچے سے کاٹی یا گلی ہوئی زمین پر بنادی جائے پھر وہ زمین عمارت کے ساتھ دریا میں گر جائے۔ ایسے ہی منافقین کی مسجدیں ہیں کہ ان کی مسجد بھی دوزخ میں ہے اور وہ خود بھی۔ اہم باتیں: (1) مسجد کی بنیاد تقویٰ اور رضائے الٰہی پر ہونی چاہیے۔ (2) برادری یا اپنے جد پر مسجد کا نام اگر ریاکاری اور فخر و تکبر کے اظہار کے لئے رکھا تو حرام ہے اور اگر یہ مقصود ہے کہ لوگوں کو مسجدیں بنانے کی ترغیب ملے یا جو اس کا نام پڑھے وہ اس کے لئے دعائے خیر کرے تو یہ جائز ہے۔ درس: ہر ایک کی میٹھی باتوں اور ظاہری نیکیوں کو دیکھ کر اس کے نیک ہونے کا یقین نہ کر لینا چاہیے، ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی۔

آیت 110 فرمایا کہ ان منافقوں نے جو عمارت تعمیر کی تھی وہ ہمیشہ اُن کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی اور اسے گرائے جانے کا صدمہ باقی رہے گا حتی کہ قتل ہو کر یا مر کر، قبر میں یا جہنم میں ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں یعنی اُن کے دلوں کا غم و غصہ مرتے دم تک باقی رہے گا۔ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جب تک اُن کے دل اپنے قصور کی ندامت اور افسوس سے پارہ پارہ اور وہ اخلاص کے ساتھ تائب نہ ہوں اس وقت تک وہ اسی رنج و غم میں رہیں گے۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ علم والا، حکمت والا ہے۔

آیت 111 شانِ نزول: شبِ عقبہ انصار نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بیعت کی تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان پر یہ شرط رکھی کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور جن چیزوں سے تم اپنے جان و مال کو بچاتے اور محفوظ رکھتے ہو اس کو میرے لئے بھی گوارا نہ کرو۔ انہوں نے عرض کی: ہم ایسا کریں تو ہمیں کیا ملے گا؟ ارشاد فرمایا: جنت۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بدلے میں خرید لئے کہ ان کے لئے جنت ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تو قتل کرتے ہیں اور شہید ہوتے ہیں۔ یہ اس کے ذمۂ کرم پر سچا وعدہ ہے اور یہ وعدہ جس طرح قرآن میں موجود ہے اسی طرح تورات اور انجیل میں بھی تھا اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کوئی نہیں، تو اے مسلمانو! اپنے اس سودے پر خوشیاں مناؤ جو سودا تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے کیونکہ تم نے فنا ہو جانے والی چیز کو ہمیشہ باقی رہنے والی چیز کے بدلے میں بیچ دیا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اہم باتیں: (1) یہاں راہِ خدا میں جان و مال خرچ کر کے جنت پانے والے ایمان داروں کی ایک مثال بیان

اَلتَّآىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآىِٕحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے

وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ

اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور مسلمانوں کو (جنت کی) خوشخبری سنا دو○ نبی اور

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِیْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ

ایمان والوں کے لائق نہیں کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جبکہ ان کے لئے واضح ہو چکا ہے

اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ

کہ وہ دوزخی ہیں○ اور ابراہیم کا اپنے باپ کی مغفرت کی دعا کرنا صرف ایک وعدے کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے کر لیا

ہوئی اللہ تعالیٰ نے جنت عطا فرمانا جان و مال کا عوض قرار دیا اور اپنے آپ کو خریدار فرمایا۔ یہ کمال عزت افزائی ہے کیونکہ جان ہے تو اس کی پیدا کی ہوئی اور مال ہے تو اس کا عطا فرمایا ہوا ہے۔ (2) نعمت ملنے پر خوشی منانا اچھا ہے جیسے اس آیت میں اس چیز کا حکم دیا گیا ہے۔

آیت 112 ﴾ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) جن ایمان والوں کا سابقہ آیت میں ذکر ہوا وہی کفر سے حقیقی توبہ کرنے والے، اسلام کی نعمت ملنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، پانچوں نمازیں پابندی سے ادا کرنے والے، ایمان معرفت اور اطاعت کا حکم دینے والے، شرک اور گناہوں سے روکنے والے اور اللہ تعالیٰ کی حدوں یعنی اس کے امر و نہی کی حفاظت کرنے والے ہیں، اے حبیب! ان صفات سے متصف ایمان والوں کو جنت کی خوش خبری سنا دو۔ (2) تمام گناہوں سے توبہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے جو اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرتے ہیں، جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں، نمازوں کے پابند اور ان کو خوبی سے ادا کرنے والے ہیں، نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور اس کے احکام بجالانے والے یہ لوگ جنتی ہیں۔ اے حبیب! مسلمانوں کو خوشخبری سنا دو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا عہد وفا کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جن احکام کا پابند کیا ہے وہ دو اقسام پر مشتمل ہیں: (1) عبادات جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ۔ (2) معاملات جیسے خرید و فروخت، نکاح اور طلاق وغیرہ۔ دونوں قسموں میں سے جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے انہیں بجالانا اور جن سے منع کیا ہے ان سے رک جانا اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت ہے۔ عام الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو پورا کرنے والے حدود الٰہی کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ درس: اسلام میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی اہمیت ہے۔ یہ نہیں کہ ایک میں مگن ہو کر دوسرے سے غافل ہو جائیں۔

آیت 113 ﴾ شانِ نزول: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب سے فرمایا تھا کہ میں تمہارے لئے استغفار کروں گا حتی کہ مجھے ممانعت نہ کی جائے تو یہ آیت نازل ہوئی: کہ نبی اور ایمان والوں کے لائق نہیں ہے کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جب ان کے لئے ظاہر ہو چکا کہ وہ شرک پر مرے ہیں۔

آیت 114 ﴾ شانِ نزول: جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ﴾ یعنی عنقریب میں تیرے لئے اپنے رب سے معافی مانگوں گا۔

اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ

تھا پھر جب ابراہیم کے لئے یہ بالکل واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے۔ بیشک ابراہیم بہت آہ وزاری کرنے والا

حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ

بہت برداشت کرنے والا تھا○ اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد اسے گمراہ کردے جب تک انہیں صاف صاف

مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

کہ کس چیز سے انہیں بچنا ہے۔ بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے○ بیشک اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے

تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کرتے سنا حالانکہ وہ دونوں مشرک تھے۔ فرمایا: مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے؟ اس نے کہا: کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر کے لئے دعا نہ کی تھی حالانکہ وہ بھی مشرک تھا۔ بارگاہِ رسالت میں اس واقعہ کا ذکر ہوا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا استغفار اسلام قبول کرنے کی امید کے ساتھ تھا جس کا آزر آپ سے وعدہ کر چکا تھا اور آپ علیہ السلام آزر سے استغفار کا وعدہ کر چکے تھے۔ جب وہ امید ختم ہو گئی تو آپ علیہ السلام نے اس سے اپنا تعلق ختم کر دیا۔ آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو صفات بیان کی گئی کہ آپ بہت آہ وزاری کرنے والے اور بہت برداشت کرنے والے تھے۔ مقصود یہ ہے کہ جس میں یہ صفات پائی جائیں اس کا قلبی میلان اپنے باپ کے لئے مغفرت کی دعا کرنے میں بہت شدید ہوتا ہے **اہم بات:** "آوّاہ" صفت کی خوبی یہ ہے کہ جس میں یہ صفت پائی جائے وہ بکثرت دعا کرتا، ذکر و تسبیح میں مشغول رہتا، کثرت سے تلاوتِ قرآن کرتا، اُخروی ہولناکیوں اور دہشت انگیزیوں کے بارے میں گریہ و زاری کرتا، اپنے گناہوں کو یاد کر کے ان سے مغفرت طلب کرتا، نیکی اور بھلائی کی تعلیم دیتا اور اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ ہر کام سے بچتا ہے۔ "حلیم" صفت کی خوبی یہ ہے جس میں یہ صفت پائی جائے وہ اپنے ساتھ برا سلوک کرنے والے پر بھی احسان کرتا، برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتا، کسی سے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا، اگر کسی سے بدلہ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان صفات کے مظہرِ اَتم تھے البتہ مذکورہ وضاحت میں ذکر کی گئی گناہوں کو یاد کر کے مغفرت طلب کرنے کی بات دوسروں کے لئے ہے کیونکہ نبی گناہوں سے معصوم ہوتا ہے۔

آیت 115 شانِ نزول: جب مشرکین کے لئے اِستغفار سے منع کیا گیا تو مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ ہم پہلے جو استغفار کر چکے ہیں کہیں اس پر گرفت نہ ہو، تو انہیں بتا دیا گیا کہ جو چیز ممنوع ہے اور اس سے اِجتناب واجب ہے اس پر اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندوں کی گرفت نہیں فرماتا جب تک کہ اس کی ممانعت کا صاف بیان نہ فرما دے لہٰذا ممانعت سے پہلے اس فعل کے کرنے میں حرج نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ **اہم بات:** جس چیز کی شریعت میں ممانعت نہ ہو وہ جائز ہے۔

آیت 116 ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے، جو کچھ ہے سب اس کے مملوک ہیں، جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے، وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہارا حامی اور مددگار ہے اس کے سوا نہ تمہارا کوئی حامی

یُحْیٖ وَ یُمِیْتُؕ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ﴿۱۱۶﴾ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ

وہ زندہ کرتا ہے اور وہ مارتا ہے اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی حامی ہے اور نہ مددگار○ بیشک اللہ کی رحمت متوجہ ہوئی نبی پر

وَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ

اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے مشکل وقت میں نبی کی پیروی کی حالانکہ قریب تھا کہ ان میں سے بعض لوگوں کے دل ٹیڑھے

فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ

ہوجاتے پھر اللہ کی رحمت ان پر متوجہ ہوئی۔ بیشک وہ ان پر نہایت مہربان، بڑا رحم فرمانے والا ہے○ اور ان تین پر (بھی رحمت ہوئی) جن کا

خُلِّفُوْاؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا

معاملہ موقوف کردیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور وہ اپنی جانوں سے تنگ آگئے اور انہوں نے یقین کرلیا

دشمن سے تمہاری حفاظت کرے اور نہ مددگار ہے جو دشمن کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے۔

آیت 117 ﴾ فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نبی پر اور ان مہاجرین وانصار پر متوجہ ہوئی جنہوں نے مشکل وقت یعنی غزوۂ تبوک میں نبی کی پیروی کی حالانکہ قریب تھا کہ ان میں سے بعض لوگوں کے دل شدت اور سختی پہنچنے کی وجہ سے حق سے اعراض کرجاتے اور وہ اس شدت و سختی میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جدا ہونا گوارا کرلیتے لیکن انہوں نے صبر کیا، ثابت قدم رہے اور جو وسوسہ دل میں گزرا تھا اس پر نادم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں کا اخلاص اور توبہ کی سچائی جانتا ہے تو اس نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ بیشک وہ ان پر نہایت مہربان، بڑا رحم فرمانے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر رحمتِ الٰہی یوں متوجہ ہوئی کہ معصوم ہونے کے باوجود آپ کو بکثرت توبہ واستغفار کی توفیق عطا فرمائی گئی جو آپ کے بلندیٔ درجات اور مسلمانوں کے لئے تعلیم کا ذریعہ تھی اور مہاجرین وانصار پر یوں متوجہ ہوئی کہ بہت سے معاملات میں انہیں توبہ کی توفیق دی گئی اور اس توبہ کو اللہ تعالیٰ نے قبول بھی فرمایا۔ (2) غزوۂ تبوک کو غزوۂ عسرت بھی کہتے ہیں۔

آیت 118 ﴾ فرمایا: ان تین پر بھی رحمت ہوئی جن کا معاملہ موقوف کردیا گیا تھا۔ یہ تین صحابہ کرام حضرت کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم ہیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے غزوۂ تبوک سے واپس ہوکر ان سے جہاد میں حاضر نہ ہونے کی وجہ دریافت فرمائی اور فرمایا: ٹھہرو! جب تک اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی فیصلہ فرمائے نیز مسلمانوں کو ان کے ساتھ ملنے جلنے اور کلام کرنے سے منع فرمادیا۔ اس پر ان کے رشتہ داروں اور دوستوں تک نے ان سے کلام ترک کردیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ انہیں کوئی پہچانتا ہی نہیں۔ اس حال پر انہیں 50 روز گزرے حتی کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی، ہر وقت پریشانی، رنج و غم اور بے چینی میں مبتلا رہتے تھے اور رنج و غم کی شدت کی وجہ سے اپنی جانوں سے تنگ آگئے اور انہوں نے یقین کرلیا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچنے کے لئے اس کے سوا کوئی پناہ نہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ان کی توبہ قبول فرمائی تاکہ آئندہ توبہ کرنے

اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَیْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ

کہ اللہ کی ناراضگی سے (بچنے کیلئے) اس کے سوا کوئی پناہ نہیں تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمالی تا کہ وہ تائب رہیں۔ بیشک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا

الرَّحِیْمُ ﴿۱۱۸﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ

مہربان ہے۞ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۞ اہل مدینہ اور ان کے ارد گرد رہنے والے

وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ

دیہاتیوں کے لئے مناسب نہیں تھا کہ وہ اللہ کے رسول سے پیچھے بیٹھے رہیں اور نہ یہ کہ اُن کی جان سے زیادہ اپنی جانوں کو

عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا یُصِیْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ

عزیز سمجھیں۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ کے راستے میں انہیں جو پیاس یا تکلیف یا بھوک پہنچتی ہے اور جہاں کفار کو غصہ

لَا یَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا یَّغِیْظُ الْكُفَّارَ وَ لَا یَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّیْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ

دلانے والی جگہ پر قدم رکھتے ہیں اور جو کچھ دشمن سے حاصل کرتے ہیں اس سب کے بدلے ان کے لیے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔

والے ہی رہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

آیت 119 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ جو ایمان میں سچے ہیں، مخلص ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اِخلاص کے ساتھ تصدیق کرتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق یہاں صادقین سے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مہاجرین مراد ہیں اور تیسرے قول کے مطابق اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی نیتیں سچی رہیں، دل اور اَعمال سیدھے رہے اور وہ اخلاص کے ساتھ غزوۂ تبوک میں حاضر ہوئے۔ اہم بات: اس آیت سے ثابت ہوا کہ اجماع حجت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صادقین کے ساتھ رہنے کا حکم فرمایا ہے، اس سے اُن کے قول کو قبول کرنا لازم آتا ہے۔ دوسری اس آیت سے نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ ان کے ساتھ ہونے کی ایک صورت ان کی صحبت اختیار کرنا ہے۔ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے سے ان کی سیرت و کردار اور اچھے اعمال دیکھ کر خود بھی گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی توفیق ملتی، دل کی سختی ختم ہوتی اور اس میں رِقّت و نرمی پیدا ہوتی ہے۔

آیت 120 فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بذاتِ خود جہاد کے لئے تشریف لے گئے تو اہل مدینہ اور ان کے ارد گرد رہنے والے دیہاتیوں میں کسی کے لئے جائز نہ تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پیچھے بیٹھے رہیں اور جہاد میں حاضر نہ ہوں اور نہ یہ جائز تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جان سے زیادہ اپنی جانوں کو عزیز سمجھیں بلکہ انہیں حکم تھا کہ شدت و تکلیف میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑیں۔ یہ مُمانَعت اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں انہیں جو پیاس، تکلیف یا بھوک پہنچتی ہے اور جہاں کفار کو غصہ دلانے والی جگہ پر قدم رکھتے ہیں اور جو کچھ دشمن کو قید یا قتل یا زخمی کر کے یا شکست دے کر حاصل کرتے

إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا يُنفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً

بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا○ اور جو کچھ تھوڑا اور زیادہ وہ خرچ کرتے ہیں

وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢١﴾

اور جو وادی وہ طے کرتے ہیں سب ان کے لیے لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کے بہتر کاموں کا انہیں بدلہ عطا فرمائے○

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ

اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکل جائیں تو ان میں ہر گروہ میں سے ایک جماعت کیوں نہیں نکل جاتی

لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿١٢٢﴾ يَا أَيُّهَا

تاکہ وہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کریں اور جب ان کی طرف واپس آئیں تو وہ انہیں ڈرائیں تاکہ یہ ڈر جائیں○ اے

یہ سب کے بدلے ان کے لیے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے اجر ضائع نہیں فرماتا جنہوں نے اچھے عمل کیے جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور جس چیز سے منع کیا اس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی بلکہ انہیں ان کے نیک اعمال کی جزا عطا فرماتا ہے۔ اہم باتیں: (1) یہاں اہلِ مدینہ سے مدینہ طیبہ میں رہنے والے مراد ہیں خواہ مہاجرین ہوں یا انصار اور اعراب سے قرب و جوار کے تمام دیہاتی مراد ہیں۔ (2) جس شخص نے اطاعتِ الٰہی کا ارادہ کیا تو اس مقصد سے اس کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا، حرکت کرنا سب نیکیاں ہیں اور جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارادہ کیا تو اس مقصد سے اس کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا، حرکت کرنا سب گناہ ہیں۔ (3) آیت میں جہاد کرنے اور راہِ خدا میں تکالیف برداشت کرنے کا ذکر ہوا۔

آیت 121 ﴿ فرمایا کہ وہ جو کچھ تھوڑا مثلاً ایک کھجور یا زیادہ خرچ کرتے ہیں اور اپنے سفر میں آنے جانے کے دوران جو وادی طے کرتے ہیں تو ان کا راہِ خدا میں خرچ کرنا اور وادیاں عبور کرنا سب ان کے لیے لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کا انہیں بدلہ عطا فرمائے۔ فضیلت: جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ خرچ کرے تو اس کے لئے 700 گنا لکھا جاتا ہے۔

آیت 122 ﴿ فرمایا کہ علم حاصل کرنے کے لئے سب مسلمانوں کا اپنے وطن سے نکل جانا درست نہیں کہ اس طرح شدید حرج ہوگا، تو ہر جماعت سے ایک چھوٹی جماعت جس کا نکلنا انہیں کافی ہو کیوں نہیں نکل جاتی تاکہ وہ دین میں فقاہت حاصل کریں، اور واپس آکر اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کریں تاکہ ان کی قوم کے لوگ اس چیز سے بچیں جس سے بچنا انہیں ضروری ہے۔ اہم باتیں: (1) علم دین حاصل کرنا فرض ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو چیزیں بندے پر فرض و واجب ہیں اور جو ممنوع و حرام ہیں اور اسے درپیش ہیں ان کا علم سیکھنا فرضِ عین ہے اور اس سے زائد علم حاصل کرنا فرضِ کفایہ۔ (2) علم حاصل کرنے کے لئے سفر کی ضرورت پڑے تو سفر کیا جائے۔

آیت 123 ﴿ ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! ان کافروں سے جہاد کرو جو تمہارے قریب ہیں پھر جو ان سے قریب ہیں ایسے ہی درجہ بدرجہ اور وہ تم میں جرأت و بہادری، صبر، قتل اور قید وغیرہ ہر قسم کی سختی پائیں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَ اعْلَمُوْۤا

ایمان والو! ان کافروں سے جہاد کرو جو تمہارے قریب ہیں اور وہ تم میں سختی پائیں اور جان رکھو کہ

اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ۝۱۲۳ وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ اَیُّكُمْ زَادَتْهُ

اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے ○ اور جب کوئی سورت اترتی ہے تو ان (منافقین) میں سے کوئی کہنے لگتا ہے کہ اس سورت نے تم میں کس کے

هٰذِهٖۤ اِیْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ۝۱۲۴ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ

ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ تو جو ایمان والے ہیں ان کے ایمان میں تو اس نے اضافہ کیا اور وہ خوشیاں منارہے ہیں ○ اور جن کے

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۱۲۵ اَوَ لَا یَرَوْنَ

دلوں میں مرض ہے تو ان کی ناپاکی پر مزید ناپاکی کا اضافہ کردیا اور وہ کفر کی حالت میں مرگئے ○ کیا وہ یہ نہیں دیکھتے

اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَ لَا هُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ۝۱۲۶

کہ انہیں ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمایا جاتا ہے پھر (بھی) نہ وہ توبہ کرتے ہیں اور نہ ہی نصیحت مانتے ہیں ○

پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ **اہم باتیں:** (1) جب جنگ کی شرعی اجازت متحقق ہو جائے تو اس کی ابتدا قریب میں رہنے والے کفار سے کی جائے پھر ان کے بعد جو قریب ہوں حتیٰ کہ مسلمان مجاہدین دور کی آبادیوں میں رہنے والے کفار تک پہنچ جائیں۔ (2) جو کفار اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنیں ان سے سختی کے ساتھ نمٹنے کا حکم ہے۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ ہر وقت سختی ہی کرتے رہیں۔

آیت 124 ارشاد فرمایا: جب قرآنِ پاک کی کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو منافقین آپس میں مذاق اڑانے کے طور پر کہتے ہیں: اس سورت نے تم میں کس کے ایمان یعنی تصدیق اور یقین میں اضافہ کیا ہے؟ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو ایمان والے ہیں ان کی تصدیق، یقین میں اس نے اضافہ کیا ہے اور جب قرآن میں سے ایک کے بعد دوسری چیز اترتی ہے تو مومنین خوشیاں مناتے ہیں کیونکہ اس طرح ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے آخرت میں ان کا ثواب اور زیادہ ہو جاتا ہے۔

آیت 125 فرمایا کہ جن کے دلوں میں شک اور نفاق کا مرض ہے تو قرآن کی سورت کے نزول سے ان کے کفر پر مزید کفر چڑھ گیا۔ انہوں نے جب کبھی کسی سورت کے نزول کا انکار کیا یا اس کا مذاق اڑایا تو ان کے پہلے کفر کے ساتھ مزید کفر بڑھ گیا، وہ منافقین اپنے کفر پر قائم رہے یہاں تک کہ حالتِ کفر میں مرگئے۔

آیت 126 ارشاد فرمایا: کیا منافقین دیکھتے نہیں کہ ہر سال انہیں ایک یا دو مرتبہ بیماریوں، مصیبتوں اور قحط سالیوں وغیرہ سے آزمایا جاتا ہے پھر بھی وہ اپنے نفاق اور عہد شکنی سے توبہ کرتے ہیں نہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی سچائی دیکھ کر نصیحت مانتے ہیں۔ **درس:** مومن ہر مصیبت کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتا اور اسے اپنے گناہ کا نتیجہ یا آزمائش سمجھتا ہے جبکہ کافر کی نگاہ صرف موسم کی خرابیوں اور دنیاوی اسباب پر ہوتی ہے۔

وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍؕ هَلْ یَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْاؕ

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں کہ تمہیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا پھر پلٹ جاتے ہیں

صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ (۱۲۷) لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

اللہ نے ان کے دل پلٹ دیئے ہیں کیونکہ یہ لوگ سمجھتے نہیں ۝ بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے جن پر تمہارا

عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (۱۲۸) فَاِنْ

مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں ۝ پھر اگر

تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ﳜ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۠ (۱۲۹)

وہ منہ پھیریں تو تم فرمادو کہ مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے ۝

ع ۵

آیت 127 ارشاد فرمایا: جب کوئی ایسی سورت نازل کی جاتی ہے جس میں منافقین کو زجر و توبیخ اور ان کے نفاق کا بیان ہو تو وہ وہاں سے بھاگنے کے لیے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں اور آنکھوں کے اشارے سے کہتے ہیں کہ اگر تم اپنی جگہ سے اٹھتے ہو تو کوئی مسلمان تمہیں دیکھ تو نہیں رہا، اگر دیکھ رہا ہو تو بیٹھ گئے ورنہ نکل جاتے ہیں پھر اس نازل ہونے والی سورت کے سبب ایمان سے اپنے کفر کی طرف پلٹ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایمان سے پلٹ دیئے ہیں کیونکہ یہ قوم سمجھتی ہی نہیں۔

آیت 128 فرمایا کہ اے اہل عرب! بے شک تمہارے پاس تم میں سے عظیم رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لے آئے جن کے حسب نسب کو تم خوب پہچانتے ہو کہ وہ تم میں سب سے عالی نسب ہیں اور تم اُن کے صدق و امانت، زہد و تقویٰ، طہارت و تقدس اور اخلاقِ حمیدہ کو بھی خوب جانتے ہو۔ تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت بھاری گزرتا ہے اور مشقتوں کو دور کرنے میں سب سے اہم عذابِ الٰہی کی مشقت کو دور کرنا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اسی مشقت کو دور کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں، وہ دنیا و آخرت میں تمہیں بھلائیاں پہنچانے پر حریص، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔ اہم باتیں: (1) ایک قراءت میں ﴿اَنْفَسِكُمْ﴾ کی فا پر زبر ہے، اس کا معنی ہے کہ تم میں سب سے نفیس تر اور اشرف و افضل ہیں۔ (2) یہاں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری یعنی میلادِ مبارک کا بیان ہے۔ معلوم ہوا کہ محفلِ میلاد کی اصل قرآن سے ثابت ہے۔ (3) آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنے دو ناموں سے مشرف فرمایا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کمال تکریم ہے۔ آپ دنیا میں بھی رؤوف و رحیم ہیں اور آخرت میں بھی۔

آیت 129 فرمایا کہ پھر اگر کفار و منافقین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے سے اعراض کریں اور آپ سے جنگ کا اعلان کریں تو اے حبیب! تم فرمادو کہ مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ تمہارے خلاف میری مدد فرمائے گا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ وظیفہ: حدیثِ پاک میں ہے: جس نے صبح و شام سات مرتبہ یہ پڑھا: "حَسْبِیَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ" اللہ تعالیٰ اس کے اہم کاموں میں اسے کافی ہوگا۔ (ابوداؤد، حدیث: 5081)

ایاتھا ۱۰۹ ۱۰ سورۃ یونس مکیۃ ۵۱ رکوعاتھا ۱۱

سورہ یونس مکیہ ہے اس میں ایک سو نو آیتیں اور گیارہ رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓرٰ تِلۡكَ اٰیٰتُ الۡكِتٰبِ الۡحَكِیۡمِ ۝۱ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنۡ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی رَجُلٍ مِّنۡهُمۡ

الرٰ، یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں ○ کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد کی طرف یہ وحی بھیجی

اَنۡ اَنۡذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنَّ لَهُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؔ قَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ

کہ لوگوں کو ڈر سناؤ اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچ کا مقام ہے۔ کافروں نے کہا

سورۂ یونس کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے البتہ تین آیتیں "فَاِنۡ كُنۡتَ فِیۡ شَكٍّ" سے لے کر "لَا یُؤۡمِنُوۡنَ" تک مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس میں 11 رکوع اور اس سورت کی آیت 98 میں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا واقعہ بیان ہوا ہے اس مناسبت سے اس کا نام "یونس" رکھا گیا۔ سورۂ یونس کے بارے میں **حدیث**: ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مجھے قرآن سکھا دیجئے۔ ارشاد فرمایا: الٓرٰ (سے شروع ہونے) والی تین سورتیں پڑھ لو۔ (ابوداود، حدیث: 1399) **خلاصۂ مضامین**: اس سورت میں قرآنِ مجید پر ایمان لانے کی دعوت، مشرکین کے عقائد کا بیان، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنے والوں کے شبہات کا رد، اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت پر دلالت کرنے والے آثار، کفار کو قرآنِ پاک جیسی ایک سورت بنا کر دکھانے کا چیلنج، کفار کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی، حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت یونس علیہ السلام اور ان کی قوم کے واقعات، شریعت پر عمل کرنے میں خود انسانوں کی بہتری ہونے کا بیان نیز اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت، مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزا و سزا ملنے کو دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔

آیت 1 ارشاد فرمایا: "الٓرٰ"۔ یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے۔ اس کی مراد اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اے حبیب! یہ آیات حکمت والی کتاب قرآن کی آیات ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا۔

آیت 2 **شانِ نزول**: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے رسالت کا اظہار کیا تو اہلِ عرب میں سے بعض کفار نے کہا: اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ کسی بشر کو رسول بنائے، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، فرمایا گیا: کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف یہ وحی بھیجی کہ کافروں کو عذاب کا ڈر سناؤ اور ایمان والوں کو خوش خبری دو کہ ان کے لیے ان کے رب کی بارگاہ میں بہترین مقام یا جنت میں بلند مرتبہ یا دنیا میں نیک اعمال کی توفیق یا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شفاعت ہے اور جب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معجزات دیکھ کر کافروں کو یقین ہوا کہ یہ بشر کی قدرت سے بالاتر ہیں تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو گر ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ

تو کھلا جادوگر ہے○ بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، وہ کام کی تدبیر فرماتا ہے، اس کی اجازت کے بعد ہی کوئی سفارشی ہو سکتا ہے۔ یہ اللہ

رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ

تمہارا رب ہے تو تم اس کی عبادت کرو تو کیا تم سمجھتے نہیں ؟○ اسی کی طرف تم سب کو لوٹنا ہے (یہ) اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ بیشک وہ

يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ

پہلی بار (بھی) پیدا کرتا ہے پھر فنا کرنے کے بعد دوبارہ بنائے گا تاکہ ایمان لانے والوں اور اچھے عمل کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ دے

﴿آیت ۳﴾ سابقہ آیت میں وحی، بعثت اور رسالت پر کفار کے تعجب کا بیان ہوا یہاں ان کے اُس تعجب کو ختم کیا جا رہا ہے، فرمایا گیا کہ بیشک تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور دنیا کے چھ دن کی مقدار میں پیدا کیا تو اس خالق ومالک کا تمہاری طرف رسول بھیجنا جو تمہیں نیک اعمال پر بشارت دے اور برے اعمال پر عذاب سے ڈرائے کوئی بعید نہیں۔ آیت میں مزید فرمایا: پھر اس نے عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، وہ تمام مخلوق کے امور کی اپنی حکمت کے مطابق تدبیر فرماتا ہے، اس کی اجازت کے بعد ہی کوئی سفارشی ہو سکتا ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہوں گے جن کو شفاعت کرنے کی اجازت ملے گی۔ یہ اللہ تمہارا رب ہے جس نے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا اور کاموں کی تدبیر فرمائی، اس کے سوا کوئی رب نہیں اور وہی عبادت کے لائق ہے تو تم اس کی عبادت کرو، کیا تم سمجھتے نہیں۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ ایک لمحے سے بھی کم مدت میں زمین و آسمان پیدا فرمانے پر قادر ہے لیکن اپنی حکمت کے مطابق چھ دن کی مقدار میں پیدا فرمایا، اس میں بندوں کے لئے تعلیم ہے کہ جلد بازی سے بچیں۔

﴿آیت ۴﴾ ارشاد فرمایا: اے لوگو! قیامت کے دن تم سب کو اپنے رب کی طرف ہی لوٹنا ہے جس نے تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ منکرین قیامت کے رد میں، دلیل قائم فرمائی کہ بیشک اللہ تعالیٰ پہلی بار بھی زندگی دیتا ہے، اعضائے مرکبہ کو پیدا اور ترکیب دیتا ہے تو موت کے ساتھ اعضا کے منتشر ہو جانے کے بعد انہیں دوبارہ ترکیب دینا، اور اسی جان کو جو اس بدن سے متعلق تھی بدن کی درستی کے بعد پھر اس سے متعلق کر دینا اس کی قدرت سے کیا بعید ہے اور اس دوبارہ پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایمان لانے والوں اور اچھے عمل کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ دے یعنی ان کے ثواب میں کمی نہ کی جائے گی یا مراد یہ ہے کہ انہوں نے دنیا میں انصاف کیا کہ جن باتوں کا انہیں حکم دیا گیا ان پر عمل کیا اور جن سے روکا گیا اس سے باز رہے انہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا اور کافروں کے لیے ان کے کفر کی وجہ سے شدید گرم پانی کا مشروب اور دردناک عذاب ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ

اور کافروں کے لیے ان کے کفر کی وجہ سے شدید گرم پانی کا مشروب اور دردناک عذاب ہے○ وہی ہے جس نے سورج کو

الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ

روشنی اور چاند کو نور بنایا اور چاند کے لیے منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب جان لو۔ اللہ نے

اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

یہ سب حق کے ساتھ پیدا فرمایا۔ وہ علم والوں کے لئے تفصیل سے نشانیاں بیان کرتا ہے○ بیشک رات اور دن کی تبدیلی میں

وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا

اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ان میں ڈرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں○ بیشک وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے

وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ

اور دنیا کی زندگی پسند کر بیٹھے ہیں اور اس پر مطمئن ہو گئے ہیں اور وہ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں○ ان لوگوں کا ٹھکانا

آیت 5 فرمایا کہ وہی ہے جس نے سورج کو روشنی اور چاند کو نور بنایا اور چاند کے لیے منزلیں مقرر کر دیں۔ ان منزلوں کو مقرر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ تم سالوں کی گنتی اور مہینوں، دنوں اور ساعتوں کا حساب جان لو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سارا نظام بیکار نہیں بنایا بلکہ حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے تاکہ اس سے اس کی قدرت و وحدانیت کے دلائل ظاہر ہوں اور اللہ تعالیٰ علم والوں کے لئے تفصیل سے نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ وہ ان میں غور کر کے نفع اٹھائیں۔ **اہم باتیں:** (1) ضیاء سے مراد ذاتی روشنی اور نور سے مراد دوسرے سے حاصل کی ہوئی روشنی ہے۔ جب اس روشنی کا تعلق سورج سے ہو تو اسے ضیاء اور چاند سے ہو تو اسے نور کہتے ہیں۔ (2) چاند کی 28 منزلیں ہیں اور یہ 12 بُرجوں میں تقسیم ہیں۔ (3) ریاضی، ہیئت، فلکیات وغیرہ بڑے مفید علم ہیں کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی قدرت معلوم ہوتی ہے۔ حسن نیت کے ساتھ ان علوم کا سیکھنا ثواب کا کام ہے۔

آیت 6 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دن رات کے اختلاف سے وحدانیت پر دلیل قائم فرمائی۔ ارشاد فرمایا: بیشک دن اور رات کے آنے جانے، کم زیادہ ہونے میں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں پیدا فرمایا جیسے فرشتے، سورج، چاند، ستارے اور جو کچھ زمین میں پیدا فرمایا جیسے حیوان، پہاڑ، دریا، نہریں اور درخت ان سب میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر نشانیاں موجود ہیں۔ **اہم بات:** آیت میں فرمایا کہ متقیوں کے لیے ان چیزوں میں نشانیاں ہیں چونکہ ان چیزوں میں غور کر کے ایمان و عرفان صرف خوفِ خدا رکھنے والوں کو میسر ہوتا ہے اس لئے انہی کا ذکر فرمایا، جبکہ بہت سے کافر یہ چیزیں دیکھ کر سرکش ہو جاتے ہیں۔

آیت 8،7 یہاں ان لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جو مرنے کے بعد اٹھنے پر ایمان نہیں رکھتے، فرمایا گیا: بیشک وہ لوگ جو بروزِ قیامت ہم سے ملنے کا خوف نہیں رکھتے اور ثواب و عذاب کو جھٹلا رہے ہیں یا یہ معنی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ثواب کی طمع نہیں رکھتے، آخرت کے

النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ

ان کے اعمال کے بدلے میں دوزخ ہے ○ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے ان کا رب ان کے ایمان کے سبب

بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ

ان کی رہنمائی فرمائے گا۔ ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ (وہ) نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے ○ ان کی دعا اس میں یہ ہوگی کہ اے اللہ! تو پاک

اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

ہے اور جنت میں ان کی ملاقات کا پہلا بول "سلام" ہوگا اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ○

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۔

اور اگر اللہ لوگوں پر عذاب اسی طرح جلدی بھیج دیتا جس طرح وہ بھلائی جلدی طلب کرتے ہیں تو ان کی مدت ان کی طرف پوری کر دی جاتی

مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کر بیٹھے ہیں اور اس پر مطمئن ہو گئے ہیں، ان کا یہ قلبی اطمینان دنیا اور اس کی لذتوں کی طرف میلان کی وجہ سے ہے اس لئے ان کے دلوں سے ڈر اور خوف نکل گیا۔ اور فرمایا کہ وہ جو ہماری آیتوں یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید سے اعراض کرتے ہیں ان لوگوں کا ٹھکانہ ان کے کفر، تکذیب اور خبیث اعمال کے بدلے میں دوزخ ہے۔ ویسے تو آیت میں کفار کے عقیدے کے اعتبار سے یہ احوال بیان فرمائے گئے لیکن عملی طور پر مسلمان بھی ان میں سے بہت سی چیزوں میں ملوث ہیں جیسے دلوں سے قیامت کے حساب کتاب اور عذاب الٰہی کا خوف نکل جانا، دنیا کی زندگی کو ہی پسند کرنا، اسی کے لیے کوشش کرنا اور اسی پر مطمئن ہو کر بیٹھ جانا، قرآن اور احکاماتِ الٰہیہ سے غفلت، دلوں کا سخت ہونا، شدید وعیدیں سن کر بھی گناہوں سے باز نہ آنا، یہ سب چیزیں ہمارے اندر اس آیت کی روشنی میں افعالِ کفار کا عکس نہیں دکھا رہیں تو اور کیا ہے؟

آیت 9 فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے ان کا رب ان کے ایمان کے سبب ان کی رہنمائی فرمائے گا۔ ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے۔ **اہم بات:** مومنین کی جنت کی طرف رہنمائی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوگی۔ وہ جنت میں جائیں گے اور ہمیشہ رہیں گے، ان کے محلات کے نیچے دودھ، شہد، شراب طہور اور خالص پانی کی نہریں جاری ہوں گی۔

آیت 10 ارشاد فرمایا: ان کی دعا جنت میں یہ ہوگی کہ اے اللہ! تو پاک ہے اور یہ ایک دوسرے کی تعظیم و تکریم سلام سے کریں گے یا ملائکہ انہیں بطور تحیت سلام عرض کریں گے یا ملائکہ رب کی طرف سے ان کے پاس سلام لائیں گے اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اہل جنت اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تحمید، تقدیس میں مشغول رہیں گے۔ (2) بوقتِ ملاقات سلام کرنا اور بوقتِ رخصت حمد الٰہی کرنا جنتی لوگوں کا مشغلہ ہے۔ ان کے کلام کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تنزیہ سے اور اختتام اس کی حمد و ثنا پر ہوگا اور اس کے دوران جو چاہیں گے آپس میں کلام کریں گے۔

آیت 11 شانِ نزول: نضر بن حارث نے کہا تھا: یارب! یہ دین اسلام اگر تیرے نزدیک حق ہے تو ہمارے اوپر آسمان سے پتھر برسا۔

فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ

تو جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے ہم انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتے ○ اور جب آدمی کو تکلیف پہنچتی

الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ

ہے تو لیٹے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور کھڑے ہوئے (ہر حالت میں) ہم سے دعا کرتا ہے پھر جب ہم اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو یوں چل دیتا ہے گویا

لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا

کبھی کسی تکلیف کے پہنچنے پر ہمیں پکارا ہی نہیں تھا۔ حد سے بڑھنے والوں کے لئے ان کے اعمال اسی طرح خوشنما بنادیئے گئے ○ اور بیشک ہم نے

الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا

تم سے پہلی قوموں کو ہلاک کر دیا جب انہوں نے ظلم کیا اور ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلائل لے کر تشریف لائے اور وہ ایسے تھے ہی نہیں

اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ لوگوں کی بددعائیں جیسے وہ غصے میں اپنے اور اپنے اہل و اولاد اور مال کے لئے کر لیتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ انہیں ایسی جلدی قبول کر لیتا جیسی جلدی وہ دعائے خیر کے قبول ہونے میں چاہتے ہیں تو وہ کب کے ہلاک ہو گئے ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے دعائے خیر قبول فرمانے میں جلدی کرتا ہے دعائے بد کے قبول میں نہیں، یہ اس کی رحمت ہے۔ مزید فرمایا تو جو لوگ ہمارے عذاب سے نہیں ڈرتے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر ایمان نہیں لاتے ہم انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) تمام دعائیں قبول نہ ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ ہم کبھی برائی کو بھلائی سمجھ لیتے ہیں۔ (2) غصہ میں خود کو یا اپنے بال بچوں کو کوسنا نہیں چاہیے، ہر وقت رب تعالیٰ سے خیر ہی مانگنی چاہئے نہ معلوم کون سی گھڑی قبولیت کی ہو۔

آیت 12 ﴾ فرمایا کہ کافر کو جب تکلیف پہنچتی ہے تو وہ لیٹے، بیٹھے، کھڑے ہر حال میں ہم سے دعا کرتا ہے اور جب تک اس کی تکلیف زائل نہ ہو دعا میں مشغول رہتا ہے پھر جب ہم اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو وہ ہم سے منہ موڑ کر اپنے پہلے طریقہ پر چل دیتا ہے اور وہی کفر کی راہ اختیار کرتا ہے اور تکلیف کے وقت کو بھول جاتا ہے گویا کبھی کسی تکلیف کے پہنچنے پر اس نے ہمیں پکارا ہی نہیں تھا۔ کافروں کے لئے ان کے اعمال اسی طرح خوشنما بنا دیئے گئے۔ درس: اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ انسان مصیبت کے وقت بہت بے صبرا اور راحت کے وقت نہایت ناشکرا، جب تکلیف پہنچتی ہے تو ہر حال میں دعا کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ تکلیف دور کر دے تو شکر ادا کرنے کے بجائے سابقہ حالت کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ یہ حال غافل کا ہے۔ عقل مند مومن کا حال اس کے خلاف ہے، وہ مصیبت و بلا پر صبر اور راحت و آسائش میں شکر کرتا ہے اور تکلیف و راحت کے تمام اَحوال میں اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری اور دعا کرتا ہے۔

آیت 13 ﴾ فرمایا کہ اے کفارِ مکہ! تم سے پہلی قوموں نے جب شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلائل لے کر تشریف لائے جو ان کے صدق کی بہت واضح دلیلیں تھیں لیکن انہوں نے نہ مانا اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تصدیق نہ کی اور وہ ایسے تھے ہی نہیں کہ رسولوں پر ایمان لاتے اور رسول جو کچھ اپنے رب کے پاس سے لائے تھے اس کی تصدیق کرتے تو جس طرح رسولوں کو جھٹلانے کے سبب ہم نے ان گزری ہوئی قوموں کو ہلاک کر دیا اسی طرح اے مشرکو!

يُؤْمِنُوْا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰۗىِٕفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ

ایمان لاتے۔ ہم یونہی مجرموں کو بدلہ دیتے ہیں۔ پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں جانشین بنایا

لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ

تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو؟ اور جب ان کے سامنے ہماری روشن آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ہم سے ملاقات کی امید نہ رکھنے والے

لِقَاۗءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۭ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاۗئِ نَفْسِيْ ۚ

کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے کر آؤ یا اسے تبدیل کردو۔ تم فرماؤ: مجھے حق نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے تبدیل کردوں۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قُلْ

میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ تم فرماؤ:

لَّوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ڮ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ

اگر اللہ چاہتا تو میں تمہارے سامنے اس کی تلاوت نہ کرتا اور نہ وہ تمہیں اس سے خبردار کرتا تو بیشک میں اس سے پہلے تم میں اپنی ایک عمر گزار چکا ہوں

میں اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرنے پر تمہیں بھی ہلاک کردوں گا۔

آیت 14 ﴾ یہاں اہل مکہ سے خطاب ہے، کہ اے لوگو! گزشتہ امتیں جنہیں ہلاک کر دیا گیا ہم نے تمہیں زمین میں ان کا جانشین بنایا تاکہ ہم تمہارے اعمال کا امتحان لیں کہ تم اچھے یا برے کیسے عمل کرتے ہو اور تمہارے اعمال کے مطابق تم سے معاملہ فرمائیں۔

آیت 15 ﴾ شانِ نزول: کچھ کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں تو ایسا قرآن لائیے جس میں لات، عزیٰ، منات وغیرہ بتوں کی عبادت چھوڑنے کا حکم اور ان کی برائی نہ ہو یا اسی قرآن کو بدل کر ہماری مرضی کے مطابق کر دیجئے۔ انہوں نے تمسخر و استہزا یا تجربہ و امتحان کے لئے ایسا کہا تھا کہ اگر یہ دوسرا قرآن بنا لائیں یا اس کو بدل دیں تو ثابت ہو جائے گا کہ قرآن کلام ربانی نہیں۔ فرمایا گیا کہ اے حبیب! جب ان مشرکین کے سامنے ہماری روشن آیات تلاوت کی جاتی ہیں جو ہماری وحدانیت اور آپ کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں تو یہ قیامت کے منکرین جو ہمارے عذاب کا خوف اور ثواب کی امید نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے کر آؤ یا اسے تبدیل کر دو۔ اے حبیب! ان سے فرما دیں کہ میرے لئے حلال نہیں کہ میں اپنی طرف سے اس میں کوئی تبدیلی کروں۔ میں تو کمی زیادتی اور تبدیلی کے بغیر صرف اسی کا تابع ہوں جو اللہ تعالیٰ میری طرف وحی فرماتا ہے۔ اگر میں نے اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے کلام میں کوئی تبدیلی کر کے اس کی نافرمانی کی تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے نیز دوسرا قرآن بنانا انسان کے بس کی بات نہیں کیونکہ انسان کا اس سے عاجز ہونا اچھی طرح ظاہر ہو چکا ہے۔ اہم بات: کفار کے ساتھ اسلام کی قطعی چیزوں میں سے کسی چیز پر معاہدہ نہیں ہو سکتا کہ ہم ان کی خوشی کے لئے اسلام کی کوئی قطعی چیز چھوڑ دیں جیسے سود کی اجازت دے دیں یا پردے کو ختم کر دیں۔

آیت 16 ﴾ ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرما دیں جنہوں نے قرآن میں تبدیلی کا مطالبہ کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

تو کیا تمہیں عقل نہیں ؟ تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے ؟ بیشک مجرم فلاح نہیں

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ

پائیں گے اور (یہ مشرک) اللہ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں کوئی نقصان دے سکے اور نہ نفع دے سکے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ

شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّــُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ

(بت) اللہ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی ہیں۔ تم فرماؤ: کیا تم اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جو اس کے علم میں نہ آسمانوں میں ہے اور نہ زمین میں۔ وہ ان کے

چاہتا تو مجھ پر نہ یہ قرآن نازل کیا جاتا نہ میں تمہارے سامنے اس کی تلاوت کرتا اور نہ تمہیں خبردار کیا جاتا لہٰذا اس کی تلاوت محض اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہے نیز میں قرآن کے نازل ہونے سے پہلے تم میں 40 سال کا عرصہ گزار چکا ہوں اور اس زمانے میں تمہارے پاس کوئی کتاب نہیں لایا، تم نے میرے احوال کا خوب مشاہدہ کیا ہے میں نے کسی سے ایک حرف نہیں پڑھا، اس کے باوجود یہ عظیم کتاب لایا ہوں، اس کتاب میں نفیس علوم، اُصول و فُروع کا بیان، اَحکام و آداب میں مکارمِ اَخلاق کی تعلیم اور غیبی خبریں ہیں، اس کی فصاحت و بلاغت نے فصیح و بلیغ افراد کو عاجز کر دیا ہے، کہ ایسا کلام وحیِ الٰہی کے بغیر ممکن نہیں تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ اتنا سمجھ سکو کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے مخلوق کو قدرت نہیں کہ اس کی مثل بنا سکے۔

آیت 17 مشرکین نے کہا تھا کہ قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اپنا بنایا ہوا کلام ہے اور آپ نے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے، ان کے رد میں فرمایا گیا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یعنی بفرضِ محال اگر میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے کلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہوتا تو آپ سب سے بڑے ظالم قرار پاتے لیکن جب دلائل سے ثابت ہو چکا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی وحی ہے تو اب جو مشرکین اسے اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں مانتے وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے اور لوگوں میں سب سے بڑے ظالم ہیں۔ بیشک مشرکین فلاح نہیں پائیں گے۔

آیت 18 آیت میں پہلے بتوں کی عبادت کرنے کا رد فرمایا کہ یہ مشرکین جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ نہ اپنے نافرمان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ اپنے عبادت گزار کو نفع دے سکتے ہیں کیونکہ وہ بے جان پتھر ہیں، نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے جبکہ عبادت تعظیم کی سب سے اعلیٰ قسم ہے تو اس کا مستحق وہی ہے جو نفع و نقصان پہنچانے، زندگی اور موت دینے پر قدرت رکھتا ہے پھر فرمایا: مشرکین کہتے ہیں کہ یہ بت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ بتوں کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفیع ہونے کی تم اللہ تعالیٰ کو وہ بات بتاتے ہو جو اس کے علم میں نہ آسمانوں میں ہے اور نہ زمین میں۔

اہم بات: مشرکین شفاعت کے چکر میں بتوں کی عبادت کرتے تھے اور یہ دونوں چیزیں ہی غلط تھیں۔ ایک تو شرک اور دوسرا بتوں کو شفیع ماننا جنہیں کوئی اختیار نہیں۔ مسلمانوں کا معاملہ بالکل جدا ہے کہ مسلمان انبیاء علیہم السلام اور اولیاء و صالحین علیہم الرحمۃ کو اپنا شفیع مانتے ہیں لیکن ان کی عبادت نہیں کرتے، انہیں خدا نے شفاعت کی اجازت بھی دی ہے۔

وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْاؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے ○ اور سب لوگ ایک ہی امت تھے پھر مختلف ہو گئے اور اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ

مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ فِیْمَا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ

ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان ان کے باہمی اختلافات کا فیصلہ ہو گیا ہوتا ○ اور کہتے ہیں: اس نبی پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی

مِّنْ رَّبِّهٖۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْاۚ اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَ اِذَاۤ اَذَقْنَا

کیوں نہیں اتری؟ تم فرماؤ: غیب تو صرف اللہ کے لیے ہے، تو تم انتظار کرو بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں ○ اور جب ہم لوگوں کو

ع ۲

آیت 19 ﴾ فرمایا کہ سب لوگ ایک دین اسلام پر تھے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں قابیل کے ہابیل کو قتل کرنے کے وقت تک حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ذُرِّیَّت ایک ہی دین پر تھے، اس کے بعد ان میں اختلاف ہو گیا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ لوگ پہلی مرتبہ پیدائش کے وقت فطرتِ سلیمہ پر تھے پھر ان میں اختلافات ہوئے۔ بظاہر پہلا قول ہی درست ہے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی کہ کفار کو مہلت دی جائے گی اور ہر امت کے لئے ایک میعاد معین نہ کر دی گئی ہوتی یا اعمال کی جزا قیامت تک مُؤخَّر نہ فرمائی گئی ہوتی تو دنیا میں ہی ان کے درمیان ان کے باہمی اختلافات کا نُزول عذاب سے فیصلہ ہو گیا ہوتا۔ اہم بات: اس مذہبی اختلاف کی ابتدا سے متعلق کئی اقوال ہیں: (1) حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ تک لوگ ایک دین پر رہے پھر ان میں اختلاف ہوا تو حضرت نوح علیہ السلام ان کی طرف مبعوث فرمائے گئے۔ (2) حضرت نوح علیہ السلام کے کشتی سے اترنے کے وقت سب لوگ ایک دین اسلام پر تھے۔ (3) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے سب لوگ ایک دین پر تھے یہاں تک کہ عَمرو بن لُحَی نے دین میں تبدیلی کی، اس قول کے مطابق "اَلنَّاس" سے مراد خاص عرب ہوں گے۔

آیت 20 ﴾ فرمایا کہ اہلِ باطل کا طریقہ ہے کہ جب ان کے خلاف مضبوط دلیل قائم ہوتی ہے اور وہ جواب دینے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو اس دلیل کا ذکر اس طرح چھوڑ دیتے ہیں کہ گویا وہ پیش ہی نہیں ہوئی اور یوں کہتے ہیں کہ دلیل لاؤ، تاکہ سننے والے اس مغالطہ میں پڑ جائیں کہ ان کے مقابلے میں اب تک کوئی دلیل قائم نہیں کی گئی۔ اسی طرح کفار نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معجزات بالخصوص قرآن کریم جو عظیم معجزہ ہے، کیونکہ آپ انہی لوگوں میں پیدا ہوئے، ان کے درمیان پلے بڑھے، آپ کے تمام زمانے ان کی آنکھوں کے سامنے گزرے، وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ نے نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا، نہ کسی استاد کی شاگردی کی، یکبارگی قرآن کریم آپ پر ظاہر ہوا اور ایسی بے مثال اعلیٰ ترین کتاب کا ایسی شان کے ساتھ نزول بغیر وحی کے ممکن نہیں، یہ قرآنِ کریم کے معجزۂ قاہرہ ہونے کی دلیل ہے اور جب ایسی مضبوط دلیل قائم ہے تو اثباتِ نبوت کے لئے کسی دوسری نشانی کا طلب کرنا قطعاً غیر ضروری ہے، ایسی حالت میں اس نشانی کا نازل کرنا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی مشیّت پر ہے، چاہے کرے، چاہے نہ کرے، تو یہ امر غیب ہوا، لہٰذا اپنی مطلوبہ نشانی اترنے کا تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

آیت 21 ﴾ کفار کے قول کہ "اس نبی پر ان کے رب کی طرف سے کوئی خاص نشانی کیوں نہیں اتری" یہاں اس کا ایک اور جواب دیا گیا

النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِیْۤ اٰیَاتِنَاؕ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ

انہیں تکلیف پہنچنے کے بعد رحمت کا مزہ دیتے ہیں تو اسی وقت ان کا کام ہماری آیتوں کے بارے میں سازش کرنا ہو جاتا ہے۔ تم فرماؤ اللہ سب سے جلد

مَكْرًاؕ اِنَّ رُسُلَنَا یَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِؕ

خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے۔ بیشک ہمارے فرشتے تمہارے مکروفریب کو لکھ رہے ہیں ۞ وہی ہے جو تمہیں خشکی اور تری میں چلاتا ہے

حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِۚ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ

یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ (کشتیاں) خوشگوار ہوا کے ساتھ انہیں لے کر چلتی ہیں اور وہ اس پر خوش ہوتے ہیں پھر ان پر شدید

عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ

آندھی آنے لگتی ہے اور ہر طرف سے لہریں ان پر آتی ہیں اور وہ سمجھ جاتے ہیں کہ انہیں گھیر لیا گیا ہے تو اللہ کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے اس سے

ہے۔ اہل مکہ کو اللہ تعالیٰ نے سات سال قحط میں مبتلا رکھا پھر ان پر رحم فرمایا، بارش ہوئی، زمینیں سرسبز ہوئیں، اس تکلیف و راحت دونوں میں قدرت کی نشانیاں تھیں اور تکلیف کے بعد راحت بڑی عظیم نعمت تھی، اس پر شکر لازم تھا مگر انہوں نے اس سے نصیحت حاصل نہ کی اور فساد و کفر کی طرف پلٹ گئے۔ اسی کے متعلق آیت میں فرمایا گیا کہ جب ہم کفارِ مکہ کو تکلیف کے بعد رحمت کا مزہ دیتے ہیں تو اسی وقت ان کا کام ہماری آیتوں کے بارے میں سازش کرنا ہو جاتا ہے۔ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بہت جلد سزا دینے والا ہے اور ان کی سازشوں کی گرفت پر بہت زیادہ قادر ہے اور اس کا عذاب دیر نہیں کرتا۔ آیت میں مزید فرمایا کہ بیشک ہمارے فرشتے تمہارے مکروفریب کو لکھ رہے ہیں، تمہاری خفیہ تدبیریں کاتبِ اعمال فرشتوں پر بھی مخفی نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ علیم و خبیر سے کیسے چھپ سکتی ہیں۔ اہم بات: کراماً کاتبین اعمال کفار پر بھی مقرر ہیں جو ان کے ہر قول و عمل کو لکھتے ہیں۔

آیت 22 ﴾ سابقہ آیت میں بتایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو تکلیف پہنچنے کے بعد رحمت کا مزا دیتا ہے تو اسی وقت ان کا کام اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں سازش کرنا ہو جاتا ہے، یہاں اس کی ایک مثال بیان کی گئی ہے۔ آیت میں پہلے بیان فرمایا کہ وہی اللہ تعالیٰ ہے جو تمہیں خشکی اور تری میں چلاتا اور تمہیں مسافت طے کرنے کی قدرت دیتا ہے، خشکی میں تم پیادہ اور سوار منزلیں طے کرتے ہو اور دریاؤں میں کشتیوں اور جہازوں سے سفر کرتے ہو۔ اس کے بعد فرمایا: یہاں تک کہ جب تم کشتی میں محوِ سفر ہوتے ہو اور وہ کشتیاں خوش گوار ہوا کے ساتھ لوگوں کو لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ اس بات پر خوش ہو رہے ہوتے ہیں کہ ہوا ان کے موافق ہے پھر اچانک ان پر شدید آندھی آنے لگتی ہے اور ہر طرف سے سمندر کی طوفانی لہریں اٹھتی ہیں تو وہ گرداب میں پھنس جاتے ہیں، اس وقت انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو جاتا ہے، سخت خوف اور شدید مایوسی کا عالم ہوتا ہے، اب تک جن باطل معبودوں کی عبادت کرتے رہے تھے ان کی بے چارگی بالکل عیاں ہو جاتی ہے اور تمام مخلوق سے امیدیں ختم ہو جاتی ہیں تو مشرکین اپنے جسم و روح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارتے اور اسی سے فریاد کرتے ہیں کہ اے اللہ! اگر تو ہمیں اس طوفان سے نجات دیدے تو ہم ضرور تجھ پر ایمان لا کر اور خاص تیری

لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ

ہوئے لگتے ہیں (اے اللہ!) اگر تو ہمیں اس (طوفان) سے نجات دیدے تو ہم ضرور شکر گزار ہو جائیں گے ○ پھر جب اللہ انہیں بچا لیتا ہے تو اس وقت

يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ

وہ زمین میں ناحق زیادتی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو! تمہاری زیادتی صرف تمہارے ہی خلاف ہے۔ دنیا کی زندگی سے فائدہ

الدُّنْيَا ۡ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اٹھا لو پھر تمہیں ہماری طرف لوٹنا ہے تو اس وقت ہم تمہیں بتا دیں گے جو تم کیا کرتے تھے ○ دنیا کی زندگی کی مثال

كَمَاۗءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاۗءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ۭ

تو اس پانی جیسی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب زمین سے اگنے والی چیزیں گھنی ہو کر نکلیں جن سے انسان اور جانور کھاتے ہیں

حَتّٰٓي اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ

یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی خوبصورتی پکڑ لی اور خوب آراستہ ہو گئی اور اس کے مالک سمجھے کہ (اب) وہ اس فصل پر قادر ہیں

عبادت کر کے تیری نعمتوں کے شکر گزار ہو جائیں گے۔

آیت 23 ﴾ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ طوفان کی موجوں میں پھنسے ہوؤں اور اپنی ہلاکت کو یقینی جاننے والوں کو اس مصیبت سے بچا لیتا ہے تو اس وقت وہ زمین میں ناحق زیادتی کرنے لگتے اور وعدہ خلافی کر کے کفر و معصیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے لوگو! تمہاری زیادتی کا وبال تمہاری طرف ہی لوٹے گا، اللہ تعالیٰ کا اس میں کچھ نقصان نہیں۔ تم دنیا کی زندگی سے تھوڑا عرصہ فائدہ اٹھا لو پھر تمہیں مرنے کے بعد ہماری طرف ہی لوٹنا ہے اس وقت ہم تمہیں بتا دیں گے جو تم اچھے برے اعمال کیا کرتے تھے۔ درس: مصیبت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور خوش حالی میں بھول جانا حقیقت میں کافروں کا طریقہ ہے۔ افسوس! آج کل مسلمان بھی عملی طور پر اس میں مبتلا ہیں۔

آیت 24 ﴾ یہاں اس شخص کی مثال بیان ہوئی ہے جو دنیا کی لذتوں میں گم ہو کر آخرت سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ فرمایا گیا کہ دنیا کی زندگی کی مثال تو اس پانی جیسی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب زمین کی پیداوار بہت گھنی ہو گئیں کیونکہ جب بارش ہوتی ہے تو اس کے سبب زمین سے رنگ برنگے پھول، خوبصورت بیلیں، خوش ذائقہ پھل اور طرح طرح کی اجناس پیدا ہوتی ہیں جن سے انسان اور جانور کھاتے ہیں حتی کہ جب زمین نے اپنی خوبصورتی پکڑ لی، خوب آراستہ ہو گئی، باغات اور کھیتوں کا مالک پھلوں سے لدے درختوں اور ہری بھری لہلہاتی فصلوں کو دیکھ کر خوش ہو گیا اور اس پیداوار سے فوائد حاصل کرنے سے متعلق بڑے بڑے منصوبے بنانے لگا تو اسی حالت میں اللہ تعالیٰ دن یا رات میں ان پُر کشش باغوں اور کھیتوں پر ژالہ باری، آندھی یا طوفان وغیرہ کوئی بڑی آفت نازل فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے باغات اور فصلیں ایسے تباہ ہو جاتے ہیں جیسے کبھی تھے ہی نہیں اور ان کا مالک شدید غم میں مبتلا ہو کر بس ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔ جس طرح ہم نے تمہارے سامنے دُنیوی زندگی کی مثال اور حکم بیان فرمایا اسی طرح ہم غور و فکر کرنے والوں کے لئے تفصیل سے

اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

تو رات یا دن کے وقت ہمارا حکم آیا تو ہم نے اسے ایسی کٹی ہوئی کھیتی کر دیا گویا وہ کل وہاں پر موجود ہی نہ تھی۔ ہم غور کرنے والوں کیلئے اسی طرح

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاللّٰهُ يَدْعُوْۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى

تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں ○ اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ

ہدایت دیتا ہے ○ بھلائی کرنے والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس سے بھی زیادہ ہے اور ان کے منہ پر نہ سیاہی چھائی ہوگی اور نہ ذلت

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا ۙ

یہی جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ اور جنہوں نے برائیاں کمائیں تو برائی کا بدلہ اسی کے برابر ہے

وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ

اور ان پر ذلت چھائی ہوگی، انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا، گویا ان کے چہروں کو اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیا گیا

اپنے دلائل بیان کرتے ہیں تاکہ وہ نفع حاصل کریں، شک و وہم کی ظلمتوں سے نجات پائیں اور دنیا کی بے ثباتی سے باخبر ہوں۔

آیت 25 دنیا کی بے ثباتی بیان فرمانے کے بعد باقی رہنے والے گھر جنت کی دعوت دی جا رہی ہے، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو اس گھر کی طرف بلاتا ہے جس میں ہر قسم کی تکلیف اور مصیبت سے سلامتی ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف ہدایت عطا فرماتا ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دارُ السّلام سے مراد جنت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمت اور کرم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو جنت کی دعوت دی۔

آیت 26 فرمایا کہ بھلائی کرنے والوں یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کے لئے جنت ہے اور اس سے بھی زیادہ یعنی دیدارِ الٰہی ہے اور ان کے منہ پر نہ سیاہی چھائی ہوگی اور نہ ذلت۔ یہی جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اہم بات: احادیث سے ثابت ہے کہ اس آیت میں زیادت سے مراد دیدارِ الٰہی ہے۔ چنانچہ حدیث مبارک میں ہے: جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: کیا تم چاہتے ہو کہ تم پر اور زیادہ عنایت کروں۔ وہ عرض کریں گے: یارب! کیا تو نے ہمارے چہرے سفید نہیں کئے، کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا، کیا تو نے ہمیں دوزخ سے نجات نہیں دی۔ پھر پردہ اٹھا دیا جائے گا تو دیدارِ الٰہی انہیں ہر نعمت سے زیادہ پیارا ہوگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (مسلم، حدیث: 449-450)

آیت 27 اب یہاں سے کفار کے چار اخروی احوال بیان ہو رہے ہیں، فرمایا گیا کہ جنہوں نے برائیاں کمائیں یعنی کفر اور دوسرے گناہ کئے تو برائی کا بدلہ اسی کے برابر ہے اور ان پر ذلت چھائی ہوگی، انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضی سے بچانے والا کوئی

مُظْلِمًا ۚ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ

ہے۔ وہی دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ اور جس دن ہم ان سب کو اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے فرمائیں گے:

لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ

تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھہرے رہو، تو ہم انہیں مسلمانوں سے جدا کر دیں گے اور ان کے شریک ان سے کہیں گے: تم ہماری

اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٢٨﴾ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿٢٩﴾

عبادت کرتے ہی نہیں تھے ○ تو ہمارے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے اللہ کافی ہے۔ بیشک ہم تمہاری عبادت سے بے خبر تھے ○

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ

یہاں ہر آدمی اپنے سابقہ اعمال کو جانچ لے گا اور انہیں اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا جو ان کا سچا مولیٰ ہے اور ان کے سارے گھڑے ہوئے (شریک)

رہو گا، گویا ان کے چہروں کو اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ وہی دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اہم باتیں: (1) نیکی اور گناہ میں فرق ہے۔ نیکی کا ثواب ایک سے لے کر 700 گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھایا جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور گناہ کی سزا اتنی ہی دی جاتی ہے جتنا گناہ ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے۔ (2) بروزِ قیامت مومن و کافر چہروں ہی سے معلوم ہو جائیں گے البتہ کئی مسلمان بھی اپنے عذاب کی علامات لئے ہوئے ہوں گے جیسے پیشہ ور بھکاری کے منہ پر گوشت نہ ہوگا، بیویوں میں انصاف نہ کرنے والے کی ایک کروٹ ٹیڑھی ہوگی۔

آیت 29،28 ﴾ ان دو آیات میں فرمایا کہ بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو اٹھائے گا اور حساب کی جگہ اکٹھا فرمائے گا، پھر مشرکوں سے فرمائے گا کہ تم اور تمہارے شریک یعنی وہ بت جن کو تم پوجتے تھے اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ یوں اللہ تعالیٰ مشرکوں کو مسلمانوں سے جدا کر دے گا اور جب مشرکوں سے سوال جواب ہوگا تو ایک ساعت ایسی شدت کی آئے گی کہ بت اپنے پجاریوں کی پوجا کا انکار کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم نہ سنتے تھے، نہ دیکھتے تھے، نہ جانتے تھے، نہ سمجھتے تھے کہ تم ہمیں پوجتے ہو۔ اس پر بت پرست کہیں گے کہ اللہ کی قسم! ہم تمہیں کو پوجتے تھے۔ بت کہیں گے: اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم ہمیں پوجتے تھے یا نہیں تو ہمارے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے، ہم بہرحال تمہاری عبادت سے بے خبر تھے۔ اہم بات: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بتوں کو قوتِ گویائی دے گا اور وہ اپنے پجاریوں کی مخالفت کریں گے۔

آیت 30 ﴾ فرمایا کہ اس موقف میں سب کو معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے پہلے جو عمل کئے تھے وہ کیسے تھے، اچھے یا برے، مفید یا مضر، مقبول یا مردود اور مشرکوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا جو اُن کا رب ہے اور اپنی ربوبیت میں سچا ہے اور مشرک جن بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے وہ ان سے غائب ہو جائیں گے یا جو جھوٹی باتیں مثلاً بتوں کا ان کی شفاعت کرنا گھڑتے تھے وہ سب باطل اور بے حقیقت ثابت ہوں گی۔

مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝٣٠ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ

ان سے غائب ہوجائیں گے۔ ○ تم فرماؤ: آسمان اور زمین سے تمہیں کون روزی دیتا ہے؟ یا کان اور آنکھوں کا مالک

الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ

کون ہے؟ اور زندہ کو مردے سے اور مردے کو زندہ سے کون نکالتا ہے؟ اور کون تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟

فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝٣١ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ

تو اب کہیں گے: "اللہ"۔ تو تم فرماؤ تو تم ڈرتے کیوں نہیں؟ ○ تو یہ اللہ ہے جو تمہارا سچا رب ہے۔ پھر حق کے بعد

الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝٣٢ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْا

گمراہی کے سوا اور کیا ہے؟ پھر تم کہاں پھیرے جاتے ہو؟ ○ یونہی نافرمانوں پر تیرے رب کے یہ کلمات ثابت ہوچکے

آیت 31 اس آیت میں مشرکوں کے مذہب کا باطل اور اسلام کا حق ہونا واضح کیا جارہا ہے، فرمایا گیا: اے حبیب! آپ ان مشرکوں سے فرمادیں کہ آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے سبزہ اگا کر تمہیں کون روزی دیتا ہے، تمہیں یہ حواس کس نے دیئے اور ان کے ذریعے تم سنتے اور دیکھتے ہو، آفات کی کثرت کے باوجود کان اور آنکھ کو لمبے عرصے تک کون محفوظ رکھتا ہے حالانکہ یہ اتنے نازک ہیں کہ ذرا سی چیز انہیں نقصان پہنچا سکتی ہے اور زندہ کو مردہ سے جیسے انسان کو نطفہ سے، یونہی مردہ کو زندہ سے جیسے نطفہ کو انسان سے کون نکالتا ہے نیز ساری کائنات کے تمام کاموں کی تدبیر کون کرتا ہے؟ آپ کے سوالات سن کر وہ کہیں گے کہ بے شک ان چیزوں پر قدرت رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ جب وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا اعتراف کرلیں تو آپ ان سے فرمائیں: جب تم اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف کرتے ہو تو بتوں کو عبادت میں اس کا شریک ٹھہرانے سے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے کیوں نہیں حالانکہ بت نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں تو تم ان کی عبادت کرکے ہمیشہ کے لئے جہنم میں جاؤ گے۔

آیت 32 فرمایا کہ جو اِن چیزوں کو سرانجام دیتا، آسمان وزمین، زندگی وموت سب کا مالک اور رزق وعطا پر قدرت رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ تمہارا سچا رب ہے، اور جب ایسے قطعی دلائل سے ثابت ہوگیا کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے ماسوا سب معبود باطل محض ہیں تو پھر حق قبول کرنے سے کیوں اعراض کررہے ہو؟

آیت 33 فرمایا کہ جس طرح یہ مشرکین حق سے گمراہی کی طرف پھیر دیئے گئے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علمِ ازلی میں اُس کا جو حکم اور قضا تھی وہ ان لوگوں پر ثابت ہوچکی جنہوں نے اپنے رب کی اطاعت کے بجائے نافرمانی کی اور اس سے کفر کیا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تصدیق کریں گے نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی۔ اہم بات: اس آیت میں "رب کی بات" سے مراد تقدیر الٰہی ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے یا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ﴾ یعنی ہم ان سے دوزخ بھریں گے۔

ثُمَّ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآىِٕكُمْ مَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗؕ قُلِ

تو وہ ایمان نہیں لائیں گے ○ تم فرماؤ: کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو پہلے مخلوق کو بنائے پھر ختم کرکے دوبارہ بنادے؟ تم فرمادو:

اللّٰهُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآىِٕكُمْ مَّنْ یَّهْدِیْۤ

اللہ پہلے بناتا ہے پھر ختم کرنے کے بعد دوبارہ بنادے گا تو تم کہاں اوندھے جارہے ہو؟ ○ تم فرماؤ: تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرے؟

اِلَى الْحَقِّؕ قُلِ اللّٰهُ یَهْدِیْ لِلْحَقِّؕ اَفَمَنْ یَّهْدِیْۤ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَهِدِّیْۤ

تم فرماؤ کہ اللہ حق کی طرف ہدایت دیتا ہے، تو کیا جو حق کا راستہ دکھائے وہ اس کا حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ (بت) جسے خود راستہ دکھائی نہ دے

اِلَّاۤ اَنْ یُّهْدٰىۚ فَمَا لَكُمْٙ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ مَا یَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّاؕ اِنَّ الظَّنَّ

جب تک اسے راستہ دکھا نہ دیا جائے تو تمہیں کیا ہوا، تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ ○ اور ان کی اکثریت تو صرف وہم و گمان پر چلتی ہے۔ بیشک گمان

آیت 34 توحید کی حقیقت اور شرک کے باطل ہونے پر ایک اور دلیل بیان کی جارہی ہے، فرمایا گیا: اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرمادیں کہ جن بتوں کو تم معبود مانتے ہو کیا ان میں کوئی ایسا ہے جو بغیر کسی مثال کے خود ہی مخلوق کو پیدا بھی کرلیتا ہو اور پھر موت کے بعد پہلے ہی کی طرح دوبارہ بنا بھی دے؟ اس کا جواب ظاہر ہے کہ ایسا کوئی نہیں کیونکہ مشرکین بھی جانتے ہیں کہ پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور بتوں میں پیدا کرنے کی قدرت نہیں۔ تو فرمایا گیا کہ جب بت کچھ نہیں کرسکتے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ کرسکتا ہے، وہ پہلی مرتبہ پیدا کرنے اور فنا کے بعد دوبارہ بنانے پر بھی قادر ہے تو تم ایسی روشن دلیلیں قائم ہونے کے بعد راہِ راست سے کیوں منحرف ہوتے ہو۔

آیت 35 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ فرمادیں کہ تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو دلائل قائم کرکے، رسول بھیج کر، کتابیں نازل فرما کر اور مکلفین کو عقل و نظر عطا فرما کر حق کی طرف رہنمائی کرے؟ اس کا واضح جواب یہ ہے کہ ایسا کوئی نہیں، تو اے حبیب! آپ فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ حق کی طرف ہدایت دیتا ہے، تو کیا جو حق کا راستہ دکھائے وہ اِس کا حق دار ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے یا وہ جسے خود اس وقت تک راستہ دکھائی نہ دے جب تک اسے راستہ دکھایا نہ جائے جیسا کہ تمہارے بت ہیں تو تمہیں کیا ہوا؟ ایسوں کو معبود قرار دے کر ایسا باطل فیصلہ کرتے ہو؟

آیت 36 فرمایا کہ مشرکین کی اکثریت بتوں کو معبود اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا شفیع ماننے میں تو صرف وہم و گمان پر چلتی ہے کیونکہ ان کے پاس نہ کوئی دلیل ہے اور نہ اس کے صحیح ہونے کا یقین ہے بلکہ یہ صرف شک میں پڑے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ پہلے لوگ بھی بت پرستی کرتے تھے اور انہوں نے کچھ سمجھ کر ہی بت پرستی کی ہوگی۔ بیشک وہم و گمان حق کا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو جانتا ہے کہ یہ وہم و گمان کی پیروی کرکے حق و یقین کو جھٹلاتے ہیں تو وہ انہیں اس کا بدلہ دے گا۔ اہم باتیں: (1) بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ان میں وہ بھی شامل تھے جو جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک اور ہر کمال سے متصف ہے لیکن عناد اور سرکشی کی وجہ سے کفر کرتے تھے۔ (2) آیت میں ظن سے مراد وہ گمان ہے جو خلافِ تحقیق ہو، اس میں شک اور وہم بھی داخل ہیں اور یہ کلام کفار کے بارے میں ہے

لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝٣٦ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ

حق کا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ بیشک اللہ ان کے کاموں کو جانتا ہے○ اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ

اَنْ يُّفْتَرٰي مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ

اللہ کے نازل کئے بغیر کوئی اسے اپنی طرف سے بنالے، ہاں یہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق ہے اور لوحِ محفوظ کی تفصیل ہے

لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٣٧ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ

اس میں کوئی شک نہیں ہے، یہ ربُّ العالمین کی طرف سے ہے○ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس (نبی) نے اسے خود ہی بنالیا ہے؟ تم فرماؤ: تو تم اس

مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٣٨ بَلْ كَذَّبُوْا

جیسی کوئی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا جو تمہیں مل سکیں سب کو بلالاؤ اگر تم سچے ہو○ بلکہ انہوں نے اس کو جھٹلایا

جنہوں نے کفر اختیار کرنے میں اپنے آباؤ اجداد کی پیروی اور تقلید کی۔ اس تقلید پر دنیا و آخرت میں ان کا کوئی عذر مقبول نہیں۔

آیت 37 کفارِ مکہ نے وہم کیا تھا کہ قرآنِ مجید نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خود بنایا ہے، ان کا یہ وہم دور کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کئے بغیر کوئی اسے اپنی طرف سے بنالے کیونکہ قرآن فصاحت و بلاغت اور علوم و اسرار کے جس مرتبے پر ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے شایانِ شان نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے جسے اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل فرمایا۔ ہاں! قرآن تورات اور انجیل وغیرہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جنہیں قرآن سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام علیہم السلام پر نازل فرمایا اور قرآن میں لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے حلال و حرام اور فرائض و اَحکام کی تفصیل ہے اور یہ بات قطعی ہے کہ قرآن اللہ ربُّ العلمین کی طرف سے ہے۔ **اہم بات:** قرآن لوحِ محفوظ کی تفصیل ہے، لوحِ محفوظ میں مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ یعنی جو ہو چکا اور جو آئندہ ہو گا سب کچھ لکھا ہوا ہے تو جسے قرآن کے اَسرار میں سے کوئی چیز عطا ہوئی اسے لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا دیکھنے کی حاجت نہیں بلکہ وہ جو چاہے قرآن ہی سے معلوم کر لیتا ہے۔

آیت 38 کافروں کی ہی بات کا جواب دیا جارہا ہے کہ کیا کفار یہ سمجھتے اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قرآن خود بنا لیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں؟ اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ تم بھی عربی ہو، فصاحت و بلاغت کے دعوے دار ہو، بلکہ اگر تمہارے گمان میں یہ انسانی کلام ہے تو تم بھی اس جیسی کوئی ایک سورت لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جو تمہیں مل سکیں سب کو بلا لاؤ ان سے مدد لو اور سب مل کر قرآن جیسی ایک سورت تو بنا کر دکھاؤ۔ **اہم بات:** قرآنِ مجید کا یہ چیلنج 1400 سال سے زائد عرصے سے چلا آرہا ہے لیکن آج تک کوئی کافر اس کا جواب نہیں دے سکا۔

آیت 39 فرمایا کہ قرآنِ پاک کو سمجھنے اور جاننے کے بغیر انہوں نے اس کی تکذیب کی اور یہ انتہائی جہالت ہے کہ کسی شے کو جانے بغیر اس کا انکار کیا جائے اور قرآنِ کریم کا ایسے علوم پر مشتمل ہونا جن کا علم و خرد کے دعوے دار احاطہ نہ کر سکیں اس کتاب کی عظمت ظاہر کرتا

بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ

جس کے علم کا وہ احاطہ نہ کر سکے اور ان کے پاس اس کا انجام نہیں آیا۔ ایسے ہی ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا تو دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِينَ ۝۳۹ وَمِنْهُمْ مَنْ يُؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ

ظالموں کا کیسا انجام ہوا؟ ○ اور ان میں کوئی تو اس پر ایمان لاتا ہے اور ان میں کوئی اس پر ایمان نہیں لاتا اور تمہارا رب

أَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِينَ ۝۴۰ وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ أَنْتُمْ بَرِيئُونَ

فسادیوں کو خوب جانتا ہے ○ اور اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو تم فرما دو کہ میرا عمل میرے لیے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے اور تم میرے عمل سے

مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ ۝۴۱ وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ ؕ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ

بری ہو اور میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں ○ اور ان میں کچھ وہ ہیں جو تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو کیا تم بہروں کو

الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ ۝۴۲ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْظُرُ إِلَيْكَ ؕ أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ

سنا دو گے؟ اگرچہ وہ سمجھتے نہ ہوں ○ اور ان میں کوئی تمہاری طرف دیکھتا ہے تو کیا تم اندھوں کو راستہ دکھا دو گے؟ اگرچہ

ع ۱۰

یہ تو ایسی اعلیٰ علوم والی کتاب کو ماننا چاہئے تھا نہ کہ انکار کرنا اور جس طرح انہوں نے قرآنِ مجید کو جھٹلایا ایسے ہی ان سے پہلے لوگوں نے بھی ہٹ دھرمی کی وجہ سے اپنے رسولوں کے معجزات اور آیات دیکھ کر نظر وتدبر سے کام لئے بغیر انہیں جھٹلایا تھا تو تم دیکھ لو کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوا اور پچھلی امتیں اپنے انبیا علیہم السلام کو جھٹلا کر عذابوں میں مبتلا ہوئیں، اس لئے اے حبیب! آپ کی تکذیب کرنے والوں کو بھی ڈرنا چاہیے۔

آیت 40 ارشاد فرمایا: اے حبیب! قریش میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو قرآن پر عنقریب ایمان لے آئیں گے اور بعض وہ ہیں جو اپنی ضد پر اڑے رہیں گے اور یہ کبھی ایمان لائیں گے اور نہ اس کا اقرار کریں گے، آپ کا رب ان جھٹلانے والوں کو خوب جانتا ہے۔ **اہم بات:** یہ غیبی خبر ہے کہ موجودہ مکہ والے نہ تو سارے ایمان لائیں گے اور نہ سارے ایمان سے محروم رہیں گے۔

آیت 41 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اگر آپ کی قوم آپ کو جھٹلانے پر قائم رہے اور ان کے راہِ راست پر آنے کی امید ختم ہو جائے تو ان سے فرما دو کہ میرا عمل میرے لیے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے، ہم میں سے کسی کے عمل پر دوسرے کی پکڑ نہ ہو گی بلکہ ہر ایک اپنے عمل کی وجہ سے پکڑا جائے گا، تم میرے عمل سے الگ ہو اور میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں۔ **اہم بات:** یہ بطورِ زجر ہے کہ تم نصیحت نہیں مانتے اور ہدایت قبول نہیں کرتے تو اس کا وبال خود تم پر ہو گا کسی اور کا اس سے نقصان نہیں۔

آیت 42 فرمایا کہ ان مشرکین میں سے بعض ایسے ہیں جو ظاہری کانوں کے ساتھ سننے کے لئے جھکتے اور آپ سے دین کے احکام سنتے ہیں لیکن شدید بغض وعداوت کی وجہ سے یہ سننا انہیں فائدہ نہیں دیتا تو جس طرح آپ بہرے کو نہیں سنا سکتے اسی طرح اسے بھی نہیں سنا سکتے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے سننے سے بہرا اور قبول کرنے کی توفیق سے محروم کر دیا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) بغض و عناد کی وجہ سے انسان کا دل اندھا اور بہرا ہو جاتا ہے۔ (2) کسی سے بات منوانی ہو تو پہلے اس کے دل میں اپنے لئے نرم گوشہ پیدا کرنا چاہیے۔

آیت 43 ارشاد فرمایا: اے حبیب! ان مشرکین میں سے بعض ایسے ہیں جو تمہاری طرف اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھتے ہیں، آپ

كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٤﴾

وہ دیکھتے ہی نہ ہوں۔ بیشک اللہ لوگوں پر کوئی ظلم نہیں کرتا، ہاں لوگ ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ

اور جس دن (اللہ) انہیں اٹھائے گا گویا وہ دنیا میں دن کی ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرے ہی نہیں تھے، آپس میں ایک دوسرے کو پہچان رہے ہوں گے

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ

بیشک اللہ کی ملاقات کو جھٹلانے والے نقصان میں رہے اور وہ ہدایت یافتہ نہیں تھے۔ اور ہم تمہیں اس چیز کا کچھ حصہ دکھادیں

الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٤٦﴾

جس کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں یا ہم تمہیں پہلے ہی اپنے پاس بلالیں بہر حال انہیں ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے پھر اللہ ان کے کاموں پر گواہ ہے۔

کی نبوت کی نشانیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں لیکن تصدیق نہیں کرتے تو کیا آپ دل کے اندھوں کو راستہ دکھادیں گے اگرچہ وہ دیکھتے نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کی نظروں کو اندھا کر دیا ہے اسی لئے انہیں ہدایت کی کوئی چیز نظر ہی نہیں آتی۔

آیت 44 فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر کوئی ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جیسے کفار کا ہدایت سے محروم ہونا ان کے اپنے کرتوتوں اور ضد و عناد کے سبب ہے، اللہ تعالیٰ نے ان میں حق قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کی تھی مگر انہوں نے خود اسے تباہ کر دیا تو قصور خود ان کا ہے کسی اور کا نہیں۔

آیت 45 یہاں قیامت کا حال بیان کیا گیا ہے کہ اے حبیب! وہ وقت یاد کیجئے جس دن اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو قبروں سے حساب کی جگہ میں حاضر کرنے کے لئے اٹھائے گا تو اس روز کی ہیبت و وحشت سے یہ حال ہو گا کہ وہ دنیا میں رہنے کی مدت کو بہت تھوڑا سمجھیں گے اور خیال کریں گے کہ گویا وہ دنیا میں دن کی ایک گھڑی ٹھہرے تھے، قبروں سے نکلتے وقت ایک دوسرے کو ایسا پہچانیں گے جیسا دنیا میں پہچانتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن حالات مختلف ہوں گے کبھی ایک دوسرے کو پہچانیں گے اور کبھی نہ پہچانیں گے اور جب پہچانیں گے تو کہیں گے: جس نے اپنی باقی رہنے والی آخرت کو فانی دنیا کے بدلے بیچ دیا وہ نقصان میں رہا کیونکہ اس نے فانی کو باقی پر ترجیح دی۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ انہیں اس چیز کی ہدایت نہ تھی جو انہیں روزِ قیامت کے اس خسارے سے نجات دیتی۔

آیت 46 ارشاد فرمایا: اے حبیب! جس عذاب کا ہم نے کفار سے وعدہ کیا ہے اگر اس کا کچھ حصہ آپ کو دنیا میں ہی دکھادیں تو وہ ملاحظہ کیجئے اور اگر دنیا میں وہ عذاب دکھانے سے پہلے ہم آپ کو اپنے پاس بلالیں تو آخرت میں آپ دیکھ لیں گے کیونکہ آخرت میں انہیں ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور کفار دنیا میں جو اعمال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر گواہ ہے **اہم بات:** آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ

اور ہر امت کے لئے ایک رسول ہوا ہے تو جب ان کا رسول ان کے پاس تشریف لاتا تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا جاتا اور ان پر

لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ

ظلم نہیں کیا جاتا ہے○ اور کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب آئے گا○ تم فرماؤ: میں اپنی جان کیلئے نقصان اور نفع کا

ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ

مالک نہیں ہوں مگر جتنا اللہ چاہے۔ ہر گروہ کے لئے ایک مدت ہے تو جب وہ مدت آجائے گی تو وہ لوگ ایک گھڑی نہ تو اس سے پیچھے ہٹ سکیں

سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَیَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّا ذَا یَسْتَعْجِلُ

گے اور نہ آگے ہو سکیں گے○ تم فرماؤ: بھلا بتاؤ تو کہ اگر اس کا عذاب تم پر رات کو آئے یا دن کو تو اس میں وہ کونسی چیز ہے جس کی مجرم

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کافروں کے بہت سے عذاب اور ان کی ذلت آپ کی حیات دنیا ہی میں دکھائے گا چنانچہ بدر وغیرہ میں ذلت دکھائی گئی۔

آیت 47 ﴿اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہر اُمت کے لئے دنیا میں ایک رسول ہوا ہے جو انہیں دین حق کی دعوت دیتا اور طاعت و ایمان کا حکم کرتا، جب ان کا رسول ان کے پاس تشریف لاتا اور تبلیغ کرتا تو کچھ لوگ ایمان لاتے اور کچھ تکذیب کرتے تب ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا کہ رسول کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات دی جاتی اور تکذیب کرنے والوں کو عذاب سے ہلاک کر دیا جاتا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں آخرت کا بیان ہے اور معنی یہ ہیں کہ روزِ قیامت ہر امت کے لئے ایک رسول ہوگا جس کی طرف وہ منسوب ہوگی جب وہ رسول مَوقف میں آئے گا اور مومن و کافر پر گواہی دے گا تب ان میں فیصلہ کیا جائے گا، مومنوں کو نجات نصیب ہوگی اور کافر عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ آیت کے آخر میں فرمایا: ان کے اعمال کا بدلہ دینے میں ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جاتا ہے بلکہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا دی جاتی ہے۔

آیت 48،49 ﴿ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کفار کو عذاب نازل ہونے سے ڈرایا اور ایک عرصہ گزرنے کے باوجود عذاب نہ آیا تو کفار نے کہا: اگر تم سچے ہو تو یہ عذاب کا وعدہ کب آئے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ کے قادر کئے بغیر میں اپنی جان پر بھی کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا البتہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا چاہے مالک و قادر بنا دیتا ہے، دشمنوں پر عذاب نازل کرنے کی قدرت صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو پورا کرنے کا ایک وقت معین کر دیا ہے اور جب وہ وقت آجائے گا تو لوگ ایک گھڑی بھی اس وقت سے آگے پیچھے نہیں ہو سکیں گے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر کوئی بھی کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا، البتہ اس کی عطا سے نفع و نقصان وغیرہ کا مالک بنتا ہے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قدرت و اختیار کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا اور بخاری شریف کی حدیث میں ہے: وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ یُعْطِیْ بیشک میں تقسیم کرنے والا ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے۔ (بخاری، حدیث: 71)

آیت 50 ﴿ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ اپنی قوم کے مشرکین سے فرمادیں کہ ذرا بتاؤ تو سہی کہ اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب جس کے نازل

مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ

جلدی مچا رہے ہیں؟ تو کیا جب وہ (عذاب) واقع ہو جائے گا اس وقت اللہ پر ایمان لاؤ گے؟ (ان سے کہا جائے گا کہ) کیا اب (تم ایمان لا رہے ہو) حالانکہ (اس سے پہلے)

تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا

تم اس کی بڑی جلدی مچا رہے تھے۔ پھر ظالموں سے کہا جائے گا: ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو۔ تمہیں تمہارے کمائے ہوئے اعمال

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ۚ وَمَاۤ

ہی کا بدلہ دیا جا رہا ہے۔ اور تم سے پوچھتے ہیں: کیا وہ حق ہے؟ تم فرماؤ: ہاں! میرے رب کی قسم! بیشک وہ ضرور حق ہے اور تم (اللہ کو)

اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِی الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَ

عاجز نہیں کر سکو گے۔ اور زمین میں جو کچھ ہے اگر ہر ظالم جان اس سب کی مالک ہو جائے تو وہ یقیناً اپنی جان چھڑانے کے معاوضے میں اسے دے دے

اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِیَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾

وہ جب عذاب دیکھیں گے تو دل میں چپکے چپکے پشیمان ہوں گے اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

ہونے کی تم جلدی مچا رہے ہو، تم پر رات میں آئے جب تم غافل سو رہے ہو یا دن میں اس وقت آئے جب تم معاش کے کاموں میں مشغول ہو تو تمہارے لئے تو مہلک ہے تو پھر تم اس کے جلدی وُقوع کا مطالبہ کیوں کر رہے ہو؟

آیت 51 ❁ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر آ جائے گا تو کیا اس کے نازل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ گے؟ اس وقت ایمان کچھ فائدہ نہ دے گا اور جب عذاب نازل ہونے کے بعد ایمان لائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم اب ایمان لا رہے ہو حالانکہ اس سے پہلے تو تم سرکشی اور استہزا کے طور پر اس کی بڑی جلدی مچا رہے تھے۔

آیت 52 ❁ فرمایا کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے شرک اور کفر کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ان سے کہا جائے گا: عذاب کا مزہ چکھو، تم دنیا میں جو کفر اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کرتے تھے یہ اسی کا بدلہ دیا جا رہا ہے۔

آیت 53 ❁ ارشاد فرمایا: اے حبیب! وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا قیامت اور وہ عذاب جس کے نازل ہونے کی آپ نے ہمیں خبر دی ہے، واقعی حق ہے؟ آپ ان سے فرما دیں: ہاں! میرے رب کی قسم! بیشک وہ ضرور حق ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھاگ کر اسے عاجز نہیں کر سکتے، وہ عذاب تمہیں ضرور پہنچے گا۔

آیت 54 ❁ فرمایا کہ دنیا میں زمین کے اندر جو خزانہ اور مال و دولت ہے یہ سب اگر ہر کافر و مشرک کی ملک میں ہوتا تو وہ یقیناً قیامت کے دن اپنی رہائی کے لئے اسے فدیہ کر ڈالتا لیکن یہ فدیہ قبول نہیں کہ اب رہائی ممکن نہیں۔ جب قیامت میں یہ منظر پیش آئے گا کفار کی امیدیں ٹوٹ جائیں گی اور کافروں کے سردار عذاب دیکھیں گے تو دل ہی دل میں شرمندہ ہوں گے لیکن اپنی شرمندگی عام

أَلَآ إِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ أَلَآ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٥﴾ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٥٦﴾ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۗ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿٥٨﴾ قُلْ أَرَءَيْتُمْ

سن لو! بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ سن لو! بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے مگر ان میں اکثر نہیں جانتے○ وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے○ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی شفا اور مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت آگئی○ تم فرماؤ: اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشی منانی چاہیے، یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں○ تم فرماؤ: بھلا بتاؤ کہ

ندامت کو لوگوں سے چھپانے کی کوشش کریں گے اور اس دن ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہو گا۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ نے کفر و شرک کی سزا دائمی ہونے کا قانون بیان فرما دیا ہے اور قانون کے مطابق سزا دینا انصاف ہے۔

آیت 55 ارشاد فرمایا: سن لو! زمین و آسمان میں موجود ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں تو بروزِ قیامت کسی کافر کے پاس عذاب سے نجات پانے کے لئے فدیے میں دینے کو کوئی چیز نہ ہو گی بلکہ کافر خود بھی اللہ تعالیٰ کی ملک میں ہے تو اس کا فدیہ دینا کیسے ممکن ہے۔ سن لو! اللہ تعالیٰ نے جو ثواب اور عذاب کا وعدہ فرمایا ہے وہ سچا ہے اور ضرور پورا ہو گا لیکن ان میں سے اکثر لوگ اپنی کم عقلی اور غفلت کے غلبے کی وجہ سے اسے نہیں جانتے۔

آیت 56 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ کسی کی دخل اندازی کے بغیر وہی دنیا میں زندہ کرتا اور موت دیتا ہے اور آخرت میں تم دوبارہ زندہ ہو کر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

آیت 57 قرآنِ کریم کے آنے اور اس کے نصیحت، شفا، ہدایت اور رحمت ہونے کا بیان ہو رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت، مذموم اخلاق اور فاسد عقائد وغیرہ امراض سے دلوں کی شفا اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت آگئی۔ اہم باتیں: (1) "مَوْعِظَةٌ" کا معنی ہے: وعظ و نصیحت یعنی مکلف کے سامنے نیک اور برے اعمال بیان کر کے اسے نصیحت کرنا۔ (2) قرآنِ کریم کی صفت میں "ایمان والوں کے لئے رحمت" اس لئے فرمایا کہ وہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آیت 58 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ فرمائیں کہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت پر خوش ہونا چاہئے کہ اس نے انہیں نصیحتیں، سینوں کی شفا اور ایمان کے ساتھ دل کی راحت و سکون عطا فرمایا۔ اہم باتیں: (1) کسی پیاری اور محبوب چیز کے پانے سے دل کو جو لذت حاصل ہوتی ہے اسے "فرح" کہتے ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت میں اسلام، قرآن، حدیث، ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سب داخل ہیں۔ ان سب پر خوشی منانی چاہیے۔ شرعی حدود کا خیال رکھتے ہوئے محفل میلاد اور جشنِ ولادت سب اسی میں شامل ہیں۔

آیت 59 کفارِ عرب بحیرہ، سائبہ وغیرہ بتوں پر چھوڑے ہوئے جانوروں کو حرام سمجھتے تھے، ان پر عتاب کے لئے یہ آیت نازل

مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ

اللہ نے تمہارے لیے جو رزق اتارا ہے تو تم نے اس میں سے خود ہی حرام اور حلال بنا لیا، تم فرماؤ: کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے

اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو؟○ اور اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کا قیامت کے دن کے بارے میں کیا خیال ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ

بیشک اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے○ اور تم کسی کام میں ہو

وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ

اور تم اس کی طرف سے قرآن کی تلاوت کرتے ہو اور (اے لوگو!) تم کوئی بھی کام کر رہے ہو، ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب

تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ

تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور زمین و آسمان میں کوئی ذرہ برابر چیز تیرے رب سے غائب نہیں اور ذرے سے

ہوئی۔ فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ ان کافروں سے فرما دیں: بھلا بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو رزق پیدا فرمایا ہے تو تم نے اس میں سے خود ہی حرام اور حلال بنا لیا،؟ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حرام اور حلال بنانے کی اجازت دی ہے، نہیں بلکہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ درس: کسی چیز کو اپنی طرف سے حلال یا حرام سمجھنا ممنوع اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ آج کل کچھ لوگ عورتوں کی بے پردگیوں کو حلال ٹھہراتے اور کچھ محفلِ میلاد، فاتحہ، گیارہویں کو حرام قرار دیتے، یہ سب اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی صورتیں ہیں، ان سے بہر صورت بچنا چاہئے

آیت 60 ﴾ فرمایا کہ یہ لوگ جو رزق اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں فرمایا اس کے حرام ہونے کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں کیا یہ گمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا، ہرگز نہیں! بلکہ وہ انہیں جہنم میں ہمیشہ کے لیے پہنچائے گا بیشک اللہ تعالیٰ رسول بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر لوگوں پر فضل فرماتا ہے لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت قبول کرتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں سے سن کر نفع اٹھاتے ہیں۔

آیت 61 ﴾ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد اور ہر چیز کو جاننے والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق ہے نہ ایجاد کرنے والا، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اعمال و احوال، تلاوتِ قرآن، اُمورِ دُنیویہ میں مصروفیت اور اسی کے ساتھ تمام لوگوں کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں اور وہ ان سب پر گواہ ہے۔ پھر فرمایا کہ زمین و آسمان میں ایک ذرے کی مقدار بھی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے علم سے پوشیدہ نہیں اور اس ذرے سے چھوٹی یا بڑی کوئی چیز ایسی نہیں جو روشن کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں درج نہ ہو۔ درس: یہ آیت اللہ تعالیٰ کے علم، قدرت اور عظمت کے اظہار کے لئے ہے اور اس میں نصیحت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اعمال کو ہر لمحہ دیکھ رہا ہے

أَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ أَكْبَرَ إِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦١﴾ أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

چھوٹی اور بڑی کوئی چیز ایسی نہیں جو ایک روشن کتاب میں نہ ہو۔ سن لو! بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہو گا

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے۔ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں

وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ

اور آخرت میں خوشخبری ہے، اللہ کی باتیں بدلتی نہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور تم ان کی باتوں کا غم نہ کرو بیشک

الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۚ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٥﴾ أَلَآ إِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْأَرْضِ ۗ

تمام عزتوں کا مالک اللہ ہے، وہی سننے والا جاننے والا ہے۔ سن لو! بیشک اللہ ہی مالک ہے سب کا جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں

وقف لازم

کریم ذات کی حیا اور خوف سے ہمیں اس کی نافرمانی سے بچنا چاہیے۔

آیت 62 فرمایا کہ سن لو! بیشک اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو مستقبل میں عذاب کا خوف نہ ہو گا اور نہ موت کے وقت وہ غمگین ہوں گے یا یہ معنی ہے کہ انہیں مستقبل میں کسی ناپسندیدہ چیز میں مبتلا ہونے کا خوف ہو گا نہ ماضی اور حال میں کسی پسندیدہ چیز کے چھوٹنے پر غمگین ہوں گے یا یہ معنی ہے کہ قیامت کے دن ان پر کوئی خوف ہو گا اور نہ اس دن یہ غمگین ہوں گے۔ اہم بات: لفظ "ولی" کا معنی قرب اور نصرت ہے۔ جو فرائض کی ادائیگی سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے، اطاعتِ الٰہی میں مشغول رہے، اس کا دل اللہ تعالیٰ کے نورِ جلال کی معرفت میں مستغرق ہو، جب دیکھے قدرتِ الٰہی کے دلائل دیکھے، جب سنے اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہی سنے، جب بولے اپنے رب کی ثنا ہی کے ساتھ بولے، جب حرکت کرے اطاعتِ الٰہی میں حرکت کرے، جب کوشش کرے تو اسی کام میں کوشش کرے جو قربِ الٰہی کا ذریعہ ہو۔

آیت 63 یہاں اولیا کی دو صفات بیان فرمائی گئیں کہ یہ وہ ہیں جو ایمان یعنی قطعی دلائل پر مبنی صحیح عقائد سے متصف ہیں اور متقی ہیں۔ اہم بات: تقویٰ کا معنی ہے کہ جن کاموں کو کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا انہیں کرنا اور جن کاموں سے منع کیا ان سے بچنا نیز ہر اس کام کے لئے کوشش کرنا جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔

آیت 64 فرمایا کہ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوش خبری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے غلط نہیں ہو سکتے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ اہم بات: اس خوش خبری سے کیا مراد ہیں، اس بارے میں مختلف اقوال ہیں: (1) اس سے مراد وہ خوش خبری ہے جو پرہیزگاروں کو قرآنِ کریم میں جابجا دی گئی ہے۔ (2) اس سے اچھے خواب مراد ہیں جو مومن دیکھتا ہے یا اس کے لئے دیکھا جاتا ہے۔ (3) اس سے دنیا کی نیک نامی مراد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: یہ مومن کے لئے جلد خوش خبری ہے۔ (مسلم، حدیث: 6721)

آیت 65 اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ کفار جو آپ کی تکذیب کرتے اور آپ کے خلاف برے مشورے کرتے ہیں آپ اس کا کچھ غم نہ فرمائیں۔ بیشک تمام عزتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، اے حبیب! اللہ تعالیٰ آپ کا ناصر و مددگار ہے، وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

آیت 66 اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور شریکوں کی عبادت کرنے والے کس دلیل کی بنا پر ان کی عبادت کر رہے

وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ

اور اللہ کے سوا اور شریکوں کی عبادت کرنے والے کس کی پیروی کررہے ہیں؟ وہ تو صرف گمان کے پیچھے چل رہے ہیں اور وہ

اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ

صرف جھوٹے اندازے لگارہے ہیں○ وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو آنکھیں کھولنے والا بنایا،

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ

بیشک اس میں سننے والوں کے لیے نشانیاں ہیں○ (کافروں نے) کہا: اللہ نے اپنے لیے اولاد بنا رکھی ہے۔ وہ پاک ہے، وہی بے نیاز ہے،

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ تمہارے پاس اس کی کوئی بھی دلیل نہیں، کیا تم اللہ پر

عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ

وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں○ تم فرماؤ: بیشک اللہ پر جھوٹ باندھنے والے فلاح نہیں پائیں گے○

ہیں، ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اور وہ صرف جھوٹے اندازے لگارہے ہیں اور بے دلیل محض گمانِ فاسد سے اپنے باطل معبودوں کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک کی پرستش باطل ہے۔

آیت 67 ﴾ ارشاد فرمایا: وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ اس میں راحت و سکون حاصل کرو اور آرام کرکے دن کی تھکان دور کرو اور دن کو آنکھیں کھولنے والا بنایا تاکہ تم اس کی روشنی میں اپنی ضروریاتِ زندگی اور اسبابِ معاش فراہم کرو۔ بیشک اس میں ان کے لیے نشانیاں ہیں جو سنیں اور سمجھیں کہ جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا وہی معبود ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔
اہم بات: رات اور دن اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں۔

آیت 68 ﴾ کافروں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اولاد بنا رکھی ہے۔ ان کا یہ کلمہ نہایت قبیح اور انتہا درجے کے جہل کا قائل ہے۔ یہاں اس کے تین رد فرمائے گئے: (1) اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے کہ وہ واحدِ حقیقی ہے (2) وہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہے اور اولاد یا کمزور چاہتا ہے جو اس سے قوت حاصل کرے یا فقیر چاہتا ہے جو اس سے مدد لے، تو جو غنی ہو، بے نیاز ہو، کسی کا محتاج نہ ہو، اس کے لئے اولاد کس طرح ہو سکتی ہے؟ (3) تمام مخلوق اس کی مملوک ہے اور مملوک ہونا بیٹا ہونے کے ساتھ جمع نہیں ہوتا لہٰذا کوئی اس کی اولاد نہیں ہو سکتا۔ آیت میں مزید فرمایا: اے کافرو! تم جو اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد قرار دیتے ہو اس کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف قطعی دلائل موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اسی آیت میں بیان فرمائے ہیں۔ کیا تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کہتے ہو جس کی حقیقت اور اس کے صحیح ہونے کا تمہیں علم نہیں۔

آیت 69 ﴾ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا گیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کا دعویٰ کرکے اس پر جھوٹ باندھتے ہیں آپ انہیں فرما دیں کہ ان کا انجام بہت برا ہوگا۔

مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِیْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ۠ ۝

دنیا میں تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے پھر انہیں ہماری طرف واپس آنا ہے پھر ہم انہیں ان کے کفر کے بدلے میں شدید عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكُمْ مَّقَامِیْ وَ تَذْكِیْرِیْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْۤا اَمْرَكُمْ وَ شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا یَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَیْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْۤا اِلَیَّ وَ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍؕ

اور انہیں نوح کی خبر پڑھ کر سناؤ جب اس نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اگر میرا قیام کرنا اور میرا اللہ کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کرنا تم پر بھاری ہے تو میں نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا تو تم اپنا کام اور اپنے شریکوں کو جمع کرلو پھر تمہارا کام تم پر پوشیدہ نہ رہے پھر میرے بارے میں جو کچھ کرسکتے ہو کرلو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو۔ پھر اگر تم منہ پھیرو تو میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا،

آیت 70 بعض لوگوں کا یہ شبہ کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے بہت سے افراد عیش و عشرت کی زندگی گزارتے ہیں تو وہ ناکام کیسے ہوئے؟ اس کا جواب دیا گیا کہ یہ عارضی آرام ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ اعتبار انجام کا ہے اور ان کا انجام خراب ہے۔ انہیں آخرت میں ہماری طرف واپس آنا ہے، پھر ہم انہیں ان کے کفر کے بدلے میں شدید عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

آیت 71 یہاں سے انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور جو کچھ ان کی امتوں کے ساتھ پیش آیا اس کا بیان ہو رہا ہے، چونکہ سب سے پہلے قومِ نوح عذاب میں گرفتار ہوئی اس لئے پہلے ان کا ذکر ہوا، فرمایا: اے حبیب! کفارِ مکہ کو حضرت نوح علیہ السلام کی خبر پڑھ کر سناؤ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! اگر میرا تمہارے درمیان قیام کرنا اور آیاتِ الٰہیہ کے ذریعے نصیحت کرنا تمہیں ناگوار گزرا ہے اور اس لئے تم نے مجھے شہید کرنے اور اپنے علاقے سے نکال دینے کا ارادہ کیا ہے تو مجھے اللہ تعالیٰ ہی پر کامل بھروسا ہے اور تم میری مخالفت میں جس قدر اسباب جمع کرسکتے ہو کرلو بلکہ اپنے باطل معبودوں کو بھی ملالو اور تمہاری یہ سازش پوشیدہ نہ رہے بلکہ علی الاعلان سب کچھ کرو، پھر میرے خلاف جو کچھ کرسکتے ہو کر گزرو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو مجھے تمہاری کوئی پروا نہیں، اہم باتیں: (1) گزشتہ انبیا علیہم السلام کے حالاتِ زندگی بتا کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دینا مقصود ہے تاکہ کفارِ قریش کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف آسان ہو (2) حضرت نوح علیہ السلام دنیا میں چوتھے نبی اور پہلے رسول ہیں، آپ آدم ثانی کہلاتے ہیں کیونکہ طوفانِ نوح کے بعد آپ ہی سے نسلِ انسانی چلی۔ (3) انبیا علیہم السلام نہایت بہادر، باہمت اور اُولو العزم ہوتے ہیں (4) لوگوں کی ایذا کی وجہ سے تبلیغ سے کنارہ کشی نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے تکالیف برداشت کرنے کے باوجود 950 سال تک تبلیغ فرمائی۔

آیت 72 حضرت نوح علیہ السلام نے قوم سے مزید فرمایا: پھر اگر تم میرے وعظ و نصیحت سے اعراض کرو تو میں نے تم سے وعظ و نصیحت پر کوئی معاوضہ نہیں مانگا کہ تمہارے منہ پھیرنے کی وجہ سے مجھے اس کے نہ ملنے کا افسوس ہو، میرا اجر تو اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے، وہی مجھے جزا دے گا اور تم اسلام قبول کرو یا نہ کرو مجھے اس پر قائم رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور میں اس پر قائم ہوں۔

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ

میرا اجر تو اللہ کے ذمہ کرم پر ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں ○ تو انہوں نے نوح کو جھٹلایا تو ہم نے

وَ مَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ وَ جَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ

اور کشتی میں اس کے ساتھ والوں کو نجات دی اور انہیں ہم نے جانشین بنایا اور جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی انہیں ہم نے غرق کر دیا

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ

تو دیکھو ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا ○ پھر اس کے بعد ہم نے ان کی قوموں کی طرف کئی رسول بھیجے تو وہ ان کے پاس

بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ

روشن دلیلیں لائے (لیکن) وہ کفار ایسے نہ تھے کہ اس پر ایمان لے آئیں جسے پہلے جھٹلا چکے ہیں۔ ہم اسی طرح سرکشوں کے دلوں

الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَ هٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۠ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا

پر مہر لگا دیتے ہیں ○ پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا

اہم بات: تبلیغ دین پر اُجرت نہ لی جائے، ہاں! امامت و خطابت، تدریس اور تعلیم قرآن وغیرہ میں جہاں شریعت کی طرف سے اجازت ہے وہ جدا بات ہے لیکن اس میں بھی ممکن ہو تو بغیر پیسے کے کام کرے۔

آیت 73 قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا تو ہم نے حضرت نوح علیہ السلام اور کشتی میں ان کے ساتھیوں کو کفار سے نجات دی اور انہیں ہم نے زمین میں ان کا جانشین بنایا اور جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی انہیں ہم نے غرق کر کے ہلاک کر دیا تو دیکھو ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا لیکن وہ ایمان نہیں لائے اس میں کفار کے لیے عبرت ہے کہ جو لوگ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جھٹلائیں گے ان پر ویسا عذاب آسکتا ہے جیسا حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلانے والوں پر آیا۔

آیت 74 حضرت نوح علیہ السلام کے دور میں صرف مومن باقی رہ گئے اور کافر سب ہلاک ہو گئے مگر ان باقی ماندگان کی اولاد میں جب کفر و شرک پھیل گیا تو ان میں حضرت صالح، حضرت ہود، حضرت ابراہیم، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام اپنے اپنے وقت میں بھیجے گئے۔ ان انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی صداقت پر دلالت کرنے والے واضح دلائل اور عظیم معجزات دے کر بھیجا لیکن ان کی قوم کے لوگ بھی اس پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ ہوئے جسے پہلے یہ جھٹلا چکے تھے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو تکذیب کی وجہ سے غرق کر دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کے دل پر مہر لگا دیتا ہے جو سرکشی اور تکذیب میں ان کی راہ اختیار کرے۔

آیت 75 فرمایا کہ پھر ان رسولوں کے بعد ہم نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا تو انہوں نے ان نشانیوں پر ایمان لانے سے تکبر کیا اور وہ کافر لوگ تھے۔

فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْۤا اِنَّ هٰذَا

تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے○ تو جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو کہنے لگے: بیشک یہ

لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰۤى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَ لَا یُفْلِحُ

کھلا جادو ہے○ موسیٰ نے کہا: کیا تم حق کے بارے میں یہ کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آیا؟ کیا یہ جادو ہے؟ اور جادوگر فلاح

السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا وَ تَكُوْنَ

نہیں پاتے○ انہوں نے کہا: آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ ہمیں اس (دین) سے پھیر دیں جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور

لَكُمَا الْكِبْرِیَآءُ فِی الْاَرْضِ ؕ وَ مَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۸﴾ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ

زمین میں تم دونوں کی بڑائی ہو جائے اور ہم تو تم پر ایمان لانے والے نہیں○ اور فرعون نے کہا: ہر علم والے

بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾

جادوگر کو میرے پاس لے آؤ○ پھر جب جادوگر آگئے تو ان سے موسیٰ نے کہا: ڈال دو جو تم ڈالنے والے ہو○

آیت 76 فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے سے فرعون اور اس کی قوم کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق آیا اور فرعونیوں نے پہچان لیا کہ یہ حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو براہِ نفسانیت کہنے لگے: بیشک یہ کھلا جادو ہے حالانکہ انہیں علم تھا کہ جادو کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ درس: حق بات کے متعلق مختلف الزام لگا کر دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنا، اہل باطل کا پرانا طریق ہے۔

آیت 77 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم حق کے بارے میں یہ کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آیا کہ وہ جادو ہے، کیا یہ جادو ہے؟! حالانکہ اسے لانے والے یعنی خود موسیٰ علیہ السلام کامیاب ہوئے اور حق و باطل کے ایسے معرکے میں کبھی جادوگر فلاح نہیں پاتے۔

آیت 78 فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ ہمیں اس دین سے پھیر دیں جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور زمین مصر میں تم دونوں یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی بادشاہت ہو جائے اور ہم تو تم پر ایمان لانے والے نہیں۔ اہم باتیں: (1) نبی پر بدگمانی کفر ہے۔ فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ بدگمانی کی کہ آپ مصر کی بادشاہت چاہتے ہیں اور اسے حاصل کرنے کے لئے نبوت کا بہانہ بنا رہے ہیں۔ (2) حکمرانوں کی پرانی روش ہے کہ اصلاح قبول کرنے کے بجائے سمجھانے والے پر جھوٹے الزام لگا کر اور اقتدار کا لالچی قرار دے کر اپنی جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔

آیت 79 سرکش و متکبر فرعون نے چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کا مقابلہ باطل سے کرے اور دنیا کو اس مغالطہ میں ڈالے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات معاذ اللہ جادو کی قسم سے ہیں، اس لئے وہ بولا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے ہر علم والے جادوگر کو میرے پاس لے آؤ۔

آیت 80 جب جادوگر آگئے تو ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: جادو کی جو چیزیں رسے شہتیر وغیرہ تم ڈالنے والے ہو میرے

فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ

پھر جب انہوں نے ڈال دیا تو موسیٰ نے کہا: جو تم لائے ہو یہ جادو ہے۔ بیشک اب اللہ اسے باطل کر دے گا۔ اللہ فسادیوں کے

عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَمَآ اٰمَنَ

کام کو نہیں سنوارتا○ اور اللہ اپنے کلمات کے ذریعے حق کو حق کر دکھاتا ہے اگرچہ مجرموں کو ناگوار ہو○ تو فرعون اور اس کے

لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ

درباریوں کے خوف کی وجہ سے موسیٰ پر اس کی قوم میں سے چند لوگوں کے علاوہ کوئی ایمان نہ لایا (اس ڈر سے) کہ فرعون انہیں تکلیف میں ڈال دے گا

وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ

اور بیشک فرعون زمین میں تکبر کرنے والا تھا اور بیشک وہ حد سے گزرنے والوں میں سے تھا○ اور موسیٰ نے کہا: اے میری قوم!

سامنے ڈال دو اور جو تمہیں جادو کرنا ہے کرو۔ یہ آپ علیہ السلام نے اس لئے فرمایا کہ حق و باطل ظاہر ہو جائے اور جادو کے کرشمے جو کرنے والے ہیں ان کا فساد واضح ہو۔

آیت 81 پھر جب انہوں نے اپنے پاس موجود رسیاں اور شہتیر ڈال دیئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: جو تم لائے ہو یہ جادو ہے نہ کہ وہ آیاتِ الٰہیہ جن کو فرعون نے اپنی بے ایمانی سے جادو بتایا۔ بیشک اب اللہ تعالیٰ اسے باطل کر دے گا اور اللہ تعالیٰ فساد والوں کے کام کو نہیں سنوارتا۔

آیت 82 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ، اپنی قضا اور اپنے اس وعدے سے حق کو حق کر دکھاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگروں پر غالب کرے گا اگرچہ مجرموں کو ناگوار ہو۔

آیت 83 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم لوگوں کے ایمان لانے کے لئے بہت کوشش فرماتے اور ان کے اعراض کی وجہ سے مغموم ہوتے۔ آپ کی تسکین کے لئے اس آیت میں بیان فرمایا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اتنا بڑا معجزہ دکھایا پھر بھی فرعون اور اس کے درباریوں کے خوف کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان کی قوم میں سے چند لوگوں کے علاوہ کوئی ایمان نہ لایا اس ڈر سے کہ فرعون انہیں تکلیف میں ڈال دے گا، ایسی حالتیں انبیاءِ کرام علیہم السلام کو پیش آتی رہی ہیں، آپ اپنی امت کے اعراض سے رنجیدہ نہ ہوں۔ مزید فرمایا کہ بیشک فرعون زمین میں تکبر کرنے والا تھا کیونکہ وہ خود کو خدا کہتا تھا اور اس سے بڑھ کر کیا تکبر ہو سکتا ہے اور بیشک وہ حد سے گزرنے والوں میں سے تھا کیونکہ اس نے بندہ ہو کر بندگی کی حد سے گزرنے کی کوشش کی اور الوہیت کا مدعی ہو گیا۔ اہم باتیں: (1) یہاں قوم کی ذریت سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں: (۱) اس سے مراد بنی اسرائیل ہیں جن کی اولاد مصر میں آپ علیہ السلام کے ساتھ تھی یا وہ لوگ ہیں جو قتل ہونے سے بچ رہے تھے (۲) اس سے مراد قوم فرعون کی ذریت ہے۔ (2) حد میں رہنا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ پانی حد سے بڑھ جائے تو طوفان بن جاتا ہے اور آدمی حد سے بڑھ جائے تو شیطان بن جاتا ہے۔

آیت 84 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو، اگر تم مسلمان ہو تو اسی پر

إِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْا إِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝٨٤ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ

اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اگر تم مسلمان ہو تو اسی پر بھروسہ کرو○ انہوں نے کہا: ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝٨٥ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝٨٦

اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا○ اور اپنی رحمت فرما کر ہمیں کافروں سے نجات دے○

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّ

اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے لیے مکانات بناؤ اور اپنے گھروں کو نماز کی جگہ بناؤ اور

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٨٧ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ

نماز قائم رکھو اور مسلمانوں کو خوشخبری سناؤ○ اور موسیٰ نے عرض کی: اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو

بھروسا کرو، وہ اپنے فرمانبرداروں کی مدد کرتا اور دشمنوں کو ہلاک فرماتا ہے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنا کمالِ ایمان کا تقاضا ہے۔

آیت 85، 86 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جواب دیتے ہوئے عرض کی: ہم نے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کیا، اس کے سوا کسی پر بھروسا نہیں کرتے، پھر رب تعالیٰ سے یوں دعا کی: اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا یعنی انہیں ہم پر غالب نہ کر اور ان کے گناہوں کی وجہ سے ہمیں ہلاک نہ فرما تاکہ وہ یہ گمان نہ کریں کہ وہ حق پر ہیں اور یوں سرکشی و کفر میں بڑھ جائیں اور اپنی رحمت فرما کر ہمیں قومِ فرعون کے کافروں کے قبضے سے نجات دے اور ان کے ظلم و ستم سے بچا۔

آیت 87 فرمایا کہ اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون علیہما السلام کو وحی بھیجی کہ اپنی قوم کے لئے مکانات بناؤ اور اپنے گھروں کو نماز کی جگہ بناؤ اور اپنے گھروں میں نماز قائم رکھو تاکہ فرعونیوں کے شر و ایذا سے محفوظ رہو اور اے موسیٰ! مسلمانوں کو مدد و نصرت اور جنت کی خوش خبری سناؤ۔ اہم باتیں: (1) حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا قبلہ، کعبہ شریف تھا۔ (2) گھر بنانا بھی سنتِ انبیاء ہے لیکن شرط یہ ہے کہ فخر کے لئے نہیں بلکہ ضرورت پوری کرنے کے لئے ہو۔ (3) رہنے سہنے کے گھروں میں گھریلو مسجد بنانا جسے مسجدِ بیت کہا جاتا ہے، ایک قدیم طریقہ ہے لہٰذا مسلمان کو گھر کا کوئی حصہ نماز کے لئے پاک و صاف رکھنا چاہئے اور اس میں عورت اعتکاف کرے۔ (4) شریعتِ موسوی میں نماز فرض تھی۔

آیت 88 حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عظیم معجزات دکھانے کے باوجود فرعونی کفر و عناد پر قائم رہے تو آپ نے ان کے خلاف دعا فرمائی: اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں آرائش، عمدہ لباس، قیمتی زیور اور طرح طرح کے سامان دیئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مال و دولت کے ذریعے لوگوں کو تیرے راستے سے بھٹکانے لگے۔ اے ہمارے رب! ان کے مال برباد کر دے کیونکہ وہ تیری نعمتوں پر بجائے شکر کے معصیت کرتے ہیں۔ آپ علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی اور فرعونیوں کے درہم و دینار وغیرہ پتھر ہو کر رہ گئے اور یہ ان 9 نشانیوں میں سے ایک ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھیں۔ جب آپ علیہ السلام ان لوگوں کے

زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ

دنیا کی زندگی میں آرائش اور مال دیدیا، اے ہمارے رب! تاکہ وہ تیرے راستے سے بھٹکا دیں۔ اے ہمارے رب! ان کے مال برباد کردے

وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٨٨﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ

اور ان کے دلوں کو سخت کردے تاکہ وہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں○ (اللہ نے) فرمایا: تم دونوں کی

دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

دعا قبول ہوئی پس تم ثابت قدم رہو اور نادانوں کے راستے پر نہ چلنا○ اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار

الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ

کرادیا تو فرعون اور اس کے لشکروں نے سرکشی اور ظلم سے ان کا پیچھا کیا یہاں تک کہ جب اسے غرق ہونے نے آلیا تو کہنے لگا

ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تب آپ نے ان کے لئے یہ دعا کی کہ "ان کے دلوں کو سخت کردے تاکہ وہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں" اور ایسا ہی ہوا کہ وہ غرق ہونے کے وقت تک ایمان نہ لائے۔ اہم باتیں: (1) مال عام طور پر غفلت کا سبب بنتا ہے، اس لئے مال دار کو اپنے محاسبے کی زیادہ حاجت ہے کہ اس کے مال نے اسے غافل تو نہیں کر دیا۔ (2) دل کی سختی بڑا عذاب ہے، اس کا معنی ہے کہ نصیحت دل پر اثر نہ کرے، گناہوں میں رغبت ہو، گناہ کرنے پر کوئی ندامت نہ ہو اور توبہ کی طرف توجہ نہ ہو۔

آیت 89 ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم دونوں کی دعا قبول ہوئی پس تم ثابت قدم رہو اور ان لوگوں میں سے نہ ہونا جو قبولیت دعا میں دیر ہونے کی حکمتیں نہیں جانتے۔ اہم باتیں: (1) حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے، معلوم ہوا کہ آمین کہنے والا بھی دعا کرنے والا ہی ہوتا ہے۔ (2) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور اس کی مقبولیت کے درمیان 40 برس کا فاصلہ ہوا۔ (3) دعا کی قبولیت میں ضروری نہیں کہ فوراً ہی اس کا اثر ہو جائے بلکہ بعض اوقات حکمتِ الٰہی سے اس میں تاخیر بھی ہو جاتی ہے۔

آیت 90 ﴾ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی دعا قبول فرمائی تو بنی اسرائیل کو ایک معین وقت میں مصر سے روانہ ہونے کا حکم دیا۔ جب فرعون نے سنا کہ بنی اسرائیل اس کا ملک چھوڑنے کے عزم سے نکل گئے ہیں تو وہ ان کے پیچھے روانہ ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ دریا کے کنارے پہنچے اور ادھر فرعون بھی اپنے لشکر کے ساتھ ان کے قریب پہنچ گیا جس سے بنی اسرائیل شدید خوف میں مبتلا ہو گئے کیونکہ سامنے دریا تھا اور پیچھے فرعون کا لشکر، اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر اس طرح انعام فرمایا کہ دریا میں ان کے لئے راستہ ظاہر کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اس میں داخل ہو کر دریا کے پار چلے گئے اور جب فرعون اپنے لشکر سمیت اس دریائی راستے میں داخل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے دریا میں پڑے شگاف کو ملا کر فرعون کو اس کے لشکر سمیت ڈبو دیا۔ ڈوبتے وقت فرعون اس امید پر اپنے ایمان کا اظہار کرنے لگا کہ اللہ تعالیٰ اسے نجات دیدے گا چنانچہ "

اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝۹۰ آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝۹۱ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝۹۲ وَ لَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰی جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ

میں اس بات پر ایمان لایا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمان ہوں ○ (اسے کہا گیا) کیا اب (ایمان لاتے ہو؟) حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمان رہا اور تو فسادی تھا ○ آج ہم تیری لاش کو بچالیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے نشانی بن جائے اور بیشک لوگ ہماری نشانیوں سے ضرور غافل ہیں ○ اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو عزت کی جگہ دی اور انہیں پاکیزہ رزق عطا کیا تو وہ اختلاف میں نہ پڑے مگر علم آنے کے بعد۔ بیشک تمہارا رب قیامت کے دن

ربع

لگا: میں اس بات پر ایمان لایا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں مسلمان ہوں۔

آیت 91 ڈوبتے وقت جب فرعون نے ایمان کا اقرار کیا تو اس سے کہا گیا: کیا اب حالتِ اضطرار میں ایمان لاتا ہے جبکہ غرق میں مبتلا ہو چکا ہے اور زندگی کی امید باقی نہیں رہی حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمان رہا اور تو فسادی تھا، خود گمراہ تھا اور دوسروں کو گمراہ کرتا تھا۔ فرعون پر عذابِ الٰہی شروع ہو چکا تھا اور عذاب میں مبتلا ہو کر ایمان لانا معتبر نہیں ہوتا۔

آیت 92 فرمایا: آج ہم تیری لاش کو دریا سے نکال کر بچالیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے عبرت بن جائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کی ہلاکت کی خبر دی لیکن فرعون کی ہیبت کے باعث انہیں اس کی ہلاکت کا یقین نہ آیا تو دریا نے فرعون کی لاش ساحل پر پھینک دی، بنی اسرائیل نے اسے دیکھ کر پہچانا۔ مزید فرمایا کہ بیشک لوگ ہماری نشانیوں سے ضرور غافل ہیں۔ لہٰذا بعد والے سب لوگ ان نشانیوں سے عبرت حاصل کریں کہ ان واقعات کو بیان کرنے کا یہی مقصد ہے۔

آیت 93 فرمایا کہ بنی اسرائیل کے دریا سے نکلنے اور فرعون کی ہلاکت کے بعد ہم نے انہیں عزت کی جگہ ٹھہرایا اور انہیں پاکیزہ رزق عطا کیا تو وہ اختلاف میں نہ پڑے مگر علم آنے کے بعد۔ اے حبیب! یہودی دنیا میں آپ کی نبوت کے معاملے میں جھگڑ رہے ہیں، قیامت کے دن آپ کا رب ان میں اس طرح فیصلہ کردے گا کہ آپ پر ایمان لانے والوں کو جنت میں داخل اور آپ کا انکار کرنے والوں کو جہنم کے عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔ اہم بات: آیت میں عزت کی جگہ سے یا ملکِ مصر اور فرعون اور فرعونیوں کے املاک مراد ہیں یا سرزمین شام، قدس اور اُردن جو نہایت سرسبز و شاداب اور زرخیز ملک ہیں اور علم سے مراد توارت ہے جس کے معنی میں یہودی آپس میں اختلاف کرتے تھے یا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری ہے کہ

بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ

ان میں اس بات کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ جھگڑتے تھے۔ تو اے سننے والے! اگر تجھے اس میں کوئی شک ہو جو ہم نے تیری طرف اتارا

فَسْــٴَـلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَۚ-لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ

تو ان سے پوچھ لو جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھنے والے ہیں، بیشک تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق آیا تو تو ہرگز

مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۹۴﴾ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۹۵﴾

شک والوں میں نہ ہو۔ اور ہرگز ان میں نہ ہونا جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا ورنہ تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَ لَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰى

بیشک جن لوگوں پر تیرے رب کی بات پکی ہو چکی ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اگرچہ ان کے پاس ہر نشانی آ جائے جب تک

یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۹۷﴾ فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْیَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِیْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ

دردناک عذاب نہ دیکھ لیں گے۔ تو کیوں ایسا نہ ہوا کہ کوئی قوم ایمان لے آتی تا کہ اس کا ایمان اسے نفع دیتا لیکن یونس کی قوم

اس سے پہلے تو سب یہودی آپ کی نبوت پر متفق تھے اور تورات میں جو آپ کی صفات مذکور تھیں ان کو مانتے تھے لیکن تشریف آوری کے بعد اختلاف کرنے لگے، بعض ایمان لائے اور بعض نے حسد و عداوت کی وجہ سے کفر کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ علم سے قرآنِ مجید مراد ہے۔

آیت 94، 95 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ اے سننے والے! اگر تمہیں ان قصوں میں کچھ تردد ہو جو ہم نے اپنے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے واسطے سے تمہیں بیان کئے ہیں تو تم علمائے اہلِ کتاب سے پوچھ لو تا کہ وہ تمہیں سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا اطمینان دلائیں اور آپ کی نعت و صفت جو تورات میں مذکور ہے وہ سنا کر شک دور کر دیں۔ بیشک تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے وہ حق آیا جو اپنے واضح دلائل سے اتنا روشن ہے کہ اس میں شک کی مجال نہیں لہٰذا تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو اور ہرگز ان لوگوں میں سے نہ ہونا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی واضح دلیلوں کو جھٹلایا ورنہ تو اپنی جانوں کو خسارے میں ڈال کر نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔

آیت 96، 97 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ بیشک جن لوگوں پر تیرے رب کی بات پکی ہو چکی یعنی وہ قول ان پر ثابت ہو چکا جو اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا اور ملائکہ کو اس کی خبر دی ہے کہ یہ لوگ کافر مریں گے، وہ جب تک موت کے وقت یا قیامت میں دردناک عذاب نہ دیکھ لیں گے ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ سب نشانیاں ان کے پاس آ جائیں۔

آیت 98 فرمایا کہ ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان بستیوں میں سے جنہیں ہم نے ہلاک کیا، کوئی قوم عذاب کا مشاہدہ کرنے سے پہلے کفر چھوڑ

لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾

جب ایمان لائی تو ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب ہٹا دیا اور ایک وقت تک انہیں فائدہ اٹھانے دیا○

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى

اور اگر تمہارا رب چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا تم لوگوں کو مجبور کرو گے یہاں تک کہ

يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ

مسلمان ہو جائیں؟○ اور کسی جان کو قدرت نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر ایمان لے آئے اور اللہ ان لوگوں پر

اخلاص کے ساتھ توبہ کر کے ایمان لے آتی اور جیسے فرعون نے ایمان لانا مؤخر کیا وہ قوم ایسا نہ کرتی تاکہ اس کا ایمان اسے نفع دیتا کیونکہ اختیار کے وقت میں ایمان لانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کا ایمان قبول کر لیتا لیکن حضرت یونس علیہ السلام کی قوم جب عذاب قریب ہونے کی نشانیاں دیکھ کر ایمان لائی تو ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب ہٹا دیا اور ان کی مدتیں پوری ہونے تک انہیں فائدہ اٹھانے دیا۔ اہم باتیں: (1) حضرت یونس علیہ السلام کی قوم موصل کے علاقے نینویٰ میں رہتی تھی۔ آپ علیہ السلام نے انہیں بت پرستی چھوڑنے کا حکم دیا لیکن انہوں نے آپ کی تکذیب کی، پھر ایک وقت آپ نے انہیں عذاب نازل ہونے کی خبر دی۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے کبھی غلط بات نہیں کہی، دیکھو! اگر وہ رات کو یہاں رہے جب تو اندیشہ نہیں اور اگر انہوں نے رات یہاں نہ گزاری تو سمجھ لینا چاہیے کہ عذاب آئے گا۔ رات ہوئی تو حضرت یونس علیہ السلام وہاں سے تشریف لے گئے اور صبح عذاب کے آثار نمودار ہو گئے، آسمان پر سیاہ رنگ کا ہیبت ناک بادل آیا، بہت سارا دھواں جمع ہوا اور تمام شہر پر چھا گیا۔ یہ دیکھ کر قوم کو عذاب آنے کا یقین ہو گیا اور وہ عورتوں، بچوں اور جانوروں کے ساتھ جنگل کی طرف نکل گئے، سب نے بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری شروع کر دی اور عرض کی کہ جو دین حضرت یونس علیہ السلام لائے ہیں ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اخلاص کے ساتھ مغفرت کی دعائیں کیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا، دعا قبول فرمائی اور عذاب اٹھا دیا گیا۔ (2) نزولِ عذاب کے بعد توبہ قبول نہیں البتہ نزولِ عذاب سے پہلے صرف علاماتِ عذاب کے ظہور کے بعد توبہ قبول ہو سکتی ہے۔

آیت 99 رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خواہش و کوشش کے باوجود جو لوگ ایمان سے محروم رہتے ان کا آپ کو غم ہوتا، اس پر فرمایا گیا: اے حبیب! اگر تمہارا رب چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب ہی ایمان لے آتے لیکن خدا کی مشیت و حکمت یہ نہیں ہے لہٰذا جو لوگ ایمان سے محروم رہ جاتے ہیں ان کا غم نہ کریں۔ آیت میں مزید فرمایا: اے حبیب! آپ کو یہ روا نہیں کہ لوگوں کو ایمان قبول کرنے پر مجبور کریں کیونکہ ایمان تصدیق اور اقرار کا نام ہے اور کسی پر جبر و زبردستی کرنے سے تصدیقِ قلبی حاصل نہیں ہوتی۔ اہم بات: کسی کو جبراً مسلمان بنانا درست نہیں۔

آیت 100 جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو بندہ اپنے اختیار سے ایمان قبول کرتا ہے، اپنے چاہنے کی وجہ سے وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور

عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي

عذاب ڈالتا ہے جو سمجھتے نہیں ○ تم فرماؤ: تم دیکھو کہ آسمانوں اور زمین میں کیا کیا (نشانیاں) ہیں اور نشانیاں اور رسول

الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ

ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں دیتے جو ایمان نہیں لاتے ○ تو انہیں ان لوگوں کے دنوں جیسے (دنوں) کا انتظار ہے جو

خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا

ان سے پہلے گزرے ہیں۔ تم فرماؤ: تو انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں ○ پھر ہم اپنے رسولوں

جب اللہ تعالیٰ ہدایت کا ارادہ نہ کرے تو بندہ اپنی رغبت سے کفر پر رہتا ہے اور اس رغبت کا عذاب پاتا ہے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر عذاب ڈالتا ہے جو آیاتِ الٰہیہ کو سمجھتے نہیں۔ اہم بات: اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بندہ مجبور ہے۔ مجبور کرنے کی بات تب ہو جب آدمی کفر پر اس طرح مجبور ہو جیسے رعشے میں مبتلا آدمی کے ہاتھ کانپتے ہیں کہ وہ اسے کتنا ہی روکنا چاہے روک نہیں پاتا لیکن جب دل میں قبول کرنے کا اختیار موجود ہے لیکن پھر بھی کوئی ایمان قبول نہیں کرتا تو وہ ہر گز مجبور نہیں۔

آیت 101 یہاں سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور قدرت پر زمین و آسمان میں موجود دلائل میں غور و فکر کا حکم دیا گیا، فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان نشانیاں طلب کرنے والے مشرکین سے فرمادیں: تم دل کی آنکھوں سے دیکھو اور غور کرو کہ آسمانوں اور زمین میں توحیدِ باری تعالیٰ کی کیا کیا نشانیاں ہیں، اوپر سورج اور چاند ہیں جو دن اور رات کے آنے کی دلیل ہیں، ستارے ہیں جو طلوع و غروب ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرماتا ہے، زمین میں پہاڑ، دریا، دفینے، نہریں، درخت، نباتات ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے واحد اور ان کا خالق ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ عظمتِ خداوندی، توحیدِ الٰہی اور قدرتِ ربّانی سمجھانے کے لئے یہ دلائل کافی ہیں، اب اگر ان سب دلائل کے باوجود کوئی ایمان نہیں لاتا تو اس کا ارادہ جہنم میں جانے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ یہ نشانیاں اور رسول ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں دیتے جو ایمان نہیں لاتے۔

آیت 102 فرمایا کہ کفار کا طرزِ عمل بتاتا ہے کہ گویا یہ لوگ گزشتہ اُمتوں کے دنوں جیسے دنوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ گزشتہ انبیاء علیہم السلام اپنے زمانوں میں کفار کو اُن دنوں کے آنے سے ڈراتے تھے جن میں مختلف قسم کے عذاب نازل ہوں جبکہ کفار اسے جھٹلاتے اور عذاب نازل ہونے کی جلدی مچاتے تھے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے کے کفار بھی انہی کی روش پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا: ان سے کہہ دو کہ تم انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

آیت 103 فرمایا گیا کہ جب عذاب واقع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ رسول کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرماتا ہے تو

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ

اور ایمان والوں کو نجات دیں گے۔ ہم پر اسی طرح حق ہے کہ ایمان والوں کو نجات دیں○ تم فرماؤ: اے لوگو!

اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اگر تم میرے دین کی طرف سے کسی شبہ میں ہو تو (جان لو کہ) میں ان چیزوں کی عبادت نہیں کروں گا جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو

وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

البتہ میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری جان نکالے گا اور مجھے حکم ہے کہ میں ایمان والوں میں سے رہوں○

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَلَا تَدْعُ

اور یہ کہ ہر باطل سے جدا رہ کر اپنا چہرہ دین کے لئے سیدھا رکھو اور ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہونا○ اور اللہ کے سوا

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

اس کی عبادت نہ کر جو نہ تجھے نفع دے سکے اور نہ تجھے نقصان پہنچا سکے پھر اگر تو ایسا کرے گا تو اس وقت تو ظالموں میں سے ہوگا○

اے حبیب! جیسے ہم نے آپ سے پہلے رسولوں اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات دی ایسے ہی آپ کو، آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں اور آپ کی تصدیق کرنے والوں کو بھی نجات عطا فرمائیں گے۔

آیت 104، 105 ﴾ ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ اہلِ مکہ سے فرمادیں کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی حقیقت اور صحت کی طرف سے کسی شُبہ میں مبتلا ہو اور اس وجہ سے غیر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو تو میں تمہیں اپنے دین کی حقیقت بتا دیتا ہوں کہ میں بتوں کی عبادت نہیں کروں گا جن کی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو کیونکہ بت خود مخلوق ہے اور عبادت کے لائق نہیں البتہ میں اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں جو قادر، مختار، برحق معبود اور مستحقِ عبادت ہے اور مجھے حکم ہے کہ میں ایمان والوں میں سے رہوں اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہر باطل سے جدا رہ کر دینِ حق پر استقامت کے ساتھ قائم رہوں اور ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہوں۔

آیت 106 ﴾ اس آیت میں بظاہر خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ہے لیکن مراد آپ کا غیر ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کبھی کسی کی عبادت نہیں کی تو آیت کا معنی یہ ہے کہ اے انسان! اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس کا شریک بنا کر عبادت نہ کر جو عبادت کرنے اور پکارنے کے باوجود تجھے کوئی نفع نہ دے سکے اور اگر تو اس کی عبادت کرنا، اسے پکارنا چھوڑ دے تو وہ تجھے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے اور اگر میرے منع کرنے کے باوجود تو نے ایسا کیا تو، تو اپنی جان پر ظلم کرنے والوں میں سے ہوگا۔

وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾

اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی تکلیف کو دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا نہیں۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنا فضل پہنچاتا ہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے○

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَ مَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾

تم فرماؤ: اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا تو جو ہدایت حاصل کرلے تو وہ اپنے فائدے کے لئے ہی ہدایت حاصل کرتا ہے اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے تو اپنے ہی نقصان کو گمراہ ہوتا ہے اور میں تم پر کوئی نگران نہیں○

وَ اتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَ اصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚۖ وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ ع

اور اس وحی کی پیروی کرو جو آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے اور صبر کرتے رہو حتّٰی کہ اللہ فیصلہ فرمادے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے○

آیت 107 فرمایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے نقصان کا ارادہ فرمائے تو کوئی اس نقصان کو ٹال کر نفع نہیں پہنچا سکتا اور اگر اللہ تعالیٰ وسعت وآسانی کا ارادہ فرمائے تو اس کے رزق کو روکنے والا کوئی نہیں، وہی نفع نقصان کا مالک ہے، تمام کائنات اسی کی محتاج ہے، وہی ہر چیز پر قادر اور جود وکرم والا ہے، بندوں کو اس کی طرف رغبت، اس کا خوف اور اسی پر بھروسا کرنا چاہئے، نفع وضرر جو کچھ ہے وہی اسے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے اور وہی اپنے بندوں کے گناہوں کو چھپانے والا اور ان پر مہربان ہے۔

آیت 108 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم فرماؤ کہ اے اہلِ مکہ! تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن اور اس کا رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے ہیں تو ان سے جو ہدایت حاصل کرلے تو وہ اپنے فائدے کے لئے ہدایت حاصل کر رہا ہے کہ اس کی ہدایت کا ثواب اسے ہی ملے گا اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے تو وہ اپنے ہی نقصان کو گمراہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی گمراہی کا عذاب اسے ہی ہوگا، میں تم پر کوئی نگران نہیں کہ تمہیں ہدایت حاصل کرنے پر مجبور کروں۔

آیت 109 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اللہ تعالیٰ آپ کی طرف جو وحی فرماتا ہے آپ اسی کی پیروی کریں اور آپ کی قوم کے کفار کی طرف سے آپ کو جو اذیت پہنچتی ہے اس پر صبر کرتے رہیں حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو غلبہ عطا فرما کر ان کے خلاف آپ کی مدد کا فیصلہ فرمائے اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

هُوْدٍ

مکیۃ ۵۲ ۔ رکوعاتھا ۱۰

سورۂ ہود مکیہ ہے، اس میں ایک سو تئیس آیتیں اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓرٰ ۫ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍۙ ۝۱ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌۙ ۝۲ وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا

الٓرٰ، یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت بھری ہیں پھر انہیں حکمت والے، خبردار کی طرف سے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو، بیشک میں تمہارے لیے اس کی طرف سے ڈر اور خوشی کی خبریں دینے والا ہوں۔ اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف

سورۂ ہود کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ آیت "وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ" کے علاوہ اور مقاتل نے کہا کہ آیت "فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ"، "اُولٰٓىِٕكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ" اور "اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ" کے علاوہ باقی پوری سورت مکی ہے۔ اس میں 10 رکوع اور 123 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی آیت 50 تا 60 میں حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم عاد کا واقعہ ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "ہود" رکھا گیا۔ سورۂ ہود کے بارے میں حدیث پاک: ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن سورۂ ہود پڑھا کرو (شعب الایمان، حدیث: 2438) **خلاصۂ مضامین:** سورۂ ہود میں توحید، رسالت، مرنے کے بعد زندہ کیے جانے، بروزِ قیامت جزا ملنے، قرآن کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کا دلائل سے بیان، آسمان و زمین میں موجود منافع پیدا کرنے کی حکمت، مصیبت اور آسانی میں مومن اور کافر کی فطرت کا موازنہ، دین پر استقامت، نماز کو اس کے اوقات میں قائم کرنے اور نیک اعمال پر صبر کرنے کا حکم، حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم عاد، حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مہمان فرشتوں، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعات اور ان سے حاصل ہونے والی عبرت و نصیحت نیز دین کی دعوت سے اعراض کرنے والوں کو عذاب کی وعید اور متقی لوگوں کے اچھے انجام کا بیان ہے۔

آیت 2،1 ارشاد فرمایا: "الٓرٰ" ۔ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ مزید فرمایا: یہ قرآن ایک کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت بھری ہیں۔ بعض مفسرین نے اُحْكِمَتْ کے یہ معنی بیان فرمائے کہ ان کی عبارت مستحکم اور پائیدار ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اس میں کوئی نقص اور خلل راہ نہیں پا سکتا جیسے کوئی مضبوط اور پختہ عمارت ہو۔ مزید فرمایا: پھر انہیں حکمت والے اور خبردار کی طرف سے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یعنی سورت سورت اور آیت آیت جدا جدا ذکر کی گئیں یا علیحدہ علیحدہ نازل ہوئیں یا عقائد و احکام، مواعظ، واقعات اور غیبی خبریں ان میں تفصیل بیان فرمائی گئیں۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ اے حبیب! لوگوں سے کہہ دیں کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور یہ بھی فرما دیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں کفر اور گناہوں پر عذاب کی خبریں سنانے اور ایمان لانے پر اجر و ثواب کی خوش خبری دینے والا ہوں۔

آیت 3 فرمایا گیا کہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم لوگوں کو یہ حکم دیں کہ تم اللہ تعالیٰ سے اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگو اور آئندہ گناہ

اِلَيۡهِ يُمَتِّعۡكُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤۡتِ كُلَّ ذِىۡ فَضۡلٍ فَضۡلَهٗ‌ ؕ وَاِنۡ تَوَلَّوۡا

توبہ کرو تو وہ تمہیں ایک مقررہ مدت تک بہت اچھا فائدہ دے گا اور ہر فضیلت والے کو اپنا فضل عطا فرمائے گا اور اگر تم منہ پھیرو

فَاِنِّىۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ كَبِيۡرٍ ۝ اِلَى اللّٰهِ مَرۡجِعُكُمۡ‌ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۝

تو میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔ اللہ ہی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

اَلَاۤ اِنَّهُمۡ يَثۡنُوۡنَ صُدُوۡرَهُمۡ لِيَسۡتَخۡفُوۡا مِنۡهُ‌ ؕ اَلَا حِيۡنَ يَسۡتَغۡشُوۡنَ ثِيَابَهُمۡ ۙ

سن لو! بیشک وہ لوگ اپنے سینوں کو دوہرا کرتے ہیں تاکہ اللہ سے چھپ جائیں۔ سن لو! جس وقت وہ اپنے کپڑوں سے سارا بدن ڈھانپ لیتے ہیں

يَعۡلَمُ مَا يُسِرُّوۡنَ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ‌ ۚ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ۝

اس وقت بھی اللہ ان کا چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے، بیشک وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے۔

کرنے سے توبہ کرو، تو اللہ تعالیٰ تمہیں کثیر رزق اور وسعتِ عیش عطا فرمائے گا جس کی وجہ سے تم امن وراحت کی حالت میں زندگی گزارو گے اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہوگا، اگر دنیا میں تمہیں کسی مشقت کا سامنا ہوا بھی تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہونے کی وجہ سے یہ تمہارے درجات کی بلندی کا سبب ہوگی۔ مزید فرمایا: اور ہر فضیلت والے کو اپنا فضل عطا فرمائے گا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس نے دنیا میں نیک عمل کئے ہوں آخرت میں اللہ تعالیٰ اسے اجر وثواب عطا فرمائے گا یا یہ معنی ہیں کہ جس کی دنیا میں نیکیاں زیادہ ہوں گی اس کی نیکیوں کی وجہ سے جنت میں درجات بھی زیادہ ہوں گے کیونکہ اعمال کے مطابق جنت کے درجات ملیں گے۔ آخر میں فرمایا کہ اور اگر تم منہ پھیرو تو میں تم پر بڑے دن یعنی قیامت کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔ اہم باتیں: (1) پچھلے گناہوں سے معافی مانگنا استغفار ہے اور ان پر شرمندہ ہو کر آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرنا توبہ ہے۔ (2) اخلاص کے ساتھ توبہ واستغفار کرنا درازیٔ عمر اور رزق میں وسعت کے لئے بہترین عمل ہے۔

آیت 4 فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف آخرت میں تمہارا لوٹنا ہے، وہاں نیکیوں اور بدیوں کی جزا و سزا ملے گی اور وہ ہر شے میں تمہیں روزی دینے، موت دینے، موت کے بعد زندہ کرنے اور ثواب وعذاب سب پر قادر ہے۔

آیت 5 شانِ نزول: (1) اخنس بن شریق بہت شیریں گفتار شخص تھا، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے آتا تو بہت خوشامد کی باتیں کرتا اور دل میں بغض وعداوت چھپائے رکھتا، اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے سینوں میں عداوت چھپائے رکھتے ہیں جیسے کپڑے کی تہ میں کوئی چیز چھپائی جاتی ہے۔ (2) بعض منافقین کی عادت تھی کہ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سامنا ہوتا تو سینہ اور پیٹھ جھکاتے، سر نیچا کرتے اور چہرہ چھپا لیتے تاکہ انہیں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نہ دیکھ پائیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ

اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمۂ کرم پر نہ ہو اور وہ ہر ایک کے ٹھکانے اور سپرد کئے جانے کی جگہ کو جانتا ہے۔

كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّ

سب کچھ ایک صاف بیان کرنے والی کتاب میں موجود ہے ○ اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا اور

كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ

اس کا عرش پانی پر تھا (تمہیں پیدا کیا) تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے اور اگر تم کہو:

مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

(اے لوگو!) تمہیں مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا تو کافر ضرور کہیں گے کہ یہ (قرآن) تو کھلا جادو ہے ○

آیت 6 فرمایا کہ زمین پر چلنے والا کوئی جاندار خواہ انسان ہو یا حیوان، ایسا نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر نہ ہو اور وہ ہر ایک کے ٹھکانے اور سپرد کئے جانے کی جگہ کو جانتا ہے۔ جانداروں، ان کے رزق، ان کے ٹھہرنے اور سپرد کئے جانے کی جگہ یہ سب بیان کرنے والی کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں موجود ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مُسْتَقَرّ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں بندہ دن یا رات گزارتا ہے اور مُسْتَوْدَع وہ جگہ ہے جہاں مرنے کے بعد دفن کیا جائے گا۔ اہم باتیں: (1) جانداروں کو رزق دینا اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں۔ ہاں! انہیں رزق دینا اور ان کی کفالت کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم پر لازم فرمالیا ہے اور وہ اس کے خلاف نہیں فرماتا۔ (2) "بھول جانا" اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے، لوحِ محفوظ میں ہر چیز کا لکھنا بہت سی حکمتوں سے ہے جیسے یہ کہ لوحِ محفوظ دیکھنے والے فرشتے، اولیاء اس پر اطلاع پائیں۔ (3) آیت میں لوحِ محفوظ کو مُبِین یعنی بیان کرنے والی اس لئے فرمایا کہ وہ خاص بندوں پر علوم غیبیہ بیان کرتی ہے۔

آیت 7 فرمایا کہ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پہلے عرش الٰہی پانی پر تھا یعنی عرش کے نیچے پانی کے سوا کوئی مخلوق نہ تھی۔ آسمان و زمین اور ان میں تمہارے جو منافع اور مصالح ہیں، انہیں پیدا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ان نعمتوں کی وجہ سے نیک و بد میں امتیاز ہو جائے اور اے حبیب! اگر آپ اپنی قوم کے کفار سے فرمائیں کہ اے لوگو! تمہیں مرنے کے بعد حساب اور جزا کے لئے اٹھایا جائے گا تو کافر ضرور کہیں گے کہ یہ قرآن شریف جس میں مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا بیان ہے یہ تو کھلا جادو یعنی باطل اور دھوکا ہے۔ اہم باتیں: (1) آسمانوں کی پیدائش دو دن میں، زمین کی پیدائش دو دن میں اور حیوانات، درخت وغیرہ کی پیدائش دو دن میں ہوئی اور دن سے مراد اتنا وقت ہے، ورنہ اس وقت دن نہ تھا، مفسرین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ چھ دنوں سے مراد چھ ادوار ہیں۔ (2) یہ آیت کئی اعتبار سے قدرتِ الٰہی کی عظمت اور کمال پر دلالت کرتی ہے مثلاً عرش جو کہ تمام مخلوقات سے بڑا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان کے اوپر قائم کیا ہوا ہے، اس کے نیچے کوئی ستون ہے نہ اوپر کوئی اور علاقہ۔

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ

اور اگر ہم ان سے کچھ گنتی کی مدت تک کے لئے عذاب میں دیر کر دیں تو ضرور کہیں گے: کس چیز نے روکا ہوا ہے؟ خبردار جس دن

يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۠ وَلَئِنْ

وہ عذاب ان پر آئے گا تو ان سے پھیرا نہیں جائے گا اور جس (عذاب) کا وہ مذاق اڑاتے تھے وہی ان کو گھیرے ہوئے ہوگا ○ اور اگر

اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ○ وَلَئِنْ

ہم انسان کو اپنی کسی رحمت کا مزہ دیں پھر وہ رحمت اس سے چھین لیں تو بیشک وہ بڑا مایوس اور ناشکرا (ہو جاتا) ہے ○ اور اگر

اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ

ہم مصیبت کے بعد جو اسے پہنچی ہو اسے نعمت کا مزہ دیں تو ضرور کہے گا کہ برائیاں مجھ سے دور ہو گئیں بیشک وہ (اس وقت) بہت خوش

فَخُوْرٌ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ○

ہونے والا، فخر و تکبر کرنے والا ہو جاتا ہے ○ مگر جنہوں نے صبر کیا اور اچھے کام کیے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے ○

آیت 8 یہاں کفار کی ایک باطل گفتگو کا ذکر ہے، جب ان سے وہ عذاب مؤخر ہوا جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں وعدہ دیا تھا تو وہ تکذیب واستہزا کے طور پر کہنے لگے کہ کس وجہ سے ہم سے عذاب روک دیا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں جواب دیا کہ جب وہ وقت متعین آجائے گا تو ہم وہ عذاب ان پر نازل کر دیں گے جس کا یہ مذاق اڑا رہے ہیں اور وہ عذاب ان سے پھیرا نہ جائے گا بلکہ ان سب کو گھیر لے گا۔

آیت 9 فرمایا کہ اگر ہم انسان کو اپنی کسی رحمت کا مزہ چکھائیں، صحت، امن، وسعتِ رزق اور دولت عطا کریں پھر یہ سب اس سے چھین لیں اور مصائب میں مبتلا کر دیں تو بیشک وہ دوبارہ اس نعمت کے پانے سے مایوس ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی امید ختم کر لیتا ہے، صبر و رضا پر ثابت قدم نہیں رہتا اور گزشتہ نعمت کی ناشکری کرتا ہے۔ اہم بات: ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں "اَلْاِنْسَانَ" سے مراد مُطلق انسان ہے پھر (آیت نمبر 11 میں) اس سے صبر کرنے والے اور نیک مسلمانوں کا استثنا فرمایا۔ اس صورت میں لفظ "اَلْاِنْسَانَ" میں مومن اور کافر دونوں داخل ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ "اَلْاِنْسَانَ" سے کافر انسان مراد ہے۔

آیت 10 ارشاد فرمایا: اگر ہم انسان کو اس مصیبت کے بعد جو اسے پہنچی ہو نعمت کا مزہ چکھائیں، بیماری کے بعد صحت، تنگی کے بعد آسانی اور فقیری کے بعد مال و دولت کی وسعت عطا کریں تو وہ یہ تو کہتا ہے کہ جو مصیبتیں مجھے پہنچیں وہ اب مجھ سے دور ہو گئیں لیکن شکر گزار ہونے اور حقِ نعمت ادا کرنے کے بجائے خوشی میں پھولتا پھرتا اور فخر و تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اہم بات: شیخی کی خوشی منع ہے جبکہ شکریہ کی خوشی عبادت ہے کیونکہ شیخی کی خوشی میں نظر اپنی ذات پر اور شکریہ میں توجہ ربِّ کریم کی طرف ہوتی ہے۔

آیت 11 فرمایا: لیکن وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور اچھے کام کئے تو وہ ان کی طرح نہیں ہیں، کیونکہ انہیں جب کوئی مصیبت پہنچی تو

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ

تو کیا تمہاری طرف جو وحی بھیجی جاتی ہے تم اس میں سے کچھ چھوڑ دو گے اور اس پر تمہارا دل اس وجہ سے تنگ ہو جائے گا کہ وہ کہتے ہیں:

عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾

ان پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اترا یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آتا؟ تم تو ڈر سنانے والے ہو، اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے ○

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ

کیا یہ کہتے ہیں: یہ قرآن نبی نے خود ہی بنالیا ہے۔ تم فرماؤ: (اگر یہ بات ہے) تو تم (بھی) ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور اگر تم سچے ہو تو

انہوں نے صبر سے کام لیا اور کوئی نعمت ملی تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، جو ایسے اوصاف کے حامل ہیں ان کے لئے گناہوں سے بخشش اور بڑا ثواب یعنی جنت ہے۔ درس: نعمت چھن جانے پر صبر، راحت ملنے پر شکر اور بہر صورت اطاعتِ الٰہی میں رہنا مومن کی شان ہے۔ حدیث پاک میں ہے: جو صبر کرنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق عطا فرمادے گا اور صبر سے بہتر اور وسعت والی عطا کسی پر نہیں کی گئی۔ (مسلم، حدیث: 1053)

آیت 12 **شانِ نزول:** عبد اللہ بن اُمیہ مخزومی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ سچے رسول اور آپ کا خدا ہر چیز پر قادر ہے تو اس نے آپ پر خزانہ کیوں نہیں اُتارا یا آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا جو آپ کی رسالت کی گواہی دیتا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے حبیب! تو کیا تمہاری طرف جو وحی بھیجی جاتی ہے تم اس میں سے کچھ چھوڑ دو گے اور کفار کے اسے ہلکا جاننے کی وجہ سے انہیں نہ پہنچاؤ گے اور کفار پر اس کی تلاوت کرنے میں تمہارا دل اس وجہ سے تنگ ہو جائے گا کہ وہ کہتے ہیں: ان پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اترا یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آتا جو ان کی تصدیق کرے؟ تم تو ڈر سنانے والے ہو لہٰذا تم پر صرف تمام پہنچا دینا لازم ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے تو وہ انہیں بدلہ دے گا۔ **اہم بات:** امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا وحی اور تنزیل میں خیانت کرنا اور وحی کی بعض چیزوں کو ترک کر دینا ممکن نہیں کیونکہ اگر یہ بات ممکن مانیں تو ساری شریعت مشکوک ہو جائے گی اور نبوت میں طعن لازم آئے گا نیز رسالت سے اصل مقصود ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام بندوں تک پہنچا دیئے جائیں اور جب ایسا نہ ہو تو رسالت سے جو فائدہ مطلوب تھا وہ حاصل ہی نہ ہو گا، اس لئے اس آیت کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے بلکہ مقصود یہ بتانا ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ساری وحی کی تبلیغ کریں گے تو کفار کی طرف سے طعن و تشنیع اور مذاق اڑانے کا خدشہ ہے اور اگر بتوں کی مذمت والی آیات نہ بیان کریں گے تو کفار آپ کا مذاق تو نہ اڑائیں گے لیکن وحی میں خیانت لازم آئے گی، چونکہ وحی میں خیانت کرنے کے مقابلے میں کفار کے طعن و تشنیع کو برداشت کر لینا آسان ہے لہٰذا آپ وحی میں خیانت کی خرابی سے دور رہتے ہوئے کفار کے طعن و تشنیع کی خرابی کو برداشت کر لیں۔

آیت 13 فرمایا کہ کیا کفارِ مکہ قرآنِ کریم کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ قرآن خود ہی بنالیا ہے۔ اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ اگر یہ بات ہے تو تم بھی ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ کیونکہ انسان اگر ایسا کلام بنا سکتا ہے تو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٣﴾ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ

اللہ کے سوا جو مل سکیں سب کو بلا لو ○ تو اگر وہ تمہاری اس بات کا جواب نہ دے سکیں تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کے علم ہی سے اتارا گیا ہے

وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٤﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ

اور (جان لو) کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو کیا اب تم مانو گے ○ جو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہو تو ہم دنیا میں انہیں

اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿١٥﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ

ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے اور انہیں دنیا میں کچھ کم نہ دیا جائے گا ○ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں

اس کے مثل بنانا تمہاری طاقت سے باہر نہ ہو گا، اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ کلام انسان کا بنایا ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا جو مل سکیں سب کو اپنی مدد کے لئے بلا لو۔ اہم بات: قرآنِ مجید نے اپنی مثل کلام بنا کر پیش کرنے کا چیلنج کئی طرح سے دیا ہے: (1) پورے قرآن کی مثل لانے کا چیلنج (2) دس سورتوں کی مثل لانے کا چیلنج (3) ایک سورت کی مثل لانے کا چیلنج۔

آیت 14 ارشاد فرمایا: تو اے مسلمانو! اگر کفار تمہارے اس چیلنج کا جواب نہ دے سکیں اور دس سورتوں کی مثل پیش کرنے سے عاجز رہیں تو تم اپنے اس علم پر ثابت قدم رہو کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا ہی کلام ہے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو کیا اب تم مانو گے اور یقین رکھو گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ دوسری تفسیر کے مطابق یہاں کافروں سے فرمایا گیا کہ اے کافرو! اگر تمہارے مددگار تمہیں کوئی جواب نہ دے سکیں اور تمہاری کوئی مدد نہ کر سکیں تو سمجھ لو کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے علم ہی سے اترا گیا ہے، کسی نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں باندھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر اسے نازل فرمایا ہے اور جان لو کہ جس اللہ نے قرآن نازل فرمایا ہے وہی عبادت کے لائق ہے، جن بتوں کو تم پوجتے ہو وہ عبادت کے لائق ہرگز نہیں تو کیا تم اسلام قبول کرو گے اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے؟

آیت 15 فرمایا کہ جو اپنے نیک اعمال سے دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہو اور اپنی کم ہمتی سے آخرت پر نظر نہ رکھتا ہو تو جو اعمال انہوں نے طلبِ دنیا کے لئے کئے ہیں ہم ان کا اجر صحت، دولت، وسعتِ رزق وغیرہ سے دنیا ہی میں پورا کر دیں گے اور طلبِ دنیا کے لئے کئے ہوئے اعمال کے اجر میں کمی نہ کریں گے بلکہ ان اعمال کا پورا اور کامل اجر دیں گے۔ اہم بات: جو لوگ طلبِ دنیا کی خاطر نیک اعمال کرتے ہیں انہیں ان اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ باقی نہیں رہتا۔

آیت 16 ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور دنیا میں جو کچھ نیک اعمال انہوں نے کئے وہ سب آخرت میں برباد ہو گئے، ان کا کوئی ثواب نہیں اور ان کے اعمال باطل ہیں۔ امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ آیت مشرکین کے بارے میں ہے کہ اگر وہ صلہ رحمی کریں، محتاجوں کو دیں، پریشان حال کی مدد کریں یا اس طرح کی کوئی اور نیکی کریں تو اللہ تعالیٰ وسعتِ رزق وغیرہ سے اُن کے عمل کی جزا دنیا ہی میں دے دیتا ہے اور آخرت میں اُن کے لئے کوئی حصہ نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی، منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ جہادوں میں مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لئے

اِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١٦ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى

آگ کے سوا کچھ نہیں اور دنیا میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب برباد ہو گیا اور ان کے اعمال باطل ہیں○ تو کیا وہ جو اپنے رب کی

بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ

طرف سے روشن دلیل پر ہو اور اللہ کی طرف سے اس پر ایک گواہ آئے اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہو جو پیشوا اور رحمت ہے۔

اُولٰٓىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ

وہ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور تمام گروہوں میں سے جو اس کا انکار کرے تو آگ اس کا وعدہ ہے۔ تو اے سننے والے! تجھے اس کے

فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝١٧ وَ مَنْ اَظْلَمُ

بارے میں کوئی شک نہ ہو۔ بیشک یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے○ اور اس سے بڑھ کر

شامل ہوتے تھے کیونکہ وہ آخرت کے ثواب کا یقین نہ رکھتے تھے۔ اہم بات: ایمان کے بغیر کوئی نیکی رب تعالیٰ کے نزدیک قبول نہیں،

اعمال کے لئے ایمان شرطِ قبول ہے۔

آیت 17 ان لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جو اپنے اعمال سے اللہ کی رضا و خوشنودی کے طالب ہیں، فرمایا گیا کہ جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو، اس روشن دلیل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک گواہ بھی آئے اور اس کی صحت کی گواہی دے، کیا وہ اس کی طرح ہو سکتا ہے جو دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتا ہو، نہیں! ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ مزید فرمایا: قرآن نازل ہونے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مبعوث فرمائے جانے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات ان کے لئے پیشوا اور رحمت تھی کہ وہ لوگ دینی اور شرعی معاملات میں اس کی طرف رجوع کرتے تھے نیز تورات گمراہوں کو ہدایت کی راہ دکھاتی تھی اور ان اوصاف کے حامل افراد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور یہودی، عیسائی، مجوسی، وغیرہ تمام کفار اور دیگر ادیان کو ماننے والوں میں سے جو کوئی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن پر ایمان نہ لائے گا تو آخرت میں آگ اس کا وعدہ ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں روشن دلیل سے وہ دلیل عقلی مراد ہے جو اسلام کی حقانیت پر دلالت کرے اور اس شخص سے جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو وہ یہودی مراد ہیں جو اسلام سے مشرف ہوئے جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور گواہ سے مراد قرآنِ پاک ہے۔ آیت میں مزید فرمایا: اے سننے والے! اس دین کے صحیح ہونے اور قرآن کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کے بارے میں شک نہ کر، بیشک یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ اس قرآن کی تصدیق نہیں کرتے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے سننے والے! تو اس بات میں شک نہ کر کہ دیگر ادیان کو ماننے والوں میں سے جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان نہ لائے گا تو آخرت میں اس کا وعدہ آگ ہے لیکن اکثر لوگ اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ کفار کے لئے آگ کا وعدہ ہے۔

آیت 18 کفارِ مکہ کہتے تھے کہ بارگاہِ الٰہی میں بت اُن کی شفاعت کریں گے اور یہ بت اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں نیز وہ اللہ تعالیٰ کے

مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ

ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟ یہ لوگ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے اور گواہی دینے والے کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں

الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿۱۸﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا۔ خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو○ وہ جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں

وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ

اس میں ٹیڑھاپن تلاش کرتے ہیں اور وہی لوگ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں○ وہ زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہیں

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ

اور اللہ کے سوا ان کے کوئی مددگار بھی نہیں ہیں۔ ان کے لئے عذاب کو کئی گنا بڑھا دیا جائے گا۔ وہ نہ تو سن سکتے تھے

السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

اور نہ دیکھتے تھے○ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈال دیا اور ان سے ان کے بہتان

وقف لازم

لئے اولاد مانتے تھے اور یہ اللہ پر صریح جھوٹ تھا، اس پر ان کی مذمت میں فرمایا گیا کہ لوگوں میں سے اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور اس کے لئے شریک و اولاد بتائے، یہ جھوٹ باندھنے والے لوگ جب قیامت کے دن اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے تو اُن سے اُن کے دنیوی اَعمال دریافت کئے جائیں گے، انبیاءِ کرام اور ملائکہ علیہم السلام اُن کے خلاف گواہی دیں گے اور کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا۔ خبردار! ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

آیت 19 فرمایا کہ ان ظالموں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے اور حق کی پیروی کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ اسلام کے خلاف شکوک و شُبہات ڈالنے، واضح دلائل میں ٹیڑھاپن تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ **اہم بات:** اس آیت میں وہ کفار و مشرکین بھی شامل ہیں جو ایمان کا سیدھا راستہ چھوڑ کر کفر والا ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہیں اور وہ مُرتدین بھی شامل ہیں جو قرآن کی معنوی تحریف کر کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور عام مسلمانوں کے خلاف راستہ اختیار کرتے ہیں۔

آیت 20 فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ ان پر عذاب کرنا چاہے تو وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ اور ملک میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے کوئی مددگار بھی نہیں جو ان کی مدد کریں اور انہیں عذاب سے بچائیں۔ لوگوں کو راہِ خدا سے روکنے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنے کی وجہ سے ان کا عذاب کئی گنا بڑھا دیا جائے گا۔ وہ حق سننے سے بہرے ہو گئے تو کوئی بھلائی کی بات سن کر نفع نہیں اُٹھاتے اور نہ آیاتِ قدرت کو دیکھ کر فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

آیت 21 کفارِ مکہ نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بدلے بتوں کی عبادت اختیار کر کے اور دین کو دنیا کے بدلے بیچ کر اپنی جانوں کو خسارے میں ڈال دیا کیونکہ انہوں نے عزت والی چیز دے کر ذلت والی چیز کو اپنایا، یہ دنیا کا خسارہ ہے اور آخرت کا خسارہ یہ ہو گا کہ وہ

يَفْتَرُوْنَ ﴿٢١﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿٢٢﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

گھڑ رکھے تھے۔ یہ لوگ لازمی طور پر آخرت میں سب سے زیادہ نقصان میں ہوں گے۔ بیشک جو ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٣﴾

انہوں نے اچھے عمل کیے اور انہوں نے اپنے رب کی طرف رجوع کیا تو یہی لوگ جنتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَ الْاَصَمِّ وَ الْبَصِيْرِ وَ السَّمِيْعِ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ

دونوں فریقوں کا حال ایسا ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا دیکھنے والا اور سننے والا۔ کیا ان دونوں کی حالت برابر ہے؟ تو کیا تم

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ ۫ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٥﴾ ع ٢

نصیحت نہیں مانتے؟ اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا (انہوں نے فرمایا) میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

ذلت والی چیز بھی ہلاک ہو جائے گی اور اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے گا۔

آیت 22 فرمایا کہ کفار مکہ لازمی طور پر آخرت میں سب سے زیادہ نقصان میں ہوں گے کیونکہ عزت و رفعت عطا کرنے والا دین یعنی اسلام قبول کرنے پر آخرت میں انہیں جنت اور اس کی دائمی نعمتیں حاصل ہو تیں لیکن وہ بتوں کی عبادت پر راضی ہوئے، آخرت میں جنتی منازل اور اس کی نعمتوں کو بیچ کر جہنمی منازل اور اس کے دائمی عذابات کو خرید لیا۔

آیت 23 اہل ایمان کے دنیوی حالات اور اخروی فوائد کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا گیا کہ بیشک وہ لوگ جو ایمان لاتے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور عبادت کی ادائیگی کے وقت ان کے دل ذکر الٰہی سے مطمئن ہوتے ہیں اور اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف متوجہ نہیں ہوتے یا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ثواب و عذاب کا جو وعدہ فرمایا ہے اس کی سچائی پر ان کے دل مطمئن ہیں۔ آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے اور اس بات سے ڈرتے رہے کہ کہیں ان کے اعمال میں کوئی نقص یا کمی نہ رہ گئی ہو تو یہی لوگ جنتی ہیں اور وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

آیت 24 کافر و مومن کا ذکر فرمانے کے بعد اب ایک مثال سے ان کی مزید وضاحت کی جا رہی ہے، فرمایا گیا کہ دونوں فریقوں یعنی کافر اور مومن کا حال ایسا ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا دیکھنے اور سننے والا۔ کافر اس کی مثل ہے جو اندھا اور بہرا ہے اور یہ ناقص ہے جبکہ مومن اس کی مثل ہے جو دیکھتا اور سنتا ہے، یہ کامل ہے اور حق و باطل میں امتیاز رکھتا ہے، اس لئے ہرگز ان دونوں کی حالت برابر نہیں۔ تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے؟

آیت 25 اس آیت سے حضرت نوح علیہ السّلام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان ہو رہا ہے، فرمایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السّلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت اور اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا صریح ڈر سنانے والا ہوں۔ اہم بات: حضرت نوح علیہ السّلام کا واقعہ اس سے پہلے سورۂ اعراف اور سورۂ یونس میں گزر چکا ہے، یہاں مزید تفصیلات کے ساتھ دوبارہ بیان فرمایا گیا۔

اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ (۲۶) فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ

کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بیشک میں تم پر ایک دردناک دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں ۝ تو اس کی قوم کے کافر سردار

كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ

کہنے لگے: ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی سمجھتے ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ہمارے سب سے کمینے لوگوں نے

اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِۚ وَ مَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ (۲۷)

سرسری نظر دیکھ کر بغیر سوچے سمجھے کرلی ہے اور ہم تمہارے لئے اپنے اوپر کوئی فضیلت نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں ۝

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ اٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ

فرمایا: اے میری قوم! بھلا بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی ہو

آیت 26 حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! اگر تم خالصتاً اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی وحدانیت کا اقرار نہ کروگے اور ان بتوں سے کنارہ کشی اختیار نہ کروگے تو مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دردناک دن کا عذاب نہ آجائے۔ اہم باتیں: (1) دردناک دن سے مراد قیامت کا دن یا طوفان آنے کا دن ہے۔ (2) آپ علیہ السلام کی عمر ایک ہزار 50 سال ہوئی۔ اس کے علاوہ عمر شریف کے متعلق اور بھی قول ہیں۔

آیت 27 جب حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو عبادتِ الٰہی کی دعوت دی تو قوم کے کافر سرداروں نے تین شُبہات وارد کرکے حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت میں طعن کیا، کہنے لگے: (1) ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا بشر سمجھتے ہیں (2) اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف کمینے لوگوں نے سرسری نظر دیکھ کر بغیر سوچے سمجھے کرلی ہے (3) اور ہم تمہارے لئے اپنے اوپر مال اور ریاست میں کوئی فضیلت نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں نبوت کے دعویٰ میں اور تمہاری پیروی کرنے والوں کو اس کی تصدیق میں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) نبی کو اپنے جیسا بشر کہنے کی گمراہی میں مبتلا ہو کر بہت سی امتیں اسلام سے محروم رہیں۔ (2) کمینوں سے مراد وہ لوگ تھے جو اُن کی نظر میں گھٹیا پیشے رکھتے تھے۔ اُن کا یہ قول خالصتاً جہالت پر مبنی تھا کیونکہ انسان کا حقیقی مرتبہ دین کی پیروی اور رسول کی فرمانبرداری سے ہے جبکہ مال و منصب اور پیشے کو اس میں دخل نہیں۔ دین دار، نیک سیرت، پیشہ ور کو حقارت کی نظر سے دیکھنا اور حقیر جاننا جاہلانہ فعل ہے۔ (3) ان شُبہات کا تفصیلی جواب آیت نمبر 31 میں آرہا ہے۔

آیت 28 جب حضرت نوح علیہ السلام کو آپ کی قوم نے جھٹلایا تو آپ نے ان سے فرمایا: اے قوم! مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں یعنی حق پر ہوں اور مجھے اپنی حقانیت کا قطعی یقین ہو نیز اللہ نے مجھے اپنے پاس سے نبوت عطا کی ہو جبکہ یہی حقیقت تم پر پوشیدہ ہو تو کیا میں تمہیں اپنی نبوت قبول کرنے اور اس پر ایمان لانے پر مجبور کروں حالانکہ تم اسے ناپسند کرتے اور انکار کرتے ہو، تو میں تمہیں قبول کروانے کی نہیں بلکہ اس بات کی طاقت رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام تم تک پہنچا دوں۔

فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَ اَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ۝۲۸ وَ يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ

پھر تم (خود ہی) اسے دیکھنے سے اندھے رہو تو کیا میں تمہیں اس (کو قبول کرنے) پر مجبور کروں حالانکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو؟○ اور اے قوم!

مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ

میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ ہی پر ہے اور میں مسلمانوں کو دور نہیں کروں گا بیشک یہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں

وَ لٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝۲۹ وَ يٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ

لیکن میں تم لوگوں کو بالکل جاہل قوم سمجھتا ہوں○ اور اے میری قوم! اگر میں انہیں دور کردوں تو مجھے اللہ سے کون بچائے گا؟

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳۰ وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟○ اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں خود ہی غیب جان لیتا ہوں

آیت 29 حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اور اے قوم! تمہارا گمان ہے کہ میں نے مال و دولت حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا شروع کیا ہے، تمہارا یہ گمان غلط ہے، میں رسالت کی تبلیغ پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، میرا اجر تو اللہ ربُّ العٰلمین کے ذمہ کرم پر ہے لہٰذا تم اس فاسد گمان کی وجہ سے خود کو اُخروی سعادتوں سے محروم نہ کرو۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ آپ سے کہتے تھے کہ گھٹیا لوگوں کو اپنی مجلس سے نکال دیجئے تاکہ ہمیں آپ کی مجلس میں بیٹھنے سے شرم نہ آئے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میں تمہاری وجہ سے مسلمانوں کو اپنے پاس سے دور نہیں کروں گا، ان کی شان یہ ہے کہ یہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور اس کے قرب سے سرفراز ہوں گے تو میں اُنہیں کیسے نکال دوں، جبکہ میں تم لوگوں کو بالکل جاہل سمجھتا ہوں کیونکہ تم ایمانداروں کو گھٹیا کہتے ہو، ان کی قدر نہیں کرتے اور نہیں جانتے کہ وہ تم سے بہتر ہیں۔ درس: دین دار غریبوں کو حقیر سمجھنا کفار کا طریقہ ہے۔ اس میں ہمارے زمانے کے ان مال داروں کے لئے بڑی عبرت ہے جو غریب علما، طلبہ اور مبلغین وغیرہ کو عزت دینے کو تیار نہیں۔

آیت 30 عقل اور شریعت اس بات پر متفق ہیں کہ نیک اور متقی مسلمان کی تعظیم کرنا جبکہ فاسق و فاجر اور کافر کی توہین کرنا ضروری ہے، اے میری قوم! بفرضِ محال اگر میں کافر اور فاجر کی تعظیم کے طور پر اسے اپنی بارگاہ میں قرب سے نوازوں اور متقی مومن کی توہین کے طور پر اسے اپنی مجلس سے نکال دوں تو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہوگی اور اس کی وجہ سے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا حق دار ٹھہروں گا، تو مجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچائے گا؟ تو کیا تم اس بات سے نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

آیت 31 سابقہ ایک آیت میں قوم نوح کے حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت پر تین شبہات کا ذکر ہوا، ایک شبہ یہ تھا کہ ہم تم میں اپنے اوپر کوئی بڑائی نہیں پاتے یعنی تم مال و دولت میں ہم سے زیادہ نہیں ہو، اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں، میں نے کبھی مال کی فضیلت نہیں جتائی، نہ دنیوی دولت کی توقع رکھنے کا کہا ہے پھر تم یہ کہنے کے کیسے مستحق ہو کہ ہم تم میں کوئی مالی فضیلت نہیں پاتے۔ دوسرا شبہ یہ تھا کہ ہم نہیں دیکھتے کہ تمہاری کسی نے پیروی کی ہو

وَ لَاۤ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ وَّ لَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ تَزْدَرِیْۤ اَعْیُنُكُمْ لَنْ یُّؤْتِیَهُمُ اللّٰهُ خَیْرًاؕ-اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّیْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾

اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور میں ان غریب مسلمانوں کے بارے میں جنہیں تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں یہ نہیں کہتا کہ اللہ ہرگز انہیں کوئی بھلائی نہیں دے گا۔ اللہ خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے۔ اگر میں ایسی بات کہوں تو ضرور میں ظالموں میں سے ہوں گا۔

قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا یَاْتِیْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۳۳﴾

انہوں نے کہا: اے نوح! تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت زیادہ جھگڑا کر لیا ہے تو اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ جس کی وعیدیں تم ہمیں دیتے رہتے ہو۔ (نوح نے) فرمایا: وہ عذاب تمہارے اوپر اللہ ہی لائے گا اگر وہ چاہے گا اور تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکو گے۔

مگر ہمارے کمینوں نے سرسری نظر سے یعنی وہ بھی صرف ظاہر میں مومن ہیں باطن میں نہیں، اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: میں نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں اور میرے احکام غیب پر مبنی ہیں، جب میں نے یہ کہا ہی نہیں تو اعتراض بے جا ہے نیز شریعت میں ظاہر ہی کا اعتبار ہے۔ ﴿لَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ﴾ فرمانے میں قوم پر ایک لطیف اعتراض بھی ہے کہ کسی کے باطن پر حکم کرنا اس کا کام ہے جو غیب کا علم رکھتا ہو جبکہ میں نے اس کا دعویٰ نہیں کیا حالانکہ میں نبی ہوں تو تم کس طرح کہتے ہو کہ وہ دل سے ایمان نہیں لائے۔ تیسرا شبہ یہ تھا کہ ہم تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں یعنی میں نے اپنی دعوت کو اپنے فرشتہ ہونے پر موقوف نہیں کیا تھا لہٰذا تمہارا یہ اعتراض بھی باطل ہے۔ کفار نے چونکہ غریب مسلمانوں کو حقیر سمجھا تھا اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے قوم سے فرمایا: میں ان غریب مسلمانوں کے بارے میں جنہیں تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں یہ حکم نہیں لگاتا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز انہیں دنیا و آخرت میں کوئی بھلائی نہ دے گا۔ نیکی یا بدی، اخلاص یا نفاق جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اگر میں اُن کے ظاہری ایمان کو جھٹلا کر اُن کے باطن پر الزام لگاؤں اور انہیں نکال دوں تو ضرور میں ظالموں میں سے ہوں گا اور بِحَمْدِ اللہ میں ظالموں میں سے ہرگز نہیں لہٰذا ایسا کبھی نہ کروں گا۔ اہم بات: مسلمان کو کسی دلیل کے بغیر منافق یا کافر کہنے والا ظالم ہے کہ شریعت کا حکم ظاہر پر ہے۔

آیت 32 حضرت نوح علیہ السلام کے جوابات پر کفار نے دو اعتراض کئے: (1) کفار نے حضرت نوح علیہ السلام کے جوابات کو بکثرت بحث اور جھگڑا کرنے سے تعبیر کیا اور کہا: اے نوح! تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت زیادہ جھگڑا کر لیا ہے۔ (2) حضرت نوح علیہ السلام نے کفار کو جس عذاب کی وعید سنائی تھی، انہوں نے آپ سے، اس عذاب کے جلدی نازل ہونے کا مطالبہ کیا اور کہا: اگر تم سچے ہو تو اب وہ عذاب لے آؤ جس کی وعیدیں تم ہمیں دیتے رہتے ہو۔ اہم بات: حضرت نوح علیہ السلام کی کفار کے ساتھ بحث اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اپنی نبوت اور آخرت کو ثابت کرنے کے لئے تھی۔ معلوم ہوا کہ دلائل سے حق کا اثبات اور شبہات کا اِزالہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

آیت 33 کفار کے اعتراضات کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: تم پر عذاب نازل کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے پاس

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ

اور اگر میں تمہاری خیر خواہی کرنا چاہوں تو تب بھی میری نصیحت تمہیں نفع نہیں دے گی اگر اللہ تمہیں گمراہ کرنا چاہتا ہو۔ وہ تمہارا رب ہے

وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ

اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے خود ہی بنالیا ہے۔ تم فرماؤ: اگر میں نے بنا (بھی) لیا ہو تو میرا جرم صرف

وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا

مجھ پر ہے اور میں تمہارے جرم سے بیزار ہوں ○ اور نوح کی طرف وحی بھیجی گئی کہ تمہاری قوم میں سے مسلمان ہوجانے والوں کے

ہے، وہ جب چاہے گا اس عذاب کو تم پر نازل کردے گا اور جب اس نے عذاب نازل کرنے کا ارادہ فرمالیا تو تم نہ اس عذاب کو روک سکو گے اور نہ اس سے بچ سکو گے۔

آیت 34 آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ جس دن تم پر عذاب نازل ہوا اور تم وہ عذاب دیکھ کر ایمان لائے تو اس دن میری نصیحت کوئی فائدہ نہ دے گی کیونکہ عذاب نازل ہوتے وقت کا ایمان قبول نہیں۔ دوسرا معنی مشیئتِ الٰہی کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے جو آیت کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ مزید فرمایا: تمہارا خدا وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، تمہاری پرورش کی، وہ تمہاری موت سے پہلے اور موت کے بعد دونوں حالتوں میں تم میں تصرّف کا پورا پورا اختیار رکھتا ہے اور مرنے کے بعد تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

آیت 35 فرمایا کہ کیا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو بات حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ انہوں نے اپنے پاس سے بنالی ہے تو اے نوح! تم ان سے فرمادو کہ بالفرض اگر میں نے اپنے پاس سے بنالی ہے تو مجھے میرے گناہ کی سزا ملے گی لیکن حقیقت یہ ہے کہ تم نے میرے اوپر جو تہمت لگائی ہے میں تمہارے اس جرم سے بیزار ہوں۔ دوسری تفسیر کے مطابق اس آیت کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے ہے اور معنی یہ ہے: کیا کفارِ مکہ یہ کہتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے قرآن خود ہی بنالیا ہے اور یہ کہہ کر کفار اسے اللہ تعالیٰ کا کلام اور احکام ماننے سے گریز کرتے، اس کے رسول پر بہتان باندھتے اور ان کی طرف افترا کی نسبت کرتے ہیں جن کی سچائی روشن دلائل اور مضبوط حجتوں سے ثابت ہو چکی ہے لہٰذا اے حبیب! اب ان سے فرمادو کہ اگر بالفرض میں نے بنا بھی لیا ہو تو میرا جرم صرف مجھ پر ہے جس کا وبال ضرور آئے گا لیکن بِحَمْدِ اللہ میں سچا ہوں تو تم سمجھ لو کہ تمہاری تکذیب کا وبال تم پر پڑے گا اور تم نے میرے اوپر جو تہمت لگائی ہے میں تمہارے اس جرم سے بیزار ہوں۔ اس سورت میں یہ آیت حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کے دوران اس لئے ذکر کی گئی ہے تاکہ سننے والوں کا نشاط برقرار رہے۔

آیت 36 اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ آپ کی قوم کے جن لوگوں سے ایمان قبول کرنے کی توقع تھی وہ ایمان قبول کر چکے، جو لوگ کفر پر قائم ہیں وہ کسی صورت ایمان قبول نہیں کریں گے لہٰذا اس طویل مدت کے دوران کفار کی طرف سے آپ کو جس تکذیب، استہزا اور اذیّت کا سامنا ہوا اس پر غم نہ کرو، ان کے کرتوت ختم ہوگئے اور اب ان سے انتقام لینے کا وقت آ گیا ہے۔ اہم بات: ایمان لانے والے حضرات کی تعداد مفسرین کے بیان کے مطابق تقریباً 80 تھی۔

مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَ وَحْیِنَا

علاوہ کوئی اور (اب) مسلمان نہیں ہوگا تو تم اس پر غم نہ کھاؤ جو یہ کررہے ہیں ○ اور ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بناؤ

وَ لَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ یَصْنَعُ الْفُلْكَ ۫ وَ كُلَّمَا

اور (اب) ظالموں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا۔ بیشک انہیں ضرور غرق کیا جائے گا ○ اور نوح کشتی بناتے رہے اور ان کی قوم کے

مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ

سرداروں میں سے جب کبھی کوئی ان کے پاس سے گزرتا تو ان کا مذاق اڑاتا۔ (نوح نے) فرمایا: اگر تم ہمارے اوپر ہنستے ہو تو ایک وقت ہم بھی

مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ

تم پر ایسے ہی ہنسیں گے جیسے تم ہنستے ہو ○ تو عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے ذلیل و رسوا کردے گا

وَ یَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۳۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ

اور کس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب اترتا ہے ○ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آگیا اور تنور اُبلنے لگا تو ہم نے فرمایا: ہر جنس میں سے (نر اور مادہ کا)

آیت 37 جب حضرت نوح علیہ السلام کو بتایا گیا کہ ان کی قوم میں پہلے مسلمان ہو جانے والوں کے علاوہ اور کوئی مسلمان نہ ہوگا تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو عذاب دینے والا ہے، چونکہ عذاب کئی طریقوں سے آسکتا تھا اس لئے بتادیا گیا کہ وہ عذاب ڈبو دیئے جانے کی صورت میں ہوگا اور ڈوبنے سے نجات کی صورت صرف کشتی کے ذریعے ممکن تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی تیار کرنے کا حکم دیا، ارشاد فرمایا کہ ہماری حفاظت میں اور ہماری تعلیم سے کشتی بناؤ اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے اُن کی شفاعت اور ان سے عذاب دور ہو جانے کی دعا نہ کرنا کیونکہ غرق ہونا اِن کا مقدر ہو چکا ہے۔

آیت 38 حضرت نوح علیہ السلام کشتی بناتے رہے اور ان کی قوم کے سرداروں میں سے جب کبھی کوئی ان کے پاس سے گزرتا تو ان کا مذاق اڑاتا اور کہتا کہ اے نوح! کیا کر رہے ہو؟ آپ فرماتے: ایسا مکان بنا رہا ہوں جو پانی پر چلے۔ یہ سن کر وہ ہنستا کیونکہ آپ کشتی جنگل میں بنا رہے تھے جہاں دور دور تک پانی نہ تھا۔ وہ مذاق اڑانے کے طور پر یہ بھی کہتے کہ پہلے تو آپ نبی تھے اب بڑھئی ہو گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اگر تم ہمارے اوپر ہنستے ہو تو ایک وقت ہم بھی تمہیں ہلاک ہوتا دیکھ کر تم پر ایسے ہی ہنسیں گے جیسے تم کشتی دیکھ کر ہنستے ہو۔ **اہم بات:** یہ کشتی دو سال میں تیار ہوئی۔ اس کی لمبائی 300 گز، چوڑائی 50 گز اور اُونچائی 30 گز تھی۔ اس میں اور بھی اَقوال ہیں۔

آیت 39 ارشاد فرمایا: تو عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس پر دنیا میں غرق ہونے کا وہ عذاب آتا ہے جو اسے ذلیل و رسوا کر دے گا اور کس پر آخرت میں جہنم کا ہمیشہ رہنے والا عذاب اترتا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

آیت 40 اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو عذاب نازل ہونے کی یہ علامت بیان فرمائی تھی کہ جب تنور سے پانی جوش مارتا دیکھو

فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ ۚ

ایک ایک جوڑا اور جن پر (عذاب کی) بات پہلے طے ہو چکی ہے ان کے سوا اپنے گھر والوں کو اور اہل ایمان کو کشتی میں سوار کر لو

وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٤٠﴾ وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا ۚ

اور ان کے ساتھ تھوڑے لوگ ہی ایمان لائے تھے ○ اور (نوح نے) فرمایا: اس میں سوار ہو جاؤ۔ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ ہی کے نام پر ہے۔

إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٤١﴾ وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادَىٰ

بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے ○ اور وہ کشتی انہیں پہاڑ جیسی موجوں کے درمیان لے کر چل رہی تھی اور نوح نے

تو جان لینا کہ عذاب نازل ہونے کا وقت آ پہنچا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنانے میں مصروف رہے یہاں تک کہ ان کی قوم پر عذاب نازل ہونے اور ہلاکت کا وقت آ گیا اور تنور سے پانی جوش مارنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو تین طرح کی چیزیں کشتی میں سوار کرنے کا حکم فرمایا: (1) ہر جنس میں سے نر اور مادہ کا ایک ایک جوڑا (2) جن پر عذاب کی بات پہلے طے ہو چکی ہے یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی واعلہ اور بیٹا کنعان کے سوا آپ کے اہل خانہ (3) وہ لوگ جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے۔ آیت میں مزید فرمایا: کہ ان کے ساتھ تھوڑے لوگ ہی ایمان لائے تھے۔ یہ کل 80 افراد تھے۔ ان کی تعداد کے بارے میں اور بھی اقوال ہیں، صحیح تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کیونکہ اُن کی تعداد کسی صحیح حدیث میں وارد نہیں۔ اہم باتیں: (1) اس تنور سے روئے زمین مراد ہے یا یہی روٹی پکانے والا تنور، ایک قول کے مطابق یہ تنور پتھر کا تھا اور حضرت حوّا رضی اللہ عنہا کے ترکے میں سے آپ کو پہنچا تھا۔ (2) حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھ ان تمام جانوروں کا ایک ایک جوڑا کشتی میں سوار کر لیا جو بچے جنتے یا انڈے دیتے ہوں البتہ جو مٹی سے پیدا ہوتے ہیں جیسے مچھر، ان میں سے کسی کو سوار نہ کیا۔ بعض بزرگوں سے مروی ہے کہ سانپ اور بچھو نے حضرت نوح علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ سوار کر لیں۔ آپ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تمہاری وجہ سے ہم کہیں مصیبت کا شکار نہ ہو جائیں اس لئے میں تمہیں سوار نہیں کروں گا۔ انہوں نے عرض کی: آپ ہمیں سوار کر لیں، ہم آپ کو ضمانت دیتے ہیں کہ جو آپ کا ذکر کرے گا ہم اسے نقصان نہ پہنچائیں گے۔ (3) حضرت نوح علیہ السلام کے اہل خانہ کل سات افراد تھے: حضرت نوح علیہ السلام، آپ کے تین بیٹے سام، حام، یافث اور ان تینوں کی بیویاں۔

آیت 41 ❁ حضرت نوح علیہ السلام نے جن اصحاب کو کشتی میں سوار کیا ان سے فرمایا: تم کشتی میں سوار ہو جاؤ، اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ تعالیٰ ہی کے نام پر ہے۔ بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔ اہم بات: حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت نوح علیہ السلام چاہتے کہ کشتی چلے تو بِسْمِ اللہ فرماتے تو کشتی چلنے لگتی اور جب چاہتے کہ ٹھہر جائے بِسْمِ اللہ فرماتے تو ٹھہر جاتی تھی۔ درس: آیت میں ہمارے لئے تعلیم ہے کہ جب کوئی کام کرنا چاہے تو بِسْمِ اللہ پڑھ کر شروع کریں۔

آیت 42 ❁ جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل ہوا تو 40 دن اور رات آسمان سے بارش برستی رہی اور زمین سے پانی اُبلتا رہا، پانی پہاڑوں سے اونچا ہو گیا یہاں تک کہ ہر چیز اس میں ڈوب گئی اور ہوا اس شدت سے چل رہی تھی کہ پہاڑوں کی مانند اونچی لہریں بلند

نُوْحُ ٱِبْنَهٗ وَ كَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَ لَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾

اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ اس (کشتی) سے (باہر) ایک کنارے پر تھا: اے میرے بیٹے! تو ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو۔

قَالَ سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ

بیٹے نے کہا: میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔ (نوح نے) فرمایا: آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَ حَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَ قِيْلَ يٰۤاَرْضُ

مگر (وہی بچے گا) جس پر وہ رحم فرمادے اور ان کے درمیان میں لہر حائل ہو گئی تو وہ بھی غرق کئے جانے والوں میں سے ہو گیا۔ اور حکم

ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَ يٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَ غِيْضَ الْمَآءُ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ وَ اسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ

فرمایا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان! تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہو گیا اور وہ کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی

وَ قِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَ نَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ

اور فرمادیا گیا: ظالموں کے لئے دوری ہے۔ اور نوح نے اپنے رب کو پکارا تو عرض کی: اے میرے رب! میرا بیٹا بھی تو میرے گھر والوں میں سے

ہو رہی تھیں، وہ کشتی انہیں ان پہاڑ جیسی موجوں کے درمیان لے کر چل رہی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان کشتی سے باہر ایک کنارے پر تھا، حضرت نوح علیہ السلام نے اسے پکارا: اے میرے بیٹے! تو ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا اور سواری سے محروم رہنے والے کافروں کے ساتھ نہ ہو۔ اہم باتیں: (1) علما فرماتے ہیں کہ کنعان منافق تھا، جب طوفان آیا تو اس نے اپنا باطنی کفر ظاہر کر دیا۔

آیت 43 حضرت نوح علیہ السلام کی پکار سن کر کنعان نے کشتی میں سوار ہونے کے بجائے یہ جواب دیا کہ میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس سے فرمایا: آج کے دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں لیکن جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمادے تو وہ ڈوبنے سے بچ سکتا ہے۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام اور کنعان کے درمیان ایک لہر حائل ہو گئی تو کنعان بھی غرق کئے جانے والوں میں سے ہو گیا۔

آیت 44 جب طوفان اپنی انتہا کو پہنچا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین کو حکم فرمایا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور آسمان کو حکم فرمایا گیا کہ اے آسمان! تھم جا، پھر پانی خشک کر دیا گیا، حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کا کام پورا ہو گیا، کشتی چھ مہینے زمین میں گھوم کر جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی اور فرمادیا گیا کہ ظالموں کے لئے دوری ہے۔ اہم باتیں: (1) جودی پہاڑ موصل یا شام کی حدود میں واقع ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام 10 رجب کو کشتی میں بیٹھے اور 10 محرم کو کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری تو آپ نے اس کے شکر کا روزہ رکھا اور اپنے تمام ساتھیوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ (2) 10 محرم یعنی عاشورا کے دن روزہ رکھنا سنت ہے۔

آیت 45 جب حضرت نوح علیہ السلام اور کنعان کے درمیان لہر حائل ہوئی تو آپ علیہ السلام نے اس کی نجات طلب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے میرے رب! میرا بیٹا بھی تو میرے گھر والوں میں سے ہے اور تو نے مجھ سے میری اور میرے گھر والوں کی نجات

وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ

اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔ (اللہ نے) فرمایا: اے نوح! بیشک وہ تیرے گھر والوں میں ہرگز نہیں،

اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ﳓ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ

بیشک اس کا عمل اچھا نہیں، پس تم مجھ سے اس بات کا سوال نہ کرو جس کا تجھے علم نہیں۔ میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ تو ان لوگوں میں

مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ

سے نہ ہو جو جانتے نہیں۔ عرض کی: اے میرے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں

کا وعدہ فرمایا ہے۔ بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور اس وعدے کے پورا ہونے میں کوئی شک نہیں۔ بے شک تو سب حاکموں سے بڑھ کر جاننے والا اور سب سے زیادہ عدل فرمانے والا ہے۔ **اہم بات:** شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کنعان منافق تھا، حضرت نوح علیہ السلام کے سامنے خود کو مؤمن ظاہر کرتا تھا اگر اپنا کفر ظاہر کر دیتا تو آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے اس کی نجات کی دعا نہ کرتے۔

آیت 46 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح! بیشک وہ تیرے گھر والوں یعنی آپ پر ایمان لانے والوں میں سے ہرگز نہ تھا یا یہ معنی ہے کہ وہ آپ کے ان گھر والوں میں سے نہ تھا جن کی آپ کے ساتھ نجات کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا۔ مزید فرمایا: بیشک اس کا عمل اچھا نہیں، راجح قول یہ ہے کہ یہاں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اس کے عمل اچھے نہ تھے، وہ شرک کرتا تھا۔ آیت میں مزید فرمایا: تو جس بات کے درست یا غلط ہونے کا آپ کو علم نہیں اس بات کا مجھ سے سوال نہ کرو، میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے نہ ہونا جو نہیں جانتے۔ علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے حضرت نوح علیہ السلام سے کئے اس کلام میں نرمی و شفقت کا اظہار ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: اے پیارے نوح! آپ کا مقام بہت بلند ہے، اس لئے آپ کی شان کے لائق یہ بات ہے کہ آپ صرف اسی کی شفاعت فرمائیں جس کے بارے میں نجات کی امید ہے، وہ لوگ جن کے بارے میں آپ نہیں جانتے کہ ان کے بارے میں شفاعت قبول کی جائے گی یا نہیں تو ان کی نجات کے بارے میں آپ کا سوال کرنا آپ کے مقام و مرتبہ کے لائق نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) نجات کے لئے صرف نسبی قرابت کا اعتبار نہیں بلکہ ایمان شرط ہے جیسے کنعان کو حضرت نوح علیہ السلام سے نسبی قرابت حاصل تھی لیکن دینی قرابت یعنی ایمان حاصل نہ تھا (2) حضرت نوح علیہ السلام کے کنعان کی نجات کے سوال سے منصب نبوت میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا کیونکہ آپ اس کے اظہارِ اسلام کی وجہ سے اسے مسلمان سمجھتے تھے اور انبیاء کرام علیہم السلام ظاہر پر ہی حکم لگاتے تھے۔

آیت 47 جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت نوح علیہ السلام کی تربیت ہوئی تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کے بارے میں مجھے علم نہیں کہ اسے حاصل کرنا حکمت کے تقاضے کے مطابق ہے یا نہیں اور اگر تو نے میرے اس سوال پر میری مغفرت نہ فرمائی اور میری عرض قبول فرما کر میرے اوپر رحم نہ فرمایا تو میرا شمار بھی نقصان اٹھانے والوں میں ہو جائے گا۔

وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۴۷﴾ قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ

اور اگر تو میری مغفرت نہ فرمائے اور مجھ پر رحم نہ فرمائے تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔ فرمایا گیا: اے نوح! ہماری

بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَیْكَ وَ عَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ

طرف سے اس سلامتی اور ان برکتوں کے ساتھ کشتی سے اترو جو تم پر اور تمہارے ساتھیوں کی جماعتوں پر ہیں اور کچھ جماعتیں ایسی ہیں

ثُمَّ یَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۴۸﴾ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ ۚ

جنہیں ہم فائدے دیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔ یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی

مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَ لَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛؕ فَاصْبِرْ ۛؕ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۹﴾

کرتے ہیں۔ اس سے پہلے نہ تم انہیں جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم جانتی تھی تو تم صبر کرو بیشک اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ

اور عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو بھیجا۔ فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تم تو صرف

آیت 48 فرمایا گیا: اے نوح! ہماری طرف سے اس سلامتی اور ان برکتوں کے ساتھ کشتی سے اترو جو تم پر اور تمہارے ساتھیوں کی جماعتوں پر ہیں اور کچھ جماعتیں ایسی ہیں جنہیں ہم دنیا میں ان کی مقررہ مدتوں تک فراخیٔ عیش اور وسعتِ رزق عطا فرمائیں گے پھر انہیں آخرت میں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔ **اہم بات:** آیت میں مذکور "سلامتی" میں قیامت تک آنے والا ہر مومن مرد و عورت داخل ہے، "برکتوں" سے حضرت نوح علیہ السلام کی ذُرِّیَّت اور آپ کی پیروی کرنے والوں کی کثرت مراد ہے کہ بکثرت انبیاء علیہم السلام اور ائمۂ دین رحمۃ اللہ علیہم آپ کی نسل پاک سے ہوئے۔

آیت 49 اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے حبیب! حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے جس واقعے کی ہم نے آپ کو خبر دی یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ آپ پر قرآن نازل ہونے سے پہلے آپ اور آپ کی قوم ان غیبی خبروں کو تفصیل سے نہیں جانتی تھی لہٰذا اے حبیب! جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی اذیتوں پر صبر کیا اسی طرح آپ بھی اپنی قوم کے مشرکین کی اذیتوں پر صبر کریں، بے شک اچھا انجام یعنی دشمنوں کے خلاف مدد، فتح اور اُخروی سعادتوں کے حصول کے ذریعے کامیابی ایمان والوں کے لئے ہے۔

آیت 50 فرمایا گیا: اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو بھیجا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرو، عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، تمہارا معبود اللہ تعالیٰ ہی ہے، یہ بت جن کی تم پوجا کر رہے ہو معبود ہرگز نہیں کیونکہ یہ پتھر ہیں اور کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ تمہارا یہ دعویٰ جھوٹا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے شریک ہیں۔ **اہم بات:** آیت میں حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کا بھائی فرمایا گیا، اس سے مراد نسب کے اعتبار سے بھائی ہونا ہے کیونکہ حضرت

إِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ يٰقَوْمِ لَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ؕ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ؕ

بہتان گھڑنے والے ہو۔ اے میری قوم! میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اسی کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔

أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ

تو کیا تمہیں عقل نہیں؟ اور اے میری قوم! تم اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی بارگاہ میں توبہ کرو تو وہ تم پر موسلا دھار بارش

مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا يٰهُوْدُ

بھیجے گا اور تمہاری قوت کے ساتھ مزید قوت زیادہ کرے گا اور تم مجرم بن کر منہ نہ پھیرو۔ انہوں نے کہا: اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی

مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾

دلیل لے کر نہیں آئے اور ہم صرف تمہارے کہنے سے اپنے خداؤں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں اور نہ ہی تمہاری بات پر یقین کرنے والے ہیں۔

ہود علیہ السلام کا تعلق قبیلہ عاد سے تھا، یہ عرب کا قبیلہ تھا اور یمن کے قریب ان کی رہائش تھی۔

آیت 51 حضرت ہود علیہ السلام نے مزید فرمایا: اے میری قوم! تمہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور تبلیغ کرنے سے میرا مقصد یہ نہیں کہ تم اس عمل پر مجھے مال وغیرہ کوئی اجرت دو، میرا اجر و ثواب تو اسی کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ اتنا سمجھ سکو کہ جو محض بے غرض نصیحت کرتا ہے وہ یقیناً خیر خواہ اور سچا ہے۔ درس: انبیاء کرام علیہم السلام نے کسی لالچ کے بغیر دین کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا اور یہی خالص نصیحت ہے، لہٰذا مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ کسی لالچ کے بغیر اور ممکن ہو تو کسی اجرت کے بغیر تبلیغ دین کا فریضہ ادا کریں۔

آیت 52 جب قوم عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت قبول نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر تین سال تک بارش روک دی اور ان کی عورتوں کو بانجھ کر دیا، جب یہ لوگ بہت پریشان ہوئے تو حضرت ہود علیہ السلام نے وعدہ فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ، اس کے رسول کی تصدیق کرو، شرک و کفر اور گزشتہ گناہوں سے اپنے رب کے حضور توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا اور مال اولاد عطا فرما کر تمہاری قوت کے ساتھ مزید قوت زیادہ کرے گا اور تم مجرم ہوتے اور گناہوں پر جمے رہ کر مجھ سے اور میری دعوت سے منہ نہ پھیرو۔ اہم بات: کثرت رزق اور حصول اولاد کے لئے بکثرت استغفار پڑھنا قرآنی عمل ہے۔

آیت 53 حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے مذاق اڑانے اور عناد کے طور پر جواب دیا: اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی دلیل لے کر نہیں آئے جو تمہارے دعوے کی صحت پر دلالت کرتی۔ یہ بات انہوں نے جھوٹ بولی تھی اور حضرت ہود علیہ السلام کے معجزات سے مکر گئے تھے۔ وہ اس بات کے معترف تھے کہ نفع و نقصان پہنچانے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اس کے باوجود آپ علیہ السلام سے کہا کہ ہم صرف تمہارے کہنے سے اپنے بتوں کی عبادت کرنا نہیں چھوڑیں گے اور نہ تمہاری بات پر یقین کرنے والے ہیں۔

إِن نَّقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوءٍ ۗ قَالَ إِنِّي أُشْهِدُ اللَّهَ وَاشْهَدُوا

ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تم پر کوئی برائی پہنچادی ہے۔ (ہود نے) فرمایا: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم سب (بھی) گواہ ہو جاؤ

أَنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ﴿٥٤﴾ مِن دُونِهِ ۖ فَكِيدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنظِرُونِ ﴿٥٥﴾

کہ میں ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ کے سوا اس کا شریک ٹھہراتے ہو○ تم سب مل کر میرے اوپر داؤ چلاؤ پھر مجھے مہلت نہ دو○

إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُم ۚ مَّا مِن دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ۚ

میں نے اللہ پر بھروسہ کرلیا ہے جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی پیشانی اس کے قبضہ قدرت میں نہ ہو،

إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٦﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُم مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ ۚ

بیشک میرا رب سیدھے راستہ پر ملتا ہے○ پھر اگر تم منہ پھیر و تو میں تمہیں اس کی تبلیغ کر چکا ہوں جس کے ساتھ مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا

آیت 54 حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے مزید کہا: بیشک اے ہود! تم جو ہماری مخالفت کرتے اور ہمارے بتوں کو برا کہتے ہو اس لئے ان بتوں نے تم سے انتقام لیتے ہوئے تمہیں دیوانہ کر دیا ہے۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں یہ سب دیوانگی کی باتیں ہیں۔ (معاذ اللہ) حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں جواب دیا: میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم سب بھی میری اس بات پر گواہ ہو جاؤ کہ میں ان سب بتوں سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے اور ان کی عبادت کرتے ہو۔

آیت 55 مزید فرمایا: تم اور وہ بت جنہیں تم معبود سمجھتے ہو سب مل کر مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرو، پھر مجھے مہلت نہ دو مجھے تمہاری اور تمہارے معبودوں کی مکاریوں کی کچھ پروا نہیں نیز مجھے تمہاری قوت سے کچھ اندیشہ نہیں کیونکہ جنہیں تم معبود کہتے ہو وہ بے جان ہیں، نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ اہم بات: یہ آپ علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ آپ نے ایک زبردست، صاحب قوت و شوکت قوم سے جو آپ کی جانی دشمن تھی، اس طرح کے کلمات بلاخوف فرمائے اور وہ قوم آپ کو نقصان پہنچانے سے عاجز رہی۔

آیت 56 مزید فرمایا: تم اگرچہ ہر طرح سے کوشش کر کے دیکھ لو مجھے ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ پر توکل اور اسی کی حفاظت پر بھروسا ہے، وہ میرا اور تمہارا دونوں کا مالک ہے، کوئی چیز مجھے پہنچ نہیں سکتی جب تک وہ اسے دور کر رہا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ روئے زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا وہ مالک اور اس پر قادر نہ ہو، اللہ تعالیٰ جیسے چاہتا ہے اس میں تصرف فرماتا ہے۔ اور فرمایا: بیشک میرا رب حق اور انصاف کے راستہ پر ملتا ہے۔

آیت 57 مزید فرمایا: جس دین کے ساتھ میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں اگر تم اس پر ایمان لانے سے اعراض کرو تو میں تمہیں اس کی تبلیغ کر چکا ہوں اور اس میں مجھ سے کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، اگر تم ایمان نہ لائے اور جو احکام میں تمہاری طرف لایا ہوں انہیں قبول نہ کیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کر دے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم کو تمہارے شہروں اور اموال کا مالک بنا دے گا جو اس کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے نیز اسی کی عبادت کریں گے اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے کہ وہ اس سے پاک ہے کہ اسے کوئی نقصان پہنچ سکے۔

وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٥٧﴾

اور میرا رب تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے بیشک میرا رب ہر شے پر نگہبان ہے ○

وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَنَجَّيْنَاهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٥٨﴾

اور جب ہمارا حکم آگیا تو ہم نے اپنی رحمت کے ساتھ ہود اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو بچالیا اور انہیں سخت عذاب سے نجات دی ○

وَتِلْكَ عَادٌ ۖ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿٥٩﴾

اور یہ عاد ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر بڑے سرکش ہٹ دھرم کے کہنے پر چلے ○

وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا إِنَّ عَادًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۗ

اور اس دنیا میں اور قیامت کے دن ان کے پیچھے لعنت لگادی گئی۔ سن لو! بیشک عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا۔

بے شک میرا رب ہر شے پر نگہبان ہے، کسی کا قول یا فعل اس سے چھپا ہوا نہیں۔ اہم باتیں: (1) انبیاء علیہم السلام اپنی امت تک سارے شرعی احکام اپنی حیات شریف میں پہنچا دیتے ہیں کوئی بات چھپا نہیں رکھتے۔ (2) قانونِ الٰہی ہے کہ جو قوم دین کی خدمت نہ کرے اسے برباد کر کے اس کی جگہ دوسری قوم مقرر فرمادی جاتی ہے۔

آیت 58 حضرت ہود علیہ السلام کی نصیحت قبول نہ کرنے کے باعث قوم پر عذاب کا حکم آیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو جن کی تعداد چار ہزار تھی، اپنی رحمت کے ساتھ عذاب سے بچالیا اور قوم عاد کو ہوا کے عذاب سے ہلاک کر دیا اور جیسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دنیا کے عذاب سے بچایا ایسے ہی انہیں آخرت کے سخت عذاب سے بھی نجات دے گا۔ اہم بات: ایمان اور نیک اعمال نجات کا سبب ہیں لیکن در حقیقت نجات صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ملتی ہے۔

آیت 59 حضرت ہود علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمانے کے بعد یہاں امتِ محمدیہ سے خطاب فرمایا گیا ہے، "تِلْكَ" سے قوم عاد کی قبروں اور آثار کی طرف اشارہ ہے اور مقصد یہ ہے کہ زمین میں چلو، اور ان سے عبرت حاصل کرو۔ پھر ان کا حال بیان فرمایا گیا کہ انہوں نے اپنے رب کی آیتوں یعنی ان معجزات کا انکار کیا جو حضرت ہود علیہ السلام لے کر آئے اور انہوں نے اس کے رسولوں کی نافرمانی کی کیونکہ حضرت ہود علیہ السلام کی نافرمانی تمام رسولوں کی نافرمانی ہے اور ان کے جاہلوں نے ہر بڑے، سرکش اور ہٹ دھرم سردار کی پیروی کی۔

آیت 60 فرمایا کہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ لعنت ان کے ساتھ ہے۔ لعنت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی رحمت اور ہر بھلائی سے دوری۔ اس کے بعد ان کے برے انجام کا اصلی سبب بیان فرمایا کہ قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا اس لئے ان کا اتنا برا انجام ہوا، سن لو! حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد کے لئے رحمت الٰہی سے دوری ہے۔

أَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُودٍ ﴿٦٠﴾ وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ

سن لو! ہود کی قوم عاد کے لئے دوری ہے○ اور ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا۔ فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو

مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ

اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اسی میں تمہیں آباد کیا تو اس سے معافی مانگو پھر اس کی طرف رجوع کرو،

ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾ قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا

بیشک میرا رب قریب ہے، دعا سننے والا ہے○ انہوں نے کہا: اے صالح! اس سے پہلے تم ہمارے درمیان ایسے تھے کہ تم سے بڑی

مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا ۖ أَتَنْهَانَا أَن نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ

امیدیں وابستہ تھیں۔ کیا تم ہمیں اُن کی عبادت کرنے سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے اور بیشک جس کی طرف

مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿٦٢﴾ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ

تم ہمیں بلا رہے ہو اس کی طرف سے تو ہم بڑے دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں○ فرمایا: اے میری قوم! بھلا بتاؤ کہ

آیت 61 فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے قومِ ثمود کی طرف ان کے نسبی بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا، حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کو ایک مانو، صرف اسی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، وہی مستحق عبادت ہے جبکہ تمہارے یہ بت عبادت کے لائق نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور کمالِ قدرت پر دلائل دیتے ہوئے فرمایا کہ معبود وہی ہے جس نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو زمین سے پیدا کر کے پھر تمہیں زمین میں بسایا اور زمین کو تم سے آباد کیا تو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو پھر شرک سے کنارہ کشی کر کے اسی کی طرف رجوع کرو۔ بے شک میرا رب ایمان والوں کے قریب ہے اور ان کی سننے والا ہے۔ اہم بات: امام ضحاک نے ﴿اِسْتَعْمَرَكُمْ﴾ کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ تمہیں طویل عمریں دیں حتیٰ کہ ان کی عمریں 300 برس سے لے کر ہزار برس تک ہوئیں۔

آیت 62 جب حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے پیغامِ توحید پیش کیا تو انہوں نے جواب دیا: اے صالح! اس تبلیغ سے پہلے تم ہمارے درمیان ایسے تھے کہ ہمیں تم سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں، ہم امید کرتے تھے کہ تم ہمارے سردار بنو گے کیونکہ تم کمزوروں کی مدد کرتے اور فقیروں پر سخاوت کرتے تھے لیکن جب تم نے توحید کی دعوت دی اور بتوں کی برائیاں بیان کیں تو ہماری امیدیں تم سے ختم ہو گئیں۔ کیا تم ہمیں ان بتوں کی عبادت کرنے سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے اور بے شک جس توحید کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو اس کی طرف سے تو ہم بڑے دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔

آیت 63 حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: اے میری قوم! مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے

بِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ

زمیں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی ہو تو اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو

فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۳﴾ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا

مجھے اس سے کون بچائے گا؟ تم نقصان پہنچانے کے سوا میرا کچھ اور نہیں بڑھاؤ گے ○ اور اے میری قوم! یہ تمہارے لئے نشانی کے طور پر

تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾

اللہ کی اونٹنی ہے تو اسے چھوڑ دو تاکہ یہ اللہ کی زمین میں کھاتی رہے اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا ورنہ قریب کا عذاب تمہیں پکڑ لے گا ○

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ

تو انہوں نے اس کے پاؤں کی پچھلی جانب کے اوپر والی ٹانگوں کی رگیں کاٹ دیں تو صالح نے فرمایا: تم اپنے گھروں میں تین دن مزید فائدہ

مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا

اٹھا لو۔ یہ ایک وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا ○ پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے صالح اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی رحمت کے ذریعے

روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے نبوت و حکمت عطا فرمائی ہو اس کے باوجود میں بالفرض تمہاری پیروی کروں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مجھے کوئی نہیں بچا سکتا اور اس طرح میں نقصان اٹھانے والا ہو جاؤں گا، کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ کسی نبی علیہ السلام نے کفر کیا ہو؟ تمہاری بات ماننا خسارے میں پڑنے کے سوا کچھ نہیں۔

آیت 64 قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا، آپ نے دعا کی تو پتھر سے بحکم الٰہی اونٹنی پیدا ہوئی، یہ اونٹنی ان کے لئے آپ علیہ السلام کی صداقت پر نشانی تھی، حضرت صالح علیہ السلام نے اونٹنی کے متعلق قوم سے فرمایا: اے میری قوم! یہ تمہارے لئے نشانی کے طور پر اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے تو اسے چھوڑ دو تاکہ یہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی رہے، اس کی خوراک تمہارے ذمے نہیں جبکہ اس کا نفع تمہارے لئے ہے اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا ورنہ دنیا ہی میں گرفتارِ عذاب ہو جاؤ گے۔

آیت 65 قوم ثمود نے حکم الٰہی کی مخالفت کی اور بدھ کے دن اونٹنی کی ایڑیوں کے اوپر ٹانگوں کی رگیں کاٹ دیں تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اپنے گھروں میں تین دن یعنی جمعہ تک جو دنیا کا عیش کرنا ہے کر لو، ہفتے کے دن تم پر عذاب آجائے گا، اس کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے زرد، دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن یعنی جمعہ کو سیاہ ہو جائیں گے، پھر ہفتے کے دن عذاب نازل ہوگا۔ یہ ایک وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔

آیت 66 فرمایا کہ جب قوم ثمود پر ہمارا عذاب کا حکم آیا تو ہم نے اپنے فضل و رحمت سے حضرت صالح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو اس عذاب اور اس دن کی رسوائی سے بچا لیا۔ بے شک تمہارا رب بڑی قوت والا، غلبے والا ہے۔

وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۶﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ

بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے بچا لیا۔ بیشک تمہارا رب بڑی قوت والا، غلبے والا ہے○ اور ظالموں کو چنگھاڑ نے پکڑ لیا

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ

تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے○ گویا وہ کبھی یہاں رہتے ہی نہ تھے۔ سن لو! بیشک ثمود نے اپنے رب کا

اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ

انکار کیا۔ خبردار! لعنت ہو ثمود پر○ اور بیشک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔ انہوں نے "سلام" کہا تو ابراہیم نے

سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ

"سلام" کہا۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے○ پھر جب دیکھا کہ ان (فرشتوں) کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے

آیت 67 قومِ ثمود پر آنے والے عذاب کی کیفیت بیان کی گئی کہ کفر کرنے والے ظالموں کو چنگھاڑ نے پکڑ لیا تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں ہلاک ہوئے گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔ **اہم بات:** سورۂ اعراف میں ان پر عذاب کی کیفیت یہ بیان ہوئی کہ "انہیں زلزلے نے پکڑ لیا تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے"، دونوں کیفیتوں میں تضاد نہیں کیونکہ پہلے ہولناک چیخ کی آواز آئی پھر زلزلہ پیدا ہوا، اس لئے قومِ ثمود کی ہلاکت کو چیخ اور زلزلہ میں سے کسی کی طرف بھی منسوب کیا جا سکتا ہے۔

آیت 68 نزولِ عذاب کے بعد ان کا حال یہ ہوا کہ گویا وہ کبھی اپنے شہروں میں بسے ہی نہ تھے اور وہ زندہ تھے ہی نہیں، اے لوگو! سن لو! قومِ ثمود نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی نشانیوں کا انکار کیا جس کے نتیجے میں ان کا یہ انجام ہوا تو تم ان کے انجام سے عبرت حاصل کرو اور ان جیسے افعال سے بچو۔ خبردار! لعنت ہو ثمود پر۔

آیت 69 حسین شکلوں میں فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہما السلام کی پیدائش کی خوشخبری لے کر آئے۔ فرشتوں نے سلام کہا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی جواب میں فرشتوں کو سلام کہا، پھر تھوڑی ہی دیر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت مہمان نواز تھے، بغیر مہمان کھانا تناول نہ فرماتے، اس وقت ایسا اتفاق ہوا کہ 15 روز سے کوئی مہمان نہ آیا تھا، آپ کو اس کا غم تھا اور جب ان مہمانوں کو دیکھا تو ان کے لئے کھانا لانے میں جلدی فرمائی چونکہ آپ کے یہاں گائے بکثرت تھیں اس لئے بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت سامنے لایا گیا۔ (2) ملاقات کے وقت سلام کرنا سنتِ ملائکہ اور سنتِ انبیاء ہے نیز سنت یہ ہے کہ آنے والا سلام کرے۔

آیت 70 جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ مہمانوں کے ہاتھ بچھڑے کے بھنے ہوئے گوشت کی طرف نہیں بڑھ رہے تو کھانا نہ کھانے کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان سے وحشت ہوئی اور دل میں ان کی طرف سے خوف محسوس کیا کہ کہیں یہ کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔ جب فرشتوں نے آپ علیہ السلام پر خوف کے آثار دیکھے تو انہوں نے کہا: آپ نہ ڈریں کیونکہ ہم فرشتے ہیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ **اہم بات:** فرشتے کھانے سے پاک ہیں۔

نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ؕ ﴿۷۰﴾

وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ

يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾

قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ

تو ان سے وحشت ہوئی اور ان کی طرف سے خوف محسوس کیا۔ انہوں نے کہا: آپ نہ ڈریں۔ بیشک ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں○ اور ان کی بیوی (وہاں) کھڑی تھی تو وہ ہنسنے لگی تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی خوشخبری دی○ کہا: ہائے تعجب! کیا میرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا حالانکہ میں تو بوڑھی ہوں اور یہ میرے شوہر بھی بہت زیادہ عمر کے ہیں۔ بیشک یہ بڑی عجیب بات ہے○ فرشتوں نے کہا: کیا تم اللہ کے کام پر تعجب کرتی ہو؟ اے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ بیشک وہی سب خوبیوں والا،

آیت 71 حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجۂ محترمہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا پس پردہ کھڑی ان کی باتیں سن رہی تھیں تو آپ ہنسنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ان کے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام کی خوش خبری دی اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بھی خوش خبری دی۔ **اہم باتیں:** (1) مفسرین نے ان کی ہنسی کے مختلف اسباب بیان کئے ہیں: (۱) قوم لوط کی ہلاکت کی خوشخبری سن کر ہنسنے لگیں۔ (۲) بیٹے کی بشارت سن کر خوشی سے ہنسنے لگیں۔ (۳) بڑھاپے میں اولاد پیدا ہونے کا سن کر تعجب کی وجہ سے ہنسنے لگیں، اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔ (2) حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو خوشخبری دینے کی وجہ یہ تھی کہ اولاد کی خوشی عورتوں کو مردوں سے زیادہ ہوتی ہے نیز حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام موجود تھے۔ اس بشارت کے ضمن میں ایک بشارت یہ بھی تھی کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر اتنی دراز ہوگی کہ پوتے کو بھی دیکھیں گی۔

آیت 72 حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے جب عادت کے خلاف معاملہ ہونے کا سنا تو تعجب کرتے ہوئے کہا: کیا میرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میری عمر 90 سال سے زیادہ ہو چکی ہے اور یہ میرے شوہر بھی بہت زیادہ عمر کے ہیں، ان کی عمر 120 سال ہو چکی ہے، اور زیادہ عمر والوں کے ہاں بیٹا پیدا ہونا بڑی عجیب بات ہے۔

آیت 73 فرشتوں نے کہا: اے سارہ! کیا آپ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر تعجب کرتی ہیں؟ اے گھر والو! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ فرشتوں کے اس کلام کا معنی یہ ہے کہ آپ کے لئے یہ تعجب کا مقام نہیں کیونکہ آپ کا تعلق اس گھرانے سے ہے جو عادت سے ہٹ کر کاموں کے سرانجام ہونے، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے نازل ہونے کی جگہ بنا ہوا ہے۔ مزید فرمایا: بے شک وہی سب خوبیوں والا، عزت والا ہے۔ **اہم بات:** اس آیت سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ازواج اہل بیت میں داخل ہیں کیونکہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اہل بیت کہا گیا ہے لہٰذا ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اہل بیت میں شامل ہیں۔

مَّجِيْدٌ ﴿٧٣﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿٧٤﴾

عزت والا ہے ○ پھر جب ابراہیم سے خوف زائل ہو گیا اور اس کے پاس خوشخبری آ گئی تو ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے ○

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿٧٥﴾ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ

بیشک ابراہیم بڑے تحمل والا، بہت آہیں بھرنے والا، رجوع کرنے والا ہے ○ (ہم نے فرمایا) اے ابراہیم! اس بات سے کنارہ کشی کر لیجئے، بیشک

آیت 74 فرشتوں کے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں جو خوف پیدا ہوا تھا وہ جب بیٹے کی خوشخبری ملنے کی وجہ سے دور ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے بارے میں کلام اور سوال کرنے لگے۔ جمہور مفسرین کے نزدیک "يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ" کا معنی ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمارے بھیجے ہوئے فرشتوں سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ اہم بات: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جھگڑنا یعنی کلام اور سوال یہ تھا کہ فرشتوں سے فرمایا: قوم لوط کی بستیوں میں اگر 50 ایماندار ہوں تو بھی انہیں ہلاک کرو گے؟ فرشتوں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: اگر 40 ہوں؟ انہوں نے کہا: جب بھی نہیں۔ آپ اسی طرح فرماتے رہے حتی کہ فرمایا: اگر ایک مرد مسلمان موجود ہو تب بھی ہلاک کر دو گے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: اس میں حضرت لوط علیہ السلام ہیں۔ اس پر فرشتوں نے کہا: ہم حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو بچائیں گے سوائے ان کی بیوی کے۔

آیت 75 جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں تو آپ کو بہت رنج ہوا اور اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی صفت میں ارشاد فرمایا کہ بیشک ابراہیم علیہ السلام حلیم یعنی بڑے تحمل والے، اَوَّاہٌ یعنی اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے اور اس کے سامنے بہت آہ و زاری کرنے والے اور مُنِیب یعنی رجوع کرنے والے ہیں۔ اہم بات: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت میں مُنِیب اس لئے فرمایا کہ جو شخص دوسروں پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی بنا پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور اس کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ اپنے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے کس قدر ڈرنے اور اس کی طرف رجوع کرنے والا ہو گا۔

آیت 76 جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرشتوں سے سلام اور کلام کا سلسلہ دراز ہوا تو فرشتوں نے عرض کی: اے ابراہیم! اب اس بحث کو ختم کر دیں کیونکہ آپ کے رب کی طرف سے قوم لوط پر عذاب نازل ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے لہٰذا اس عذاب کے ٹلنے کی اب کوئی صورت نہیں۔ اہم باتیں: (1) انبیاء کرام علیہم السلام کی بارگاہِ الٰہی میں وہ عزت ہے کہ رب تعالیٰ ان کو تقدیرِ مبرم کے خلاف دعا کرنے سے روک دیتا ہے تاکہ ان کی زبان خالی نہ جائے۔ (2) تقدیر کی تین قسمیں ہیں: (۱) مبرمِ حقیقی، کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی شے پر مُعلق نہیں۔ (۲) معلق محض، کہ فرشتوں کے صحیفوں میں کسی چیز پر اس کا معلق ہونا ظاہر فرما دیا گیا ہے۔ (۳) معلق شبیہ بہ مبرم، کہ فرشتوں کے صحیفوں میں اُس کا معلق ہونا مذکور نہیں اور اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی چیز پر معلق ہے۔ ان کا حکم یہ ہے کہ: تقدیر جو مبرمِ حقیقی ہے اس کی تبدیلی ناممکن ہے، وہ تقدیر جس کا معلق ہونا ظاہر ہے اس تک اکثر اولیا کی رسائی ہوتی ہے اور یہ ان کی دعا اور ہمت سے ٹل جاتی ہے اور وہ تقدیر جو متوسط حالت میں ہے جسے فرشتوں کے صحیفوں کے اعتبار سے مبرم بھی کہہ سکتے ہیں اس تک خواص اکابر کی رسائی ہوتی ہے۔

قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَ اِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا

تیرے رب کا حکم آچکا ہے اور بیشک ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو پھیرا نہ جائے گا ○ اور جب لوط کے پاس ہمارے فرشتے آئے

سِیْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ

تو ان کی وجہ سے لوط غمگین ہوئے اور ان کا دل تنگ ہوا اور فرمانے لگے یہ بڑا سخت دن ہے ○ اور ان کے پاس ان کی قوم دوڑتی ہوئی آئی

وَ مِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ

اور وہ (لوگ) پہلے ہی سے برے کاموں کے عادی تھے۔ لوط نے فرمایا: اے میری قوم! یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے پاکیزہ ہیں

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا

تو اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی ایک آدمی بھی نیک کردار والا نہیں؟ ○ انہوں نے کہا:

آیت 77 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے ہو کر فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے جب ان کے حسن و جمال کو دیکھا تو قوم کی خباثت اور بد عملی کا خیال کر کے ان خوبصورت لڑکوں کی وجہ سے غمگین ہوئے اور ان کا دل تنگ ہوا کیونکہ ایک تو وہ مہمان تھے اور دوسرے انتہائی خوبصورت، اس لئے ان کے بارے میں آپ اپنی قوم کی طرف سے خوفزدہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ یہ بڑا سختی کا دن ہے۔ **اہم بات:** مروی ہے کہ فرشتوں کو حکم تھا کہ قوم لوط کو اس وقت تک ہلاک نہ کریں جب تک حضرت لوط علیہ السلام خود قوم کی بد عملی پر چار مرتبہ گواہی نہ دیں، چنانچہ جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام سے ملے تو آپ نے فرشتوں سے فرمایا: کیا تمہیں اس بستی والوں کا حال معلوم نہ تھا؟ فرشتوں نے کہا: ان کا کیا حال ہے؟ فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ عمل کے اعتبار سے روئے زمین پر یہ بد ترین بستی ہے اور یہ بات آپ نے چار مرتبہ فرمائی۔

آیت 78 حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جو کافرہ تھی، اس نے قوم کو حسین مہمانوں کے آنے کی خبر دی۔ آپ علیہ السلام مہمانوں کے ساتھ گھر میں ہی تھے کہ قوم کے لوگ مہمانوں کے ساتھ بے حیائی کا کام کرنے کی غرض سے دوڑتے ہوئے آئے، وہ لوگ پہلے ہی سے برے کاموں کے عادی تھے، انہیں دیکھ کر حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم! یہ جو میری قوم کی بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لئے نکاح کی صورت میں پاکیزہ ہیں تو اپنی بیویوں سے فائدہ حاصل کرو کہ وہ تمہارے لئے حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرے مہمانوں سے کوئی برا فعل سر انجام دے کر مجھے ان کے سامنے شرمندہ مت کرو، کیا تم میں ایک بھی ایسا نیک آدمی نہیں جس کی بات مان کر تم اس برے فعل سے باز آجاؤ؟ **اہم بات:** حضرت لوط علیہ السلام نے بزرگانہ شفقت سے قوم کی عورتوں کو اپنی بیٹیاں فرمایا تاکہ اس حسن اخلاق سے وہ فائدہ اٹھائیں اور غیرت و حمیت سیکھیں۔

آیت 79 قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت سے اعراض کرتے ہوئے کہا: آپ جانتے ہیں کہ آپ کی قوم کی بیٹیوں سے نکاح کرنے کی ہمیں کوئی حاجت نہیں اور نہ ہمیں ان کی طرف رغبت ہے اور جو ہماری خواہش ہے وہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ

تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری قوم کی بیٹیوں میں ہمارے لئے کوئی حاجت نہیں اور تم ضرور جانتے ہو جو ہم چاہتے ہیں ○ لوط نے فرمایا: اے کاش

اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ

تمہارے مدمقابل میرے پاس کوئی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا ○ فرشتوں نے عرض کی: اے لوط! ہم تمہارے

لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَ لَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ

رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے تو آپ اپنے گھر والوں کو راتوں رات لے جائیں اور تم میں کوئی پیٹھ

اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ

پھیر کر نہ دیکھے سوائے تیری بیوی کے۔ بیشک اسے بھی وہی (عذاب) پہنچنا ہے جو ان (کافروں) کو پہنچے گا بیشک ان کا وعدہ صبح کے وقت کا ہے،

الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ

کیا صبح قریب نہیں؟ ○ پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اس بستی کے اوپر کے حصے کو اس کا نیچے کا حصہ کر دیا اور اس پر لگاتار

آیت 80 جب حضرت لوط علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ قوم اپنے ارادے سے باز نہیں آئے گی تو آپ نے افسوس کرتے ہوئے فرمایا: اے کاش! مجھے تم سے مقابلہ کرنے کی طاقت ہوتی یا میں ایسا قبیلہ رکھتا جو میری مدد کرتا تو میں تم سے مقابلہ اور جنگ کرتا۔

آیت 81 حضرت لوط علیہ السلام نے مکان کا دروازہ بند کر لیا تھا اور اندر سے گفتگو فرما رہے تھے، قوم نے دیوار توڑنا چاہی، فرشتوں نے جب حضرت لوط علیہ السلام کی بے چینی دیکھی تو عرض کی: اے لوط! ہم ان لوگوں کو عذاب کرنے کے لئے آئے ہیں، آپ دروازہ کھول دیں، پھر ہمیں اور انہیں چھوڑ دیں، یہ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے اور نہ آپ کو کوئی نقصان پہنچا سکیں گے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے دروازہ کھول دیا تو لوگ مکان میں گھس آئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے حکم الٰہی سے اپنا بازو ان کے چہروں پر مارا تو وہ سب اندھے ہو گئے اور مکان سے نکل بھاگے۔ فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ اپنے گھر والوں کو راتوں رات یہاں سے لے جائیں اور آپ میں سے کوئی پیٹھ پھیر کر نہ دیکھے لیکن آپ کی بیوی پیٹھ پھیر کر دیکھ لے گی یا یہ معنی ہے کہ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر نہ جائیں۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرشتوں نے کہا: کیونکہ اسے بھی وہی عذاب پہنچنا ہے جو ان کافروں کو پہنچے گا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: یہ عذاب کب ہو گا؟ فرشتوں نے جواب دیا: بے شک ان کے عذاب کا وعدہ صبح کے وقت کا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تو اس سے جلدی چاہتا ہوں۔ فرشتوں نے عرض کی: صبح قریب ہی ہے آپ اسے دور نہ سمجھیں۔

آیت 82 جب حضرت لوط علیہ السلام اہل و عیال کے ساتھ بستی سے چلے تو انہیں حکم دیا کہ کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے، سب نے عمل کیا لیکن آپ کی بیوی نے جب قوم پر عذاب آنے کا سنا تو پیچھے مڑ کر چیخ کر کہا: ہائے میری قوم! تو اسے بھی ایک پتھر لگا اور وہ بھی ہلاک ہو گئی۔ قوم لوط پر عذاب اس طرح آیا کہ ان کے شہر جس طبقۂ زمین میں تھے، حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے نیچے اپنا بازو ڈالا اور

بِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَ مَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾ وَ اِلٰى مَدْيَنَ

کنکر کے پتھر برسائے ۝ جن پر تیرے رب کی طرف سے نشان لگے ہوئے تھے اور وہ پتھر ظالموں سے کچھ دور نہیں ۝ اور مدین کی طرف

اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ وَ لَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ

ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ اور تول میں

پانچوں شہروں کو جن میں سب سے بڑا سدوم تھا اور ان میں چار لاکھ آدمی بستے تھے، ایسا آہستگی سے اٹھایا کہ کسی برتن کا پانی تک نہ گرا پھر بلندی سے اس کو اوندھا کر کے پلٹ دیا اور جو لوگ اس وقت بستی میں موجود نہ تھے وہ جہاں کہیں سفر میں تھے وہیں انہیں پتھر برسا کر ہلاک کر دیا گیا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ بستیاں الٹنے کے بعد ان ہی پر لگاتار پتھر برسائے گئے۔

آیت 83 ﴿ ان پتھروں پر ایسا نشان تھا جس سے وہ دوسروں سے ممتاز تھے۔ ان پر سرخ خطوط تھے یا جس پتھر سے جس شخص کی ہلاکت منظور تھی اس کا نام اس پتھر پر لکھا تھا۔ آیت میں مزید فرمایا: اور وہ پتھر ظالموں سے کچھ دور نہیں۔ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں کفارِ قریش کو ڈرایا گیا ہے، معنی یہ ہے کہ اے حبیب! وہ پتھر آپ کی قوم کے ظالموں سے کچھ دور نہیں۔ حضرت قتادہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ اس امت کے ظالموں سے وہ پتھر کچھ دور نہیں۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کسی ظالم کو ان پتھروں سے نہیں بچائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) بد فعلی کبیرہ گناہ ہے۔ ایسا شخص بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت سے محروم رہے گا۔ (2) شریعتِ مطہرہ میں بد فعلی کی سزا یہ ہے کہ اس کے اوپر دیوار گرا دی جائے یا اونچی جگہ سے اُسے اوندھا کر کے گرایا جائے اور اُس پر پتھر برسائے جائیں یا اُسے قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ مر جائے یا توبہ کرے یا چند بار ایسا کیا ہو تو بادشاہِ اسلام اسے قتل کر ڈالے لیکن یاد رہے کہ سزاؤں کے نفاذ کا اختیار صرف حاکمِ اسلام کو ہے۔

آیت 84 ﴿ اس سورت میں ذکر کئے گئے واقعات میں سے یہ چھٹا واقعہ ہے، فرمایا: اور ہم نے مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ آپ نے ان سے فرمایا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو۔ بے شک میں تمہیں خوشحال دیکھ رہا ہوں اور ایسے حال میں تو آدمی کو چاہیے کہ نعمت کا شکر ادا کرے اور دوسروں کو اپنے اموال سے فائدہ پہنچائے نہ کہ ان کے حقوق میں کمی کرے، ایسی حالت میں اس عادت سے اندیشہ ہے کہ کہیں اس خوشحالی سے محروم نہ کر دیئے جاؤ، اگر تم ناپ تول میں کمی سے باز نہ آئے تو بے شک مجھے تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کا ڈر ہے جس سے سب کے سب ہلاک ہو جائیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس دن کے عذاب سے عذابِ آخرت مراد ہو۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین نے اس شہر "مدین" کی بنیاد ڈالی تھی۔ (2) انبیاء علیہم السلام کو حکم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دعوت دیں اور پھر جو کام زیادہ اہم ہو اس کی دعوت دیں پھر جو اہم ہو اس کی دعوت دیں۔ کفر کے بعد چونکہ مدین والوں کی سب سے بری عادت خرید و فروخت کے دوران ناپ تول میں کمی کرنا تھی، اس لئے حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں توحید کی دعوت دینے کے بعد اس بری عادت چھوڑنے کی دعوت دی۔ (3) سورۂ اعراف کی آیت 85 تا 93 میں حضرت شعیب علیہ السلام کے قوم مدین کے ساتھ معاملات کی بعض تفصیلات گزر چکی ہیں۔

وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾ وَيٰقَوْمِ

نہ کرو۔ بیشک میں تمہیں خوشحال دیکھ رہا ہوں اور بیشک مجھے تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کا ڈر ہے○ اور اے میری قوم!

اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ

انصاف کے ساتھ ناپ اور تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد

مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا

نہ پھیلاتے پھرو○ اللہ کا دیا ہوا جو بچ جائے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو اور میں تم پر کوئی نگہبان نہیں○ (قوم نے) کہا

يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا

اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے خداؤں کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق

آیت 85 مزید فرمایا: اور اے میری قوم! انصاف کے ساتھ ناپ اور تول پورا کرو، لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو، ناپ تول میں کمی اور لوگوں کو ان کے حقوق سے محروم کر کے زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔

آیت 86 مزید فرمایا: حرام مال ترک کرنے کے بعد جس قدر حلال مال بچے وہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ پورا تولنے اور ناپنے کے بعد جو بچے وہ بہتر ہے۔ ان کے علاوہ اور معنی بھی مفسرین نے بیان فرمائے ہیں۔ مزید فرمایا: اور میں تم پر کوئی نگہبان نہیں یعنی تم سے صادر ہونے والے ہر معاملے میں میرا تمہارے پاس موجود رہنا ممکن نہیں تا کہ میں ناپ تول میں کمی بیشی پر تمہارا مُواخذہ کر سکوں۔ اہم بات: حلال میں برکت ہے اور حرام میں بے برکتی نیز حلال کی تھوڑی روزی حرام کی زیادہ روزی سے بہتر ہے۔

آیت 87 علماء نے فرمایا کہ بعض انبیاء علیہم السلام کو جنگ کی اجازت تھی جیسے حضرت موسیٰ، حضرت داود، حضرت سلیمان علیہم السلام اور بعض کو جنگ کا حکم نہ تھا، حضرت شعیب علیہ السلام انہیں میں سے ہیں۔ آپ سارا دن وعظ فرماتے اور ساری رات نماز میں گزارتے، قوم آپ سے کہتی کہ اس نماز سے آپ کو کیا فائدہ؟ آپ فرماتے: نماز خوبیوں کا حکم دیتی اور برائیوں سے منع کرتی ہے تو اس پر وہ مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان خداؤں کی عبادت کرنا چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہیں یا ہم اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق عمل نہ کریں۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ ہم اپنے مال میں پورا اختیار رکھتے ہیں، چاہے کم ناپیں چاہے کم تولیں۔ مدین والے اپنے گمان میں حضرت شعیب علیہ السلام کو بے وقوف اور جاہل سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے طنز کے طور پر حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا: واہ بھئی! تم تو بڑے عقل مند اور نیک چلن ہو۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم میں بڑے عقل مند اور نیک چلن آدمی کی حیثیت سے مشہور تھے لیکن جب آپ نے قوم کو بتوں کی پوجا چھوڑنے کا حکم دیا تو انہوں نے حیران ہو کر کہا کہ آپ تو بڑے عقل مند اور نیک چلن ہیں پھر آپ ہمیں کیسے یہ حکم دے رہے ہیں کہ ہم اپنے نسل در نسل

مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ

عمل نہ کریں۔ واہ بھئی! تم تو بڑے عقلمند، نیک چلن ہو۔ شعیب نے فرمایا: اے میری قوم! بھلا بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے

عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى

ایک روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے اچھی روزی دی ہو (تو میں کیوں نہ تمہیں سمجھاؤں) اور میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے

مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا

میں تمہیں منع کرتا ہوں خود اس کے خلاف کرنے لگوں، میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں جتنی مجھ سے ہو سکے اور میری توفیق اللہ ہی کی

بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ

مدد سے ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور اے میری قوم! میری مخالفت تم سے یہ نہ کروا دے کہ

مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾

تم پر بھی اسی طرح کا (عذاب) آ پہنچے جو نوح کی قوم یا ہود کی قوم یا صالح کی قوم پر آیا تھا اور لوط کی قوم تو تم سے کوئی دور بھی نہیں ہے۔

چلتے ہوئے بتوں کی پوجا کے طریقے کو چھوڑ دیں۔ اہم باتیں: (1) مدین والوں کے جواب سے ظاہر ہوا کہ ان کے پاس بت پرستی کرنے پر دلیل محض اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید تھی۔ (2) آیت میں مذکور لفظ "صلاۃ" سے دین و ایمان یا نماز مراد ہے۔

آیت 88 حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو ان کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: اے میری قوم! مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل یعنی علم، ہدایت، دین اور نبوت سے سرفراز کیا گیا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے پاس سے بہت زیادہ حلال مال عطا فرمایا ہوا ہو تو پھر کیا میرے لئے جائز ہے کہ میں اس کی وحی میں خیانت کروں اور اس کا پیغام تم لوگوں تک نہ پہنچاؤں۔ یہ کس طرح روا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اتنی کثیر نعمتیں عطا فرمائے اور میں اس کے حکم کی خلاف ورزی کروں اور میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے میں تمہیں منع کرتا ہوں خود اس کے خلاف کرنے لگوں۔ مزید فرمایا، جس کا خلاصہ ہے کہ جب تم میرے کمال عقل کا اعتراف کر رہے ہو تو تمہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ میں نے اپنے لئے جو بات پسند کی ہے وہ وہی ہو گی جو سب سے بہتر ہو اور وہ خدا تعالیٰ کی توحید اور ناپ تول میں خیانت نہ کرنا ہے اور میں چونکہ اس کا پابندی سے عامل ہوں تو تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ یہی طریقہ بہتر ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ میرا تمہیں نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے سے مقصود یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے تمہاری اصلاح ہو جائے اور میں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا کیونکہ مجھے اسی پر اعتماد اور تمام کاموں میں اسی پر بھروسا ہے، میں تمام نیک اعمال اور توبہ کرنے میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

آیت 89 حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم سے مزید فرمایا: اے میری قوم! مجھ سے تمہارا بغض و عداوت، میرے دین کی مخالفت، تمہارے اللہ تعالیٰ سے کفر اور بتوں کی پوجا پر قائم رہنے، لوگوں سے ناپ تول میں کمی کو نہ چھوڑنے اور بارگاہِ الٰہی میں توبہ سے اعراض

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِؕ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ

اور اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ، بیشک میرا رب بڑا مہربان، محبت والا ہے۔ انہوں نے کہا: اے شعیب! تمہاری

مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًاۚ وَ لَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ٘

زیادہ تر باتیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آرہیں اور بیشک ہم تمہیں اپنے درمیان کمزور دیکھتے ہیں اور اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں پتھروں سے مار دیتے

وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَهْطِیْۤ اَعَزُّ عَلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِؕ

اور تم ہمارے نزدیک کوئی معزز آدمی نہیں ہو۔ شعیب نے فرمایا: اے میری قوم! کیا تم پر میرے قبیلے کا دباؤ اللہ سے زیادہ ہے

کی وجہ سے کہیں تم پر بھی ویسا ہی عذاب نازل نہ ہو جائے جیسا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم یا حضرت ہود علیہ السلام کی قوم یا حضرت صالح علیہ السلام کی قوم یا حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر نازل ہوا اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا زمانہ دوسروں کی نسبت تم سے زیادہ قریب ہے لہٰذا ان کے حالات سے عبرت حاصل کرو اور اس بات سے ڈرو کہ کہیں میری مخالفت کی وجہ سے تم بھی اسی طرح کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔

آیت 90 مزید فرمایا: اور اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ، بیشک میرا رب مؤمنین پر بڑا مہربان اور ان سے محبت فرمانے والا ہے۔ اہم بات: لفظ "وَدُوْد" "وُدٌّ" سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: خالص محبت۔ اللہ تعالیٰ پر اس اسم کا اطلاق دو طرح سے ہوتا ہے: (۱) ایک بمعنی محب کہ اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت گزار بندوں سے محبت فرماتا ہے کہ وہ ان کے نیک اعمال سے راضی ہوتا، ان پر لطف و احسان فرماتا اور ان کی تعریف کرتا ہے۔ (۲) دوسرا بمعنی محبوب کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی کثرت کی وجہ سے اس سے محبت کرتے ہیں۔

آیت 91 جب حضرت شعیب علیہ السلام نے مدین والوں کو سمجھانے کے لئے زیادہ گفتگو فرمائی تو انہوں نے جواب دیا: اے شعیب! آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار اور صرف اسی کی عبادت کرنے اور ناپ تول میں کمی حرام ہونے کی جو باتیں کر رہے ہیں اور ان باتوں پر جو دلائل دے رہے ہیں یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتے نیز بیشک ہم تمہیں اپنے درمیان کمزور دیکھتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ساتھ کچھ ظلم و زیادتی کریں تو آپ میں دفاع کرنے کی طاقت نہیں۔ اگر آپ کا قبیلہ ہمارے دین پر ہونے کی وجہ سے ہم میں عزت دار نہ ہوتا تو ہم پتھر مار مار کر آپ کو قتل کر دیتے اور تم ہمارے نزدیک کوئی معزز آدمی نہیں ہو۔ درس: وہ لوگ جنہیں اسلام کے احکام پر کوفت ہوتی ہے، سود کی حرمت، پردے کی پابندی اور حقوق اللہ کی ادائیگی پر مذاق سوجھتا ہے، انہیں اپنے اقوال و افعال کو قوم شعیب کے بیان کردہ جملوں کے ساتھ ملا کر دیکھ لینا چاہیے کہ کیا یہ اسی کافر قوم کے نقش قدم پر نہیں چل رہے۔

آیت 92 جب مدین والوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو قتل کرنے اور اذیت پہنچانے سے ڈرایا تو آپ نے انہیں جواب دیا: اے میری قوم! کیا تم پر میرے قبیلے کا دباؤ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے تو تم میرے قتل سے باز نہ رہے جبکہ میرے قبیلے کی وجہ سے باز رہے اور تم نے اللہ تعالیٰ کے نبی کا تو احترام نہ کیا جبکہ قبیلے کا احترام کیا، تم نے حکمِ الٰہی کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال رکھا ہے اور اسے

وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا

اور اسے تم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے بیشک میرا رب تمہارے تمام اعمال کو گھیرے ہوئے ہے○ اور اے میری قوم!

عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ

تم اپنی جگہ اپنا کام کیے جاؤ، میں اپنا کام کرتا ہوں۔ عنقریب تم جان جاؤ گے کہ رسوا کردینے والا عذاب کس پر آتا ہے اور کون جھوٹا ہے

وَارْتَقِبُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

اور تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں○ اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے شعیب اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی

بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنْ

رحمت سے بچالیا اور ظالموں کو خوفناک چیخ نے پکڑ لیا تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے○ گویا وہ

لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ

ع

کبھی وہاں رہتے ہی نہ تھے۔ خبردار! دور ہوں مدین والے جیسے قوم ثمود دور ہوئی○ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتوں اور

لیے چھوڑ رکھا ہے جیسے وہ توجہ کے قابل ہی نہیں، بے شک میرا رب تمہارے سب حالات جانتا ہے، اس پر تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہیں اور وہ قیامت کے دن تمہیں تمہارے عملوں کی جزا دے گا۔

آیت 93 حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم سے مزید فرمایا کہ جو برے اعمال کرنا اور مجھے شر پہنچانا تمہارے بس میں ہے تم وہ کرتے جاؤ اور جن اعمال کی اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق عطا کی ہے میں وہ کرتا رہتا ہوں، عنقریب تم جان جاؤ گے کہ رسوا کردینے والا عذاب کس پر آتا ہے اور اپنے دعووں میں کون جھوٹا ہے، تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ میں حق پر ہوں یا تم اور عذابِ الٰہی سے شقی کی شقاوت ظاہر ہو جائے گی، بس تم اپنے انجام کا انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں۔

آیت 95،94 ان دو آیات میں فرمایا کہ جب مدین والوں پر عذاب نازل کرنے اور انہیں ہلاک کر دینے کا ہمارا حکم آیا تو ہم نے حضرت شعیب علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو محض اپنے فضل و رحمت کی وجہ سے اس عذاب سے بچالیا اور جنہوں نے شرک اور ناپ تول میں کمی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا انہیں خوفناک چیخ نے پکڑ لیا تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل مرے ہوئے پڑے رہ گئے گویا وہ کبھی وہاں رہتے ہی نہ تھے۔ خبردار! مدین والوں کو بھی اسی طرح کے عذاب سے ہلاک کر دیا گیا جس طرح کے عذاب سے قوم ثمود کو ہلاک کیا گیا۔ اہم بات: سورۂ اعراف میں مدین والوں پر عذاب کی کیفیت اس طرح بیان ہوئی ہے: "تو انہیں شدید زلزلے نے اپنی گرفت میں لے لیا تو صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے" ممکن ہے کہ زلزلے کی ابتدا چیخ سے ہوئی ہو، اس لئے ایک جگہ ہلاکت کی نسبت سبب قریب یعنی خوفناک چیخ کی طرف اور دوسری جگہ سبب بعید یعنی زلزلے کی طرف کی گئی۔

آیت 96 اس سورت میں ذکر کئے گئے واقعات میں سے یہ ساتواں اور آخری واقعہ ہے۔ یہاں "آیات" سے تورات اور اس کے تمام

سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٩٦﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ

روشن غلبے کے ساتھ بھیجا○ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے فرعون کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا کام بالکل

بِرَشِيْدٍ ﴿٩٧﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۖ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿٩٨﴾

درست نہ تھا○ (فرعون) قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے ہو گا پھر انہیں دوزخ میں لا اتارے گا اور وہ اترنے کا کیا ہی برا گھاٹ ہے○

وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۖ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿٩٩﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى

اور اس دنیا میں اور قیامت کے دن ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی۔ کیا ہی برا انعام ہے جو انہیں ملا○ یہ بستیوں کی خبریں ہیں

مسائل و احکام اور "سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ" سے معجزات مراد ہیں اور معنی یہ ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مسائل و احکام کے ساتھ بھیجا اور روشن معجزات کے ذریعے ان کی تائید کی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آیات سے مراد معجزات ہیں اور معنی یہ ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات کے ساتھ بھیجا، ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی صداقت کے لئے روشن دلیل ہے۔ **اہم بات:** حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعات سورۂ بقرہ، سورۂ اعراف اور سورۂ یونس کی متعدد آیات میں گزر چکے ہیں۔

آیت 97 فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو درباریوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے معجزات کا انکار کرنے میں فرعون کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا کام بالکل درست نہ تھا، وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھا کیونکہ وہ بشر ہونے کے باوجود خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور علانیہ ایسے ظلم و ستم کرتا تھا جس کا شیطانی کام ہونا ظاہر اور یقینی ہے جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہدایت اور سچائی تھی، آپ کی سچائی کی دلیلیں یعنی واضح آیات اور روشن معجزات وہ لوگ دیکھ چکے تھے۔

آیت 98 فرمایا کہ جس طرح فرعون دنیا میں اپنی قوم کے آگے تھا اور انہیں دریائے نیل میں لا ڈالا اسی طرح قیامت کے دن بھی اپنی قوم کے آگے ہو گا پھر انہیں دوزخ میں لا اتارے گا اور وہ اترنے کا کیا ہی برا گھاٹ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں فرعون کفر و گمراہی میں اپنی قوم کا پیشوا تھا ایسے ہی جہنم میں ان کا پیشوا اور امام ہو گا۔

آیت 99 اللہ تعالیٰ، انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتوں کی لعنت دنیا و آخرت دونوں جگہ فرعونیوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور کبھی ان سے جدا نہ ہو گی کہ دنیا میں قیامت تک ہر آنے والی نسل انہیں برائی سے یاد کرے گی اور آخرت میں تمام اولین و آخرین ان پر لعنت کریں گے۔ کیا ہی برا انعام ہے جو انہیں ملا۔ **اہم بات:** دنیا کی رسوائی اور نیک لوگوں کا ہمیشہ کسی پر لعنت کرنا خدا کا عذاب ہے جبکہ ذکرِ خیر اور اچھا چرچا رحمت ہے۔

آیت 100 ارشاد فرمایا: یہ گزری ہوئی امتوں کی خبریں ہیں جو اے حبیب! ہم تمہیں اس لئے سناتے ہیں کہ تم اپنی امت کو ان کی خبریں دو تاکہ وہ عبرت حاصل کریں اور اپنے کفر سے باز آ جائیں یا پھر ان پر بھی ویسا ہی عذاب نازل ہو جائے جیسا ان سابقہ قوموں پر نازل ہوا۔ جن قوموں کو ہم نے ہلاک کر دیا ان کی حالت کھیتیوں کی طرح ہے کہ ان میں سے کوئی ابھی قائم ہے یعنی اس کے مکانوں کی دیواریں موجود ہیں، کھنڈر پائے جاتے ہیں اور نشان ابھی باقی ہیں جیسے عاد و ثمود کے شہر اور کوئی روئے زمین سے کٹ دی گئی ہے یعنی

نَقُصُّهٗ عَلَیْكَ مِنْهَا قَآىٕمٌ وَّ حَصِیْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ

جو ہم تمہیں سناتے ہیں ان میں سے کوئی ابھی قائم ہے اور کوئی کاٹ دی گئی ○ اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا بلکہ خود انہوں نے اپنی جانوں پر

فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَ مَا

ظلم کیا تو اللہ کے سوا جن معبودوں کی عبادت کرتے تھے وہ ان کے کچھ کام نہ آئے جب تیرے رب کا حکم آیا اور انہوں نے

زَادُوْهُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ ﴿۱۰۱﴾ وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌ ؕ

ان کے نقصان میں ہی اضافہ کیا ○ اور تیرے رب کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے جبکہ وہ بستی والے ظالم ہوں

اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ یَوْمٌ

بیشک اس کی پکڑ بڑی شدید دردناک ہے ○ بیشک اس میں اُس کیلئے نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے۔ وہ ایسا دن ہے

کٹی ہوئی کھیتی کی طرح بالکل بے نام ونشان ہوگئی اور اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے شہر۔

آیت 101 فرمایا کہ ہم نے انہیں عذاب اور ہلاکت میں مبتلا کر کے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ کفر اور گناہوں کا ارتکاب کر کے انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا یا یہ معنی ہے کہ کسی قوم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب نازل ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں بلکہ عدل و انصاف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے قوم کفر اور گناہوں میں مبتلا ہو کر اپنی جانوں پر ظلم کرتی ہے پھر ان برے اعمال کی وجہ سے اپنے اوپر اس عذاب کو لازم کر لیتی ہے۔ آیت میں مزید فرمایا: تو اللہ تعالیٰ کے سوا جن معبودوں کی عبادت کرتے تھے وہ ان کے کچھ کام نہ آئے جب تیرے رب کا ان کو عذاب دینے کا حکم آیا اور انہوں نے ان کے نقصان میں ہی اضافہ کیا۔

آیت 102 سابقہ آیات میں بیان ہوا کہ گزشتہ امتوں نے جب اپنے انبیاء علیہم السلام کی نافرمانی کی تو ان پر ایسا عذاب نازل ہوا جس نے انہیں جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دیا اور چونکہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اس لئے دنیا میں ہی ان پر عذاب آیا اور اس آیت میں بیان فرمایا کہ وہ عذاب گزشتہ قوموں کے ساتھ ہی خاص نہیں تھا بلکہ اب بھی جو ان کی طرح ظلم کرے گا تو اس پر بھی ویسا ہی عذاب نازل ہو گا۔ مزید فرمایا: بے شک اس کی پکڑ بڑی شدید دردناک ہے۔ **اہم باتیں:** (1) علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر ظلم کرنے والے پر لازم ہے کہ ظلم سے توبہ کرے اور ظلم کرنا چھوڑ دے نیز جس کا جو حق مارا ہو وہ اسے لوٹا دے تاکہ اس عظیم وعید میں داخل نہ ہو کیونکہ یہ آیت ہر ظالم کو عام ہے البتہ امتِ محمدیہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وجہ سے ایسا عذاب نازل نہ ہو گا جو اس امت کو جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دے۔ (2) حدیث پاک میں ہے: بیشک اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے اور جب اس کی پکڑ فرماتا ہے تو پھر اسے مہلت نہیں دیتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (بخاری، حدیث: 4686)

آیت 103 فرمایا کہ گزشتہ امتوں کے عذابات اور ان کی ہلاکت کا جو ذکر ہوا ان میں اس شخص کے لئے عبرت و نصیحت ہے جو اللہ تعالیٰ سے اور قیامت کے دن اس کے عذاب سے ڈرے کیونکہ جب وہ اس بات میں غور و فکر کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ امتوں

مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ

جس میں سب لوگ اکٹھے ہوں گے اور وہ دن ایسا ہے جس میں ساری مخلوق موجود ہوگی ○ اور ہم اسے پیچھے نہیں ہٹاتے مگر ایک گنی ہوئی

مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾

مدت کے لئے ○ جب وہ دن آئے گا تو کوئی شخص اللہ کے حکم کے بغیر کلام نہ کرسکے گا تو ان میں کوئی بدبخت ہوگا اور کوئی خوش نصیب ہوگا ○

فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ

توجو بدبخت ہوں گے وہ تو دوزخ میں ہوں گے، وہ اس میں گدھے کی طرح چلائیں گے ○ وہ اس میں تب تک رہیں گے جب تک آسمان،

کے کفار پر دنیا میں ہی دردناک عذاب نازل فرمایا، انہیں سخت سزا دی اور دنیا کا عذاب گویا کفار کے لئے تیار کئے گئے عذابِ آخرت کا نمونہ ہے تو اس کے دل میں مزید خوفِ خدا پیدا ہوگا۔ قیامت کا دن وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ان کی قبروں سے اٹھائے گا اور حشر کے میدان میں حساب و کتاب، ثواب اور عذاب کے لئے جمع فرمائے گا، اس دن ساری مخلوق حاضر ہوگی، کوئی پیچھے نہ رہ سکے گا، اس دن اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو سزا دے گا جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے رسولوں کی تکذیب کی ہوگی۔

آیت 104 فرمایا کہ ہم قیامت کے دن کو اس لئے مؤخر کر رہے ہیں تاکہ وہ مدت پوری ہو جائے جو ہم نے دنیا باقی رہنے کے لئے مقرر فرمائی ہے۔

آیت 105 ارشاد فرمایا: جب قیامت کا دن آئے گا تو ہر مخلوق خاموش ہوگی، اس دن کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کلام نہ کرسکے گا تو ان میں کوئی بدبخت ہوگا، یہ وہ لوگ ہوں گے جن پر وعید کے مطابق جہنم واجب ہوگی اور ان میں کوئی خوش نصیب ہوگا، یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے لئے وعدے کے مطابق جنت واجب ہوگی۔ **اہم بات:** قیامت کے دن مختلف حالات ہوں گے، بعض حالات میں ہیبت کی شدت کی وجہ سے کسی کو اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر بات زبان پر لانے کی قدرت نہ ہوگی، بعض حالات میں اجازت دی جائے گی کہ لوگ اجازت سے کلام کریں گے اور بعض حالات میں گھبراہٹ اور وحشت کم ہوگی تو لوگ اپنے معاملات میں جھگڑیں گے اور اپنے مقدمات پیش کریں گے۔ درس: دنیا میں بھی سعادت اور بدبختی کی کئی علامات علمانے بیان فرمائی ہیں، ان میں سے سعادت کی پانچ علامتیں یہ ہیں: (۱) دل کی نرمی (۲) کثرت سے آنسو بہانا (۳) دنیا سے نفرت (۴) امیدوں کا چھوٹا ہونا (۵) حیا اور بدبختی کی پانچ علامتیں یہ ہیں: (۱) دل کی سختی (۲) آنسو نہ بہانا (۳) دنیا کی رغبت (۴) لمبی امیدیں (۵) بے حیائی۔

آیت 106 فرمایا کہ جن پر بدبختی غالب آگئی اور ان کے لئے جہنم کا فیصلہ کر دیا گیا تو وہ جہنم میں رہیں گے اور جہنم میں ان کا حال یہ ہوگا کہ اس میں گدھے کی طرح چلائیں گے۔

آیت 107 مزید فرمایا: وہ جہنم میں تب تک رہیں گے جب تک آسمان و زمین رہیں گے مگر جو تمہارا رب چاہے۔ بے شک تمہارا رب خوش نصیب اور بدبخت کے ساتھ جو چاہتا ہے وہی کرنے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں کفار کے جہنم میں قیام کو زمین و آسمان کے قائم رہنے کی مدت پر معلق کیا گیا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس طرح زمین و آسمان کا قائم رہنا ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ وقتی اور

وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ﴿۱۰۷﴾ وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی

زمین رہیں گے مگر جو تمہارا رب چاہے بیشک تمہارا رب جو چاہتا ہے وہی کرنے والا ہے○ اور وہ جو خوش نصیب ہوں گے وہ

الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَیْرَ

جنت میں ہوں گے۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان وزمین رہیں گے مگر جو تمہارا رب چاہے یہ ایسی بخشش ہے جو کبھی ختم

مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾ فَلَا تَكُ فِیْ مِرْیَةٍ مِّمَّا یَعْبُدُ هٰۤؤُلَآءِ ؕ مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ

نہ ہوگی○ تو ان بتوں کی عبادت کرنے والوں کے بارے میں شک میں نہ پڑنا۔ یہ ویسے ہی عبادت کرتے ہیں جیسے پہلے ان کے باپ دادا

عارضی ہے اسی طرح کفار کا جہنم میں رہنا بھی ہمیشہ کے لئے نہ ہوگا کیونکہ قرآنِ پاک کی دیگر کئی آیات سے کفار و مشرکین کی مغفرت نہ ہونا اور ان کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا ثابت ہے۔ اسی وجہ سے مفسرین نے اس آیت کی کئی تاویلات بیان کی ہیں، ان میں سے دو یہ ہیں: (۱) یہاں زمین و آسمان سے دنیا کے زمین و آسمان نہیں بلکہ جنت و دوزخ کے زمین و آسمان مراد ہیں اور یہ چونکہ ہمیشہ رہیں گے اس لیے جنتی مسلمان اور جہنمی کفار بھی ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (۲) عربوں کا طریقہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کی ہمیشگی بیان کرنے کا ارادہ کریں تو یوں کہتے ہیں: "جب تک آسمان اور زمین قائم رہیں گے تو فلاں چیز رہے گی۔" قرآنِ پاک چونکہ عربوں کے اسلوب کے موافق نازل ہوا ہے اس لئے "جب تک زمین و آسمان رہیں گے" سے مراد ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ (2) مفسرین نے آیت میں بیان کئے گئے اِستثنا کی بھی مختلف توجیہات بیان کی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں: (۱) اس میں وہ مسلمان داخل ہیں جنہیں کبیرہ گناہوں کی وجہ سے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا انہیں جہنم میں رکھے گا پھر جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرما دے گا۔ (۲) اہلِ جہنم ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے سوائے ان اوقات کے جب وہ دنیا یا برزخ میں تھے یا حشر کے میدان میں حساب کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ (۳) جہنم میں آگ کا عذاب بھی ہوگا اور زمہریر کا بھی جس میں بہت سخت ٹھنڈک ہوگی۔ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جہنمی ہمیشہ کے لئے آگ کے عذاب میں رہیں گے لیکن جس وقت اللہ تعالیٰ چاہے گا انہیں آگ کے عذاب سے نکال کر ٹھنڈک کے عذاب میں ڈال دے گا۔

آیت 108 ارشاد فرمایا: اور وہ جو خوش نصیب ہوں گے وہ جنت میں ہوں گے۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان وزمین رہیں گے مگر جو تمہارا رب چاہے۔ یہ ایسی بخشش ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ **اہم بات:** اس اِستثنا میں وہ اہلِ جنت داخل ہیں جو اپنے گناہوں کی وجہ سے کچھ عرصہ جہنم میں رہیں گے پھر انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا کیونکہ امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو جنت میں داخل ہو گا وہ اس سے کبھی نہیں نکلے گا۔

آیت 109 فرمایا کہ اے سننے والے! ان مشرکین کی بتوں کی عبادت اور ان کے برے انجام کے حوالے سے کسی شک میں نہ پڑنا۔ بیشک یہ بھی اس بت پرستی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوں گے جیسا کہ پہلی امتیں عذاب میں مبتلا ہوئیں۔ جن مشرکین کے واقعات تمہارے سامنے بیان ہوئے جس طرح وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے اسی طرح یہ بھی بتوں کی عبادت کر رہے ہیں اور تمہیں معلوم ہو

مِنْ قَبْلُ ؕ وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ ع وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

عبادت کیا کرتے تھے اور بیشک ہم انہیں ان کا پورا پورا حصہ دیں گے جس میں کوئی کمی نہیں ہوگی ○ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی

فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَ لَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ

تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر تمہارے رب کی ایک بات پہلے طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کا فیصلہ کر دیا جاتا اور بیشک وہ لوگ اس کی طرف

لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَ اِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا

سے دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں ○ اور بیشک ان سب کو تمہارا رب ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ بیشک وہ ان کے

يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا ؕ

تمام اعمال سے خبردار ہے ○ تو تم ثابت قدم رہو جیسا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور جو تمہارے ساتھ رجوع کرنے والا ہے اور اے لوگو! تم سرکشی نہ کرو

چکا کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا اور عنقریب انہیں بھی ان کے جیسے انجام کا سامنا ہوگا اور بیشک ہم انہیں ان کے عذاب کا پورا پورا حصہ دیں گے جس میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

آیت 110 ﴾ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ جیسے آپ کی قوم نے قرآن کے ساتھ کیا کہ بعض اس پر ایمان لائے اور بعض نے اس کا انکار کیا اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان پر ہماری نازل کردہ کتاب تورات کے ساتھ کیا تھا کہ ان میں سے بعض نے تورات کی تصدیق کی اور بعض نے کفر کیا۔ اے حبیب! یہ اپنے کفر اور تکذیب کی بنا پر دنیا میں ہی جس عذاب کے جلدی حق دار تھے وہ عذاب اگر آپ کا رب قیامت کے دن تک کے لئے ان سے مؤخر نہ فرما چکا ہوتا تو دنیا میں ہی ان کی ہلاکت کا فیصلہ کر دیا جاتا اور بیشک وہ لوگ قرآن اور اس کے آپ پر نازل ہونے کی طرف سے دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔

آیت 111 ﴾ فرمایا گیا کہ تصدیق کرنے والے ہوں یا تکذیب کرنے والے، ان سب کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا، تصدیق کرنے والوں کو ان کی تصدیق کی بنا پر جنت اور منکروں کو ان کے انکار کی وجہ سے جہنم نصیب ہوگی، بیشک اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال سے خبردار ہے، اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

آیت 112 ﴾ اے حبیب! آپ اپنے رب کے دین پر عمل کرنے اور اس کی دعوت دینے پر ایسے ثابت قدم رہیں جیسے آپ کے رب نے آپ کو حکم دیا ہے اور آپ کی امت میں سے جو آپ پر ایمان لایا ہے اسے بھی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے احکام کی بجا آوری پر ثابت قدم رہے۔ اے لوگو! جس کام سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع کیا ہے وہ نہ کرو، تمہارے اچھے برے سارے اعمال اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، کوئی عمل اس سے پوشیدہ نہیں لہٰذا اس بات سے ڈرو کہ تمہارا رب تمہارے اعمال جانتا ہے جبکہ حال یہ ہے کہ تم اس کے حکم کی خلاف ورزی کر رہے ہو۔ **اہم بات:** ایمان اور احکام اسلام پر ثابت قدمی نہایت ضروری ہے۔ ترغیب کے لئے یہاں ثابت قدمی کے چند اسباب اور رکاوٹیں بیان کی جاتی ہیں۔ چنانچہ دین اسلام پر ثابت قدمی کے چند اسباب یہ ہیں: (1) علم دین کا حصول

إِنَّهُۥ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١١٢﴾ وَلَا تَرْكَنُوٓا۟ إِلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ فَتَمَسَّكُمُ ٱلنَّارُ وَمَا لَكُم مِّن

بیشک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے ○ اور ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی

دُونِ ٱللَّهِ مِنْ أَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ﴿١١٣﴾ وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ طَرَفَىِ ٱلنَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ ٱلَّيْلِ

حمایتی نہیں پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی ○ اور دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم رکھو۔

(2) کثرت سے مسجد میں حاضری (3) زبان کی حفاظت (4) کفر اور گناہوں سے بچنا (5) کفار و بدمذہب اور فاسق و فاجر لوگوں سے
قطع تعلقی (6) نفسانی خواہشات کی پیروی سے بچنا (7) مصائب و آلام پر صبر (8) رحمتِ الٰہی سے مایوس نہ ہونا (9) لمبی امیدیں نہ رکھنا
(10) دنیا میں زہد و قناعت اختیار کرنا۔ اور ایمان و عمل پر ثابت قدمی میں رکاوٹ بننے والی چند چیزیں یہ ہیں: (1) علم دین سے بہرہ ور
نہ ہونا (2) مسجد میں حاضری سے کترانا (3) زبان کی حفاظت نہ کرنا (4) کفر اور گناہوں کے ذریعے اپنی جانوں پر ظلم (5) کفار و
بدمذہب اور فاسق و فاجر لوگوں کی صحبت (6) نفسانی خواہشات کی لذت حاصل کرنے کی حرص (7) مصائب و آلام پر صبر نہ کرنا
(8) رحمتِ الٰہی سے مایوسی (9) لمبی امیدیں (10) دنیا میں رغبت۔

آیت 113 فرمایا کہ اور ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں کہ تمہیں
اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے اور نہ کل قیامت کے دن تمہیں کوئی ایسا ملے گا کہ جو تمہاری مدد کر سکے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے
تمہیں بچالے۔ **اہم باتیں:** (1) یہ حال تو ان کا ہے جو ظالموں سے تعلقات اور میل جول رکھیں، ان کے اعمال سے راضی ہوں اور ان
سے محبت رکھیں اور جو خود ظالم ہو تو اس کا حال ان سے کتنا بدتر ہو گا۔ (2) خدا کے نافرمانوں یعنی کافروں، بے دینوں، گمراہوں اور
ظالموں کے ساتھ بلاضرورت میل جول، رسم و راہ، قلبی میلان، محبت، ان کی ہاں میں ہاں ملانا اور خوشامد میں رہنا سب ممنوع ہے۔
(3) طبعی میلان کی غیر اختیاری صورت اس آیت میں بیان کئے گئے حکم میں داخل نہیں، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کا خلاصہ ہے:
طبعی میلان جیسے ماں باپ، اولاد یا خوبصورت بیوی کی طرف ہوتا ہے، اس کی جو صورت غیر اختیاری ہو وہ اس حکم کے تحت داخل نہیں،
پھر بھی اس تصور سے کہ یہ اللہ و رسول کے دشمن ہیں ان سے دوستی حرام ہے اور اپنی قدرت کے مطابق اسے دبانا یہاں تک کہ بن پڑے
تو فنا کر دینا لازم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 14/465)

آیت 114 **شانِ نزول:** ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! اس آدمی کا کیا حکم ہے جو اجنبی عورت
سے علیحدگی میں جماع کے سوا سب کچھ کرتا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: ”اور دن کے دونوں کناروں یعنی صبح اور شام اور
رات کے کچھ حصے میں نماز قائم رکھو۔ بے شک نیکیاں مثلاً پانچوں نمازیں صغیرہ گناہوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ نصیحت ماننے والوں کے لئے
نصیحت ہے۔“ پھر آپ نے اسے وضو کر کے نماز پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ!
کیا یہ اس شخص کے ساتھ خاص ہے یا تمام مومنوں کے لئے ہے؟ ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ تمام مومنوں کے لئے عام ہے۔ **اہم باتیں:**
(1) زوال سے پہلے کا وقت صبح میں اور بعد کا وقت شام میں داخل ہے۔ صبح کی نماز فجر ہے، شام کی نمازیں ظہر و عصر ہیں اور رات کے

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۚ﴿۱۱۴﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ

بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ نصیحت ماننے والوں کیلئے نصیحت ہے○ اور صبر کرو کیونکہ اللہ نیکی کرنے والے کا اجر

اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ

ضائع نہیں کرتا○ تو تم سے پہلی گزری ہوئی قوموں میں سے کچھ ایسے فضیلت والے لوگ کیوں نہ ہوئے جو زمین میں فساد کرنے سے

فِى الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِيْهِ

منع کرتے البتہ ان میں تھوڑے سے ایسے تھے جنہیں ہم نے نجات دی اور ظالم لوگ اسی عیش و عشرت کے پیچھے پڑے رہے جو انہیں

وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ○

دیا گیا اور وہ مجرم تھے○ اور تمہارا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو بلاوجہ ہلاک کر دے حالانکہ ان کے رہنے والے اچھے لوگ ہوں○

حصوں کی نمازیں مغرب وعشا ہیں۔(2) نیکیوں سے مراد پنج گانہ نمازیں یا مطلقا نیک کام یا "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَكْبَرُ" پڑھنا ہے۔(3) نیکیاں صغیرہ گناہوں کے لئے کفارہ ہوتی ہیں خواہ وہ نیکیاں نماز ہوں یا صدقہ یا ذکر و استغفار یا اور کچھ۔

آیت 115 ﴾ فرمایا کہ اے حبیب! اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر یا معنی ہے کہ نماز پر صبر کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اعمال کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

آیت 116 ﴾ اس سے پہلی آیات میں گزشتہ امتوں پر جڑ سے اکھاڑ دینے والے عذابات نازل ہونے کا بیان ہوا، یہاں ان عذابات کے اسباب بتائے گئے، ارشاد فرمایا: اے میرے حبیب کی امت! تم سے پہلی امتوں میں سے جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا تھا وہ کچھ ایسے فضیلت والے نہیں ہوئے جو لوگوں کو زمین میں فساد کرنے اور گناہوں سے منع کرتے، اسی لئے ہم نے انہیں ہلاک کر دیا البتہ ان میں تھوڑے سے ایسے تھے جنہیں ہم نے نجات دی اور وہ لوگ انبیاءِ کرام علیہم السلام پر ایمان لائے اور ان کے احکام پر عمل کرتے اور لوگوں کو فساد سے روکتے رہے جبکہ ظالم لوگ اسی عیش و عشرت کے پیچھے پڑے رہے جو انہیں دیا گیا اور وہ نعمتوں، لذتوں، خواہشات اور شہوات کے عادی ہو گئے، کفر اور گناہوں میں ڈوبے رہے اور وہ مجرم تھے۔ اہم باتیں: (1) ﴿اُولُوْا بَقِيَّةٍ﴾ سے مراد علماءِ ربانی ہیں، مقصد یہ ہے کہ گزشتہ قوموں کی عام گمراہی کا باعث یہ ہوا کہ ان میں علماءِ ربانی نہ رہے، اگر وہ رہتے تو اس طرح گمراہی نہ پھیلتی۔ عوام اس لئے مجرم تھے کہ بدکاریاں کرتے تھے اور علما اس لئے مجرم تھے کہ انہیں منع نہ کرتے تھے۔(2) آیت سے دو باتیں واضح ہوئیں: (۱) نیکی کی دعوت دینا اور گناہوں سے روکنا علما کا منصب ہے اگر وہ یہ فریضہ سر انجام نہ دیں گے تو مجرم ہوں گے۔ (۲) شروع سے اب تک یہی ہوتا آیا ہے کہ زیادہ تر مال و دولت والے ہی غفلت میں پڑتے ہیں، اس لئے عمومی طور پر مال دار لوگوں میں دینداروں کی کمی ہوتی ہے۔

آیت 117 ﴾ فرمایا کہ اے حبیب! تمہارا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو بلاوجہ ہلاک کر دے حالانکہ ان کے رہنے والے اچھے لوگ ہوں لیکن وہ انہیں ان کے کفر اور گناہوں کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ

اور اگر تمہارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت بنادیتا اور لوگ ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے ○ البتہ جن پر تمہارے رب نے رحم کیا اور اللہ نے انہیں اسی کے لئے پیدا فرمایا ہے اور تمہارے رب کی بات پوری ہوچکی کہ بیشک میں ضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں سے ملا کر بھردوں گا ○ اور رسولوں کی خبروں میں سے ہم سب تمہیں سناتے ہیں جس سے تمہارے دل کو قوت دیں اور اس سورت میں تمہارے

آیت 118 فرمایا کہ اگر تمہارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت بنادیتا اور یوں سب کا ایک ہی دین ہوتا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ایسا نہ چاہا اور سب کو ایک امت نہ بنایا اور لوگ ہمیشہ مختلف دینوں پر عمل پیرا رہیں گے۔ اہم بات: علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت سے ثابت ہوا کہ پہلی امتوں کی طرح اس امت میں بھی اختلاف رہے گا، کوئی مومن ہوگا اور کوئی کافر، کوئی نیک ہوگا اور کوئی گنہگار، اسی لئے حدیث میں ہے کہ یہودی 71 فرقوں میں تقسیم ہوگئے تھے اور عنقریب تم 73 فرقوں میں بٹ جاؤ گے، ان میں سے 72 فرقے جہنم میں اور ایک جنت میں جائے گا۔ وہ ایک جنتی فرقہ اہلِ سنت وجماعت ہے۔

آیت 119 فرمایا کہ البتہ وہ لوگ جن پر تمہارے رب نے رحم کیا اور انہیں اختلاف سے بچالیا تو وہ دینِ حق پر متفق رہیں گے اور اس میں اختلاف نہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے لوگ اسی لیے یعنی اختلاف والے اختلاف کے لئے اور رحمت والے اتفاق کے لئے پیدا کئے ہیں اور تمہارے رب کی بات پوری ہوچکی کہ وہ جہنم کو تمام کافر جنوں اور انسانوں سے بھر دے گا۔

آیت 120 سابقہ امتوں کے واقعات اور ان کی طرف سے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو جو کچھ پیش آیا، اس کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا: اے حبیب! ہم تمہیں رسولوں کی خبریں اور جو کچھ انہیں اپنی امتوں سے پیش آیا، سناتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے ہم آپ کا دل مضبوط کریں اور اس طرح انبیاءِ کرام علیہم السلام کے حالات اور ان کی امتوں کے سلوک دیکھ کر آپ کو اپنی قوم کی ایذا پر صبر فرمانا آسان ہو، اس سورت میں تمہارے پاس حق یعنی توحید و رسالت اور قیامت کے دلائل آئے اور مسلمانوں کے لئے وعظ و نصیحت آئی۔ **اہم باتیں:** (1) ﴿مَوْعِظَةٌ﴾ کا معنی ہے جس کے ذریعے نصیحت حاصل کی جائے، یہاں اس سے مراد سابقہ امتوں کی ہلاکت کا بیان ہے جس کا ذکر اس سورت میں ہوا۔ ﴿ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ مسلمان سابقہ امتوں پر نازل ہونے والے عذاب کا سن کر عبرت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔ یہاں مسلمانوں کا بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے واقعات سن کر مسلمان ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ (2) اللہ والوں کے ذکر سے دل کو چین نصیب ہوتا ہے۔ درس: دل کی تقویت کا ایک اہم ذریعہ انبیاءِ کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر بزرگانِ دین کے حالات و واقعات کا مطالعہ کرنا بھی ہے۔

هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى

پاس حق آیا اور مسلمانوں کے لئے وعظ و نصیحت (آئی)○ اور تم ایمان نہ لانے والوں سے فرماؤ: تم اپنی جگہ کام

مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کئے جاؤ، ہم اپنا کام کرتے ہیں○ اور تم انتظار کرو، بیشک ہم بھی منتظر ہیں○ اور آسمانوں اور زمین کے غیب اللہ ہی کے لیے ہیں

وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ ع

اور اسی کی طرف ہر کام لوٹایا جاتا ہے تو اس کی عبادت کرو اور اس پر بھروسہ رکھو اور تمہارا رب تمہارے کاموں سے غافل نہیں○

اٰیاتها ۱۱۱ | ۱۲ سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ ۵۳ | رکوعاتها ۱۲

سورۂ یوسف مکیہ ہے، اس میں ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 121 اس آیت میں وعید اور غضب کا اظہار ہے، فرمایا گیا: اے حبیب! آپ ایمان نہ لانے والوں سے فرمادیں کہ جو کام تم کر رہے ہو وہ کئے جاؤ عنقریب تم اس کام کا انجام جان جاؤ گے اور ہمیں ہمارے رب نے جس کام کا حکم دیا ہے ہم وہ کرتے ہیں۔

آیت 122 فرمایا کہ اور تم اس کا انتظار کرو جس کا شیطان نے تم سے وعدہ کیا ہے ہم بھی اس کے منتظر ہیں جو تم پر دنیا یا آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب لازم ہو گا۔

آیت 123 فرمایا کہ تمام چیزیں خواہ خفیہ ہوں یا ظاہر، موجود ہوں یا معدوم سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، زمین و آسمان کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں اور دنیا و آخرت میں مخلوق کا ہر کام اسی کی طرف لوٹتا ہے تو جس کی یہ شان ہے وہی عبادت کا مستحق ہے لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو، اس کے علاوہ کسی کی عبادت میں مشغول نہ ہو اور اپنے تمام معاملات میں اسی پر بھروسا کرو کیونکہ وہ تمہیں کافی ہے اور اے حبیب! آپ کا رب بندوں کے تمام اعمال سے خبردار ہے، کوئی عمل اس سے چھپا ہوا نہیں، وہ نیک بندوں کو ان کی نیکیوں کا ثواب اور گنہگاروں کو ان کے گناہوں کی سزا دے گا۔

سورۂ یوسف کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ یہودی علما نے عرب کے سرداروں سے کہا تھا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دریافت کرو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ملکِ شام سے مصر میں کیسے پہنچی، اُن کے وہاں جاکر آباد ہونے کا سبب اور حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ کیا ہے؟ اس پر یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی۔ اس میں 12 رکوع اور 111 آیتیں ہیں۔ اس سورت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے حالاتِ زندگی کا تفصیل سے بیان ہے اس مناسبت سے اس کا نام "یوسف" رکھا گیا۔ مروی ہے کہ یہودیوں میں سے ایک گروہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف کو پہچانا، مُہرِ نبوت کی

الٓرٰ ۫ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ﴿۱﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾ نَحْنُ

یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۞ بیشک ہم نے اس قرآن کو عربی نازل فرمایا تاکہ تم سمجھو۞ ہم نے

نَقُصُّ عَلَیْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖۗ وَ اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ

تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اس کے ذریعے ہم تمہارے سامنے سب سے اچھا واقعہ بیان کرتے ہیں اگرچہ اس سے پہلے تم یقینا

روایت کی اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سورۂ یوسف سن کر اسلام قبول کر لیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، ۶/۲۷۶) خلاصۂ مضامین: اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کی دلیل کے طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کے حالاتِ زندگی کی تفصیل، سب انبیاء کرام علیہم السلام کے مرد ہونے اور کسی عورت کے نبی نہ ہونے، انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے واقعات میں عقل مندوں کے لئے عبرت و نصیحت ہونے، قرآن مجید کے سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے، قرآن میں ہر چیز کا مُفَصَّل بیان ہونے اور اس کا مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہونے کا بیان ہے۔

آیت 1 ”الٓرٰ“ یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے۔ اس کی مراد اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ ارشاد فرمایا: اس سورت میں جو آیات بیان ہوئیں یہ روشن کتاب قرآنِ مجید کی آیتیں ہیں۔ **اہم بات:** مُبِین کا معنی ہے: روشن و ظاہر کر دینے والی۔ قرآن پاک کا مبین ہونا یوں ہے کہ اس کا اپنی مثل لانے سے عاجز کر دینے والا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا واضح ہے، اس کے معانی اہلِ علم پر واضح ہیں اور اس میں حلال و حرام، حدود و تعزیرات کے اَحکام صاف بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس میں سابقہ امتوں، ان کے نبیوں اور رسولوں علیہم السلام کے اَحوال روشن طور پر مذکور ہیں اور اس میں حق و باطل کو ممتاز کر دیا گیا ہے۔

آیت 2 اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کو عربی زبان میں نازل فرمایا کیونکہ عربی زبان سب زبانوں سے زیادہ فصیح اور جنت میں جنتیوں کی زبان ہے اور اسے عربی میں نازل کرنے کی ایک حکمت یہ ہے کہ تم اس کے معنی سمجھ کر ان میں غور و فکر کرو اور یہ بھی جان لو کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ **اہم بات:** قرآنِ مجید کا مسلمانوں پر ایک حق یہ ہے کہ اسے سمجھیں اور اس کے لئے عربی زبان جاننا ضروری ہے کیونکہ یہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے اس لئے جو لوگ عربی زبان سے ناواقف ہیں یا عربی زبان پر عبور نہیں رکھتے انہیں چاہئے کہ اہلِ حق کے مستند علما کے تراجم و تفاسیر کا مطالعہ کریں تاکہ قرآنِ مجید سمجھ سکیں۔ افسوس! فی زمانہ مسلمانوں کی کثیر تعداد قرآنِ مجید کو سمجھنے اور اس میں غور و فکر کرنے سے بہت دور ہے۔

آیت 3 فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اس کے ذریعے ہم آپ کے سامنے سابقہ امتوں اور گزشتہ زمانوں کا سب سے اچھا واقعہ بیان کرتے ہیں اگرچہ یہ سورت آپ کی طرف وحی کرنے سے پہلے آپ کو اس واقعے کی خبر نہ تھی اور نہ آپ نے اس واقعے کو کبھی سنا تھا۔ **اہم باتیں:** (1) علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ نے سب سے اچھے انداز اور بہترین طریقے سے گزشتہ اور آیندہ لوگوں کی خبر دی ہے۔ (2) اس سورت کے ضمن میں ایک انسان کی زندگی کے جملہ مراحل کو بیان کر دیا گیا کہ زندگی کے کن مراحل پر کیا کیا چیزیں انسان کو پیش آسکتی ہیں اور وہ ان سے بہترین

لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ

اس سے بے خبر تھے ○ یاد کرو جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا: اے میرے باپ! میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا

وَ الْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا

میں نے انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ○ فرمایا: اے میرے بچے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ تمہارے

انداز میں سبکدوش کیسے ہو سکتا ہے۔ (3) حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے کو "اَحْسَنَ الْقَصَص" فرمانے کی مختلف وجوہات بیان کی گئی ہیں، ان میں سے تین یہ ہیں: (۱) اس میں جس قدر عبرتیں اور حکمتیں بیان کی گئی ہیں اتنی اور کسی سورت میں بیان نہیں کی گئیں۔ (۲) حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے انتہائی اچھا سلوک فرمایا، ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر کیا اور بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود معاف کر دیا۔ (۳) اس واقعے میں انبیاءِ کرام، صالحین، فرشتوں، شیطانوں، جنوں، انسانوں، جانوروں اور پرندوں کا ذکر نیز بادشاہوں، تاجروں، عالموں، جاہلوں، مردوں اور عورتوں کے طرزِ زندگی اور عورتوں کے مکر وفریب کا بیان ہے، اس کے علاوہ اس واقعے میں توحید، رسالت، فقہی احکام، خوابوں کی تعبیر، سیاست، معاشرت، تدبیرِ معاش اور ان تمام فوائد کا بیان ہے جن سے دین و دنیا کی اصلاح ممکن ہے۔

آیت 4 فرمایا کہ اے حبیب! اپنی قوم کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کی وہ بات بیان کریں جو انہوں نے اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہی کہ اے میرے باپ! میں نے 11 ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا، میں نے انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت یوسف علیہ السلام نے جمعہ کی رات کو خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے گیارہ ستارے، سورج اور چاند اترے اور سب نے آپ کو سجدہ کیا۔ (2) خواب میں دیکھے گئے ستاروں کی تعبیر آپ کے 11 بھائی، سورج آپ کے والد اور چاند آپ کی والدہ ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام راحیل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چونکہ حضرت راحیل کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے چاند سے آپ کی خالہ مراد ہیں۔ (3) سجدہ کرنے سے مراد تواضع کرنا اور فرمانبردار ہونا یا حقیقتاً سجدہ کرنا ہی مراد ہے کیونکہ اس زمانہ میں سلام کی طرح سجدۂ تحیت یعنی تعظیم کا سجدہ بھی جائز تھا۔

آیت 5 حضرت یعقوب علیہ السلام نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت اور دونوں جہان کی نعمتیں اور شرف عطا فرمائے گا اس لئے آپ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف ان کے بھائیوں کی طرف سے حسد کا اندیشہ ہوا اور آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے فرمایا: اے میرے بچے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا کیونکہ وہ اس کی تعبیر کو سمجھ لیں گے تو تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے اور تمہاری ہلاکت کی تدبیر سوچیں گے۔ بے شک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔ **اہم باتیں:** (1) آیت کے آخر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اگر حضرت یوسف علیہ السلام کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کریں گے تو اس کا سبب شیطانی وسوسہ ہو گا۔ (2) جب کوئی اچھا خواب دیکھے تو اس کے متعلق صرف اس شخص کو خبر دے جو اس سے محبت رکھتا ہو یا عقل مند ہو اور اس سے حسد نہ کرتا ہو اور اگر برا خواب دیکھے تو اسے کسی سے بیان نہ کرے۔

لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۵ وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَ يُعَلِّمُكَ

خلاف کوئی سازش کریں گے۔ بیشک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے ○ اور اسی طرح تیرا رب تمہیں منتخب فرمالے گا اور تجھے باتوں کا انجام

مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ عَلٰۤى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَيْكَ

نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اور یعقوب کے گھر والوں پر اپنا احسان مکمل فرمائے گا جس طرح اس نے پہلے تمہارے باپ دادا ابراہیم اور

مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۶ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖۤ

اسحٰق پر اپنی نعمت مکمل فرمائی بیشک تیرا رب علم والا، حکمت والا ہے ○ بیشک یوسف اور اس کے بھائیوں (کے واقعے) میں

آیت 6 ﴾ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے فرمایا: جس طرح اس عظمت و شرافت والے خواب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیرا مقام بلند کیا اسی طرح تیرا رب تمہیں نبوت و بادشاہت یا اہم کاموں کے لئے منتخب فرمالے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اور یعقوب کے گھر والوں پر اپنا احسان مکمل فرمائے گا جس طرح اس نے پہلے تمہارے باپ دادا حضرت ابراہیم اور حضرت اسحٰق علیہما السلام پر اپنی نعمت مکمل فرمائی، بے شک تیرا رب علم والا، حکمت والا ہے۔ اہم باتیں: (1) بعض مفسرین نے فرمایا کہ "اِجْتِباء یعنی اللہ تعالیٰ کا کسی بندے کو چن لینے" کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو فیضِ ربانی کے ساتھ خاص کرے جس سے اس کو محنت و کوشش کے بغیر طرح طرح کی کرامات و کمالات حاصل ہوں، یہ مرتبہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے اور ان کی بدولت ان کے مقربین، صدیقین، شہدا اور صالحین رحمۃ اللہ علیہم بھی اس نعمت سے سرفراز کئے جاتے ہیں۔ (2) آیت میں مذکور ﴿تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ﴾ سے خوابوں کی تعبیر نکالنا مراد ہے کیونکہ خواب اگر سچے ہوں تو فرشتوں کی باتیں ہیں اور اگر سچے نہ ہوں تو نفس یا شیطان کی باتیں ہیں۔ (3) اس آیت میں مذکور لفظ ﴿يَجْتَبِيْكَ﴾ سے نبوت کے لئے منتخب فرمانا مراد لیا جائے تو "نعمت پوری کرنے" سے مراد دنیا اور آخرت کی سعادتیں عطا فرمانا ہے اور اگر ﴿يَجْتَبِيْكَ﴾ سے بلند درجات تک پہنچانا مراد لیا جائے تو نعمت پوری کرنے سے مراد نبوت عطا فرمانا ہے۔

آیت 7 ﴾ فرمایا کہ بیشک حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے واقعے میں پوچھنے والوں کے لئے عظیم الشان نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ پر دلالت کرتی ہیں۔ اہم باتیں: (1) حضرت یعقوب علیہ السلام کی پہلی بیوی لیا بنت لیان آپ کے ماموں کی بیٹی تھیں، ان سے آپ کے 6 فرزند رُوبیل، شمعون، لاوِی، یہوذا (یا یہودا)، زبولون، یشجر اور دوسری دو بیویوں زلفہ اور بلہہ سے چار فرزند دان، نفتالی، جاد، آشر ہوئے۔ لیا کے انتقال کے بعد آپ نے ان کی بہن راحیل سے نکاح فرمایا، ان سے دو فرزند حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین ہوئے۔ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے 12 صاحبزادے ہیں انہیں کو اَسباط کہتے ہیں۔ (2) آیت میں پوچھنے والوں سے مدینہ کے یہودی مراد ہیں جنہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حضرت یوسف علیہ السلام کا حال اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے کنعان سے سرزمینِ مصر کی طرف منتقل ہونے کا سبب دریافت کیا تھا۔

اٰیٰتٌ لِّلسَّآئِلِیْنَ ۝ اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِیْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ

پوچھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں ○ یاد کرو جب بھائی بولے: بیشک یوسف اور اس کا سگا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں

عُصْبَةٌؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِ ۝ اقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا یَّخْلُ

حالانکہ ہم ایک جماعت ہیں بیشک ہمارے والد کھلی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں ○ یوسف کو مار ڈالو یا کہیں زمین میں پھینک آؤ تاکہ

لَكُمْ وَجْهُ اَبِیْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ ۝ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ

تمہارے باپ کا چہرہ تمہاری طرف ہی رہے اور اس کے بعد تم پھر نیک ہو جانا ○ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: یوسف کو قتل نہ کرو

آیت 8 حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب دیکھا کہ ان کے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے سگے بھائی بنیامین کی طرف بہت مائل اور ان پر بڑی شفقت فرماتے ہیں تو کہنے لگے: اللہ کی قسم! یوسف اور اس کا سگا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ وہ دونوں چھوٹے ہیں اور کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جبکہ ہم 10 مرد ہیں، مضبوط ہیں، زیادہ کام آسکتے ہیں لہٰذا ان دونوں بھائیوں کے بجائے ہم محبت کے زیادہ حق دار ہیں، بے شک ہمارے والد ان کی کھلی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ **اہم بات:** حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے خیال میں یہ بات نہ آئی تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان دونوں کو صرف محبت میں ان پر ترجیح دی ہے اور دلی محبت کو دور کر دینا انسان کے بس میں نہیں اور ممکن ہے کہ زیادہ محبت و شفقت کا سبب یہ ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ ان کی کم عمری میں انتقال فرما گئی تھیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے آپ میں ہدایت اور اچھی صفات کی وہ نشانیاں ملاحظہ فرمالیں جو دوسرے بھائیوں میں نہ تھیں۔

آیت 9 حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو والدِ ماجد کا حضرت یوسف علیہ السلام سے زیادہ محبت فرمانا شاق گزرا تو انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ کوئی ایسی تدبیر سوچنی چاہیے جس سے والد صاحب ہماری طرف زیادہ مائل ہوں۔ مشورہ میں یہ گفتگو ہوئی کہ والد محترم کی محبت حاصل کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں: (1) حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک ہی بار مار ڈالو (2) اگر مارنا نہیں تو کہیں دور دراز زمین میں پھینک آؤ جہاں بھیڑیے یا درندے کے کھا جانے یا اسی سرزمین میں انتقال کر جانے کی وجہ سے ان کا حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس واپس آجانا ممکن نہ رہے۔ اگر ان میں سے کسی صورت پر عمل کر لیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی توجہ تمہاری طرف ہی رہے گی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کر دینے یا آبادیوں سے دور چھوڑ آنے کے بعد تم پھر توبہ کر کے نیک ہو جانا۔ اہم باتیں: (1) حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی یہ ساری حرکات صرف حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے تھیں، نفس کی خاطر نہ تھیں، اس لئے انہیں سچی توبہ نصیب ہو گئی، قابیل کی حرکات چونکہ نفس امارہ کے لئے تھیں اس لئے توبہ سے محروم رہا۔ (2) کسی جائز بلکہ اعلیٰ ترین مقصد حاصل کرنے کے لئے بھی ناجائز ذریعہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا مقصد والد جو منصب نبوت پر بھی فائز تھے، کی محبت کا حصول تھا لیکن اس کے لئے انہوں نے ناجائز ذریعہ اختیار کیا چنانچہ اس کی مذمت کی گئی۔

آیت 10 حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں سے یہودا یا روبیل نے کہا کہ یوسف کو قتل نہ کرو کیونکہ قتل گناہ عظیم ہے اور

وَ اَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا

اور اسے کسی تاریک کنویں میں ڈال دو کہ کوئی مسافر اسے اٹھالے جائے گا۔ اگر تم کچھ کرنے والے ہو○ بھائیوں نے کہا:

يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَرْسِلْهُ مَعَنَا

اے ہمارے باپ! آپ کو کیا ہوا کہ یوسف کے معاملے میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم یقیناً اس کے خیر خواہ ہیں○ آپ کل اسے ہمارے ساتھ

غَدًا يَّرْتَعْ وَ يَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ

بھیج دیجئے تاکہ وہ پھل کھائے اور کھیلے اور بیشک ہم اس کے محافظ ہیں○ فرمایا: بیشک تمہارا اسے لے جانا مجھے غمگین کردے گا اور میں

اَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ

اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھالے اور تم اس کی طرف سے بے خبر ہو جاؤ○ انہوں نے کہا: اگر اسے بھیڑیا کھا جائے حالانکہ

ے کسی تاریک کنویں میں ڈال دو کہ کوئی مسافر وہاں سے گزرے اور انہیں کسی دوسرے ملک میں لے جائے، اس سے مقصد بھی پورا ہو جائے گا کہ نہ وہ یہاں رہیں گے اور نہ والد صاحب کی نظرِ عنایت ان پر ہو گی لہٰذا اگر تم کچھ کرنے والے ہو تو یہ کرو۔ اہم بات: اس میں اشارہ ہے کہ چاہئے تو یہ کہ کچھ بھی نہ کرو لیکن اگر تم نے ارادہ کر ہی لیا ہے تو بس اتنے ہی پر اکتفا کرو۔

آیت 12،11 برادرانِ یوسف جب باہم مشورے سے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے درمیان جدائی کروا دینے پر متفق ہو گئے تو اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا: اے ہمارے باپ! آپ کو کیا ہوا کہ یوسف کے معاملے میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے اور جب ہم شہر سے باہر صحرا کی طرف جائیں تو یوسف کو ہمارے ساتھ نہیں بھیجتے حالانکہ ہم یقیناً اس کے خیر خواہ ہیں۔ آپ کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ وہ تفریح مثلاً شکار اور تیر اندازی وغیرہ کے ذریعے لطف اندوز ہوں، بے شک ہم ان کی پوری نگہداشت کریں گے۔

آیت 13 برادرانِ یوسف کے حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ بھیجنے کے مطالبے پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں نہ بھیجنے کی دو وجوہات بیان فرمائیں، فرمایا: (1) تمہارا حضرت یوسف علیہ السلام کو لے جانا اور ان کا تمہارے ساتھ چلے جانا مجھے غمگین کردے گا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کا کچھ دیر کے لئے بھی جدا ہونا گوارا نہ تھا۔ (2) مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ تم اپنے کھانے پینے اور کھیل کود میں مصروفیت کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے غافل ہو جاؤ گے اور کوئی بھیڑیا آ کر انہیں کھا جائے گا۔ یہ وجہ آپ نے اس لئے بیان فرمائی تھی کہ اس سرزمین میں بھیڑیے اور درندے بہت تھے۔

آیت 14 حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جواب دیا: ہم 10 مردوں کے وہاں موجود ہوتے ہوئے اگر اسے بھیڑیا کھا جائے پھر تو ہم کسی کام کے نہ ہوئے لہٰذا انہیں ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اجازت دے دی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قمیص جو جنتی ریشم کی تھی اور جس وقت آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو پہنائی تھی، تعویذ بنا کر حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈال دی۔

وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ⑭ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ

ہم ایک جماعت (موجود) ہوں جب تو ہم کسی کام کے نہ ہوئے ○ پھر جب وہ اسے لے گئے اور سب نے اتفاق کر لیا کہ اسے تاریک

فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑮

کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے اسے وحی بھیجی کہ تم ضرور انہیں ان کی یہ حرکت یاد دلاؤ گے اور اس وقت وہ جانتے نہ ہوں گے ○

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ⑯ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا

اور رات کے وقت اپنے باپ کے پاس وہ روتے ہوئے آئے ○ کہنے لگے: اے ہمارے باپ! ہم دوڑ کا مقابلہ کرتے (دور) چلے گئے

يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ⑰

اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تو اسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں ○

آیت 15 برادرانِ یوسف حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے کندھوں پر سوار کیے ہوئے عزت، احترام کے ساتھ لے گئے، جب دور جا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کی نظروں سے غائب ہو گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام کو زمین پر دے پٹکا۔ آپ علیہ السلام جس کی طرف جاتے وہ مارتا اور طعنے دیتا، اور خواب جو کسی طرح انہوں نے سن لیا تھا اس پر برا بھلا کہتے۔ جب تخیل حد کو پہنچیں تو حضرت یوسف علیہ السلام نے یہودا سے کہا: خدا سے ڈر اور ان لوگوں کو ان زیادتیوں سے روک۔ یہودا نے اپنے بھائیوں سے کہا: تم نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ انہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔ تب وہ ان حرکتوں سے باز آئے اور سب نے اتفاق کر لیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو تاریک کنویں میں ڈال دیں، چنانچہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اور قمیص اتار کر کنویں میں اتارا، جب نصف گہرائی تک پہنچے تو رسی چھوڑ دی تاکہ آپ پانی میں گر کر شہید ہو جائیں۔ حکم الٰہی سے حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو کنویں میں موجود ایک پتھر پر بٹھا دیا اور ہاتھ کھول دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے الہام یا حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ غمگین نہ ہوں، ہم آپ کو گہرے کنویں سے نکال کر بلند مقام پر پہنچائیں گے، تمہارے بھائیوں کو حاجت مند بنا کر تمہارے پاس لائیں گے، انہیں تمہارے زیرِ فرمان کریں گے اور ایک دن ایسا آئے گا کہ تم ضرور انہیں ان کا یہ ظالمانہ کام یاد دلاؤ گے اور اس وقت وہ جانتے نہ ہوں گے کہ تم یوسف ہو کیونکہ اس وقت آپ کی شان بلند اور آپ سلطنت و حکومت کی مسند پر ہوں گے۔

آیت 16 حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال کر ان کے بھائی رات کے وقت اپنے والد کی طرف لوٹے تاکہ اندھیرے میں جھوٹا عذر پیش کرنے میں پریشانی نہ ہو، مکان کے قریب پہنچ کر انہوں نے رونا اور چیخنا چلانا شروع کر دیا، حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کے چیخنے کی آواز سنی تو گھبرا کر باہر تشریف لائے اور فرمایا: اے میرے بیٹو! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تمہیں بکریوں میں کچھ نقصان ہوا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: تو کیا مصیبت پہنچی اور یوسف کہاں ہیں؟

آیت 17 حضرت یعقوب علیہ السلام کے پوچھنے پر انہوں نے جواب دیا: اے ہمارے باپ! ہم ایک دوسرے کے ساتھ دوڑ لگا رہے

وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ

اور وہ اس کے کرتے پر ایک جھوٹا خون لگالائے۔ یعقوب نے فرمایا: بلکہ تمہارے دلوں نے تمہارے لئے ایک بات گھڑ لی ہے تو صبر

جَمِیْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ سَیَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ

اچھا اور تمہاری باتوں پر اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ○ اور ایک قافلہ آیا تو انہوں نے اپنا پانی لانے والا آدمی بھیجا تو اس نے اپنا ڈول ڈالا۔

فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ یٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا

اس پانی لانے والے نے کہا: کیسی خوشی کی بات ہے، یہ تو ایک لڑکا ہے۔ اور انہوں نے اسے سامانِ تجارت قرار دے کر چھپالیا اور اللہ

یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِیْهِ مِنَ الزّٰهِدِیْنَ ﴿۲۰﴾

جانتا ہے جو وہ کررہے تھے ○ اور بھائیوں نے بہت کم قیمت چند درہموں کے بدلے میں اسے بیچ ڈالا اور انہیں اس میں کچھ رغبت نہ تھی ○

ع ۲

تھے اور اس دوڑ کے چکر میں دور نکل گئے، یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا، جب ہم یوسف سے غافل ہوئے تو اسے بھیڑیا کھا گیا۔ ہمیں علم ہے کہ آپ حضرت یوسف علیہ السلام سے شدید محبت کی وجہ سے کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں اور ہمارے ساتھ کوئی گواہ ہے نہ ایسی کوئی دلیل و علامت جس سے ہماری سچائی ثابت ہو۔

آیت 18 حضرت یوسف علیہ السلام کا قمیص جو ان کے بھائیوں نے اتار لیا تھا اس پر ایک بکری کے بچے کا خون لگالائے لیکن قمیص کو پھاڑنا بھول گئے، حضرت یعقوب علیہ السلام وہ قمیص اپنے چہرہ مبارک پر رکھ کر بہت روئے اور فرمایا: عجیب قسم کا ہوشیار بھیڑیا تھا جو میرے بیٹے کو تو کھا گیا اور قمیص کو پھاڑا تک نہیں۔ مزید فرمایا: حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ تمہارے دلوں نے تمہارے لئے ایک بات گھڑ لی ہے تو میرا طریقہ عمدہ صبر ہے اور تمہاری باتوں پر اللہ تعالیٰ ہی سے مدد چاہتا ہوں۔

آیت 19 ایک قافلہ جو مدین سے مصر کی طرف جارہا تھا، راستہ بھٹک کر اس جنگل کی طرف آنکلا جہاں آبادی سے بہت دور یہ کنواں تھا، انہوں نے اپنا پانی لانے والا آدمی کنویں کی طرف بھیجا، اس کا نام مالک بن ذعر خزاعی تھا، جب اس نے ڈول کنویں میں ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ڈول کو پکڑ لیا اور اس طرح کنویں سے باہر تشریف لے آئے۔ جب اس آدمی نے حضرت یوسف علیہ السلام کا عالم افروز حسن دیکھا تو نہایت خوشی میں آکر اپنے ساتھیوں کو مژدہ دیا کہ آہا! کیسی خوشی کی بات ہے، یہ تو بڑا حسین لڑکا ہے۔ مالک بن ذعر اور اس کے ساتھیوں نے انہیں سامانِ تجارت قرار دے کر چھپالیا تاکہ کوئی اس میں شرکت کا دعویٰ نہ کردے۔ آیت میں مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو وہ کررہے تھے۔

آیت 20 حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اس جنگل میں بکریاں چراتے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی نگرانی بھی کررہے تھے، آج جو انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں نہ دیکھا تو انہیں تلاش کرتے ہوئے قافلہ میں پہنچے اور مالک بن ذعر کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اس سے کہا کہ یہ غلام ہے، ہمارے پاس سے بھاگ آیا ہے، کسی کام کا نہیں اور نافرمان ہے، اگر خرید لو

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ

اور مصر کے جس شخص نے انہیں خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا: انہیں عزت سے رکھو شاید ان سے ہمیں نفع پہنچے یا ہم انہیں

وَلَدًا ؕ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ٚ وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ؕ وَ اللّٰهُ

بیٹا بنالیں اور اسی طرح ہم نے یوسف کو زمین میں ٹھکانہ دیا اور تاکہ ہم اسے باتوں کا انجام سکھائیں اور اللہ

غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ

اپنے کام پر غالب ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے ○ اور جب یوسف بھرپور جوانی کی عمر کو پہنچے تو ہم نے اسے

حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ

حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ○ اور وہ جس عورت کے گھر میں تھے اُس نے انہیں

تو ہم اسے سستا بیچ دیں گے، پھر اسے اتنی دور لے جانا کہ اس کی خبر بھی ہمارے سننے میں نہ آئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام ان کے خوف سے خاموش کھڑے رہے اور کچھ نہ فرمایا۔ بھائیوں نے انہیں بہت کم قیمت والے چند درہموں کے بدلے مالک بن ذعر خزاعی کے ہاتھ بیچ دیا اور وہ پہلے سے ہی ان میں کچھ رغبت نہ رکھتے تھے۔

آیت 21 ﴾ مصر کے جس شخص نے آپ علیہ السلام کو خریدا اسے لوگ عزیز مصر کہتے تھے، عزیز مصر آپ کو اپنے گھر لایا اور اپنی بیوی زلیخا سے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو عزت سے رکھو، ان کی قیام گاہ، لباس اور خوراک اعلیٰ قسم کی ہو، شاید ان سے ہمیں نفع پہنچے اور اپنی تدبر و دانائی سے ہمارے کاموں میں نفع مند اور بہتر مددگار ثابت ہو نیز ہو سکتا ہے کہ حکومت کے کاموں کو سرانجام دینے میں ہمارے کام آئیں یا پھر ہم انہیں بیٹا بنالیں۔ عزیز مصر نے یہ اس لئے کہا کہ اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ آیت میں مزید فرمایا کہ جس طرح ہم نے قتل سے محفوظ کر کے اور کنویں سے سلامتی کے ساتھ باہر لا کر حضرت یوسف علیہ السلام پر احسان فرمایا اسی طرح ہم نے انہیں مصر کی سرزمین میں ٹھکانا دیا تاکہ اسے مصر کے خزانوں پر تسلط عطا کریں اور خوابوں کی تعبیر نکالنا سکھائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے، جو چاہے کرے۔

آیت 22 ﴾ جب حضرت یوسف علیہ السلام جوانی کی پوری قوت کو پہنچے، شباب اپنی انتہا پر آیا اور عمر مبارک 20 سال یا 30 سال یا 18 اور 30 کے درمیان ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت اور دین میں فقاہت عطا فرمائی۔ آیت میں مزید فرمایا کہ جس طرح ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام پر انعام فرمایا اسی طرح ہم نیکوں کو اچھا صلہ دیتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) آیت میں "حکم" سے درست بات اور علم سے "خواب کی تعبیر" مراد ہے یا چیزوں کی حقیقتوں کو جاننا "علم" اور علم کے مطابق عمل کرنا "حکمت" ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو علم لدنی بخشا کہ استاد کے بغیر ہی علم و فقہ اور عمل صالح عنایت کیا۔ انبیاء علیہم السلام کا عمومی یا اکثر علم مبارک علم لدنی ہوتا ہے لہٰذا دنیا کا کوئی علم والا، نبی علیہ السلام کے برابر نہیں ہو سکتا۔

آیت 23 ﴾ حضرت یوسف علیہ السلام کی انتہائی پاک دامنی کا بیان ہو رہا ہے۔ آپ انتہائی حسین تھے۔ جب زلیخا نے آپ کے حسن کو دیکھا

فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَ قَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ قَالَ

اس کے نفس کے خلاف پھسلانے کی کوشش کی اور سب دروازے بند کر دیے اور کہنے لگی: آؤ، (یہ) تم ہی سے کہہ رہی ہوں۔ یوسف نے جواب دیا:

مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (۲۳) وَ

اللہ کی پناہ۔ بیشک وہ مجھے خریدنے والا شخص میری پرورش کرنے والا ہے، اس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے۔ بیشک زیادتی کرنے والے فلاح نہیں پاتے ○ اور

لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ

بیشک عورت نے یوسف کا ارادہ کیا اور اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا تو وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا۔ ہم نے اسی طرح کیا تاکہ اس سے

السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ (۲۴) وَ اسْتَبَقَا الْبَابَ وَ قَدَّتْ

برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں، بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے ○ اور وہ دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور عورت نے

نے آپ کے بارے میں لالچ کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام چونکہ اسی گھر میں رہائش پذیر تھے جہاں زلیخا رہتی تھی، اس لئے زلیخا نے موقع پاکر حضرت یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کی کوشش کی تاکہ وہ اس کے ساتھ مشغول ہو کر اس کی ناجائز خواہش پوری کریں۔ مکان میں یکے بعد دیگرے سات دروازے تھے، زلیخا نے ساتوں دروازے بند کر کے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا: میری طرف آؤ! یہ میں تم ہی سے کہہ رہی ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں، مجھے اس قباحت سے بچائے جس کی تو طلبگار ہے۔ بے شک عزیزِ مصر میری پرورش کرنے والا ہے اور اس نے مجھے رہنے کے لئے اچھی جگہ دی ہے، اس کا بدلہ یہ نہیں کہ میں اس کے اہل خانہ میں خیانت کروں، جو ایسا کرے وہ ظالم ہے اور ظالم فلاح نہیں پاتے۔ اہم بات: نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہونا چاہئے اور اپنے مربی کا احسان ماننا انبیاءِ کرام علیہم السلام کا طریقہ ہے۔

آیت 24 فرمایا: زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے برائی کا ارادہ کیا اور اگر حضرت یوسف علیہ السلام اپنے رب کی برہان و دلیل نہ دیکھ لیتے تو انسانی فطرت کے تقاضے کے مطابق وہ بھی عورت کی طرف مائل ہو جاتے لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے رب کی دلیل دیکھی اور اس فاسد ارادے سے محفوظ رہے اور وہ دلیل، عصمتِ نبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام علیہم السلام کے پاکیزہ نفوس کو برے اخلاق اور گندے افعال سے پاک پیدا کیا ہے اس لئے وہ ہر ایسے کام سے باز رہتے ہیں جس کا کرنا منع ہو۔ مزید فرمایا: جس طرح ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دلیل دکھائی اسی طرح ہم اس سے بے حیائی کو پھیر دیں گے اور بے شک حضرت یوسف علیہ السلام ہمارے ان بندوں میں سے ہیں جنہیں ہم نے نبوت کے لئے منتخب فرما لیا ہے اور دوسرے لوگوں پر انہیں اختیار کیا ہے۔ اہم باتیں: (1) ایک روایت یہ ہے کہ جس وقت زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کے درپے ہوئی تو آپ نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ انگشتِ مبارک دندانِ اقدس کے نیچے دبا کر اجتناب کا اشارہ فرماتے ہیں۔ (2) ان آیات میں ذکر کئے گئے واقعے سے متعلق بحث کرنے سے بچنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کیونکہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی کی عصمت کا ہے اور بحث کرنا کہیں ایمان کی بربادی کا سبب نہ بن جائے۔

آیت 25 جب زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کے درپے ہوئی اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے رب کی بُرہان دیکھی تو آپ دروازے

قَمِيْصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ

ان کی قمیص کو پیچھے سے پھاڑ دیا اور دونوں نے دروازے کے پاس عورت کے شوہر کو پایا تو عورت کہنے لگی۔ اس شخص کی کیا سزا ہے جو تمہاری

بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِیَ رَاوَدَتْنِیْ

گھر والی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے؟ یہی کہ اسے قید کر دیا جائے یا دردناک سزا (دی جائے) ○ یوسف نے فرمایا: اسی نے میرے دل کو

عَنْ نَّفْسِیْ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ

پھسلانے کی کوشش کی ہے اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ اگر ان کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو پھر تو عورت

وَ هُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَ هُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾

سچی ہے اور یہ سچے نہیں ○ اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے چاک ہوا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے ہیں ○

کی طرف بھاگے اور زلیخا ان کے پیچھے انہیں پکڑنے کے لئے بھاگی اور آپ کی قمیص پیچھے سے پکڑ کر کھینچی تاکہ آپ نکل نہ پائیں لیکن قمیص پیچھے سے پھٹ گئی اور حضرت یوسف علیہ السلام دروازے سے باہر نکل گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کے پیچھے زلیخا جیسے ہی باہر نکلے تو انہوں نے زلیخا کے شوہر یعنی عزیزِ مصر کو دروازے کے پاس پایا، فوراً ہی زلیخا نے اپنی براءت ظاہر کرنے کے لئے حیلہ تراشا اور شوہر سے کہنے لگی: اس شخص کی کیا سزا ہے جو تمہاری گھر والی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے؟ پھر زلیخا کو اندیشہ ہوا کہ کہیں عزیز آپ علیہ السلام کے قتل کے درپے نہ ہو جائے اور یہ زلیخا کی شدّتِ محبت کب گوارا کر سکتی تھی اس لئے اس نے کہا: یہی کہ قید کر دیا جائے یا دردناک سزا دی جائے یعنی کوڑے لگائے جائیں۔

آیت 27،26 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ زلیخا الٹا آپ پر الزام لگاتی ہے تو آپ نے اپنی براءت اور حقیقتِ حال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: یہ مجھ سے برے فعل کی طلبگار ہوئی تو میں نے اس سے انکار کیا اور بھاگا۔ عزیز نے کہا: اس بات پر کیسے یقین کیا جائے؟ فرمایا: اس گھر میں ایک چار مہینے کا بچہ ہے، اس سے دریافت کرنا چاہیے۔ عزیز نے کہا: چار مہینے کا بچہ کیا جانے اور کیسے بولے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کو گویائی دینے اور اس سے میری بے گناہی کی شہادت ادا کرا دینے پر قادر ہے۔ عزیز نے بچے سے دریافت کیا تو اس نے کہا: اگر ان کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو پھر تو عورت سچی ہے اور یہ سچے نہیں اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے چاک ہوا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے ہیں یعنی اگر حضرت یوسف علیہ السلام آگے بڑھے اور زلیخا نے ان کو ہٹایا تو کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو گا اور اگر حضرت یوسف علیہ السلام اس سے بھاگ رہے تھے اور زلیخا پیچھے سے پکڑ رہی تھی تو کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا ہو گا۔ اہم بات: اس واقعے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بھی معلوم ہوئی کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تو ان کی پاکیزگی کی گواہی بچے سے دلوائی گئی اگرچہ یہ بھی عظیم چیز ہے لیکن جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی تو چونکہ معاملہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کا بھی تھا، اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی کی گواہی اللہ تعالیٰ نے خود دی۔

فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَیْدِكُنَّؕ اِنَّ كَیْدَكُنَّ عَظِیْمٌ ﴿۲۸﴾ یُوْسُفُ

پھر جب عزیز نے اس کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو کہا: بیشک یہ تم عورتوں کا مکر ہے۔ بیشک تمہارا مکر بہت بڑا ہے ○ اے یوسف!

اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَ اسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ ۚۖ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـٕیْنَ ﴿۲۹﴾ وَ قَالَ نِسْوَةٌ

تم اس بات سے درگزر کرو اور اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ۔ بیشک تو ہی خطاکاروں میں سے ہے ○ اور شہر میں کچھ عورتوں نے

فِی الْمَدِیْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّاؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ

کہا: عزیز کی بیوی اپنے نوجوان کا دل لبھانے کی کوشش کرتی ہے، بیشک ان کی محبت اس کے دل میں سما گئی ہے، ہم تو اس عورت کو کھلی محبت

ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَیْهِنَّ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ

میں گم دیکھ رہے ہیں ○ تو جب اس عورت نے ان کی بات سنی تو ان عورتوں کی طرف پیغام بھیجا اور ان کے لیے تکیہ لگا کر بیٹھنے کی نشستیں

آیت 28 جب عزیز نے حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا اور جان لیا کہ آپ علیہ السلام سچے اور زلیخا جھوٹی ہے تو زلیخا سے کہا: تمہاری یہ بات کہ اس شخص کی کیا سزا ہے جو تمہاری گھر والی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے، یہ صرف تم عورتوں کا مکر ہے، بیشک تمہارا مکر بہت بڑا ہے جس کی وجہ سے تم مردوں پر غالب آجاتی ہو۔

آیت 29 زلیخا کی خیانت اور حضرت یوسف علیہ السلام کی براءت ثابت ہونے کے بعد عزیز نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اس طرح معذرت کی: اے یوسف! تم اس بات سے درگزر کرو اور اس پر مغموم نہ ہو بے شک تم پاک ہو۔ اس کلام سے یہ مطلب بھی تھا کہ اس کا کسی سے ذکر نہ کریں تاکہ چرچا نہ ہو۔ اور عزیز نے زلیخا کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اے عورت! تو اللہ تعالیٰ سے اپنے اس گناہ کی معافی مانگ جو تو نے حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگائی حالانکہ وہ اس سے بَری ہیں نیز اپنے شوہر کے ساتھ خیانت کا ارادہ کرنے کی وجہ سے بے شک تو ہی خطاکاروں میں سے ہے۔ اہم باتیں: (1) کوئی شریف طبیعت انسان اپنے مُحسن کے ساتھ ایسی خیانت روا نہیں رکھتا تو حضرت یوسف علیہ السلام اچھے اخلاق کی بلندیوں پر فائز ہوتے ہوئے ایسا کیسے کر سکتے تھے (2) دیکھنے والوں نے آپ کو بھاگتے آتے دیکھا اور بھاگتا وہی ہے جو کسی بات پر مجبور کیا جائے۔

آیت 30 اس واقعہ کو دبانے کے باوجود چرچا ہو گیا، چنانچہ شہر میں شرفاءِ مصر کی عورتیں اس بارے میں باتیں کرتے ہوئے کہنے لگیں کہ عزیز کی بیوی زلیخا اپنے نوجوان کا دل لبھانے کی کوشش کرتی ہے، بے شک ان کی محبت اس کے دل میں سما گئی ہے، ہم تو اس عورت کو کھلی محبت میں گم دیکھ رہے ہیں کہ اس کو اپنی ناموس اور عفت کا لحاظ بھی نہ رہا۔

آیت 31 جب زلیخا نے سنا کہ اشرافِ مصر کی عورتیں اسے حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت پر ملامت کرتی ہیں تو اس نے ان کے سامنے اپنا عذر ظاہر کرنے کے لئے دعوت کا اہتمام کیا اور اشرافِ مصر کی 40 عورتوں کو مدعو کر لیا، ان میں ملامت کرنے والی عورتیں بھی تھیں، زلیخا نے ان عورتوں کے لئے نہایت پر تکلف نشستیں تیار کر دیں جن پر وہ عزت و آرام سے تکئے لگا کر بیٹھیں، دستر خوان

اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ

تیار کردیں اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دیدی اور یوسف سے کہا: ان کے سامنے نکل آیئے تو جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا

اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (۳۱)

تو اس کی بڑائی پکار اٹھیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور پکار اٹھیں سُبْحَانَ اللہ، یہ کوئی انسان نہیں ہے یہ تو کوئی بڑی عزت والا فرشتہ ہے۔

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ

زلیخا نے کہا: تو یہ ہیں وہ جن کے بارے میں تم مجھے طعنہ دیتی تھیں اور بیشک میں نے ان کا دل لبھانا چاہا تو انہوں نے اپنے آپ کو بچالیا

وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ (۳۲)

اور بیشک اگر یہ وہ کام نہ کریں گے جو میں ان سے کہتی ہوں تو ضرور قید میں ڈالے جائیں گے اور ضرور ذلت اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ

یوسف نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے اس کام کی بجائے قید خانہ پسند ہے جس کی طرف یہ مجھے بلارہی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کا

بچھائے گئے، طرح طرح کے کھانے اور میوے چنے گئے پھر زلیخا نے ہر ایک کو ایک ایک چھری دیدی تاکہ کھانے کے لئے گوشت کاٹیں اور میوے تراش لیں۔ اس کے بعد زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو عمدہ لباس پہننے کے لئے دیا اور کہا: ان عورتوں کے سامنے نکل آیئے۔ آپ نے انکار فرمایا لیکن جب اصرار و تاکید زیادہ ہوئی تو زلیخا کی مخالفت کے اندیشے سے آنا ہی پڑا۔ جب عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو ان کی بڑائی پکار اٹھیں کیونکہ انہوں نے اس عالَم افروز جمال کے ساتھ نبوت و رسالت کے انوار، عاجزی و انکساری کے آثار، شاہانہ ہیبت و اقتدار، کھانے پینے کی لذیذ چیزوں اور حسین و جمیل صورتوں کی طرف سے بے نیازی کی شان دیکھی تو تعجب میں آگئیں، حسن و جمال میں ایسی گم ہوئیں کہ پھل کاٹتے ہوئے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور تکلیف کا بالکل احساس نہ ہوا۔ پکار اٹھیں کہ سُبْحٰنَ اللہ! یہ کوئی انسان نہیں ہے، یہ تو کوئی بڑی عزت والا فرشتہ ہے کہ ایسا حسن و جمال انسانوں میں دیکھا ہی نہیں گیا۔

آیت 32 جب عورتیں آپ علیہ السلام کے حسن و جمال میں گم ہو گئیں تو زلیخا نے ان سے کہا: یہ ہیں وہ جن کے بارے میں تم مجھے طعنہ دیتی تھیں، اب تم نے دیکھ لیا اور تمہیں معلوم ہو گیا کہ میں قابلِ ملامت نہیں اور بیشک میں نے ان کا دل لبھانا چاہا تو انہوں نے اپنے آپ کو بچالیا اور کسی طرح میری طرف مائل نہ ہوئے۔ اس پر مصری عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ آپ زلیخا کا کہنا مان لیجئے۔ ان کی بات سن کر زلیخا بولی: بیشک اگر یہ وہ کام نہ کریں گے جو میں ان سے کہتی ہوں تو ضرور قید میں ڈالے جائیں گے اور ضرور ذلت اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام یہ سن کر مجلس سے اٹھ گئے۔

آیت 33 حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کی گفتگو بہت ناگوار ہوئی تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! مجھے اس کام کے بجائے قید خانہ پسند ہے جس کی طرف یہ مجھے بلارہی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کا مکر و فریب نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو

كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ

مکر و فریب نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا ○ تو اس کے رب نے اس کی سن لی اور

عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ

سے عورتوں کا مکر و فریب پھیر دیا، بیشک وہی سننے والا، جاننے والا ہے ○ پھر سب نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی انہیں یہی سمجھ آئی کہ وہ

لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ

ضرور ایک مدت تک کیلئے اسے قید خانہ میں ڈال دیں ○ اور یوسف کے ساتھ قید خانے میں دو جوان بھی داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے

اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ

کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں شراب کشید کر رہا ہوں اور دوسرے نے کہا: میں نے خواب دیکھا کہ میں اپنے سر پر کچھ روٹیاں

خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾

اٹھائے ہوئے ہوں جن میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔ (اے یوسف!) آپ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے۔ بیشک ہم آپ کو نیک آدمی دیکھتے ہیں ○

جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا۔

آیت 34 اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور آپ سے عورتوں کا مکر و فریب پھیر دیا، بیشک وہی حضرت یوسف علیہ السلام وغیرہ کی دعا کو سننے والا اور ان کے حال کو جاننے والا ہے۔

آیت 35 جب حضرت یوسف علیہ السلام سے امید پوری ہونے کی کوئی صورت نہ دیکھی تو مصری عورتوں نے زلیخا سے کہا کہ انہیں دو تین روز قید خانہ میں رکھا جائے تاکہ وہاں کی محنت و مشقت دیکھ کر انہیں نعمت و راحت کی قدر ہو اور وہ تیری درخواست قبول کر لیں۔ زلیخا نے اس رائے کو مانا اور عزیز مصر سے کہا کہ میں اس عبرانی غلام کی وجہ سے بدنام ہو گئی ہوں، تو مناسب یہ ہے کہ انہیں قید کیا جائے تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ وہ خطاوار ہیں اور میں بری ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی براءت کی سب نشانیاں دیکھ لینے کے باوجود عزیز مصر اور اس کے ساتھیوں کو یہی بات سمجھ آئی کہ وہ ایک مدت تک کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانہ میں ڈال دیں۔

آیت 36 حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ قید خانے میں دو جوان بھی داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک مصر کے بادشاہ ریان بن ولید کے کچن کا انچارج اور دوسرا اس کا ساقی تھا، دونوں پر بادشاہ کو زہر دینے کا الزام تھا، آپ علیہ السلام نے قید خانے میں فرمایا کہ میں خوابوں کی تعبیر کا علم رکھتا ہوں۔ جو بادشاہ کا ساقی تھا اس نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ایک باغ میں ہوں، وہاں ایک انگور کی بیل میں تین خوشے لگے ہوئے ہیں، بادشاہ کا کاسہ میرے ہاتھ میں ہے اور میں نے ان انگوروں کا رس نچوڑ کر بادشاہ کو پلایا تو اس نے پی لیا۔ دوسرا یعنی کچن کا انچارج کہنے لگا: میں نے خواب دیکھا کہ میں بادشاہ کے کچن میں اپنے سر پر کچھ روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔ اے یوسف! آپ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے۔ بیشک ہم آپ کو نیک لوگوں میں سے دیکھتے ہیں کہ آپ دن میں روزہ دار رہتے، ساری رات نماز میں گزارتے ہیں۔

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ

فرمایا: تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے وہ تمہارے پاس نہیں آئے گا مگر یہ کہ اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں اس خواب کی تعبیر بتادوں گا۔

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ

یہ ان علموں میں سے ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔ بیشک میں نے ان لوگوں کے دین کو نہ مانا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ

هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۳۷ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ

آخرت کا انکار کرنے والے ہیں ○ اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے دین ہی کی پیروی کی۔ ہمارے لئے

نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

ہرگز جائز نہیں کہ ہم کسی چیز کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں، یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا ایک فضل ہے مگر اکثر لوگ

لَا يَشْكُرُوْنَ ۝۳۸ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۳۹

شکر نہیں کرتے ○ اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو! کیا جدا جدا رب اچھے ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے؟ ○

آیت 37 آپ علیہ السلام نے ان دونوں سے فرمایا: تمہارے گھروں سے جو کھانا تمہارے لئے آتا ہے اس کے آنے سے پہلے ہی میں تمہیں اس کی مقدار، رنگ، آنے کا وقت اور یہ کہ تم نے کیا کھایا، کتنا کھایا اور کب کھایا، بتادوں گا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم نے خواب میں جو کھانا دیکھا اور اس کے بارے میں مجھے خبر دی ہے، میں حقیقت میں اس طرح ہونے سے پہلے ہی تمہیں اس کی تعبیر بتا دوں گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی بات سن کر انہوں نے کہا: یہ علم تو کاہنوں اور نجومیوں کو ہوتا ہے، فرمایا: میں تمہیں جس کے بارے میں خبر دوں گا وہ اللہ کی وحی ہے اور یہ وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے سکھایا ہے۔ بیشک میں نے ان لوگوں کے دین کو نہ مانا جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔ **اہم بات:** حضرت یوسف علیہ السلام نے اس وقت معجزے کا اظہار اس لئے فرمایا کہ ان میں سے ایک کو سولی دیئے جانے کا آپ کو علم تھا لہٰذا آپ نے چاہا کہ اسے کفر سے نکال کر اسلام میں داخل کریں اور جہنم سے بچا دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر عالم اپنی علمی منزلت کا اس لئے اظہار کرے کہ لوگ اس سے نفع اٹھائیں تو یہ جائز ہے۔

درس: سُبْحٰنَ اللہ! حضرت یوسف علیہ السلام کا جیل کی تنگ و تکلیف دِہ زندگی میں بھی انداز تبلیغ کس قدر پیارا اور دل نواز ہے۔

آیت 38 حضرت یوسف علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ میں نے اپنے باپ دادا حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے دین ہی کی پیروی کی۔ ہمارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ ہم کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائیں، توحید اختیار کرنا اور شرک سے بچنا ہم پر اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا ایک فضل ہے مگر اکثر لوگ ان نعمتوں پر شکر نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی ہیں اور ان کی ناشکری یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بجا نہیں لاتے اور مخلوق پرستی کرتے ہیں۔

آیت 39 حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے قید خانے کے دونوں ساتھیوں سے فرمایا کہ جیسے بت پرستوں نے سونے، چاندی، تانبے،

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ

تم اس کے سوا صرف ایسے ناموں کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے تراش لیے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل

سُلْطٰنٍؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ

نہیں اتاری۔ حکم تو صرف اللہ کا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہ سیدھا دین ہے لیکن اکثر

النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (۴۰) یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّاۤ اَحَدُكُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْرًاۚ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ

لوگ نہیں جانتے○ اے قید خانے کے دونوں ساتھیو! تم میں ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلائے گا اور جہاں تک دوسرے کا تعلق

فَیُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْ رَّاْسِهٖؕ قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِؕ (۴۱) وَ قَالَ

ہے تو اسے سولی دی جائے گی پھر پرندے اس کا سر کھالیں گے۔ اس کام کا فیصلہ ہو چکا ہے جس کے بارے میں تم نے پوچھا تھا○ اور یوسف

...ب، لکڑی، پتھر وغیرہ کے چھوٹے بڑے جدا جدا رب بنا رکھے ہیں مگر سب بے کار، نہ نفع دے سکیں نہ نقصان پہنچا سکیں، کیا ایسے جھوٹے معبود اچھے ہیں یا ایک اللہ تعالیٰ جو سب پر غالب ہے کہ کوئی اس کا مقابل نہیں ہو سکتا ہے۔ **اہم بات:** تبلیغ میں الفاظ نرم اور دلکش قوی استعمال کرنے چاہئیں آپ علیہ السلام کے نرم الفاظ نے دو افراد کو اسلام قبول کرنے کی طرف مائل کیا۔

آیت 40 حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے مزید فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا صرف ایسے ناموں کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے اپنی جہالت و گمراہی کی وجہ سے تراش لیے ہیں، تم جن کی عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ نے ان کے درست ہونے پر کوئی دلیل نہیں اتاری۔ اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے اور اس کا حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کا عبادت کے لئے خاص ہونا ہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ دلائل سے جہالت کی وجہ سے نہیں جانتے کہ یہی سیدھا دین ہے جبکہ بتوں کے پجاری صرف فرضی ناموں کی پوجا میں لگے ہوئے ہیں۔

آیت 41 جب حضرت یوسف علیہ السلام وحدانیتِ الٰہی کے اقرار اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی دعوت دے کر فارغ ہوئے تو خواب کی تعبیر بیان کی، فرمایا: اے قید خانے کے دونوں ساتھیو! تم میں سے بادشاہ کو شراب پلانے والا اپنے عہدے پر بحال کیا جائے گا، وہ پہلے کی طرح بادشاہ کو شراب پلائے گا اور تین خوشے جو خواب میں بیان کئے گئے ہیں اس سے مراد تین دن ہیں، وہ تین دن قید خانے میں رہے گا پھر بادشاہ اسے بلالے گا اور جہاں تک کچن کے انچارج کا تعلق ہے تو اسے سولی دی جائے گی پھر پرندے اس کا سر کھا لیں گے۔ تعبیر سن کر دونوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا: ہم نے کچھ خواب نہیں دیکھا، ہم تو ہنسی کر رہے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اس کام کا فیصلہ ہو چکا ہے جس کے بارے میں تم نے پوچھا تھا اور جو میں نے بتایا ہے یہ ضرور واقع ہو گا اگرچہ تم نے خواب نہ دیکھا ہو، یہ حکم ٹل نہیں سکتا۔

آیت 42 آپ علیہ السلام نے اپنے علم سے ساقی کے بارے میں جان لیا تھا کہ وہ بچ جائے گا تو اس سے فرمایا: اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا اور میرا احوال بیان کرنا کہ قید خانے میں ایک مظلوم بے گناہ قیدی ہے اور اس کی قید کو ایک زمانہ گزر چکا ہے۔ شیطان نے اسے

لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ٘ فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ

نے جس کے بارے میں گمان کیا کہ ان دونوں میں سے وہ بچ جائے گا اسے فرمایا: اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا تو شیطان نے اسے اپنے

ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَ قَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ

بادشاہ کے سامنے یوسف کا ذکر کرنا بھلا دیا تو یوسف کئی برس اور جیل میں رہے ○ اور بادشاہ نے کہا: میں نے خواب میں سات موٹی گائیں

سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ١ؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ

دیکھیں جنہیں سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سرسبز بالیاں اور دوسری خشک بالیاں دیکھیں۔ اے درباریو!

اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ١ۚ وَ مَا نَحْنُ

اگر تم خوابوں کی تعبیر جانتے ہو تو میرے خواب کے بارے میں مجھے جواب دو ○ انہوں نے کہا: یہ جھوٹے خواب ہیں اور ہم

بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَ قَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَ ادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ

ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے ○ اور دو قیدیوں میں سے بچ جانے والے نے کہا اور اسے ایک مدت کے بعد یاد آیا: میں تمہیں اس کی

بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾ یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ

تعبیر بتاؤں گا، تم مجھے (یوسف کے پاس) بھیج دو ○ اے یوسف! اے صدیق! ہمیں ان سات موٹی گایوں کے بارے میں تعبیر بتائیں جنہیں

بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنا بھلا دیا جس کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کئی برس اور جیل میں رہے۔

اہم بات: اکثر مفسرین اس طرف ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام سات برس اور قید میں رہے۔

آیت 43 مصر کے شاہِ اعظم ریان بن ولید نے ایک عجیب خواب دیکھا جس سے اس کو بہت پریشانی ہوئی۔ اس نے ملک کے جادوگروں، کاہنوں اور تعبیر دینے والوں کو جمع کر کے ان سے کہا کہ میں نے خواب میں سات موٹی گائیں دیکھیں جنہیں سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سرسبز بالیاں اور سات خشک بالیاں دیکھیں، خشک بالیاں سرسبز بالیوں پر لپٹیں اور انہیں خشک کر دیا۔ اے درباریو! اگر تم خوابوں کی تعبیر جانتے ہو تو مجھے میرے خواب کی تعبیر بیان کرو۔

آیت 44 انہوں نے بادشاہ کو جواب دیا کہ یہ جھوٹے خواب ہیں اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔

آیت 45 شراب پلانے والا جس نے اپنے ساتھی کچن کے انچارج کی ہلاکت کے بعد قید سے نجات پائی تھی اور اسے ایک مدت کے بعد یاد آیا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے فرمایا تھا کہ اپنے آقا کے سامنے میرا ذکر کرنا، اس نے کہا: میں تمہیں اس کی تعبیر بتاؤں گا، تم مجھے قید خانے میں بھیج دو وہاں خواب کی تعبیر کے ایک عالم ہیں چنانچہ بادشاہ نے اسے بھیج دیا اور وہ قید خانہ میں پہنچ کر حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرنے لگا۔

آیت 46 اے یوسف! اے صدیق! ہمارے بادشاہ نے خواب دیکھا ہے کہ سات موٹی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی

سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ

سات دبلی گائیں کھا رہی تھیں اور سات سرسبز بالیوں اور دوسری خشک بالیوں کے بارے میں تاکہ میں لوگوں کی طرف لوٹ کر جاؤں

لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖۤ

تاکہ وہ جان لیں۔ یوسف نے فرمایا: تم سات سال تک لگا تار کھیتی باڑی کرو گے تو تم جو کاٹ لو اسے اس کی بالی کے اندر ہی رہنے دو سوائے

اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ

اس تھوڑے سے غلے کے جو تم کھالو۔ پھر اس کے بعد سات برس سخت آئیں گے جو اس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے ان سالوں کے لیے

لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ

پہلے جمع کر رکھا ہو گا مگر تھوڑا سا (بچ جائے گا) جو تم بچالو گے۔ پھر ان سات سالوں کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں کو بارش

تھیں اور سات سرسبز بالیاں ہیں اور دوسری خشک بالیاں، ملک کے تمام علماء و حکماء اس کی تعبیر بتانے سے عاجز ہیں، حضرت! آپ اس کی تعبیر ارشاد فرمادیں تاکہ میں اس خواب کی تعبیر کے ساتھ بادشاہ اور اس کے درباریوں کی طرف لوٹ کر جاؤں تو وہ اس کی تعبیر نیز آپ کے علم و فضل اور مقام و مرتبہ کو جان لیں اور آپ کو اس مشقت سے رہا کر کے اپنے پاس بلالیں۔

آیت 47 حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے خواب کی تعبیر بتادی، فرمایا: تم سات سال تک لگا تار کھیتی باڑی کرو گے، اس زمانے میں خوب پیداوار ہوگی، سات موٹی گائیوں اور سات سبز بالیوں سے اسی کی طرف اشارہ ہے لہٰذا تم جو کاٹ لو اسے اس کی بالی کے اندر ہی رہنے دو تاکہ خراب نہ ہو البتہ کھانے کے لئے اپنی ضرورت کے مطابق تھوڑے سے غلے کو بھوسی اتار کر صاف کر لو اور باقی غلے کو ذخیرہ بنا کر محفوظ کر لو۔ **اہم بات:** آیت سے معلوم ہوا کہ نبی دینی و دنیوی تمام رازوں سے خبردار ہوتے ہیں کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے کاشت کاری کا ایسا قاعدہ بیان فرمایا جو کامل کاشت کار کو ہی معلوم ہوتا ہے کہ بالی یا بھوسے میں گندم کی حفاظت ہے۔

آیت 48 مزید فرمایا کہ ان سات سرسبز سالوں کے بعد لوگوں پر سات سال سخت قحط کے آئیں گے جن کی طرف دبلی گائیوں اور سوکھی بالیوں میں اشارہ ہے، جو غلہ وغیرہ تم نے ان سات سالوں کے لئے جمع کر رکھا ہو گا وہ سب ان سالوں میں کھالیا جائے گا البتہ تھوڑا سا بچ جائے گا جو تم بیج کے لئے بچالو گے تاکہ اس کے ذریعے کاشت کرو۔ **درس:** حفاظتی تدابیر کے طور پر آیندہ کے لئے کچھ بچا کر رکھنا توکل کے خلاف نہیں۔

آیت 49 فرمایا کہ سخت قحط والے سات سالوں کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں کو بارش دی جائے گی، اس میں لوگ انگوروں کا رس نچوڑیں گے اور تل اور زیتون کا تیل نکالیں گے۔ مراد یہ ہے کہ یہ سال بڑی برکت والا ہو گا، زمین سرسبز و شاداب ہوگی اور درخت خوب پھلیں گے۔

النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ

دی جائے گی اور اس میں رس نچوڑیں گے ○ اور بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں میرے پاس لے آؤ تو جب ان کے پاس قاصد آیا تو

قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ

یوسف نے فرمایا: اپنے بادشاہ کی طرف لوٹ جاؤ پھر اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ بیشک

رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ

میرا رب ان کے مکر کو جانتا ہے ○ بادشاہ نے کہا: اے عورتو! تمہارا کیا حال تھا جب تم نے یوسف کا دل لبھانا چاہا۔ انہوں نے کہا:

حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ؗ اَنَا

سُبْحٰنَ اللہ! ہم نے ان میں کوئی برائی نہیں پائی۔ عزیز کی عورت نے کہا: اب اصل بات کھل گئی۔ میں نے ہی

آیت 50 ساقی حضرت یوسف علیہ السلام سے تعبیر سن کر واپس آیا اور بادشاہ کو بیان کی۔ بادشاہ کو یہ تعبیر بہت پسند آئی اور اسے یقین ہوا کہ جیسا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ہے ضرور ویسا ہی ہو گا۔ بادشاہ کو شوق پیدا ہوا کہ خود حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان مبارک سے تعبیر سنے چنانچہ اس نے حکم دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو میرے پاس لے آؤ تاکہ میں ان کی زیارت کروں کیونکہ انہوں نے خواب کی اتنی اچھی تعبیر بیان کی ہے۔ قاصد حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں بادشاہ کا پیام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: اپنے بادشاہ کی طرف لوٹ جاؤ پھر اس سے درخواست کرو کہ وہ تفتیش کرے کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ بیشک میرا رب ان کے مکر کو جانتا ہے۔ یہ آپ نے اس لئے فرمایا تاکہ بادشاہ کے سامنے آپ کی براءت اور بے گناہی ظاہر ہو جائے اور اسے معلوم ہو کہ یہ لمبی قید بلاوجہ ہوئی تاکہ آئندہ حاسدوں کو الزام لگانے کا موقع نہ ملے۔ **اہم بات:** تہمت دور کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔

آیت 51 بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا پیام سن کر زلیخا اور ہاتھ کاٹ لینے والی عورتوں کو جمع کیا، پھر ان سے کہا: اے عورتو! اپنے صحیح حالات مجھے بتاؤ کہ کیا ہوا تھا، جب تم نے حضرت یوسف علیہ السلام کا دل لبھانا چاہا، کیا تم نے ان کی جانب سے اپنی طرف کوئی میلان پایا؟ عورتوں نے جواب دیا: سُبْحٰنَ اللہ! ہم نے ان میں کوئی برائی نہیں پائی۔ عزیز مصر کی عورت زلیخا نے کہا: اب اصل بات ظاہر ہو گئی ہے، حقیقت یہ ہے کہ میں نے ہی ان کا دل لبھانا چاہا تھا اور بیشک وہ اپنی بات میں سچے ہیں۔ **اہم بات:** حضرت زلیخا رضی اللہ عنہا نے اپنے قصور کا اعتراف کر لیا اور قصور کا اقرار توبہ ہے لہٰذا اب انہیں برے لفظوں سے یاد کرنا حرام ہے کیونکہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی صحابیہ اور عزیز مصر کی موت کے بعد ان کی قابلِ احترام بیوی بنی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے قصوروں کا ذکر فرما کر ان پر غضب ظاہر نہ فرمایا کیونکہ وہ توبہ کر چکی تھیں۔

رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿٥١﴾ ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ

ان کا دل لبھانا چاہا تھا اور بیشک وہ سچے ہیں○ یوسف نے فرمایا: یہ میں نے اس لیے کیا تا کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی

بِالْغَیْبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ ﴿٥٢﴾

عدم موجودگی میں کوئی خیانت نہیں کی اور اللہ خیانت کرنے والوں کا مکر نہیں چلنے دیتا○

آیت 52 ﴿ بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پیام بھیجا کہ عورتوں نے آپ کی پاکی بیان کی اور عزیز کی عورت نے اپنے گناہ کا اقرار کرلیا ہے۔ اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میں نے قاصد کو بادشاہ کی طرف اس لیے لوٹایا تا کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں اس کی بیوی میں کوئی خیانت نہیں کی اور اگر بالفرض میں نے کوئی خیانت کی ہوتی تو اللہ تعالیٰ مجھے اس قید سے رہائی عطا نہ فرماتا کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔ اہم باتیں: (1) جھوٹ کو فروغ نہیں ہوتا اور سانچ کو آنچ نہیں آتی۔ (2) اخلاقی خیانت انتہائی مذموم وصف ہے اس سے ہر ایک کو بچنا چاہئے۔

وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ

اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا بیشک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے بیشک

رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵۳﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ

میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ اور بادشاہ نے کہا: انہیں میرے پاس لے آؤ تاکہ میں انہیں اپنے لیے منتخب کرلوں پھر جب بادشاہ نے یوسف سے بات کی

قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ

تو کہا: بیشک آج آپ ہمارے یہاں معزز، امانتدار ہیں۔ یوسف نے فرمایا: مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کردو، بیشک میں

آیت 53 زلیخا کے اقرار اور اعتراف کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے جب یہ فرمایا کہ میں نے اپنی براءت کا اظہار اس لئے چاہا تھا تاکہ عزیز کو یہ معلوم ہوجائے کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں اس کے اہل خانہ کے متعلق خیانت نہیں کی، تو اس کے بعد اپنی طرف پاکی اور نیکی کی نسبت کی بجائے بارگاہِ الٰہی میں عاجزی سے یوں عرض کی: اے میرے اللہ! میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا اور نہ گناہ سے بچنے کو اپنے نفس کی خوبی قرار دیتا ہوں، نفس کی جنس کا یہ حال ہے کہ وہ برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے لیکن میرا رب اپنے جس مخصوص بندے کو اپنے فضل وکرم سے معصوم کردے تو اس کا برائیوں سے بچنا اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے ہے۔ بیشک میرا رب اپنے بندوں کے گناہوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ درس: بندے کو اپنے نیک اعمال پر نازاں نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا کی۔

آیت 54 جب بادشاہ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے علم، امانت داری، صبر، قید خانے والوں کے ساتھ احسان اور مشقتوں پر ثابت قدمی کا حال معلوم ہوا تو اس کے دل میں آپ کی بہت عظمت پیدا ہوئی اور اس نے کہا: حضرت یوسف علیہ السلام کو میرے پاس لے آؤ تاکہ میں انہیں اپنے لیے منتخب کرلوں۔ چنانچہ بادشاہ نے معززین کی ایک جماعت بہترین سواریاں، اور نفیس لباس دے کر قید خانے میں بھیجی تاکہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو انتہائی تعظیم وتکریم کے ساتھ ایوان شاہی میں لائیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ سے باہر تشریف لاکر غسل فرمایا اور پوشاک پہن کر ایوانِ شاہی کی طرف روانہ ہوئے، جب قلعہ میں داخل ہوکر بادشاہ کے سامنے پہنچے تو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا: بیشک آج آپ ہمارے یہاں معزز، امانت دار ہیں، اور خواب کی تعبیر بیان کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے خواب کی پوری تفصیل بھی بتادی کہ اس اس طرح سے خواب دیکھا تھا حالانکہ آپ سے خواب اس تفصیل کے ساتھ بیان نہ کیا گیا تھا، اور اس کی تعبیر بھی بیان کی۔

آیت 55 حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے فرمایا: اپنی سلطنت کے تمام خزانے میرے سپرد کردے، بیشک میں خزانے کی حفاظت کرنے والا اور ان کے مصارف کو جاننے والا ہوں۔ بادشاہ نے کہا: آپ سے زیادہ اس کا مستحق کون ہو سکتا ہے، چنانچہ بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس مطالبے کو منظور کرلیا۔ اہم باتیں: (1) احادیث میں مذکور مسائل میں امارت یعنی حکومت یا بڑا عہدہ طلب کرنے کی جو ممانعت آئی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ جب ملک میں اہلیت رکھنے والے موجود ہوں اور احکام الٰہیہ نافذ کرنا کسی ایک شخص کے ساتھ خاص نہ ہو تو اس وقت امارت طلب کرنا مکروہ ہے لیکن جب ایک ہی شخص اہلیت رکھتا ہو تو احکام الٰہیہ نافذ کرنے کے

حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ

حفاظت والا، علم والا ہوں ○ اور ایسے ہی ہم نے یوسف کو زمین میں اقتدار عطا فرمایا، اس میں جہاں چاہے رہائش اختیار کرے،

نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ

ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچادیتے ہیں اور ہم نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتے ○ اور بیشک آخرت کا ثواب ان کے لیے بہتر ہے جو

لئے امارت طلب کرنا جائز بلکہ اس کی تاکید ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا یہی حال تھا کہ آپ علیہ السلام رسول تھے، اُمت کی ضروریات سے واقف تھے، یہ جانتے تھے کہ شدید قحط ہونے والا ہے جس میں مخلوق کو راحت اور آسائش پہنچانے کی یہی صورت ہے کہ عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لیں، اس لئے آپ نے امارت طلب فرمائی۔ (2) فخر اور تکبر کے لئے اپنی خوبیاں بیان کرنا ناجائز ہے لیکن نعمت خداوندی کے اظہار یا دوسروں کے فائدے کے لئے اپنی خوبیوں کا اظہار جائز بلکہ مستحب ہے۔

آیت 56 ارشاد فرمایا کہ جس طرح ہم نے اندھیرے کنویں سے نجات دے کر، قید خانے سے رہائی عطا فرما کر اور بادشاہ کی نگاہوں میں معزز بنا کر حضرت یوسف علیہ السلام پر انعام فرمایا اسی طرح ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کی سرزمین میں اقتدار عطا فرمایا، وہ اس میں جہاں چاہیں رہائش اختیار کریں۔ ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچادیتے ہیں اور ہم نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ اہم بات: امارت یعنی حکومت طلب کرنے کے ایک سال بعد بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تاج پوشی کی اور اپنا ملک آپ کے سپرد کیا، اسی زمانہ میں عزیزِ مصر کا انتقال ہو گیا تو بادشاہ نے زلیخا کا نکاح آپ سے کر دیا۔ مروی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زلیخا سے دو فرزند افراثیم اور میشا پیدا ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے قحط سالی کے دنوں کے لئے ذخائر جمع کئے۔ جب قحط کا زمانہ آیا تو پہلے سال میں لوگوں کے پاس جو ذخیرے تھے سب ختم ہو گئے اور بازار خالی رہ گئے۔ اہلِ مصر حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنے درہم و دینار کے بدلے غلے خریدنے لگے، دوسرے سال مصریوں نے زیور اور جواہرات، تیسرے سال چوپائے اور جانور، چوتھے سال اپنے تمام غلام اور باندیاں، پانچویں سال اپنی تمام اراضی اور جاگیر دے کر غلے خریدے، چھٹے سال جب کوئی چیز باقی نہ رہی تو انہوں نے اپنی اولاد بیچ کر غلہ خریدا اور ساتویں سال خود بک گئے اور غلام بن گئے۔ اس طرح مصر میں کوئی آزاد مرد باقی رہا نہ عورت۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ مصر کے تمام مرد و عورت کو حضرت یوسف علیہ السلام کے خریدے ہوئے غلام اور کنیزیں بنانے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ حضرت یوسف علیہ السلام غلام کی شان میں آئے تھے اور مصر کے ایک شخص کے خریدے ہوئے ہیں بلکہ سب مصری ان کے خریدے اور آزاد کئے ہوئے غلام ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو اس حالت میں صبر کیا تھا اس کی یہ جزا دی گئی۔

آیت 57 فرمایا کہ بیشک آخرت کا اجر و ثواب ان کے لئے دنیا کے اجر سے بہتر ہے جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ مومن کو دنیا میں بھی اجر عطا فرماتا ہے اور آخرت میں دنیوی اجر سے بہتر اجر عطا فرمائے گا۔ (2) آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اخروی اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے ایمان کے ساتھ ساتھ نیک اعمال ہونا بھی ضروری ہیں اس لئے فقط ایمان پر بھروسا کر کے خود کو نیک اعمال سے بے نیاز جاننا درست نہیں۔

اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ جَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَ هُمْ

ایمان لائے اور پرہیز گار رہے○ اور یوسف کے بھائی آئے تو ان کے پاس حاضر ہوئے پس یوسف نے تو انہیں پہچان لیا اور وہ بھائی

لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَ لَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا

ان سے انجان رہے○ اور جب یوسف نے ان کا سامان انہیں مہیا کر دیا تو فرمایا کہ اپنا سوتیلا بھائی میرے پاس لے آؤ، کیا تم یہ بات

تَرَوْنَ اَنِّيْۤ اُوْفِي الْكَيْلَ وَ اَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ

نہیں دیکھتے کہ میں ناپ مکمل کرتا ہوں اور میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں○ تو اگر تم اس بھائی کو میرے پاس نہیں لاؤ گے تو تمہارے لیے میرے پاس کوئی

لَكُمْ عِنْدِيْ وَ لَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَ اِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

ماپ نہیں اور نہ تم میرے قریب پھٹکنا○ انہوں نے کہا: ہم اس کے باپ سے اس کے متعلق ضرور مطالبہ کریں گے اور بیشک ہم ضرور یہ کریں گے○

آیت 58 جب قحط کی شدت ہوئی تو ہر جانب سے لوگ غلہ خریدنے کے لئے مصر پہنچنے لگے اور قحط کی جیسی مصیبت مصر اور دیگر ملکوں میں آئی ایسی ہی کنعان میں بھی آئی لہٰذا حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کے سوا اپنے دسوں بیٹوں کو غلہ خریدنے مصر بھیجا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیا لیکن وہ آپ کو نہ پہچان سکے کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے سے اب تک 40 سال کا طویل زمانہ گزر چکا تھا اور ان کا خیال تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا انتقال ہو چکا ہو گا۔ انہوں نے آپ سے عبرانی زبان میں گفتگو کی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اسی زبان میں جواب دیا، پھر فرمایا: تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کی: ہم شام کے رہنے والے ہیں، فرمایا: کہیں تم جاسوس تو نہیں ہو؟ انہوں نے کہا: کہ ہم جاسوس نہیں ہیں، ہم سب بھائی ہیں، ایک باپ کی اولاد ہیں، ان کا نام نامی حضرت یعقوب علیہ السلام ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تم کتنے بھائی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم 12 بھائی تھے لیکن ایک بھائی ہمارے ساتھ جنگل گیا تو وہ ہلاک ہو گیا، وہ والد صاحب کو بہت پیارا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اب تم کتنے ہو؟ عرض کی: دس۔ فرمایا: گیارہواں کہاں ہے؟ جواب دیا: وہ والد صاحب کے پاس ہے کیونکہ ہمارا جو بھائی ہلاک ہو گیا تھا وہ اسی کا حقیقی بھائی ہے، اب والد صاحب کی اسی سے کچھ تسلی ہوتی ہے۔

آیت 59 حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی بہت عزت کی، ان کی میزبانی فرمائی، ہر ایک کا اونٹ غلے سے بھر دیا اور سفر کے دوران ضرورت کی چیزیں بھی عطا کر دی۔ جب آپ نے ان کا سامان مہیا کر دیا تو فرمایا کہ تم اپنے جس بھائی کو والدِ محترم کے پاس چھوڑ آئے ہو اسے میرے پاس لے آؤ، کیا تم یہ بات نہیں دیکھتے کہ میں ناپ مکمل کرتا ہوں اور اس میں کوئی کمی نہیں کرتا، اگر تم اس کو لے آؤ گے تو ایک اونٹ غلہ اس کے حصہ کا اور زیادہ دوں گا اور کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں۔

آیت 60 مزید فرمایا: اور اگر تم اس بھائی کو جو تمہارے والد کے پاس موجود ہے نہیں لاؤ گے تو تمہارے لیے میرے پاس کوئی غلہ نہیں اور نہ تم غلہ حاصل کرنے کے لئے میرے قریب پھٹکنا۔

آیت 61 حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا: ہم اس کے باپ سے اس کے متعلق ضرور مطالبہ کریں گے اور خوب کوشش کریں گے یہاں تک کہ ہم اسے لے آئیں اور بیشک ہم ضرور یہ کام کریں گے جس کا آپ نے ہمیں حکم دیا ہے۔

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓی اَهْلِهِمْ

اور یوسف نے اپنے غلاموں سے فرمایا: ان کی رقم (بھی) ان کی بوریوں میں واپس رکھ دو تاکہ جب یہ اپنے گھر واپس لوٹ کر جائیں تو اسے پہچان لیں

لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓی اَبِیْهِمْ قَالُوْا یٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَیْلُ فَاَرْسِلْ

شاید یہ واپس آئیں ۝ پھر جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ کر گئے تو کہنے لگے: اے ہمارے باپ! ہم سے غلہ روک دیا گیا ہے لہٰذا ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ

مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَیْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ

بھیج دیجئے تاکہ ہم غلہ لا سکیں اور ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے ۝ یعقوب نے فرمایا: کیا اس کے بارے میں تم پر ویسا ہی اعتبار کرلوں جیسا پہلے اس کے بھائی کے

عَلٰٓی اَخِیْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَیْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ

بارے میں کیا تھا تو اللہ سب سے بہتر حفاظت فرمانے والا ہے اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ہے ۝ اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو

آیت 62 حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ ان لوگوں نے غلے کی جو قیمت دی ہے غلے کے ساتھ وہ رقم بھی ان کی بوریوں میں رکھ دو تاکہ جب وہ اپنے گھر لوٹ کر جائیں اور سامان کھولیں تو اپنی جمع شدہ رقم انہیں مل جائے اور قحط کے زمانے میں کام آئے نیز یہ رقم پوشیدہ طور پر اُن کے پاس پہنچے تاکہ اُنہیں لینے میں شرم بھی نہ آئے اور یہ کرم واحسان دوبارہ آنے کے لئے ان کی رغبت کا باعث بھی ہو۔ اہم باتیں: (1) جب رشتہ داروں کو کسی چیز کی حاجت ہو تو اس میں ان کی مدد کرنی چاہئے۔ (2) رشتہ دار کی مالی یا کوئی اور مدد کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس انداز میں رقم یا کوئی اور چیز پہنچائی جائے جس میں اسے لیتے ہوئے شرم محسوس نہ ہو۔

آیت 63 جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے والدِ محترم حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لوٹ کر گئے تو بادشاہ کے حسن سلوک اور احسان کا ذکر کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: اب اگر تم بادشاہِ مصر کے پاس جاؤ تو میری طرف سے سلام پہنچانا اور کہنا کہ ہمارے والد تیرے حق میں تیرے اس سلوک کی وجہ سے دعا کرتے ہیں۔ انہوں نے عرض کی: اے ہمارے باپ! بادشاہِ مصر نے ہم سے کہہ دیا ہے کہ اگر ہم بنیامین کو نہ لے کر آئے تو آیندہ ہمیں غلہ نہیں ملے گا اس لئے اب بنیامین کا جانا ضروری ہے، آپ ہمارے بھائی بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ ہم غلہ لا سکیں، ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے اور انہیں بخیریت آپ کے پاس واپس لائیں گے۔

آیت 64 بیٹوں کی یہ بات سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میں اپنے بیٹے بنیامین کے بارے میں تمہارا اعتبار کیسے کر لوں حالانکہ اس کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تم نے جو کچھ کیا وہ جانتے ہو اور اب بنیامین کے بارے میں بھی ویسی ہی بات کر رہے ہو، تمہارے بنیامین کی حفاظت کرنے کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت سب سے بہتر ہے اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ہے۔ درس: یقیناً اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہی سب سے بہتر ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنی جان، مال، اولاد اور دین وایمان وغیرہ کی حفاظت سے متعلق حقیقی بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہی کرے۔ البتہ جان ومال کی حفاظت کے ظاہری اسباب اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر بھروسہ کرنے کے خلاف نہیں کیونکہ توکل کا معنیٰ ہے کہ اسباب اختیار کر کے نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔

آیت 65 جب انہوں نے اپنا وہ سامان کھولا جو مصر سے لائے تھے تو اس میں اپنی رقم کو بھی موجود پایا جو انہیں واپس کر دی گئی تھی۔ رقم

وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَیْهِمْؕ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِیْؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَیْنَاۚ

اپنی رقم کو بھی موجود پایا کہ انہیں وہ رقم بھی واپس کردی گئی ہے۔ کہنے لگے: اے ہمارے باپ! اب ہمیں اور کیا چاہیے۔ یہ ہماری رقم ہے جو ہمیں واپس کردی گئی ہے

وَنَمِیْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَیْلَ بَعِیْرٍؕ ذٰلِكَ كَیْلٌ یَّسِیْرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ

اور ہم اپنے گھر کے لیے غلہ لائیں اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ پائیں، یہ بہت آسان بوجھ ہے۔ یعقوب نے فرمایا: میں ہرگز اسے

اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْۚ فَلَمَّاۤ

تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک تم مجھے اللہ کا یہ عہد نہ دیدو کہ تم ضرور اسے (واپس) لے کر آؤ گے سوائے اس کے کہ تم (کسی بڑی مصیبت میں) گھر جاؤ پھر جب

اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ﴿۶۶﴾ وَقَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ

انہوں نے یعقوب کو اپنا عہد دیدیا تو یعقوب نے فرمایا: جو ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ نگہبان ہے۔ اور فرمایا: اے میرے بیٹو! ایک دروازے سے نہ داخل ہونا

وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍؕ وَمَاۤ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍؕ اِنِ الْحُكْمُ

اور جدا جدا دروازوں سے جانا، میں تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا، حکم تو اللہ ہی کا

دیکھ کر کہنے لگے: اے ہمارے والدِ محترم! اس سے زیادہ کرم و احسان اور کیا ہو گا کہ بادشاہ نے سامان کے ساتھ وہ رقم بھی واپس کر دی ہے جو ہم نے سامان کی قیمت کے طور پر دی تھی لہٰذا آپ ہمارے بھائی کو ساتھ جانے کی اجازت دے دیں تاکہ ہم جائیں اور اپنے گھر والوں کے لیے غلہ خرید کر لائیں اور ہم اپنے بھائی بنیامین کی حفاظت کریں گے اور ہم اپنے بھائی کی وجہ سے اس کے حصے کا ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ پائیں، یہ اونٹ کے بوجھ کا غلہ دینا بادشاہ کے لئے بہت آسان بوجھ ہے کیونکہ اس نے ہم پر اس سے زیادہ کرم و احسان فرمایا ہے۔

آیت 66 حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے فرمایا: میں اس وقت تک ہرگز بنیامین کو تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک تم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ عہد نہ دو کہ تم ضرور اسے واپس بھی لے کر آؤ گے سوائے اس کے کہ بنیامین کو لے کر آنا تمہاری طاقت سے باہر ہو جائے۔ جب انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر عہد دے دیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: جو ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نگہبان ہے۔ اہم بات: ظاہری اسباب اختیار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا توکل کے خلاف نہیں۔ ہر انسان کو چاہئے کہ وہ موجود اسباب اختیار کرے اور صرف ان اسباب کو اختیار کرنے کو کافی نہ سمجھے بلکہ دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھے۔

آیت 67 جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے مصر جانے کے ارادے سے نکلے تو آپ نے سب بیٹوں کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹو! مصر میں ایک دروازے سے نہ داخل ہونا بلکہ جدا جدا دروازوں سے جانا تاکہ بری نظر لگنے سے محفوظ رہو۔ جس چیز کی طرف میں نے تمہیں اشارہ دیا وہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر فرما دی ہے تو میں تمہیں اس سے بچا نہیں سکتا کیونکہ تدبیر تقدیر کو نہیں ٹال سکتی اور حکم تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا چلتا ہے، میں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے، میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اہم باتیں: (1) پہلی مرتبہ جب یہ لوگ مصر گئے اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا تھا

اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَ عَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَ لَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ اَمَرَهُمْ

چاہیے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے ○ اور جب وہ وہیں سے داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے

اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ

حکم دیا تھا، وہ انہیں اللہ سے کچھ بچا نہ سکتے تھے البتہ یعقوب کے دل میں ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کرلی

وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَ لَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ

اور بیشک وہ صاحب علم تھا کیونکہ ہم نے اسے تعلیم دی تھی مگر اکثر لوگ نہیں جانتے ○ اور جب وہ سب بھائی یوسف کے پاس گئے تو

اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ

یوسف نے اپنے سگے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی (اور) فرمایا: بیشک میں تیرا حقیقی بھائی ہوں تو اس پر غمگین نہ ہونا جو یہ کررہے ہیں ○ پھر جب انہیں ان کا سامان مہیا

کیونکہ اس وقت کوئی یہ نہ جانتا تھا کہ یہ سب بھائی اور ایک باپ کی اولاد ہیں۔ (2) آفتوں اور مصیبتوں سے نجات حاصل کرنے کی تدبیر اور مناسب احتیاطیں اختیار کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ ہے۔ (3) بری نظر سے بچنے کے لئے کوشش کرنی چاہئے کیونکہ اس سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ **نظر لگنے کا علاج:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جنوں اور انسانوں کی بری نظر سے پناہ طلب کرتے تھے حتیٰ کہ سورۂ فلق اور سورۂ ناس نازل ہوئیں، جب یہ سورتیں نازل ہوئیں تو آپ نے ان دونوں کو اختیار فرمالیا اور دیگر دعاؤں کو چھوڑ دیا۔ (ترمذی، حدیث: 2065)

آیت 68 فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے شہر میں مختلف دروازوں سے داخل ہوئے جیسے انہیں ان کے باپ نے حکم دیا تھا، مختلف دروازوں سے شہر میں داخل ہونا اگرچہ ان سے وہ چیز دور نہیں کرسکتا تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقدر فرمادی ہے لیکن بدنظری سے بچنے کی یہ تدبیر تھی جو انہوں نے پوری کرلی۔ بیشک حضرت یعقوب علیہ السلام صاحب علم تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تعلیم دی تھی مگر اکثر لوگ وہ علم نہیں جانتے جو اللہ تعالیٰ اپنے چنے ہوئے بندوں کو دیتا ہے۔

آیت 69 جب وہ سب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے پاس اپنے بھائی بنیامین کو لے آئے ہیں تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تم نے بہت اچھا کیا۔ پھر انہیں عزت کے ساتھ مہمان بنایا، جابجا دستر خوان لگائے گئے اور ہر دستر خوان پر دو دو بھائیوں کو بٹھایا گیا۔ بنیامین اکیلے رہ گئے تو وہ رو پڑے اور کہنے لگے: اگر میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ مجھے اپنے ساتھ بٹھاتے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تمہارا ایک بھائی اکیلا رہ گیا ہے، یہ فرماکر آپ نے بنیامین کو اپنے دستر خوان پر بٹھالیا اور ان سے فرمایا: تمہارے فوت شدہ بھائی کی جگہ میں تمہارا بھائی ہو جاؤں تو کیا تم پسند کرو گے؟ بنیامین نے کہا: آپ جیسا بھائی کس کو میسر آئے گا لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کا فرزند اور (حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ) راحیل کا نور نظر ہونا آپ کو کیسے حاصل ہوسکتا ہے! یہ سن کر حضرت یوسف علیہ السلام رو پڑے، بنیامین کو گلے سے لگایا اور فرمایا: بیشک میں تیرا حقیقی بھائی یوسف ہوں، تم اس پر غمگین نہ ہونا جو یہ کر رہے تھے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں بھلائی کے ساتھ جمع فرمادیا اور ابھی اس راز کی اپنے بھائیوں کو اطلاع نہ دینا۔

آیت 70 حضرت یوسف علیہ السلام کی بات سن کر بنیامین فرطِ مسرت سے بے خود ہوگئے اور کہنے لگے: اب میں آپ سے جدا نہیں

بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ۝۷۰

کردیا تو اپنے بھائی کی بوری میں پیالہ رکھ دیا پھر ایک منادی نے ندا کی: اے قافلے والو! بیشک تم چور ہو۔

قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ۝۷۱ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ

انہوں نے پکارنے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: کیا چیز تمہیں نہیں مل رہی؟ ۝ ندا کرنے والوں نے کہا: ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا اور جو اسے لائے گا اس کے

حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ۝۷۲ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ

لیے ایک اونٹ کا بوجھ (انعام) ہے اور میں اس کا ضامن ہوں ۝ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے

وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ۝۷۳ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ۝۷۴ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ

اور نہ ہی ہم چور ہیں ۝ اعلان کرنے والوں نے کہا: اگر تم جھوٹے ہوئے تو اس کی سزا کیا ہوگی؟ ۝ انہوں نے کہا: اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں

ہوں گا۔ فرمایا: والد صاحب کو میری جدائی کا بہت غم پہنچ چکا ہے اگر میں نے تمہیں بھی روک لیا تو انہیں اور زیادہ غم ہوگا اور آپ کو روکنے کی اس کے علاوہ کوئی صورت بھی نہیں کہ آپ کی طرف کوئی ناپسندیدہ بات منسوب کی جائے۔ بنیامین نے کہا: اس میں کوئی مضایقہ نہیں۔ پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں ان کا سامان مہیا کر دیا، سب کو ایک ایک اونٹ کا بوجھ غلہ دے دیا اور ایک اونٹ کا بوجھ بنیامین کے لئے خاص کر دیا تو بنیامین کی بوری میں بادشاہ کا پانی پینے کا پیالہ رکھ دیا۔ یہ پیالہ سونے کا تھا، اس میں جواہرات لگے ہوئے تھے اور اس وقت اس سے غلہ ناپنے کا کام لیا جاتا تھا۔ قافلہ کنعان جانے کے ارادے سے روانہ ہو گیا۔ جب شہر سے باہر جا چکا تو کارکنوں کو معلوم ہوا کہ پیالہ نہیں ہے، اُن کے خیال میں یہی آیا کہ پیالہ قافلے والے لے گئے ہیں چنانچہ انہوں نے اس کی جستجو کے لئے آدمی بھیجے، ان میں سے ایک مُنادی نے ندا کی: اے قافلے والو! بیشک تم چور ہو۔

آیت 71 انہوں نے ندا کرنے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: کیا چیز تمہیں نہیں مل رہی؟

آیت 72 ندا کرنے والوں نے انہیں جواب دیا کہ ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا اور جو ہمارے تلاشی لینے سے پہلے اسے ظاہر کر دے گا یا اسے چوری کرنے والے کے بارے میں ہمیں بتائے گا تو اس کے لئے ایک اونٹ کا بوجھ انعام ہے اور اسے دلانے کا میں ضامن ہوں۔ اہم بات: آیت سے ثابت ہوا کہ کفالت جائز ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں کفالت یہ ہے کہ ایک شخص اپنے ذمہ کو دوسرے کے ذمہ کے ساتھ مطالبہ میں ملا دے (یعنی مطالبہ ایک شخص کے ذمہ تھا اور دوسرے نے بھی مطالبہ اپنے ذمہ لے لیا)۔

آیت 73 حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا: اللہ کی قسم! تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے اور نہ ہی ہم چور ہیں۔

آیت 74 اعلان کرنے والوں نے کہا: اگر تم اس بات میں جھوٹے ہوئے اور پیالہ تمہارے پاس نکلے تو اس کی سزا کیا ہوگی؟

آیت 75 حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا: اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں وہ پیالہ ملے تو اس کے بدلے میں وہ اپنی گردن چیز کے مالک کے سپرد کر دے اور وہ مالک ایک سال تک اسے غلام بنائے رکھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں

فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ

پایا جائے وہی خود اس کا بدلہ ہوگا۔ ہمارے یہاں ظالموں کی یہی سزا ہے ○ تو حضرت یوسف نے اپنے بھائی کے سامان کی تلاشی لینے سے پہلے دوسروں کی تلاشی لینا

ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ

شروع کی پھر اس پیالے کو اپنے بھائی کے سامان سے نکال لیا۔ ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی تھی۔ بادشاہی قانون میں اس کیلئے درست نہیں تھا کہ

دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ﴿۷۶﴾

اپنے بھائی کو لے لے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ ہم جسے چاہتے ہیں درجوں بلند کردیتے ہیں اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے ○

قَالُوْۤا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَ لَمْ یُبْدِهَا

بھائیوں نے کہا: اگر اس نے چوری کی ہے تو بیشک اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی تو یوسف نے یہ بات اپنے دل میں چھپا رکھی اور ان پر ظاہر نہ کی

بلکہ چوری کی یہی سزا مقرر تھی اس لئے انہوں نے کہا کہ ہمارے یہاں ظالموں کی یہی سزا ہے۔ پھر قافلہ مصر لایا گیا اور انہیں حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں حاضر کیا گیا۔

آیت 76 ﴿ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کے سامان کی تلاشی لینے سے پہلے دوسروں کے سامان کی تلاشی لینا شروع کی۔ تلاشی لیتے ہوئے جب بنیامین کے سامان تک پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ پیالہ اس کے ہی سامان میں ہو۔ بھائیوں نے کہا: خدا کی قسم! ہم اسے نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ آپ اس کے سامان کی تلاشی نہ لے لیں، اسی میں آپ کے لئے اور ہمارے لئے بہتری ہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کے سامان کی تلاشی لی تو پیالے کو اس کے سامان سے برآمد کر لیا۔ آیت میں فرمایا گیا کہ اپنے بھائی کو لینے کی ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو یہی تدبیر بتائی تھی کہ اس معاملہ میں بھائیوں سے استفسار کریں تاکہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت کا حکم بتائیں جس سے بھائی مل سکے۔ بادشاہی قانون میں حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے درست نہیں تھا کہ اپنے بھائی کو لے لیں کیونکہ بادشاہِ مصر کے قانون میں چوری کی سزا مارنا اور دگنا مال لے لینا مقرر تھی۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں ڈال دیا کہ سزا بھائیوں سے دریافت کریں اور بھائیوں کے دل میں ڈالا کہ وہ اپنی سنت اور طریقے کے مطابق جواب دیں۔ مزید فرمایا: ہم جسے چاہتے ہیں علم میں درجوں بلند کر دیتے ہیں جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا درجہ ان کے بھائیوں پر بلند کیا اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔ اہم باتیں: (1) شرعی حیلہ درست ہے، حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو روکنے کا ایک حیلہ ہی اختیار فرمایا تھا۔ خیال رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس حیلہ میں جھوٹ نہیں بولا۔ (2) مخلوق میں ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہونے کے سلسلے کی انتہا تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہے اور ان سب سے انتہا زیادہ خالق و مالک کا علم ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہر عالم کے اوپر اس سے زیادہ علم رکھنے والا عالم ہوتا ہے یہاں تک کہ یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور اس کا علم سب کے علم سے بلند تر ہے۔

آیت 77 ﴿ جب پیالہ بنیامین کے سامان سے نکلا تو بھائی شرمندہ ہوئے، انہوں نے سر جھکائے اور کہا: سامان میں پیالہ نکلنے سے سامان

لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا

(اور دل میں) کہا تم انتہائی گھٹیا درجے کے آدمی ہو اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم باتیں کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا: اے عزیز! بیشک اس کے بہت بوڑھے والد

شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ

ہیں تو آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو لے لیں، بیشک ہم آپ کو احسان کرنے والا دیکھ رہے ہیں۔ یوسف نے فرمایا: اللہ کی پناہ کہ

اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ ع فَلَمَّا اسْتَا۟يْــَٔسُوْا

جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو پکڑیں۔ (ایسا کریں) جب تو ہم ظالم ہوں گے۔ پھر جب وہ بھائی اس سے مایوس ہو گئے تو

مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ

ایک طرف جا کر سرگوشی میں مشورہ کرنے لگے۔ ان میں بڑا بھائی کہنے لگا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کا عہد لیا تھا

والے کا چوری کرنا تو یقینی نہیں لیکن اگر یہ فعل اس کا ہو تو بیشک اس سے پہلے اس کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی چوری کی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی طرف سے اپنے بارے میں کہی گئی بات دل میں ایسے چھپالی جیسے آپ نے سنی ہی نہ ہو اور اپنے قول یا فعل سے کسی طرح اس کا اظہار نہ ہونے دیا اور اپنے دل میں کہا: تم حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی کے مقابلے میں انتہائی کم درجے کے آدمی ہو کیونکہ تم نے اپنے بھائی کو اپنے والد سے چرالیا اور اپنے بھائی پر ظلم کیا، تم اپنے بھائی کے معاملے میں جو کچھ کہہ رہے ہو اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ **اہم بات:** جس کو انہوں نے چوری قرار دے کر حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب کیا وہ واقعہ یہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کسی رشتے دار کا ایک بت تھا جسے وہ پوجتے تھے۔ آپ نے چپکے سے وہ بت لیا اور توڑ کر راستے میں نجاست میں پھینک دیا تھا۔ یہ حقیقت میں چوری نہ تھی بلکہ بت پرستی کا مٹانا تھا۔ بھائیوں کا اس کے ذکر سے یہ مقصد تھا کہ ہم لوگ بنیامین کے سوتیلے بھائی ہیں اور یہ فعل ہو تو شاید بنیامین کا ہو، نہ ہماری اس میں شرکت نہ ہمیں اس کی اطلاع۔

آیت 78 حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں اگرچہ چور کی سزا یہ تھی کہ اسے غلام بنالیا جائے لیکن فدیہ لے کر معاف کر دینا بھی جائز تھا، اس لئے بھائیوں نے کہا: اے عزیز! اس کے والد عمر میں بہت بڑے ہیں، وہ اس سے محبت رکھتے ہیں اور اسی سے ان کے دل کو تسلی ہوتی ہے۔ آپ ہم میں سے کسی کو غلام بنا کر یا فدیہ ادا کرنے تک رہن کے طور پر رکھ لیں، بیشک ہم آپ کو احسان کرنے والا دیکھ رہے ہیں کہ آپ نے ہمیں عزت دی، کثیر مال عطا کیا، اور ہمارے غلے کی قیمت بھی ہمیں لوٹا دی۔

آیت 79 حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو پکڑیں کیونکہ تمہارے فیصلہ کے مطابق ہم اسی کو لینے کے مستحق ہیں جس کے کجاوے میں ہمارا مال ملا ہے، اگر ہم اس کے بجائے دوسرے کو لیں تو یہ ظلم ہو گا۔

آیت 80 جب وہ بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے مایوس ہو گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ بنیامین واپس نہیں ملیں گے تو لوگوں سے ایک طرف ہو کر کھڑے ہو گئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب والد صاحب کو بنیامین کے بارے میں کیا کہیں گے۔

وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ

اور اس سے پہلے تم یوسف کے حق میں کوتاہی کر چکے ہو تو میں تو یہاں سے ہرگز نہ ہٹوں گا جب تک میرے والد مجھے اجازت نہ دیدیں یا اللہ مجھے کوئی حکم فرما

لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا

دے اور وہ سب سے بہتر حکم دینے والا ہے۔ تم اپنے باپ کے پاس لوٹ کر جاؤ پھر عرض کرو: اے ہمارے باپ! بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے اور ہم اتنی ہی

شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا

بات کے گواہ ہیں جتنی ہمیں معلوم ہے اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے۔ اور اس شہر والوں سے پوچھ لیجئے جس میں ہم تھے

وَالْعِيْرَ الَّتِيْۤ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ

اور اس قافلہ سے (معلوم کرلیں) جس میں ہم واپس آئے ہیں اور بیشک ہم سچے ہیں۔ یعقوب نے فرمایا: بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے لئے کچھ حیلہ بنادیا ہے

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾

تو عمدہ صبر ہے۔ عنقریب اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا بیشک وہی علم والا، حکمت والا ہے۔

ان میں سے علم و عقل یا عمر میں جو بھائی بڑا تھا وہ کہنے لگا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے تم سے اللہ تعالیٰ کا عہد لیا تھا کہ تم اپنے بھائی کو واپس لے کر جاؤ گے اور اس سے پہلے تم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملے میں کوتاہی کی اور اپنے والد سے کئے ہوئے عہد کی پاسداری نہ کی۔ میں تو مصر کی سرزمین سے ہرگز نہ نکلوں گا حتی کہ میرے والد مجھے مصر کی سرزمین چھوڑنے کی اجازت دے کر مجھے اپنے پاس بلالیں یا اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو خلاصی دے کر یا اس کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ چلنے کا کوئی حکم فرمادے اور وہ سب سے بہتر حکم دینے والا ہے۔

آیت 82،81 ان دو آیات میں بیان ہوا کہ جس بھائی نے مصر میں ہی ٹھہرنے کا عزم کیا تھا اس نے بقیہ بھائیوں سے کہا کہ تم اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لوٹ کر جاؤ اور ان سے عرض کرو: اے ہمارے باپ! بیشک آپ کے بیٹے کی طرف چوری کی نسبت کی گئی اور ہم اتنی ہی بات کے گواہ ہیں جتنی ہمیں معلوم ہے کہ پیالہ اُن کے کجاوے سے نکلا اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے اور ہمیں خبر نہ تھی کہ یہ صورت پیش آئے گی، حقیقتِ حال اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ کیا ہے اور پیالہ کس طرح بنیامین کے سامان سے برآمد ہوا۔ آپ مصر والوں کے پاس کسی کو بھیج کر پوچھ لیجئے اور اس قافلے والوں سے معلوم کر لیجئے جس میں ہم واپس آئے ہیں اور بیشک ہم اپنی بات میں سچے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اعتبار نہیں کھونا چاہئے کیونکہ جب بندہ اعتبار کھو دیتا ہے تو اسے قسمیں کھا کر اور منت سماجت کر کے اپنی بات کا یقین دلانا پڑتا ہے۔

آیت 83 واپس آکر انہوں نے سب حالات اور بڑے بھائی نے جو کچھ بتایا تھا وہ والد صاحب سے عرض کیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ چوری کی نسبت بنیامین کی طرف غلط ہے اور چوری کی سزا غلام بنانا بھی کسی کو کیا معلوم اگر تم نہ بتاتے، تمہارے نفس نے تمہارے لئے کچھ حیلہ بنادیا ہے میرا عمل عمدہ صبر ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ سب بھائیوں کو میرے پاس لے آئے گا۔ بیشک وہ میرے غم کی حالت کو جانتا ہے اور اس نے کسی حکمت سے ہی مجھے اس میں مبتلا کیا ہے۔

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾

اور یعقوب نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا ہائے افسوس! یوسف کی جدائی پر اور یعقوب کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں تو وہ (اپنا) غم برداشت کرتے رہے۔ ○

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ

بھائیوں نے کہا: اللہ کی قسم! آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ آپ مرنے کے قریب ہو جائیں گے یا فوت ہی ہو جائیں گے ○ یعقوب نے کہا:

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا

میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ○ اے بیٹو! تم جاؤ

فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ

اور یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی

آیت 84 جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کی خبر سنی تو آپ کا حزن و ملال انتہا کو پہنچ گیا، اس وقت آپ نے اپنے بیٹوں سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: ہائے افسوس! یوسف کی جدائی پر، آپ حضرت یوسف علیہ السلام کے غم میں روتے رہے حتی کہ آپ کی آنکھوں کی سیاہی کا رنگ جاتا رہا اور بینائی کمزور ہو گئی؛ آپ علیہ السلام اپنا غم برداشت کرتے رہے اور کسی پر اپنا کرب ظاہر نہ فرمایا۔ اہم باتیں: (1) حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں حضرت یعقوب علیہ السلام 80 برس روتے رہے۔ (2) عزیزوں کے غم میں رونا اگر تکلیف اور نمائش سے نہ ہو نیز بارگاہِ الٰہی میں شکایت و بے صبری کا مظاہرہ نہ ہو تو رحمت ہے۔

آیت 85 حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والدِ محترم سے کہا: اللہ کی قسم! آپ ہمیشہ حضرت یوسف علیہ السلام کو یاد کرتے رہیں گے اور ان سے آپ کی محبت کم نہ ہو گی یہاں تک کہ شدتِ غم کی وجہ سے آپ مرنے کے قریب ہو جائیں گے یا فوت ہی ہو جائیں گے۔

آیت 86 حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کی بات سن کر ان سے فرمایا: میری پریشانی اور غم کم ہو یا زیادہ، میں اس کی فریاد کسی اور سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و احسان سے مجھے وہاں سے آسانی عطا کرے گا جہاں سے میرا گمان بھی نہ ہو گا اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اہم باتیں: (1) آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام جانتے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور ان سے ملنے کی توقع ہے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اُن کا خواب حق ہے اور ضرور واقع ہو گا۔ (2) غم اور پریشانی میں اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنا صبر کے خلاف نہیں۔

آیت 87 اے میرے بیٹو! تم مصر کی طرف جاؤ اور حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین کو تلاش کرو۔ بیٹوں نے کہا: ہم بنیامین کے معاملے میں کوشش کرنا تو نہیں چھوڑیں گے البتہ حضرت یوسف علیہ السلام چونکہ اب زندہ نہیں اس لئے ہم انہیں تلاش نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کو نہیں جانتے۔ درس: زندگی میں پے در پے آنے والی مصیبتوں، مشکلوں اور دشواریوں کی وجہ سے رحمتِ الٰہی سے مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ حقیقی طور پر دنیا و آخرت کی تمام مشکلات کو دور کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔

اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا

ناامید ہوتے ہیں○ پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو مصیبت پہنچی ہوئی ہے

الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى

اور ہم حقیر سا سرمایہ لے کر آئے ہیں تو آپ ہمیں پورا ناپ دیدیجئے اور ہم پر کچھ خیرات بھی کیجئے، بیشک اللہ خیرات دینے والوں کو

الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾

صلہ دیتا ہے○ یوسف نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا تھا جب تم نادان تھے○

قَالُوْۤا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَاۤ اَخِيْ ؗ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ

انہوں نے کہا: کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں؟ فرمایا: میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ بیشک اللہ نے ہم پر احسان کیا۔

اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ

بیشک جو پرہیزگاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا○ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! بیشک اللہ نے آپ کو ہم پر

آیت 88 حضرت یعقوب علیہ السلام کا حکم سن کر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی پھر مصر کی طرف روانہ ہوئے، جب حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تنگی، بھوک کی سختی اور جسموں کے دبلا ہو جانے کی وجہ سے مصیبت پہنچی ہوئی ہے، ہم حقیر سا سرمایہ لے کر آئے ہیں جسے کوئی سوداگر اپنے مال کی قیمت میں قبول نہ کرے۔ آپ ہمیں پورا ناپ دے دیجئے جیسا کھرے داموں سے دیتے تھے اور یہ ناقص پونجی قبول کر کے ہم پر کچھ خیرات کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو صلہ دیتا ہے۔ اہم بات: وہ سرمایا چند کھوٹے درہم اور گھر کی اشیا میں سے چند پرانی بوسیدہ چیزیں تھیں۔

آیت 89 بھائیوں کا یہ حال سن کر حضرت یوسف علیہ السلام پر گریہ طاری ہو گیا، مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا: کیا تمہیں یوسف کو مارنا، کنویں میں گرانا، بیچنا، والد صاحب سے جدا کرنا اور ان کے بعد اُن کے بھائی کو تنگ رکھنا، پریشان کرنا یاد ہے جبکہ تم نادان تھے؟ یہ فرماتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کو تبسم آ گیا اور اُنہوں نے آپ کے گوہر دندان کا حسن دیکھ کر پہچانا کہ یہ تو جمال یوسفی کی شان ہے۔

آیت 90 حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا: کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، بیشک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا، ہمیں جدائی کے بعد سلامتی کے ساتھ ملایا اور دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ بیشک جو اللہ تعالیٰ کے فرائض کی بجا آوری کرے اور حرام سے بچے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کا ثواب اور اس کی اطاعت گزاریوں کی جزا ضائع نہیں کرتا۔

آیت 91 بھائیوں نے اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا: خدا کی قسم! بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کو منتخب فرمایا اور آپ کو ہم پر علم، عقل، صبر، حلم اور بادشاہت میں فضیلت دی، بیشک ہم خطاکار تھے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت دی، بادشاہ بنایا اور

اللّٰهُ عَلَیۡنَا وَ اِنۡ كُنَّا لَخٰطِـِٕیۡنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡكُمُ الۡیَوۡمَ ؕ یَغۡفِرُ اللّٰهُ لَكُمۡ ۫

فضیلت دی اور بیشک ہم خطاکار تھے ○ فرمایا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے

وَ هُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ﴿۹۲﴾ اِذۡهَبُوۡا بِقَمِیۡصِیۡ هٰذَا فَاَلۡقُوۡهُ عَلٰی وَجۡهِ اَبِیۡ یَاۡتِ

اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے ○ میرا یہ کرتا لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دینا وہ دیکھنے والے

بَصِیۡرًا ۚ وَ اۡتُوۡنِیۡ بِاَهۡلِكُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۹۳﴾ وَ لَمَّا فَصَلَتِ الۡعِیۡرُ قَالَ اَبُوۡهُمۡ اِنِّیۡ لَاَجِدُ

ہو جائیں گے اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ ○ اور جب قافلہ وہاں سے جدا ہوا تو ان کے باپ نے فرمادیا: بیشک میں یوسف کی خوشبو

رِیۡحَ یُوۡسُفَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ تُفَنِّدُوۡنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوۡا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیۡ ضَلٰلِكَ الۡقَدِیۡمِ ﴿۹۵﴾

پا رہا ہوں۔ اگر تم مجھے کم سمجھ نہ کہو ○ حاضرین نے کہا: اللہ کی قسم! آپ اپنی اسی پرانی محبت میں گم ہیں ○

ہمیں مسکین بنا کر آپ کے سامنے لایا۔

آیت 92 حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: آج اگرچہ ملامت کرنے کا دن ہے لیکن میری جانب سے تم پر آج اور آئندہ کوئی ملامت نہ ہو گی۔ پھر بھائیوں سے جو خطائیں سرزد ہوئی تھیں ان کی بخشش کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ **اہم بات:** برادرانِ یوسف کا ادب واحترام کرنے کا حکم ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس قدر میں شک نہیں کہ وہ اولیائے کرام سے ہیں اور جو کچھ ان سے واقع ہوا اپنے باپ کے ساتھ محبتِ شدیدہ کی غیرت سے تھا پھر وہ بھی ربُّ العزت نے معاف کر دیا اور یوسف علیہ السلام نے خود عفو فرمایا۔ مزید فرماتے ہیں: بہر حال ان کی توہین سخت حرام ہے اور باعثِ غضبِ ذوالجلال والاکرام ہے، رب عزوجل نے کوئی کلمہ ان کی مذمت کا نہ فرمایا دوسرے کو کیا حق ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 15/ 164-165 ملخصاً)

آیت 93 تعارف کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے والدِ ماجد کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے کہا: آپ کی جدائی کے غم میں روتے روتے اُن کی بینائی بحال نہیں رہی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میرا یہ کرتا لے جاؤ، اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دینا وہ دیکھنے والے ہو جائیں گے اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ تاکہ جس طرح وہ میری موت کی خبر سن کر غمزدہ ہوئے اسی طرح میری بادشاہت کا نظارہ کر کے خوش ہو جائیں۔ **اہم بات:** آیت سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات اور ان کے مبارک جسموں سے چھوئی ہوئی چیزیں بیماریوں میں شفا کا ذریعہ ہیں۔

آیت 94 جب قافلہ مصر کی سرزمین سے نکلا اور کنعان کی طرف روانہ ہوا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں اور پوتوں یا پوتوں اور پاس والوں سے فرمادیا: بے شک میں یوسف کی قمیص سے جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔ اگر تم مجھے کم سمجھ نہ کہو تو تم ضرور میری بات کی تصدیق کرو گے۔

آیت 95 حضرت یعقوب علیہ السلام کی بات سن کر حاضرین نے کہا: اللہ کی قسم! آپ اپنی اسی پرانی شدید محبت میں گم ہیں ایک عرصہ گزر جانے کے باوجود آپ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے ملنے کی امید لگی ہوئی ہے۔ **اہم بات:** یہ بات ان حاضرین نے اس لئے کہی کہ ان کے گمان میں اب تک حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہو گی۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ

پھر جب خوشخبری سنانے والا آیا تو اس نے وہ کرتا یعقوب کے منہ پر ڈال دیا، اسی وقت وہ دیکھنے والے ہوگئے۔ یعقوب نے فرمایا: میں نے تم سے نہ کہا تھا

اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـئِيْنَ ﴿۹۷﴾

کہ میں اللہ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ بیٹوں نے کہا: اے ہمارے باپ! ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے، بیشک ہم خطاکار ہیں۔

قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى

فرمایا: عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا، بیشک وہی بخشنے والا، مہربان ہے۔ پھر جب وہ سب یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے

اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ ؕ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ

ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا: تم مصر میں داخل ہو جاؤ، اگر اللہ نے چاہا (تو) امن وامان کے ساتھ۔ اور اس نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا

آیت 96 ارشاد فرمایا: **پھر جب خوش خبری سنانے والا آیا۔** یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی یہودا تھے۔ یہودا نے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس خون آلود قمیص بھی میں ہی لے کر گیا تھا اور اُنہیں غمگین کیا تھا لہٰذا آج کرتا بھی میں ہی لے کر جاؤں گا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کی خبر سنا کر انہیں خوش کروں گا۔ چنانچہ یہودا نے نہایت شوق سے جذبات میں دوڑتے ہوئے سفر طے کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈالی دی، اسی وقت ان کی آنکھیں درست ہو گئیں اور کمزوری کے بعد قوت اور غم کے بعد خوشی لوٹ آئی، پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں آپس میں ملا دے گا۔

آیت 97 حق بات ظاہر ہونے کے بعد بیٹوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کی: اے ہمارے باپ! آپ ہمارے رب سے ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے، بیشک ہم خطاکار ہیں۔

آیت 98 حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا، بیشک وہی اپنے بندوں کے گناہ بخشنے والا اور اپنی تمام مخلوق پر مہربان ہے۔ آپ نے دعا اور استغفار کو سحری کے وقت تک مؤخر فرمایا کیونکہ یہ وقت دعا کے لئے سب سے بہترین ہے، چنانچہ سحری کے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے نماز پڑھنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ الٰہی میں اپنے صاحبزادوں کے لئے دعا کی جو قبول ہوئی۔

آیت 99 پھر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس اس رہائش گاہ میں داخل ہوئے جو آپ کے استقبال کے لئے نفیس خیمے وغیرہ نصب کرکے آراستہ کی گئی تھی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور ان سے کہا: تم شہر مصر میں داخل ہو جاؤ، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہر ناپسندیدہ چیز سے امن وامان کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ اہم بات: آیت میں ماں سے مراد خالہ ہے اور اس کے علاوہ بھی مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔

آیت 100 جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والدین اور بھائیوں کے ساتھ مصر میں داخل ہوئے اور دربارِ شاہی میں اپنے تخت پر جلوہ

وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا

اور سب اس کے لیے سجدے میں گر گئے اور یوسف نے کہا: اے میرے باپ! یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے، بیشک اسے

رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ

میرے رب نے سچا کر دیا اور بیشک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا اس کے بعد

اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ

کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کروادی تھی۔ بیشک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کردے، بیشک وہی علم والا،

الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ

حکمت والا ہے ○ اے میرے رب! بیشک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے خوابوں کی تعبیر نکالنا سکھادیا۔ اے آسمانوں اور زمین

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ

کے بنانے والے! تو دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے، مجھے اسلام کی حالت میں موت عطا فرما اور مجھے اپنے قرب کے لائق بندوں کے

افروز ہوئے تو آپ نے اپنے والدین کو بھی اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا، اس کے بعد والدین اور سب بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ یہ سجدہ تعظیم اور عاجزی کے اظہار کے طور پر تھا اور اُن کی شریعت میں جائز تھا جیسے ہماری شریعت میں کسی عظمت والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا، مصافحہ کرنا اور دست بوسی کرنا جائز ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب انہیں سجدہ کرتے دیکھا تو فرمایا: اے میرے باپ! یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے بچپن میں دیکھا تھا۔ بیشک وہ خواب میرے رب نے بیداری کی حالت میں سچا کردیا اور بیشک اس نے قید سے نکال کر مجھ پر احسان کیا۔ مزید فرمایا کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں حسد کی وجہ سے ناچاقی کروادی تھی تو اس کے بعد میرا رب آپ سب کو گاؤں سے لے آیا۔ بیشک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کردے، بے شک وہی اپنے تمام بندوں کی ضروریات کو جاننے والا اور اپنے ہر کام میں حکمت والا ہے۔ اہم بات: سجدۂ عبادت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ یہ شرک ہے اور سجدۂ تعظیمی بھی ہماری شریعت میں جائز نہیں۔

آیت 101 ❖ حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں 24 سال رہے۔ جب وفات ہوئی تو آپ علیہ السلام کی تدفین کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام واپس مصر روانہ ہوئے اور یہ دعا کی: کہ اے میرے رب! بیشک تو نے مجھے مصر کی سلطنت دی اور مجھے خوابوں کی تعبیر نکالنا سکھادیا، اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! تو دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے، مجھے اسلام کی حالت میں موت عطا فرما اور مجھے اپنے قرب کے لائق بندوں کے ساتھ شامل فرما۔ اہم باتیں: (1) حضرت یوسف علیہ السلام کی حالتِ اسلام میں وفات پانے کی دعا دراصل امت کی تعلیم کے لئے ہے کہ وہ حسن خاتمہ کی دعا مانگتے رہیں۔ (2) حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد ماجد کے بعد 23 سال زندہ رہے۔

بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا

ساتھ شامل فرما۔ یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے پختہ ارادہ

اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ

کرلیا تھا اور وہ سازش کررہے تھے۔ اور اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ آپ کو کتنی ہی خواہش ہو۔ اور آپ اس (تبلیغ) پر ان سے

عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کوئی اجرت نہیں مانگتے۔ یہ تو سارے جہان کے لئے صرف نصیحت ہے۔ اور آسمانوں اور زمین میں کتنی

يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ

نشانیاں ہیں جن کے پاس سے گزر جاتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں۔ اور ان میں اکثر وہ ہیں جو اللہ پر یقین نہیں کرتے مگر

آیت 102 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! حضرت یوسف علیہ السلام کے جو واقعات ذکر کئے گئے یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو وحی نازل ہونے سے پہلے آپ کو معلوم نہ تھیں کیونکہ آپ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے پاس نہ تھے جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں سازش کر رہے تھے۔ اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ان تمام واقعات کو اس تفصیل سے بیان فرمانا غیبی خبر اور معجزہ ہے۔

آیت 103 ﴿ یہودیوں اور کفارِ قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ دریافت کیا تھا، آپ نے پوری تفصیل سے یہ قصہ ان کے سامنے بیان کر دیا مگر وہ ایمان نہ لائے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بہت دکھ ہوا تو اللہ تعالی نے فرمایا: اے حبیب! اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ آپ کو ان کے ایمان کی کتنی ہی خواہش ہو۔ یہ معاملات اللہ تعالی کی مشیت و حکمت پر چھوڑ دینے چاہییں۔

آیت 104 ﴿ مزید فرمایا کہ آپ تبلیغ رسالت اور اللہ تعالی کی طرف بلانے پر ان سے کوئی اجرت نہیں مانگتے اور یہ قرآن تو اللہ تعالی کی طرف سے سارے جہان کے لئے صرف نصیحت ہے۔

آیت 105 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! ان لوگوں کے آپ سے منہ موڑنے پر تعجب نہ کریں کیونکہ ان لوگوں کا اللہ تعالی کی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں کا مشاہدہ کرنے کے باوجود ان سے منہ پھیر لینا اور غور و فکر کر کے عبرت حاصل نہ کرنا زیادہ عجیب ہے۔ اہم بات: آسمانی نشانیوں سے مراد اللہ تعالی اور اس کی قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیاں یعنی آسمان کا وجود، سورج، چاند اور ستارے ہیں اور زمینی نشانیوں سے مراد ہلاک شدہ امتوں کے آثار ہیں۔

آیت 106 ﴿ جو لوگ اللہ تعالی کے خالق و رازق ہونے کا اقرار کرنے کے باوجود بت پرستی کر کے دوسروں کو عبادت میں اللہ تعالی کا شریک کرتے تھے ان کے رد میں فرمایا کہ ان میں اکثر وہ ہیں جو اللہ تعالی پر یقین نہیں کرتے مگر شرک کرتے ہوئے۔

مُّشْرِكُوْنَ ﴿١٠٦﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً

شرک کرتے ہوئے○ کیا وہ اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر اللہ کے عذاب سے چھا جانے والی مصیبت آجائے یا ان پر اچانک قیامت آجائے

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٠٧﴾ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ

اور انہیں خبر بھی نہ ہو○ تم فرماؤ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور میری پیروی کرنے والے کامل بصیرت پر ہیں

وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٨﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ

اور اللہ ہر عیب سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والا نہیں ہوں○ اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب شہروں کے رہنے والے مرد ہی تھے جن کی

اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ

طرف ہم وحی بھیجتے تھے تو کیا یہ لوگ زمین پر نہیں چلے تا کہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلوں کا کیا

مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٩﴾ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْــَٔسَ

انجام ہوا اور بیشک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟○ یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی

آیت 107 فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرتے اور غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں کیا انہیں اس بات کا خوف نہیں کہ شرک و کفر کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو جائے جو انہیں اپنی گرفت میں لے لے یا اسی حالت میں اچانک ان پر قیامت آجائے اور انہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے اور انہیں قیامت کے آنے کی خبر بھی نہ ہو۔

آیت 108 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور دینِ اسلام کی دعوت دینا میرا راستہ ہے اور میں اسی کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور میری پیروی کرنے والے کامل یقین و معرفت پر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والا نہیں ہوں۔ اہم بات: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ احسن راستے اور افضل ہدایت پر ہیں، یہ علم کے معدن، ایمان کے خزانے اور رحمٰن کے لشکر ہیں۔

آیت 109 اہلِ مکہ نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نبی کیوں نہ بنا کر بھیجا؟ انہیں جواب دیا گیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انسان ہونے پر حیران کیوں ہیں حالانکہ ان سے پہلے جتنے بھی اللہ تعالیٰ کے رسول تشریف لائے سب ان کی طرح انسان اور شہروں میں رہنے والے مرد ہی تھے، کسی فرشتے، جن، عورت اور دیہات میں رہنے والے کو نبوت کا منصب نہیں دیا گیا۔ کیا یہ جھٹلانے والے مشرکین زمین پر نہیں چلے تا کہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا انہیں کس طرح ہلاک کیا گیا اور بیشک آخرت کا گھر یعنی جنت پرہیزگاروں کے لئے دنیا سے بہتر ہے تو کیا تم غور و فکر اور عبرت حاصل نہیں کرتے تا کہ ایمان قبول کر سکو۔

آیت 110 فرمایا گیا: لوگوں کو چاہئے کہ عذاب میں تاخیر اور عیش و آسائش کے دیر تک رہنے پر مغرور نہ ہو جائیں کیونکہ پہلی امتوں کو بھی بہت مہلتیں دی جا چکی ہیں یہاں تک کہ جب اُن کے عذابوں میں بہت تاخیر ہوئی اور ظاہری اسباب کے اعتبار سے رسولوں کو اپنی قوموں پر دنیا میں ظاہری عذاب آنے کی اُمید نہ رہی اور قوموں نے گمان کیا کہ رسولوں نے انہیں جو عذاب کے وعدے دیے

الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ

امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا ہے تو اس وقت ان کے پاس ہماری مدد آگئی تو جسے ہم نے چاہا اسے بچالیا گیا

وَ لَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ

اور ہمارا عذاب مجرموں سے پھیرا نہیں جاتا ○ بیشک ان رسولوں کی خبروں میں عقل مندوں کیلئے

لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰى وَ لٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ

عبرت ہے۔ یہ (قرآن) کوئی ایسی بات نہیں جو خود بنالی جائے لیکن (یہ قرآن) ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے

یَدَیْهِ وَ تَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ع

جو اس سے پہلے تھیں اور یہ ہر چیز کا مفصل بیان اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے○

آیاتها ۴۳ | ۱۳ سورۃ الرعد مدنیۃ ۹۶ | رکوعاتها ۶

سورۂ رعد مدنیہ ہے، اس میں تینتالیس آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

تھے وہ پورے ہونے والے نہیں تو اچانک انبیاء کرام علیہم السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کے لئے ہماری مدد آگئی اور ہم نے اپنے بندوں میں سے اطاعت کرنے والے ایمانداروں کو بچالیا اور مجرمین اس عذاب میں مبتلا ہوگئے۔

آیت 111 ﴾ ارشاد فرمایا: بیشک انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کی خبروں میں عقل مندوں کے لئے عبرت ہے، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صبر کا نتیجہ سلامت و کرامت اور ایذا رسانی و بدخواہی کا انجام ندامت ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھنے والا کامیاب ہوتا ہے۔ مزید فرمایا کہ یہ قرآن کوئی ایسی بات نہیں کہ جسے کسی انسان نے اپنی طرف سے بنالیا ہو کیونکہ اس کا عاجز کر دینے والا ہونا اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کو قطعی طور پر ثابت کرتا ہے البتہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتابوں توراۃ اور انجیل کی تصدیق کرنے والا ہے اور قرآن میں حلال و حرام، حدود و تعزیرات، واقعات، نصیحتوں اور مثالوں وغیرہ ہر چیز کا مفصل بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے کیونکہ وہی اس سے نفع حاصل کرتے ہیں۔

سورۂ رعد کا تعارف ﴾ سورۂ رعد مکیہ ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ آیت ﴿وَ لَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ﴾ اور ﴿وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا﴾ کے سوا بقیہ سورت مکی ہے اور ایک قول کے مطابق یہ سورت مدنی ہے۔ اس میں 43 آیتیں اور 6 رکوع ہیں۔ "رعد" بادلوں سے پیدا ہونے والی گرج کو کہتے ہیں، بعض مفسرین کے نزدیک بادل پر مامور ایک فرشتے کا نام رعد ہے۔ آیت 13 میں مذکور لفظ "اَلرَّعْدُ" کی مناسبت سے اس سورت کا نام "رعد" رکھا گیا ہے۔ فضیلت: حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الٓمّٓرٰ ۟ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۱ اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ

الٓمّٓرٰ، یہ کتاب کی آیتیں ہیں اور وہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ۝ اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بلند کیا جنہیں تم دیکھ سکو پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے اور سورج اور چاند کو کام میں لگادیا۔ ہر ایک، ایک مقرر کئے ہوئے وعدہ تک چلتا رہے گا، اللہ کام کی تدبیر فرماتا ہے، تفصیل سے نشانیاں

جب کسی انسان کی موت کا وقت قریب آئے تو اس کے پاس سورۂ رعد پڑھنا مستحب ہے کیونکہ یہ مرنے والے کے لئے آسانی اور روح قبض ہونے میں تخفیف کا سبب ہوگی۔ (در منثور، 4/ 599) **خلاصۂ مضامین:** سورۂ رعد میں آسمان زمین، سورج چاند، دن رات، پہاڑ دریا، کھیتی نیز مختلف ذائقوں، خوشبوؤں اور رنگوں والے پھلوں کی پیدائش کے ذریعے تخلیق اور ایجاد، زندگی اور موت دینے، نفع اور ضرر پہنچانے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت کا بیان، مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزا ملنے پر دلائل، مشرکین کے شبہات کا رد، انسان کی حفاظت کے لئے فرشتوں کے موجود ہونے کی خبر، حق و باطل نیز بندگانِ خدا اور بتوں کے پجاریوں میں ایک مثال کے ذریعے فرق، متقی لوگوں کو جنّاتِ عدن کی بشارت اور عہد توڑنے والوں اور زمین میں فساد پھیلانے والوں کو عذابِ جہنم کی وعید، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذمہ داریوں کا بیان اور آپ کی نبوت و رسالت کی گواہی ہے۔

آیت 1 ارشاد فرمایا: "الٓمّٓرٰ" یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ مزید فرمایا: یہ قرآن کی آیتیں ہیں۔ مشرکین مکہ کہتے تھے کہ یہ کلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خود بنایا ہے، ان کے رد میں فرمایا گیا کہ یہ قرآن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا حق ہے، اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں لیکن اکثر اہلِ مکہ اس بات پر ایمان نہیں لاتے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

آیت 2 قدرت کے ان عجائب کا بیان ہو رہا ہے جو اللہ کی ربوبیت اور وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں، فرمایا گیا کہ اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بلند کیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو یعنی حقیقت میں کوئی ستون ہی نہیں ہے یا یہ معنی ہے کہ ستون تو ہیں مگر تمہارے دیکھنے میں نہیں آتے۔ پہلا قول صحیح تر اور جمہور کا قول ہے۔ مزید فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے عرش پر استوا فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے اور اپنے بندوں کے منافع اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا اور وہ حکم کے مطابق گردش میں ہیں۔ سورج اور چاند میں سے ہر ایک، ایک مقرر کئے ہوئے وعدے یعنی دنیا کے فنا ہونے تک چلتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کام کی تدبیر فرماتا ہے جو اس کے کمال قدرت اور رحمت کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت اور قدرت کے کمال پر دلالت کرنے والی نشانیاں تفصیل سے بیان فرماتا ہے، اس میں حکمت یہ ہے کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو اور جان لو کہ جو ذات انسان کے معدوم ہونے کے بعد اسے موجود کرنے پر قادر ہے وہ انسان کو موت دینے کے بعد زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝۲ وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ

بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرلو○ اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ

وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ

اور نہریں بنائیں اور زمین میں ہر قسم کے پھل دو دو طرح کے بنائے، وہ رات سے دن کو چھپا لیتا ہے، بیشک

فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۳ وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ

اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں○ اور زمین کے مختلف حصے ہیں جو ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں

اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا

اور کھیتی اور کھجور کے درخت ہیں ایک جڑ سے اُگے ہوئے اور الگ الگ اُگے ہوئے، سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور پھلوں میں ہم ایک کو دوسرے سے بہتر

عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝۴ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ

بناتے ہیں، بیشک اس میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں○ اور اگر تم تعجب کرو تو تعجب والی چیز تو ان کا یہ کہنا ہے

ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؕ۬ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓىِٕكَ

کہ کیا جب ہم مٹی ہوجائیں گے تو کیا ہم پھر نئے سرے سے بنائے جائیں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا اور یہی ہیں جن کی

آیت3 ﴾ فرمایا کہ وہی ہے جس نے زمین کو پانی کی سطح پر پھیلایا، اس میں مضبوط پہاڑ نصب فرمائے، مخلوق کے فائدے کے لئے نہریں جاری فرمائیں اور ہر قسم کے پھل دو دو طرح کے بنائے یعنی سیاہ اور سفید، کھٹے اور میٹھے، چھوٹے اور بڑے، گرم اور سرد، تر اور خشک وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ دن کو رات کے اندھیرے سے اور رات کو دن کی روشنی سے چھپا دیتا ہے۔ بیشک ان عجیب صنعتوں میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں جنہیں دیکھ کر وہ سمجھ جائیں گے کہ یہ تمام آثار، رب تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) سارا جہان سمجھ دار کے لئے معرفتِ الٰہی کا دفتر ہے۔ (2) فکر اور غور و خوض اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے، ایک ساعت کی فکر ہزار برس کے ذکر سے افضل ہے۔

آیت4 ﴾ زمین کے مختلف حصے ہیں جو ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، ان میں سے کوئی قابلِ زراعت ہے کوئی ناقابلِ زراعت، کوئی پتھریلا ہے کوئی ریتیلا اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتی اور کھجور کے درخت ہیں ایک جڑ سے اگے ہوئے اور الگ الگ اگے ہوئے، سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور پھلوں میں ہم ایک کو دوسرے سے بہتر بناتے ہیں، بیشک اس میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ اہم بات: یہاں ایک منفرد انداز میں قدرتِ الٰہی کا بیان فرمایا کہ ایک ہی پانی اور ایک ہی زمین سے قریب قریب ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ مختلف رنگ، خوشبو، ذائقے، سائز اور قسم کے پھل پیدا فرماتا ہے پھر ایک ہی درخت پر اُگنے والا کوئی پھل چھوٹا، کوئی بڑا، کوئی میٹھا، کوئی کھٹا ہے۔

آیت5 ﴾ ارشاد فرمایا: اے حبیب! اگر تمہیں کفار کے جھٹلانے پر تعجب ہے تو اس سے بڑھ کر تعجب انگیز بات ان کا یہ کہنا ہے کہ جب ہم مرنے کے بعد مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر نئے سرے سے ویسے ہی بنائے جائیں گے جیسے مرنے سے پہلے تھے۔ یہ بات ان کی سمجھ

الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْۚ وَ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۵ وَ یَسْتَعْجِلُوْنَكَ

گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی جہنمی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور رحمت سے پہلے تم سے عذاب کا

بِالسَّیِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُؕ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ

جلدی مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے عبرتناک سزائیں گزر چکی ہیں اور بیشک تمہارا رب تو لوگوں کے ظلم کے باوجود بھی انہیں ایک قسم کی

عَلٰى ظُلْمِهِمْۚ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَشَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝۶ وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ

معافی دینے والا ہے اور بیشک تمہارے رب کا عذاب سخت ہے۔ اور کافر کہتے ہیں: ان پر ان کے رب کی طرف سے

میں نہ آئی کہ جس نے ابتداءً بغیر مثال کے پیدا کر دیا دوبارہ پیدا کرنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا، ان کا انجام یہ ہو گا کہ بروزِ قیامت ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے، یہی جہنمی ہیں، جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

آیت 6 فرمایا کہ اے حبیب! مشرکینِ مکہ مذاق اڑاتے ہوئے آپ سے جلدی عذاب نازل ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے اپنے رسولوں کو جھٹلانے والی امتوں کی عبرتناک سزائیں گزر چکی ہیں، ان کا حال دیکھ کر انہیں عبرت حاصل کرنی چاہئے اور اے حبیب! تمہارا رب تو لوگوں کے شرک کے باوجود بھی ایک طرح کی معافی دینے والا ہے کہ ان کے عذاب میں جلدی نہیں فرماتا اور انہیں مہلت دیتا ہے تو ان لوگوں کو تو اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے توبہ کرنی چاہیے تھی اور کفر و شرک سے باز آ جانا چاہیے تھا۔

درس: بڑے گناہ کے باوجود فوری پکڑ نہ ہونا اللہ تعالیٰ کا عفو و درگزر اور رحمت ہے۔ اس کے نتیجے میں ہونا یہ چاہئے کہ بندہ گناہوں سے تائب ہو کر اطاعتِ الٰہی کے کاموں میں مصروف ہو جائے اور اس کی رحمت دیکھ کر ہرگز غفلت کا شکار نہ ہو کیونکہ وہ رحیم و کریم ہے تو جبار و قہار بھی ہے، عفو و درگزر کرنے والا ہے تو پکڑ فرمانے والا بھی ہے۔

آیت 7 کفارِ مکہ کہتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ان کے رب کی طرف سے ویسی نشانی کیوں نہیں اتری جیسی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے حبیب! اپنی نبوت کے دلائل پیش کرنے اور معجزات دکھا کر اپنی رسالت ثابت کر دینے کے بعد احکامِ الٰہیہ پہنچانے اور خدا تعالیٰ کا خوف دلانے کے سوا آپ پر کچھ لازم نہیں اور ہر شخص کے لئے اس کی طلب کردہ جدا جدا نشانیاں پیش کرنا آپ پر ضروری نہیں جیسا کہ آپ سے پہلے ہادیوں یعنی انبیاء علیہم السلام کا طریقہ رہا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول یہ ہے کہ یہاں "ہادی" سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہے کہ اے حبیب! آپ کی ذمہ داری ڈر سنانا ہے جبکہ ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، وہ جسے چاہے ہدایت عطا فرما دے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ "ہادی" سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور معنی یہ ہے کہ اے حبیب! تم تو ڈر سنانے والے اور ہر قوم کے ہادی ہو۔ اہم بات: کافروں کا یہ قول نہایت بے ایمانی کا قول تھا کیونکہ جتنی آیات نازل ہو چکی تھیں اور جتنے معجزات دکھائے جا چکے تھے سب کو انہوں نے کالعدم قرار دے دیا، یہ انتہا درجہ کی ناانصافی اور حق دشمنی ہے۔ ایسے روشن دلائل، اور ظاہر معجزات کو دیکھ کر یہ کہہ دینا کہ کوئی نشانی کیوں نہیں اتری، روزِ روشن میں دن کا انکار کر دینے سے بھی زیادہ بدتر اور باطل تر ہے اور حقیقت میں یہ حق کو پہچان کر اس سے عناد اور فرار ہے۔

آيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا

کوئی نشانی کیوں نہیں اتری؟ (اے حبیب!) تم تو ڈر سنانے والے ہو اور ہر قوم کے ہادی ہو۔ اللہ جانتا ہے جو ہر مادہ کے پیٹ میں ہے اور جو

تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ ؕ وَ كُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ

پیٹ کم اور زیادہ ہوتے ہیں اور ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے۔ وہ ہر غیب اور ظاہر کو جاننے والا

الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ

ہے، سب سے بڑا، بلند شان والا ہے۔ برابر ہیں تم میں جو آہستہ بات کرے اور جو بلند آواز سے کہے اور جو رات میں

بِالَّيْلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ

چھپا ہے اور جو دن میں راستے پر چلتا ہے۔ آدمی کے لیے اس کے آگے اور اس کے پیچھے بدل بدل کر باری باری آنے والے فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی

آیت 8 سابقہ آیات میں کفارِ مکہ کا مزید نشانی طلب کرنے کا ذکر ہوا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور کمال علم کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: کسی مادہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ نر ہے یا مادہ، ایک ہے یا زیادہ اور اس کی تخلیق پوری ہو چکی ہے یا نہیں اور اللہ تعالیٰ یہ بھی جانتا ہے کہ کس کے پیٹ کا بچہ جلدی پیدا ہو گا اور کس کا دیر میں۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ پیٹ کے گھٹنے بڑھنے سے بچے کا مضبوط، خلقت میں پورا اور ناقص ہونا مراد ہے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے یعنی ہر چیز کی ایک مقدار ہے اور کوئی چیز اپنی مقدار سے کم یا زیادہ نہیں ہو سکتی۔

آیت 9 جو چیزیں ہمارے لئے غیب اور ہمارے سامنے ظاہر ہیں اللہ تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک ہر کمال سے متصف اور ہر نقص سے پاک ہے۔

آیت 10 دل کی چھپی اور زبان سے اعلانیہ کہی ہوئی باتیں سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے، کوئی اس کے علم سے باہر نہیں۔ اہم بات: علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس نے بھی اس آیت میں غور و فکر اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کیا اس کے عمل میں اخلاص آ جائے گا، پھر وہ عبادت چاہے اعلانیہ کرے یا پوشیدہ طور پر، دن میں کرے یا رات میں سب اس کے نزدیک برابر ہو گا کیونکہ جب وہ اپنے ذہن میں رکھے گا کہ میرا ہر حال اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں تو وہ اپنے ظاہر اور باطن میں کوئی ایسا کام کرنے کی جرأت نہ کرے گا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

آیت 11 فرمایا کہ آدمی کے لیے اس کے آگے اور اس کے پیچھے دن اور رات میں بدل بدل کر باری باری آنے والے فرشتے ہیں کہ جب رات کے فرشتے آتے ہیں تو دن کے فرشتے چلے جاتے ہیں اور جب دن کے فرشتے آتے ہیں تو رات کے فرشتے چلے جاتے ہیں، یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آدمی کی حفاظت کرتے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی قوم سے نعمت واپس نہیں لیتا جب تک وہ قوم خود اپنے اچھے اعمال کو برے اعمال سے تبدیل نہ کر دے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ برائی یعنی ہلاکت اور عذاب کا ارادہ فرماتا ہے تو کوئی اسے پھیرنے پر قادر نہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں۔ اہم باتیں: (1) فرشتوں کی یہ تبدیلی نماز فجر اور

اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ

نگہبانی کرتے ہیں۔ بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتا ہے

بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾ هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ

تو اسے کوئی پھیرنے والا نہیں اور اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں ○ وہی ہے جو تمہیں بجلی دکھاتا ہے اس حال میں کہ

خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ ۚ وَ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ مِنْ

تم ڈرتے ہو یا امید کرتے ہو اور وہ بھاری بادل پیدا فرماتا ہے ○ اور رعد اس کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتا ہے اور اس کے خوف سے فرشتے بھی

خِیْفَتِهٖ ۚ وَ یُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ وَ هُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَ هُوَ

(تسبیح کرتے ہیں۔) اور وہ کڑک بھیجتا ہے تو اسے جس پر چاہتا ہے ڈال دیتا ہے حالانکہ وہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ

عصر کے وقت ہوتی ہے۔ (2) امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر بندے کے ساتھ ایک فرشتہ حفاظت پر مامور ہے جو سوتے جاگتے جن و انس اور موذی جانوروں سے اس کی حفاظت کرتا ہے اور ہر ستانے والی چیز کو اس سے روک دیتا ہے سوائے اس کے جس کا پہنچنا مشیت میں ہو۔ (3) جسے اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے کی قدرت عطا فرمائے وہ بھی حفاظت کر سکتے اور کرتے ہیں۔

آیت 12 یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا بیان ہے جو ایک اعتبار سے نعمت اور ایک اعتبار سے عذاب ہے، فرمایا کہ رب وہی ہے جو اپنے بندوں کو بجلی دکھاتا ہے اس حال میں کہ بعض لوگ بجلی گرنے سے ڈر رہے ہوتے ہیں اور بعض بارش کی امید کر رہے ہوتے ہیں اور پانی سے بوجھل بادلوں کو پیدا فرمانا بھی اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت ہے۔

آیت 13 ارشاد فرمایا: اور رعد اس کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتا ہے۔ بادل سے پیدا ہونے والی آواز کو رعد کہتے ہیں، اس کے تسبیح کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس آواز کا پیدا ہونا خالق، قادر، ہر نقص سے پاک ذات کے وجود کی دلیل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ رعد کی تسبیح سے یہ مراد ہے کہ اس آواز کو سن کر اللہ تعالیٰ کے بندے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ "رعد" بادل پر مامور ایک فرشتہ ہے، بادل سے جو آواز سنی جاتی ہے وہ اس فرشتے کی تسبیح ہے۔ آیت میں مزید فرمایا: اور اس کے خوف سے فرشتے بھی تسبیح کرتے ہیں۔ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بادلوں پر مامور فرشتے کے مددگار ہیں یا اس سے تمام ملائکہ مراد ہیں اور معنی یہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ہیبت و جلال سے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) صاعقہ وہ شدید آواز ہے جو آسمان و زمین کے درمیان سے اترتی ہے پھر اس میں آگ یا عذاب یا موت پیدا ہو جاتی ہے۔ (2) گرج اور کڑک کی آواز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وعید ہے لہٰذا جب اسے سنیں تو دنیوی گفتگو روک کر ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اس کی پناہ مانگیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرج اور کڑک کی آواز سنتے تو یہ دعا کرتے: "اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ" اے اللہ! ہمیں اپنے غضب سے نہ مارنا اور اپنے عذاب سے ہلاک نہ کرنا اور ہمیں اپنا عذاب نازل ہونے سے پہلے عافیت عطا فرما۔ (ترمذی، حدیث: 3461)

شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ

سخت پکڑنے والا ہے○ اسی کا پکارنا سچا ہے اور اُس کے سوا جن کو یہ (کافر) پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں

بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ

سنتے مگر اس کی طرح جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے کہ اس کے منہ میں پہنچ جائے حالانکہ وہ ہرگز اس تک نہ پہنچے گا اور کافروں کا پکارنا

ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ

گمراہی میں ہی ہے○ اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب خوشی سے، خواہ مجبور ہو کر اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور ان کے سائے ہر

وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ

صبح و شام○ تم فرماؤ: آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ تم خود ہی فرمادو: "اللہ" تم فرماؤ: تو (اے لوگو) کیا تم نے اس کے سوا مددگار

آیت 14 ارشاد فرمایا: اسی کا پکارنا سچا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی گواہی حق ہے یا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا قبول کرتا ہے اور اُسی سے دعا کرنا سزاوار ہے اور کفار جو بتوں کی عبادت کرتے اور اُن سے مرادیں مانگتے ہیں وہ ان کی کچھ نہیں سنتے، ان کی مثال تو اس شخص کی طرح ہے جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے تاکہ پانی خود ہی اس کے منہ میں پہنچ جائے۔ اس طرح پانی کبھی اس کے منہ میں نہ آئے گا کیونکہ پانی کو نہ تو علم ہے، نہ شعور، جس کی وجہ سے وہ اس کی پیاس کو جان لے اور اس کے بلانے کو سمجھے، نہ پانی میں یہ قدرت ہے کہ اپنی طبعی عادت کے خلاف اُوپر چڑھ کر بلانے والے کے منہ میں پہنچ جائے، یہی حال بتوں کا ہے کہ نہ انہیں بت پرستوں کے پکارنے کی خبر ہے، نہ اُن کی حاجت کا شعور اور نہ وہ اُن کو نفع پہنچانے پر قادر ہیں اور بتوں کا بتوں کو پکارنا بے کار ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کو پکارنا بے کار نہیں بلکہ وہ اگر چاہے تو ان کی دعائیں قبول فرمالیتا ہے۔

آیت 15 فرمایا کہ آسمانوں میں جتنے فرشتے اور زمین میں جتنے اہلِ ایمان ہیں سب خوشی سے جبکہ کافر و منافق شدت اور تنگی کی حالت میں مجبور ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور ان کے سائے ہر صبح و شام سجدہ کرتے ہیں۔ سجدہ کرنے کا ایک معنی یہاں یہ ہے کہ وہ حکمِ الٰہی کے سامنے بے بس ہیں، اللہ تعالیٰ جیسے چاہے ان میں تصرُّف فرماتا ہے اور سب اللہ تعالیٰ کے قانونِ فطرت کے پابند ہیں۔ اہم مسئلہ: اس آیت کو پڑھنے اور سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔

آیت 16 فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرمائیں جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں کہ زمین و آسمان کا مالک کون ہے، اور ان کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ اگر وہ جواب نہ دیں تو آپ خود فرمادیں کہ زمین و آسمان کا رب اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ اس سوال کا اس کے سوا کوئی جواب نہیں اور مشرکین بھی غیر اللہ کی عبادت کرنے کے باوجود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ آسمان و زمین کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ جب یہ بات تسلیم شدہ ہے تو اے حبیب! آپ مشرکین سے فرمادیں کہ کیا تم نے زمین و آسمان کے رب کے سوا بتوں کو مددگار بنا رکھا ہے حالانکہ بت تو اپنے لئے بھی نفع و نقصان کے مالک نہیں تو جب ان کی بے کسی کا یہ عالم ہے تو وہ دوسرے کو کیا نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں، ان کو معبود بنانا جبکہ خالق، رازق، قادر کو چھوڑ دینا انتہا درجے کی گمراہی ہے۔ اے حبیب! آپ فرمادیں کیا اندھا اور آنکھ والا یا

اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ

بنار کھے ہیں جو اپنے لئے نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ تم فرماؤ: کیا اندھا اور آنکھ والا برابر ہو جائیں گے؟

اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ

یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہو جائیں گے؟ یا کیا انہوں نے اللہ کے لیے ایسے شریک ٹھہرا لیے ہیں جنہوں نے اللہ کی تخلیق کی طرح کچھ پیدا کیا ہو؟ تو ان کو (دونوں)

عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

کو پیدا کرنے کا معاملہ ایک جیسا لگا ہو۔ تم فرماؤ: اللہ ہر شے کا خالق ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے ○ اس نے آسمان سے پانی اتارا

فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِى النَّارِ

تو نالے اپنی اپنی گنجائش کی بقدر بہہ نکلے تو پانی کی رو اس پر ابھرے ہوئے جھاگ اٹھا لائی اور زیور یا کوئی دوسرا سامان بنانے کیلئے جس پر وہ آگ

ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۬ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ

دہکاتے ہیں اس سے بھی ویسے ہی جھاگ اٹھتے ہیں۔ اللہ اسی طرح حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے تو

فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ

جھاگ تو ضائع ہو جاتا ہے اور وہ (پانی) جو لوگوں کو فائدہ دیتا ہے وہ زمین میں باقی رہتا ہے۔ اللہ یوں ہی مثالیں

اندھیرے اور روشنی برابر ہو جائیں گے؟ جیسے اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں ہو سکتے یونہی کافر اور مومن بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ مزید فرمایا: یہ مشرکین جو بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے ہیں کیا ان کے علم میں ہے کہ بتوں نے بھی کوئی مخلوق پیدا کی ہے جس کی وجہ سے انہیں شبہ ہو گیا کہ بت بھی خالق ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی خالق ہے اور جب اللہ تعالیٰ اپنے خالق ہونے کی وجہ سے عبادت کا مستحق ہے تو بت بھی اس وجہ سے عبادت کے مستحق ٹھہرے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مشرکین یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ بتوں نے کسی بھی چیز کو پیدا نہیں کیا تو جب حق بات یہی ہے تو مشرکین کا بتوں کو عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرما دیں کہ ہر شے کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے اور سب کچھ اسی کی قدرت و اختیار میں ہے۔

آیت 17 ایمان و کفر کی ایک اور مثال بیان ہو رہی ہے، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے بادل سے بارش اتاری تو نالے اپنی اپنی گنجائش کی بقدر بہہ نکلے تو پانی کا ریلا اس پر ابھرے ہوئے جھاگ اٹھا لایا اور زیور یا کوئی دوسرا سامان بنانے کے لئے جس پر وہ آگ دہکاتے ہیں اس سے بھی ویسے ہی جھاگ اٹھتے ہیں۔ اللہ اسی طرح حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے تو باطل اس جھاگ کی طرح ہے جو ندیوں میں ان کی وسعت کے مطابق بہتے پانی کی سطح پر ظاہر ہوتا ہے جبکہ حق جھاگ کے علاوہ باقی بچ جانے والی اصل چیز کی طرح ہے تو جس طرح بہتے پانی کی سطح پر جھاگ ظاہر ہو کر جلدی زائل ہو جاتا ہے ایسے ہی باطل اگرچہ کتنا ہی ابھر جائے اور بعض حالتوں اور وقتوں میں جھاگ کی طرح حد سے اونچا ہو جائے لیکن انجام کار مٹ جاتا ہے اور حق اصل چیز اور صاف جوہر کی طرح باقی و ثابت رہتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یوں ہی مثالیں بیان فرماتا ہے۔

الْاَمْثَالَ ﴿۱۷﴾ لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕ وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا

بیان فرماتا ہے۔ جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا انہیں کے لیے بھلائی ہے اور جنہوں نے اس کا حکم نہ مانا (ان کا حال یہ ہوگا کہ) اگر زمین میں جو

فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ۬ وَ مَاْوٰىهُمْ

کچھ ہے وہ سب اور اس جیسا اور اس کے ساتھ ہوتا تو اپنی جان چھڑانے کو دے دیتے۔ ان کے لئے برا حساب ہوگا اور ان کا ٹھکانہ

جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ

جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ وہ آدمی جو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے تو کیا وہ اس جیسا ہے

اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا یَنْقُضُوْنَ

جو اندھا ہے؟ صرف عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں۔ وہ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور معاہدے کو

آیت 18 فرمایا کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائے انہیں کے لئے بھلائی یعنی جنت ہے اور جو لوگ اپنے کفر و شرک پر قائم رہے، وہ اس قدر تکلیف دہ حالت میں ہوں گے کہ اگر زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس جیسا اور ان کے ساتھ ہوتا تو بروزِ قیامت جہنم کے عذاب سے اپنی جانوں کو بچانے کے لئے فدیے کے طور پر دے دیتے لیکن ان کی جان پھر بھی نہ چھوٹتی۔ ان کے لئے برا حساب ہوگا کہ آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: برا حساب یہ ہے کہ آدمی سے اس کے ہر گناہ کا حساب لیا جائے اور اس میں سے کچھ بھی بخشا نہ جائے۔ اہم بات: آیت میں اگرچہ کفار کے حساب میں سختی ہونے کا ذکر ہے لیکن جداگانہ طور پر مسلمانوں کو بھی حساب کی سختی کے معاملے میں ڈرنے کی ضرورت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بعض نمازوں میں تعلیم امت کے لئے دعا کرتے: اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا اے اللہ! مجھ سے آسان حساب لینا۔ (مسند امام احمد، حدیث: 24270)

آیت 19 فرمایا کہ وہ آدمی جو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، وہ حق ہے، وہ اس پر ایمان لاتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے تو کیا وہ اس جیسا ہے؟ جو دل کا اندھا ہے، نہ حق کو جانتا ہے نہ قرآن پر ایمان لاتا ہے اور نہ اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ قرآن کی نصیحتیں وہی قبول کرتے اور ان پر عمل کرتے ہیں جو عقل مند ہیں۔ یہ آیت حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور ابو جہل یا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لئے وعدے کی آیات میں قیامت تک آنے والے وہ تمام لوگ بھی شامل ہیں جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلیں اور ان جیسی صفات اپنائیں یونہی ابو جہل کے لئے وعید کی آیات میں قیامت تک آنے والے وہ تمام افراد داخل ہیں جو ابو جہل کے نقش قدم پر چلیں۔

آیت 20 آخرت کا اچھا انجام انہیں کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد پورا کرتے ہیں کہ اس کی ربوبیت کی گواہی دیتے اور اس کا حکم مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد اور ان معاہدوں کو توڑتے نہیں جو انہوں نے لوگوں کے ساتھ کئے ہیں۔

الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ

توڑتے نہیں○ اور وہ جو اسے جوڑتے ہیں جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے

سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا

حساب سے خوفزدہ ہیں○ اور وہ جنہوں نے اپنے رب کی رضا کی طلب میں صبر کیا اور نماز قائم رکھی اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾

ہماری راہ میں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کیا اور برائی کو بھلائی کے ساتھ ٹالتے ہیں انہیں کے لئے آخرت کا اچھا انجام ہے○

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ

وہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں ان میں وہ لوگ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادا اور بیویوں اور اولاد میں سے جو لائق ہوں گے اور ہر دروازے سے فرشتے

آیت 21 فرمایا: اور وہ جو اسے جوڑتے ہیں جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا۔ اس آیت کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ وہ رشتہ داری کے حقوق کی رعایت رکھتے ہیں اور رشتہ داری نہیں توڑتے، اپنے رب سے ڈرتے ہیں، خصوصی طور پر برے حساب سے خوف زدہ ہیں، اپنے نفسوں کا محاسبہ کرتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور ایمانی قرابتیں نیز سادات کرام کا احترام، مسلمانوں کے ساتھ محبت و احسان، ان کی مدد، سلام اور دعا کرنا، مسلمان مریضوں کی عیادت، اپنے دوستوں، خادموں، ہمسایوں اور سفر کے ساتھیوں کے حقوق کی رعایت بھی داخل ہے۔ (2) قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے فضائل بکثرت بیان ہوئے ہیں۔ حدیث میں ہے: جس مومن بندے کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے آنسو نکلیں اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوں پھر وہ آنسو بہہ کر اس کے چہرے پر آجائیں تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم پر حرام کر دیتا ہے۔ (ابن ماجہ، حدیث: 4197) (3) عقل مند انسان وہی ہے جو اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا ہے اور نفس و شیطان کے بہکاوے میں آکر اس سے غافل نہ ہو۔

آیت 22 فرمایا کہ وہ جنہوں نے دنیا کے ساز و سامان کے لئے نہیں بلکہ اپنے رب کی رضا کی طلب میں نیکیوں اور مصیبتوں پر صبر کیا اور گناہوں سے باز رہے، نماز قائم رکھی، ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے ہماری راہ میں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کیا اور برائی کو بھلائی سے ٹالتے ہیں، بدکلامی کا جواب شیریں سخنی سے دیتے، جو انہیں محروم کرتا ہے اس پر عطا کرتے، جب ان پر ظلم کیا جاتا ہے تو معاف کرتے، جب ان سے تعلق توڑا جاتا ہے تو ملاتے، جب گناہ کر بیٹھیں تو توبہ کرتے اور ایذا کے بدلے صبر کرتے ہیں ان کے لئے آخرت کا اچھا انجام یعنی جنت ہے۔ اہم باتیں: (1) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق یہاں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرنے سے مراد زکوٰۃ دینا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چھپا کر زکوٰۃ دینے سے مراد وہ ہے جو اپنی ذاتی نکال رہا ہے اور اعلانیہ دینے سے مراد وہ ہے جو بادشاہ کو دے رہا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چھپا کر دینے سے مراد نفلی صدقات اور اعلانیہ دینے سے مراد فرض زکوٰۃ ہے۔ (2) قابلِ تعریف صبر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہو اور جو مصیبتیں نازل ہوئیں ان پر صبر کرنے کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کیا جائے۔ یہی صبر اس آیت کے تحت داخل ہے۔

آیت 24،23 ان دو آیات میں بیان ہوا کہ اوپر والی آیات میں مذکور اوصاف کے حامل حضرات ہمیشہ قائم و دائم رہنے والے باغات

يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾

ان کے پاس یہ کہتے آئیں گے ○ تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے صبر کیا تو آخرت کا اچھا انجام کیا ہی خوب ہے ○

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ

اور وہ جو اللہ کا عہد اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جسے جوڑنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے اسے کاٹتے ہیں

وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کیلئے لعنت ہی ہے اور اُن کیلئے برا گھر ہے ○ اللہ جس کیلئے چاہتا ہے رزق وسیع کردیتا ہے

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا

اور تنگ کردیتا ہے اور کافر دنیا کی زندگی پر خوش ہوگئے حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایک حقیر سی

مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ

شے ہے ○ اور کافر کہتے ہیں: ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری؟ تم فرماؤ: بیشک اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ

میں داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادا، بیویوں اور اولاد میں سے وہ لوگ بھی ان باغات میں داخل ہوں گے جو ایمان لائے اگرچہ اُن لوگوں نے ان حضرات جیسے عمل نہ کئے ہوں جب بھی اللہ تعالیٰ ان کے اکرام کے لئے باپ دادا وغیرہ کو ان کے درجے میں داخل فرمائے گا اور ان کے پاس فرشتے روزانہ دن اور رات میں تین بار رضائے الٰہی کی بشارتیں لے کر جنت کے ہر دروازے سے تعظیم و تکریم کرتے آئیں گے اور کہیں گے: تم پر سلامتی ہو، یہ اس کا ثواب ہے جو تم نے گناہوں سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر صبر کیا تو آخرت کا اچھا انجام کیا ہی خوب ہے۔

آیت 25 فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا اعتراف کرکے اور ایمان لانے کا عہد قبول کرکے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی مخالفت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو صلہ رحمی کرنے اور رشتہ داری جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے توڑتے ہیں، کفر اور گناہوں کا ارتکاب کرکے زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری ہے اور اُن کے لئے برا گھر یعنی جہنم ہے۔

آیت 26 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بندوں میں سے جسے چاہے وسیع رزق دے کر غنی کردیتا ہے اور جسے چاہے اس کے رزق میں تنگی فرما کر اسے فقیر بنادیتا ہے اور مشرکین پر جب اللہ تعالیٰ نے رزق وسیع فرمایا تو انہوں نے شر پھیلانا شروع کردیا اور وہ تکبر میں مبتلا ہوگئے حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایک حقیر سی شے ہے۔ **اہم باتیں:** (1) دُنیوی نعمتوں پر فخریہ خوش ہونا کفار کا طریقہ ہے اور ناجائز ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے شکریہ کے طور پر خوش ہونا مومنوں کا طریقہ ہے۔ (2) دنیا کی زندگی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے غفلت میں گزرے، یہ بری ہے اور قرآن وحدیث میں اسی کی مذمت ہے اور جو زندگی، آخرت کی تیاری میں گزرے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُخروی زندگی ہے۔

آیت 27 کفارِ مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے ویسی نشانی کیوں نہیں اتری جیسی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوئی تا کہ وہ آپ کی صداقت پر نشانی اور دلیل ہوتی۔ فرمایا کہ: اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں:

يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا

کرتا ہے اور اسے اپنی راہ دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے ○ (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے) جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں،

بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ

سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل چین پاتے ہیں○ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ان کیلئے خوشی اور اچھا

مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ

انجام ہے ○ اسی طرح ہم نے تمہیں اس امت میں بھیجا جس سے پہلے کئی امتیں گزر گئیں تاکہ تم انہیں پڑھ کر سناؤ جو ہم نے

بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے کہ ایسا آدمی نشانیاں اور معجزات نازل ہونے کے بعد بھی کہتا ہے کہ کوئی نشانی کیوں نہیں اتری؟ کوئی معجزہ کیوں نہیں آیا؟ وہ کثیر معجزات دیکھنے کے باوجود گمراہ رہتا ہے لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے تو اسے معجزات اور نشانیوں کی کثرت کوئی فائدہ نہ دے گی اور اللہ تعالیٰ اپنی راہ اسے دکھاتا ہے جو دل سے اور کامل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

آیت 28 ﴾ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے چین پاتے ہیں۔ سن لو! اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سے دل چین پاتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت و فضل کو یاد کرکے بے قرار دلوں کو قرار اور اطمینان حاصل ہوتا ہے یونہی اللہ تعالیٰ کی یاد، محبت و قربِ الٰہی کا عظیم ذریعہ ہے اور یہ چیزیں بھی دلوں کے قرار کا سبب ہیں، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو یقیناً درست ہوگا کہ ذکرِ الٰہی کی طبعی تاثیر بھی دلوں کا قرار ہے، اسی لئے پریشان حال آدمی جب پریشانی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اس کے دل کو قرار آنا شروع ہو جاتا ہے یونہی قرآن بھی ذِکْرُ اللّٰہ ہے اور اس کے دلائل دلوں سے شکوک و شبہات دور کرکے چین دیتے ہیں۔ **اہم بات:** جس کا دل ذِکْرُ اللّٰہ میں نہیں لگتا اسے بعض اوقات شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ جب تیرا دل ذِکْرُ اللّٰہ میں نہیں لگتا تو خاموش ہو جا کہ ایسا ذکر کرنا بے ادبی ہے۔ اس شیطانی وسوسے سے بچنا چاہیے۔

آیت 29 ﴾ فرمایا کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ان کے لئے طوبیٰ یعنی خوشی اور اچھا انجام ہے۔ **اہم بات:** اس آیت میں مذکور لفظ "طوبیٰ" کے بارے میں مختلف اَقوال ہیں: (1) اس سے مراد راحت و نعمت اور شادمانی و خوش حالی کی بشارت ہے۔ (2) یہ حبشی زبان میں جنت کا نام ہے۔ (3) جنت کے ایک درخت کا نام ہے جو کہ جنّتِ عَدن میں ہے اس درخت کا سایہ تمام جنتوں میں پہنچے گا۔

آیت 30 ﴾ ارشاد فرمایا: اے حبیب! جس طرح ہم نے آپ سے پہلے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو گزشتہ امتوں کی طرف بھیجا اسی طرح آپ کو اس امت کی طرف بھیجا تو آپ کی اُمت سب سے آخری اُمت ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں، آپ کو بڑی شان سے رسالت عطا کی تاکہ آپ اپنی امت کو قرآن پاک اور وہ شرعی احکام پڑھ کر سنائیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائے ہیں حالانکہ وہ رحمٰن کے منکر ہو رہے ہیں۔ **شانِ نزول:** صلح حدیبیہ کے موقع پر جب صلح نامہ لکھا جانے لگا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: لکھوائیے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ کفار نے اس میں جھگڑا کیا اور کہا کہ آپ ہمارے دستور کے مطابق "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ" لکھوائیے، اس کے متعلق آیت میں فرمایا گیا کہ وہ رحمٰن کے منکر ہو رہے ہیں۔ اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ رحمٰن تو وہی ہے جس کی معرفت سے تم انکار کر رہے ہو، وہ میرا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اپنے تمام اُمور میں اسی پر بھروسا کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

تمہاری طرف وحی بھیجی ہے حالانکہ وہ رحمٰن کے منکر ہو رہے ہیں۔ تم فرماؤ: وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا

وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝۳۰ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ

اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے○ اور اگر کوئی ایسا قرآن آتا جس سے پہاڑ ٹل جاتے یا زمین پھٹ جاتی یا مُردوں سے باتیں کی جاتیں (جب بھی یہ کافر

الْمَوْتٰى ۭ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ۭ اَفَلَمْ يَايْــــَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ لَهَدَى

مانتے) بلکہ سب کام اللہ ہی کے اختیار میں ہیں تو کیا مسلمان اس بات سے ناامید نہ ہوگئے کہ اگر اللہ چاہتا تو سب آدمیوں کو

النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا

ہدایت دیدیتا اور کافروں کو ان کے عمل کی وجہ سے ہمیشہ ہلا دینے والی مصیبت پہنچتی رہے گی یا آپ ان کے گھروں کے نزدیک اتریں گے

مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝۳۱ع وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ

یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آجائے بیشک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا○ اور بیشک آپ سے پہلے رسولوں کا مذاق

آیت 31 شانِ نزول: کفارِ قریش نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی نبوت مانیں اور آپ کی پیروی کریں تو قرآن پڑھ کر اس کی تاثیر سے مکہ کے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیجئے تاکہ ہمیں کھیتی باڑی کے لئے وسیع میدان مل جائیں اور زمین پھاڑ کر چشمہ جاری کیجئے تاکہ ہم کھیتوں اور باغوں کو ان سے سیراب کریں اور قصی بن کلاب وغیرہ ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کیجئے تاکہ وہ ہم سے کہہ جائیں کہ آپ نبی ہیں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی، بتایا گیا کہ یہ حیلے بہانے کرنے والے کسی حال میں بھی ایمان لانے والے نہیں۔ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں تو ایمان وہی لائے گا جس کو اللہ تعالیٰ چاہے اور توفیق دے، اس کے سوا کوئی ایمان لانے والا نہیں اگرچہ انہیں وہی نشانیاں دکھادی جائیں جو وہ طلب کر رہے ہیں۔ جب زبردست نشانیاں آچکیں اور دین کی حقانیت روزِ روشن سے زیادہ واضح ہو چکی، اس کے باوجود حق کا اعتراف نہ کرنے سے ظاہر ہوگیا کہ وہ عناد کی وجہ سے انکار کر رہے ہیں اور عناد رکھنے والا کسی بھی دلیل سے نہیں مانتا تو مسلمانوں کو اب ان سے حق قبول کرنے کی کیا امید! البتہ اب ان کے ایمان لانے کی یہی صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا اختیار سلب فرما کر انہیں مجبور کر دے لیکن اللہ تعالیٰ اس طرح کی ہدایت چاہتا تو سب آدمیوں کو عطا فرما دیتا اور کوئی کافر نہ رہتا مگر آزمائش اور امتحان کے گھر کی حکمت اس کا تقاضا نہیں کرتی۔ مزید فرمایا کہ کفار اپنے کفر اور خبیث اعمال کی وجہ سے قحط، قتل، قید وغیرہ طرح طرح کے حوادث و مصائب، آفتوں اور بلاؤں میں مبتلا رہیں گے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے کے کفار انہی چیزوں میں گرفتار ہوتے رہے۔ اور فرمایا: اے حبیب! آپ حدیبیہ کے دن ان کے گھروں کے نزدیک اپنے لشکر کے ساتھ اتریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت کا، رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور دین اسلام کے غالب ہونے کا اور فتح مکہ کا وعدہ پورا ہو جائے، بے شک اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں فرماتا۔

آیت 32 کفارِ مکہ نے جب ان معجزات کا مطالبہ مذاق اڑانے کے طور پر کیا تو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قلب اطہر پر بہت

بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾

اڑایا گیا تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی پھر میں نے انہیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا؟○

اَفَمَنْ هُوَ قَآىِٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ

تو کیا وہ خدا جو ہر شخص پر اس کے اعمال کی نگرانی رکھتا ہے (وہ بتوں جیسا ہے؟ ہرگز نہیں) اور وہ لوگ اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں۔ تم فرماؤ: تم ان کا نام تو لو (کہ وہ کون ہیں جو

تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

خدا کے شریک ہیں) بلکہ تم اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جسے وہ زمین میں جانتا ہی نہیں ہے، یایونہی ایک اوپری بات بلکہ کافروں کیلئے ان کا فریب خوشنما

مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ

بنادیا گیا اور انہیں راستے سے روک دیا گیا اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں○ ان کیلئے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے

گراں گزرا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی کہ: اے حبیب! جس طرح آپ کی قوم نے آپ کا مذاق اڑانے کی نیت سے نشانیاں طلب کی ہیں اسی طرح باقی انبیاءِ کرام علیہم السلام کی قوموں نے بھی ان کا مذاق اڑایا تھا پھر میں نے کافروں کو کچھ دنوں کے لئے ڈھیل دینے کے بعد عذاب میں گرفتار کر دیا اور دنیا میں انہیں مختلف مصیبتوں میں مبتلا کر دیا اور آخرت میں اُن کے لئے جہنم کا عذاب ہے، تو ان کے لئے میرا عذاب کیسا تھا؟ درس: راہِ خدا میں تکالیف برداشت کرنا انبیاءِ کرام علیہم السلام کا طریقہ ہے لہٰذا علما و مبلغین کو چاہئے کہ اگر راہِ خدا میں کسی تکلیف و پریشانی کا سامنا ہو تو انبیاءِ کرام علیہم السلام کے حالات اور سیرت کو سامنے رکھتے ہوئے صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں۔

آیت 33 مشرکینِ مکہ کا رد اور انہیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جو ہر شخص کا محافظ اور اس کے اچھے برے اعمال کو جانتا ہے، نیکیاں کرنے والے کو ثواب اور گنہگار کو سزا دینے والا ہے، کیا وہ اُن بتوں کی مثل ہو سکتا ہے؟ جو خود سے عاجز ہیں اور دوسروں کو بھی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے لہٰذا عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ وہ بت۔ اے حبیب! آپ ان سے فرمائیں کہ تم جن بتوں کو عبادت کا مستحق ٹھہراتے ہو ان کی حقیقت تو بیان کرو کہ ان کا تعلق کس جنس سے ہے اور وہ کس قسم سے تعلق رکھتے ہیں؟ پھر غور کرو کہ کیا وہ عبادت کے لائق ہو سکتے ہیں؟ یقیناً نہیں لہٰذا تمہارے اس شرک کا مطلب یہ نکلا کہ تم اللہ تعالیٰ کو اس کے شریک کی خبر دے رہے ہو جسے وہ زمین میں جانتا ہی نہیں ہے حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہو سکتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ضرور ہوتا کیونکہ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں نہ ہو وہ محض باطل ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لئے شریک ہونا بھی باطل اور غلط ہے۔ مزید فرمایا: بلکہ کافروں کے لئے ان کا کفر خوش نما بنادیا گیا اور انہیں ہدایت کے راستے سے روک دیا گیا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اہم بات: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے علم کی نہیں بلکہ اس کا شریک ہونے کی نفی کی گئی ہے۔

آیت 34 فرمایا کہ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں قتل اور قید وغیرہ کا عذاب ہے اور آخرت کا عذاب یقیناً دنیا کے عذاب کے مقابلے میں زیادہ سخت ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں۔ اہم بات: آیت میں بیان کی گئی وعید کافروں کے متعلق ہے۔

الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ

اور آخرت کا عذاب یقیناً زیادہ سخت ہے اور انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ○ جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ

الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ

کیا گیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں جاری ہیں، اس کے پھل اور اس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ یہ پرہیزگاروں کا انجام ہے

وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ

اور کافروں کا انجام آگ ہے ○ اور جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اس پر خوش ہوتے جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور ان گروہوں میں

الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ۭ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ

کچھ وہ ہیں جو اس قرآن کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں۔ تم فرماؤ: مجھے تو یہی حکم ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کا شریک نہ ٹھہراؤں، میں اسی کی طرف

اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ

بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے پھرنا ہے ○ اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی فیصلے کی صورت میں اتارا اور اے سننے والے! اگر تو ان کی خواہشوں پر چلے گا اس کے

آیت 35 فرمایا گیا کہ جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں جاری ہیں، اس کے پھل اور اس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہے، ان میں سے کوئی ختم اور زائل ہونے والا نہیں۔ یہ جنت پرہیزگاروں کا انجام ہے اور کافروں کا انجام آگ ہے۔ اہم بات: جنت میں سورج اور چاند نہیں لیکن پھر بھی سایہ ہے۔

آیت 36 ارشاد فرمایا کہ ”جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اس پر خوش ہوتے جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور ان گروہوں میں کچھ وہ ہیں جو اس قرآن کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں“۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ کتاب سے تورات و انجیل اور جنہیں کتاب دی گئی ان سے وہ یہودی اور عیسائی مراد ہیں جو اسلام سے مشرف ہوئے جیسے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ اور حبشہ و نجران کے عیسائی۔ قرآن پاک نازل ہونے پر یہ اس لئے خوش ہوتے کہ یہ قرآن پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کی۔ احزاب سے ایمان لانے والوں کے علاوہ بقیہ یہودی، عیسائی اور وہ تمام مشرکین مراد ہیں جو قرآن کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں۔ مزید فرمایا: اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ مجھے تو یہی حکم ہے کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں، میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس پر ایمان لانے کی طرف ہی بلاتا ہوں اور بروزِ قیامت اسی کی طرف مجھے پھرنا ہے۔ اہم بات: یہودیوں اور عیسائیوں کو قرآن پاک کے بعض حصے کا انکار کرنے والا اس لئے کہا گیا کہ یہ قرآن کے ان واقعات اور بعض احکام کو مانتے تھے جو ابھی تک ان کی کتابوں میں موجود تھے البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت سے متعلق جن احکام کو انہوں نے تبدیل کر دیا تھا ان کا انکار کرتے تھے۔

آیت 37 فرمایا کہ جس طرح پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کی زبانوں میں احکام دیئے تھے اسی طرح ہم نے یہ قرآن آپ کی زبان عربی میں نازل فرمایا اور اے سننے والے! مضبوط دلائل اور قطعی حجتوں کے ذریعے حق بات کا علم آجانے کے باوجود اگر تو نے کافروں

مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا

بعد کہ تیرے پاس علم آچکا تو اللہ کے آگے نہ تیرا کوئی حمایتی ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا○ اور بیشک ہم نے تم سے پہلے رسول

مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ

بھیجے اور ان کے لیے بیویاں اور بچے بنائے اور کسی رسول کا کام نہیں کہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی نشانی

اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۖۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

لے آئے۔ ہر وعدے کیلئے ایک لکھی ہوئی (مدت) ہے○ اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور برقرار رکھتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے○

کی پیروی کی جو اپنے دین کی طرف بلاتے ہیں اور ان کی خواہشوں پر چلا تو اللہ تعالیٰ کے آگے نہ تیرا کوئی حمایتی ہوگا اور نہ اس سے کوئی بچانے والا۔ اہم باتیں: (1) قرآنِ کریم کو "حکم" اس لئے فرمایا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت، توحید، اسلام کی طرف دعوت، تمام تکالیف و احکام اور حلال و حرام کا بیان ہے (2) اس آیت میں بظاہر خطاب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ہے لیکن مراد آپ کی امت ہے۔ درس: یہاں موجودہ دور کے ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت و نصیحت ہے جو کافروں کی خواہشات پر چلتے ہوئے اسلام کے بنیادی اور ضروری احکام کی اہمیت کو مسلمانوں کی نظر میں کم کرنے اور قرآن و حدیث کی غلط تشریحات کر کے مسلمانوں کے دین و ایمان برباد کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں؛ تو انہیں غور کر لینا چاہیے۔

آیت 38 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت پر کفار کے اعتراضات کے جواب دیئے جا رہے ہیں، ان کا ایک اعتراض یہ تھا کہ رسول کا فرشتہ ہونا ضروری ہے اور دوسرا یہ تھا کہ اگر یہ رسول ہوتے تو کثیر عورتوں سے نکاح نہ کرتے۔ ان کا یہ جواب دیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء کرام علیہم السلام گزرے ہیں سب انسان ہی تھے اور ان میں سے اکثر کی کثیر بیویاں اور اولاد تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی 300 بیویاں اور 700 باندیاں تھیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی 100 بیویاں تھیں۔ جب انسان ہونے کی وجہ سے اور بیویوں کی اتنی کثیر تعداد کے باوجود ان کی نبوت پر کوئی اعتراض نہیں تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے انسان ہونے اور چند ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی وجہ سے آپ کی نبوت پر اعتراض کیوں ہے؟ ان کا ایک اعتراض یہ تھا کہ اگر یہ رسول ہیں تو ان سے جو معجزہ بھی طلب کیا جائے انہیں دکھانا چاہئے، اس کا جواب دیا گیا کہ دلیل دینے اور عذر زائل کرنے کے لئے ایک معجزہ دکھا دینا ہی کافی ہے، ایک یا ایک سے زیادہ معجزات دکھانا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، کفار کا یہ اعتراض بھی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کفار کو ڈرایا تھا کہ ان پر عذاب نازل ہوگا اور مسلمانوں کی مدد کی جائے گی لیکن جب وہ عذاب مؤخر ہوا اور اس کی کوئی نشانی کفار کو نظر نہ آئی تو وہ کہنے لگے کہ اگر یہ سچے نبی ہوتے تو ان کا جھوٹ ظاہر نہ ہوتا۔ اس کا جواب دیا گیا کہ کفار پر عذاب نازل ہونا اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے لئے فتح و نصرت کا ظاہر ہونا اللہ تعالیٰ نے معیّن اوقات کے ساتھ خاص فرما دیا ہے اور ہر نئے کام کا ایک وقت معین ہے، اس وقت سے پہلے وہ نیا کام ظاہر نہ ہوگا۔

آیت 39 اس آیت کی تفسیر میں کئی اقوال میں سے دو یہ ہیں: (1) اللہ تعالیٰ جن احکام کو چاہتا ہے منسوخ فرماتا اور جنہیں چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ (2) بندوں کے گناہوں میں سے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مغفرت فرما دیتا اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ مزید فرمایا: اور ام الکتاب یعنی اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے۔ اُمُّ الکتاب سے مراد یا اللہ تعالیٰ کا علم ہے جو ازل سے ہی ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے یا لوحِ محفوظ ہے جس میں عالم میں ہونے والے جملہ حوادث و واقعات اور تمام اشیا لکھی ہوئی ہیں اور اس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا

(اے حبیب!) اگر ہم تمہیں کوئی وعدہ دکھادیں جو ہم ان سے کررہے ہیں یا ہم تمہیں پہلے ہی وفات دیدیں تو آپ پر تو بہر حال تبلیغ کرنا لازم ہے اور حساب لینا

الْحِسَابُ ۝٤٠ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ

ہمارے ذمے ہے۔ کیا یہ کافر دیکھتے نہیں کہ ہم ہر طرف سے ان کی زمین کم کررہے ہیں اور اللہ حکم فرماتا ہے، اس کے حکم کو کوئی پیچھے کرنے

لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝٤١ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ

والا نہیں اور وہ بہت جلد حساب لے لیتا ہے۔ اور ان سے پہلے لوگ فریب کرچکے ہیں تو ساری خفیہ تدبیر کا مالک تو اللہ ہی ہے۔ وہ جانتا ہے

مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۝٤٢ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جو کچھ کوئی جان عمل کمائے اور عنقریب کافر جان لیں گے کہ آخرت کا اچھا انجام کس کے لئے ہے؟ اور کافر کہتے ہیں:

آیت 40 ارشاد فرمایا: اے حبیب! ہم کافروں کو عذاب دینے کا جو وعدہ کررہے ہیں، اس میں سے کوئی وعدہ آپ کو آپ کی زندگی میں ہی دکھادیں یا وہ وعدہ دکھانے سے پہلے ہی آپ کو وفات دے دیں تو دونوں صورتیں ممکن ہیں لیکن آپ کی ذمہ داری بہر حال تبلیغ کرنا ہے اور صرف یہی آپ کی ذمہ داری ہے اور قیامت کے دن ان کا حساب لینا اور ان کے اعمال کی جزا دینا ہمارے ذمے ہے لہٰذا آپ کافروں کے اعراض کرنے سے رنجیدہ نہ ہوں اور ان کے عذاب کی جلدی نہ کریں۔

آیت 41 فرمایا کہ جن کفارِ مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نشانیاں دکھانے کا مطالبہ کیا ہے، کیا وہ دیکھتے نہیں ہم ہر طرف سے ان کی آبادیاں کم کررہے ہیں اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کفار کے گرد و پیش کی اراضی یکے بعد دیگرے فتح ہوتی چلی جاتی ہے، یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد فرماتا اور اُن کے دین کو غلبہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہے، جب وہ اسلام کو غلبہ دینا اور کفر کو پست کرنا چاہے تو کس کی مجال ہے کہ اس کے حکم میں دخل دے سکے اور وہ جس کا محاسبہ کرنا چاہے تو اس سے بہت جلد حساب لے لیتا ہے۔ درس: معلوم ہوا کہ اطاعتِ الٰہی سے منہ موڑنا دنیا میں بھی بربادی لاتا ہے اور نافرمانوں پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوتی چلی جاتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری پر مضبوطی سے قائم ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین میں غلبہ و اقتدار عطا فرمایا اور جب مسلمانوں نے اس سے منہ موڑا تو ان کی آبادیاں بھی ہر طرف کم ہونے لگ گئیں اور اسلامی سرزمین کی وسعت رفتہ رفتہ کم ہونے لگ گئی۔

آیت 42 آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ مشرکینِ مکہ سے پہلے گزری ہوئی اُمتوں کے کفار اپنے انبیاءِ کرام علیہم السلام کے ساتھ مقابلہ کرچکے ہیں جیسے نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ، فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا اور ان مقابلوں میں ہر طرح کی چالیں چلیں لیکن ناکام ہوئے کیونکہ اصل تدبیر کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کی مشیت کے بغیر کسی کی کیا چل سکتی ہے؟ تو جب حقیقت یہ ہے تو مخلوق کا کیا اندیشہ۔ مزید فرمایا: وہ جانتا ہے جو کچھ کوئی جان عمل کمائے اور عنقریب کافر جان لیں گے کہ آخرت کا اچھا انجام کس کے لئے ہے؟ کافروں کے لئے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے۔

آیت 43 اور کافر کہتے ہیں کہ تم رسول نہیں ہو۔ اے حبیب! آپ ان کافروں سے فرمادیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ

لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾

تم رسول نہیں ہو۔ تم فرماؤ: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے اور ہر وہ آدمی گواہ ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

ایاتها ۵۲ | ۱۴ سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ ۷۲ | رکوعاتها ۷

سورۂ ابراہیم مکیہ ہے، اس میں باون آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓرٰ ۫ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى

الٓرٰ، یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیروں سے اجالے کی طرف اس (اللہ)

گواہ کافی ہے جس نے میرے ہاتھوں میں معجزات ظاہر فرما کر میرے نبی ہونے کی شہادت دی اور میری نبوت پر ہر اُس آدمی کی گواہی کافی ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے، خواہ وہ یہودیوں میں سے تورات کا عالم ہو یا عیسائیوں میں سے انجیل کا عالم، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رسالت کو اپنی کتابوں میں دیکھ کر جانتا ہے، اِن علما میں سے اکثر آپ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔

سورۂ ابراہیم کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی البتہ آیت ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ اور اس کے بعد والی آیت مکہ میں نازل نہیں ہوئی۔ اس میں 7 رکوع اور 52 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی آیت 35 تا 41 میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعتِ الٰہی کے حسین واقعے اور آپ کی دعاؤں کا بیان ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "ابراہیم" رکھا گیا۔ خلاصۂ مضامین: سورۂ ابراہیم میں اللہ تعالی، رسولوں، مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزا ملنے پر ایمان لانے کو دلائل سے ثابت، کفر پر شدید عذاب کی وعید، مسلمانوں سے ان کے نیک اعمال پر جنت کا وعدہ، تعمیر کعبہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا بیان، قیامت کی ہولناکیوں اور ظالموں کے مختلف قسم کے عذابات کا ذکر، قیامت تک عذاب مؤخر کرنے کی حکمت نیز حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح اور ان کے بعد والے انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے واقعات سے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دی گئی اور اُن قوموں پر نازل ہونے والے عذابات سے کفارِ مکہ کو ڈرایا گیا ہے۔

آیت 1 ارشاد فرمایا: "الٓرٰ" یہ حروف مقطعات میں سے ہے، اس کی مراد اللہ تعالی ہی بہتر جانتا ہے۔ مزید فرمایا کہ قرآن پاک ایک کتاب ہے جو اے حبیب! ہم نے آپ کی طرف نازل فرمائی ہے، اس کو نازل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ آپ لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے کفر، گمراہی اور جہالت کے اندھیروں سے ایمان کے اجالے کی طرف اور اس اللہ تعالی کے راستے یعنی دین اسلام کی طرف لائیں جو عزت والا، سب خوبیوں والا ہے۔ اہم باتیں: (1) ظُلُمٰت کو جمع اور نُوْر کو واحد ذکر فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ دین حق کی راہ ایک اور کفر و گمراہی کے راستے کثیر ہیں۔ (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم حکم الٰہی سے لوگوں کو ظلمت کفر سے نکال کر ایمان کی روشنی میں داخل کرتے ہیں، کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے واسطے کے بغیر صرف قرآن سے ہدایت نہیں پا سکتا۔

صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ اللّٰهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَوَيْلٌ

کے راستے کی طرف نکالو جو عزت والا، سب خوبیوں والا ہے ○ اللہ جس کی ملکیت میں ہر وہ چیز ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے

لِّلْكٰفِرِينَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيدِ ۝ الَّذِينَ يَسْتَحِبُّونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ

اور کافروں کیلئے ایک سخت عذاب کی خرابی ہے ○ جو آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں

وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِي ضَلٰلٍ بَعِيدٍ ۝ وَمَا اَرْسَلْنَا

اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں ٹیڑھا پن تلاش کرتے ہیں وہ دور کی گمراہی میں ہیں ○ اور ہم نے ہر رسول

مِنْ رَّسُولٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِي مَنْ

اس کی قوم کی زبان کے ساتھ ہی بھیجا تا کہ وہ انہیں واضح کر کے بتادے، پھر اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے

آیت 2 ﴿ فرمایا کہ اس اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف لاؤ جو عزت والا ہے نیز جس کی ملکیت میں ہر وہ چیز ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، وہ سب کا خالق و مالک ہے، سب اسکے بندے اور مملوک ہیں تو اس کی عبادت سب پر لازم ہے اور اس کے سوا کسی کی عبادت روا نہیں اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر ان بتوں کی عبادت شروع کر دی جو کسی چیز کے مالک ہی نہیں بلکہ وہ خود مملوک ہیں تو آخرت میں ان کے لئے سخت عذاب تیار کیا گیا ہے۔

آیت 3 ﴿ یہاں ان کفار کے چند اوصاف بیان ہو رہے ہیں جنہیں سابقہ آیت میں آخرت کے شدید عذاب کی وعید سنائی گئی، فرمایا گیا کہ جو دنیا کی زندگی کو پسند کرتے اور اسے اُخروی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا دین قبول کرنے سے روکتے ہیں اور دین میں ٹیڑھا پن تلاش کرتے ہیں وہ حق سے دور کی گمراہی میں ہیں۔ **اہم بات:** دین میں ٹیڑھا پن تلاش کرنے کی دو صورتیں ہیں: (1) لوگوں کو سیدھا راستہ اختیار کرنے سے روکنا۔ (2) حق مذہب کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات ڈالنے اور جس قدر ہو سکے حیلوں وغیرہ کا سہارا لے کر حق مذہب میں برائیاں ظاہر کرنے کی کوشش کرنا۔ **درس:** جو آخرت کے بجائے دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں وہ عملی طور پر گمراہ ہیں اور جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے اور دین سے روکتے ہیں وہ گمراہ کرنے والے ہیں۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو علم کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کو مذہبِ حق سے دور کرنے کی کوششوں میں مصروف اور دین میں نئے نئے مذہب نکال کر، امت کی وحدت کا شیرازہ بکھیرنے کی سعی کر رہے ہیں۔

آیت 4 ﴿ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے آپ سے پہلے گزشتہ امتوں میں جتنے رسول بھیجے وہ ان لوگوں کی زبان میں ہی کلام کرتے تھے تا کہ انہیں جو احکامات دیئے گئے وہ ترجمے کے بغیر ہی آسانی سے اور جلد سمجھ جائیں اور ان احکامات کے مطابق عمل کر سکیں۔ رسول کی ذمہ داری صرف تبلیغ کر دینا اور احکام پہنچا دینا ہے جبکہ ہدایت دینا اور گمراہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت دیتا اور جسے چاہے گمراہ کرتا ہے، وہی غالب ہے اور وہی اپنے کاموں میں حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق کے رسول ہیں لیکن قرآن ہر زبان میں نازل نہیں کیا گیا بلکہ اس وقت کی روئے زمین کی سب سے مرکزی اور سب سے اعلیٰ زبان یعنی عربی میں قرآن پاک نازل کیا گیا تا کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ والہ وسلم قرآن پاک کی اپنے قول و عمل سے بہترین تشریح

يَشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ

اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۞ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

اجالے میں لاؤ اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ بیشک اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے ،شکر گزار کیلئے نشانیاں ہیں ۞

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب اس نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ

جو تمہیں بری سزا دیتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں

فرمادیں اور پھر آپ کی امت دنیا بھر کی زبانوں میں ان تعلیمات کو منتقل کردے۔

آیت 5 ارشاد فرمایا: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں جیسے عصا کا سانپ بن جانا، ہاتھ کا روشن ہو جانا اور دریا کا پھٹ جانا، دے کر بھیجا اور ان سے یہ فرمایا کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو کفر کے اندھیروں سے ہدایت اور ایمان کی روشنی میں لاؤ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلاؤ۔ بیشک ان اَیّامُ اللہ میں ہر اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور مصیبتوں پر بڑا صبر کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر بڑا شکر گزار ہے۔ **اہم باتیں:** (1) تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ایک ہی ہے کہ وہ مخلوق کو کفر کے اندھیروں سے ہدایت اور ایمان کی روشنی کی طرف لانے کی کوشش کریں۔ (2) آیت میں اللہ تعالیٰ کے دنوں سے کیا مراد ہے، اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں: (۱) ان سے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں مراد ہیں۔ (۲) وہ بڑے بڑے واقعات مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے واقع ہوئے۔ (۳) وہ دن مراد ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعام کئے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا میں راستہ بنانے کا دن۔ بظاہر یہی معنی زیادہ قوی ہے کہ اگلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عمل سے اسی کو واضح فرمایا۔ اس سے مسلمانوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کا جشن منانا بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایامُ اللہ میں سب سے بڑی نعمت کا دن حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت کا دن ہے لہٰذا اس کی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔

آیت 6 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اپنی قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ بتائیے تاکہ یہ نصیحت حاصل کریں، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلانے کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے قوم سے فرمایا کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کرو جب اس نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بری سزا دیتے تھے اور تمہارے نومولود بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔ **اہم باتیں:** (1) مسلمانوں پر کافر اور ظالم حکمرانوں کا تسلط اللہ تعالیٰ کا دنیوی عذاب اور ہمارے برے اعمال کا نتیجہ جبکہ اچھے حکمران اس کی رحمت اور نیک اعمال کا نتیجہ ہیں۔ (2) کافر و ظالم کی ہلاکت رحمت ہے۔

بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ

تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی ○ اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان فرمادیا کہ اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا اور اگر تم

اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ۝ وَقَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِیْعًا

ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے ○ اور موسیٰ نے فرمایا: (اے لوگو!) اگر تم اور زمین میں جتنے لوگ ہیں سب ناشکرے ہو جاؤ

فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ

تو بیشک اللہ بے پرواہ، خوبیوں والا ہے ○ کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے تھے (یعنی) نوح کی قوم اور عاد اور ثمود

وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا

اور جو ان کے بعد ہوئے جنہیں اللہ ہی جانتا ہے۔ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر تشریف لائے تو وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف

آیت 7 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے فرمایا: اے بنی اسرائیل! یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان فرمادیا کہ اگر تم اپنی نجات اور دشمن کی ہلاکت کی نعمت پر میرا شکر ادا کرو گے اور ایمان و عمل صالح پر ثابت قدم رہو گے تو میں تمہیں اور زیادہ نعمتیں عطا کروں گا اور اگر تم کفر و معصیت کے ذریعے میری نعمت کی ناشکری کرو گے تو میں تمہیں سخت عذاب دوں گا۔ **اہم بات:** شکر سے نعمت زیادہ ہوتی ہے۔ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ نعمت دینے والے کی نعمت کا اس کی تعظیم کے ساتھ اعتراف کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگنے کی وصیت فرمائی: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ اے اللہ! تو اپنے ذکر، اپنے شکر اور اچھے طریقے سے اپنی عبادت کرنے پر میری مدد فرما۔ (ابوداؤد، حدیث: 1522)

آیت 8 اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے لوگو! اگر تم اور زمین میں جتنے لوگ ہیں سب ناشکرے ہو جاؤ تو بھلائی سے محروم ہونے کی وجہ سے اس کا نقصان صرف تمہیں ہی ہوگا، بیشک اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے بے پرواہ ہے اور اپنے تمام افعال میں خوبیوں والا ہے۔

آیت 9 فرمایا کہ کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے تھے یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود اور جو امتیں ان تین امتوں کے بعد گزری ہیں جن کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ان کے پاس ان کے رسول اپنے صدق کے روشن دلائل لے کر تشریف لائے تو وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف لے گئے یعنی غصے میں آکر اپنے ہاتھ کاٹنے لگے یا انہوں نے کتاب اللہ سن کر تعجب سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے اور کہنے لگے: ہم اس کے ساتھ کفر کرتے ہیں جس کے ساتھ تمہارے خیال میں تمہیں بھیجا گیا ہے اور بے شک جس راہ یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان اور توحید کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو اس کی طرف سے ہم دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) آیت سے مقصود یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم سابقہ قوموں کی ہلاکت و بربادی کے واقعات سے اپنی امت کو ڈرائیں تا کہ وہ عبرت حاصل کریں۔ (2) حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، قوم عاد اور ثمود کی ہلاکت و بربادی کے واقعات سورۂ اعراف اور سورۂ ہود میں گزر چکے ہیں۔

أَيْدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا

لے گئے اور کہنے لگے: ہم اس کے ساتھ کفر کرتے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے اور بیشک جس راہ کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو اس کی طرف سے ہم

تَدْعُونَنَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿٩﴾ قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں○ ان کے رسولوں نے فرمایا: کیا اس اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔

يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ قَالُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ

وہ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہوں کو بخش دے اور ایک مقررہ مدت تک تمہیں مہلت دے۔ انہوں نے کہا: تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو،

مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿١٠﴾

تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان سے روک دو جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہیں تو تم کوئی واضح دلیل لے کر آؤ○

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ

ان کے رسولوں نے ان سے فرمایا: ہم تمہارے جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان

عِبَادِهِ ۖ وَمَا كَانَ لَنَا أَن نَّأْتِيَكُم بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

فرماتا ہے اور ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم اللہ کے حکم کے بغیر کوئی دلیل تمہارے پاس لے آئیں اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ

آیت 10 سابقہ قوموں کے رسولوں نے انہیں جواب دیتے ہوئے فرمایا: کیا تم اس اللہ تعالیٰ کی توحید کے بارے میں شک کررہے ہو جو زمین و آسمان کا خالق ہے۔ یہ شک کیسے کیا جاسکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی عقلی و نقلی دلیلیں انتہائی ظاہر ہیں۔ وہ تمہیں اپنی اطاعت اور ایمان کی طرف بلاتا ہے تاکہ جب تم ایمان لے آؤ تو حقوق العباد کے علاوہ تمہارے سابقہ گناہوں کو بخش دے اور تمہاری مقررہ مدت پوری ہونے تک تمہیں عذاب کے بغیر زندگی کی مہلت دے۔ قوموں نے جواب دیا: تم تو ظاہر میں ہمیں اپنی مثل معلوم ہوتے ہو، پھر کیسے مانا جائے کہ ہم تو نبی نہ ہوئے اور تمہیں یہ فضیلت مل گئی۔ تم اپنی باتوں سے یہ چاہتے ہو کہ ہم ان بتوں کی عبادت کرنے سے رک جائیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہیں۔ تم کوئی واضح دلیل لے کر آؤ جس سے تمہارے دعوے کی صحت ثابت ہو۔ اہم بات: قوم کا یہ کلام سرکشی و عناد کی وجہ سے تھا اور انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات دکھانے کے باوجود انہوں نے نئی دلیل مانگی اور پیش کئے ہوئے معجزات کو کالعدم قرار دیا۔

آیت 11 جب کافروں نے اپنے رسولوں علیہم السلام سے کہا کہ تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو، تو رسولوں نے انہیں جواب دیا: اچھا یہی ہو کہ ہم واقعی تمہارے جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نبوت و رسالت کے ساتھ احسان فرماتا ہے اور ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم نبوت و رسالت کے منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر اپنی صداقت پر دلالت کرنے والی کوئی دلیل اور معجزہ تمہارے پاس لے آئیں اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ

کرنا چاہیے○ اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں حالانکہ اس نے تو ہمیں ہماری راہیں دکھائی ہیں اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور

اٰذَیْتُمُوْنَا ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ ع وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ

اس پر صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے○ اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا:

لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَیْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ

ہم ضرور تمہیں اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ تو ان رسولوں کی طرف ان کے رب نے وحی بھیجی کہ ہم ضرور ظالموں کو

الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۳﴾ لا وَ لَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَ خَافَ

ہلاک کردیں گے○ اور ضرور ہم ان کے بعد تمہیں زمین میں اقتدار دیں گے۔ یہ اس کیلئے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے

وَعِیْدِ ﴿۱۴﴾ وَ اسْتَفْتَحُوْا وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿۱۵﴾ لا مِّنْ وَّرَآىٕهٖ جَهَنَّمُ وَ یُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ

خوفزدہ رہے○ اور انہوں نے فیصلہ طلب کیا اور ہر سرکش ہٹ دھرم ناکام ہوگیا○ جہنم اس کے پیچھے ہے اور اسے پیپ کا پانی پلایا

آیت 12 مزید کہا کہ ہم سے نہیں ہو سکتا کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کریں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ قضائے الٰہی میں ہے وہی ہو گا۔ اس نے تو ہمیں ہماری سعادت کی راہیں دکھائیں اور رُشد و نجات کے طریقے ہم پر واضح فرما دیئے خدا کی قسم! تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے اور بھروسا کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔

آیت 13،14 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ کافروں نے اپنے رسولوں علیہم السلام سے کہا کہ ہم تمہیں اپنے شہروں اور اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ۔ کافروں کی ان باتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسولوں علیہم السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ہم ضرور ظالموں کو ہلاک کر دیں گے یعنی ان کے کاموں کا انجام ہلاکت و بربادی ہے لہٰذا تم ان کی وجہ سے فکر مند نہ ہو اور ضرور ہم ان کی ہلاکت کے بعد ان کی سرزمین میں تمہیں اقتدار دیں گے۔ یہ بشارت اس کے لئے ہے جو بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونے سے ڈرے اور اللہ تعالیٰ نے آخرت میں اپنے عذاب کے بارے میں جو بتایا ہے اس سے خوفزدہ رہے، اس کی اطاعت کرے اور اسے ناراض کرنے والے کاموں سے بچتا رہے۔

آیت 15 اس کا معنی یہ ہے کہ جب انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی قوموں کے ایمان قبول کرنے کی امید نہ رہی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی قوموں کے خلاف مدد طلب کی اور ان پر عذاب نازل ہونے کی دعا کی یا یہ معنی ہے کہ کافروں نے یہ گمان رکھتے ہوئے اپنے اور رسولوں علیہم السلام کے درمیان اللہ تعالیٰ سے فیصلہ طلب کیا کہ انبیاء علیہم السلام معاذ اللہ جھوٹے ہیں تو انبیاء کرام علیہم السلام کی مدد فرمائی گئی، انہیں فتح دی گئی اور حق کے مخالف، سرکش کافر، نامراد ہوئے اور ان کی خلاصی کی کوئی صورت نہ رہی۔

آیت 16 فرمایا: حق کے مخالف سرکش کافر کے پیچھے جہنم ہے، وہ اس میں داخل ہوگا اور جہنم میں اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔

صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ

جائے گا○ بڑی مشکل سے اس کے تھوڑے تھوڑے گھونٹ لے گا اور ایسا لگے گا نہیں کہ اسے گلے سے اتارلے اور اسے ہر طرف سے موت آئے گی اور وہ مرے

بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ

گا نہیں اور اس کے پیچھے ایک اور سخت عذاب ہوگا○ اپنے رب کا انکار کرنے والوں کے اعمال راکھ کی طرح ہوں گے

اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ

جس پر آندھی کے دن میں تیز طوفان آجائے تو وہ اپنی کمائیوں میں سے کسی شے پر بھی قادر نہ رہے۔ یہی

آیت 17 فرمایا کہ جب حق کے مخالف سرکش کافر کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا تو وہ اس کی کڑواہٹ کی وجہ سے بڑی مشکل سے تھوڑے تھوڑے گھونٹ لے گا اور اس کی قباحت و کراہت کی بنا پر ایسا لگے گا نہیں کہ وہ اسے گلے سے اتارلے اور مختلف عذابات کی صورت میں ہر طرف سے موت کے اسباب اس کے پاس آئیں گے لیکن وہ مرے گا نہیں کہ مر کر ہی راحت پالے اور اسے ہر عذاب کے بعد اس سے زیادہ شدید اور سخت عذاب ہوگا۔ **اہم باتیں:** (1) آیت میں جہنمیوں کے جس مشروب کا ذکر ہوا اس کی کیفیت ملاحظہ ہو، حدیث پاک میں ہے: جہنمی کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا، جب وہ پانی منہ کے قریب آئے گا تو وہ اس کو بہت ناگوار معلوم ہوگا اور جب اور قریب ہوگا تو اس سے چہرہ بھن جائے گا اور سر تک کی کھال جل کر گر پڑے گی، جب وہ پانی پئے گا تو اس کی آنتیں کٹ کر نکل جائیں گی۔ (ترمذی، حدیث: 2592) (2) جہنم میں شدید ترین عذابات میں مبتلا ہونے کے باوجود جہنمیوں کو موت نہیں آئے گی۔ حدیث پاک میں ہے: جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا یہاں تک کہ اسے جنت اور جہنم کے درمیان رکھ دیا جائے گا، پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا، اس کے بعد ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ اے اہلِ جنت! تمہیں موت نہیں اور اے اہلِ جہنم! تمہیں موت نہیں۔ چنانچہ اہلِ جنت کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہے گا اور اہلِ جہنم کے غم کا کوئی اندازہ نہ کر سکے گا۔ (بخاری، حدیث: 6548)

آیت 18 سابقہ آیت میں آخرت میں کفار کے مختلف عذابات کا بیان ہوا یہاں ان کے تمام اعمال ضائع ہونے کا بتایا جارہا ہے، ارشاد فرمایا کہ جس طرح تیز آندھی راکھ کو اڑا کر لے جاتی ہے اور اس راکھ کے اجزا اس طرح منتشر ہو جاتے ہیں کہ اس کا کوئی نشان اور خبر باقی نہیں رہتی اسی طرح کافروں کے تمام اعمال کو ان کے کفر نے باطل کر دیا اور ان اعمال کو اس طرح ضائع کر دیا کہ ان کی کوئی خبر اور نشان باقی نہ رہا تو وہ آخرت میں اپنے اعمال کا ثواب نہیں پائیں گے۔ یہی دور کی گمراہی ہے۔ **اہم بات:** آخرت میں وہی نیک اعمال فائدہ دیں گے جو حالتِ ایمان میں کئے اور پھر موت بھی ایمان پر آئی جبکہ حالتِ کفر میں کئے گئے اچھے اعمال یا اگر اعمال کے بعد موت کفر کی حالت میں ہوئی تو ان نیک اعمال کا آخرت میں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ حدیث پاک میں ہے: جس مومن کو دنیا میں کوئی نیکی دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر ظلم نہیں کرے گا، اسے آخرت میں بھی جزا دی جائے گی اور رہا کافر تو اس نے دنیا میں جو اللہ تعالیٰ کے لئے نیکیاں کیں ان کا اجر اسے دنیا میں دے دیا جائے گا اور جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی ایسی نیکی نہ ہوگی جس کی اسے جزا دی جائے۔ (مسلم، حدیث: 2808)

هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ

دور کی گمراہی ہے۔ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے۔ وہ اگر چاہے تو اے لوگو!

يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ

تمہیں لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں۔ اور سب اللہ کے حضور اعلانیہ حاضر ہوں گے تو جو کمزور تھے

الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ

بڑے لوگوں سے کہیں گے: ہم تمہارے تابع تھے تو کیا تم اللہ کے عذاب میں سے کچھ ہم سے دور کر سکتے ہو۔

مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا

وہ کہیں گے: اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم تمہیں بھی ہدایت دیدیتے۔ (اب) ہم پر برابر ہے کہ بے قراری کا اظہار کریں یا صبر کریں۔ ہمارے لئے کہیں کوئی

آیت 19 فرمایا: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے یعنی انہیں باطل اور بیکار پیدا نہیں فرمایا بلکہ ان کی پیدائش میں بڑی حکمتیں ہیں۔ وہ اگر چاہے تو اے لوگو! تمہیں لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے جو تم سے زیادہ اس کی اطاعت گزار ہو کیونکہ واضح ہے آسمان و زمین پیدا کرنے والا نئی مخلوق بھی اسی طرح پیدا کر سکتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس آیت میں کفارِ مکہ سے خطاب ہے کہ اے گروہ کفار! میں تمہیں ختم کر کے تمہاری جگہ اور مخلوق پیدا کر دوں گا جو میری فرمانبردار اور اطاعت گزار ہو گی۔

آیت 20 فرمایا کہ اور یہ نئی مخلوق لانا اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں کیونکہ جو سارے جہان کو فنا اور ایجاد کرنے پر قادر ہے اس کے لئے مخصوص لوگوں کو فنا اور پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

آیت 21 بروزِ قیامت کفار کے آپس میں اور شیطان کے ساتھ بحث کرنے کی خبر دی جا رہی ہے، فرمایا کہ قیامت کے دن سب اپنی قبروں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے حضور اعلانیہ حاضر ہوں گے تاکہ اللہ تعالیٰ ان سے حساب لے اور ان کے اعمال کے مطابق انہیں جزا دے، تو وہ لوگ جو کمزور تھے اور انہوں نے دولت مندوں اور با اثر لوگوں کی پیروی میں کفر اختیار کیا تھا، وہ بڑے لوگوں اور قائدین سے کہیں گے کہ دین اور اعتقاد میں ہم تمہارے تابع تھے تو کیا تم اس بات پر قادر ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو عذاب ہمارے لئے مقرر فرمایا اس میں سے کچھ ہم سے دور کر سکو۔ ان کا یہ کلام توبیخ اور عناد کے طور پر ہو گا کہ دنیا میں تم نے ہمیں گمراہ کیا اور راہِ حق سے روکا تھا، اب اس عذاب میں سے ذرا سا تو ٹال دو۔ کافروں کے سردار اس کے جواب میں کہیں گے: اگر اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں ایمان کی ہدایت دیتا تو ہم تمہیں بھی ہدایت دے دیتے، جب خود ہی گمراہ ہو رہے تھے تو تمہیں کیا راہ دکھاتے، اب خلاصی کی کوئی صورت نہیں، آؤ! روئیں اور فریاد کریں، چنانچہ 500 برس فریاد اور گریہ وزاری کرتے رہیں گے جب یہ کچھ نہ کام آئے گی تو کہیں گے: اب صبر کر کے دیکھو، شاید اس سے کچھ کام نکلے، چنانچہ 500 برس صبر کریں گے، جب وہ بھی کام نہ آئے گا تو کہیں گے کہ اب ہم پر برابر ہے کہ بے قراری کا اظہار کریں یا صبر کریں، ہمارے لئے کہیں کوئی پناہ گاہ نہیں۔

ع ۱۵

مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿٢١﴾ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ

پناہ گاہ نہیں ○ اور جب فیصلہ ہو جائے گا تو شیطان کہے گا: بیشک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا

وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ

اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا تھا وہ میں نے تم سے جھوٹا کیا اور مجھے تم پر کوئی زبردستی نہیں تھی مگر یہی کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میری مان لی

فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ

تو اب مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں اور نہ ہی تم میری فریاد کو پہنچنے والے ہو۔ وہ جو پہلے تم نے مجھے (اللہ کا) شریک

اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٢﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

بنایا تھا تو میں اس شرک سے سخت بیزار ہوں۔ بیشک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے ○ اور وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنتوں میں داخل کیے جائیں گے

آیت 22 جب مخلوق کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا اور حساب کتاب ختم ہو جائے گا، جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے اور جہنمی شیطان کو ملامت کرتے ہوئے کہیں گے کہ بد نصیب! تو نے ہمیں گمراہ کر کے اس مصیبت میں گرفتار کیا تو وہ جواب دے گا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا ہے اور آخرت میں نیکیوں اور بدیوں کا بدلہ ملے گا، اللہ کا وعدہ سچا تھا اور سچا ثابت ہوا اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا تھا کہ نہ مرنے کے بعد اٹھنا ہے، نہ جنت ہے اور نہ دوزخ، وہ میں نے تم سے جھوٹا وعدہ کیا تھا اور مجھے تم پر کوئی زبردستی نہیں تھی اور نہ میں نے اپنے وعدے پر تمہارے سامنے کوئی حجت و برہان پیش کی تھی، بس ہوا یہ کہ میں نے تمہیں وسوسے ڈال کر گمراہی کی طرف بلایا تو تم نے میری مان لی اور حجت و برہان کے بغیر میرے بہکاوے میں آگئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم سے فرمادیا تھا کہ شیطان کے بہکاوے میں نہ آنا اور اللہ تعالیٰ کے رسول اس کی طرف سے واضح دلائل لے کر تمہارے پاس آئے تھے تم پر خود لازم تھا کہ تم ان کی پیروی کرتے اور اُن کے روشن دلائل اور ظاہر معجزات سے منہ نہ پھیرتے اور میری بات نہ مانتے مگر تم نے ایسا نہ کیا، تو اب مجھے ملامت نہ کرو کیونکہ میں دشمن ہوں، میری دشمنی ظاہر ہے اور دشمن سے خیر خواہی کی اُمید حماقت ہے، تم اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے ہو اور وہ جو تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کا اس کی عبادت میں شریک بنایا تھا تو میں اس شرک سے سخت بیزار ہوں۔ بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ درس: اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے اور اپنے انجام کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آیت 23 کافر اور بدکار لوگوں کے حالات بیان کرنے کے بعد اب مومن اور نیکوکار لوگوں کے حالات بیان کئے جارہے ہیں، فرمایا گیا کہ وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ جنتوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ ان میں رہیں گے، وہاں ان کی ملاقات کی دعا "سلام" ہے کیونکہ وہ خود بھی ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہوئے ایک دوسرے کو سلام کریں گے، فرشتے بھی ان کی تعظیم کرتے ہوئے انہیں سلام کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی انہیں سلام کہا جائے گا۔ اہم بات: جنت میں سلام کا معنی یہ ہے کہ وہ دنیا کی آفتوں، حسرتوں یا دنیا کی بیماریوں، دردوں، غموں اور پریشانیوں سے سلامت ہو گئے۔

الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْؕ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا

جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ ان میں رہیں گے، وہاں اُن کی ملاقات کی دعا،

سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ

سلام ہے○ کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نے کلمہ پاک کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے جیسے ایک پاکیزہ درخت ہو جس کی جڑ قائم ہو

وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَاؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ

اور اس کی شاخیں آسمان میں ہوں○ ہر وقت اپنے رب کے حکم سے پھل دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَ مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِیْثَةِ ﹰاجْتُثَّتْ مِنْ

بیان فرماتا ہے تاکہ وہ سمجھیں○ اور گندی بات کی مثال اس گندے درخت کی طرح ہے جو زمین کے اوپر

فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ

سے کاٹ دیا گیا ہو تو اب اسے کوئی قرار نہیں○ اللہ ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ثابت

آیت 24، 25 ان دو آیات میں کلمۂ ایمان کی مثال بیان کی جارہی ہے، فرمایا گیا: کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کلمۂ پاک کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے، جس طرح کھجور کے درخت کی جڑیں زمین کی گہرائی میں موجود اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر وقت پھل دیتا ہے، ایسے ہی کلمۂ ایمان ہے کہ اس کی جڑ مومن کے دل کی زمین میں ثابت اور مضبوط ہوتی ہے، شاخیں یعنی عمل آسمان میں پہنچتے ہیں اور ثمرات یعنی برکت و ثواب ہر وقت حاصل ہوتے ہیں۔ آیت میں مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں اس لئے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور ایمان لائیں کیونکہ مثالوں سے معنی اچھی طرح دل میں اتر جاتے ہیں۔ اہم بات: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (اس آیت میں) پاکیزہ بات سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنا اور پاکیزہ درخت سے کھجور کا درخت مراد ہے۔ پاکیزہ درخت سے متعلق اور بھی اقوال ہیں۔

آیت 26 یہاں کفریہ کلام کی مثال بیان کی جارہی ہے کہ اس کی مثال اندرائن جیسے کڑوے اور بدبودار پھل کے درخت کی طرح ہے جو زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا ہو تو اب اسے کوئی قرار نہیں کیونکہ اس کی جڑیں زمین میں ثابت و مستحکم نہیں اور نہ اس کی شاخیں بلند ہوتی ہیں، یہی حال کفریہ کلام کا ہے کہ اس کی کوئی اصل ثابت نہیں، نہ وہ کوئی دلیل و حجت رکھتا ہے جس سے اسے استحکام ملے اور نہ اس میں خیر و برکت ہے کہ قبولیت کی بلندی پر پہنچ سکے۔

آیت 27 اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی میں کلمۂ ایمان پر ثابت رکھتا ہے کہ وہ آزمائش اور مصیبت کے وقتوں میں بھی صبر کرتے اور ایمان پر قائم رہتے ہیں، راہِ حق اور سیدھے دین سے نہیں ہٹتے حتّٰی کہ ان کی زندگی کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے اور آخرت یعنی قبر میں بھی نکیرین کے سوالات کے وقت اور دوسری جگہوں میں ثابت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گمراہ کرتا ہے تو وہ درست جواب کی طرف ہدایت نہیں پاتے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ **اہم بات:** قبر بھی آخرت میں سے ہے کیونکہ یہ آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے۔

الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙۛ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿٢٧﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى

رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے○ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا

الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ

جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر اتار ڈالا○ جو دوزخ ہے اس میں داخل ہوں گے

وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٢٩﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ

اور وہ کیا ہی ٹھہرنے کی بری جگہ ہے○ اور انہوں نے اللہ کے لیے برابر والے قرار دیے تاکہ اس کی راہ سے بھٹکا دیں، تم فرماؤ: فائدہ اٹھالو پھر بیشک تمہیں

اِلَى النَّارِ ﴿٣٠﴾ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

آگ کی طرف لوٹنا ہے○ میرے ان بندوں سے فرماؤ جو ایمان لائے کہ نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ ہماری راہ میں پوشیدہ

وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿٣١﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اور اعلانیہ خرچ کریں اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ کوئی تجارت ہوگی اور نہ دوستی○ اللہ ہی ہے جس نے آسمان

آیت 28،29 یہاں کفار کے برے احوال کا ذکر ہو رہا ہے، چنانچہ ان دو آیات میں فرمایا گیا: کیا تم نے کفارِ مکہ کو نہ دیکھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وجود سے کفارِ قریش کو نوازا، اس لئے ان پر لازم تھا کہ وہ اس نعمتِ جلیلہ کا شکر بجالاتے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی کر کے مزید کرم کے حق دار ہوتے لیکن انہوں نے ناشکری کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا انکار کیا اور اپنی قوم کو جو دین میں ان کے موافق تھے، ہلاکت کے گھر دوزخ میں پہنچا دیا اس میں داخل ہوں گے اور وہ کیا ہی ٹھہرنے کی بری جگہ ہے۔ درس: برا ساتھی دوسرے کو جہنم کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے اور اسے تباہی کے گھر میں اتار دیتا ہے، اس لئے کافروں، منافقوں اور بدمذہبوں کی صحبت سے خود کو بچانا نہایت ضروری ہے۔

آیت 30 فرمایا کہ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے برابر والے قرار دیئے تاکہ لوگوں کو ہدایت کی راہ اور سچے دین سے بھٹکا دیں، اے حبیب! آپ ان کفار سے فرماؤ کہ تم دنیا میں چند دن فائدہ اٹھالو پھر اس کے بعد تمہیں جہنم ہی کی طرف جانا ہے۔

آیت 31 ارشاد فرمایا: اے حبیب! میرے ان بندوں سے فرمادیں جو ایمان لائے کہ فرض نمازیں ان کے تمام ارکان و شرائط کے ساتھ ادا کریں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ ہماری راہ میں پوشیدہ اور اعلانیہ اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کریں جس میں نہ کوئی تجارت ہوگی کہ خرید و فروخت یعنی مالی معاوضے اور فدیے سے ہی کچھ نفع اُٹھایا جا سکے اور نہ دوستی کہ اس سے نفع اٹھایا جائے بلکہ بہت سے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔ اہم بات: اس آیت میں نفسانی اور طبعی دوستی کی نفی ہے جبکہ ایمانی دوستی جو محبت الٰہی کے سبب ہو، وہ باقی رہے گی جیسا قرآن پاک میں فرمایا: اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔ (سورۂ زخرف: 67)

آیت 32 سعادت کا حصول معرفت الٰہی سے ہوتا ہے اور بدبختی کا سبب اس معرفت سے محرومی ہے، اس لئے سعادت مندوں اور

وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ

اور زمین بنائے اور آسمان سے پانی اتارا تو اس کے ذریعے تمہارے کھانے کیلئے کچھ پھل نکالے اور کشتیوں کو تمہارے قابو

الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

میں دیدیا تاکہ اس کے حکم سے دریا میں چلے اور دریا تمہارے قابو میں دیدیئے○ اور تمہارے لیے سورج اور چاند کو کام پر لگادیا جو

دَآىٕبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۗ وَاِنْ تَعُدُّوْا

برابر چل رہے ہیں اور تمہارے لیے رات اور دن کو مسخر کردیا○ اور اس نے تمہیں وہ بھی بہت کچھ دیدیا جو تم نے اس سے مانگا اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو

بدبختوں کے احوال کے بعد اس معرفت کے حصول کے دلائل بیان کئے گئے ہیں، فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو بغیر کسی چیز کے پیدا فرمایا، آسمان سے بارش کا پانی نازل فرمایا جس کے ذریعے درختوں اور کھیتیوں کی نشو ونما ہوئی تو ان پر تمہارے کھانے کے لئے پھل اُگے، کشتیوں کو تمہارے قابو میں دے دیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا میں چلیں، تم ان کشتیوں پر سوار ہوتے ہو اور ان کے ذریعے ایک شہر سے دوسرے شہر اپنے سازوسامان کی نقل وحمل کرتے ہو اور دریاؤں کا پانی بھی تمہارے قابو میں دے دیا۔ تو اے مشرکو! عبادت اور اطاعت کا مستحق وہی ہے جس کے یہ اوصاف ہیں، تمہارے بت جو نہ خود کو نفع نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں اور نہ کسی دوسرے کو، وہ ہرگز عبادت کے لائق نہیں۔

آیت 33 ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے سورج اور چاند کو تمہارے لئے کام پر لگادیا، دن میں سورج طلوع ہوتا اور رات میں چاند نکل آتا ہے تاکہ تمہاری جانوں اور معاش کی درستی رہے، جب سے اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو پیدا فرمایا ہے تب سے وہ اپنے اپنے محل میں گردش کررہے ہیں اور اسی طرح قیامت تک گردش کرتے رہیں گے، گردش کی وجہ سے نہ کمزور پڑیں گے اور نہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ہی نے تمہارے منافع کے لیے رات اور دن کو مسخر کردیا، رات جاتی ہے تو دن آجاتا ہے، دن ختم ہوتا ہے تو رات آجاتی ہے، دن میں تم اپنے معاش کے کام اور رات میں آرام کرتے ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی تم پر رحمت ہے۔

آیت 34 سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان عظیم ترین نعمتوں کا ذکر فرمایا جو اس نے اپنے بندوں پر فرمائیں یہاں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو صرف یہی نعمتیں عطا نہیں کیں بلکہ ان کی بے شمار منہ مانگی مرادیں بھی پوری فرمائی ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: "اور اس نے تمہیں وہ بھی بہت کچھ دے دیا جو تم نے اس سے مانگا" مفسرین نے اس کے مختلف معانی بیان فرمائے ہیں: (1) تم نے جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگا اس میں سے کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت اور حکمت کے مطابق عطا فرمادیا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہر وہ چیز عطا کردی جس کی اسے حاجت اور ضرورت تھی، چاہے اس نے زبان سے سوال نہ کیا ہو بلکہ زبان حال سے مانگا ہو۔ آیت میں مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر نعمتیں اتنی زیادہ ہیں کہ اگر کوئی انہیں شمار کرنا چاہے تو ان کی کثرت کی وجہ سے شمار ہی نہیں کرسکتا۔ بے شک انسان اپنی جان پر بڑا ظلم کرنے والا اور اپنے رب کی نعمت کا بڑا ناشکرا ہے۔ **اہم بات:** صرف پانی، آکسیجن، سورج، دل، جگر، گردے اور آنکھوں پر ہی غور کرلیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے جو جو نعمتیں رکھی ہیں وہ شمار ہو سکتی ہیں یا نہیں، بقیہ نعمتوں کا معاملہ تو اس سے کہیں آگے ہے۔

نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ ع وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ

تو انہیں شمار نہ کرسکو گے، بیشک انسان بڑا ظالم ناشکرا ہے ۝ اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی: اے میرے رب! اس شہر کو امن والا

هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ؕ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا

بنادے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت کرنے سے بچائے رکھ ۝ اے میرے رب! بیشک بتوں نے بہت سے لوگوں کو

مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَاۤ اِنِّیْۤ

گمراہ کردیا تو جو میرے پیچھے چلے تو بیشک وہ میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے ۝ اے ہمارے رب! میں نے اپنی

آیت 35 فرمایا کہ اور یاد کرو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے رب! اس شہر مکہ مکرمہ کو امن والا شہر بنادے کہ قیامت کے قریب دنیا کے ویران ہونے کے وقت تک یہ شہر ویرانی سے محفوظ رہے یا اس شہر والے امن میں ہوں اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت کرنے سے بچائے رکھ۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو ویران ہونے سے محفوظ فرمادیا، کوئی اس مقدس شہر کو ویران کرنے پر قادر نہ ہوا نیز اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا کہ اس میں نہ کسی انسان کا خون بہایا جائے، نہ کسی پر ظلم کیا جائے، نہ وہاں شکار مارا جائے اور نہ سبزہ کاٹا جائے۔ (2) انبیاء علیہم السلام بت پرستی اور تمام گناہوں سے معصوم ہیں اور آپ کا یہ دعا کرنا بارگاہِ الٰہی میں عاجزی اور محتاجی کے اظہار کے لئے ہے کہ باوجودیکہ تو نے اپنے کرم سے معصوم کیا لیکن ہم تیرے فضل و رحمت کی طرف دستِ احتیاج دراز رکھتے ہیں۔

آیت 36 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ اے میرے رب! بیشک بتوں کی وجہ سے بہت سے لوگ ہدایت اور حق کے راستے سے دور ہو گئے حتّٰی کہ وہ بتوں کو پوجنے لگے اور تیرے ساتھ کفر کرنے لگ گئے تو جو میرے یعنی اطاعت و فرمانبرداری کے طریقے پر ہو تو بیشک وہ میری سنت پر عمل پیرا ہے اور جو میرا نافرمان ہو تو اس کا معاملہ تیرے ہی حوالے ہے، بیشک تو گنہگاروں کے گناہوں کو اپنے فضل سے بخشنے والا ہے اور اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے اور لوگوں میں سے جسے چاہے معاف فرمادے۔ **اہم بات:** دعائے مغفرت صرف مومن کے لئے ہوسکتی ہے، کافر کے لئے بخشش کی صورت نہیں سوائے اس کے کہ وہ ایمان لے آئے۔

آیت 37 حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سرزمین شام میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے پیدا ہوئے جبکہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی، اس وجہ سے ان کے دل میں کچھ جذبات پیدا ہوئے اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ آپ ہاجرہ اور ان کے بیٹے کو میرے پاس سے جدا کردیجئے۔ حکمتِ الٰہی نے یہ ایک سبب پیدا کیا تھا چنانچہ وحی آئی کہ آپ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اس سرزمین میں لے جائیں جہاں اب مکہ مکرمہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کے نزدیک لائے اور ایک توشہ دان میں کھجوریں اور ایک برتن میں پانی دے کر واپس ہوئے۔ یہاں اُس وقت نہ کوئی آبادی تھی نہ چشمہ۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: آپ کہاں جاتے ہیں اور ہمیں اس وادی میں انیس و رفیق کے بغیر چھوڑے جاتے ہیں؟ لیکن آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے چند مرتبہ یہی عرض کیا اور جواب نہ پایا تو کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ یہ سن کر انہیں اطمینان ہوگیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لے گئے اور بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی: "اے ہمارے رب! میں

أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ

کچھ اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں ٹھہرایا ہے جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔ اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم

فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴿٣٧﴾

رکھیں تو تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے اور انہیں پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ وہ شکر گزار ہو جائیں ○

رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ ۗ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِن شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا

اے ہمارے رب! تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اور اللہ پر زمین اور آسمان میں کوئی بھی

فِي السَّمَاءِ ﴿٣٨﴾ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ

شے پوشیدہ نہیں ○ تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل و اسحاق دیئے۔ بیشک میرا رب دعا

نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں ٹھہرایا ہے جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔ اے میرے رب! میں نے اپنی اولاد کو ناقابلِ زراعت وادی میں اس لئے ٹھہرایا تاکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور اُن کی اولاد اس وادی میں تیرے ذکر و عبادت میں مشغول ہوں اور تیرے بیتِ حرام کے پاس نماز قائم کریں۔ اے اللہ! تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے تاکہ وہ اس وادی کے اطراف اور دیگر شہروں سے یہاں آئیں اور ان کے دل اس پاکیزہ مکان کی زیارت کے شوق میں کھنچیں اور انہیں پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ وہ شکر گزار ہو جائیں۔ "حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو دودھ پلانے لگیں، جب ان کے پاس موجود پانی ختم ہو گیا اور صاحب زادے کا حلق شریف پیاس سے خشک ہو گیا تو آپ پانی کی جستجو یا آبادی کی تلاش میں صفا و مروہ کے درمیان دوڑیں، ایساسات مرتبہ ہوا حتی کہ فرشتے کے پر مارنے یا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے قدم مبارک سے اس خشک زمین میں چشمہ زمزم نمودار ہوا۔ اہم باتیں:

(1) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور قبیلہ جُرہم یہاں آکر آباد ہوا، نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ثمرہ ہے کہ گرمی سردی، بہار خزاں کی مختلف فصلوں کے میوے وہاں بیک وقت موجود ملتے ہیں۔ (2) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں ڈالے جانے کے واقعہ میں دعا نہ فرمائی تھی جبکہ اس واقعہ میں دعا کی اور عاجزی کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر اعتماد کرکے دعا نہ کرنا بھی توکل اور بہتر ہے لیکن مقام دعا اس سے افضل ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس دوسرے واقعہ میں دعا فرمانا افضل کام کو اختیار کرنا ہے۔

آیت 38 عرض کی کہ اے ہمارے رب! تو ہمارے حالات، ہماری ضرورتوں اور ہمارے نقصانات کو جانتا ہے اور تو ہم پر ہم سے زیادہ رحم فرماتا ہے، اس لئے تیری بارگاہ میں ہمیں دعا کرنے کی حاجت تو نہیں لیکن ہم تیرے حضور دستِ دعا اس لئے بلند کرتے ہیں تاکہ ہم تیرے آگے اپنی بندگی کا اظہار کریں، تیری عظمت و جلال سے خوف کھائیں۔ آیت میں مزید فرمایا: "اور اللہ پر زمین اور آسمان میں کوئی بھی شے پوشیدہ نہیں۔" یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کے طور اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا ہے یا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہی کلام ہے اور معنی یہ ہے کہ جو ہر جگہ میں چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے اس سے کوئی بھی چیز پوشیدہ نہیں۔

آیت 39 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک اور فرزند کی دعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی تو آپ نے اس کا شکر ادا کرتے ہوئے عرض کیا: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے کے باوجود حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام دیئے۔

الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾

سننے والا ہے ○ اے میرے رب! مجھے اور کچھ میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا رکھ، اے ہمارے رب اور میری دعا قبول فرما○

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ ع وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ

اے ہمارے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہوگا○ اور (اے سننے والے!) ہرگز اللہ کو ان کاموں سے

ع ۶ ۱۸

غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾

بے خبر نہ سمجھنا جو ظالم کررہے ہیں۔ اللہ انہیں صرف ایک ایسے دن کیلئے ڈھیل دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی○

مُهْطِعِیْنَ مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ لَا یَرْتَدُّ اِلَیْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَ اَنْذِرِ

لوگ بے تحاشا اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے دوڑتے جارہے ہوں گے، ان کی پلک بھی ان کی طرف نہیں لوٹ رہی ہوگی اور ان کے دل خالی ہوں گے○ اور لوگوں

بیشک میرا رب میری دعا قبول فرمانے والا ہے۔ **اہم بات:** حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ولادت اس وقت ہوئی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 99 برس اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت اس وقت ہوئی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک 112 برس تھی۔

آیت 40 مزید عرض کی: اے میرے رب! مجھے اور کچھ میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا رکھ، اے ہمارے رب اور میری دعا قبول فرما۔ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بعض افراد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے بتانے سے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ کافر ہوں گے اس لئے آپ نے اپنی بعض اولاد کے لئے نمازوں کی پابندی اور محافظت کی دعا کی۔

آیت 41 مزید عرض کی: اے ہمارے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہوگا۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں ماں باپ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی والدین مراد ہیں اور وہ دونوں مومن تھے، اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ (2) اس آیت سے دعا کے چند آداب معلوم ہوئے: (۱) دعا اپنی ذات سے شروع کرے (۲) ماں باپ کو دعا میں شامل رکھے (۳) ہر مسلمان کے حق میں دعائے خیر کرے (۴) آخرت کی دعا ضرور مانگے، صرف دنیا کی حاجات پر قناعت نہ کرے۔

آیت 42 ارشاد فرمایا: اے سننے والے! تم یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو سزا نہیں دے گا اور نہ ظالموں سے عذاب مؤخر ہونے کی وجہ سے غمزدہ ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں بغیر عذاب کے صرف ایک ایسے دن کے لئے ڈھیل دے رہا ہے جس میں دہشت کے مارے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ **اہم بات:** اس آیت میں ہر مظلوم کے لئے تسلی اور ہر ظالم کے لئے وعید ہے۔

آیت 43 قیامت کے دن کی دہشت اور ہولناکی سے لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ اپنے سروں کو اٹھائے عرصۂ محشر کی طرف بلانے والے یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام کی طرف بے تحاشا دوڑتے جارہے ہوں گے اور ان کی پلک تک نہ جھپک رہی ہوگی کہ اپنے آپ کو ہی دیکھ سکیں اور ان کے دل حیرت کی شدت اور دہشت کے مارے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے خالی ہوں گے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دل سینوں سے نکل کر گلوں میں آ پھنسیں گے، نہ باہر نکل سکیں گے نہ اپنی جگہ واپس جا سکیں گے۔

آیت 44 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرائیں، اس دن جب ان پر عذاب آئے گا تو شرک اور گناہ

النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۙ

لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا تو ظالم کہیں گے: اے ہمارے رب! تھوڑی دیر تک ہمیں مہلت دیدے

نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۗ أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُم مِّن قَبْلُ مَا لَكُم مِّن زَوَالٍ ﴿٤٤﴾

تاکہ ہم تیری دعوت کو قبول کرلیں اور رسولوں کی غلامی کرلیں ۔ (کہا جائے گا، اے کافرو!) تو کیا تم پہلے قسم نہ کھاچکے تھے کہ تمہیں (تو دنیا سے) ہٹنا ہی نہیں ○

وَسَكَنتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا

اور تم ان کے گھروں میں رہے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تمہارے لئے بالکل واضح ہوگیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور ہم نے تمہارے

لَكُمُ الْأَمْثَالَ ﴿٤٥﴾ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِندَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ ۖ وَإِن كَانَ مَكْرُهُمْ

لئے مثالیں بیان کیں ○ اور بیشک انہوں نے اپنی سازش کی اور ان کی سازش اللہ کے قابو میں تھی اور ان کی سازش کوئی ایسی نہیں تھی کہ

اس دن اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے کہیں گے: اے ہمارے رب! تھوڑی دیر کے لئے ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے اور ہمیں مہلت دیدے تاکہ ہم سے جو قصور ہوچکے ان کی تلافی کرتے ہوئے تیری توحید کی دعوت کو قبول کرلیں اور تیرے رسولوں علیہم السلام کی پیروی کرلیں ۔ اس پر انہیں ڈانٹ ڈپٹ کی جائے گی اور فرمایا جائے گا: کیا تم پہلے دنیا میں اس بات کی قسمیں نہ کھاچکے تھے کہ مرنے کے بعد بھی تم اسی حالت میں رہوگے اور آخرت کے گھر کی طرف منتقل نہ ہوگے؟

آیت 45 فرمایا کہ تم ان لوگوں کے گھروں میں رہے جنہوں نے کفر اور گناہوں کا ارتکاب کرکے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا جیسے قومِ نوح، عاد اور ثمود وغیرہ کہ تم انہی کی بستیوں میں دورانِ سفر ٹھہرتے تھے یا ان کے قرب وجوار سے گزرتے تھے اور تمہارے لئے بالکل واضح ہوگیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا، تم نے اپنی آنکھوں سے اُن کے گھروں میں عذاب کے آثار دیکھے اور تمہیں ان کی ہلاکت و بربادی کی خبریں ملیں، یہ سب کچھ دیکھ اور جان کر تم نے عبرت کیوں نہ حاصل کی اور کفر سے کیوں باز نہ آئے۔ ہم نے تمہیں مثالیں دے کر بتا دیا تاکہ تم تدبیر کرو اور سمجھو، عذاب اور ہلاکت سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ درس: یہاں ہمارے لئے بھی بڑی عبرت و نصیحت ہے کہ سابقہ عذاب یافتہ قوموں کے اعمال کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور دوسروں کے انجام سے عبرت پکڑتے ہوئے نافرمانی سے باز آجائیں۔

آیت 46 اہل مکہ نے اسلام کو مٹانے اور کفر کی تائید کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سازش کرتے ہوئے یہ ارادہ کیا تھا کہ آپ کو شہید کردیا جائے یا قید کرلیا جائے یا مکہ سے نکال دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی سازش اللہ کے علم میں تھی اور ان کی سازش کوئی ایسی نہیں تھی کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات اور شریعتِ مصطفیٰ کے احکام جو اپنی قوت وثبات میں مضبوط پہاڑوں کی مانند ہیں، محال ہے کہ کافروں کے مکر اور اُن کی حیلہ انگیزیوں سے وہ اپنی جگہ سے ٹل سکیں۔ کفارِ مکہ کی اس سازش کی تفصیل سورۂ انفال کی آیت 30 کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ تو تم ہرگز خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا۔ بیشک اللہ

عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ؕ﴿۴۷﴾ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا

غالب بدلہ لینے والا ہے۔ یاد کرو جس دن زمین کو دوسری زمین سے اور آسمانوں کو بدل دیا جائے گا اور تمام لوگ ایک اللہ کے حضور نکل کھڑے

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَ تَرَى الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَىٕذٍ مُّقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾

ہوں گے جو سب پر غالب ہے۔ اور اس دن تم مجرموں کو بیڑیوں میں ایک دوسرے سے بندھا ہوا دیکھو گے۔

سَرَابِیْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِیَجْزِیَ اللّٰهُ كُلَّ

ان کے کرتے تارکول کے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی۔ تاکہ اللہ ہر جان کو اس کی کمائی کا

آیت 47 ارشاد فرمایا: اے سننے والے! تم ہرگز ایسا خیال نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں علیہم السلام سے کئے ہوئے وعدے کے خلاف کرے گا، یہ ممکن ہی نہیں وہ ضرور وعدہ پورا کرے گا اور اپنے رسول کی مدد فرمائے گا، ان کے دین کو غالب کرے گا اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے، اسے کوئی شے عاجز نہیں کر سکتی اور وہ اپنے نافرمانوں سے بدلہ لینے والا ہے۔

آیت 48 فرمایا کہ یاد کرو! جب قیامت کے دن زمین کو دوسری زمین سے اور آسمانوں کو بدل دیا جائے گا اور تمام لوگ اپنی قبروں سے ایک اللہ تعالیٰ کے حضور نکل کھڑے ہوں گے جو سب پر غالب ہے۔ **اہم بات:** زمین و آسمان کی تبدیلی کے متعلق دو قول ہیں: (1) ان کے اوصاف بدل دیئے جائیں گے مثلاً زمین ایک سطح ہو جائے گی، اُس پر پہاڑ، بلند ٹیلے، گہرے غار، درخت، عمارت اور بستی وغیرہ کا نشان اور آسمان پر کوئی ستارہ نہ رہے گا اور سورج و چاند کی روشنیاں معدوم ہو جائیں گی۔ (2) آسمان و زمین کی ذات ہی بدل دی جائے گی، اس زمین کی جگہ ایک دوسری چاندی کی زمین ہو گی، سفید و صاف ہو گی جس پر نہ کبھی خون بہایا گیا ہو نہ گناہ کیا گیا ہو گا اور آسمان سونے کا ہو گا۔ یہ دونوں قول ایک دوسرے کے مخالف نہیں وہ اس طرح کہ پہلی مرتبہ زمین و آسمان کی صفات تبدیل ہوں گی اور دوسری مرتبہ حساب کے بعد دوسری تبدیلی ہو گی، اس میں زمین و آسمان کی ذاتیں ہی بدل جائیں گی۔

آیت 49 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ قیامت کے دن کافروں کو بیڑیوں میں اپنے شیطانوں کے ساتھ بندھا ہوا دیکھیں گے۔ **اہم بات:** محشر میں کفار و مومن ظاہری علامات سے ہی پہچان لئے جائیں گے کہ کافروں کے منہ کالے، ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے اور پاؤں بیڑیوں میں بندھے ہوئے ہوں گے جبکہ مومنوں کا حال اس کے برعکس بہتر ہو گا۔

آیت 50 قیامت کے دن کافروں کے کرتے سیاہ رنگ اور بدبودار تارکول کے ہوں گے جن سے آگ کے شعلے اور زیادہ تیز ہو جائیں گے اور وہ شعلے اتنے بلند ہوں گے کہ آگ ان کے چہروں کو ڈھانپ لے گی۔ **اہم بات:** تفسیر بیضاوی میں ہے کہ ان کے بدنوں پر رال لیپ دی جائے گی تو وہ کرتے کی طرح ہو جائے گی، اس کی سوزش اور رنگ کی وحشت و بدبو سے تکلیف پائیں گے۔

آیت 51 اللہ تعالیٰ کافروں کو یہ سزا اس لئے دے گا تاکہ وہ ہر مجرم شخص کو اس کے کئے ہوئے کفر اور گناہوں کا ایسا بدلہ دے جو

نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ لِیُنْذَرُوْا

بدلہ دے، بیشک اللہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے○ یہ لوگوں کیلئے تبلیغ ہے اور اس لیے کہ انہیں اس کے ذریعے ڈرایا

بِهٖ وَ لِیَعْلَمُوْۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ لِیَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

جائے اور تاکہ وہ جان لیں کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں○

آیاتها ۹۹	۱۵ سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ ۵۴	رکوعاتها ۶

سورۂ حجر مکیہ ہے، اس میں ننانوے آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓرٰ ۫ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ وَ قُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱﴾

الٓرٰ، یہ کتاب اور روشن قرآن کی آیتیں ہیں○

ان کے جرم کے مطابق ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔

آیت 52 ﴿ نزولِ قرآن کی حکمتیں بیان کی جارہی ہیں، فرمایا گیا کہ اس قرآن میں لوگوں کے لئے تبلیغ اور نصیحت ہے یعنی یہ لوگوں کو تبلیغ کے لئے نازل کیا گیا ہے اور اس لئے کہ اس میں موجود عبرت انگیز واقعات اور زجر و توبیخ کے ذریعے لوگوں کو ڈرایا جائے اور تاکہ لوگ اس کی آیات سے اللہ تعالیٰ کی توحید کی دلیلیں پائیں اور تاکہ عقل والے اور سمجھدار لوگ اس قرآن کے ذریعے نصیحت حاصل کریں۔

سورۂ حجر کا تعارف ﴿ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 6 رکوع اور 99 آیتیں ہیں۔ "حِجْر" مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک وادی کا نام ہے، اس سورت کی آیت 80 تا 84 میں اُس وادی میں رہنے والی قوم ثمود کا واقعہ بیان ہوا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "حِجْر" رکھا گیا۔ **خلاصۂ مضامین:** سورۂ حجر میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و قدرت، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت، مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزا ملنے کو دلائل سے ثابت، اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک کی حفاظت کی ذمہ داری خود لینے کا بیان، انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ کفار و مشرکین کا طرزِ عمل، متقی لوگوں کی اُخروی جزا، آسمان کو مردود شیطانوں سے محفوظ کئے جانے کا ذکر، حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق، فرشتوں کے سجدہ کرنے، شیطان کے سجدہ نہ کرکے مردود ہونے اور شیطان کے مہلت طلب کرنے کا واقعہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان فرشتوں کا واقعہ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تسلی کے لئے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت شعیب علیہ السلام اور اصحاب ایکہ، حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

آیت 1 ﴿ ارشاد فرمایا: "الٓرٰ" یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اس سورت کی آیات کتاب اور روشن قرآن کی آیتیں ہیں۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ② ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَ يَتَمَتَّعُوْا

کافر بہت آرزوئیں کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے○ تم چھوڑ دو انہیں کہ کھائیں اور مزے اڑائیں

وَ یُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ③ وَ مَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا وَ لَهَا

اور امید انہیں غفلت میں ڈالے رکھے تو جلد وہ جان لیں گے○ اور ہم نے جو بستی ہلاک کی اس کیلئے ایک

كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ④ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ⑤

مقرر مدت لکھی ہوئی ہے○ کوئی گروہ اپنی مدت سے نہ آگے بڑھے گا اور نہ پیچھے ہٹے گا○

آیت 2 نزع کے وقت عذاب دیکھ کر یا آخرت میں قیامت کی سختیاں، ہولناکیاں، اپنا دردناک انجام اور برا ٹھکانہ دیکھ کر یا جب گنہگار مسلمانوں کو جہنم سے نکالا جا رہا ہو گا تب کفار یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے۔ ایک قول یہ ہے کہ کافر جب بھی اپنے عذاب کے احوال اور مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھیں گے تو ہر مرتبہ یہ آرزو کریں گے۔ **اہم بات:** بروزِ قیامت مسلمان بھی تمنا کرے گا، گناہگار مسلمان تو تمنا کرے گا کہ کاش گناہوں کی جگہ نیکیاں کی ہوتیں جبکہ نیک مومن زیادہ نیکیوں کی تمنا کرے گا بلکہ اپنے نیک اعمال میں زیادتی کے لئے دنیا میں بھیجے جانے کی آرزو کرے گا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: اگر کوئی بندہ اپنی پیدائش کے دن سے اپنے چہرے کے بل گر جائے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں بوڑھا ہو کر مر جائے تو اس دن اس عبادت کو حقیر سمجھے گا اور تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹایا جائے تاکہ وہ اجر و ثواب اور زیادہ کرے۔ (مسند امام احمد، حدیث: 17667)

آیت 3 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان مشرکوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں، اس دنیا میں جتنا انہوں نے کھانا ہے کھالیں اور دنیا کی لذتوں اور شہوتوں کے اس وقت تک مزے اڑالیں جو ان کے لئے مقرر ہے۔ دنیا کے فائدے حاصل کرنے کی لمبی امید نے انہیں ایمان، اطاعت و قربِ الٰہی تک لے جانے والے اعمال سے غافل کیا ہوا ہے۔ عنقریب جب وہ قیامت کے دن اپنے کفر و شرک کے عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو خود جان جائیں گے کہ دنیا کی زندگی میں لذتوں اور شہوتوں میں مشغول رہ کر وہ کتنے بڑے نقصان کا شکار ہوئے۔ **اہم بات:** لمبی امیدوں میں گرفتار اور لذاتِ دنیا کی طلب میں غرق ہو جانا ایماندار کی شان نہیں۔ حدیث پاک میں ہے: مجھے اپنی امت پر دو باتوں کا زیادہ خوف ہے: (1) خواہشات کی پیروی (2) لمبی امید۔ کیونکہ خواہشات کی پیروی کرنا حق سے روکتا ہے اور لمبی امیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں۔ (شعب الایمان، حدیث: 10616)

آیت 4 فرمایا کہ اے حبیب! آپ سے پہلے جن بستیوں کے باشندوں کو ہم نے ہلاک کیا ان کے لئے ایک مُعَیَّن وقت لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا تھا، ہم نے انہیں وہ وقت آنے سے پہلے ہلاک نہیں کیا اور جب وہ وقت آگیا تو ہم نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ اے حبیب! اسی طرح مشرکینِ مکہ کو بھی ہم اسی وقت ہلاک کریں گے جب ان کا لکھا ہوا معین وقت آجائے گا کیونکہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ میں معین وقت آنے سے پہلے کسی بستی کے باشندوں کو ہلاک نہیں فرماتا۔

آیت 5 فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جس گروہ کی ہلاکت کا جو وقت معین کر دیا ہے وہ اسی وقت میں ہلاک ہو گا، اس معین وقت سے کوئی گروہ نہ آگے بڑھ سکے گا نہ پیچھے ہٹ سکے گا۔

وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ؕ﴿۶﴾ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا

اور کافروں نے کہا: اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے! بیشک تم مجنون ہو۔ اگر تم سچے ہو تو

بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷﴾ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ

ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتے؟ ہم فرشتوں کو حق فیصلے کے ساتھ ہی اتارتے ہیں

وَمَا كَانُوْۤا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ﴿۸﴾ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ

اور جب وہ اترتے ہیں تو لوگوں کو مہلت نہیں دی جاتی۔ بیشک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور بیشک ہم خود اس کی

آیت 6 سابقہ آیات میں کفار کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا، اب ان کے سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کے متعلق شبہات ذکر کرکے جوابات دیئے جارہے ہیں، فرمایا: کفارِ مکہ نے کہا: اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے! بیشک تم مجنون ہو۔
اہم بات: مشرکین مکہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مذاق اڑاتے ہوئے آپ کی طرف جنون کی نسبت کرتے تھے، اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ عموماً لوگ جب کسی سے ایسا کلام سنتے ہیں جو ان کی عقل میں نہ آئے تو اس قائل کو مجنون سمجھتے ہیں یہی حال مشرکین مکہ کا تھا کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اپنی رسالت، قرآن کی حقانیت اور قیامت کے وقوع کی خبر دی تو یہ ان کے لئے نہایت تعجب انگیز تھی، نیز ان کا یہ کلام انجان لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دور کرنے کے لئے پروپیگنڈا تھا۔ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت وشان کے لئے کفار کے اس بہتان کا جواب اللہ تعالیٰ نے سورہ قلم میں خود دیوں دیا تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔ (سورۂ قلم، آیت:2)

آیت 7 کفارِ مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: اگر آپ اپنی اس بات میں سچے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر ہماری طرف مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے تو پھر آپ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتے تاکہ وہ آپ کے دعوے کی سچائی پر گواہی دیں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے تو آپ کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے فرشتہ بھی بھیج سکتا ہے۔

آیت 8 کفار کے اعتراض کا جواب دیا جارہا ہے کہ قانونِ الٰہی یہ ہے کہ وہ فرشتوں کو ان لوگوں پر ظاہر فرماتا ہے جن کی طرف اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہو یا جن پر عذاب نازل کرنا مقصود ہو، اگر مشرکین کے مطالبے کے مطابق اللہ تعالیٰ ان کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ نشانی کے طور پر فرشتہ بھیج دیتا اور اس کے بعد بھی وہ کفر پر قائم رہتے تو پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی بلکہ سابقہ قوموں کی طرح اسی وقت عذاب میں گرفتار کردیئے جاتے لیکن چونکہ یہ امت قیامت تک باقی رہے گی، اسی میں بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے ہوں گے اس لئے کفار کا یہ مطالبہ منظور نہ کیا گیا۔

آیت 9 کفار کے اس قول "اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے" کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا: اے حبیب! بیشک ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے اور ہم خود تحریف، تبدیلی، زیادتی اور کمی سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔ اہم بات: تمام جن وانس اور ساری مخلوق میں یہ طاقت نہیں کہ قرآن کریم میں سے ایک حرف کی کمی بیشی یا تبدیلی کرسکے اور یہ قرآن شریف کی خصوصیت ہے۔ قرآن کریم کی یہ حفاظت کئی طرح سے ہے: (1) قرآن کریم کو معجزہ بنایا کہ بشر کا کلام اس میں مل ہی نہ سکے۔ (2) اس کو معارضے اور

لَحٰفِظُوْنَ ﴿٩﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٠﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ

حفاظت کرنے والے ہیں○ اور بیشک ہم نے تم سے پہلے گزشتہ امتوں میں رسول بھیجے○ اور ان کے پاس جو بھی رسول آتا وہ اس کا

اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿١١﴾ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٢﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

مذاق اڑاتے تھے○ ایسے ہی ہم اس ہنسی کو ان مجرموں کے دلوں میں ڈالتے ہیں○ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے

وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ

حالانکہ پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے○ اور اگر ہم ان کے لیے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیتے تاکہ دن کے وقت اس میں

يَعْرُجُوْنَ ﴿١٤﴾ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿١٥﴾ ع ١٥

چڑھ جاتے○ جب بھی وہ یہی کہتے کہ ہماری نگاہوں کو بند کر دیا گیا ہے بلکہ ہم ایسی قوم ہیں جن پر جادو کیا ہوا ہے○

مقابلے سے محفوظ کیا کہ کوئی اس کی مثل کلام بنانے پر قادر نہ ہو۔ (3) ساری مخلوق کو اسے معدوم کرنے سے عاجز کر دیا کہ کفار شدید عداوت کے باوجود اس مقدس کتاب کو معدوم کرنے سے عاجز ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ اگر کسی نے قرآن کے نور کو بجھانے، اس میں کمی زیادتی، تحریف اور تبدیلی کرنے یا اس کے حروف میں شکوک و شبہات ڈالنے کی کوشش کی تو وہ کامیاب نہ ہو سکا۔

آیت 10، 11 ان دو آیات میں کفارِ مکہ کے جاہلانہ برتاؤ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ آپ سے پہلے سابقہ امتوں میں ہم نے رسول بھیجے اور ان لوگوں کے پاس جو بھی رسول آتا وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ کفار کی اپنے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ یہ روش سابقہ زمانوں سے چلی آ رہی ہے لہٰذا اے حبیب! آپ بھی دیگر انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی طرح اپنی قوم کی اَذِیَّتوں پر صبر فرمائیں۔

آیت 12 فرمایا کہ جس طرح ہم نے سابقہ امتوں کے دلوں میں کفر، تکذیب اور اِستہزا داخل کر دیا تھا ایسے مشرکین مکہ کے دلوں میں بھی داخل کر دیا ہے۔

آیت 13 فرمایا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا قرآن پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کر کے عذابِ الٰہی سے ہلاک ہوتے رہے ہیں، یہی حال ان کفارِ مکہ کا ہے تو انہیں عذابِ الٰہی سے ڈرنا چاہیے۔

آیت 14، 15 ان دو آیات میں بیان ہوا کہ کفارِ مکہ کا عناد اس درجہ پر پہنچ گیا ہے کہ اگر ان کے لئے آسمان میں دروازہ کھول دیا جائے اور انہیں اس میں چڑھنا میسر ہو اور دن میں اس سے گزریں اور آنکھوں سے دیکھیں جب بھی نہ مانیں گے اور یہ کہہ دیں گے کہ ہماری نظر بندی کی گئی اور ہم پر جادو ہوا تو جب خود اپنے معاینہ سے انہیں یقین حاصل نہ ہوا تو ملائکہ کے آنے اور گواہی دینے سے جس کو یہ طلب کرتے ہیں انہیں کیا فائدہ ہو گا۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٦﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿١٧﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٨﴾ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿١٩﴾

اور بیشک ہم نے آسمان میں بہت سے برج بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لیے آراستہ کیا○ اور اسے ہم نے ہر شیطان مردود سے محفوظ رکھا○ البتہ جو چوری چھپے سننے جائے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ پڑ جاتا ہے○ اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور ہم نے اس میں لنگر ڈال دیئے اور اس میں ہر چیز ایک معین اندازے سے اگائی○

آیت 16 فرمایا کہ اور بیشک ہم نے آسمان میں بہت سے برج بنائے اور ہم نے آسمان کو سورج، چاند اور ستاروں سے آراستہ کیا تاکہ غور وفکر کرنے والے اس سے اللہ تعالیٰ کے واحد اور خالق ہونے پر استدلال کریں اور جان لیں کہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا اور اسے شکل وصورت عطا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ **اہم بات:** برج سات سیاروں کی منزلیں ہیں اور ان برجوں کی تعداد 12 ہے: حَمَل، ثَور، جَوزا، سَرطان، اَسد، سُنبُلہ، میزان، عَقرب، قَوس، جَدی، دَلو، حُوت۔

آیت 17، 18 ان دو آیات میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانِ دنیا کو ہر مردود اور لعین شیطان سے محفوظ رکھا ہے لیکن جو شیطان آسمانوں میں ہونے والی گفتگو چوری کر کے ایک دوسرے کو بتاتے ہیں تو ان کے پیچھے ایک روشن شعلہ پڑ جاتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: شیاطین آسمانوں میں داخل ہوتے تھے اور وہاں کی خبریں کاہنوں کے پاس لاتے تھے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو شیاطین تین آسمانوں سے روک دیئے گئے اور جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو تمام آسمانوں سے منع کر دیئے گئے۔ اس کے بعد ان میں سے جب کوئی باتیں چوری کرنے کے ارادے سے اوپر چڑھتا تو اسے شہاب کے ذریعے مارا جاتا۔ (2) شہاب اس ستارے کو کہتے ہیں جو شعلے کی طرح روشن ہوتا ہے اور فرشتے اس سے شیاطین کو مارتے ہیں۔ شہاب ثاقب گرنے کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں، یہاں ان میں سے ایک کا بیان ہے۔

آیت 19 سابقہ آیات میں وحدانیتِ الٰہی کے آسمانی دلائل کا بیان ہوا، یہاں سے زمینی دلائل بیان ہو رہے ہیں، ارشاد فرمایا کہ ہم نے زمین کو پھیلایا اور ہم نے اس میں مضبوط پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے تاکہ وہ زمین والوں کے ساتھ حرکت نہ کرے اور اللہ تعالیٰ نے زمین میں ہر چیز لوگوں کی ضروریات کے مطابق ایک معین اندازے سے پیدا فرمائی کیونکہ اللہ تعالیٰ وہ مقدار جانتا ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہو اور وہ اس سے نفع حاصل کر سکتے ہوں۔ بعض مفسرین نے یہ معنی بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں ہر چیز مناسب اگائی، عقل سلیم رکھنے والا ہر شخص اسے بہترین اور مصلحت کے مطابق سمجھتا ہے۔ اس کی اور تفاسیر بھی ہیں۔ **اہم بات:** حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی کی سطح پر پھیلایا تو یہ اپنے اوپر موجود چیزوں کے ساتھ ایک طرف ایسے جھک گئی جیسے کشتی جھکتی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مضبوط پہاڑوں کے ذریعے اس طرح ٹھہرا دیا جیسے کشتی کو لنگر ڈال کر ٹھہرایا جاتا ہے۔

وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَ مَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا

اور تمہارے لیے اس میں زندگی گزارنے کے سامان بنائے اور وہ جاندار بنائے جنہیں تم رزق نہیں دیتے○ اور ہمارے پاس ہر چیز کے

خَزَآئِنُهٗ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ وَ اَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ

خزانے ہیں اور ہم اسے ایک معلوم اندازے سے ہی اتارتے ہیں○ اور ہم نے ہوائیں بھیجیں جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں

فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَ مَآ اَنْتُمْ لَهٗ

تو ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے وہ تمہیں پینے کو دیا اور تم اس کے

بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَ اِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَ نُمِيْتُ وَ نَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ لَقَدْ

خزانچی نہیں ہو○ اور بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں○ اور بیشک

آیت 20 فرمایا کہ اور ہم نے تمہارے لئے زمین میں زندگی گزارنے کے سامان بنائے اور تمہارے لئے وہ جاندار پیدا کئے جنہیں تم رزق نہیں دیتے بلکہ اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم نے تمہارے لئے اور ان جانداروں کے لئے زمین میں زندگی گزارنے کے سامان بنائے جنہیں تم رزق نہیں دیتے۔ **اہم بات:** آیت میں "زندگی گزارنے کے سامان" سے کھانے، پینے اور پہننے کی وہ تمام چیزیں مراد ہیں جن کی دنیوی زندگی پوری ہونے تک انسان کو ضرورت ہے اور "جنہیں تم رزق نہیں دیتے" میں اہل وعیال، لونڈی غلام، خدمت گار، چوپائے اور حشرات الارض داخل ہیں، ان کے بارے لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ انہیں رزق دیتے ہیں یہ ان کی غلط فہمی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی انہیں اور انہیں سب کو رزق دیتا ہے۔

آیت 21 تمام ممکنات اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل اور اس کی ملک میں ہیں، وہ انہیں جیسے چاہے عدم سے وجود میں لے آئے اور ممکنات میں سے جس چیز کو اللہ تعالیٰ وجود عطا فرماتا ہے اسے اپنی حکمت اور مشیت کے تقاضے کے مطابق معین مقدار کے ساتھ وجود عطا فرماتا ہے۔

آیت 22 ارشاد فرمایا: اور ہم نے ہوائیں بھیجیں جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں تو ہم نے بادلوں سے بارش اتاری پھر ہم نے وہ تمہیں پینے کو دیا اور تم اس کے خزانچی نہیں ہو یعنی بادلوں میں پانی پیدا کرنے اور ان سے بارش نازل کر کے تمہیں سیراب کرنے پر صرف اللہ تعالیٰ قادر ہے، اس کے سوا اور کسی کو یہ قدرت حاصل نہیں۔

آیت 23 فرمایا کہ مخلوق کو زندگی اور موت دینا صرف ہمارے دستِ قدرت میں ہے اور تمام مخلوق فنا ہونے والی ہے اور ہم ہی باقی رہنے والے ہیں۔

آیت 24 رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک مرتبہ باجماعت نماز کی صفِ اول کے فضائل بیان فرمائے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم صف اول حاصل کرنے کی بہت کوشش کرنے لگے اور جن حضرات کے مکان مسجد شریف سے دور تھے وہ اپنے مکان بیچ کر مسجد کے قریب مکان خریدنے پر آمادہ ہو گئے تاکہ صفِ اول میں جگہ ملنے سے کبھی محروم نہ ہوں، اس آیت سے انہیں تسلی دی گئی کہ ثواب نیتوں پر ہے اور اللہ تعالیٰ اگلوں کو بھی جانتا ہے اور جو عذر کی وجہ سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کو بھی جانتا ہے اور ان کی نیتوں سے بھی خبردار ہے، اس پر کچھ

عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ

ہم تم میں سے آگے بڑھنے والوں کو بھی جانتے ہیں اور بیشک ہم پیچھے رہنے والوں کو بھی جانتے ہیں○ اور بیشک تمہارا رب ہی

هُوَ يَحْشُرُهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ

انہیں اٹھائے گا بیشک وہی علم والا، حکمت والا ہے○ اور بیشک ہم نے انسان کو خشک بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو ایسے سیاہ گارے کی تھی

مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ ج وَ الْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾

جس سے بُو آتی تھی○ اور ہم نے اس سے پہلے جن کو بغیر دھویں والی آگ سے پیدا کیا○

لگتی نہیں۔ اہم باتیں:(1) آیت میں ”اَلْمُسْتَقْدِمِيْنَ آگے بڑھنے والوں“ اور ”اَلْمُسْتَاْخِرِيْنَ پیچھے رہنے والوں“ سے کون مراد ہیں، اس میں مختلف اقوال ہیں:(۱) اَلْمُسْتَقْدِمِيْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمادیا ہے اور اَلْمُسْتَاْخِرِيْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جنہیں ابھی پیدا نہیں فرمایا۔(۲) اَلْمُسْتَقْدِمِيْنَ سے سابقہ امتیں اور اَلْمُسْتَاْخِرِيْنَ سے امتِ محمدیہ مراد ہے۔(۳) اَلْمُسْتَقْدِمِيْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو نیکی اور بھلائی کے کاموں میں سبقت کرنے والے ہیں اور اَلْمُسْتَاْخِرِيْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو ان کاموں میں (سستی کی وجہ سے) پیچھے رہ جانے والے ہیں۔(۴) اَلْمُسْتَقْدِمِيْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو صفِ اوّل میں نماز کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھنے والے ہیں اور اَلْمُسْتَاْخِرِيْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو عذر کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والے ہیں۔(2) جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کی پہلی صف کی بہت فضیلت ہے، ایک حدیث میں ہے: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے اور پہلی صف میں بیٹھنے کا کتنا اجر ہے اور انہیں قرعہ اندازی کرنے کے سوا ان کاموں کا موقع نہ ملے تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے۔(بخاری، حدیث:2689)

آیت 25 ﴾ اللہ تعالیٰ سب لوگوں پر موت طاری فرمائے گا پھر اولین و آخرین سب کو قیامت میں اسی حال پر اٹھائے گا جس پر وہ مرے ہوں گے، بیشک وہی علم والا، حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** حدیثِ پاک میں ہے: ہر بندہ اسی حال پر اٹھایا جائے گا جس پر اسے موت آئی ہوگی۔(مسلم، حدیث:83(2878))

آیت 26 ﴾ فرمایا کہ اور بیشک ہم نے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو خشک بجتی مٹی سے بنایا جو ایسے سیاہ گارے کی تھی جس سے بو آتی تھی۔ **اہم بات:** حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی کیفیت کا ذکر قرآنِ پاک کی متعدد آیات میں مختلف انداز سے آیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو زمین سے ایک مشت خاک لی، پھر اس مٹی کو پانی سے تر کیا یہاں تک کہ وہ سیاہ گارا ہو گئی اور اُس میں بو پیدا ہوئی، پھر اس سیاہ رنگ اور بو والی مٹی سے انسان کی صورت بنائی، جب وہ سوکھ کر خشک ہو گئی تو جس وقت ہوا اس میں سے گزرتی تو وہ بجتی اور اس میں آواز پیدا ہوتی۔ جب سورج کی تپش سے وہ پختہ ہو گئی تو اس میں روح پھونکی۔

آیت 27 ﴾ فرمایا کہ اور ہم نے حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے ابلیس کو اس آگ سے پیدا کیا جس میں دھواں نہیں۔ **اہم بات:** حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس آیت میں ”اَلْجَآنّ“ سے ابلیس مراد ہے۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا کیا گیا، جب حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو ابلیس نے ان کے مقام و مرتبہ کی بنا پر ان سے حسد کیا۔ ”اَلْجَآنّ“ سے متعلق مفسرین کے اور بھی اقوال ہیں۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں جو مٹی بدبودار سیاہ گارے کی تھی۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓىٕكَةُ

توجب میں اسے ٹھیک کرلوں اور میں اپنی طرف کی خاص معزز روح اس میں پھونک دوں تو اس کے لیے سجدے میں گر جانا۔ تو جتنے فرشتے تھے

كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ

سب کے سب سجدے میں گر گئے۔ سوائے ابلیس کے، اس نے سجدہ والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا۔ اللہ نے فرمایا: اے ابلیس!

آیت 28 حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر فرمانے کے بعد اب ان کی پیدائش کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ فرمایا: اے حبیب! یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں جو مٹی بدبودار سیاہ گارے کی ہے۔ اہم بات: ان آیات میں مذکور واقعہ سورۂ بقرہ اور سورۂ اعراف وغیرہ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

آیت 29 ارشاد فرمایا: توجب میں اس کی تخلیق مکمل کر کے اسے روح پھونکنے کے لئے تیار کرلوں اور میں اپنی طرف کی خاص معزز روح اس میں پھونک دوں اور اسے زندہ کر دوں تو اس کے لئے سجدے میں گر جانا۔ اہم بات: آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی روح کو اپنی طرف ان کی عزت و تکریم کے طور پر منسوب فرمایا جیسے خانہ کعبہ کو بَیْتُ اللہ یعنی اللہ کا گھر، کہا جاتا ہے اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو نَاقَةُ اللہ یعنی اللہ کی اونٹنی فرمایا گیا ہے۔

آیت 30 جب حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مکمل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان میں روح ڈال دی تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب ایک ساتھ سجدے میں گر گئے۔ اہم بات: فرشتوں کا یہ سجدہ تعظیمی تھا۔ سجدۂ تعظیمی پہلی شریعتوں میں جائز تھا ہماری شریعت میں جائز نہیں اور سجدۂ عبادت پہلی شریعتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے جائز نہیں ہوا۔ حدیث پاک میں ہے: حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ دوسرے شخص کو سجدہ کرے، اگر کسی کا دوسرے کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورت پر شوہر کا بڑا حق رکھا ہے۔
(ابن حبان، حدیث: 4150)

آیت 31 جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو فرشتے سجدے میں گر گئے لیکن ابلیس نے ان سجدہ کرنے والے فرشتوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔

آیت 32 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا۔

مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿٣٢﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ

تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا۔ اس نے کہا: میرے لائق نہیں کہ میں کسی انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے

مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿٣٣﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿٣٤﴾

بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو سیاہ بدبودار گارے سے تھی۔ اللہ نے فرمایا: تو جنت سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہے۔

وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٣٥﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ

اور بیشک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔ اس نے کہا: اے میرے رب! تو مجھے اس دن تک مہلت دیدے جب

يُبْعَثُوْنَ ﴿٣٦﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿٣٧﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿٣٨﴾

لوگ اٹھائے جائیں۔ اللہ نے فرمایا: پس بیشک تو ان میں سے ہے جن کو معین وقت کے دن تک مہلت دی گئی ہے۔

آیت 33 ابلیس نے کہا: میرے لائق نہیں کہ میں کسی انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو سیاہ بدبودار گارے سے تھی۔
اہم بات: اس کلام سے ابلیس کی مراد یہ تھی کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام سے افضل ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی اصل مٹی ہے اور ابلیس کی اصل آگ ہے اور اس کے خیال میں آگ مٹی سے افضل ہے لیکن وہ خبیث یہ بھول گیا کہ افضل تو وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ فضیلت عطا کرے۔

آیت 34، 35 ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو جنت سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہے اور قیامت تک آسمان وزمین والے تجھ پر لعنت کریں گے اور جب قیامت کا دن آئے گا تو اس لعنت کے ساتھ ہمیشگی کے عذاب میں گرفتار کیا جائے گا جس سے کبھی رہائی نہ ہوگی۔ اہم بات: حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے اور اس کی وجہ بیان کرنے میں شیطان نے تین گناہوں کا ارتکاب کیا: (1) حکمِ الٰہی کی مخالفت (2) بارگاہِ الٰہی کی مقرب ہستیوں کی جماعت سے جدا راستے کا انتخاب (3) تکبر۔ ان تین گناہوں کا انجام یہ ہوا کہ اس کی ہزاروں برس کی عبادت وریاضت برباد ہوگئی، فرشتوں کا استاد ہونے کی عظمت چھن گئی، بارگاہِ الٰہی سے مردود ورسوا کر کے نکال دیا گیا، قیامت تک کے لئے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا گیا اور ہمیشہ کے لئے جہنم میں جلنے کی سزا دے دی گئی۔ درس: شیطان کے گناہوں اور اس کے عبرت ناک انجام کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ عمومی طور پر تمام گناہوں اور خاص طور پر ان تین گناہوں سے بچے اور اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرتا رہے۔

آیت 36 اپنے مردود اور لعنتی ہونے کے بارے میں سن کر شیطان نے کہا: اے میرے رب! مجھے قیامت کے دن تک مہلت دیدے۔ اہم بات: قیامت کے دن تک مہلت مانگنے سے شیطان کا مطلب یہ تھا کہ وہ کبھی نہ مرے کیونکہ قیامت کے بعد کوئی نہ مرے گا اور قیامت تک کی اس نے مہلت مانگ ہی لی۔

آیت 37، 38 شیطان کی اس دعا کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح قبول کیا کہ اس سے فرمایا: بیشک تو ان میں سے ہے جن کو اس معین وقت کے دن تک مہلت دی گئی ہے جس میں تمام مخلوق مر جائے گی اور وہ وقت پہلے نفخہ کا ہے۔ اہم بات: شیطان کے مردہ رہنے کی مدت پہلے نفخہ سے دوسرے نفخہ تک 40 برس ہے اور اس قدر مہلت دینا اس کے اکرام کے لئے نہیں بلکہ اس کی بلا، شقاوت اور عذاب کی زیادتی کے لئے ہے۔

قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ

اس نے کہا: اے رب میرے! مجھے اس بات کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور زمین میں لوگوں کیلئے (نافرمانی) خوشنما بنادوں گا اور میں ضرور

اَجْمَعِیْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ ﴿۴۱﴾

ان سب کو گمراہ کردوں گا○ سوائے اُن کے جو ان میں سے تیرے چنے ہوئے بندے ہیں○ اللہ نے فرمایا: یہ میری طرف آنے والا سیدھا راستہ ہے○

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَ اِنَّ

بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں سوائے ان گمراہوں کے جو تیرے پیچھے چلیں○ اور بیشک

جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾ ع ۳

جہنم ان سب کا وعدہ ہے○ اس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک ایک حصہ تقسیم کیا ہوا ہے○

آیت 39، 40 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ابلیس کو معلوم ہوا کہ وہ حالتِ کفر میں مرے گا اور اس کی کبھی بخشش نہ ہوگی تو اس نے مخلوق کو کفر میں مبتلا کر کے گمراہ کر دینے کی حرص کی اور کہا: اے میرے رب! مجھے اس بات کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور زمین میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے لئے دنیا کی محبت اور تیری نافرمانی کو خوش نما بنادوں گا اور میں ضرور ان سب کے دِلوں میں وسوسہ ڈال کر گمراہ کردوں گا البتہ تیرے چنے ہوئے بندوں پر میرا وسوسہ اور مکر نہ چلے گا۔ یہاں شیطان کا جملہ خباثت سے بھرا ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر ہی الزام لگا دیا کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، حالانکہ شیطان نے اپنی مرضی و اختیار سے سجدے سے انکار کر کے گمراہی اختیار کی تھی۔

آیت 41 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ میری طرف آنے والا سیدھا راستہ ہے۔ مفسرین نے اس کے مختلف معنی بیان فرمائے ہیں: (1) یہ راستہ اپنے اوپر چلنے والے کو سیدھا چلاتا ہے حتی کہ اس پر چل کر وہ جنت میں پہنچ جاتا ہے۔ (2) دلائل کے ساتھ لوگوں کی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنا ہمارے ذمے ہے۔ (3) اخلاص مجھ تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے۔ (4) چنے ہوئے بندوں کا ابلیس کے بہکاوے سے بچ جانا وہ راستہ ہے جو سیدھا اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے۔

آیت 42 فرمایا کہ بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں سوائے ان گمراہوں کے جو تیرے پیچھے چلیں۔ اہم بات: ابلیس نے جو یہ کہا کہ "میں ضرور ان سب کو گمراہ کردوں گا سوائے اُن کے جو ان میں سے تیرے چنے ہوئے بندے ہیں" اس کا مطلب بھی یہ نہیں کہ ابلیس انہیں زبردستی اپنا پیروکار بنالے گا بلکہ یہ ہے کہ لوگ خود اپنے اختیار سے اس کی پیروی کریں گے۔

آیت 43 ارشاد فرمایا: بیشک جہنم ابلیس، اس کی پیروی کرنے والوں اور اس کے گروہوں، سب کے عذاب کے وعدے کی جگہ ہے۔

اہم بات: کفار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور جو گنہگار مومن دوزخ میں گئے وہ عارضی طور پر وہاں رہیں گے۔

آیت 44 جہنم کے سات طبقات ہیں اور ہر طبقے کا ایک دروازہ ہے۔ پہلا طبقہ جہنم، دوسرا لظی، تیسرا حطمہ، چوتھا سعیر، پانچواں سقر، چھٹا جحیم، ساتواں ہاویہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے پیروکاروں کو سات حصوں میں تقسیم فرما دیا ہے، ان میں سے ہر ایک کے لئے جہنم کا ایک طبقہ مُعَیَّن ہے کیونکہ کفر کے مراتب مختلف ہیں اس لئے جہنم میں بھی ان کے مرتبے مختلف ہوں گے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٤٥﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿٤٦﴾

بیشک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے ○ (حکم ہوگا) ان میں سلامتی کے ساتھ امن و امان سے داخل ہو جاؤ ○

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٤٧﴾ لَا يَمَسُّهُمْ

اور ہم ان کے سینوں میں موجود کینہ کھینچ لیں گے، وہ آپس میں بھائی بھائی ہوں گے، وہ آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے ○ انہیں جنت

فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿٤٨﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٤٩﴾

میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہی وہ وہاں سے نکالے جائیں گے ○ میرے بندوں کو خبر دو کہ بیشک میں ہی بخشنے والا مہربان ہوں ○

آیت 45 فرمایا کہ بیشک متقی یعنی جو لوگ کفر و شرک سے باز رہے اور ایمان لائے اگرچہ گنہگار ہوں وہ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اہم بات: گنہگار مومنین کا معاملہ مشیتِ الٰہی پر موقوف ہے، چاہے تو انہیں ایک مدت تک عذاب دے پھر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے صدقے معاف فرمادے اور چاہے تو عذاب ہی نہ دے۔

آیت 46 جب اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے جنت کے دروازوں پر پہنچیں گے یا جب جنتی جنت میں ایک جگہ سے دوسری جنت کی طرف متوجہ ہوں گے تو فرشتوں کی زبانی ان سے کہا جائے گا کہ سلامتی اور امن و امان کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ، نہ تم یہاں سے نکالے جاؤ گے، نہ تمہیں یہاں موت آئے گی اور نہ کوئی خوف اور پریشانی ہوگی۔

آیت 47 دنیا میں اگر ان ڈرنے والوں میں سے کسی کے دل میں دوسرے کے بارے میں کچھ کینہ ہوگا تو جنت میں داخل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ اسے ان کے دلوں سے نکال دے گا اور اُن کے نفوس کو بغض، حسد، عناد اور عداوت وغیرہ مذموم خصلتوں سے پاک کر دے گا، وہ ایک دوسرے سے محبت کرنے اور میل جول رکھنے میں ایسے ہوں گے جیسے سگے بھائی ہوتے ہیں، وہ ایک دوسرے کے سامنے جنت میں تختوں پر بیٹھے ہوں گے اور مجلس کا لطف اٹھائیں گے یا یہ معنی ہے کہ جب جنتی ایک جگہ جمع ہو کر ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے اور فارغ ہونے کے بعد واپس لوٹنے کا ارادہ کریں گے تو ان میں سے ہر ایک کا تخت اس طرح گھوم جائے گا کہ اس پر سوار جنتی کا چہرہ اپنے ساتھی کے چہرے کے سامنے ہوگا اور اس کی پشت اس طرف ہوگی جدھر تخت اسے لے جا رہا ہوگا۔

آیت 48 فرمایا کہ انہیں جنت میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ کبھی جنت سے نکالے جائیں گے۔

آیت 49، 50 ان دو آیات میں لوگوں کو گناہ کرنے سے ڈرایا اور سابقہ گناہوں سے توبہ کا حکم دیا جا رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا: اے حبیب! میرے بندوں کو بتادیں کہ جب وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں تو میں ہی ان کے گناہوں پر پردہ ڈال کر انہیں رسوائی اور عذاب سے بچاتا ہوں اور عذاب نہ دے کر ان پر رحم فرماتا ہوں اور یہ بھی بتادیں کہ میرا عذاب ان کے لئے ہے جو گناہوں پر قائم رہیں اور توبہ نہ کریں اور وہ اتنا دردناک ہے کہ اس جیسا دردناک کوئی عذاب ہو ہی نہیں سکتا۔ اہم باتیں: (1) بندوں کو امید اور خوف کے درمیان رہنا چاہئے کہ رحمتِ الٰہی کی وسعت دیکھ کر گناہوں پر بے باک ہوں نہ عذاب کی شدت دیکھ کر رحمتِ الٰہی سے مایوس۔ حدیث پاک میں ہے: اگر کافر بھی یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کتنی رحمت ہے تو وہ بھی جنت سے مایوس نہ ہو اور اگر مومن یہ جان جائے کہ اس کے پاس کتنا عذاب ہے تو وہ بھی جہنم سے بے خوف نہ ہو۔ (بخاری، حدیث: 6469) (2) حالتِ کفر میں مرنے والا ہمیشہ

وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ﴿۵۰﴾ وَ نَبِّئْهُمْ عَنْ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ ﴿۵۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ

اور بیشک میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے○ اور انہیں ابراہیم کے مہمانوں کا احوال سناؤ○ جب وہ اس کے پاس آئے

فَقَالُوْا سَلٰمًاؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ

تو کہنے لگے: "سلام" ابراہیم نے فرمایا: ہم تم سے ڈر رہے ہیں○ انہوں نے عرض کیا: آپ نہ ڈریں، بیشک ہم آپ کو ایک علم والے

بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ عَلٰۤى اَنْ مَّسَّنِیَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾

لڑکے کی بشارت دیتے ہیں○ فرمایا: کیا تم مجھے بشارت دیتے ہو حالانکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے تو کس چیز کی بشارت دے رہے ہو؟○

جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا ہوگا البتہ جو گنہگار مسلمان گناہوں سے توبہ کئے بغیر انتقال کر گیا اس کا معاملہ مشیتِ الٰہی پر موقوف ہے، چاہے تو گناہوں کی سزا دے اور چاہے تو اپنی رحمت سے تمام گناہ بخش کر جنت عطا فرما دے۔

آیت 51 ﴾ یہاں سے بعض انبیاءِ کرام علیہم السلام کے واقعات بیان ہو رہے ہیں، سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا، فرمایا: اے حبیب! میرے بندوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا احوال سنائیں جنہیں ہم نے اس لئے بھیجا تھا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دیں اور قومِ لوط کو ہلاک کریں تاکہ میرے بندے قومِ لوط پر آنے والے عذاب، اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور مجرموں سے لئے گئے انتقام کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور انہیں یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی سب سے سخت ہے۔ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان کئی فرشتے تھے اور ان میں حضرت جبریل علیہ السلام بھی تھے۔

آیت 52 ﴾ فرشتے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا اور آپ کی تعظیم و توقیر کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ہم تم سے ڈر رہے ہیں۔ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مہمانوں سے خوف کھانے کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ اجازت کے بغیر اور بے وقت آئے تھے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ مہمانوں نے ان کا پیش کردہ بھنا ہوا بچھڑا کھانے سے انکار کر دیا تھا اور اس دور میں مہمان کا کھانے سے انکار دشمنی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔

آیت 53 ﴾ مہمانوں نے عرض کی: آپ نہ ڈریں، بیشک ہم آپ کو ایک علم والے لڑکے حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت دیتے ہیں۔ **اہم بات:** فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کے بتانے سے معلوم تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور وہ علم والا اور نبی ہوگا، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں میں سے جسے چاہے غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔ **درس:** عالم بیٹا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ اس میں ہر مسلمان کے لئے نصیحت ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دین کا علم بھی سکھائے۔

آیت 54 ﴾ جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دی تو آپ اپنے اور زوجہ کے بڑھاپے کی وجہ سے حیران ہوئے اور فرشتوں سے فرمایا: اتنی بڑی عمر میں اولاد ہونا عجیب و غریب ہے، ہمارے ہاں کس طرح اولاد ہوگی؟ کیا ہمیں پھر جوان کیا جائے گا یا اسی حالت میں بیٹا عطا فرمایا جائے گا؟ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ تعجب اللہ تعالیٰ کی قدرت پر نہیں بلکہ عادت کے برخلاف کام ہونے پر تھا کہ عموماً بڑھاپے میں کسی کے ہاں اولاد نہیں ہوتی۔

قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَ مَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ

انہوں نے عرض کیا: ہم نے آپ کو سچی بشارت دی ہے، آپ ناامید نہ ہوں○ ابراہیم نے کہا: گمراہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے

اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَیُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ

کون ناامید ہوتا ہے؟○ فرمایا: اے فرشتو! تو تمہارا (ابھی آنے کا) کام کیا ہے؟○ انہوں نے عرض کیا: ہم ایک مجرم قوم

اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۹﴾

کی طرف بھیجے گئے ہیں○ سوائے لوط کے گھر والوں کے (کہ) بیشک ان سب کو ہم بچالیں گے○

اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَاۤ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾

سوائے اس کی بیوی کے، ہم طے کر چکے ہیں کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے○ تو جب لوط کے گھر والوں کے پاس فرشتے آئے○

آیت 55 فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کی: ہم نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کی سچی بشارت دی ہے کہ آپ کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور اس کی اولاد بہت پھیلے گی لہٰذا آپ ان لوگوں میں سے نہ ہوں جو بیٹے کی ولادت کی امید چھوڑ چکے۔

آیت 56 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے فرمایا: میں رحمتِ الٰہی سے ناامید نہیں کیونکہ رحمت سے ناامید کافر ہوتے ہیں، ہاں! عالم میں اللہ تعالیٰ کی جو سنت جاری ہے اس سے یہ بات عجیب معلوم ہوئی۔

آیت 57 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے فرمایا: اے فرشتو! اس بشارت کے سوا اور کیا کام ہے جس کے لئے تم بھیجے گئے ہو۔

آیت 58-60 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتوں نے عرض کی: ہم ایک مجرم قوم یعنی قومِ لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ انہیں ہلاک کر دیں البتہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر والوں کو بچالیں گے کیونکہ وہ ایمان دار ہیں مگر حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کے بارے میں ہم طے کر چکے ہیں کہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔ اہم باتیں: (1) آیت میں مذکور "اٰلَ لُوْطٍ" میں حضرت لوط علیہ السلام کے سارے متبعین داخل ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ کے بعض کام اس کے محبوب بندوں کی طرف منسوب کئے جاسکتے ہیں جیسے عذاب سے بچالینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے مگر فرشتوں نے کہا: "ان سب کو ہم بچالیں گے" لہٰذا مسلمان یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم حکمِ الٰہی سے عذاب سے بچائیں گے اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یارسول اللہ! ہمیں دوزخ سے بچالیں۔ (3) نیک بختی اور بدبختی کا علم اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو دیا ہے اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی عطا سے جانتے ہیں کہ کون مومن مرے گا اور کون کافر۔

آیت 61، 62 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے ہو کر فرشتے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کی طرف آئے۔ جب وہ خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر آئے اور حضرت لوط علیہ السلام کو اندیشہ ہوا کہ قوم ان کے پیچھے پڑ جائے گی تو آپ نے فرشتوں سے فرمایا: تم نہ تو یہاں کے باشندے ہو اور نہ مسافرت کی کوئی علامت تم میں پائی جاتی ہے، تم کیوں آئے ہو؟

قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾

لوط نے فرمایا: تم اجنبی لوگ ہو○ انہوں نے کہا: بلکہ ہم تو آپ کے پاس وہ (عذاب) لائے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے تھے○

وَ اَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَ اتَّبِعْ

اور ہم آپ کے پاس حق کے ساتھ آئے ہیں اور ہم بیشک سچے ہیں○ تو آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے چلیں اور آپ خود

اَدْبَارَهُمْ وَ لَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّ امْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَ قَضَيْنَاۤ اِلَيْهِ

ان کے پیچھے پیچھے چلیں اور تم لوگوں میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے اور سیدھے چلتے رہو جہاں کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے○ اور ہم نے اسے اس

ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَ جَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ

حکم کا فیصلہ سنادیا کہ صبح کے وقت ان کافروں کی جڑ کٹ جائے گی○ اور شہر والے خوشی خوشی

يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾

آئے○ لوط نے فرمایا: یہ میرے مہمان ہیں تو تم مجھے شرمندہ نہ کرو○ اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو○

آیت 63،64 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ فرشتوں نے عرض کی: بلکہ ہم تو آپ کے پاس وہ عذاب لائے ہیں جس سے آپ انہیں ڈراتے تھے اور یہ لوگ اس میں شک کرتے اور آپ کو جھٹلاتے تھے لہٰذا آپ پریشان نہ ہوں، ہم آپ کے لئے باعث پریشانی نہیں اور ہم آپ کے پاس یقین کے ساتھ آئے ہیں اور ان پر عذاب آنے کی خبر دینے میں ہم بیشک سچے ہیں۔

آیت 65 فرشتوں نے مزید عرض کی: تو آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے چلیں اور آپ خود ان کے پیچھے پیچھے چلیں تاکہ ان کی حالت پر مطلع رہیں اور تم لوگوں میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے کہ قوم پر کیا بلا نازل ہوئی اور وہ کس عذاب میں مبتلا کئے گئے اور سیدھے اس طرف چلتے رہو جہاں جانے کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ اہم بات: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت لوط علیہ السلام کو ملک شام جانے کا حکم ہوا تھا۔

آیت 66 فرمایا کہ اور ہم نے حضرت لوط علیہ السلام کی طرف اُس حکم کی وحی کر دی جس کا فیصلہ ہم نے اس کی قوم کے بارے میں کیا تھا کہ صبح کے وقت ان کافروں کی جڑ کٹ جائے گی اور پوری قوم عذاب سے ہلاک کر دی جائے گی۔

آیت 67 قوم نے جب حضرت لوط علیہ السلام کے یہاں خوب صورت نوجوانوں کے آنے کی خبر سنی تو یہ لوگ فاسد ارادے اور ناپاک نیت کے ساتھ خوشی خوشی آئے۔

آیت 68،69 ان دو آیات میں بیان ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے قوم سے فرمایا: یہ میرے مہمان ہیں اور مہمان کا اکرام لازم ہوتا ہے، ان کی بے حرمتی کا قصد کر کے مجھے شرمندہ نہ کرو اور مہمانوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے ساتھ برا ارادہ کر کے مجھے رسوا نہ کرو۔ اہم باتیں: (1) مہمان کی عزت و احترام اور خاطر تواضع سنتِ انبیاء ہے اگرچہ میزبان اس سے واقف بھی نہ ہو۔ (2) جیسے مہمان کے احترام میں میزبان کی عزت ہے ایسے ہی مہمان کی بے عزتی میزبان کی رسوائی کا باعث ہے لہٰذا اگر کسی مسلمان پڑوسی یا رشتہ دار کے ہاں کوئی مہمان آیا ہو تو دوسرے مسلمان کو بھی اس کا احترام کرنا چاہئے۔

قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ

انہوں نے کہا: کیا ہم نے تمہیں دوسروں کے معاملے میں دخل دینے سے منع نہ کیا تھا؟○ فرمایا: یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں (تو ان سے

فٰعِلِيْنَ ﴿٧١﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٢﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ

نکاح کر لو) اگر تمہیں کرنا ہے○ اے حبیب! تمہاری جان کی قسم! بیشک وہ کافر یقیناً اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں○ تو دن نکلتے ہی انہیں

مُشْرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿٧٤﴾

زوردار چیخ نے آپکڑا○ تو ہم نے اس بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کردیا اور ان پر کنکر کے پتھر برسائے○

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿٧٥﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿٧٦﴾

بیشک اس میں غور کرکے عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں○ اور بیشک وہ بستیاں اس راستے پر ہیں جو اب تک قائم ہے○

آیت 70 قوم نے کہا: کیا ہم نے تمہیں دوسروں کے معاملے میں دخل دینے سے منع نہ کیا تھا؟

آیت 71 جب حضرت لوط علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ لوگ اپنے ارادے سے باز نہیں آئیں گے تو آپ نے ان سے فرمایا: یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں اپنی خواہش پوری کرنی ہے تو ان سے نکاح کرکے پوری کرلو اور حرام سے باز رہو۔ اہم بات: حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں اس لئے فرمایا کہ نبی علیہ السلام پوری امت کے لئے باپ کی طرح ہوتے ہیں۔

آیت 72 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! آپ کی جان کی قسم! بیشک وہ کافر یقیناً اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔ اہم باتیں: (1) بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ کلام فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کیا۔ (2) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مخلوق میں کوئی جان بارگاہِ الٰہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جانِ پاک کی طرح عزت و حرمت نہیں رکھتی اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر کے سوا کسی کی عمر اور زندگی کی قسم نہیں فرمائی، یہ مرتبہ صرف آپ ہی کا ہے۔

آیت 73 فرمایا گیا کہ سورج نکلتے وقت قومِ لوط کو حضرت جبریل علیہ السلام کی زوردار چیخ نے آپکڑا۔

آیت 74 فرمایا کہ ہم نے قومِ لوط کی بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کردیا اس طرح کہ حضرت جبریل علیہ السلام زمین کے اس حصے کو اٹھاکر آسمان کے قریب لے گئے اور وہاں سے اوندھا کرکے زمین پر ڈال دیا اور ہم نے ان پر کنکر کے پتھر برسائے۔

آیت 75 قومِ لوط کا مہمانوں کی بے حرمتی کا قصد کرنے، ان کی بستیوں کو الٹ دیئے جانے اور ان پر پتھروں کی بارش ہونے میں غور کرکے عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں جن کے ذریعے وہ حق کی حقیقت پر استدلال کرسکتے ہیں۔

آیت 76 کفار کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ قومِ لوط کی بستیاں ملکِ شام کی طرف جانے والی گزرگاہ پر ہیں، لوگوں کے قافلے وہاں سے گزرتے ہیں اور غضبِ الٰہی کے آثار ان کے دیکھنے میں آتے ہیں تو کیا وہ ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾ وَإِن كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ لَظَالِمِينَ ﴿٧٨﴾ فَانتَقَمْنَا

بیشک اس میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں ○ اور بیشک کثیر درختوں والی جگہ کے رہنے والے ضرور ظالم تھے ○ تو ہم نے

مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿٧٩﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ﴿٨٠﴾

وقف لازم ع ٥

ان سے انتقام لیا اور بیشک وہ دونوں بستیاں صاف راستے پر ہیں ○ اور بیشک حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا ○

وَآتَيْنَاهُمْ آيَاتِنَا فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٨١﴾ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا آمِنِينَ ﴿٨٢﴾

اور ہم نے انہیں اپنی نشانیاں دیں تو وہ ان سے منہ پھیرے رہے ○ اور وہ بے خوف ہو کر پہاڑوں میں تراش تراش کر گھر بناتے تھے ○

آیت 77 ان بستیوں کے آثار میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کے لئے نشانیاں ہیں، وہ انہیں دیکھ کر پہچان جاتے ہیں کہ یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں بلکہ جس عذاب کی وجہ سے ان کے شہر اجڑ گئے وہ ان کے برے کاموں کی وجہ سے ان پر آیا تھا۔ اہم بات: ایمان اور دین، عقل اور فراست اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ اس سے تقویٰ اور طہارت نصیب ہوتی ہے۔ بے عقل، غافل اور کافر ایسے واقعات کو اتفاقی یا آسمانی تاثیرات سے مانتا ہے جیسا کہ آج بھی دیکھا جا رہا ہے لیکن عقل مند مومن ان کو مخلوق کی بد عملی کا نتیجہ جان کر دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرتا ہے۔

آیت 78، 79 ان دو آیات میں فرمایا کہ اور بیشک کثیر درختوں والی جگہ کے رہنے والے ضرور ظالم تھے تو ہم نے عذاب بھیج کر انہیں ہلاک کر دیا اور بیشک قوم لوط اور اصحابِ ایکہ کے شہر صاف راستے پر ہیں جہاں سے آدمی گزرتے اور دیکھتے ہیں تو اے اہل مکہ! تم انہیں دیکھ کر کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے۔ اہم بات: ایکہ جھاڑی کو کہتے ہیں، ان لوگوں کا شہر چونکہ سرسبز جنگلوں اور مرغزاروں کے درمیان تھا اس لئے انہیں جھاڑی والا فرمایا گیا۔ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی۔

آیت 80 حجر مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک وادی ہے جہاں قوم ثمود آباد تھی، انہوں نے اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ اہم باتیں: (1) ایک رسول کی تکذیب تمام رسولوں کی تکذیب ہے کیونکہ ہر رسول تمام رسولوں پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے تو جس نے کسی ایک رسول کو جھٹلایا گویا اس نے تمام رسولوں کو جھٹلایا۔ (2) قوم ثمود کے واقعات تفصیل کے ساتھ سورۂ اعراف اور سورۂ ہود میں گزر چکے ہیں۔

آیت 81 فرمایا کہ ہم نے قوم ثمود کو اپنی نشانیاں دیں کہ پتھر سے اونٹنی پیدا کی جو بہت سے عجائبات پر مشتمل تھی مثلاً جسم بڑا ہونا، پیدا ہوتے ہی بچہ جننا، کثرت سے دودھ دینا کہ پوری قوم کو کافی ہو وغیرہ، یہ سب حضرت صالح علیہ السلام کے معجزات اور قوم ثمود کے لئے ہماری نشانیاں تھیں تو وہ ان نشانیوں سے اعراض کرتے رہے اور ایمان نہ لائے۔

آیت 82 مزید فرمایا کہ وہ لوگ بے خوف ہو کر پہاڑوں میں تراش تراش کر گھر بناتے تھے کیونکہ انہیں اس کے گرنے اور اس میں نقب لگائے جانے کا اندیشہ نہ تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ یہ گھر تباہ نہیں ہو سکتے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَا خَلَقْنَا

تو انہیں صبح ہوتے زور دار چیخ نے پکڑ لیا ○ تو ان کی کمائی کچھ ان کے کام نہ آئی ○ اور ہم نے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ

آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب حق کے ساتھ بنایا اور بیشک قیامت آنے والی ہے تو تم اچھی طرح درگزر

الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ

کرو ○ بیشک تمہارا رب ہی بہت پیدا کرنے والا، جاننے والا ہے ○ اور بیشک ہم نے تمہیں سات آیتیں دیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں

آیت 83 ﴾ جب قوم ثمود نے اونٹنی کی کونچیں کاٹیں تو حضرت صالح علیہ السلام کے بتائے ہوئے تین دن گزرنے کے بعد صبح ہوتے ہی انہیں آسمان سے ایک زور دار چیخ سنائی دی اور زمین میں زلزلہ آگیا، یوں ان سب کو ہلاک کر دیا گیا۔

آیت 84 ﴾ فرمایا گیا کہ وہ لوگ شرک اور جو برے کام کرتے تھے وہ ان کے کچھ کام نہ آئے اور اُن کے مال ومتاع اور مضبوط مکان انہیں عذاب سے نہ بچا سکے۔ **اہم بات:** قومِ ثمود کی بستیوں کے آثار عرب کی سرزمین میں آج بھی موجود ہیں اور وہ جگہ "مدائن صالح" کے نام سے معروف ہے۔ آج بھی لوگ ان آثار کو دیکھنے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب مقام حجر کے پاس سے گزرے تو ارشاد فرمایا: ظالموں کے مکانات میں روتے ہوئے داخل ہونا، ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہ عذاب آجائے جو ان پر آیا تھا۔ پھر سواری پر بیٹھے ہوئے اپنے چہرۂ انور پر چادر ڈال لی۔ (بخاری، حدیث: 3380)

آیت 85 ﴾ فرمایا گیا کہ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو اللہ تعالیٰ نے بامقصد اور حکمت سے بھرپور بنایا ہے اور بیشک قیامت آنے والی ہے، اس میں ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا ضرور ملے گی تو اے حبیب! آپ اپنی قوم سے اچھی طرح درگزر کریں اور ان کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر و تحمل کریں۔ **اہم باتیں:** (1) ایک قول کے مطابق یہ حکم آیت قتال سے منسوخ ہو گیا اور دوسرا قول یہ ہے کہ منسوخ نہیں ہوا۔ (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں سے متعلق حدیث پاک میں ہے: میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جتنا ڈرایا گیا ہوں اتنا کوئی نہیں ڈرایا گیا اور میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جتنا ستایا گیا ہوں اتنا کوئی نہیں ستایا گیا۔ (ترمذی، حدیث: 2480) اور ان کی اذیتوں کے مقابلے میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انتہائی بردباری اور عفو و درگزر کا عظیم مظاہرہ فرمایا۔

آیت 86 ﴾ ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ کا رب جس نے آپ کو کمال کی انتہا تک پہنچایا وہی آپ کو، ان کفار کو اور تمام موجودات کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ آپ کے اور ان کفار کے احوال کو تمام تر تفصیلات کے ساتھ جانتا ہے، آپ کے اور ان کے درمیان ہونے والے معاملات میں سے کچھ بھی اس سے پوشیدہ نہیں لہٰذا آپ تمام امور میں اسی پر توکل کریں تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرما دے۔

آیت 87 ﴾ یہاں ان عظیم نعمتوں کا ذکر ہو رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں کیونکہ انسان جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہوئی کثیر نعمتوں کو یاد کرتا ہے تو اس کے لئے اذیتیں پہنچانے والوں سے درگزر اور سختیوں پر صبر آسان ہو جاتا ہے، فرمایا: بے شک ہم نے تمہیں سات آیتیں دیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن دیا۔ **اہم باتیں:** (1) آیت میں

وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَ لَا تَحْزَنْ

اورعظمت والا قرآن (دیا)○ تم اپنی نگاہ اس مال واسباب کی طرف نہ اٹھاؤ جس کے ذریعے ہم نے کافروں کی کئی قسموں کو فائدہ اٹھانے دیا ہے اور ان کا کچھ غم

عَلَیْهِمْ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۸﴾ وَ قُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَاۤ

نہ کھاؤ اور مسلمانوں کیلئے اپنے بازو بچھا دو○ اور تم فرماؤ کہ میں ہی صاف ڈر سنانے والا ہوں○ جیسا

اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَ رَبِّكَ لَنَسْــٴَـلَنَّهُمْ

ہم نے تقسیم کرنے والوں پر اتارا○ جنہوں نے کلامِ الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے○ تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے

سات آیتوں سے مراد سورۂ فاتحہ ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (یعنی سورۂ فاتحہ) ہی سبع مثانی اور قرآنِ عظیم (کے تمام علوم کی جامع) ہے جو مجھے عطا فرمایا گیا۔ (بخاری، حدیث: 4474) (2) سورۂ فاتحہ کو "مثانی یعنی بار بار دہرائے جانے والی" اس لئے کہا گیا کہ یہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے نیز یہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان تقسیم کی گئی ہے، اس کے پہلے نصف میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے اور دوسرے نصف میں دعا ہے اور یہ سورت دو مرتبہ نازل ہوئی، پہلی بار مکہ میں اور دوسری بار مدینہ میں۔

آیت 88 ارشاد فرمایا: اے حبیب! ہم نے آپ کو ایسی نعمتیں عطا فرمائیں جن کے سامنے دنیا کی نعمتیں حقیر ہیں تو آپ دنیا کے مال و متاع سے مستغنی رہیں جو یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ مختلف قسم کے کافروں کو دیا گیا ہے اور آپ اس وجہ سے غمزدہ نہ ہوں کہ وہ ایمان نہیں لائے اور مسلمانوں پر رحمت اور شفقت کرتے ہوئے ان کے لئے اپنے بازو بچھا کر رکھیں یعنی ان کے سامنے تواضع فرمائیں۔

اہم باتیں: (1) اس آیت میں بظاہر خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو لیکن دنیا کے مال و متاع کی طرف نظر کرنے کی ممانعت امت کو ہے کیونکہ آپ تو پہلے سے ہی اس بات سے محفوظ تھے۔ (2) مسلمان کو چاہیے کہ کافر اور کافر کے مال و متاع کو کبھی عزت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ حدیثِ پاک میں ہے: تم کسی بد عمل پر کسی نعمت کی وجہ سے رشک نہ کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ مرنے کے بعد وہ کس چیز سے ملے گا، اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس اذیت دینے والی ایسی چیز یعنی جہنم کی آگ ہے جو فنا نہ ہوگی۔ (شرح السنہ، 7/324)

آیت 89-91 ان تین آیات میں فرمایا گیا کہ اے حبیب! مشرکین سے فرما دیں کہ میں ہی عذاب کا صاف ڈر سنانے والا ہوں کہ سرکشی میں تمہاری زیادتی کی وجہ سے کہیں تم پر بھی ویسا ہی عذاب نازل نہ ہو جائے جیسا اللہ تعالیٰ نے تقسیم کرنے والوں پر نازل کیا جنہوں نے کلامِ الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ **اہم بات:** تقسیم کرنے والوں سے کون لوگ مراد ہیں، اس بارے میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں: (1) اس سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں، انہوں نے قرآنِ پاک کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا کہ جو حصہ ان کی کتابوں کے موافق تھا اس پر ایمان لائے اور باقی کے منکر ہو گئے۔ (2) اس سے مراد کفارِ قریش ہیں، ان میں سے بعض قرآن کو جادو، بعض کہانت اور بعض افسانہ کہتے تھے، اس طرح انہوں نے قرآن کریم کے بارے میں اپنے اقوال تقسیم کر رکھے تھے۔

آیت 92، 93 ان دو آیات میں ارشاد ہوا کہ اے حبیب! آپ کے رب کی قسم! ہم قیامت کے دن مُقْتَسِمِیْن سے ان کے اس عمل اور دیگر تمام گناہوں کے بارے میں ضرور پوچھیں گے یا یہ معنی ہے کہ ہم قیامت کے دن تمام مکلفین سے ان کے ایمان، کفر اور دیگر تمام اعمال کے بارے میں پوچھیں گے۔

اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾

پوچھیں گے ○ اُس کے بارے میں جو وہ کرتے تھے ○ پس وہ بات اعلانیہ کہہ دو جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو ○

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾

بیشک ان ہنسنے والوں کے مقابلے میں ہم تمہیں کافی ہوں گے ○ جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں تو عنقریب جان جائیں گے ○

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

اور بیشک ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہے ○ تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرو

وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ ○ اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو حتّٰی کہ تمہیں موت آجائے ○

آیت 94 رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تبلیغ رسالت اور دعوتِ اسلام کے اظہار کا حکم دیا جارہا ہے، فرمایا گیا: اے حبیب! وہ بات اعلانیہ کہہ دو جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے اور اس پر مشرکوں کی طرف سے ملامت کی پروا اور ان کے استہزا کا غم نہ کریں۔ **اہم بات:** یہ آیت نازل ہونے سے پہلے دعوتِ اسلام پوشیدہ طور پر کی جاتی تھی، جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اعلانیہ طور پر دینِ اسلام کی تبلیغ فرمانے لگے اور شرک و بت پرستی کی کھلم کھلا برائی بیان فرمانے لگے۔

آیت 95 **شانِ نزول:** کفارِ قریش کے پانچ سردار عاص بن وائل سہمی، اسود بن مطلب، اسود بن عبد یغوث، حارث بن قیس اور ولید ابنِ مغیرہ مخزومی، یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بہت ایذا دیتے اور آپ کا مذاق اڑاتے تھے، ایک روز آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مسجد حرام میں تشریف فرما تھے کہ یہ پانچوں آئے اور حسبِ دستور طعن و مذاق کے کلمات کہے اور طواف میں مشغول ہو گئے۔ اسی دوران حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے ولید بن مغیرہ کی پنڈلی، عاص کے قدموں، اسود بن مطلب کی آنکھوں، اسود بن عبد یغوث کے پیٹ اور حارث بن قیس کے سر کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ میں ان کا شر دفع کروں گا چنانچہ تھوڑے عرصہ میں یہ ہلاک ہو گئے، انہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: بیشک ان ہنسنے والوں کے مقابلے میں ہم تمہیں کافی ہوں گے۔

آیت 96 فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں تو عنقریب قیامت کے دن وہ اپنے برے کام کا انجام جان جائیں گے۔

آیت 97، 98 ان دو آیات میں ارشاد فرمایا: اے حبیب! بیشک ہمیں معلوم ہے کہ آپ کی قوم کے مشرکوں کا آپ کو جھٹلانے، آپ کا اور قرآن کا مذاق اڑانے کی وجہ سے آپ کو ملال ہوتا ہے تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں کے لئے تسبیح اور عبادت میں مشغول ہونا غم کا بہترین علاج ہے۔

آیت 99 ارشاد فرمایا: اے حبیب! جب تک موت آپ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہو جاتی اس وقت تک آپ اپنے رب کی عبادت میں مصروف رہیں۔ **درس:** بندہ خواہ کتنا ہی بڑا ولی بن جائے، عبادات سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو آخری دم تک عبادت کرنے کا حکم دیا گیا تو ہم کیا چیز ہیں۔ اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو خود کو بڑے بلند مقام و مرتبہ پر فائز سمجھ کر عبادات کے معاملے میں خود کو بے نیاز جانتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ یُنَزِّلُ الْمَلٰٓىٕكَةَ بِالرُّوْحِ

اللہ کا حکم قریب آگیا تو تم اس کو جلدی طلب نہ کرو، (اللہ) ان کے شرک سے پاک اور بلند وبالا ہے ۝ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر

سورۂ نحل کا تعارف سورۂ نحل مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی البتہ آیت ﴿فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ﴾ سے لے کر سورت کے آخر تک مدینہ طیبہ میں اتری، اس بارے میں اور اقوال بھی ہیں۔ اس میں 16 رکوع اور 128 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی آیت 68 میں شہد کی مکھی کا ذکر ہے اور عربی میں شہد کی مکھی کو "نحل" کہتے ہیں۔ اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام "نحل" رکھا گیا۔ سورۂ نحل کے بارے میں **حدیث**: سورۂ نحل میں ایک آیت ہے جو تمام خیر وشر کے بیان کو جامع ہے اور وہ یہ آیت ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ (نحل:90) ترجمہ: بیشک اللہ عدل اور احسان اور رشتے داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی اور ہر بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ (معجم کبیر، حدیث:8658) **خلاصۂ مضامین**: سورۂ نحل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت، حکمت اور وحدانیت پر کثیر دلائل، میدانِ حشر میں کفار کی بری حالت کا ذکر، عہد پورا کرنے اور قسمیں نہ توڑنے کا حکم، قرآنِ پاک کے بارے میں کفار کے شبہات کا رد، حالتِ اکراہ میں کلمہ کفر کہنے والے کا حکم، اپنی طرف سے چیزوں کو حلال یا حرام کہہ کر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کی ممانعت نیز بیٹی کی ولادت پر کفار کے طرزِ عمل، جانوروں سے حاصل ہونے والے فوائد، فرشتوں کا کفار اور متقی مسلمانوں کی جان نکالنے کی کیفیت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان، نیکی کی دعوت دینے کے اہم اصولوں اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان ہے اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اذیت دینے والے کفارِ مکہ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔

آیت 1 **شانِ نزول**: جب کفار نے تکذیب اور استہزا کے طور پر اس عذاب کے نازل ہونے اور قیامت قائم ہونے کی جلدی کی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی اور بتا دیا گیا کہ جس کی تم جلدی کرتے ہو وہ بہت قریب ہے، اپنے وقت پر یقیناً واقع ہوگا اور جب واقع ہوگا تو تمہیں اس سے چھٹکارے کی کوئی راہ نہ ملے گی تو تم اس کے وقت سے پہلے اسے طلب نہ کرو۔ (خازن،3/112) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے بالکل قریب بھیجا گیا ہوں تو مجھے قیامت سے صرف اتنی سبقت حاصل ہے جتنی اس انگلی یعنی درمیانی انگلی کو شہادت کی انگلی پر حاصل ہے۔ (ترمذی، حدیث:2220) مزید کافروں نے کہا کہ جن بتوں کی ہم عبادت کرتے ہیں یہ بارگاہِ الٰہی میں ہماری شفاعت کر دیں گے تو ہمیں عذاب سے نجات مل جائے گی، ان کے رد میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور بلند وبالا ہے۔

آیت 2 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کو نبوت، رسالت اور مخلوق کی طرف وحی کی تبلیغ کے لئے منتخب فرمالیا ہے ان پر وحی کے ساتھ فرشتوں کو نازل فرماتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو میرا انکار کرنے اور عبادت کے لائق ہونے میں بتوں کو میرا شریک ٹھہرانے پر

مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝۲

چاہتا ہے اس پر فرشتوں کو اپنے حکم سے روح یعنی وحی کے ساتھ نازل فرماتا ہے کہ تم ڈر سناؤ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھ سے ڈرو○

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۳ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ

اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ بنایا۔ وہ ان کے شرک سے بلند و بالا ہے○ اس نے انسان کو منی سے

نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝۴ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ

پیدا کیا پھر جبھی وہ کھلم کھلا جھگڑنے والا بن گیا○ اور اس نے جانور پیدا کئے، ان میں تمہارے لیے گرم لباس اور بہت سے فائدے

میرے قہر و غضب سے ڈرائیں۔ **اہم بات:** آیت میں ملائکہ سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں، ان کی تعظیم کے لئے جمع کا صیغہ "ملائکہ" ذکر فرمایا یا اس لئے کہ ان کے ساتھ وحی کی حفاظت کرنے والے دیگر فرشتے بھی ہوتے ہیں۔ اور روح سے مراد وحی ہے۔ وحی کو روح اس لئے فرمایا گیا کہ جس طرح روح کے ذریعے جسم زندہ ہوتا ہے اور روح نہ ہو تو جسم مردہ ہو جاتا ہے اسی طرح وحی کے ذریعے دل زندہ ہوتا ہے اور جو دل وحی سے دور ہو مردہ ہو جاتا ہے۔

آیت 3 ارشاد فرمایا: اے لوگو! تمہارے رب نے آسمانوں اور زمین کو باطل اور بے کار نہیں بلکہ حکمت و مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے، انہیں عدم سے وجود میں لانے میں کوئی اس کا شریک نہیں اور نہ انہیں پیدا کرنے پر کسی نے اللہ تعالیٰ کی مدد کی ہے تو اللہ تعالیٰ کا شریک کہاں سے آ گیا؟ اللہ تعالیٰ تمہارے شرک اور تمہارے اس دعوے کہ "اللہ کے سوا اور بھی معبود ہیں" سے بلند و بالا ہے اور اس کی شان اتنی بلند ہے کہ کوئی اس کا مثل، شریک یا مددگار ہو ہی نہیں سکتا۔

آیت 4 **شانِ نزول:** اُبی بن خلف مرنے کے بعد زندہ ہونے کا انکار کرتا تھا، ایک بار کسی مردے کی گلی ہوئی ہڈی اٹھالایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہنے لگا: آپ کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہڈی کو زندگی دے گا! اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور نہایت نفیس جواب دیا گیا کہ ہڈی تو کچھ نہ کچھ عضو اور شکل رکھتی ہے اللہ تعالیٰ نے تو انسان کو منی کے چھوٹے سے نہایت معمولی قطرے سے پیدا کیا، اسے غذا اور رزق دیا اور اس کی پرورش کرتا رہا حتی کہ جب وہ اپنے قدموں پر چلنے کے قابل ہو گیا تو ان میں سے کئی ایسے سرکش بنے کہ انہوں نے اپنے رب کی نعمتوں کی ناشکری کی، اپنے پیدا کرنے والے کا انکار کر دیا اور ان بتوں کی عبادت میں مصروف ہو گئے جو انہیں نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان اور کہنے لگے کہ "ایسا کون ہے جو ہڈیوں کو زندہ کر دے جبکہ وہ بالکل گلی ہوئی ہوں" اور اس ہستی کو بھول گئے جس نے گندے قطرے سے حسین صورتیں پیدا کر دیں۔

آیت 5 سابقہ آیات میں زمین و آسمان کی تخلیق اور انسان کی پیدائش کا ذکر ہوا اب ان چیزوں کا ذکر ہو رہا ہے جن سے انسان اپنی ضروریات میں نفع اٹھاتے ہیں، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اونٹ، گائے اور بکریاں وغیرہ جانور پیدا کئے، ان کی کھالوں اور اُون سے تمہارے لیے گرم لباس تیار ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی ان جانوروں میں بہت سے فائدے ہیں جیسے تم ان کی نسل سے دولت کماتے ہو، ان کے دودھ پیتے ہو، ان پر سواری کرتے ہو اور تم ان کا گوشت بھی کھاتے ہو۔

وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۵ وَ لَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَ حِيْنَ

ہیں اور ان سے تم (غذا بھی) کھاتے ہو ○ اور تمہارے لئے ان میں زینت ہے جب تم انہیں شام کو واپس لاتے ہو اور جب چرنے کیلئے

تَسْرَحُوْنَ ۝۶ وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ

چھوڑتے ہو ○ اور وہ جانور تمہارے بوجھ اٹھا کر ایسے شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم اپنی جان کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے،

اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۷ وَّ الْخَيْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا

بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحم والا ہے ○ اور (اس نے) گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کئے) تاکہ تم ان پر سوار ہو اور یہ تمہارے لئے

وَ زِيْنَةً ؕ وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸ وَ عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَ مِنْهَا

زینت ہے اور (ابھی مزید) ایسی چیزیں پیدا کرے گا جو تم جانتے نہیں ○ اور درمیان کا سیدھا راستہ (دکھانا) اللہ کے ذمہ کرم پر ہی ہے اور ان

آیت 6 فرمایا کہ جب تم ان جانوروں کو شام کے وقت چراگاہوں سے واپس لاتے ہو اور جب صبح کے وقت انہیں چرنے کے لئے چھوڑتے ہو تو اس وقت ان جانوروں کی کثرت اور بناوٹ دیکھ کر تمہیں خوشی حاصل ہوتی ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں تمہاری عزت، وجاہت اور مقام و مرتبہ بڑھ جاتا ہے۔

آیت 7 فرمایا کہ وہ جانور تمہارا سامان اور سفر کے دوران کام آنے والے آلات اس شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم اپنی جان کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے، بیشک تمہارا رب نہایت مہربان، رحم والا ہے کہ اس نے تمہارے لئے یہ نفع دینے والی چیزیں پیدا کیں۔ اہم باتیں: (1) جانوروں پر سواری کرنا اور ان پر سامان لادنا جائز ہے البتہ جتنی ان میں بوجھ برداشت کرنے کی قوت ہو اسی حساب سے ان پر سامان لادا جائے۔ (2) کثیر احادیث میں جانوروں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایک ایسے اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پیٹھ پیٹ سے مل گئی تھی تو ارشاد فرمایا: ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، ان پر اچھی طرح سوار ہوا کرو اور انہیں اچھی طرح کھلایا کرو۔ (ابوداود، حدیث:2548)

آیت 8 اللہ تعالیٰ نے گھوڑے، خچر اور گدھے بھی تمہارے نفع کے لئے پیدا کئے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور ان میں تمہارے لئے سواری اور دیگر فوائد کے ساتھ ساتھ یہ تمہارے لئے زینت بھی ہیں اور جانوروں کی ان اقسام کے علاوہ ابھی مزید ایسی عجیب و غریب چیزیں اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا جن کی حقیقت اور پیدائش کی کیفیت تم نہیں جانتے۔ **اہم بات:** آخری الفاظ مبارکہ "اور (ابھی مزید) ایسی چیزیں پیدا کرے گا جو تم جانتے نہیں" میں وہ تمام چیزیں آگئیں جو آدمی کے فائدے اور راحت و آرام کے لئے اس وقت موجود نہیں تھیں لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کا آئندہ پیدا کرنا منظور تھا جیسے بحری جہاز، ریل گاڑیاں، کاریں، بسیں، ہوائی جہاز اور اس طرح کی ہزاروں، لاکھوں سائنسی ایجادات۔ ابھی آئندہ زمانے میں نہ جانے کیا کیا ایجاد ہوگا لیکن جو بھی ایجاد ہوگا وہ اس آیت میں داخل ہے۔

آیت 9 رسول بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر سیدھے راستے کو بیان کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لیا ہوا ہے اور ان راستوں میں

جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۹ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ

(راستوں) میں سے کوئی ٹیڑھا راستہ بھی ہے اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیدیتا○ وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا، اس سے تمہارا

شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝۱۰ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ

(پینا) ہے اور اسی سے درخت (اگتے) ہیں جن سے تم (جانور) چراتے ہو○ اس پانی سے وہ تمہارے لیے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور

وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۱۱ وَسَخَّرَ لَكُمُ

اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے، بیشک اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانی ہے○ اور اس نے تمہارے لیے

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

رات اور دن اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا اور ستارے (بھی) اسی کے حکم کے پابند ہیں۔ بیشک اس میں عقل مندوں کیلئے

ہے کچھ راستے صراط مستقیم سے منحرف ہیں، ان پر چلنے والا منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو سیدھے راستے تک پہنچادیتا لیکن اس نے ایسا نہیں چاہا کیونکہ اللہ تعالیٰ ازل سے جانتا ہے کہ کچھ لوگ جنت کے قابل اور کچھ جہنم کے لائق ہیں عذاب کو ہدایت نصیب نہ ہوگی۔ اہم بات: "قَصْدُ السَّبِيْلِ" سے مراد دینِ اسلام اور اہلسنت وجماعت ہے۔

آیت 10 سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کا ذکر ہوا جو اس نے خاص انسانوں پر فرمائے اب ان نعمتوں کا بیان فرمایا جارہا ہے جو انسانوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حیوانات کے لئے بھی ہیں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا جو پینے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس سے نباتات اگتی ہیں جن سے تمام جانور نفع اٹھاتے ہیں۔

آیت 11 حیوانات کے تفصیلی اور اجمالی ذکر کے بعد اب پھلوں کا تفصیلی اور اجمالی ذکر ہو رہا ہے، ارشاد فرمایا: اس پانی سے وہ تمہارے لئے کھیتی، زیتون، کھجور، انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے، پانی نازل کرنے اور اس سے طرح طرح کی اجناس پیدا کرنے میں ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے کمال علم، قدرت، حکمت اور صرف اسی کے معبود ہونے پر دلالت کرنے والی بڑی بڑی نشانیاں ہیں جو اس کی صنعتوں میں غور وفکر کرکے ایمان قبول کرلیتے ہیں۔ اہم بات: کھیتی سے مراد وہ دانہ ہے جس سے غذا حاصل کی جاتی ہے جیسے گندم، جو اور ان جیسی دوسری چیزیں۔

آیت 12 سابقہ آیت میں ان نعمتوں کا ذکر ہوا جو عالم سفلی یعنی زمین اور اس پر موجود چیزوں میں ہیں یہاں ان نعمتوں کا بیان ہے جو عالم علوی یعنی بادلوں، آسمانوں اور ان میں موجود چیزوں میں ہیں، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا اور ستارے بھی اسی کے حکم کے پابند ہیں، جو لوگ صحیح اور سلیم عقل رکھتے ہیں وہ ان چیزوں میں غور کرکے سمجھ جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے اختیار سے ہر کام کرنے والا ہے اور تمام مخلوق اسی کی قدرت کے تحت ہے۔ اہم باتیں: (1) دن رات، سورج چاند اور ستاروں کی تسخیر یہ ہے کہ ہمارے کاموں اور فائدوں کے لئے سارا نظام چل رہا ہے۔ (2) ہر ذرہ معرفت الٰہی کا دفتر ہے

لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿١٢﴾ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

نشانیاں ہیں ○ اور (اس نے تمہارے کام میں لگا دیں) وہ مختلف رنگوں والی چیزیں جو اس نے تمہارے لیے زمین میں پیدا کیں۔ بیشک اس میں

لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿١٣﴾ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا

نصیحت ماننے والوں کیلئے نشانی ہے ○ اور وہی ہے جس نے سمندر تمہارے قابو میں دیدیئے تا کہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ

وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ

اور تم اس میں سے زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو اور تم اس میں کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں اور اس لئے کہ تم اس کا فضل تلاش

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٤﴾ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا

کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو ○ اور اس نے زمین میں لنگر ڈالے تا کہ زمین تمہیں لے کر حرکت نہ کرتی رہے اور اس نے نہریں اور راستے

لیکن اس کے لئے صحیح عقل کی ضرورت ہے۔ (3) علمِ طب، ریاضی اور فلکیات وغیرہ بہت عمدہ واعلیٰ علوم ہیں کہ ان سے معرفتِ الٰہی میں مدد ملتی ہے۔

آیت 13 ﴾ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی تمہارے کام پر لگا دیا جو اس نے تمہارے لئے زمین میں حیوانات، درخت اور پھل وغیرہ پیدا کئے ہیں، وہ اپنی کثیر تعداد کے باوجود خلقت، ہیئت، کیفیت اور رنگ میں مختلف ہیں حتی کہ ان میں سے کوئی مکمل طور پر دوسرے کی طرح نہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال پر بڑی مضبوط دلیل ہے۔ بیشک اس میں نصیحت ماننے والوں کے لئے نشانی ہے۔

آیت 14 ﴾ فرمایا کہ اور وہی ہے جس نے سمندر تمہارے قابو میں دے دیئے تا کہ تم اس میں سے تازہ گوشت یعنی مچھلی کھاؤ اور تم اس میں سے زیور یعنی گوہر و مرجان نکالو جسے تم پہنتے ہو اور اگر تم میں سے کوئی سمندر پر جائے تو وہ دیکھے گا کہ ہوا کا رخ ایک طرف ہونے کے باوجود بادبانی کشتیاں پانی کو چیرتی ہوئی آ جا رہی ہیں اور سمندر کو تمہارے قابو میں اس لئے دیا تا کہ تم تجارت کی غرض سے سمندر میں سفر کرو اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے نفع حاصل کرو اور جب تم اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان پاؤ تو تمہیں چاہئے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اہم باتیں: (1) سمندر کی تسخیر کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سمندر سے نفع اٹھانے کی قدرت عطا کر دی، کشتیوں اور بحری جہازوں کے ذریعے اس میں سفر کر سکتے ہیں، غوطے لگا کر اس کی تہہ میں پہنچ سکتے ہیں اور اس میں سے شکار کر سکتے ہیں۔ (2) زیور پہننے سے مراد عورتوں کا پہننا ہے کیونکہ زیور عورتوں کی زینت ہے اور چونکہ عورتوں کا زیوروں کے ذریعے سجنا سنورنا مردوں کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے گویا یہ مردوں کی زینت اور لباس ہے۔

آیت 15 ﴾ زمین میں پیدا کی گئی نعمتوں میں سے بعض کا ذکر فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں مضبوط پہاڑوں کے لنگر ڈالے تا کہ وہ تمہیں لے کر حرکت نہ کرتی رہے اور اس نے زمین میں نہریں بنائیں اور راستے بنائے جن پر تم اپنے سفر کے دوران چلتے ہو اور اپنی

وَسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٥﴾ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿١٦﴾ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ

بنائے تاکہ تم راستہ پالو○ اور (راستوں کیلئے) کئی نشانیاں بنائیں اور لوگ ستاروں سے راستہ پالیتے ہیں○ تو کیا جو پیدا کرنے والا ہے

كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٧﴾ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ

وہ اس جیسا ہے جو کچھ بھی نہیں بنا سکتا؟ تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے؟○ اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہیں کر سکو گے،

اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٨﴾ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿١٩﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو○ اور اللہ کے سوا جن کی یہ لوگ

ضروریات کی تکمیل کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہو تاکہ تم اپنی منزلوں تک راستہ پالو اور بھٹک نہ جاؤ۔

آیت 16 ﴿ فرمایا کہ اور اللہ تعالیٰ نے راستوں کی پہچان کے لئے کئی نشانیاں بنائیں جیسے پہاڑ کہ دن میں لوگ ان کے ذریعے راستہ پاتے ہیں اور رات کے وقت خشکی اور تری میں ستاروں سے بھی راستہ پالیتے ہیں اور اس سے انہیں قبلہ کی پہچان ہوتی ہے۔

آیت 17 ﴿ سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، صنعت کے عجائبات اور انوکھی مخلوقات کا ذکر ہوا یہاں ان لوگوں سے کلام فرمایا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر عاجز و ناکارہ بتوں کی عبادت میں مشغول ہیں، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جو اپنی قدرت و حکمت سے ان تمام چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے، کیا وہ ان بتوں جیسا ہے جو عاجز ہونے کی وجہ سے کچھ بھی نہیں بنا سکتے! جب اللہ تعالیٰ ان جیسا ہے ہی نہیں تو عقل مند کو کب سزاوار ہے کہ ایسے خالق و مالک کی عبادت چھوڑ کر عاجز و بے اختیار بتوں کی پرستش کرے یا انہیں عبادت میں اس کا شریک ٹھہرائے۔

آیت 18 ﴿ اوپر بیان کردہ نعمتیں اور ان کے علاوہ بندے کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی جتنی نعمتیں ہیں جیسے تندرست بدن، صحیح آنکھیں، عقل سلیم، ایسی سماعت جو چیزوں کو سمجھنے میں مددگار ہے، ہاتھوں کا پکڑنا، پاؤں کا چلنا وغیرہ اور جتنی نعمتیں بندے پر فرمائی ہیں جیسے بندے کی دینی و دنیوی ضروریات کی تکمیل کے لئے پیدا کی گئیں تمام چیزیں، یہ اتنی کثیر ہیں کہ اگر تم انہیں شمار کرنے کی کوشش کرو اور اس کام میں اپنی زندگیاں صرف کر دو تو بھی اس پر قادر نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر جیسا شکر ادا کرنا تم پر لازم ہے اگر تم ویسا نہ کر سکو تو بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری تقصیر معاف کرنے والا ہے، وہ شکر ادا کرنے میں تمہاری تقصیر کے باوجود تم پر نعمتیں وسیع فرماتا ہے اور گناہوں کی وجہ سے تمہیں اپنی نعمتوں سے محروم نہیں فرماتا۔

آیت 19 ﴿ فرمایا کہ تم اپنے عقائد و اعمال میں سے جو چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو وہ سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ درس: اس میں ہر اس شخص کے لئے بڑی عبرت و نصیحت ہے جو لوگوں سے چھپ کر برے اعمال کرتا اور ان کے لوگوں پر ظاہر ہونے سے ڈرتا ہے جبکہ اس رب سے نہیں ڈرتا جو تنہائیوں اور خلوتوں کے اعمال بھی جانتا ہے۔

آیت 20 ﴿ فرمایا کہ کفار اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہیں وہ اس بات پر قادر نہیں کہ کوئی چیز پیدا کر سکیں بلکہ وہ خود

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ؕ۝۲۰ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ

عبادت کرتے ہیں وہ تو کسی شے کو پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ تو خود بنائے جاتے ہیں ○ بے جان ہیں زندہ نہیں ہیں اور انہیں خبر نہیں

اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝۲۱ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ

کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے ○ تمہارا معبود ایک معبود ہے تو وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل منکر ہیں

وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝۲۲ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

اور وہ متکبر ہیں ○ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں، بیشک وہ مغروروں کو پسند

پتھروں اور لکڑی وغیرہ سے بنائے جاتے ہیں۔ اہم بات: اس آیت میں "یَدْعُوْنَ" کا معنی عبادت کرنا ہے، قرآن پاک میں لفظ "دُعَا" عبادت کے معنی میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔

آیت 21 ﴾ جن بتوں کی کفار عبادت کرتے ہیں اگر یہ حقیقی معبود ہوتے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرح زندہ ہوتے، انہیں کبھی موت نہ آتی حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہ بے جان ہیں، زندہ نہیں اور ان بتوں کو خبر نہیں کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے تو ایسے مجبور، بے جان اور بے علم معبود کیسے ہو سکتے ہیں۔ اہم بات: تمام مستند مفسرین نے اپنی تفاسیر میں لکھا ہے کہ ان سے مراد بت ہیں، کسی بھی مستند مفسر نے ان آیات کا مصداق انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کو قرار نہیں دیا کیونکہ انبیاء تو اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کھانا حرام کر دیا پس اللہ کا نبی زندہ ہے اور ان کو روزی دی جاتی ہے۔ (ابن ماجہ) نیز شب معراج تمام انبیاء علیہم السلام کا مسجد اقصیٰ میں جمع ہونا، بعض کا آسمانوں پر ہونا صحیح احادیث میں موجود ہے۔

آیت 22 ﴾ اس سے ماقبل آیات میں ذکر کئے گئے قطعی دلائل سے ثابت ہوا کہ عبادت کا مستحق ایک معبود یعنی اللہ تعالیٰ ہے، وہ اپنی ذات وصفات میں نظیر وشریک سے پاک ہے تو وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرنے والے ہیں اور وہ متکبر ہیں کہ حق ظاہر ہو جانے کے باوجود اس کی پیروی نہیں کرتے۔ اہم بات: یہاں آیات میں نہایت نفیس ترتیب ہے کہ پہلے کثیر دلائل بیان فرمائے اور اب ان دلائل کا اہم ترین نتیجہ توحید باری تعالیٰ کی صورت میں بیان فرمایا اور دلائل ونتیجہ میں بھی کس قدر عمدہ کلام فرمایا کہ کوئی منطق کی باریکیاں اور فلسفے کی موشگافیاں نہیں بلکہ انتہائی عام فہم انداز میں فطرتِ انسانی کے قریب ترین دلائل کو جمع کرتے ہوئے بات کو سمجھا دیا گیا۔ یہی وہ قرآنی اُسلوب ہے جو دل ودماغ کو تسخیر کر دینے والا ہے۔

آیت 23 ﴾ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے انکار اور ان کے غرور وتکبر کو جانتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا، خواہ مومن ہو یا کافر۔ حدیث پاک میں ہے: قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چیونٹیوں کی شکل میں اٹھایا جائے گا اور لوگ ان کو روندیں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی کوئی قدر نہیں ہو گی۔ (رسائل ابن ابی دنیا، التواضع والخمول، 2/578، حدیث: 224)

تکبر کی تعریف: حدیث پاک میں ہے: تکبر حق بات کو جھٹلانے اور دوسروں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔ (مسلم، حدیث: 147 (91))

الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾

نہیں فرماتا○ اور جب ان سے کہا جائے: تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا؟ تو کہتے ہیں: پہلے لوگوں کی داستانیں ہیں○

لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ

اس لئے کہ قیامت کے دن اپنے پورے بوجھ اور کچھ ان لوگوں کے گناہوں کے بوجھ اٹھائیں جنہیں اپنی جہالت سے گمراہ کر رہے ہیں۔

اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ

سن لو! یہ کیا ہی برا بوجھ اٹھاتے ہیں○ بیشک ان سے پہلے لوگوں نے مکروفریب کیا تھا تو اللہ نے ان کی تعمیر کو بنیادوں سے اکھاڑ دیا

آیت 24 سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر اور بتوں کی پوجا کرنے والوں کے رد میں دلائل بیان ہوئے اب سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنے والوں کے شبہات اور ان کے جوابات بیان کئے جا رہے ہیں۔ شانِ نزول: نضر بن حارث نے بہت کہانیاں یاد کر لی تھیں، اس سے جب کوئی قرآنِ کریم کی نسبت دریافت کرتا تو وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کہہ دیتا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، ایسی کہانیاں مجھے بہت یاد ہیں۔ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری جنہوں نے مکہ مکرمہ کے داخلی راستوں کو باہم تقسیم کر لیا تھا، یہ لوگ حج کے لئے آنے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے متنفر کرنے کی کوشش کرتے اور جب کوئی شخص ان سے دریافت کرتا کہ تمہارے رب نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر کیا نازل فرمایا ہے؟ تو یہ کہتے: پہلے لوگوں کے جھوٹے افسانے ہیں، کوئی ماننے کی بات نہیں۔

آیت 25 جن کافروں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے قرآنِ پاک کو پہلے لوگوں کی داستانیں کہا، ان کا انجام یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے گناہوں اور گمراہی کے بوجھ پورے اٹھائیں گے اور اس کے ساتھ ان لوگوں کے گناہوں کے بوجھ اٹھائیں گے جنہیں اپنی جہالت سے گمراہ کر رہے ہیں۔ سن لو! یہ کیا ہی برا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) کافروں پر دنیا میں آنے والی مصیبتوں کی وجہ سے قیامت کے دن ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی بلکہ انہیں تمام گناہوں کی سزا ملے گی جبکہ مومنوں پر دنیا میں آنے والی مصیبتیں ان کے گناہوں کو مٹا دیں گی یا ان کے درجات بلند کر دیں گی۔ (2) قوم کا امیر، سردار یا رہنما جو برا طریقہ ایجاد کرے اور لوگ اس کی پیروی کریں تو اُسے برا طریقہ ایجاد کرنے کا گناہ اور پیروی کرنے والوں کے گناہ کے برابر مزید گناہ ملے گا۔ حدیث پاک میں ہے: جس نے کسی گمراہی کی دعوت دی اسے اس گمراہی کی پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا اور پیروی کرنے والوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (مسلم، حدیث: 16(2674))

آیت 26 پچھلی اُمتوں نے اپنے رسولوں علیہم السلام کے ساتھ مکر کرنے کے لئے کچھ منصوبے بنائے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں خود انہیں کے منصوبوں میں ہلاک کر دیا اور اُن کا حال ایسا ہوا جیسے کسی قوم نے کوئی بلند عمارت بنائی پھر وہ عمارت ان پر گر پڑی اور وہ ہلاک ہو گئے، اسی طرح کفار اپنی مکاریوں سے خود برباد ہوئے اور ان پر وہاں سے عذاب آیا جہاں سے انہیں گمان بھی نہ تھا۔

فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور اوپر سے ان پر چھت گر پڑی اور ان پر وہاں سے عذاب آیا جہاں سے انہیں خبر بھی نہیں تھی۔

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ

پھر قیامت کے دن اللہ انہیں رسوا کرے گا اور فرمائے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم جھگڑتے تھے؟

قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۷﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ

علم والے کہیں گے: بیشک آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے۔ فرشتے ان کافروں کی جان اس حال میں

الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ

نکالتے ہیں کہ وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں تو وہ صلح کی بات پیش کرتے ہیں کہ ہم تو کوئی برائی نہیں کیا کرتے تھے۔ (فرشتے

عَلِيْمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى

کہتے ہیں:) ہاں کیوں نہیں، بیشک اللہ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے۔ تو اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ اس میں رہو گے تو

آیت 27 کفار پر صرف دنیا میں ہی عذاب نہ ہو گا بلکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی انہیں رسوا کرے گا اور انہیں سختی سے فرمائے گا: وہ کہاں ہیں جنہیں تم اپنے گمان میں میرا شریک سمجھتے تھے اور ان کے بارے میں تم مومنوں سے جھگڑتے تھے۔ بروزِ قیامت جب اہلِ ایمان کو طرح طرح کی عظمتوں اور شرافتوں سے نوازا جائے گا اور کافروں کو رسوائی کے ساتھ مختلف قسم کے عذابوں میں گرفتار کیا جائے گا تو انبیاء اور علما جو انہیں دنیا میں ایمان کی دعوت دیتے اور نصیحت کرتے تھے اور یہ لوگ اُن کی بات نہ مانتے تھے، وہ حضرات ان کافروں سے کہیں گے: بے شک آج ساری رسوائی اور عذاب کافروں پر ہے۔ **اہم بات:** علما کا درجہ دنیا میں بھی اعلیٰ ہے اور آخرت میں بھی اعلیٰ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان ہی کا قول بیان فرمایا ہے۔

آیت 28 فرمایا کہ فرشتے جب کافروں کی جان نکالتے ہیں تو اس وقت یہ گفتگو ہو گی یا جب قیامت کے دن عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو خوف کی شدت سے اپنے دنیوی طرزِ عمل کے برخلاف اسلام کی حقانیت تسلیم کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں کوئی شرک نہیں کیا کرتے تھے، یوں وہ اپنے کفر و سرکشی سے مکر جائیں گے۔ انبیاءِ کرام علیہم السلام اور علما ان کا رد کرتے ہوئے کہیں گے: ہاں، کیوں نہیں! بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے، وہ تمہیں ان کی سزا دے گا لہٰذا تمہارے انکار کا کوئی فائدہ نہیں۔

آیت 29 اور ان سے کہا جائے گا: تو اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ اس میں رہو گے تو ایمان سے تکبر کرنے والوں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ

تکبر کرنے والوں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے○ اور متقی لوگوں سے کہا جائے کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا؟ تو کہتے ہیں: بھلائی نازل فرمائی۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٠﴾ لا

جنہوں نے اس دنیا میں بھلائی کی، ان کے لیے بھلائی ہے اور بیشک آخرت کا گھر سب سے بہتر ہے اور بیشک پرہیز گاروں کا گھر کیا ہی اچھا ہے○

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ۭ

ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، ان کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان کیلئے ان باغوں میں وہ تمام چیزیں ہیں جو وہ چاہیں گے۔

آیت 30 عرب کے قبائل حج کے دنوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حال کی تحقیق کے لئے قاصد بھیجتے تھے، مکہ کے داخلی راستوں پر انہیں کفار کے کارندے ملتے جو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق جھوٹی باتیں کہتے اور ملاقات سے روکتے، لیکن جب قاصد مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملتے اور پوچھتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حالات، کمالات اور قرآن کریم کے مضامین سے مطلع کرتے، ان کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا کہ جب ایمانداروں سے کہا جائے کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا؟ تو وہ اس کے جواب میں کہتے ہیں: ہمارے رب نے قرآن شریف نازل فرمایا جو تمام خوبیوں کا جامع، حسنات وبرکات کا منبع اور دینی ودنیوی، ظاہری وباطنی کمالات کا سرچشمہ ہے۔ جن لوگوں نے دنیا کی زندگی میں اچھے عمل کئے تو ان کے لئے آخرت میں اچھا اجر ہے یا یہ معنی ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے انہیں دنیا میں بھی اچھا اجر ملے گا۔ آیت میں مزید فرمایا: اور بے شک آخرت کا گھر سب سے بہتر ہے اور بے شک پرہیز گاروں کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔ اہم باتیں: (1) اچھے اجر سے مراد ثواب عظیم ہے یا یہ مراد ہے کہ ان کی نیکیوں کا ثواب 10 سے لے کر 700 گنا تک بڑھا دیا جائے گا یا بے حساب اجر عطا کیا جائے گا۔ (2) دنیا میں حاصل ہونے والے اچھے اجر کی ایک صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں میں ان کی محبت و عقیدت پیدا کردے گا، مسلمان ان کے فضائل و مناقب بیان کریں گے اور ان کی عزت و تعظیم کریں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں پاکیزہ زندگی، فتح وکامیابی اور وسیع رزق وغیرہ نعمتیں عطا فرمائے گا۔ (3) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف چھپانا کفار کا جبکہ عظمت وشان بیان کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔

آیت 31 فرمایا کہ آخرت کا گھر ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن میں پرہیز گار داخل ہوں گے، ان باغات میں جنتیوں کے گھروں، محلات اور رہائش گاہوں کے نیچے سے نہریں جاری ہیں، ان کے لئے ان باغوں میں وہ تمام چیزیں ہیں جو وہ چاہیں گے اور یہ بات جنت کے سوا کسی کو کہیں حاصل نہیں، اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کو ایسا ہی صلہ دیتا ہے۔

كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۱﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ

اللہ پرہیزگاروں کو ایسا ہی صلہ دیتا ہے○ فرشتے ان کی جان پاکیزگی کی حالت میں نکالتے ہوئے کہتے ہیں: تم پر سلامتی ہو،

ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ

تم اپنے اعمال کے بدلے میں جنت میں داخل ہو جاؤ○ یہ کافر اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا تمہارے

اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

رب کا عذاب آجائے۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسے ہی کیا تھا اور اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن یہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم

يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾

کرتے تھے○ تو ان کے اعمال کی برائیاں ان پر آپڑیں اور جس عذاب کا یہ مذاق اڑاتے تھے اس نے انہیں گھیر لیا○

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا

اور مشرک کہنے لگے: اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرتے

ع ۱۰

آیت 32 پرہیزگاروں کے بارے میں فرمایا گیا کہ فرشتے ان کی جان پاکیزگی کی حالت میں نکالتے ہیں کہ وہ شرک و کفر سے پاک ہوتے ہیں، ان کے اقوال، افعال، اخلاق اور خصلتیں پاکیزہ ہوتی ہیں، نیکیاں ان کے ساتھ ہوتی ہیں، حرام اور ممنوع افعال کے داغوں سے ان کا دامن عمل میلا نہیں ہوتا، روح قبض ہونے کے وقت اُن کو جنت و رضوان اور رحمت و کرامت کی بشارتیں دی جاتی ہیں، اس حالت میں موت انہیں خوشگوار معلوم ہوتی ہے، جان فرحت و سُرور کے ساتھ جسم سے نکلتی ہے اور ملائکہ عزت کے ساتھ اس کو قبض کرتے ہیں۔ فرشتے ان سے کہتے ہیں: تم پر سلامتی ہو اور آخرت میں یا روح نکلتے وقت اُن سے کہا جائے گا کہ تم اپنے اعمال کے بدلے میں جنت میں داخل ہو جاؤ۔

آیت 33 ارشاد فرمایا: اے حبیب! جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اور آپ کی نبوت کو ماننے سے انکار کیا یہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے ان کی روحیں قبض کرنے آجائیں یا تمہارے رب کا دنیا میں یا روزِ قیامت والے عذاب کا حکم آجائے۔ ان سے پہلی امتوں کے کفار نے بھی ایسے ہی کیا تھا، انہوں نے اپنے رسولوں علیہم السلام کو جھٹلایا تو وہ ہلاک کر دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب میں مبتلا کر کے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود ہی کفر اختیار کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

آیت 34 فرمایا کہ انہوں نے اپنے خبیث اعمال کی سزا پائی اور جس عذاب کا یہ مذاق اڑاتے تھے وہ ان پر نازل ہو گیا۔

آیت 35 مشرکین مکہ مذاق کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرتے اور نہ اس کے حکم کے بغیر بحیرہ و سائبہ جانور وغیرہ کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ ان کی مراد یہ

وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ

اور نہ اس کے (حکم کے) بغیر ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا تو رسولوں پر تو

اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۳۵﴾ وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا

صاف صاف تبلیغ کر دینا ہی لازم ہے○ اور بیشک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا کہ (اے لوگو!) اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے

الطَّاغُوْتَۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُؕ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ

بچو تو ان میں کسی کو اللہ نے ہدایت دیدی اور کسی پر گمراہی ثابت ہوگئی تو تم زمین میں چل پھر کر

فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ

دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟○ اگر تم ان کی ہدایت کی حرص کرتے ہو تو بیشک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جسے

تھی کہ اُن کا شرک کرنا اور اُن چیزوں کو حرام قرار دینا اللہ تعالیٰ کی مشیت اور مرضی سے ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا کہ اپنے رسولوں علیہم السلام کی تکذیب کی، حلال کو حرام کیا اور ایسی ہی مذاق اڑانے والی باتیں کہیں، رسولوں علیہم السلام پر تو صاف صاف تبلیغ کر دینا یعنی حق کو ظاہر کر دینا اور شرک کے باطل و قبیح ہونے پر مطلع کر دینا ہی لازم ہے، ہدایت دینا ان پر لازم نہیں۔ جبریہ فرقے کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ بندہ مجبور محض ہے اور یہ عقیدہ باطل ہے۔

آیت 36 فرمایا کہ جس طرح ہم نے تم میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھیجا اسی طرح ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا اور ہر رسول کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم سے فرمائیں کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور شیطان کی پیروی کرنے سے بچو تو ان اُمتوں میں کسی کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی تو وہ ایمان سے مشرف ہوئے اور کسی پر علمِ الٰہی میں گمراہی ثابت ہو گئی تو وہ اپنی ازلی شقاوت کی وجہ سے کفر پر مرے اور ایمان سے محروم رہے۔ اے کفارِ مکہ! تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ رسولوں کو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟ انہیں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا، ان کی اجڑی ہوئی بستیاں اُن کی بربادی کی خبر دیتی ہیں، انہیں دیکھ کر سمجھو کہ اگر تم بھی اُن کی طرح کفر و تکذیب پر مُصر رہے تو تمہارا بھی ایسا ہی انجام ہونا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ہر امت میں رسول بھیجنے سے یہ مراد نہیں کہ ہر قبیلے یا ہر علاقے میں رسول بھیجا گیا بلکہ کسی جگہ رسول بھیجا گیا اور کسی جگہ اس کی رسالت کا پیغام پہنچا دیا گیا۔ (2) تاریخ و جغرافیہ بہت مفید علم ہیں کہ ان سے دل میں خوفِ خدا پیدا ہوتا ہے لیکن یہ جب ہی ہے کہ تاریخ و جغرافیہ صحیح ہو اور صحیح نیت سے پڑھے۔

آیت 37 ارشاد فرمایا: اے حبیب! یہ لوگ اُن میں سے ہیں جن کی گمراہی ثابت ہو چکی اور ان کی شقاوت ازلی ہے۔ اس کے باوجود اگر آپ ان مشرکین کی ہدایت کی حرص کریں تو بے شک جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں لہٰذا اس بارے میں آپ کوشش نہ فرمائیں اور جس چیز کے ساتھ آپ کو بھیجا گیا ہے وہ ان تک پہنچا دیں تاکہ حجت تمام ہو جائے اور جب اللہ تعالیٰ ان کے عذاب کا ارادہ فرمائے گا تو کوئی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ اور ان کے عذاب کے درمیان حائل ہو کر ان کی مدد کرے۔

يُضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٣٧﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ

وہ گمراہ کرے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ○ اور انہوں نے بڑی کوشش کر کے اللہ کی قسم کھائی کہ اللہ کسی مرنے والے کو نہ اٹھائے گا۔

بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٨﴾ ۙ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ

کیوں نہیں؟ یہ سچا وعدہ اس کے ذمہ پر ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○ تاکہ انہیں واضح کر کے وہ بات بتادے جس میں جھگڑتے

فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ

تھے اور تاکہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے ○ جب ہم کوئی چیز چاہیں تو اسے ہمارا صرف یہی فرمانا ہوتا ہے کہ ہم اسے

اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٤٠﴾ ع وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ

کہیں "ہو جا" تو وہ فوراً ہو جاتی ہے ○ اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا تو ہم ضرور انہیں

آیت 38 یہ مشرکوں کا عمومی انکار ہے کہ وہ بڑی پختگی اور یقین کے ساتھ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی مرنے والے کو نہ اٹھائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کیوں مُردوں کو نہیں اٹھائے گا؟ یقیناً اٹھائے گا۔ یہ اس کا سچا وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ اس اُٹھائے جانے کی حکمت اور اُس کی قدرت نہیں جانتے۔

آیت 39 اللہ تعالیٰ انہیں اس لئے اٹھائے گا تاکہ انہیں واضح کر کے وہ بات بتادے جس میں وہ مسلمانوں سے جھگڑتے تھے کہ مرنے کے بعد اٹھایا جانا حق ہے اور اس لئے اٹھائے گا تاکہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے اور مردوں کو زندہ کئے جانے کا انکار غلط تھا۔

آیت 40 فرمایا کہ جب ہم کسی چیز کو وجود میں لانے کا ارادہ کریں تو اس سے ہم صرف اتنا کہہ دیتے ہیں کہ "ہو جا" تو وہ اسی وقت وجود میں آجاتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر مقدور چیز کو وجود میں لانا اللہ تعالیٰ کے لئے اتنا زیادہ آسان ہے تو مرنے کے بعد اٹھانا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔

آیت 41 یہ آیت ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں اتری جن پر اہلِ مکہ نے بہت ظلم کئے اور انہیں دین کی خاطر وطن چھوڑنا پڑا۔ فرمایا گیا کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا تو ہم ضرور انہیں دنیا میں اچھی جگہ یعنی مدینہ طیبہ دیں گے اور بے شک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے۔ اگر کافر یہ بات جانتے کہ آخرت کا ثواب دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ بڑا ہے تو وہ اس کی طرف راغب ہوتے یا یہ معنی ہے کہ اگر مہاجرین کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آخرت میں کتنی بڑی نعمتیں تیار کی ہیں تو جو مصیبتیں اور تکلیفیں انہیں پہنچیں، ان پر صبر کرنے کی اور زیادہ کوشش کرتے، تیسرا معنی یہ ہے کہ جو لوگ ہجرت کرنے سے رہ گئے وہ اگر جانتے کہ ہجرت کا اجر کتنا عظیم ہے تو وہ بھی ہجرت کرنے والوں کے ساتھ ہوتے۔ اہم باتیں: (1) مہاجر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بڑی فضیلت والے ہیں کہ ان کے لئے بڑے اجر کا وعدہ ہے اور ان کے خالصتاً رضائے الٰہی کے لئے ہجرت کرنے کی گواہی اللہ تعالیٰ نے خود دی ہے۔ (2) آیت سے شہر محبوب و دیار مرغوب، مدینہ منورہ کی فضیلت بھی معلوم ہوئی کہ یہاں اسے حَسَنَةً فرمایا گیا ہے۔ سبحان اللہ۔

فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ؕ وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰی

دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور بیشک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے۔ کسی طرح لوگ جانتے ○ وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے

رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ فَسْــٴَـلُوْۤا اَهْلَ

رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں ○ اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی بھیجے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے اے لوگو! اگر تم نہیں جانتے تو

الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ بِالْبَیِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ ؕ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ

علم والوں سے پوچھو ○ (ہم نے) روشن دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ (رسولوں کو بھیجا) اور اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن نازل فرمایا تاکہ

آیت 42 عظیم ثواب کے حق دار وہ ہیں جنہوں نے اپنے وطن مکہ مکرمہ سے جدا ہونے پر صبر کیا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حرم ہے اور ب کے دل میں اس کی محبت بسی ہوئی ہے، یونہی کفار کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں اور جان ومال خرچ کرنے پر صبر کیا اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا کرتے ہیں اور مخلوق سے رشتہ منقطع کرکے بالکل حق کی طرف متوجہ ہیں۔

آیت 43 **شانِ نزول:** مشرکین مکہ نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ کی شان اس سے برتر ہے کہ وہ کسی بشر کو رسول بنائے، ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی، بتایا گیا کہ سنتِ الٰہی اسی طرح جاری ہے، ہمیشہ اس نے انسانوں میں سے مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ مزید فرمایا: اے لوگو! اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں یعنی اہل کتاب سے پوچھو تاکہ وہ تمہیں بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں میں انسانوں ہی کو بھیجا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) کفارِ مکہ کو اہل کتاب سے دریافت کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ وہ تسلیم کرتے تھے کہ اہل کتاب کے پاس سابقہ کتابوں کا علم ہے اور ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے تھے۔ (2) آیت کے الفاظ کے عموم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس مسئلے کا علم نہ ہو اس کے بارے میں علما کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ یہ آیت تقلید کے جواز بلکہ حکم پر بھی دلالت کرتی ہے۔

آیت 44 فرمایا کہ ہم نے روشن دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ رسولوں کو بھیجا اور اے حبیب! ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن اس لئے نازل فرمایا تاکہ آپ اس کتاب میں موجود اَحکام، وعدہ اور وعید کو اپنے اَقوال اور اَفعال کے ذریعے لوگوں سے بیان کر دیں اور قرآن نازل کرنے کا ایک مقصد یہ ہے کہ لوگ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں، ان میں موجود حقائق اور عبرت انگیز چیزوں پر مطلع ہوں اور ان کاموں سے بچیں جن کی وجہ سے سابقہ امتیں عذاب میں مبتلا ہوئیں۔ **اہم بات:** تبیین قرآن یعنی قرآن کو کھول کر بیان کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذمہ داری تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ پاک کی طرح حدیث پاک بھی معتبر، قابل قبول اور لائق عمل ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قرآنِ پاک میں موجود احکام وغیرہ کو اپنے اقوال وافعال کے ذریعے لوگوں سے بیان کرنے کا منصب عطا فرمایا ہے اور حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اقوال اور افعال ہی کا تو نام

لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٤٤﴾ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ

تم لوگوں سے وہ بیان کردو جو اُن کی طرف نازل کیا گیا ہے اور تا کہ وہ غور و فکر کریں ۝ تو کیا بری سازشیں کرنے والے اس بات سے

اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٤٥﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ

بے خوف ہو گئے کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان پر وہاں سے عذاب آئے جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہو ۝ یا انہیں چلتے پھرتے

تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٤٦﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٤٧﴾

پکڑ لے تو وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے ۝ یا انہیں آہستہ آہستہ نقصان پہنچاتے ہوئے پکڑ لے تو بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحمت والا ہے ۝

درس: قرآنِ کریم میں غور و فکر کرنا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ قرآنِ مجید کو سمجھ کر اور اس میں بیان کئے گئے احکام، عبرت انگیز واقعات، موت کے وقت کی آفات، گناہگاروں اور کافروں پر ہونے والے جہنم کے عذابات اور نیک مسلمانوں کو ملنے والے جنت کے انعامات وغیرہ میں غور و فکر کرتے ہوئے اس کی تلاوت کرے۔

آیت 45 نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف کفارِ مکہ سازشیں کرتے، انہیں ایذائیں پہنچانے کی کوشش میں رہتے اور چھپ چھپ کر فساد پھیلانے کی تدبیریں کرتے ہیں، کیا وہ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے جیسے قارون کو دھنسا دیا تھا یا ان پر آسمان سے اچانک عذاب نازل ہو جائے جیسے قومِ لوط پر ہوا تھا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ "مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہو" سے مراد یومِ بدر ہے کیونکہ کفار کے بڑے بڑے سردار اس دن ہلاک کر دیئے گئے اور ان کا حال یہ تھا کہ وہ اپنی ہلاکت کا گمان بھی نہ رکھتے تھے۔

آیت 46 فرمایا کہ کیا وہ اس بات سے ڈرتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر کسی بھی حالت میں یا سفر میں عذاب نازل کر دے کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان کے شہروں میں ہلاک کرنے پر قادر ہے اسی طرح سفر کے دوران بھی انہیں ہلاک کرنے پر قادر ہے، وہ کسی دور دراز کے علاقے میں جا کر اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔

آیت 47 اللہ تعالیٰ شروع سے ہی انہیں عذاب میں گرفتار نہیں کرے گا بلکہ پہلے خوف میں اس کے بعد عذاب میں گرفتار کرے گا۔ خوف میں مبتلا کرنے کی صورت یہ ہو گی کہ اللہ تعالیٰ ایک گروہ کو ہلاک کر دے گا تو اس کے قریب والے اس خوف میں مبتلا ہو جائیں گے کہ کہیں ان پر بھی ویسا ہی عذاب نازل نہ ہو جائے۔ طویل عرصہ تک وہ اس خوف اور وحشت میں مبتلا رہیں گے، اس کے بعد ان پر عذاب آئے گا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر فوراً عذاب نازل نہیں کرے گا بلکہ ان کی جانوں اور مالوں کو تھوڑا تھوڑا کم کرتا رہے گا یہاں تک کہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔ مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ چونکہ بہت مہربان اور رحمت والا ہے اس لئے وہ اکثر اُمور میں مہلت دے دیتا ہے اور عذاب نازل کرنے میں جلدی نہیں فرماتا۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِلَّهِ

اور کیا انہوں نے اس طرف نہ دیکھا کہ اللہ نے جو چیز بھی پیدا فرمائی ہے اس کے سائے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے دائیں اور بائیں جھکتے ہیں

وَهُمْ دَاخِرُونَ ﴿٤٨﴾ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ

اور وہ سائے عاجزی کر رہے ہیں۔ اور جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں چلنے والا ہے اور فرشتے سب اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں

وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٤٩﴾ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٥٠﴾

اور فرشتے غرور نہیں کرتے۔ وہ اپنے اوپر اپنے رب کا خوف کرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۖ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ ﴿٥١﴾

اور اللہ نے فرما دیا: دو معبود نہ ٹھہراؤ وہ تو ایک ہی معبود ہے تو مجھ ہی سے ڈرو۔

آیت 48 اللہ تعالیٰ نے سایہ دار جو چیز بھی پیدا فرمائی ہے اس کا حال یہ ہے کہ سورج طلوع ہوتے وقت اس کا سایہ دائیں طرف اور سورج غروب ہوتے وقت بائیں طرف جھک جاتا ہے، سائے کا ایک سے دوسری طرف منتقل ہونا اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا اور اس کی بارگاہ میں اپنی عاجزی و انکساری اور کمزوری کا اظہار کرنا ہے کیونکہ سایہ دائیں اور بائیں جھکنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند اور اسی کے آگے مسخر ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال ظاہر ہے اور جب کفار سایہ دار چیزوں کا یہ حال اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ اس میں غور و فکر کر کے عبرت و نصیحت حاصل کریں کہ سایہ وہ چیز ہے جس میں عقل، فہم اور سماعت کی صلاحیت نہیں رکھی گئی تو جب وہ اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار ہے اور صرف اسی کو سجدہ کر رہا ہے تو انسان جسے عقل، فہم اور سماعت کی صلاحیت دی گئی ہے اسے زیادہ چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اور صرف اسی کے آگے سجدہ ریز ہو۔

آیت 49 ارشاد فرمایا: اور جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں چلنے والا ہے اور فرشتے سب اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے غرور نہیں کرتے۔ اہم باتیں: (1) ہر چیز کا سجدہ اس کی حیثیت کے مطابق ہے۔ مسلمانوں اور فرشتوں کا سجدہ سجدۂ عبادت ہے اور ان کے ماسوا کا سجدہ سجدہ بہ معنی اطاعت اور عاجزی ہے اور اگر باقاعدہ سجدہ ہی مراد ہو تو بھی حق ہے کہ کسی چیز کی حقیقت ہمیں معلوم نہ ہونا ہمارے علم کی کمی کی دلیل ہے، اس بات کی نہیں کہ وہ چیز ہی نہیں ہو سکتی۔ (2) یہ آیت آیات سجدہ میں سے ہے، اس کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت لازم ہو جائے گا۔ (3) فرشتے تمام گناہوں سے معصوم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ وہ غرور نہیں کرتے، اس بات کی دلیل ہے کہ فرشتے اپنے پیدا کرنے والے کے اطاعت گزار ہیں اور کسی کام میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔

آیت 50 فرمایا کہ فرشتے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے سے ڈرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کبھی اپنے رب کی نافرمانی نہیں کی بلکہ اس کے ہر حکم کو پورا کیا اور ممنوعہ کاموں سے باز رہے۔ اہم بات: اس آیت سے ثابت ہوا کہ فرشتے مکلف ہیں۔

آیت 51 سابقہ آیات میں بتایا گیا کہ تمام کائنات بارگاہِ الٰہی میں عاجزی، حکمِ الٰہی کی اطاعت اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہے نیز سب اس کی ملکیت میں اور اسی کی قدرت و تصرف کے تحت ہیں اب یہاں شرک اور دو خدا ٹھہرانے سے ممانعت فرمائی جا رہی ہے، ارشاد فرمایا: دو معبود نہ ٹھہراؤ وہ تو ایک ہی معبود ہے تو مجھ ہی سے ڈرو۔

وَلَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿٥٢﴾

اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور فرمانبرداری (کا حق) ہمیشہ اسی کیلئے ہے۔ تو کیا تم اللہ کے سوا کسی اور سے ڈروگے؟○

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔــرُوْنَ ﴿٥٣﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ

اور تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی سے فریاد کرتے ہو○ پھر جب وہ تم سے

الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٤﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ

برائی ٹال دیتا ہے تو اس وقت تم میں ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے○ تاکہ وہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں

آیت 52 آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، ان میں سے کسی چیز میں اس کا کوئی شریک نہیں، اسی نے انہیں پیدا کیا، وہی انہیں رزق دیتا ہے، اسی کے دستِ قدرت میں ان کی زندگی اور موت ہے اور ہمیشہ کے لئے اطاعت و فرمانبرداری کا وہی مستحق ہے، تو اے لوگو! کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے خوف کھاؤ گے اور اس بات سے ڈروگے کہ اگر تم نے صرف اپنے رب کی عبادت کی تو وہ تم سے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں چھین نہ لے۔

آیت 53 ارشاد فرمایا: اے لوگو! تمہارے بدنوں میں جو عافیت، صحت اور سلامتی ہے اور تمہارے مالوں میں جو نشوونما ہو رہی ہے، تمہارے پاس یہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں کیونکہ ساری نعمتیں اللہ تعالیٰ ہی کے دستِ قدرت میں ہیں اور جب تمہارے بدن کسی بیماری میں مبتلا ہوتے اور تمہاری عیش و عشرت میں کمی واقع ہوتی ہے تو تم صرف اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہو اور اسی سے مدد طلب کرتے ہو تاکہ وہ تم سے یہ مصیبت دور کر دے۔

آیت 54 پھر جب اللہ تعالیٰ تمہاری بدنی بیماریاں دور کر کے تمہیں عافیت عطا کر دے، تمہاری معاشی پریشانی ختم کر دے اور تم پر آنے والی مصیبتیں ٹال دے تو تم میں سے ایک گروہ عبادت میں غیروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے لگ جاتا ہے، بتوں کی عبادت میں مشغول ہونے کے ساتھ بتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے ان کے نام پر جانور ذبح کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا جس نے اس کی مشکلات دور کر کے انہیں آسانیاں عطا کیں۔

آیت 55 لوگوں نے مصیبت دور کرنے میں بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا اور شریک ٹھہرانے سے ان کا مقصود یہ تھا کہ وہ ان نعمتوں کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا انکار کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ تم اس دنیا کی زندگی میں اپنی مدت پوری ہونے تک فائدہ اٹھالو، جب تم زندگی کا وقت پورا کر کے اپنے رب سے ملوگے تو اپنے کئے ہوئے اعمال کا وبال جان جاؤ گے اور اپنے برے کاموں کا انجام دیکھ لوگے۔ اس وقت تمہیں ندامت تو بہت ہوگی لیکن وہ ندامت تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گی۔ درس: فی زمانہ اگر لوگوں کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو شاید لاکھوں میں ایک انسان بھی ایسا نظر نہ آئے جو بیماری، تکلیف اور پریشانی کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں نہ مانگتا ہو اور اپنے گناہوں سے توبہ کا ارادہ نہ کرتا ہو لیکن مصائب ختم ہو جانے کے بعد اس کا جو حال ہوتا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔

فَتَمَتَّعُوْا ۙ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۗ تَاللّٰهِ

تو کچھ فائدہ اٹھالو تو عنقریب تم جان جاؤ گے ○ اور (کافر) ہماری دی ہوئی روزی میں سے انجانی چیزوں کیلئے حصہ مقرر کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم!

لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿٥٦﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ

اے لوگو! تم سے اُس کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا جو تم جھوٹ باندھتے تھے ○ اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ پاک

مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا

ہے اور اپنے لیے وہ (مانتے ہیں) جو اپنا جی چاہتا ہے ○ اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے

وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۗ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ

اور وہ غصے سے بھرا ہوتا ہے ○ اس بشارت کی برائی کے سبب لوگوں سے چھپا پھرتا ہے۔ کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں

آیت 56 مشرکین کو اللہ تعالیٰ نے جو فصلیں اور مویشی عطا فرمائے وہ ان میں سے اُن بتوں کے لئے حصہ مقرر کرتے ہیں جنہیں وہ معبود کہتے ہیں اور ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بت نفع اور نقصان پہنچا سکتے ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں ان کی شفاعت کریں گے حالانکہ بتوں میں یہ اوصاف موجود نہیں کیونکہ وہ تو پتھر ہیں، نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت کہاں سے رکھیں گے۔ مزید ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! اے لوگو! تم سے اُس کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا جو تم بتوں کو معبود، تقرب کے لائق اور بت پرستی کو خدا کا حکم بتا کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے تھے۔

آیت 57 فرمایا کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں جیسے بنو خزاعہ اور کنانہ کے لوگ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے اور اس کی شان میں ایسا کہنا بے ادبی و کفر ہے۔ ان کافروں میں کفر کے ساتھ بدتمیزی کی انتہا یہ ہے کہ وہ اپنے لئے تو بیٹیاں ناپسند کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ جو مطلقاً اولاد سے پاک ہے اور اس کے لئے اولاد ثابت کرنا ہی عیب لگانا ہے، اس کے لئے اولاد میں بھی وہ ثابت کرتے ہیں جس کو اپنے لئے حقیر اور عار کا سبب جانتے ہیں۔

آیت 58 جو مشرکین اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں قرار دے رہے ہیں جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو غم، پریشانی اور ناپسندیدگی کی وجہ سے سارا دن اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا رہتا ہے اور وہ غصے سے بھرا ہوتا ہے۔ اہم بات: لڑکی پیدا ہونے پر رنج کرنا کافروں کا طریقہ ہے، فی زمانہ مسلمانوں میں بھی کئی جگہ بیٹی پیدا ہونے پر غمزدہ ہو جانے، چہرے سے خوشی کا اظہار نہ ہونے، صرف بیٹیاں پیدا ہونے کی وجہ سے ماؤں پر ظلم و ستم کرنے اور انہیں طلاقیں دے دینے تک کی وبا عام ہے حالانکہ بیٹی پیدا ہونے اور اس کی پرورش کی بہت فضیلت ہے، حدیث پاک میں ہے: جس شخص کے ہاں بیٹی پیدا ہو اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے، اُسے ذلیل نہ سمجھے اور اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح نہ دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (ابوداؤد، حدیث: 5146)

آیت 59 زمانۂ جاہلیت میں دستور تھا کہ جب کسی شخص کی بیوی کے ہاں بچہ پیدا ہونے کا وقت بالکل قریب آتا تو وہ بچہ پیدا ہو جانے

فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿٥٩﴾ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ

دبا دے گا؟ خبردار! یہ کتنا برا فیصلہ کر رہے ہیں○ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کیلئے بری حالت ہے

وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٠﴾ ع وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ

اور اللہ کی سب سے بلند شان ہے اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے○ اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کی بنا پر پکڑ لیتا تو

عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ

زمین پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا لیکن وہ انہیں ایک مقررہ مدت تک مہلت دیتا ہے پھر جب ان کی مدت آجائے گی تو وہ نہ ایک گھڑی

تک اپنی قوم سے چھپا رہتا، پھر اگر معلوم ہوتا کہ بیٹا پیدا ہوا ہے تو خوش ہوتا اور قوم کے سامنے آجاتا اور اگر پتا چلتا کہ بیٹی پیدا ہوئی ہے تو غمزدہ ہوتا اور شرم کے مارے کئی دن تک لوگوں کے سامنے نہ آتا۔ اس دوران غور کرتا رہتا کہ اس بیٹی کے ساتھ وہ کیا کرے؟ آیا ذلت برداشت کر کے اپنے پاس رکھے یا زندہ دفن کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: خبردار! یہ کتنا برا فیصلہ کر رہے ہیں یعنی ان مشرکین نے جو فیصلہ کیا وہ کتنا برا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں ثابت کرتے ہیں جو انہیں اپنے لئے انتہائی ناگوار ہیں اور یونہی یہ بات کتنی بری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں حالانکہ وہ نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت ہی نہیں رکھتے اور جس رب نے انہیں پیدا کیا اور ان پر احسانات فرمائے اسے چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ اہم بات: زمانہ جاہلیت میں کفار مختلف طریقوں سے بیٹیوں کو قتل کر دیتے تھے، بعض گڑھا کھودتے اور بیٹی کو اس میں ڈال کر گڑھا بند کر دیتے اور بعض پہاڑ کی چوٹی سے پھینک دیتے۔ یہ اسلام کا احسان ہے جس نے دنیا میں اس ظلم کا خاتمہ کر کے سب سے پہلے عورت کو حقوق عطا فرمائے اور اسے عزت و وقار سے نوازا۔

آیت 60 فرمایا کہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے لئے بری حالت ہے اور اللہ تعالیٰ کی سب سے بلند شان ہے اور وہی عزت والا اور اپنے تمام افعال میں حکمت والا ہے۔

آیت 61 فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے گناہوں پر پکڑ لیتا اور عذاب میں جلدی فرماتا تو زمین پر کوئی چلنے والا یعنی کسی کافر کو نہ چھوڑتا بلکہ سب کو ہلاک کر دیتا۔ بعض مفسرین نے یہ معنی بیان کیا ہے کہ روئے زمین پر کسی چلنے والے کو باقی نہ چھوڑتا جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جو کوئی زمین پر تھا اُن سب کو ہلاک کر دیا، صرف وہی باقی رہے جو زمین پر نہ تھے بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ظالم باپ دادا کو ان کے ظلم کی وجہ سے ہلاک کر دیتا تو ان کی نسلیں منقطع ہو جاتیں اور زمین میں کوئی باقی نہ رہتا۔ فرمایا: لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ظلم پر پکڑ نہیں فرماتا بلکہ اپنے فضل و کرم اور حلم کی وجہ سے انہیں زندگی کا وقت پورا ہونے تک یا قیامت آنے تک مہلت دیتا ہے۔ پھر جب ان کی مقررہ مدت آجائے گی تو وہ اس مدت سے نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹیں گے اور نہ آگے بڑھیں گے۔

سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ

پیچھے ہٹیں گے اور نہ ہی آگے بڑھیں گے ○ اور اللہ کے لیے وہ ٹھہراتے ہیں جو (خود) ناپسند کرتے ہیں اور ان کی زبانیں جھوٹ بولتی ہیں

اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿٦٢﴾ تَاللّٰهِ

کہ ان کے لیے بھلائی ہے۔ حقیقت میں ان کے لئے آگ ہے اور یہ کہ وہ (جہنمیوں کے) آگے آگے جانے والے ہوں گے ○ اللہ کی قسم!

لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ

ہم نے تم سے پہلے کتنی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے لوگوں کیلئے ان کے اعمال کو خوشنما بنادیا تو آج وہی ان کا ساتھی ہے

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى

اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○ اور ہم نے تم پر یہ کتاب اس لئے نازل فرمائی ہے تاکہ تم لوگوں کیلئے وہ بات واضح کردو جس میں

آیت 62 فرمایا کہ مشرکین اپنے لئے بیٹیاں اور یہ بات ناپسند کرتے ہیں کہ ان کی ملکیت میں کوئی دوسرا ان کا شریک بنے لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے انہی چیزوں کا دعویٰ کرتے ہیں نیز وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ناقص اور بتوں کے لئے اعلیٰ مال جدا کرتے ہیں، اس کے باوجود خود کو حق پر گمان کرتے اور کہتے ہیں کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) سچے ہوں اور مخلوق مرنے کے بعد پھر اُٹھائی جائے تو جنت ہمیں ہی ملے گی کیونکہ ہم حق پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کی جھوٹی بات کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ حقیقت میں ان کے لئے آگ ہے اور یہ کہ وہ جہنمیوں کے آگے آگے جانے والے ہوں گے اور جہنم ہی میں چھوڑ دیئے جائیں گے۔

آیت 63 اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم بیان کرکے فرمایا: اے حبیب! ہم نے آپ سے پہلے سابقہ امتوں کی طرف جتنے رسول بھیجے، انہوں نے بھی آپ کی طرح اپنی امتوں کو توحید کی دعوت دی جبکہ شیطان نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے اور بتوں کی عبادت پر قائم رہنے کو لوگوں کی نظروں میں خوشنما بنادیا حتی کہ انہوں نے اپنے رسولوں علیہم السلام کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کے اَحکامات کو رد کردیا تو دنیا یا آخرت میں شیطان ہی ان کا ساتھی ہے اور وہ نہایت برا ساتھی ہے۔ بروز قیامت شیطان ان کی کوئی مدد نہیں کرسکے گا بلکہ کافروں کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

آیت 64 ارشاد فرمایا: اے حبیب! ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لئے نازل فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لئے اُمورِ دین سے وہ بات واضح کردیں جس میں انہیں اختلاف ہے جیسے توحید، عبادات اور معاملات کے اَحکام، یوں آپ کے بیان کے ذریعے ان پر حجت قائم ہو جائے اور ہم نے قرآن اس لئے نازل فرمایا ہے کہ یہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے کیونکہ ایمان والے ہی اس سے نفع اٹھاسکتے ہیں۔ اہم بات: قرآنِ کریم کے اَحکام و حقائق بیان کرنے کا منصب اصلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ہے اور ان کی پیروی میں ان کے وارثوں یعنی علماء حق کا ہے جو ظاہر و باطن، شریعت و طریقت کی پیچیدگیاں اور اختلافی امور کی وضاحت کردیتے ہیں۔

اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ

انھیں اختلاف ہے اور یہ کتاب ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے○ اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو اس کے ذریعے

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٥﴾ ع وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ

زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا۔ بیشک اس میں سننے والوں کے لئے نشانی ہے○ اور بیشک تمہارے لیے مویشیوں میں غور و فکر

لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا

کی باتیں ہیں (وہ یہ کہ) ہم تمہیں ان کے پیٹوں سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ (نکال کر) پلاتے ہیں جو پینے والے کے

لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ

گلے سے آسانی سے اترنے والا ہے○ اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کوئی پھل وہ ہے کہ اس سے تم نبیذ اور اچھا رزق بناتے ہو

آیت 65 اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور قدرت کے کمال کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا تو اس کے ذریعے زمین کو خشک اور بے سبزہ ہونے کے بعد سرسبزی و شادابی بخش کر زندہ کر دیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے لیکن اس بات کو سمجھنا ان لوگوں کا کام ہے جو دل سے سنتے اور غور کر کے اس نتیجے تک پہنچتے ہیں کہ جو قادر برحق زمین کو اس کی موت یعنی خشک ہو جانے کے بعد زندگی دیتا ہے وہ انسان کو اس کے مرنے کے بعد بے شک زندہ کرنے پر قادر ہے۔

آیت 66 اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت کی نشانیاں ہر چیز میں موجود ہیں حتیٰ کہ اگر تم اپنے مویشیوں میں غور کرو تو تمہیں غور و فکر کی بہت سی باتیں مل جائیں گی اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کے عجائب اور اس کی قدرت کے کمال پر آگاہی حاصل ہو گی۔ غور کرو کہ ہم تمہیں ان جانوروں کے پیٹوں سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ نکال کر پلاتے ہیں جو پینے والے کے گلے سے آسانی سے اترنے والا ہے، جس میں کسی چیز کی آمیزش کا کوئی شائبہ نہیں حالانکہ ان کے جسم میں غذا کا ایک ہی مقام ہے جہاں چارا، گھاس، بھوسہ وغیرہ پہنچتا ہے اور دودھ، خون گوبر سب اسی غذا سے پیدا ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے ملنے نہیں پاتا۔ اس سے حکمت الٰہی کی عجیب کاریگری کا اظہار ہے۔ **اہم بات:** کفار کا ایک شبہ یہ تھا کہ جب مرنے کے بعد آدمی کے جسم کے اجزا منتشر ہو کر خاک میں مل گئے، وہ اجزا کس طرح جمع کئے جائیں گے اور خاک کے ذروں سے انہیں کس طرح ممتاز کیا جائے گا؟ اس آیت میں جو صاف دودھ کا بیان فرمایا اس میں غور کرنے سے یہ شبہ بالکل ختم ہو جاتا ہے کہ قدرتِ الٰہی کی یہ شان روزانہ دیکھنے میں آتی ہے کہ وہ غذا کے مخلوط اجزا میں سے خالص دودھ نکالتا ہے اور اس کے قرب و جوار کی چیزوں کی آمیزش کا شائبہ بھی اس میں نہیں آتا تو اس حکیم برحق کی قدرت سے کیا بعید کہ انسانی جسم کے اجزا کو منتشر ہونے کے بعد پھر جمع فرما دے۔

آیت 67 یہاں رزقِ الٰہی کے ان خزانوں کا بیان ہے جنہیں ان کی اصل حالت اور انسانی محنت کے بعد والی حالت دونوں طرح استعمال کیا جاتا ہے، فرمایا کہ اے لوگو! تم جو کھجور اور انگور کے بعض پھلوں کے رس سے نبیذ بنا کر پیتے ہو اور اچھا رزق یعنی چھوہارے، کشمش، سرکہ اور منقی بناتے ہو اس میں بھی تمہارے لئے غور و فکر کا مقام ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بندوں پر عظیم نعمت ہے اور یہ بھی

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ

بیشک اس میں عقل مند لوگوں کیلئے نشانی ہے○ اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں

بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ

اور درختوں میں اور چھتوں میں گھر بناؤ○ پھر ہر قسم کے پھلوں میں سے کھاؤ اور اپنے رب کے (بنائے ہوئے) نرم و آسان راستوں پر

ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

چلتی رہو۔ اس کے پیٹ سے ایک پینے کی رنگ برنگی چیز نکلتی ہے اس میں لوگوں کیلئے شفا ہے بیشک اس میں

لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰىكُمْ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرْذَلِ

غور و فکر کرنے والوں کیلئے نشانی ہے○ اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا پھر وہ تمہاری جان قبض کرے گا اور تم میں کوئی سب سے گھٹیا عمر کی

اللہ تعالیٰ کی عظمت و شانِ تخلیق کی دلیل بھی ہے کہ وہی تمام چیزوں کا خالق ہے اور وہی ہر کام کی تدبیر فرمانے والا ہے۔

آیت 68، 69 ارشاد فرمایا: اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ بعض پہاڑوں، درختوں اور چھتوں میں گھر بنائے، پھر میٹھے، کڑوے، پھیکے ہر قسم کے پھلوں اور پھولوں میں سے کھائے اور ان کی تلاش میں اپنے رب کے بنائے ہوئے نرم و آسان راستوں پر چلتی رہے جن کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسے اِلہام کیا گیا ہے اور وہ کتنی ہی دور نکل جائے راستہ نہیں بھٹکتی، اپنے مقام پر واپس آجاتی ہے۔ اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز یعنی شہد سفید، زَرد اور سُرخ رنگوں میں نکلتا ہے، اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے، یہ نافع ترین دواؤں میں سے ہے اور بکثرت معجونوں میں شامل کیا جاتا ہے۔ بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت پر نشانی ہے کہ اُس نے ایک کمزور سی مکھی کو ایسی دانائی عطا فرمائی اور ایسی پیچیدہ صنعتیں مرحمت کیں، وہ پاک ہے اور اپنی ذات و صفات میں شریک سے مُنَزَّہ ہے نیز جو اپنی قدرتِ کاملہ سے ایک ادنیٰ کمزور سی مکھی کو یہ صفت عطا فرماتا ہے کہ وہ مختلف قسم کے پھولوں اور پھلوں سے ایسے لطیف (ملائم) اجزا حاصل کرے جن سے نہایت خوشگوار، طاہر و پاکیزہ نفیس شہد بنے جس میں ہمیشہ تازگی رہے، وہ قادر حکیم اگر مرے ہوئے انسان کے منتشر اجزا کو جمع کر دے تو اس کی قدرت سے کیا بعید ہے۔

آیت 70 سابقہ آیات میں حیوانات کے عجیب و غریب اَفعال سے قدرتِ الٰہی کی دلیل بیان ہوئی اور اب قدرتِ الٰہی کے وہ آثار ظاہر فرمائے جارہے ہیں جو خود لوگوں اور اُن کے احوال میں نمایاں ہیں، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں وجود بخشا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے، پھر وہ اس وقت تمہاری جان قبض کرے گا جب تمہاری وہ مدت پوری ہو جائے جو اس نے مقرر فرمائی ہے، چاہے بچپن میں پوری ہو یا جوانی میں یا بڑھاپے میں، اور تم میں کوئی سب سے گھٹیا عمر کی طرف پھیرا جاتا ہے جس کا زمانہ انسانی عمر کے مراتب میں 60 سال کے بعد آتا ہے کیونکہ اس وقت اعضا اور حواس سب ناکارہ ہونے کے قریب ہوتے ہیں اور انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے اور نادانی میں بچوں سے زیادہ بدتر ہو جائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا، بہت قدرت والا ہے۔ **اہم بات:** حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے قرآن پڑھا وہ اس اَرْذَل عمر کی حالت کو نہ پہنچے گا کہ علم کے بعد محض بے علم ہو جائے۔ دعا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ ع وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى

طرف پھیر ا جاتا ہے تاکہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔ بیشک اللہ جاننے والا، بہت قدرت والا ہے ○ اور اللہ نے تم میں سے ایک کو دوسرے

بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَاۗدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰي مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ

پر رزق میں برتری دی ہے تو جنہیں رزق کی برتری دی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے غلاموں، باندیوں پر نہیں لوٹاتے کہ کہیں وہ اس رزق میں

فِيْهِ سَوَاۗءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا

برابر نہ ہو جائیں تو کیا صرف اللہ کی نعمت سے مکرتے ہیں؟○ اور اللہ نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں بنائیں

وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ

اور تمہارے لیے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے نواسے پیدا کیے اور تمہیں ستھری چیزوں سے روزی دی تو کیا وہ باطل ہی پر

يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝ لا وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا

یقین کرتے ہیں؟ اور اللہ کے فضل ہی کے منکر ہوتے ہیں؟○ اور اللہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں آسمان اور زمین سے

یوں دعا مانگا کرتے تھے: اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْکَسَلِ وَاَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَفِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ (اے اللہ!) میں بخل، سستی، نکمے پن کی عمر، عذابِ قبر، فتنۂ دجال اور زندگی و موت کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (بخاری، حدیث: 4707)

آیت 71 بڑے نفیس اور دلنشین انداز میں بت پرستی کا رد کیا جا رہا ہے، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر رزق میں برتری دی ہے، کوئی غنی ہے کوئی فقیر، کوئی مالک ہے کوئی مملوک، تو جنہیں رزق کی برتری دی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے غلاموں اور باندیوں کو نہیں دیتے کہ کہیں وہ اس رزق میں ان کے برابر نہ ہو جائیں اور جب تم اپنے غلاموں کو اپنا شریک بنانا گوارا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کے بندوں اور اس کے مملوکوں کو اس کا شریک ٹھہرانا کس طرح گوارا کرتے ہو، تو کیا صرف اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں؟

آیت 72 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے عورتیں بنائیں تاکہ تم ان سے انسیت حاصل کرو اور ان کے ذریعے اپنی ضروریات پوری کرو اور تمہارے لیے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے، نواسے پیدا کیے جو ضرورت کے وقت تمہاری مدد کرتے ہیں اور تمہیں ستھری چیزوں یعنی طرح طرح کے غلوں، پھلوں اور کھانے پینے کی چیزوں سے روزی دی تو کیا وہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے باوجود شرک و بت پرستی پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احسان کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ اہم بات: علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آیت میں اللہ تعالیٰ کے فضل و نعمت سے مراد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی یا وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حلال کیں۔

آیت 73، 74 سابقہ آیات میں توحید پر دلالت کرنے والی مختلف چیزوں کا بیان ہوا، اب بتوں کی عبادت کرنے والوں کا رد کیا جا رہا

مِنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کچھ بھی روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ وہ کچھ کر سکتے ہیں○ تو تم اللہ کے لیے مثل نہ ٹھہراؤ، بیشک اللہ

يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے○ اللہ نے ایک بندے کی مثال بیان فرمائی جو خود کسی کی ملکیت میں ہے، وہ کسی شے پر قادر نہیں اور ایک وہ ہے

رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ

جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا فرما رکھی ہے تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتا ہے، کیا وہ سب برابر ہو جائیں گے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں بلکہ ان میں اکثر جانتے نہیں○ اور اللہ نے دو مردوں کی مثال بیان فرمائی، ان میں سے ایک گونگا ہے

لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ

جو کسی شے پر قدرت نہیں رکھتا اور وہ اپنے آقا پر (صرف) بوجھ ہے، (اس کا آقا) اسے جدھر بھیجتا ہے وہ کوئی خیر لے کر نہیں آتا تو کیا

ہے، فرمایا: مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوا ایسے بتوں کی عبادت کر رہے ہیں جو انہیں آسمان اور زمین سے کچھ بھی روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے کیونکہ نہ وہ زمین کی خشکی دور کر کے اس میں شادابی لانے کے لئے آسمانوں سے پانی نازل کرنے پر قادر ہیں اور نہ زمین سے نباتات اور پھل نکالنے پر اور ان کے بت زمین وآسمان میں سے کسی چیز کے مالک نہیں بلکہ زمین، آسمان اور ان میں موجود ہر چیز کا حقیقی مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے تو تم اللہ تعالیٰ کے لیے شریک نہ ٹھہراؤ، بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مخلوق میں اس کا کوئی مثل نہیں ہے اور تم یہ بات نہیں جانتے۔

آیت 75 یہاں دو شخصوں کی مثال بیان فرما کر شرک کا رد فرمایا جا رہا ہے کہ ایک شخص ایسا ہے جو خود کسی کی ملکیت میں ہے اور وہ مالک نہ ہونے کی وجہ سے کسی چیز پر قادر نہیں جبکہ ایک شخص ایسا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا فرما رکھی ہے تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتا ہے، جیسے چاہتا ہے اس میں تصرف کرتا ہے، پہلا شخص عاجز، مملوک اور غلام ہے جبکہ دوسرا شخص آزاد، مالک اور صاحب مال ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قدرت واختیار بھی رکھتا ہے تو کیا یہ دونوں برابر ہو جائیں گے؟ ہرگز نہیں، جب غلام اور آزاد شخص برابر نہیں ہو سکتے حالانکہ دونوں اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں تو خالق، مالک اور قادر رب کے ساتھ قدرت واختیار نہ رکھنے والے بت کیسے شریک ہو سکتے ہیں۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں بلکہ ان میں اکثر نہیں جانتے کہ تمام تعریفیں اور عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

آیت 76 اللہ تعالیٰ مومن اور کافر کی مثال بیان فرما رہا ہے کہ ایک شخص گونگا ہے جو کسی شے پر قدرت نہیں رکھتا کیونکہ نہ وہ اپنی کسی سے کہہ سکتا ہے اور نہ دوسرے کی سمجھ سکتا ہے اور وہ اپنے آقا پر صرف بوجھ ہے، اس کا آقا اسے جہاں بھی کسی کام کے لئے بھیجتا ہے وہ اس کا کوئی کام کر کے نہیں آتا، یہ مثال کافر کی ہے اور دوسرا وہ شخص ہے جس کے حواس سلامت ہیں، بھلائی اور دیانت داری کی

يَسْتَوِي هُوَ ۙ وَمَنْ يَّأْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ ع وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ

وہ اور دوسرا وہ جو عدل کا حکم کرتا ہے اور وہ سیدھے راستے پر بھی ہے کیا دونوں برابر ہیں؟○ اور آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم

وَالْاَرْضِ ؕ وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

اللہ ہی کو ہے اور قیامت کا معاملہ صرف ایک پلک جھپکنے کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ بیشک اللہ ہر شے پر

قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ

قادر ہے○ اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں پیدا کیا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور اس نے تمہارے کان

وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ

اور آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم شکر گزار بنو○ کیا انہوں نے پرندوں کی طرف نہ دیکھا جو آسمان کی

وجہ سے بہت فائدہ مند ہے، وہ لوگوں کو عدل کا حکم کرتا ہے اور اس کی سیرت اچھی ہے، یہ مثال مومن کی ہے، تو کافر جو ناکارہ گونگے غلام کی طرح ہے وہ کسی طرح اس مسلمان کی مثل نہیں ہو سکتا جو عدل کا حکم کرتا ہے اور صراطِ مستقیم پر قائم ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک گونگے ناکارہ غلام سے بتوں کو تشبیہ دی گئی اور انصاف کا حکم دینے میں شانِ الٰہی کا بیان ہے، اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک کرنا باطل ہے کیونکہ انصاف قائم کرنے والے بادشاہ کے ساتھ گونگے اور ناکارہ غلام کو کیا نسبت۔

آیت 77 ﴾ اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کے کمال کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور قیامت قائم کرنے کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں صرف ایک پلک جھپکنے کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے کیونکہ پلک مارنا بھی زمانہ چاہتا ہے جس میں پلک کی حرکت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ جس چیز کا ہونا چاہے وہ کن فرماتے ہی ہو جاتی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے، اس پر بھی قادر ہے کہ قیامت قائم کرے اور مخلوق کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے۔

آیت 78 ﴾ قدرتِ الٰہی پر دلالت کرنے والے مزید مظاہر کا بیان ہوا، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں پیدا کیا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے، پیدائش کی ابتدا اور اوّل فطرت میں علم و معرفت سے خالی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے، یہ حواس اس لئے عطا کیے تاکہ تم ان سے اپنا پیدائشی جہل دور کرو، علم و عمل سے فیض یاب ہو جاؤ، نعمتیں عطا کرنے والے کا شکر بجالاؤ، اس کی عبادت میں مشغول ہو جاؤ اور اس کی نعمتوں کے حقوق ادا کرو۔ اہم بات: ہر عضو کا شکر یہ ہے کہ اسے اطاعتِ الٰہی میں لگایا جائے اور ناشکری یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال کیا جائے۔

آیت 79 ﴾ یہاں پرندوں کی پرواز سے قدرتِ الٰہی پر استدلال کیا گیا ہے، فرمایا: کیا لوگوں نے پرندوں کی طرف نہ دیکھا جو آسمان کی فضا میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ انہیں ہوا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی گرنے سے نہیں روکتا حالانکہ بھاری جسم اپنی طبیعت کے اعتبار سے گرنا چاہتا ہے۔ اس میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پرندوں کو ایسا پیدا کیا کہ وہ ہوا میں پرواز کر سکے

السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝٧٩

فضا میں (اللہ کے) حکم کے پابند ہیں۔ انہیں (وہاں) اللہ کے سوا کوئی نہیں روکتا۔ بیشک اس میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں○

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا

اور اللہ نے تمہارے گھروں کو تمہاری رہائش بنایا اور اس نے تمہارے لیے جانوروں کی کھالوں سے کچھ گھر بنائے جنہیں تم اپنے سفر کے

يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا

دن اور اپنے قیام کے دن بڑا ہلکا پھلکا پاتے ہو اور بھیڑوں کی اُون اور اونٹوں کی پشم اور بکریوں کے بالوں سے گھریلو سامان

وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝٨٠ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ

اور ایک مدت تک فائدہ اٹھانے کے اسباب بنائے○ اور اللہ نے تمہیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں سے سائے دیے اور تمہارے لیے پہاڑوں میں

اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ

چھپنے کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لیے کچھ پہننے کے لباس بنائے جو تمہیں گرمی سے بچائیں اور کچھ لباس بنائے جو لڑائی کے وقت تمہاری

ہیں اور اپنے بھاری جسم کی طبیعت کے بر خلاف ہوا میں ٹھہرے رہتے ہیں اور ہوا کو ایسا پیدا کیا کہ اس میں اُن کی پرواز ممکن ہے۔ اہم بات: فی زمانہ پرندوں سے کہیں بڑی اور وزنی چیز ہوائی جہاز کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل حاصل کی جاسکتی ہے۔ اسے بنایا اگرچہ انسان نے ہے لیکن اس نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل، سمجھ اور قدرت سے ہی بنایا ہے، از خود کوئی کہاں اس قابل تھا کہ ایسی چیز بنا سکے، یونہی اس کا پرواز کرنا بظاہر مشینی آلات کی وجہ سے ہے لیکن در حقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اسی کے اثر سے ہوا میں محوِ پرواز ہے کیونکہ ہوا کو پرواز کے قابل اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے، کسی انسان نے نہیں بنایا۔

آیت 80 یہاں بھی توحید کے دلائل اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان کیا گیا ہے، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری رہائش کے لئے اینٹوں اور پتھروں سے تمہارے گھروں کو بنایا جن میں تم آرام کرتے ہو اور اس نے تمہارے لیے جانوروں کی کھالوں سے خیموں کی شکل میں کچھ گھر بنائے جنہیں تم اپنے سفر کے دنوں میں اٹھا کر چلتے وقت اور منزلوں پر قیام کے وقت لگانے کے لئے بڑا ہلکا پھلکا پاتے ہو اور اسی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بھیڑوں کی اُون، اونٹوں کی پشم اور بکریوں کے بالوں سے گھریلو سامان مثلاً بچھانے، اوڑھنے کی چیزیں اور ایک مدت تک فائدہ اٹھانے کے اسباب بنائے۔

آیت 81 ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ کی یہ نعمتیں بھی ہیں کہ اس نے تمہیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں مکانوں، دیواروں، چھتوں، درختوں اور بادل وغیرہ سے سائے دیے جس میں تم آرام کر کے گرمی کی شدت سے بچتے ہو اور تمہارے لیے پہاڑوں میں غار وغیرہ چھپنے کی جگہیں بنائیں تا کہ امیر و غریب سب ان میں آرام کر سکیں اور تمہارے پہننے کے لیے کچھ لباس ایسے بنائے جو تمہیں گرمی سردی سے بچاتے ہیں اور کچھ لباس جیسے زرہ اور بازوبند وغیرہ ایسے بنائے جو لڑائی کے وقت تمہاری حفاظت کرتے ہیں اور تیر،

بَأْسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا

حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ اسی طرح تم پر اپنی نعمت پوری کرتا ہے تاکہ تم اسلام لے آؤ۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اے حبیب!

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ

تم پر صرف صاف صاف تبلیغ کردینا لازم ہے۔ وہ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کا انکار کردیتے ہیں اور ان میں اکثر

الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ع ۱۷

کافر ہی ہیں۔ اور یاد کرو جس دن ہم ہر امت سے ایک گواہ اٹھائیں گے پھر کافروں کو اجازت نہیں دی جائے گی

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ

اور نہ ان سے رجوع کرنا طلب کیا جائے گا۔ اور ظلم کرنے والے جب عذاب دیکھیں گے تو ان سے نہ عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی

تلوار، نیزے وغیرہ سے تمہارے بچاؤ کا سامان ہوتے ہیں۔ اے لوگو! جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ چیزیں پیدا فرمائیں اسی طرح دنیا میں تمہاری ضروریات کا سامان پیدا فرما کر وہ تم پر اپنی نعمت پوری کرتا ہے تاکہ تم اس کی اطاعت کرو، اس کی نعمتوں کا اعتراف کر کے اسلام لاؤ اور دینِ برحق قبول کرلو۔

آیت 82 فرمایا کہ اے حبیب! اگر کفارِ مکہ آپ پر ایمان لانے اور آپ کی تصدیق کرنے سے اعراض کریں اور اپنے کفر پر جمے رہیں تو آپ غمزدہ نہ ہوں، آپ پر صرف صاف صاف تبلیغ کردینا لازم ہے، جب آپ نے ان تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تو آپ کا کام پورا ہو چکا اور اب نہ ماننے کا وبال اُن کی گردن پر ہے۔

آیت 83 جو نعمتیں اس سورت میں ذکر کی گئیں کفارِ مکہ اُن سب کو پہچانتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں پھر بھی اس کا شکر بجا نہیں لاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم مراد ہیں، اس صورت میں معنی یہ ہے کہ وہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پہچانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آپ کا وجود اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اس کے باوجود اس نعمت کا انکار کردیتے ہیں یعنی آپ پر ایمان نہیں لاتے اور اس طرح ان میں اکثر کافر ہی ہیں۔

آیت 84 سابقہ آیت میں کفار کے متعلق بتایا گیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچاننے کے باوجود ان کا انکار کیا، اب ان کفار پر عذاب کی وعید اور قیامت کے دن ان کا جو حال ہوگا اس کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا: اے حبیب! اپنی قوم کو قیامت کے اس دن کے بارے میں بتائیں جس دن ہم ہر امت سے ایک گواہ اٹھائیں گے جو اُن کی تصدیق و تکذیب اور ایمان و کفر کی گواہی دے گا اور یہ گواہ انبیاءِ کرام علیہم السلام ہیں، پھر کافروں کو معذرت کرنے یا کسی کلام یا دنیا کی طرف لوٹنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ اس دن انہیں اس بات کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اپنے رب کو راضی کریں کیونکہ آخرت عمل کرنے کی جگہ نہیں۔

آیت 85 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ کو جھٹلانے والے، آپ کی نبوت کا انکار کرنے والے اور وہ لوگ جو آپ کی قوم کی روش اختیار کئے ہوئے ہیں، جب وہ عذاب دیکھیں گے تو کوئی چیز انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات نہ دے سکے گی کیونکہ انہیں کلام کرنے کی

يُنظَرُوْنَ ﴿٨٥﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِیْنَ

نہیں مہلت دی جائے گی○ اور مشرک جب اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے: اے ہمارے رب! یہ ہمارے وہ شریک ہیں جن کی

كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَیْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٨٦﴾ ۚ وَ اَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ

ہم تیرے سوا عبادت کیا کرتے تھے تو وہ ان کی طرف (اپنی) بات پھینک دیں گے کہ تم بیشک جھوٹے ہو○ اور وہ مشرک اس دن اللہ کی طرف

یَوْمَىٕذِ السَّلَمَ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿٨٧﴾ اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ

صلح کی پیشکش کریں گے اور ان کی خود ساختہ باتیں ان سے گم ہوجائیں گی○ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے

سَبِیْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا یُفْسِدُوْنَ ﴿٨٨﴾ وَ یَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ

روکا ہم ان کے فساد کے بدلے میں عذاب پر عذاب کا اضافہ کردیں گے○ اور جس دن ہم ہر امت میں

اجازت نہ ہوگی کہ کوئی عذر بیان کرسکیں اور ان سے عذاب ہلکا ہو اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی کیونکہ توبہ کا وقت ختم ہو چکا۔

آیت 86 قیامت کے دن مشرکین جب بتوں وغیرہ ان چیزوں کو دیکھیں گے جن کی عبادت کرتے تھے تو کہیں گے: اے ہمارے رب! یہ ہمارے وہ شریک ہیں جن کی ہم تیرے سوا عبادت کیا کرتے تھے۔ وہ شریک کہیں گے: اے مشرکو! بے شک تم جھوٹے ہو، ہم نے تمہیں اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی تھی۔

آیت 87 مشرکین دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑتے رہے جبکہ قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہونا چاہیں گے لیکن یہ فرمانبرداری انہیں کوئی نفع نہ دے گی اور جب مشرکوں کے معبود انہیں جھوٹا قرار دے کر ان سے اپنی براءت کا اظہار کریں گے اس وقت مشرکین کی من گھڑت باتیں کہ یہ معبود ان کے مددگار ہیں اور ان کی شفاعت کریں گے، بے کار اور باطل ہوجائیں گی۔

آیت 88 سابقہ آیت میں ان کافروں کی وعید بیان ہوئی جنہوں نے صرف خود کفر کیا اب ان کافروں کی وعید بیان ہورہی ہے جو خود بھی کافر تھے اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک کر اور گمراہ کرکے انہیں کافر بناتے تھے، فرمایا: اے حبیب! جن لوگوں نے آپ کی نبوت کا انکار کیا اور جو آپ اپنے رب کے پاس سے لائے، اسے جھٹلایا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے سے روکا ہم قیامت کے دن جہنم میں انہیں اس عذاب سے زیادہ عذاب دیں گے جس کے وہ صرف اپنے کفر کی وجہ سے حق دار ہوئے تھے۔ انہیں دگنا عذاب اس لئے ہوگا کہ دنیا میں یہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیتے تھے۔

اہم بات: گمراہ گر کا عذاب گمراہ سے زیادہ ہے کیونکہ اس کا جرم بھی زیادہ ہے، ایک تو خود گمراہ ہونا اور دوسرا دوسروں کو گمراہ کرنا۔

آیت 89 فرمایا کہ اور جس دن ہم ہر امت میں انہیں میں سے ان پر ایک گواہ اٹھائیں گے اور اے حبیب! ہم تمہیں تمام اُمتوں اور ان کے خلاف گواہی دینے والے انبیاء کرام علیہم السلام کا گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے، جس نے قرآن کی تصدیق کی، اس میں موجود اللہ تعالیٰ کی حدوں اور امر و نہی پر عمل کیا، قرآن نے جن چیزوں کو حلال کیا اسے حلال

شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

انہیں میں سے ان پر ایک گواہ اٹھائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾ ع اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ

جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کیلئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے○ بیشک اللہ عدل

وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ ۚ يَعِظُكُمْ

اور احسان اور رشتے داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی اور ہر بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾ وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ

تاکہ تم نصیحت حاصل کرو○ اور اللہ کا عہد پورا کرو جب تم کوئی عہد کرو اور قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد

سمجھا اور جن چیزوں کو حرام کیا انہیں حرام جانا تو اس کے لئے قرآن ہدایت اور رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے کو قرآن آخرت میں بہترین ثواب اور عظیم مرتبے کی بشارت دیتا ہے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں گواہ سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام ہیں، یہ قیامت کے دن اپنی اپنی امتوں کے متعلق گواہی دیں گے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام ان تک پہنچایا اور ان لوگوں کو ایمان قبول کرنے کی دعوت دی۔ (2) آیت کے اس حصے ﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ﴾ سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید وہ عظیم الشان کتاب ہے جو تمام علوم کی جامع ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو علم چاہے وہ قرآن کو لازم کرلے کیونکہ اس میں اوّلین و آخرین کی خبریں ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث:107)

آیت 90 فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اور رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور نیک سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور ہر شرمناک اور مذموم قول و فعل سے نیز شرک، کفر، گناہ اور تمام ممنوعاتِ شرعیہ سے منع فرماتا ہے۔ اس آیت میں جس چیز کا حکم دیا گیا اور جس سے منع کیا گیا اس میں حکمت یہ ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو اور وہ کام کرو جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ اہم باتیں: (1) عدل اور انصاف کا عام فہم معنیٰ یہ ہے کہ ہر حق دار کو اس کا حق دیا جائے اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے، اسی طرح عقائد، عبادات اور معاملات میں اِفراط و تفریط سے بچ کر درمیانی راہ اختیار کرنا بھی عدل میں داخل ہے۔ (2) رشتے دار قریب کے ہوں یا دور کے، اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے حاجت سے زائد کچھ مال انہیں دے کر ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اور اگر اپنے پاس زائد مال نہ ہو تو رشتہ داروں کے ساتھ محبت سے پیش آنا اور ان کے لئے دعائے خیر کرنا مستحب ہے۔ (3) رشتے داروں سے حسن سلوک کی بڑی فضیلت ہے، حدیث پاک میں ہے: جس کو یہ پسند ہو کہ عمر میں درازی اور رزق میں وسعت ہو اور بری موت دفع ہو وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور رشتہ والوں سے سلوک کرے۔ (مستدرک، حدیث:7262) (4) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت تمام خیر و شر کے بیان کو جامع ہے۔ (شعب الایمان، حدیث:2440)

آیت 91 اس آیت سے عہد پورے کرنے کا حکم بہت تاکید کے ساتھ دیا گیا کہ فرمایا، اللہ تعالیٰ کا عہد پورا کرو جب تم کوئی عہد کرو

تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا

نہ توڑو حالانکہ تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو۔ بیشک اللہ تمہارے کام جانتا ہے○ اور تم اس عورت کی طرح

كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۭ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ

نہ ہونا جس نے اپنا سوت مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کر کے توڑ دیا، (ایسا نہ ہو کہ) تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ بنالو

اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِىَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ۭ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ۭ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ

کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ (طاقت ومال والا) ہے۔ اللہ تو اس کے ذریعے تمہیں صرف آزماتا ہے اور وہ ضرور قیامت کے دن

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ

تمہارے لئے صاف ظاہر کردے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے○ اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک ہی امت بنادیتا لیکن

يُّضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَلَتُسْــَٔـلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا○

اور قسموں کو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے ساتھ مضبوط کر لینے کے بعد نہ توڑو کہ نام خدا کی حرمت کے خلاف ہے، پھر یہ بھی ہے کہ اللہ کا نام لے کر تم اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر ضامن بھی بنا چکے ہوتے ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سارے کاموں کو جانتا ہے۔ مسئلہ: قسم کھانا جائز ہے مگر جہاں تک ہو سکے کم قسم کھانا بہتر ہے۔

آیت 92 مکہ مکرمہ میں کوئی عورت تھی جس کی طبیعت میں وہم اور عقل میں فتور تھا، وہ دوپہر تک سوت کاتتی، اپنی باندیوں سے بھی کتواتی اور دوپہر کے وقت توڑ کر ریزہ ریزہ کر ڈالتی اور باندیوں سے بھی تڑوادیتی، آیت میں فرمایا گیا کہ "تم اپنے معاہدے اور قسمیں توڑ کر اس عورت کی طرح بے وقوف نہ ہونا جس نے اپنا سوت مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کر کے توڑ دیا۔ "لوگوں کا طریقہ تھا کہ وہ ایک قوم سے معاہدہ کرتے اور جب دوسری قوم اُس سے زیادہ تعداد، مال یا قوت میں پاتے تو پہلوں سے کئے ہوئے معاہدے توڑ دیتے اور دوسرے سے معاہدہ کرتے، اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا گیا: ایسا نہ ہو کہ تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ بنالو کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ طاقت ومال والا ہے۔ تمہیں جو عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہیں صرف آزماتا ہے تاکہ تم میں سے اطاعت گزاروں اور نافرمانوں کو ظاہر کر دے اور تم دنیا کے اندر عہد وغیرہ کے بارے میں جو جھگڑتے تھے، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ضرور تمہارے لئے صاف ظاہر کر دے گا کہ عہد توڑنے والے کو عذاب دے گا اور پورا کرنے والے کو ثواب سے نوازے گا۔

آیت 93 فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب ایک ہی دین پر ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ کی اپنی مشیت اور حکمت ہے جس کے مطابق وہ فیصلے فرماتا ہے تو وہ اپنے عدل سے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا اور اپنے فضل سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اس میں کسی کو دخل کی ہمت ہے نہ اجازت، البتہ لوگ اس مشیت کو سامنے رکھ کر گناہوں پر جری نہ ہو جائیں کیونکہ قیامت کے دن لوگوں سے ان کے اعمال کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا لہٰذا مشیت کا معاملہ جدا ہے اور حکم الٰہی کا جدا۔

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ

اور تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ نہ بناؤ ورنہ قدم ثابت قدمی کے بعد پھسل جائیں گے اور تم اللہ کے راستے سے

بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ

روکنے کی وجہ سے سزا کا مزہ چکھو گے اور تمہارے لئے بہت بڑا عذاب ہوگا○ اور اللہ کے عہد کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لو۔

اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ

بیشک جو اللہ کے پاس ہے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو○ جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہوجائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے

بَاقٍ ؕ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا

وہ باقی رہنے والا ہے اور ہم صبر کرنے والوں کو ان کے بہترین کاموں کے بدلے میں ان کا اجر ضرور دیں گے○ جو مرد یا عورت نیک

مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ

عمل کرے اور وہ مسلمان ہو تو ہم ضرور اسے پاکیزہ زندگی دیں گے اور ہم ضرور انہیں ان کے بہترین کاموں

آیت94 فرمایا کہ تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ نہ بناؤ ورنہ تمہارے قدم اسلام کے صحیح راستے پر ثابت قدمی کے بعد پھسل جائیں گے اور تم خود عہد کی خلاف ورزی کرنے یا دوسروں کو عہد پورا کرنے سے روکنے کی وجہ سے دنیا میں عذاب کا مزہ چکھو گے کیونکہ تم عہد توڑ کر گناہ کا ایک طریقہ رائج کرنے کا ذریعہ بنے ہوگے اور تمہارے لئے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہوگا۔ اہم باتیں: (1) بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں بیعتِ اسلام توڑنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ ثابت قدمی کے بعد قدموں کے پھسل جانے کی وعید اسی کے مناسب ہے۔ (2) عہد اور قسمیں توڑنے سے دوبارہ تاکیداً منع فرمانے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ معاہدہ اور قسمیں پورا کرنے کا معاملہ انتہائی اہم ہے کیونکہ عہد کی خلاف ورزی میں دنیا و آخرت سب کا نقصان ہے۔

آیت95 ارشاد فرمایا: اور اللہ کے عہد کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لو۔ یعنی اسلام کا عہد توڑنے کی صورت میں اگر تمہیں دنیا کی کوئی بھلائی ملے تو اس کی طرف توجہ مت دو کیونکہ اسلام پر قائم رہنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو بھلائی تیار کی ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے جو تم اسلام کا عہد توڑ کر دنیا میں پاؤ گے۔ اگر تم دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کے مابین فرق جانتے تو یہ بات سمجھ جاتے۔

آیت96 فرمایا کہ تمہارے پاس جو دنیا کا سامان ہے یہ سب فنا اور ختم ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو خزانۂ رحمت اور آخرت کا ثواب ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور ہم صبر کرنے والوں کو ان کے بہترین کاموں کے بدلے میں ان کا اجر ضرور دیں گے۔

آیت97 فرمایا کہ جو مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان ہو تو ہم ضرور اسے دنیا میں حلال رزق اور قناعت عطا فرما کر اور آخرت میں جنت کی نعمتیں دے کر پاکیزہ زندگی دیں گے اور ہم ضرور انہیں ان کے بہترین کاموں کے بدلے میں ان کا اجر دیں گے۔ اہم باتیں: (1) بعض علما نے فرمایا کہ اچھی زندگی سے عبادت کی لذت مراد ہے۔ (2) مومن اگرچہ فقیر ہو اس کی زندگانی دولت مند

بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۷﴾ فَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ

کے بدلے میں ان کا اجر دیں گے ○ تو جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی

الرَّجِيۡمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيۡسَ لَهٗ سُلۡطٰنٌ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا

پناہ مانگو ○ بیشک اسے ان لوگوں پر کوئی قابو نہیں جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں ○ اس کا

سُلۡطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ يَتَوَلَّوۡنَهٗ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ بِهٖ مُشۡرِكُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾ وَاِذَا بَدَّلۡنَاۤ اٰيَةً

قابو تو انہیں پر ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں اور وہ جو اس کو شریک ٹھہراتے ہیں ○ اور جب ہم ایک آیت کی جگہ

مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُفۡتَرٍ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾

دوسری آیت بدل دیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ اتارتا ہے تو کافر کہتے ہیں: تم خود گھڑ لیتے ہو بلکہ ان میں اکثر جانتے نہیں ○

کافر کے عیش سے بہتر اور پاکیزہ ہے کیونکہ مومن جانتا ہے کہ اس کی روزی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، جو اُس نے مقدر کیا اس پر راضی ہوتا ہے اور اس کا دل حرص کی پریشانیوں سے محفوظ اور آرام میں رہتا ہے جبکہ کافر جو اللہ تعالیٰ پر نظر نہیں رکھتا، حریص رہتا اور ہمیشہ رنج، مشقت اور تحصیل مال کی فکر میں پریشان رہتا ہے۔ (3) آیت سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال پر ثواب ملنے کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے، کافر کے تمام نیک اعمال بے کار ہیں۔

آیت 98 ﴾ ارشاد فرمایا: تو جب تم قرآن کریم کی تلاوت کرنے کا ارادہ کرو تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھو۔ یہ مستحب ہے۔

آیت 99 ﴾ فرمایا کہ شیطان کو ان لوگوں پر تسلط حاصل نہیں جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا کرتے ہیں۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والے مومن شیطانی وسوسے قبول نہیں کرتے یعنی شیطان کوشش بھی کرے تو اسے کامیابی نہیں ملتی۔

آیت 100 ﴾ فرمایا کہ شیطان کو ان لوگوں پر تسلط حاصل ہے جو اسے اپنا دوست بناتے، اس کے وسوسوں کی پیروی کرتے اور اس کے وسوسوں کی وجہ سے مختلف چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لیتے ہیں۔ اہم بات: شیطان کوئی زور زبردستی نہیں کرتا بلکہ جو خود ہی اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور اسے دوست بناتا ہے وہی اس کا اثر قبول کرتا ہے۔

آیت 101 ﴾ شانِ نزول: مشرکین مکہ اپنی جہالت کی وجہ سے آیتیں منسوخ ہونے پر اعتراض کرتے اور کہتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) ایک روز ایک حکم دیتے ہیں اور دوسرے روز دوسرا، وہ اپنے دل سے باتیں بناتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا کہ جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیتے ہیں اور اپنی حکمت سے ایک حکم کو منسوخ کرکے دوسرا حکم دیتے ہیں تو اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ اتارتا ہے کہ اس میں کیا حکمت اور اس کے بندوں کے لئے کیا مصلحت ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کافر کہتے ہیں: تم خود گھڑ لیتے ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کافروں کی اکثریت جاہل ہے، وہ نسخ اور تبدیلی کی حکمت و فوائد سے خبردار نہیں اور یہ بھی نہیں جانتے کہ قرآنِ کریم کی طرف افترا کی نسبت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ جس کلام کی مثل بنانا انسان کی طاقت سے باہر ہے وہ کسی انسان کا بنایا ہوا کیسے ہو سکتا ہے۔

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

تم فرماؤ: اسے مقدس روح نے آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم کردے

وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٠٢﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ

اور (یہ) مسلمانوں کیلئے ہدایت اور خوشخبری ہے۞ اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ وہ کافر کہتے ہیں: اس نبی کو ایک آدمی سکھاتا ہے،

لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

جس آدمی کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن روشن عربی زبان میں ہے۞ بیشک جو

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٠٤﴾ اِنَّمَا يَفْتَرِي

اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ انہیں راہ نہیں دکھاتا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۞ جھوٹا بہتان

آیت 102 ارشاد فرمایا: اے حبیب! جو لوگ قرآن کے بارے میں آپ پر بہتان لگا رہے ہیں آپ ان سے فرمادیں کہ اسے میرے رب کے پاس سے حضرت جبریل علیہ السلام حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں اور اس قرآن کے ناسخ و منسوخ کو میرے رب نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے مجھ پر نازل فرمایا ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم کردے اور ناسخ و منسوخ کی تصدیق کی وجہ سے ان کے ایمانوں کو اور مضبوط کردے اور یہ قرآن مسلمانوں کے لئے ہدایت اور خوش خبری ہے۔

آیت 103 کفارِ مکہ قرآنِ مجید کے خلاف جو باتیں کرتے تھے ان میں سے ایک یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عجمی غلام قرآن سکھاتا ہے، اس کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ ایسی باطل باتیں دنیا میں کون قبول کر سکتا ہے، جس غلام کی طرف کفار نسبت کرتے ہیں وہ تو عجمی ہے اور یہ قرآن روشن عربی زبان میں ہے، ایسا کلام بنانا اس کے لئے تو کیا ممکن ہوتا، تمہارے فصحاء و بلغاء جن کی زبان دانی پر اہلِ عرب کو فخر ہے، وہ سب کے سب حیران ہیں اور چند جملے قرآن کی مثل بنانا اُن کی قدرت سے باہر ہے تو ایک عجمی کی طرف ایسی نسبت کس قدر باطل ہے۔ **اہم بات:** خدا کی شان کہ جس غلام کی طرف کفار یہ نسبت کرتے تھے اس کو بھی اس کلام کے اعجاز نے تسخیر کیا اور وہ صدق و اخلاص کے ساتھ اسلام لے آیا۔

آیت 104 فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی حجتوں اور دلائل پر ایمان نہیں لاتے تاکہ ان پر ایمان لا کر اس کی تصدیق کرتے جس پر یہ حجتیں دلالت کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ دنیا میں انہیں حق بات قبول کرنے کی توفیق اور سیدھے راستے کی ہدایت نہیں دیتا، بروزِ قیامت جب یہ بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں گے اس وقت ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

آیت 105 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی طرف سے قرآن بنالینے کے بہتان کا رد کیا جارہا ہے، فرمایا کہ جھوٹا بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور وہی جھوٹے ہیں۔ **اہم بات:** جھوٹ کبیرہ گناہوں میں بدترین گناہ ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: بڑی خیانت کی بات یہ ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کہے اور وہ تجھے اس بات میں سچا جان

الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ

وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور وہی جھوٹے ہیں○ جو ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ

مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا

کفر کرے سوائے اس آدمی کے جسے (کفر پر) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو لیکن وہ جو دل کھول کر کافر ہوں

فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے○ یہ عذاب اس لئے ہے کہ انہوں نے آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی کو

عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى

پسند کر لیا اور اس لئے کہ اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا○ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل

رہا ہے اور تو اس سے جھوٹ بول رہا ہے۔ (ابو داود، حدیث: 4971)

آیت 106 شانِ نزول: حضرت عمار، ان کے والد حضرت یاسر اور والدہ حضرت سمیہ نیز حضرت صہیب، حضرت بلال، حضرت خباب اور حضرت سالم رضی اللہ عنہم کو کفار نے سخت سخت ایذائیں دیں تاکہ وہ اسلام سے پھر جائیں اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے والدین کو بڑی بے رحمی سے شہید کر دیا، حضرت عمار رضی اللہ عنہ ضعیف تھے جس کی وجہ سے بھاگ نہیں سکتے تھے، انہوں نے جب دیکھا کہ جان پر بن گئی تو مجبوراً کلمۂ کفر کا تلفظ کر دیا۔ پھر روتے ہوئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ بہت ہی برے کلمے میری زبان پر جاری ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: اس وقت تیرے دل کا کیا حال تھا؟ عرض کی: دل ایمان پر خوب جما ہوا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ اگر پھر ایسا اتفاق ہو تو یہی کرنا چاہیے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ جو ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے سوائے اس آدمی کے جسے کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو لیکن وہ جو دل کھول کر کافر ہوں ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ اہم باتیں: (1) حالتِ اکراہ میں اگر دل ایمان پر جما ہو تو کلمۂ کفر کا زبان پر جاری کرنا جائز ہے جبکہ آدمی کو کسی ظالم کی طرف سے اپنی جان یا کسی عضو کے تلف ہونے کا حقیقی خوف ہو اور اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی دو معنی والی بات کہنے میں گزارا چل سکتا ہو جس سے کفار اپنی مراد لیں اور کہنے والا اس کی درست مراد لے تو ضروری ہے کہ ایسی دو معنی والی بات ہی کہے جبکہ اس طرح کہنا جانتا ہو۔ (2) اگر اس حالت میں بھی صبر کرے اور قتل کر ڈالا جائے تو اسے اجر ملے گا اور وہ شہید ہو گا۔ (3) جس شخص کو مجبور کیا جائے اگر اس کا دل ایمان پر جما ہوا نہیں تو وہ کلمۂ کفر زبان پر لانے سے کافر ہو جائے گا۔

آیت 107 فرمایا کہ جو لوگ دل کھول کر کافر ہوں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے غضب اور بڑے عذاب کی وعید کا ایک سبب یہ ہے کہ انہوں نے آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا اور دنیا کی محبت ان کے کفر کا سبب ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں دیتا جو سمجھ بوجھ کے باوجود کفر پر ڈٹے رہیں۔

آیت 108 فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے، نہ وہ غور و فکر کرتے ہیں، نہ وعظ و

قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿١٠٨﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ

اور کان اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور یہی غافل ہیں○ حقیقت میں یہ لوگ آخرت میں

الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٠٩﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ

برباد ہونے والے ہیں○ پھر بیشک تمہارا رب ان لوگوں کے لیے جنہوں نے تکلیفیں دیئے جانے کے بعد اپنے گھر بار چھوڑے پھر

جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿١١٠﴾ ع یَوْمَ تَاْتِیْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ

ع ١٤ ٢٠

انہوں نے جہاد کیا اور صبر کیا بیشک تمہارا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا مہربان ہے○ یاد کرو جس دن ہر جان اپنی طرف سے جھگڑتی

عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿١١١﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

ہوئی آئے گی اور ہر جان کو اس کا عمل پورا پورا دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا○ اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان فرمائی

قَرْیَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىٕنَّةً یَّاْتِیْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ

جو امن و اطمینان والی تھی ہر طرف سے اس کے پاس اس کا رزق کثرت سے آتا تھا تو وہاں کے رہنے والے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگے

نصیحت پر توجہ دیتے ہیں، نہ سیدھے اور ہدایت والے راستے کو دیکھتے ہیں اور یہی غفلت کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں کہ اپنی عاقبت اور انجام کار کے بارے میں نہیں سوچتے۔ اہم بات: سب سے بڑی بد نصیبی دل کی غفلت اور سب سے بڑی خوش نصیبی دل کی بیداری ہے۔

آیت 109 فرمایا کہ حقیقت میں یہ لوگ آخرت میں برباد ہونے والے ہیں کہ ان کے لئے جہنم کا دائمی عذاب ہے۔

آیت 110 ارشاد فرمایا: اے حبیب! بیشک وہ لوگ جنہیں ہجرت سے پہلے ان کے دین کے بارے میں مشرکین کی طرف سے تکلیفیں دی گئیں، اس کے بعد انہوں نے ہجرت کی اور اپنے شہر، گھر اور خاندانوں کو چھوڑ کر اہل اسلام کے شہر مدینہ طیبہ منتقل ہو گئے پھر انہوں نے اپنے ہاتھوں، تلواروں اور زبانوں کے ساتھ مشرکین اور ان کے جھوٹے معبودوں کے خلاف جہاد کیا اور جہاد کرنے پر صبر کیا تو بیشک یہ بخشش کے مستحق ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ ان کی اس آزمائش کے بعد انہیں ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت 111 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اپنی قوم کو آخرت کے خطرات اور اس میں پیش آنے والے واقعات بتائیے جس دن ہر انسان اپنی ذات کے بارے جھگڑتا ہوا آئے گا، سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی اور ہر جان کو اس کے عمل کی جزا پوری پوری دی جائے گی اور ان پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ اہم بات: جھگڑے سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک اپنے دنیوی عملوں کے بارے میں عذر بیان کرے گا۔

آیت 112 اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بیان فرمائی جس کے رہنے والے امن و اطمینان سے تھے، ان پر لٹیرے اور ڈاکو چڑھائی کرتے نہ وہ قتل اور قید کی مصیبت میں گرفتار کئے جاتے، ہر طرف سے ان کے پاس ان کا رزق کثرت سے آتا تھا تو وہ لوگ نافرمانیاں کر کے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کے بدلے انہیں بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا کہ سات برس تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائے ضرر کی وجہ

فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ

تو اللہ نے ان کے اعمال کے بدلے میں انہیں بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا○ اور بیشک ان کے پاس انہیں میں سے ایک رسول

مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَ هُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا

تشریف لایا تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں عذاب نے پکڑ لیا اور وہ زیادتی کرنے والے تھے○ تو اللہ کا دیا ہوا حلال پاکیزہ رزق کھاؤ

وَّ اشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ

اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو○ تم پر صرف مُردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ

وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ

جس کے ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا سب حرام کر دیا ہے پھر جو مجبور ہو اس حال میں کہ نہ خواہش سے کھا رہا ہو

وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ

اور نہ حد سے بڑھ رہا ہو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ اور تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں اس لئے نہ کہو کہ

سے قحط اور خشک سالی کی مصیبت میں گرفتار رہے حتیٰ کہ مردار کھاتے تھے پھر امن واطمینان کے بجائے خوف وہراس ان پر مسلط ہوا اور ہر وقت مسلمانوں کے حملے اور لشکر کشی کا اندیشہ رہنے لگا، یہ ان کے اعمال کا بدلا تھا۔ **اہم بات:** اس آیت میں جس بستی کی مثال بیان فرمائی گئی، ممکن ہے کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہو یا ممکن ہے کہ کوئی اور بستی مراد ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ سابقہ امتوں کی کوئی بستی مراد ہو۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اس بستی سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔

آیت 113 فرمایا کہ اہلِ مکہ کے پاس انہیں کی جنس سے ایک عظیم رسول یعنی انبیاء کے سردار، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، اہلِ مکہ نے انہیں جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے اہلِ مکہ کو بھوک اور خوف کے عذاب میں مبتلا کر دیا اور ان کا حال یہ تھا کہ وہ کفر کرنے والے تھے۔

آیت 114 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! تم لوٹ، غصب اور خبیث پیشوں سے حاصل کئے ہوئے جو حرام اور خبیث مال کھایا کرتے تھے ان کے بجائے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا حلال اور پاکیزہ رزق کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

آیت 115 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر صرف مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا، حرام کیا ہے نہ کہ بحیرہ، سائبہ وغیرہ جانور جنہیں کفار اپنے گمان کے مطابق حرام سمجھتے تھے پھر جو شخص ان حرام چیزوں میں سے کچھ کھانے پر مجبور ہو جائے تو وہ ان میں سے کچھ کھا لے اس حال میں کہ نہ خواہش سے کھا رہا ہو اور نہ ضرورت سے زیادہ کھا رہا ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے، اس کے سبب اس کا مؤاخذہ نہیں فرمائے گا۔

آیت 116 زمانۂ جاہلیت کے لوگ اپنی طرف سے بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام کر لیا کرتے تھے اور اس کی نسبت اللہ

هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ

یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بیشک جو اللہ پر جھوٹ

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿١١٦﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۠ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١١٧﴾

باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے○ تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے○

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ

اور ہم نے صرف یہودیوں پر وہ چیزیں حرام کی تھیں جو ہم نے پہلے آپ کے سامنے بیان کی ہیں اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن

كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿١١٨﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ

وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے○ پھر بیشک تمہارا رب ان لوگوں کے لئے (غفور رحیم ہے) جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں

ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٩﴾

پھر اس کے بعد توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں بیشک تمہارا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا مہربان ہے○

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٢٠﴾

بیشک ابراہیم تمام اچھی خصلتوں کے مالک (یا) ایک پیشوا، اللہ کے فرمانبردار اور ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرک نہ تھے○

تعالیٰ کی طرف کر دیتے تھے، یہاں اس کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں اس لئے نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے۔

آیت 117 فرمایا کہ ان جاہلوں کے لئے تھوڑا سا فائدہ اٹھانا اور دنیا کی چند روزہ آسائش ہے جو باقی رہنے والی نہیں جبکہ ان کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

آیت 118 اللہ تعالیٰ نے صرف یہودیوں پر وہ چیزیں حرام کی تھیں جو اللہ تعالیٰ نے پہلے سورۂ انعام میں آیت ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ... الخ﴾ میں آپ کے سامنے بیان کی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام قرار دے کر ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی بغاوت و معصیت کا ارتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے جس کی سزا میں وہ چیزیں اُن پر حرام ہوئیں۔ اہم بات: اس آیت کی تفسیر سورۂ نساء، آیت 160 اور سورۂ انعام، آیت 146 میں گزر چکی ہے۔

آیت 119 کافروں کو اسلام میں داخل ہونے اور گنہگاروں کو گناہوں سے توبہ کی ترغیب دی جارہی ہے، فرمایا گیا کہ جو لوگ نادانی سے کفر و معصیت کا ارتکاب کر بیٹھیں، پھر ان سے توبہ کریں اور توبہ پر قائم رہ کر اپنے اعمال درست کرلیں تو اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرماتے ہوئے ان کی توبہ قبول فرمالے گا۔

آیت 120-122 ان تین آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوصافِ حمیدہ کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا کہ بیشک حضرت ابراہیم علیہ

شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا

اس کے احسانات پر شکر کرنے والے، اللہ نے اسے چن لیا اور اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی○ اور ہم نے اسے دنیا میں

حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ

بھلائی دی اور بیشک وہ آخرت میں قرب والے بندوں میں سے ہوگا○ پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ (آپ بھی) دین

اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ

ابراہیم کی پیروی کریں جو ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرک نہ تھے○ ہفتہ صرف انہی لوگوں پر مقرر کیا گیا تھا جنہوں نے

السلام تمام اچھی خصلتوں اور پسندیدہ اخلاق کے مالک، اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار، دینِ اسلام پر قائم تھے اور مشرک نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات پر شکر کرنے والے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی نبوت و خُلّت کے لئے منتخب فرمالیا تھا اور انہیں سیدھے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف ہدایت دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں بھلائی یعنی رسالت، اموال، اولاد، اچھی تعریف اور قبولیت عامہ دی کہ مسلمان، یہودی، عیسائی اور عرب کے مشرکین سب ان کی عظمت بیان کرتے اور ان سے محبت رکھتے ہیں اور بیشک وہ آخرت میں قرب والے بندوں میں سے ہوں گے۔ **اہم بات:** کفارِ قریش اپنے آپ کو دینِ ابراہیمی پر خیال کرتے تھے، اس میں ان کفار کا رد بھی ہے۔

آیت 123 فرمایا کہ پھر اے حبیب! ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ بھی عقائد اور اصولِ دین میں دینِ ابراہیم کی موافقت کریں جو ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرک نہ تھے۔ **اہم بات:** سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس پیروی کا جو حکم دیا گیا، اس میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت و منزلت اور رفعتِ درجات کا اظہار ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا دینِ ابراہیمی کی موافقت فرمانا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اُن کے تمام فضائل و کمالات میں سب سے اعلیٰ فضل و شرف ہے۔

آیت 124 یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ ہفتے کے دن کی تعظیم کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت ہے جبکہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کا حکم تو دیتے ہیں لیکن جمعہ کے دن کی تعظیم کر کے ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں ہفتے کی نہیں بلکہ جمعہ کے دن کی تعظیم تھی۔ ہفتے کے دن کی تعظیم تو ان لوگوں پر فرض کی گئی تھی جنہوں نے اس کے بارے میں اپنے نبی سے اس وقت اختلاف کیا جب انہوں نے لوگوں سے کہا کہ وہ جمعے کے دن کی تعظیم کریں اور اس دن کام کاج چھوڑ کر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے فارغ کر لیں تو لوگوں نے اس کام کے لئے ہفتے کے دن کا انتخاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی اجازت دے دی پھر اس دن عبادت کرنے میں ان پر سختی کی گئی اور ہفتے کے دن ان پر شکار کرنا حرام کر دیا گیا۔ ایک عرصے کے بعد انہوں نے ہفتے کے دن شکار شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں مسخ کر دیئے گئے اور یہودی ہفتے کے بارے میں جو اختلاف کرتے تھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے درمیان اس طرح فیصلہ فرمادے گا کہ اطاعت کرنے والوں کو ثواب عطا کرے گا اور نافرمانوں کو عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ **اہم بات:** ہفتے

اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ

اس دن کے بارے میں اختلاف کیا اور بیشک تمہارا رب قیامت کے دن ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کردے گا جس میں

يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ

اختلاف کرتے تھے ○ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اس طریقے

بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ

سے بحث کرو جو سب سے اچھا ہو، بیشک تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے گمراہ ہوا اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی

بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَ لَئِنْ صَبَرْتُمْ

خوب جانتا ہے ○ اور اگر تم (کسی کو) سزا دینے لگو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہو اور اگر تم صبر کرو تو

لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُ

بیشک صبر والوں کیلئے صبر سب سے بہتر ہے ○ اور صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور ان کا غم نہ کھاؤ اور ان کی

کے دن شکار کرنے والوں کے مسخ ہونے کا واقعہ سورۂ اعراف کی آیت 163 میں بیان ہو چکا ہے۔

آیت 125 ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تین طریقوں سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم دیا، ارشاد فرمایا کہ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت یعنی ایسی مضبوط دلیل جو حق کو واضح اور شُبہات کو زائل کردے اور اچھی نصیحت یعنی کسی کام کو کرنے کی ترغیب دینے اور کوئی کام کرنے سے ڈرانے کے ساتھ بلائیں اور ان سے اس طریقے سے بحث کریں جو سب سے اچھا ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی آیات اور دلائل سے بلائیں۔ اے حبیب! آپ کی ذمہ داری صرف لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا اور ان تین طریقوں سے دینِ اسلام کی دعوت دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ گمراہ ہونے والوں اور ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے اور وہ ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دے گا۔ اہم بات: دعوتِ حق اور دین کی حقانیت کو ظاہر کرنے کے لئے مناظرہ جائز ہے۔

آیت 126 ﴾ شانِ نزول: جنگِ اُحد میں کفار نے مسلمانوں کے شہدا کے چہروں کو زخمی کر کے اُن کی شکلوں کو تبدیل کیا، پیٹ چاک کئے اور اعضا کاٹے، ان شہدا میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جب انہیں دیکھا تو آپ کو بہت صدمہ ہوا اور قسم کھائی کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بدلہ 70 کافروں سے لیا جائے گا اور 70 کا یہی حال کیا جائے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اگر تم کسی کو سزا دینے لگو تو وہ سزا جرم کے حساب سے ہو، اُس سے زیادہ نہ ہو اور اگر تم صبر کرو اور انتقام نہ لو تو بے شک صبر والوں کے لئے صبر سب سے بہتر ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وہ ارادہ ترک فرمایا اور قسم کا کفارہ دے دیا۔ اہم بات: مثلہ یعنی ناک کان وغیرہ کاٹ کر کسی کی ہیئت تبدیل کرنا شریعت میں حرام ہے۔

آیت 127 ﴾ ارشاد فرمایا: اے حبیب! اللہ تعالیٰ کے راستے میں کفار کی طرف سے آپ کو جو اذیتیں پہنچیں ان پر صبر فرمائیں اور آپ

فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ ع

سازشوں سے دل تنگ نہ ہو۝ بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور وہ جو نیکیاں کرنے والے ہیں۝

کا صبر کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے ہے اور آپ ان مشرکین کا غم نہ کھائیں جو آپ کو جھٹلاتے، قرآن کا انکار کرتے اور آپ کی نصیحتوں سے اعراض کرتے ہیں اور مشرکین آپ کی طرف جو جادوگر اور کاہن ہونے کی نسبت کرتے اور لوگوں کو دینِ اسلام سے دور کرنے کی سازشیں کرتے ہیں آپ اس سے دل تنگ نہ ہوں کیونکہ ہم آپ کے ناصر و مددگار ہیں۔

آیت 128﴾ فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور وہ جو نیکیاں کرنے والے ہیں یعنی اے انسان! اگر تو چاہتا ہے کہ میری مدد، میرا فضل اور میری رحمت تیرے شاملِ حال ہو تو ان لوگوں میں سے ہو جا جو مجھ سے ڈرتے ہیں اور نیکیاں کرنے والے ہیں۔ اہم بات: سورۂ نحل کی آخری تین آیات انتہائی شاندار احکام پر مشتمل ہیں، ہر مسلمان کو چاہئے کہ ان میں بیان کئے گئے احکام پر عمل کو اپنی زندگی کا خاص وظیفہ بنالے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے ارد گرد ہم نے

سورۂ بنی اسرائیل کا تعارف حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت ﴿وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ﴾ سے لے کر ﴿نَصِيْرًا﴾ تک 8 آیتوں کے علاوہ باقی پوری سورت مکہ میں نازل ہوئی جبکہ تفسیر بیضاوی میں ہے کہ پوری سورت ہی مکۂ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں 12 رکوع اور 111 آیتیں ہیں۔ اس سورت میں بنی اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے عروج و زوال کے وہ احوال بیان کئے گئے ہیں جو دیگر سورتوں میں نہیں ہوئے، اس مناسبت سے اس سورت کو "بنی اسرائیل" کہتے ہیں اور یہی اس کا مشہور نام ہے۔ فضائل: (1) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سورۂ بنی اسرائیل، کہف اور مریم فصاحت و بلاغت میں کمال کو پہنچی ہوئی ہیں۔ (بخاری، حدیث:4708) (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس وقت تک اپنے بستر پر نیند نہیں فرماتے تھے جب تک سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زُمر کی تلاوت نہ کر لیں۔ (ترمذی، حدیث:2929) **خلاصۂ مضامین:** سورۂ بنی اسرائیل میں توحید، رسالت، مرنے کے بعد زندہ کئے جانے، بروزِ قیامت اعمال کی جزا و سزا ملنے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے رات کے مختصر حصے میں مکہ سے بیت المقدس تشریف لے جانے کا بیان، بنی اسرائیل کے مفصل حالات، نزولِ قرآن کے مقاصد، قرآنِ پاک کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کی حکمت، اجتماعی زندگی گزارنے کے بہترین اصول جیسے میانہ روی اور والدین کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم نیز فضول خرچی، ناحق قتل، زنا، ناپ تول میں کمی، یتیم کا مال ناحق کھانے اور زمین پر اترا کر چلنے کی ممانعت، فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا واقعہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعے کا کچھ حصہ بیان ہوا ہے۔

آیت 1 روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم شبِ معراج درجاتِ عالیہ اور مراتبِ رفیعہ پر فائز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا: اے محمد! یہ فضیلت و شرف میں نے تمہیں کیوں عطا فرمایا؟ عرض کی: اس لئے کہ تو نے مجھے عَبدیّت کے ساتھ اپنی طرف منسوب فرمایا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: ہر کمزوری، عیب اور نقص سے خداوندِ قدوس کی عظیم ذات پاک ہے جس نے اپنے خاص بندے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو شبِ معراج رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی حالانکہ مسجد اقصیٰ مکۂ مکرمہ سے 30 دن سے زیادہ کی مسافت پر ہے، وہ مسجد اقصیٰ جس کے ارد گرد اللہ تعالیٰ نے دینی و دُنیوی برکتیں رکھی ہیں اور سیر کرانے کی حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنی عظمت و قدرت کی عظیم نشانیاں دکھانا چاہتا تھا۔ بیشک وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ اہم بات: آیت میں مسجد اقصیٰ کی شان بیان ہوئی کہ اس کے ارد گرد برکتیں رکھی

حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ① وَ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ

برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بیشک وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے○ اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اور

جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا ؕ② ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا

اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنا دیا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ بناؤ○ اے ان لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے

گئی ہیں دینی بھی اور دنیوی بھی۔ دینی برکتیں یہ کہ وہ سرزمین پاک وحی کے اترنے کی جگہ، انبیاء کرام علیہم السلام کی عبادت گاہ اور قیام گاہ بنی نیز ان کی عبادت کا قبلہ تھی۔ دنیوی برکتیں یہ کہ قرب وجوار میں نہروں اور درختوں کی کثرت کی وجہ سے وہ زمین سرسبز وشاداب ہے نیز میووں اور پھلوں کی کثرت سے بہترین عیش وراحت کا مقام ہے۔ **عقائد:** (1) حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک رات کے چھوٹے سے حصہ میں تشریف لے جانا نص قرآنی سے ثابت ہے، اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور منازلِ قرب میں پہنچنا احادیثِ صحیحہ معتمدہ مشہورہ سے ثابت ہے جو حدِ تواتر کے قریب ہیں، اس کا منکر گمراہ ہے۔ (2) معراج شریف بحالتِ بیداری جسم وروح دونوں کے ساتھ ہوئی۔ یہی جمہور اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے اور اصحابِ رسول کی کثیر جماعتیں اور جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اسی کے معتقد ہیں۔ **سفرِ معراج کا خلاصہ:** نبوت کے 12ویں سال مشہور قول کے مطابق 27 رجب کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو معراج ہوئی۔ شبِ معراج حضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو معراج کی خوشخبری سنائی، آپ کا مقدس سینہ کھول کر آبِ زمزم سے دھویا پھر اسے حکمت وایمان سے بھر دیا۔ اس کے بعد انتہائی اکرام و احترام کے ساتھ براق پر سوار کر کے مسجدِ اقصیٰ لے گئے۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی امامت فرمائی پھر آسمانوں کی سیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے باری باری تمام آسمانوں کے دروازے کھلوائے، ساتوں آسمانوں پر مختلف جلیل القدر انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جہاں حضرت جبریل امین علیہ السلام رک گئے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مقامِ قربِ خاص میں ترقی فرمائی جو وہم وگمان سے بھی بالاتر ہے۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم خاص رحمت وکرم، انعاماتِ الٰہیہ اور مخصوص نعمتوں سے سرفراز فرمائے گئے، جنت کی سیر اور دوزخ کا مشاہدہ کیا نیز اُمت پر نمازیں فرض ہوئیں، اور پھر دنیا میں اپنی جگہ واپس تشریف لے آئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس واقعے کی خبر دی تو کفار نے بہت واویلا کیا اور بیت المقدس کی عمارت کا حال اور ملکِ شام جانے والے قافلوں کی کیفیتیں دریافت کرنے لگ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں سب بتا دیا اور قافلوں کے جو احوال بتائے تھے، قافلوں کے آنے پر اُن سب کی تصدیق ہوئی۔

آیت 2 اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضلِ الٰہی کا بیان کرتے ہوئے فرمایا: ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات عطا فرمائی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنا دیا کہ وہ اس کتاب کے ذریعے انہیں جہالت اور کفر کے اندھیروں سے علم اور دین کے نور کی طرف نکالتے ہیں تاکہ اے بنی اسرائیل! تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ بناؤ۔

آیت 3 فرمایا کہ اے ان لوگوں کی اولاد! جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا اور طوفانِ نوح سے محفوظ فرمایا، تم بھی تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار اور شکر گزار بندے بن جاؤ جیسے حضرت نوح علیہ السلام تھے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا

مَعَ نُوۡحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبۡدًا شَكُوۡرًا ﴿۳﴾ وَقَضَيۡنَاۤ اِلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ فِى الۡكِتٰبِ لَتُفۡسِدُنَّ

نوح کے ساتھ سوار کیا، وہ یقیناً بہت شکر گزار بندہ تھا ○ اور ہم نے بنی اسرائیل کی طرف کتاب میں وحی بھیجی کہ ضرور تم

فِى الۡاَرۡضِ مَرَّتَيۡنِ وَلَتَعۡلُنَّ عُلُوًّا كَبِيۡرًا ﴿۴﴾ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ اُوۡلٰٮهُمَا بَعَثۡنَا عَلَيۡكُمۡ

زمین میں دو مرتبہ فساد کرو گے اور تم ضرور بڑا تکبر کرو گے ○ پھر جب ان دو مرتبہ میں سے پہلی بار کا وعدہ آیا تو ہم نے تم پر

عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِىۡ بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ فَجَاسُوۡا خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَكَانَ وَعۡدًا مَّفۡعُوۡلًا ﴿۵﴾

اپنے بندے بھیجے جو سخت لڑائی والے تھے تو وہ شہروں کے اندر تمہاری تلاش کیلئے گھس گئے اور یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہونا تھا ○

ثُمَّ رَدَدۡنَا لَـكُمُ الۡكَرَّةَ عَلَيۡهِمۡ وَاَمۡدَدۡنٰكُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِيۡنَ وَجَعَلۡنٰكُمۡ اَكۡثَرَ نَفِيۡرًا ﴿۶﴾

پھر ہم نے تمہارا غلبہ ان پر اُلٹ دیا اور مالوں اور بیٹوں کے ساتھ تمہاری مدد کی اور ہم نے تمہاری تعداد بھی زیادہ کر دی ○

کرنے والے تھے۔ اہم بات: حضرت نوح علیہ السلام کو بطورِ خاص شکر گزار بندہ فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ جب کوئی چیز کھاتے، پیتے یا لباس پہنتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے اور اس کا شکر بجالاتے۔ یہ وصف ہمارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں انتہائی اعلیٰ طریقے سے پایا جاتا تھا، چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کھانا تناول فرماتے اور پانی پیتے، نیا لباس زیب تن فرماتے، بیت الخلاء سے باہر آتے، نیند سے بیدار ہوتے، سواری پر سوار ہوتے اور جب بہت سی چھوٹی بڑی نعمتیں ملتیں یا انہیں استعمال کرتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر ادا کرتے۔

آیت 4 اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی طرف کتاب تورات میں یہ غیب کی خبر دی تھی کہ تم زمین یعنی سرزمین شام میں دو مرتبہ فساد کرو گے اور تم ضرور بڑا تکبر کرو گے۔ اہم بات: یہ غیب کی خبر پوری ہوئی کہ بنی اسرائیل نے فساد کیا، ظلم و بغاوت پر اترے اور اس کا انجام دیکھنے کے بعد سنبھلے لیکن دوبارہ پھر فساد میں مبتلا ہو گئے اور ہر مرتبہ فساد کے نتیجے میں ذلیل و رسوا ہوئے۔

آیت 5 سابقہ آیت کی تفصیل بیان کی جارہی ہے کہ جب دو مرتبہ کے فساد میں سے پہلی مرتبہ کے فساد کا وقت آیا تو فساد کی صورت یہ بنی کہ انہوں نے تورات کے احکام کی مخالفت کی، گناہوں میں پڑ گئے اور حرام چیزوں کے مرتکب ہونے لگے حتیٰ کہ حضرت شعیاء علیہ السلام اور ایک قول کے مطابق حضرت ارمیاء علیہ السلام کو شہید کیا جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت زور و قوت والے لشکروں کو مسلط کر دیا تاکہ وہ انہیں لوٹیں اور قتل، قید اور ذلیل و رسوا کریں چنانچہ ان لشکروں نے بنی اسرائیل کے علما کو قتل کیا، تورات کو جلایا، مسجد اقصیٰ کو ویران کیا اور 70 ہزار افراد کو گرفتار کیا۔ آیت میں مزید فرمایا کہ یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہونا تھا۔ اہم بات: ان مسلط کئے جانے والے لشکروں کے متعلق مختلف اقوال ہیں البتہ ان میں سے جس نے بنی اسرائیل کو بدترین شکست دی وہ بخت نصر تھا۔ درس: بد عملی کی وجہ سے ظالم بادشاہ مسلط کر دیئے جاتے ہیں، ظالم بادشاہ بھی عذابِ الٰہی ہے۔

آیت 6 بنی اسرائیل کی بربادی کے بعد سنبھلنے کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا کہ گناہوں اور نافرمانیوں کے نتیجے میں تباہ و برباد ہونے کے بعد جب تم نے توبہ کی اور تکبر و فساد سے باز آئے تو ہم نے تمہیں دولت دی اور اتنی قوت و طاقت عطا فرمائی کہ تم دوبارہ مقابلہ کرنے کے قابل ہوئے چنانچہ تمہیں اُن لوگوں پر غلبہ عطا کر دیا جو تم پر مسلط ہو چکے تھے۔ اہم بات: افرادی اور مالی قوت کی بڑی اہمیت ہے، اگر

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۗ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ
اگر تم بھلائی کروگے تو تم اپنے لئے ہی بہتر کروگے اور اگر تم برا کروگے تو تمہاری جانوں کیلئے ہی ہوگا۔ پھر جب دوسری بار کا وعدہ آیا
لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا
تاکہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور تاکہ مسجد میں داخل ہو جائیں جیسے پہلی بار اس میں داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر غلبہ پائیں اسے
مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا
تباہ وبرباد کر دیں۝ قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے اور اگر تم پھر دوبارہ (شرارت) کروگے تو ہم دوبارہ (سزا) دیں گے اور ہم نے

ان کا صحیح استعمال ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔

آیت 7 جب بنی اسرائیل کو غلبہ، طاقت اور اقتدار عطا کیا گیا تو ساتھ ہی انہیں فرمادیا کہ اگر تم بھلائی کروگے اور اس پر ثابت قدم رہو گے تو تم اپنے لئے ہی بہتر کروگے اور اگر تم برا کروگے، پہلے کی طرح فتنہ وفساد اور نافرمانی کی زندگی گزارنے لگو گے تو اس کا انجام تمہیں ہی بھگتنا پڑے گا چنانچہ وہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق جب دوسری بار بنی اسرائیل کے فساد کرنے کا وقت آیا اور انہوں نے دوبارہ وہی پرانی حرکتیں شروع کر دیں، فساد برپا کیا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کے درپے ہوئے اگرچہ کامیاب نہ ہو سکے اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اہل فارس اور روم کو مسلط کیا تاکہ وہ انہیں قتل، قید اور اتنا پریشان کریں کہ رنج وپریشانی کے آثار ان کے چہروں سے ظاہر ہوں، ان مسلط ہونے والے لوگوں نے یہ بھی کیا کہ بیت المقدس کی مسجد میں داخل ہوئے اور اسے ویران کر دیا اور بنی اسرائیل کے شہروں پر غلبہ پا کر انہیں تباہ وبرباد کر دیا۔ درس: بنی اسرائیل کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ہم اپنی تاریخ کو دیکھیں تو پہلی نظر میں ہی مسلمانوں کے عروج وزوال کا سبب واضح ہو جائے گا کہ مسلمان جب تک احکامِ قرآن اور اطاعتِ رسول پر عمل پیرا رہے تو دنیا بھر میں انہیں غلبہ، قوت اور اقتدار حاصل رہا اور جب سے انہوں نے قرآن و حدیث کی پیروی میں سستی کرنا شروع کی اور حرام وناجائز افعال میں مبتلا ہوئے تب سے ان کی شوکت واقتدار زوال پذیر ہونا شروع ہو گئی، اگر اب بھی مسلمان نہ سنبھلے اور اپنی عملی حالت کو نہ سدھارا تو حالات اس سے بھی بدتر ہو جائیں گے۔

آیت 8 فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! دوسری مرتبہ کے بعد بھی اگر تم توبہ کرو اور گناہوں سے باز آ جاؤ تو ہم تم پر پھر اپنا رحم وکرم کریں گے لیکن اگر تم نے تیسری مرتبہ پھر شرارت کی اور فتنہ وفساد کیا تو ہم پھر تمہیں اس کی سزا دیں گے اور یہی ہوا کہ انہوں نے پھر وہی حرکات کیں اور زمانۂ نبوی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی تو ان پر ذلت مسلط کر دی گئی اور فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا لوگوں کی طرف سے کوئی سہارا مل گیا تو ان کی کچھ بچت ہو جائے گی ورنہ ان پر ذلت مسلط کر دی گئی ہے چنانچہ ہمارے زمانے میں یہودیوں کو دیکھ لیں کہ انہیں مغربی ممالک کا سہارا حاصل ہے، اگر وہ ہٹ جائے تو ایک دن میں اپنی اوقات دیکھ لیں۔
آیت میں مزید فرمایا کہ ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا دیا ہے۔

جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ﴿۸﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ

جہنم کو کافروں کیلئے قید خانہ بنادیا ہے○ بیشک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور نیک اعمال کرنے والے مومنوں کو

الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ﴿۹﴾ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا ثواب ہے○ اور یہ کہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے

اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۰﴾ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ

ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے○ اور (کبھی) آدمی برائی کی دعا کر بیٹھتا ہے جیسے وہ بھلائی کی دعا کرتا ہے اور آدمی بڑا

عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً

جلد باز ہے○ اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو مٹا ہوا کیا اور دن کی نشانی کو دیکھنے والی بنایا تاکہ تم

آیت 10،9 قرآنِ پاک کی خوبیاں بیان ہو رہی ہیں، ارشاد فرمایا: بیشک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔ اور وہ راہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرنا، اس کے رسولوں پر ایمان لانا اور اُن کی اطاعت کرنا ہے۔ یہی راستہ سیدھا جنت اور خدا تک پہنچانے والا اور اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں یعنی ولیوں اور ان نیک بندوں کا ہے جن کی پیروی کا قرآن میں حکم ہے۔ مزید فرمایا گیا کہ یہ قرآن نیک اعمال کرنے والے مومنوں کو جنت کی بشارت دیتا اور آخرت کے منکرین کو دردناک عذاب کی خبر دیتا ہے۔

آیت 11 آدمی جس طرح بھلائی کی دعائیں مانگتا ہے اسی طرح بعض اوقات برائی کی دعا بھی کر دیتا ہے جیسے کئی مرتبہ غصے میں آکر اپنے، اپنے گھر والوں اور اپنے مال واولاد کے خلاف دعا کر دیتا ہے تو یہ انسان کی جلد بازی ہے اور جلد بازی عموماً نقصان دیتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کی یہ بد دعائیں قبول کرلے تو وہ شخص یا اس کے اہل ومال ہلاک ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو قبول نہیں فرماتا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں انسان سے کافر اور برائی کی دعا سے اس کا عذاب کی جلدی کرنا مراد ہے۔ اہم بات: دینی اور دنیاوی بعض کاموں میں جلدی اچھی ہے لیکن بہت سے کاموں میں نقصان دہ ہے۔ اس سے کبھی عبادت ہی ضائع ہو جاتی ہے اور کبھی دنیاوی کاموں میں نقصان اور ندامت اٹھانا پڑتی ہے۔ درس: غصے میں اپنے یا کسی مسلمان کے لئے بد دعا نہیں کرنی چاہیے اور ہمیشہ منہ سے اچھی بات نکالنی چاہیے کہ نہ معلوم کون سا وقت قبولیت کا ہو۔ ہمارے معاشرے میں عموماً مائیں بچوں کو طرح طرح کی بد دعائیں دیتی رہتی ہیں، اس طرح کے جملوں سے احتراز لازم ہے۔

آیت 12 قدرتِ الٰہی کی دو عظیم نشانیوں رات اور دن کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا کہ ہم نے رات کی نشانی کو مٹا ہوا بنایا یعنی رات کو تاریک بنایا کہ اس میں ہر چیز چھپ جاتی ہے اور تاریک بنانے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں آرام کیا جائے جبکہ دن کو روشن بنایا تاکہ اس میں سب چیزیں نظر آئیں اور تم اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی اپنی روزی آسانی سے کما سکو۔ رات اور دن کی تخلیق کا ایک مقصد یہ ہے کہ رات اور دن کے دورے سے تم دنوں کا حساب بناتے ہو، دنوں سے ہفتے، مہینے اور سال بنتے ہیں تو گویا یہ نظام تمہاری زندگی کو سہولتیں فراہم کرنے کے لئے ہے اور اسی دن رات کی تبدیلی سے تم دینی ودنیوی کاموں کے اوقات کا حساب لگاتے ہو اور ہم نے قرآن میں ہر چیز کو تفصیل

لِتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا ﴿١٢﴾

اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب جان لو اور ہم نے ہر چیز کو خوب جدا جدا تفصیل سے بیان کر دیا○

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىِٕرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿١٣﴾

اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے میں لگادی ہے اور ہم اس کیلئے قیامت کے دن ایک نامۂ اعمال نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا○

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ﴿١٤﴾ؕ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا

(فرمایا جائے گا کہ) اپنا نامۂ اعمال پڑھ، آج اپنے متعلق حساب کرنے کیلئے تو خود ہی کافی ہے○ جس نے ہدایت پائی اس نے

یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ

اپنے فائدے کیلئے ہی ہدایت پائی اور جو گمراہ ہوا تو اپنے نقصان کو ہی گمراہ ہوا اور کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿١٥﴾ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْیَةً

اور ہم کسی کو عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کوئی رسول نہ بھیج دیں○ اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو ہم اس کے

سے بیان فرمادیا خواہ اس کی حاجت تمہیں دین میں ہو یا دنیا کے کاموں میں۔

آیت 13، 14 فرمایا کہ جو کچھ جس آدمی کے لئے مقدر کیا گیا ہے، اچھا یا برا، نیک بختی یا بد بختی وہ ہر وقت اس طرح اس کے ساتھ رہے گی جیسے گلے کا ہار کہ آدمی جہاں جاتا ہے وہ ساتھ رہتا ہے، کبھی جدا نہیں ہوتا اور فرمایا گیا کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو آدمی کا نامۂ اعمال کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور اس سے فرمایا جائے گا: اپنا نامۂ اعمال پڑھ، آج اپنے متعلق حساب کرنے کے لئے تو خود کافی ہے۔ اہم بات: امام مجاہد علیہ الرحمہ نے کہا کہ ہر انسان کے گلے میں اس کی سعادت یا شقاوت کا نوشتہ ڈال دیا جاتا ہے۔

آیت 15 فرمایا کہ جس نے ہدایت پائی اس نے اپنے فائدے کے لئے ہی ہدایت پائی کیونکہ اس کو اپنی ہدایت اور نیک اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا، یہ نہ ہوگا کہ نیکی تو یہ کرے اور جزا کسی اور کو دے دی جائے اور یہ خود محروم رہے، ہاں! یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی نیکی سے دوسرے کو بھی فائدہ پہنچ جائے جیسے ایصالِ ثواب یا صدقہ جاریہ وغیرہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ یونہی جو گمراہ ہوا تو اپنے نقصان کو ہی گمراہ ہوا کیونکہ اس کے بھٹکنے کا گناہ اور وبال بھی اسی پر ہوگا، یہ نہیں ہوگا کہ ایک آدمی دوسروں کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے، ہاں! جہاں تک گناہ کی ترغیب دینے یا اس کے اسباب مہیا کرنے کا تعلق ہے تو اس کا گناہ ملے گا۔ مزید فرمایا کہ ہم جس کو بھی سزا دیتے ہیں ہدایت کے اسباب مہیا ہونے کے بعد اس آدمی کے جان بوجھ کر حق کا انکار کرنے کے بعد ہی سزا دیتے ہیں چنانچہ پہلے ہم رسول بھیجتے ہیں جو امت کو اس کے فرائض سے آگاہ فرماتا، راہِ حق واضح کرتا اور حجت قائم فرماتا ہے، جب لوگ رسول کی نافرمانی کرتے ہیں تو ہم انہیں عذاب دیتے ہیں۔

آیت 16 گزشتہ اقوام کا اجمالی حال بیان ہو رہا ہے کہ کس طرح وہ مرحلہ وار سزا و عذاب کے مستحق ہوئے، فرمایا گیا: ایسا نہیں ہوتا

اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا فَفَسَقُوْا فِیْهَا فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا ﴿۱۶﴾

خوشحال لوگوں کو احکام بھیجتے ہیں پھر وہ اس بستی میں نافرمانی کرتے ہیں تو اس بستی پر بات پوری ہو جاتی ہے تو ہم اسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں○

وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ﴿۱۷﴾

اور ہم نے نوح کے بعد کتنی ہی قومیں ہلاک کر دیں اور تمہارا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی کافی خبر رکھنے والا، دیکھنے والا ہے○

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ

جو جلدی والی (دنیا) چاہتا ہے تو ہم جسے چاہتے ہیں اس کیلئے دنیا میں جو چاہتے ہیں جلد دیدیتے ہیں پھر ہم نے اس کے لیے جہنم بنا رکھی ہے

یَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْیَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ

جس میں وہ مذموم، مردود ہو کر داخل ہو گا○ اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے اور وہ ایمان والا

کہ بغیر کسی رہنمائی اور مہلت کے انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے بلکہ ہوتا یہ ہے کہ پہلے ہم قوم کے سرداروں اور خوشحال لوگوں کو اپنے رسولوں علیہم السلام کے ذریعے احکام بھیجتے ہیں تاکہ لوگ اطاعتِ الٰہی کی طرف آئیں لیکن زیادہ تر یہی ہوا کہ سرداروں اور مالداروں نے رسول کی بارگاہ میں سر جھکانے کے بجائے نافرمانی کا راستہ اختیار کیا جس کے نتیجے میں عذاب کے مستحق بنے اور عذابِ الٰہی کا فیصلہ ان پر صادق آیا اور وہ تباہ و برباد ہوئے۔ درس: آیت میں سرداروں کا بطور خاص ذکر ہوا کیونکہ عوام سرداروں کے ہی پیچھے چلتی ہے لہٰذا سردارانِ قوم کو بہت احتیاط کی ضرورت ہے کہ ان کی غلطی عام آدمی کی غلطی سے بہت بڑھ کر ہوتی ہے۔

آیت 17 فرمایا کہ ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے کے بعد کتنی ہی تکذیب کرنے والی اُمتیں جیسے قومِ عاد، قومِ ثمود اور قومِ لوط وغیرہ ہلاک کر دیں کیونکہ انہوں نے اپنے نبیوں علیہم السلام کی مخالفت کی لہٰذا اس امت کے لوگوں کو خبردار رہنا چاہیے کہ اگر انہوں نے سابقہ امتوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والا راستہ اختیار کیا اور اسی پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ اُن امتوں کی طرح انہیں بھی عذاب میں مبتلا نہ کر دے اور تمہارا رب تمام معلومات کو جاننے والا، تمام دیکھی جانے والی چیزوں کو دیکھنے والا ہے، مخلوق کا کوئی حال اس سے چھپا نہیں اور اللہ تعالیٰ تمام ممکنات پر قادر ہے لہٰذا وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کی ویسی جزا دینے پر بھی قدرت رکھتا ہے جس کا وہ مستحق ہے۔

آیت 18 فرمایا کہ جو صرف دنیا کا طلبگار ہو تو یہ ضروری نہیں کہ طالبِ دنیا کی ہر خواہش پوری کی جائے بلکہ ہم ان میں سے جسے چاہتے ہیں اور جو چاہتے ہیں دیتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ محروم کر دیتے ہیں یا وہ بہت چاہتا ہے اور تھوڑا دیتے ہیں یا وہ عیش چاہتا ہے مگر تکلیف ملتی ہے۔ ان حالتوں میں کافر دنیا و آخرت دونوں کے خسارے میں رہا، اگر دنیا میں اس کی پوری مراد دے دی گئی تو آخرت کی بدنصیبی و شقاوت جب بھی ہے جبکہ مومن کا حال بالکل مختلف ہے کہ جو آخرت کا طلبگار ہے اگر اس نے دنیا میں فقر کی زندگی بسر کی تو آخرت کی دائمی نعمتیں اس کے لئے موجود ہیں اور اگر دنیا میں بھی فضلِ الٰہی سے عیش پایا تو دونوں جہان میں کامیاب، الغرض مومن ہر حال میں کامیاب ہے اور کافر اگر دنیا میں آرام پا بھی لے تو بھی کیا؟ کیونکہ بالآخر اسے ذلیل و رسوا ہو کر جہنم میں ہی جانا ہے۔

آیت 19 طالبِ دنیا کے بیان کے بعد طالبِ آخرت کا بیان ہو رہا ہے، ارشاد فرمایا کہ جو آخرت کا طلبگار ہے اور اس کے لیے اس کی

نَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿١٩﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ

بھی ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی○ ہم آپ کے رب کی عطا سے ان (دنیا کے طلبگاروں) اور اُن (آخرت کے طلبگاروں)

رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿٢٠﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَ

ب کی مدد کرتے ہیں اور تمہارے رب کی عطا پر کوئی روک نہیں○ دیکھو! ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر کیسی بڑائی دی اور

لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿٢١﴾ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

بیشک آخرت درجات کے اعتبار سے سب سے بڑی ہے اور فضیلت میں سب سے بڑی ہے○ اے سننے والے! اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرا،

فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿٢٢﴾ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ

ورنہ تو مذموم، بے یار و مددگار ہو کر بیٹھا رہے گا○ اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور

بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ

ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اُف تک نہ کہنا اور

وشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے یعنی نیک اعمال بجالاتا ہے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہ وہ آدمی ہے جس کا عمل مقبول ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال کا اچھا صلہ دیا جائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں، نیکیوں کے لئے ایمان ایسا ضروری ہے جیسے نماز کے لئے وضو۔ (2) عمل کی کامیابی کے لئے نیت اور صحیح طریقے سے محنت دونوں چیزیں ضروری ہیں۔

آیت 20 فرمایا کہ جو دنیا چاہتے ہیں اور جو طالبِ آخرت ہیں ہم سب کی مدد کرتے ہیں اور تمہارے رب کی عطا پر دنیا میں کسی سے کوئی روک نہیں چنانچہ دنیا میں اللہ تعالیٰ سب کو عطا فرما رہا ہے، سب کو روزی مل رہی ہے، دنیا میں سب اس سے فیض اٹھاتے ہیں نیک ہوں یا بد البتہ انجام ہر ایک کا اس کے حسبِ حال ہو گا۔

آیت 21 ارشاد فرمایا: دیکھو! ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر مال، عزت، شہرت، کمال میں بڑائی دی ہے لیکن ان تمام چیزوں کے ساتھ یہ حقیقت ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ درجات اور فضیلت کے اعتبار سے آخرت ہی سب سے بڑی چیز ہے۔

آیت 22 فرمایا کہ اے سننے والے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرا، ورنہ تو مذموم، بے یار و مددگار ہو کر بیٹھا رہے گا۔

آیت 23 تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تمہیں جو کام کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا انہیں کرو اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے بچو اور تم اپنے والدین کے ساتھ انتہائی اچھے طریقے سے نیک سلوک کرو۔ اگر ان پر کمزوری کا غلبہ ہو جائے، اعضا میں طاقت نہ رہے اور جیسا تو بچپن میں اُن کے پاس بے طاقت تھا ایسے ہی وہ اپنی آخری عمر میں تیرے پاس ناتواں رہ جائیں تو ان سے اُف تک نہ کہنا یعنی ایسا کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالنا جس سے یہ سمجھا جائے کہ اُن کی طرف سے طبیعت پر کچھ بوجھ ہے اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے خوبصورت، نرم بات کہنا اور حسنِ ادب کے ساتھ اُن سے خطاب

لَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿٢٣﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ

انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے خوبصورت، نرم بات کہنا○ اور ان کے لیے نرم دلی سے عاجزی کا بازو جھکا کر رکھ اور دعا کر کہ اے میرے رب!

ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿٢٤﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ

تو ان دونوں پر رحم فرما جیسا ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا○ تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم لائق ہوئے

فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿٢٥﴾ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ

تو بیشک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے○ اور رشتہ داروں کو ان کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو (بھی دو) اور فضول خرچی

کرنا۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دینے کے بعد ساتھ ہی ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا، اس میں حکمت یہ ہے کہ انسان کے وجود کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور ایجاد ہے جبکہ ظاہری سبب اس کے ماں باپ ہیں۔ (2) ماں باپ کو اُن کا نام لے کر پکارنا خلافِ ادب ہے اور اس میں اُن کی دل آزاری ہے لیکن وہ سامنے نہ ہوں تو اُن کا ذکر نام لے کر کرنا جائز ہے نیز ماں باپ سے اس طرح کلام کیا جائے جیسے غلام و خادم آقا سے کرتا ہے۔ درس: والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کی رعایت کرنے کی جیسی عظیم تعلیم اسلام نے دی ہے دیگر مذاہب میں نظر نہیں آتی۔ غیر مسلم ممالک میں بوڑھے والدین جس تکلیف دہ صورتِ حال کا شکار ہیں وہ سب کو معلوم ہے کہ گھروں کی بجائے حکومت کے سینٹروں میں داخل کرا دیا جاتا ہے۔

آیت 24 ﴿ فرمایا کہ والدین کے ساتھ نرمی اور عاجزی کے ساتھ پیش آؤ اور ہر حال میں ان کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کرو کیونکہ اُنہوں نے تیری مجبوری کے وقت محبت سے تیری پرورش کی تھی اور جو چیز اُنہیں درکار ہو وہ اُن پر خرچ کرنے میں دریغ نہ کرو اور ان کے لئے دعا کرو کہ اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم فرما جیسا ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔ درس: والدین کے لئے دعا کو اپنے روزانہ کے معمولات میں داخل کر لینا چاہیے اور ان کی صحت و تندرستی، ایمان و عافیت کی سلامتی، بے حساب بخشش اور جنت میں داخلے کی دعا کرنی چاہیے۔ کافر والدین کے لئے ہدایت و ایمان کی دعا کرنی چاہیے کہ یہی اُن کے حق میں رحمت ہے۔

آیت 25 ﴿ آیت کا مفہوم اپنے اِطلاق پر بھی ہے اور والدین کی خدمت کے حوالے سے لیں تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں والدین کی اطاعت کا کتنا ارادہ اور اُن کی خدمت کا کتنا ذوق ہے۔ ہاں! اگر یہ ہوا کہ تمہارے دلوں میں تو ماں باپ کی خدمت کا شوق تھا لیکن اس کا موقعہ نہیں ملا تو اللہ تعالیٰ اس پر پکڑ نہ فرمائے گا کیونکہ وہ ارادوں اور نیتوں کو جانتا ہے اور یونہی تم واقعی نیک تھے اس کے باوجود تم سے والدین کی خدمت میں کوئی کمی ہو گئی اور تم نے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرما لے گا کیونکہ وہ بخشنے والا ہے۔

آیت 26 ﴿ والدین کے بعد دیگر لوگوں کے حقوق بیان کئے جا رہے ہیں، سب سے پہلے رشتے داروں کا فرمایا کہ انہیں ان کا حق دو یعنی اُن کے ساتھ صِلہ رحمی کرو، محبت سے پیش آؤ، میل جول رکھو، ان کی خبر گیری کرتے رہو، ضرورت کے موقع پر مدد کرو اور ان کے ساتھ ہر جگہ حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ پھر فرمایا کہ مسکین اور مسافر کو بھی ان کا حق دو اور اپنا مال ناجائز کام میں خرچ نہ کرو۔ اہم

تَبْذِیْرًا ۝۲۶ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِؕ وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝۲۷

کرو○ بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے○

وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا ۝۲۸

اور اگر تم اپنے رب کی رحمت کے انتظار میں جس کی تمہیں امید ہے ان سے منہ پھیرو تو ان سے آسان بات کہو○

وَ لَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝۲۹

اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ پورا کھول دو کہ پھر ملامت میں، حسرت میں بیٹھے رہ جاؤ○

اِنَّ رَبَّكَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ۝۳۰ ع

بیشک تمہارا رب جس کیلئے چاہتا ہے رزق کھول دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے بیشک وہ اپنے بندوں کی خوب خبر رکھنے والا، دیکھنے والا ہے○

باتیں: (1) اگر رشتے دار محارم میں سے ہوں اور محتاج ہو جائیں تو اُن کا خرچ اُٹھانا صاحبِ استطاعت رشتہ دار پر واجب ہے۔ (2) ناحق کام میں خرچ کرنا تبذیر ہے لہٰذا اگر کوئی اپنا پورا مال حق یعنی صحیح مصرف میں خرچ کر دے تو وہ فضول خرچی کرنے والا نہیں اور اگر کوئی ایک درہم بھی باطل یعنی ناجائز کام میں خرچ کرے تو وہ فضول خرچی کرنے والا ہے۔

آیت 27 ﴾ فرمایا کہ بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں کیونکہ یہ ان کے راستے پر چلتے ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے لہٰذا اُس کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

آیت 28 ﴾ **شانِ نزول:** چند غریب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وقتاً فوقتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی حاجات و ضروریات کے لئے سوال کرتے رہتے تھے، اگر کسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ نہ ہوتا تو آپ حیاءً اُن سے اِعراض کرتے اور اِس انتظار میں خاموش ہو جاتے کہ اللہ تعالیٰ کچھ بھیجے تو انہیں عطا فرمائیں، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، فرمایا گیا کہ اگر کسی وقت تمہارے پاس فوری دینے کو کچھ نہ ہو تو ان سے آسان بات کہو جیسے اُن کی خوش دلی کے لئے اُن سے وعدہ کر لو یا اُن کے حق میں دعا کر دو۔ **اہم بات:** کسی بھی صورت مجبور رشتے دار، مسکین یا سائل کو جھڑکنا نہیں چاہیے، مستحق کو جھڑکنا حرام ہے البتہ جو غیر مستحق ہے اسے نہ دینے کا حکم ہے۔

آیت 29 ﴾ آیت مبارکہ میں راہِ خدا میں خرچ کرنے میں اعتدال کو ملحوظ رکھنے کا فرمایا گیا، اسے ایک مثال سے سمجھایا کہ نہ تو اس طرح ہاتھ روکو کہ بالکل خرچ ہی نہ کرو اور یہ معلوم ہو کہ گویا ہاتھ گلے سے باندھ دیا گیا ہے اور دینے کے لئے ہل ہی نہیں سکتا اور نہ ایسا ہاتھ کھولو کہ اپنی ضروریات کے لئے بھی کچھ باقی نہ رہے کہ اس صورت میں آدمی کو پریشان ہو کر بیٹھنا پڑتا ہے۔

آیت 30 ﴾ فرمایا کہ رزق کشادہ کرنا یا تنگ کر دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے، وہی جس کا رزق بڑھانا چاہے بڑھا دیتا ہے اور جس کا تنگ کرنا چاہے تنگ کر دیتا ہے، وہ تمام لوگوں کے حالات اور مصلحتوں کو خوب جانتا ہے لہٰذا اس نے جسے امیر بنایا اور جسے غریب رکھا، سب حکمت کے مطابق ہے۔ **اہم بات:** امیری و غریبی میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں پوشیدہ ہیں، مثلاً بعض لوگوں کے ایمان کی بھلائی اسی میں

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ

اور غربت کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی، بیشک انہیں قتل کرنا

كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿٣١﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿٣٢﴾

کبیرہ گناہ ہے○ اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے○

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ

اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی ہے اسے ناحق قتل نہ کرو اور جو مظلوم ہو کر مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو

ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مال عطا کرے، اگر وہ غریب ہوں تو ان کا ایمان تباہ ہو جائے گا اور کچھ کی بھلائی مال کم ہونے میں ہوتی ہے، اگر زیادہ آجائے تو ان کا ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں غریب رکھتا ہے۔

آیت 31 زمانہ جاہلیت میں بہت سے اہل عرب اپنی چھوٹی بچیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے، امیر تو اس لئے کہ کوئی ہمارا داماد نہ بنے جبکہ غریب اپنی غربت کی وجہ سے کہ انہیں کہاں سے کھلائیں گے، انہیں اس حرکت سے منع کرتے ہوئے آیت میں فرمایا گیا کہ غربت کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی، بیشک انہیں قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ اہم بات: امیر و غریب دونوں گروہوں کا فعل حرام تھا اور قرآن وحدیث میں دونوں کی مذمت ہے البتہ یہاں بطور خاص غریبوں کو اس حرکت سے منع کیا گیا ہے۔ یہ اسلام کے زریں کارناموں میں سے ایک ہے کہ اس نے قتل و بربریت کی اس بدترین صورت کا بھی قلع قمع کیا اور بچیوں کی پرورش پر عظیم بشارتیں بھی عطا فرمائیں۔

آیت 32 زنا کی حرمت و خباثت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔ اہم بات: اسلام بلکہ تمام آسمانی مذاہب میں زنا کو بدترین گناہ اور جرم قرار دیا گیا ہے۔ یہ پرلے درجے کی بے حیائی اور فتنہ و فساد کی جڑ ہے بلکہ اب تو ایڈز کے خوفناک مرض کی شکل میں اس کے دوسرے نقصانات بھی سامنے آرہے ہیں۔

آیت 33 یہاں ایک اور کبیرہ گناہ قتل ناحق کا بیان ہے، ارشاد فرمایا کہ جس جان کی اللہ تعالیٰ نے حرمت رکھی ہے اسے ناحق قتل نہ کرو اور جو مظلوم ہو کر مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو قاتل پر قابو دیا ہے تو وہ وارث قتل کا بدلہ لینے میں حد سے نہ بڑھے جیسے زمانہ جاہلیت میں ایک مقتول کے بدلے میں کئی کئی لوگوں کو قتل کر دیا جاتا تھا بلکہ صرف قاتل سے قصاص لیا جائے اور کسی سے نہیں۔ بے شک اس کی یعنی ولی کی یا مقتول مظلوم کی یا وہ شخص جس کو ولی ناحق قتل کرے اس کی مدد ہونی ہے۔ اہم باتیں: (1) قصاص لینے کا حق ولی کو ہے اور ولی میں وہی ترتیب ہے جو عصبات (رشتے داروں کی ایک خاص قسم) میں ہے اور جس کا ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہے۔ (2) قصاص حق العبد ہے، اگر ولی چاہے تو معاف کر دے۔ درس: اسلام میں انسانی جان کی بہت زیادہ حرمت ہے اور قتل ناحق شدید کبیرہ گناہ ہے لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں اس کی سنگینی کم ہوتی جا رہی ہے۔

سُلۡطٰنًا فَلَا یُسۡرِفۡ فِّی الۡقَتۡلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنۡصُوۡرًا ﴿۳۳﴾ وَ لَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡیَتِیۡمِ اِلَّا

قابو دیا ہے تو وہ وارث قتل کا بدلہ لینے میں حد سے نہ بڑھے۔ بیشک اس کی مدد ہونی ہے○ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر

بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ حَتّٰی یَبۡلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَ اَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ ۚ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡـُٔوۡلًا ﴿۳۴﴾

اسی طریقے سے جو سب سے اچھا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی پکی عمر کو پہنچ جائے اور عہد پورا کرو بیشک عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا○

وَ اَوۡفُوا الۡكَیۡلَ اِذَا كِلۡتُمۡ وَ زِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِیۡمِ ؕ ذٰلِكَ خَیۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا ﴿۳۵﴾

اور جب ناپ کرو تو پورا ناپ کرو اور بالکل صحیح ترازو سے وزن کرو۔ یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے○

وَ لَا تَقۡفُ مَا لَیۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ اِنَّ السَّمۡعَ وَ الۡبَصَرَ وَ الۡفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنۡهُ

اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں

مَسۡـُٔوۡلًا ﴿۳۶﴾ وَ لَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنۡ تَخۡرِقَ الۡاَرۡضَ وَ لَنۡ تَبۡلُغَ الۡجِبَالَ

سوال کیا جائے گا○ اور زمین میں اتراتے ہوئے نہ چل بیشک تو ہرگز نہ زمین کو پھاڑ دے گا اور نہ ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو

آیت 34 فرمایا کہ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر صرف اچھے طریقے سے اور وہ یہ ہے کہ اس کی حفاظت کرو اور اس کو بڑھاؤ یہاں تک کہ وہ اپنی پختہ عمر کو پہنچ جائے تو اس کا مال اس کے حوالے کر دو اور وہ 18 سال کی عمر ہے اور عہد پورا کرو خواہ اللہ تعالیٰ کا ہو یا بندوں کا۔ بے شک عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اہم باتیں: (1) یتیم کا کل یا بعض مال غصب کر لینا، اس میں خیانت کرنا، اس کے دینے میں بلاوجہ ٹال مٹول کرنا سب حرام ہے۔ (2) یتیم کا ولی یتیم کے مال سے تجارت کر سکتا ہے جس سے اس کا مال بڑھے۔ اسی طرح اس کا روپیہ سود کے بغیر بینک میں اس کے نام پر رکھنا جائز ہے کہ یہ حفاظت کی قسم ہے۔

آیت 35 فرمایا کہ جب ناپ کرو تو پورا ناپ کرو اور بالکل صحیح ترازو سے وزن کرو۔ یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے۔ اہم باتیں: (1) دیتے وقت ناپ تول پورا کرنا فرض ہے بلکہ کچھ نیچا تول دینا یعنی بڑھا کر دینا مستحب ہے۔ (2) ناپ تول پورا کرنے کا دنیا میں بھی اچھا انجام ہے کہ لوگوں میں نیک نامی ہوتی ہے جس سے تجارت بڑھتی ہے۔

آیت 36 ارشاد فرمایا: اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں یعنی جس چیز کو دیکھا نہ ہو اس کے بارے میں یہ نہ کہو کہ میں نے دیکھا ہے اور جس بات کو سنا نہ ہو اس کے بارے میں یہ نہ کہو کہ میں نے سنا ہے اور فرمایا کہ کان، آنکھ اور دل سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ تم نے ان سے کیا کام لیا۔ اہم بات: آیت میں جھوٹی گواہی، جھوٹے الزامات اور دیگر جھوٹے اقوال کی مُمانعت ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جہنم واجب کر دے گا۔ (ابن ماجہ، حدیث: 2373)

آیت 37 فرمایا کہ زمین میں اتراتے ہوئے یعنی تکبر و خود نمائی سے نہ چل بیشک تو ہرگز نہ زمین کو پھاڑ دے گا اور نہ ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو پہنچ جائے گا یعنی تکبر و خود نمائی سے کچھ فائدہ نہیں البتہ کئی صورتوں میں گناہ لازم ہو جاتا ہے لہٰذا اترانا چھوڑو اور عاجزی و

طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَیِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤى

پہنچ جائے گا۔ ان تمام کاموں میں سے جو برے کام ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔ یہ وحی کی ان حکمت والی باتوں

اِلَیْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِیْ جَهَنَّمَ

میں سے ہیں جو تمہارے رب نے تمہاری طرف بھیجی ہیں اور اے سننے والے! تو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرا، ورنہ تجھے ملامت زدہ،

مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِیْنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ اِنَاثًا ؕ

مردود کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ کیا تمہارے رب نے تمہارے لئے بیٹے چن لئے اور اپنے لیے فرشتوں سے بیٹیاں بنالیں۔

ع اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِیْمًا ﴿۴۰﴾ وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْا ؕ وَ مَا یَزِیْدُهُمْ

بیشک تم بہت بڑی بات بول رہے ہو۔ اور بیشک ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان فرمایا تاکہ وہ سمجھیں اور یہ سمجھانا ان کے

انکساری قبول کرو۔ اہم باتیں: (1) فخر و تکبر کی چال اور متکبرین کی سی بیٹھک وغیرہ سب ممنوع ہیں، ہمارے چلنے پھرنے میں تواضع، انکساری، وقار اور آہستگی ہونی چاہئے۔ متکبرانہ اور اوباشوں، لفنگوں والی چال اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ (2) اسلام ہمیں صرف عقائد و عبادات ہی کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ معاشرت اور رہن سہن کے طریقے بھی بتاتا ہے۔

آیت 38 ﴿ فرمایا کہ ان تمام کاموں میں سے جو برے کام ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ناپسندیدہ اور اس کی مرضی کے برخلاف ہیں۔

آیت 39 ﴿ فرمایا کہ یہ وحی یعنی اس رکوع میں جو احکام دیئے گئے ہیں وہ حکمت والے احکام ہیں جو اے حبیب! تمہارے رب نے تمہاری طرف بھیجے ہیں اور اے سننے والے! تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرا، ورنہ تجھے ملامت زدہ، مردود کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اہم باتیں: (1) حکمت کا کام وہ ہے جس کی صحت پر عقل گواہی دے اور اُس سے نفس کی اصلاح ہو۔ (2) ان آیات کا حاصل توحید اور نیکیوں کا حکم دینا، دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت دلانا ہے۔ (3) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ 18 آیتیں ﴿ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ﴾ سے ﴿ مَدْحُوْرًا ﴾ تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تختیوں میں تھیں۔

آیت 40 ﴿ مشرکین عرب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے، ان کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: بد نصیبو! اپنے لئے لڑکیاں پسند نہیں کرتے، ان کی پیدائش پر برا مناتے بلکہ انہیں قتل کر دیتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے لڑکیاں ثابت کرتے ہو، کیا خدا نے تمہارے خیال کے مطابق اچھی چیز یعنی لڑکے تمہیں دیئے اور بری چیز اپنے لئے رکھی۔ یقیناً تم بہت ہی سخت بات کہہ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے پھر اس میں بھی اپنی بڑائی رکھتے ہو کہ اپنے لئے بیٹے پسند کرتے اور اس کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہو۔ یہ تمہاری کتنی بے ادبی اور گستاخی ہے۔

آیت 41 ﴿ فرمایا کہ ہم نے اس قرآن میں نصیحت کی باتیں بار بار اور کئی طرح سے جیسے کہیں دلائل سے تو کہیں مثالوں سے، کہیں حکمتوں سے اور کہیں عبرتوں سے بیان فرمائیں اور ان مختلف انداز میں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ کسی طرح نصیحت وہدایت کی طرف

اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِی الْعَرْشِ

دور ہونے کو ہی بڑھا رہا ہے۔ ○ تم فرماؤ: جیسا کافر کہہ رہے ہیں اس طرح اگر اللہ کے ساتھ اور معبود ہوتے جب تو وہ عرش کے مالک کی طرف

سَبِیْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِیْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ

کوئی راہ ڈھونڈ نکالتے ○ وہ ظالموں کی بات سے پاک اور بہت ہی بلند و بالا ہے ○ ساتوں آسمان اور زمین اور جو مخلوق ان میں ہے

وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهِنَّ ؕ وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ

سب اسی کی پاکی بیان کرتے ہیں اور کوئی بھی شے ایسی نہیں جو اس کی حمد بیان کرنے کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ

آئیں اور سمجھیں اور یہ سمجھانا کفار کی حق سے نفرت میں ہی اضافہ کر رہا ہے کیونکہ بارش اگرچہ بابرکت ہوتی ہے لیکن جہاں گندگی کا ڈھیر ہو وہاں بدبو میں ہی اضافہ ہوتا ہے۔ اہم بات: یہاں علمِ نفسیات کا ایک اصول بیان ہوا کہ لوگوں سے ان کی ذہنی صلاحیتوں کے مطابق کلام کیا جائے کیونکہ بعض لوگ دلائل سے، بعض ڈر سے اور بعض مثالوں سے مانتے ہیں یونہی ایک آدمی کی حالت ہی مختلف ہوتی رہتی ہے، کبھی اسے ڈرا کر سمجھانا مفید ہوتا ہے اور کبھی نرمی سے۔ قرآنِ پاک نے تمام لوگوں کو ان کے احوال کی رعایت کرتے ہوئے سمجھایا ہے۔

آیت 42 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ فرمادیں: جیسا کافر کہہ رہے ہیں اس طرح اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہوتے جب تو وہ عرش کے مالک کی طرف کوئی راہ ڈھونڈ نکالتے۔ اہم بات: یہاں توحید کی ایک قطعی مگر نہایت عام فہم دلیل بیان ہوئی کہ بالفرض اگر دو خدا ہوتے تو ان میں ایک کا دوسرے سے ٹکراؤ لازمی طور پر ممکن ہوتا جیسے ان میں سے ایک ارادہ کرتا کہ زید حرکت کرے اور دوسرا ارادہ کرتا کہ وہ ساکن رہے۔ اب اگر ان کے ارادوں کے مطابق حرکت اور سکون دونوں واقع ہوں تو دو متضاد چیزوں کا جمع ہونا لازم آئے گا، اگر دونوں ہی نہ واقع ہوں تو ان خداؤں کا عاجز ہونا لازم آئے گا اور اگر ایک واقع ہو دوسری نہ ہو تو دونوں میں سے ایک خدا کا عاجز ہونا لازم آئے گا اور جو عاجز ہے وہ خدا نہیں کیونکہ عاجز ہونا محتاجی اور نقص ہے اور واجب الوجود ہونے کے منافی ہے تو ثابت ہوا کہ دو خدا ہونا ہی محال ہے۔

آیت 43 اللہ تعالیٰ ظالم کافروں کی شرکیہ بات سے پاک اور بہت ہی بلند و بالا ہے۔

آیت 44 عظمتِ الٰہی کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا کہ ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں بسنے والی ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس میں مشغول ہے، یہ تسبیح زبانِ حال سے بھی ہے کہ تمام مخلوقات کے وجود اپنے بنانے والے کی قدرت و حکمت پر دلالت کرتے ہیں اور زبانِ قال سے بھی البتہ تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں۔ زبانِ حال کی تسبیح تو وہ لوگ نہیں سمجھتے جو مخلوق میں غور کر کے خالق کی معرفت حاصل نہیں کرتے اور زبانِ قال کی تسبیح عمومی طور پر کوئی نہیں سمجھتا کیونکہ ہر شے کس زبان میں تسبیح کرتی ہے ہم نہیں سمجھتے اور ہر چیز کی تسبیح کا جان لینا ہمارے لئے مشکل ہے البتہ اللہ تعالیٰ کسی کو ان چیزوں کی تسبیح سمجھنے کی صلاحیت دیدے تو جدا بات ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ حلم والا، بخشنے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہر زندہ چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ (خازن، 3/176) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی

تَسْبِیْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾ وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَ

ان چیزوں کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔ بیشک وہ حلم والا، بخشنے والا ہے○ اور اے حبیب! جب تم نے قرآن پڑھا تو ہم نے تمہارے اور

بَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ

آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے درمیان ایک چھپا ہوا پردہ کردیا○ اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف ڈال دیئے ہیں تاکہ

یَّفْقَهُوْهُ وَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤى

اس قرآن کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دیا اور جب تم قرآن میں اپنے اکیلے رب کا ذکر کرتے ہو تو وہ کافر نفرت کرتے ہوئے

اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ وَ اِذْ هُمْ

پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں○ ہم خوب جانتے ہیں کہ جب وہ آپ کی طرف کان لگا کر سنتے ہیں تو وہ اسے کیوں سنتے ہیں اور جب وہ آپس میں

انگشتِ مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوتے میں نے دیکھے اور ہم کھاتے وقت کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔(بخاری، حدیث:3579)

(2) مفسرین نے کہا ہے کہ دروازہ کھولنے کی آواز اور چھت کا چٹخنا بھی تسبیح کرنا ہے۔

آیت 45 شانِ نزول: جب سورۂ تَبَّتْ یَدَا نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی پتھر لے کر آئی، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف رکھتے تھے، وہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نہ دیکھ سکی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بات کر کے واپس چلی گئی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بڑے تعجب کے ساتھ عرض کیا کہ (آپ کے یہاں موجود ہونے کے باوجود) اس نے آپ کو دیکھا نہیں؟ فرمایا: میرے اور اس کے درمیان ایک فرشتہ حائل رہا۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے حبیب! جب تم نے قرآن پڑھا تو ہم نے تمہارے اور آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے درمیان ایک چھپا ہوا پردہ کر دیا چنانچہ وہ آپ کو نہ دیکھ سکی۔

آیت 46 فرمایا کہ کفار کی ضد و انانیّت کے باعث اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں جس سے وہ قرآن کریم کو درست طور پر سمجھ نہیں سکتے اور ان کے کانوں میں بھی بوجھ ڈال دیئے جس کے باعث وہ قرآن شریف سنتے نہیں اور جب تم قرآن میں اپنے اکیلے رب کا ذکر کرتے ہو تو وہ کافر نفرت کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں۔ **اہم بات:** قرآن کی صحیح سمجھ ایمان اور تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے، اس کے بغیر بسا اوقات ذہن الٹا کام کرتا ہے جیسا آج کل دیکھا جارہا ہے۔

آیت 47 فرمایا کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ جب وہ آپ کی طرف کان لگا کر قرآن سنتے ہیں تو وہ اسے کیوں سنتے ہیں، اس کی وجہ تمسخر اور تکذیب ہے اور جب وہ آپ کے متعلق آپس میں مشورہ کرتے ہیں جب ظالم کہتے ہیں: تم تو صرف ایک ایسے مرد کی پیروی کررہے ہو جس پر جادو ہوا ہے۔ **اہم بات:** یہاں کفار کے دو جرم بیان ہوئے: (1) سنتے بھی ہیں تو تمسخر اور تکذیب کے لئے (2) ان میں کوئی آپ کو مجنون کہتا ہے، کوئی جادوگر، کوئی کاہن اور کوئی شاعر۔

نَجْوٰٓی اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَیْفَ

مشورہ کرتے ہیں جب ظالم کہتے ہیں: تم تو صرف ایک ایسے مرد کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو ہوا ہے○ دیکھو! انہوں نے تمہارے لئے کیسی

ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۴۸﴾ وَ قَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا

مثالیں بیان کی ہیں تو یہ گمراہ ہوئے پس یہ راستہ پانے کی طاقت نہیں رکھتے○ اور انہوں نے کہا: کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ

ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِیْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا

ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہمیں نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟○ تم فرماؤ کہ پتھر بن جاؤ یا لوہا○ یا اور کوئی مخلوق جو

یَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُّعِیْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِیْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ

تمہارے خیال میں بہت بڑی ہے تو اب کہیں گے: ہمیں دوبارہ کون پیدا کرے گا؟ تم فرماؤ: وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا

فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰی هُوَ ؕ قُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّكُوْنَ قَرِیْبًا ﴿۵۱﴾ یَوْمَ

تو اب آپ کی طرف تعجب سے اپنے سر ہلا کر کہیں گے: یہ کب ہو گا؟ تم فرماؤ: ہو سکتا ہے کہ یہ نزدیک ہی ہو○ جس دن

آیت 48 فرمایا کہ یہ کفار حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے کیسی باتیں کہتے ہیں کہ آپ کو ناقص صفات کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں جیسے جادوگر، کاہن وغیرہ کے ساتھ۔ فرمایا: اس سبب سے یہ گمراہ ہوئے پس یہ حق کا راستہ پانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اہم بات: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم یا آپ کی کسی صفت کو کسی گھٹیا چیز سے تشبیہ دینا کفر ہے جیسے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علم مبارک کو معاذ اللہ کوئی جانوروں کے علم سے تشبیہ دے تو یقیناً ایسا شخص توہین کا مُرتکب ہے۔

آیت 49 یہاں سے رکوع کے آخر تک قیامت کے متعلق کفار کے عمومی اعتراض اور اس کے جواب کا بیان ہے۔ کفار نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہمیں نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟

آیت 50، 51 ان دو آیات میں کفار کا رد کرتے ہوئے فرمایا گیا: اے حبیب! تم کافروں سے فرماؤ کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا اس سے بڑی کوئی مخلوق مثلاً آسمان بن جاؤ تب بھی اللہ تعالیٰ تمہیں زندگی دے سکتا ہے، یہ سب چیزیں زندگی سے دور ہیں، ان میں کبھی تمہاری طرح روح نہیں پھونکی گئی، اگر اللہ چاہے تو انہیں بھی زندگی دے سکتا ہے تو ہڈیوں اور جسم کے ذرّوں کو زندہ کرنا اس کی قدرت سے کیا بعید ہے جو پہلے بھی زندہ رہ چکے ہیں۔ مزید فرمایا کہ یہ کفار اب کہیں گے: ہمیں دوبارہ کون پیدا کرے گا؟ تم فرماؤ کہ تمہیں وہی دوبارہ پیدا کرے گا جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا۔ یہ سن کر بھی کفار ماننے کی طرف نہیں آئیں گے بلکہ مذاق کے طور پر تعجب سے اپنے سر ہلا کر کہیں گے: یہ کب ہو گا؟ تم فرماؤ: ہو سکتا ہے کہ یہ نزدیک ہی ہو۔

آیت 52 فرمایا کہ جس دن اللہ تعالیٰ تمہیں قبروں سے میدانِ قیامت کی طرف بلائے گا تو تم سب اپنے سروں سے خاک جھاڑتے، سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ کہتے اور یہ اقرار کرتے ہوئے آؤ گے کہ اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنے والا اور مرنے کے بعد اُٹھانے والا ہے اور

ع ۵

يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَ تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾ وَ قُلْ

وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے جواب دو گے اور تم سمجھو گے کہ تم بہت تھوڑا عرصہ رہے ہو○ اور اے حبیب! آپ

لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

میرے بندوں سے فرمادیں کہ وہ ایسی بات کہیں جو سب سے اچھی ہو۔ بیشک شیطان لوگوں کے درمیان فساد ڈال دیتا ہے۔ بیشک شیطان

كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ؕ

انسان کا کھلا دشمن ہے○ تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے، وہ اگر چاہے تو تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾ وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ لَقَدْ

اور ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا○ اور تمہارا رب خوب جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور بیشک

قیامت کے کٹھن اوقات کی وجہ سے یا اس کے مقابلے میں تم سمجھو گے کہ دنیا میں یا قبروں میں تمہارا قیام بڑا مختصر تھا۔

آیت 53 شانِ نزول: (1) مشرکین مسلمانوں کے ساتھ بدکلامیاں کرتے اور انہیں ایذائیں دیتے تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ (2) ایک کافر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں بیہودہ کلمہ زبان سے نکالا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، جس میں فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ ایمان والوں سے فرمادیں کہ وہ کافروں سے وہ بات کیا کریں جو نرم یا پاکیزہ ہو، ادب اور تہذیب کی ہو، ارشاد و ہدایت کی ہو حتّٰی کہ کفار اگر بے ہودگی کریں تو اُن کا جواب اُنہیں کے انداز میں نہ دیا جائے۔ اور فرمایا کہ بدتہذیبی اور بدتمیزی شیطان کے ہتھیار ہیں، ان کے ذریعے وہ تمہیں غصہ دلاتا اور بھڑکاتا ہے کہ ترکی بہ ترکی جواب دو، جس سے لڑائی فساد کی نوبت آجائے۔ یہ شیطان کی انسان سے دشمنی ہے اور شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ اہم باتیں: (1) ہر حال میں صبر ہی کرنا جہاد کے حکم سے پہلے تھا، بعد میں منسوخ ہو گیا۔ فی زمانہ جہاد کا حکم موجود ہے لیکن حکومت کے انتظام سے ہوتا ہے۔ (2) انفرادی طور پر کفار کی بداخلاقی کا جواب اخلاق سے دینا اب بھی سنت ہے۔ ہمیں حکم ہے کہ دلیل تو قوی دو مگر بے ہودہ بات منہ سے نہ نکالو۔ فی زمانہ اس حکم پر عمل کرنے کی سخت حاجت ہے کیونکہ ہمارے ہاں دلیل سے پہلے گولی اور گالی کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔

آیت 54 فرمایا کہ تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے، وہ چاہے تو اے کافرو! تمہیں توبہ اور ایمان کی توفیق عطا فرما کر تم پر رحم فرمائے اور چاہے تو حالتِ کفر میں باقی رکھ کر عذاب دے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرمایا کہ ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا کہ آپ ان کے اعمال کے ذمہ دار ہوں بلکہ آپ صرف مبلغ بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

آیت 55 فرمایا کہ تمہارا رب آسمان و زمین میں موجود ساری مخلوق کے سب اَحوال جانتا ہے اور اس بات کو بھی کہ کون کس لائق ہے اور بے شک ہم نے نبیوں میں ایک کو دوسرے پر مخصوص فضائل کے ساتھ فضیلت عطا فرمائی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا، سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو حبیب بنایا اور بے شمار امور میں آپ کو فضیلتِ تامہ عطا فرمائی۔

فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ

ہم نے نبیوں میں ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی ○ تم فرماؤ: پکارو انہیں جن کو تم

مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِیْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ

اللہ کے سوا (معبود) سمجھتے ہو تو وہ تم سے تکلیف ہٹانے کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ اسے پھیر دینے کا ○ وہ مقبول بندے جن کی یہ کافر

یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ

عبادت کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔ وہ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں

وَ یَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾ وَ اِنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اِلَّا نَحْنُ

اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے ○ اور کوئی بستی نہیں مگر یہ کہ

مزید فرمایا: اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔ اہم بات: زبور کتابِ الٰہی ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اس میں 150 سورتیں ہیں، سب میں دعا، اللہ تعالیٰ کی ثنا اور اس کی تحمید و تمجید ہے، نہ اس میں حلال و حرام کا بیان، نہ فرائض نہ حدود و احکام۔

آیت 56 شانِ نزول: کفار شدید قحط میں مبتلا ہوئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتے اور مردار کھا گئے۔ بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں فریاد لے کر آئے اور دعا کی التجا کی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ جن بتوں کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا معبود مانتے ہو اس وقت انہیں پکارو تو وہ نہ تو اس پر قادر ہیں کہ تم سے تکلیف مٹادیں اور اور نہ اس پر کہ تم سے مصیبت منتقل کر کے دوسرے پر ڈال دیں اور جب تم جانتے ہو کہ وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے تو کیوں انہیں معبود بناتے ہو۔

آیت 57 کفار کے بہت سے گروہ تھے، کوئی بتوں اور دیوی دیوتاؤں اور کوئی فرشتوں کو پوجتا تھا، یونہی عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے تھے اور یہودیوں کا ایک گروہ حضرت عزیر علیہ السلام کو نیز بہت سے لوگ ایسے جنوں کو پوجتے تھے جو اسلام قبول کر چکے تھے لیکن ان کے پوجنے والوں کو خبر نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اُن لوگوں کو شرم دلائی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن مقربین بارگاہِ الٰہی کو یہ لوگ پوجتے ہیں وہ تو خود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک رسائی کے لئے وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے تاکہ جو سب سے زیادہ مقرب ہو اس کو وسیلہ بنائیں، جب یہ مقربین بھی بارگاہِ الٰہی تک رسائی کے لئے وسیلہ تلاش کرتے، رحمتِ الٰہی کی امید رکھتے اور عذابِ الٰہی سے ڈرتے ہیں تو کافر انہیں کس طرح معبود سمجھتے ہیں۔ بے شک تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔ اہم بات: مقرب بندوں کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے جیسا کہ آیت میں فرمایا گیا۔

آیت 58 فرمایا کہ کوئی بستی نہیں مگر یہ کہ ہم اسے فرمانبردار ہونے کی صورت میں اچھی موت کے ساتھ روزِ قیامت سے پہلے ختم کر دیں گے اور اگر گنہگار ہو تو دُنیوی عذاب کے ساتھ ہلاک کر دیں گے اور اگر کسی کافر بستی کو دُنیوی عذاب نہ آیا تو آخرت میں شدید عذاب دیں گے اور یہ بات لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾

ہم اسے روزِ قیامت سے پہلے ختم کردیں گے یا اسے سخت عذاب دیں گے۔ یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔○

وَ مَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَ اٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً

اور ہمیں نشانیاں بھیجنے سے صرف اس چیز نے باز رکھا کہ ان نشانیوں کو پہلے لوگوں نے جھٹلایا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی واضح نشانی دی

فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَ مَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا ﴿۵۹﴾ وَ اِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ

تو انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم نشانیاں ڈرانے کے لئے ہی بھیجتے ہیں○ اور جب ہم نے تم سے فرمایا: بیشک سب لوگ تمہارے رب کے

وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْۤ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَ الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ ؕ

قابو میں ہیں اور ہم نے آپ کو جو مشاہدہ کرایا اسے لوگوں کیلئے آزمائش بنادیا اور اس درخت کو بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے

آیت 59 شانِ نزول: اہلِ مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا تھا کہ صفا پہاڑ کو سونا کردیں اور پہاڑوں کو مکہ سے ہٹادیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو وحی کی کہ اگر آپ فرمائیں تو آپ کی اُمت کو مہلت دی جائے اور اگر آپ فرمائیں تو جو انہوں نے طلب کیا ہے وہ پورا کیا جائے لیکن اگر پھر بھی وہ ایمان نہ لائے تو ان کو ہلاک کردیا جائے گا، اسی بیان میں یہ آیت نازل ہوئی۔ فرمایا گیا کہ ہمیں کفار کی مطلوبہ نشانیاں بھیجنے سے صرف اس چیز نے باز رکھا کہ ان نشانیوں کو پہلے لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کردیا اور اس کی واضح مثال یہ ہے کہ ہم نے قومِ ثمود کے مطالبے پر حضرت صالح علیہ السلام کو نشانی کے طور پر اونٹنی دی تو قوم نے ماننے کے بجائے اونٹنی پر ہی ظلم کیا کہ اسے قتل کردیا اور یوں گویا اپنی جانوں پر بھی ظلم کیا اور نتیجے میں ہلاک ہوگئے اور یاد رکھو کہ ہم نشانیاں جلد آنے والے عذاب سے ڈرانے کے لئے ہی بھیجتے ہیں۔

آیت 60 ارشاد فرمایا: اے حبیب! یاد کرو جب ہم نے تم سے فرمایا کہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں تو آپ تبلیغ فرمایئے اور کسی کا خوف نہ کیجئے، اللہ تعالیٰ آپ کا نگہبان ہے اور شبِ معراج بیداری کی حالت میں جو آیاتِ الٰہیہ کا آپ کو معائنہ کروایا گیا وہ لوگوں کے لئے ایک آزمائش تھا اور وہ درخت جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے یعنی زقوم کا درخت جو جہنم میں پیدا ہوتا ہے اس کو سببِ آزمائش بنادیا کہ ابو جہل نے کہا: اے لوگو! محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمہیں جہنم کی آگ سے ڈراتے ہیں کہ وہ پتھروں کو جلادے گی پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ اس میں درخت اُگیں گے۔ آگ میں درخت کہاں رہ سکتا ہے؟ آیت میں مزید فرمایا: ہم انہیں ڈراتے ہیں تو یہ ڈرانا ان کی بڑی سرکشی میں اضافہ کردیتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ کے انسانوں اور ہر شے کو گھیرنے کا معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم و قدرت سب کو گھیرے ہوئے ہے، جسمانی طور پر نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے۔ (2) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے لوگوں کو واقعۂ معراج کی خبر دی تو کفار نے اس کی تکذیب کی اور بعض مسلمان بھی مُرتد ہوگئے۔ (3) اس آیت میں معراجِ جسمانی کا ثبوت ہے کیونکہ مشرکین نے اس کا انکار کیا اور فتنہ اٹھایا، اگر یہ صرف خواب کی معراج ہوتی تو نہ اس کا انکار ہوتا اور نہ فتنہ۔ اس لئے آیت میں "رویا" لفظ سے مراد خواب نہیں بلکہ مشاہدہ ہے۔

وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿۶۰﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

اور ہم انہیں ڈراتے ہیں تو یہ ڈرانا ان کی بڑی سرکشی میں اضافہ کر دیتا ہے۞ اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴿۶۱﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ

تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اس نے کہا: کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا؟۞ کہنے لگا: بھلا دیکھ تو جسے تو نے

كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾

میرے اوپر معزز بنایا، اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو ضرور میں تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا۞

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾ وَاسْتَفْزِزْ

اللہ نے فرمایا: چلا جا تو ان میں جو تیری پیروی کرے گا تو بیشک جہنم تم سب کی بھرپور سزا ہے۞ اور تو اپنی آواز کے ذریعے

مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ

جسے پھسلا سکتا ہے پھسلا دے اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کے ذریعے چڑھائی کر دے اور مالوں اور اولاد میں تو ان کا شریک ہو جا

آیت 61 سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کا ذکر فرمایا اور یہاں بیان فرمایا کہ سابقہ انبیا علیہم السلام کے ساتھ ان کے اہل زمانہ کی ایسی ہی روش رہی ہے، ان میں سے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھ لیں جو اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے مقرب بندے ہیں، انہیں ابلیس کی طرف سے کیسی شدید مشقت کا سامنا ہوا۔ آیت میں فرمایا: یاد کرو! جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا لیکن شیطان نے تکبر اور حضرت آدم علیہ السلام سے حسد کی وجہ سے جواب دیا: کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا ہے حالانکہ میری پیدائش آگ سے ہے اور میں حضرت آدم علیہ السلام سے افضل ہوں۔

آیت 62 شیطان نے مزید کہا کہ اے خدا! جسے تو نے میرے اوپر معزز بنایا، مجھ پر فضیلت دی اور سجدہ کرایا اسے مجھ پر کیوں فضیلت دی حالانکہ میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے، میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو میں اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا یعنی گمراہ کر دوں گا سوائے ان چند لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور وہ اس کے مخلص بندے ہیں۔

آیت 63 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہاں میری بارگاہ سے نکل جا اور تجھے قیامت تک کی مہلت دی گئی ہے، یاد رکھ کہ جو تیری پیروی کرے گا تو اسے جہنم کی بھرپور سزا ملے گی۔

آیت 64 اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ تو اپنی آواز کے ذریعے جسے پھسلا سکتا ہے پھسلا دے اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کے ذریعے چڑھائی کر دے یعنی اپنے تمام مکر و فریب کے جال اور اپنے تمام لشکر ان کے خلاف استعمال کر لے اور تجھے مہلت دی جاتی ہے

وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ

اور ان سے وعدے کرتا رہ اور شیطان ان سے دھوکے ہی کے وعدے کرتا ہے ○ بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا

سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِیْلًا ﴿۶۵﴾ رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا

قابو نہیں، اور تیرا رب کافی کارساز ہے ○ تمہارا رب وہ ہے کہ تمہارے لیے دریا میں کشتیاں جاری کرتا ہے تاکہ تم

مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ﴿۶۶﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ

اس کا فضل تلاش کرو، بیشک وہ تم پر مہربان ہے ○ اور جب تمہیں دریا میں مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو

اِلَّاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾

وہ سب گم ہو جاتے ہیں پھر جب تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان بڑا ناشکرا ہے ○

کہ گناہ کروا کر ان کے مالوں اور اولاد میں ان کا شریک ہو جا اور ان سے جھوٹے وعدے کرتا رہ۔ اور فرمایا کہ شیطان ان سے دھوکے ہی کے وعدے کرتا ہے۔ اہم باتیں: (1) شیطان کا پھسلانا وسوسے ڈالنا اور معصیت کی طرف بلانا ہے یا اس سے مراد گانے باجے اور لہو ولعب کی آوازیں ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جو آواز اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف منہ سے نکلے وہ شیطانی آواز ہے۔ (2) مال و اولاد میں شیطان کے شریک ہونے سے مراد ان دونوں میں ہونے والے گناہ ہیں کہ ابلیس اس گناہ کے ارتکاب میں شریک ہے مثلاً سود وغیرہ مال حاصل کرنے کے حرام طریقے اور گناہ کے کاموں میں خرچ کرنا، مالی اُمور میں شیطان کی شرکت ہے جبکہ زنا اور ناجائز طریقے سے اولاد حاصل کرنا اولاد میں شیطان کی شرکت ہے۔

آیت 65 اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا کہ تجھے مہلت اور اختیار دیا گیا کہ تو مخلوق کو گمراہ کر دے اور اپنے جال میں پھنسائے مگر میرے وہ بندے جو اصحابِ فضل وصلاح ہیں جیسے انبیا علیہم السلام، انہیں میں تجھ سے محفوظ رکھوں گا اور شیطانی مکر وفریب اور وساوس ان سے دور کروں گا۔ اور تیرا رب کافی کارساز ہے۔ اہم بات: انہی آیات کی بنا پر انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ معصوم ہیں اور انہی کو سامنے رکھ کر علمانے فرمایا کہ اولیاء کرام علیہم الرحمہ بھی گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں وہ بھی شامل ہیں۔

آیت 66 فرمایا کہ تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لئے دریا میں کشتیاں جاری کرتا ہے تاکہ تم تجارت کے ذریعے اس کا فضل تلاش کرو، بیشک وہ تم پر مہربان ہے۔

آیت 67 فرمایا کہ اے مشرکو! تمہارا حال یہ ہے کہ جب تمہیں سمندری سفر میں مصیبت آتی اور ڈوبنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں، اس وقت ان جھوٹے معبودوں میں سے کسی کا نام زبان پر نہیں لاتے بلکہ اللہ تعالیٰ کو ہی پکارنے لگتے ہو پھر جب اللہ تعالیٰ تمہیں طوفان سے نجات دے دیتا اور خشکی کی طرف صحیح سلامت لے آتا ہے تو تم پھر اس کی توحید سے منہ پھیر لیتے اور دوبارہ انہی ناکارہ بتوں کی پرستش شروع کر دیتے ہو۔ اس ساری صورتِ حال کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان بڑا ناشکرا ہے۔

اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ

کیا تم اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ اللہ تمہارے ساتھ خشکی کا کنارہ زمین میں دھنسا دے یا تم پر پتھر بھیجے پھر تم اپنے لئے

وَكِیْلًا ﴿۶۸﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ

کوئی حمایتی نہ پاؤ○ یا تم اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ وہ تمہیں دوبارہ دریا میں لے جائے پھر تم پر جہاز توڑنے والی آندھی بھیج دے

فَیُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا ﴿۶۹﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا

تو وہ تمہیں تمہارے کفر کے سبب غرق کر دے پھر تم اپنے لئے کوئی ایسا نہ پاؤ جو اس پر ہم سے کوئی مطالبہ کر سکے○ اور بیشک ہم نے

بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا

اولادِ آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزوں سے رزق دیا اور انہیں اپنی بہت سی مخلوق پر

آیت 68 فرمایا کہ اے لوگو! کیا تم اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ تمہارے دریا سے نجات پانے کے بعد اللہ تعالیٰ تمہیں خشکی کے کنارے سمیت زمین میں دھنسا دے جیسا کہ قارون کو زمین میں دھنسا دیا تھا۔ مقصد یہ ہے کہ خشکی و تری سب اللہ تعالیٰ کے تحتِ قدرت ہیں جیسا وہ سمندر میں غرق کرنے اور بچانے دونوں پر قادر ہے ایسا ہی خشکی میں بھی زمین کے اندر دھنسا دینے اور محفوظ رکھنے دونوں پر قادر ہے۔ خشکی ہو یا تری ہر جگہ بندہ اس کی رحمت کا محتاج ہے نیز وہ اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ تم پر پتھروں کی بارش برسا دے جیسے قوم لوط پر بھیجی تھی، پھر تم اپنے لئے کوئی حمایتی نہ پاؤ جو تمہیں بچا سکے۔

آیت 69 مزید فرمایا کہ سمندر کی مشکلات سے نجات پانے کے بعد تم دوبارہ شرک میں پڑ جاتے ہو تو کیا تم اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ دریا میں لے جائے پھر تم پر جہاز توڑنے والی آندھی بھیج دے تو وہ تمہیں تمہارے کفر کے سبب غرق کر دے پھر تم اپنے لئے کوئی ایسا نہ پاؤ جو ہم سے کوئی مطالبہ کر سکے اور دریافت کر سکے کہ ہم نے ایسا کیوں کیا کیونکہ ہم قادر و مختار ہیں، جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، ہمارے کام میں کوئی دخل دینے والا اور دم مارنے والا نہیں۔

آیت 70 اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل، علم، قوتِ گویائی، پاکیزہ صورت اور معتدل قد و قامت عطا کی، جانوروں سے لے کر جہازوں تک کی سواریاں عطا فرمائیں، دنیا و آخرت سنوارنے کی تدبیریں سکھائیں، تمام چیزوں پر غلبہ عطا فرمایا، قوتِ تسخیر بخشی کہ آج انسان زمین اور اس سے نیچے یونہی ہواؤں بلکہ چاند تک کو تسخیر کر چکا ہے اور مریخ تک کی معلومات حاصل کر چکا ہے۔ بحر و بر میں انسان نے اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں، یہ چند مثالیں ہیں ورنہ لاکھوں چیزیں اولادِ آدم کو عطا فرما کر اللہ تعالیٰ نے اسے عزت دی، ان کو لطیف اور خوش ذائقہ غذائیں دیں اور تمام مخلوقات پر فضیلت دی۔ اہم باتیں: (1) انسانوں کے خاص افراد یعنی انبیاءِ کرام علیہم السلام فرشتوں کے خاص افراد سے افضل ہیں اور نیک انسان عام فرشتوں سے افضل ہیں۔ (2) فرشتے اللہ تعالیٰ کی بندگی پر مجبور ہیں کیونکہ ان کی فطرت ہی یہ ہے، ان میں عقل ہے لیکن شہوت نہیں اور جانوروں میں شہوت ہے لیکن عقل نہیں جبکہ آدمی میں شہوت اور عقل دونوں ہیں تو جس نے عقل کو شہوت پر غالب کیا وہ فرشتوں سے افضل اور جس نے شہوت کو عقل پر غالب کیا وہ جانوروں سے بدتر ہے۔

ع

تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ

بہت سی برتری دی○ یاد کرو جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے تو جسے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا

فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۱﴾ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى

جائے گا تو وہ لوگ اپنا نامہ اعمال پڑھیں گے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا○ اور جو اس زندگی میں اندھا ہو گا

فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا اور وہ زیادہ گمراہ ہو گا○ اور کفار تو چاہتے تھے کہ تمہیں اس وحی سے ہٹا دیں جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے

لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ

کہ تم ہمارے اوپر وحی سے ہٹ کر کوئی بات منسوب کر دو اور اس وقت وہ آپ کو گہرا دوست بنا لیں○ اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے

لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾ ۙ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ

تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا مائل ہو جاتے○ اور اگر ایسا ہوتا تو ہم تمہیں دنیوی زندگی میں دگنی سزا اور موت کے بعد دگنی سزا

آیت 71 ﴾ فرمایا کہ یاد کرو جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے جس کی وہ دنیا میں پیروی کرتا تھا تو نیک لوگ جو دنیا میں صاحبِ بصیرت تھے اور راہِ راست پر چلتے رہے، اُن کو اُن کا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ اس میں اپنی نیکیاں لکھی ہوئی دیکھیں گے تو اس کو ذوق و شوق سے پڑھیں گے اور ان کے اعمال کے ثواب میں ادنیٰ سی بھی کمی نہ کی جائے گی۔ اہم بات: بعض مفسرین کے نزدیک یہاں "امام" سے مراد وہ پیشوا ہے جس کی دعوت پر دنیا میں لوگ چلے خواہ اس نے حق کی دعوت دی ہو یا باطل کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں صالحین کو ہی اپنا پیشوا بنانا چاہئے تا کہ قیامت میں انہی کے ساتھ حشر ہو۔

آیت 72 ﴾ ارشاد فرمایا: جو دنیا کی زندگی میں ہدایت کا راستہ دیکھنے سے اندھا ہو گا وہ آخرت میں نجات کا راستہ دیکھنے سے بھی اندھا ہو گا بلکہ قیامت میں وہ اور زیادہ گمراہ ہو گا۔

آیت 73 ﴾ شانِ نزول: قبیلہ ثقیف کے وفد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ تین باتیں منظور کر لیں تو ہم آپ کی بیعت کر لیں گے، ان میں سے ایک یہ بات کہی کہ آپ کی طرف سے ہمیں ایسا اعزاز ملے جو دوسروں کو نہ ملا ہو تا کہ ہم فخر کر سکیں اور اگر آپ کو عرب کے دوسرے لوگوں کے شکایت کرنے کا اندیشہ ہے تو آپ اُن سے کہہ دیجئے گا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہی ایسا تھا یعنی معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ دیجئے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتا دیا گیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تربیت اور معاملات کی نگہبانی تو خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی غلط بات منسوب کر سکیں، آیت میں فرمایا: کفار تو چاہتے تھے کہ تمہیں اس وحی سے ہٹا دیں جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے کہ تم ہمارے اوپر وحی سے ہٹ کر کوئی بات منسوب کر دو اور اس وقت وہ آپ کو گہرا دوست بنا لیں۔

آیت 75،74 ﴾ ان دو آیات میں کفار کی بات کا رد اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت و شان اور معصومیت کا بیان ہو رہا ہے،

ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ وَ اِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ

کا مزہ چکھاتے پھر تم ہمارے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پاتے ○ اور بیشک قریب تھا کہ وہ تمہیں اس سرزمین سے پھسلا دیں تاکہ تمہیں

مِنْهَا وَ اِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ

اس سے نکال دیں اور اگر ایسا ہوتا تو وہ تمہارے پیچھے تھوڑی ہی مدت ٹھہرتے ○ جیسے ہمارے ان رسولوں کا طریقہ رہا جنہیں ہم نے آپ سے

مِنْ رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾ ع اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ

پہلے بھیجا اور تم ہمارے قانون میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے ○ نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک

فرمایا گیا کہ اے حبیب! اگر ہم تمہیں معصوم بنا کر ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا مائل ہو جاتے لیکن ایسا نہ ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثابت قدم رکھا اور اگر بالفرض ایسا ہوتا کہ آپ ان کی طرف جھکتے تو ہم تمہیں دنیوی زندگی میں دگنی سزا اور موت کے بعد دگنی سزا کا مزہ چکھاتے کیونکہ حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مرتبہ دوسروں سے بلند تر ہے اس لئے آپ سے پاکیزگی اور کردار میں عظمت کا تقاضا بھی دوسروں کی نسبت زیادہ ہے۔ مزید فرمایا: پھر تم ہمارے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پاتے۔

آیت 76 **شانِ نزول:** کفار نے آپس میں اتفاق کر کے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو سرزمینِ عرب سے باہر نکال دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ ارادہ پورا نہ ہونے دیا، اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ ان لوگوں نے آپ کو یہاں سے نکالنے کا منصوبہ بنایا مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا نہ ہونے دیا اور اگر بالفرض یہ آپ کو نکال دیتے تو آپ کے بعد یہ بھی جلد ہلاک کر دیئے جاتے کیونکہ نبی علیہ السلام کے تشریف لے جانے کے بعد عذابِ الٰہی آ جاتا ہے۔

آیت 77 فرمایا کہ جیسے ہمارا ان رسولوں علیہم السلام کے بارے میں طریقہ رہا جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا کہ جس قوم نے انہیں ان کے وطن سے نکالا اور وہاں کوئی مسلمان باقی نہ رہا اور ان لوگوں کے ایمان لانے کی بھی امید نہ رہی تو ہم نے اس قوم کو ہلاک کر دیا اور تم ہمارے اس قانون میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔ **اہم بات:** اہلِ مکہ کی بچت کی وجہ یہ رہی کہ وہاں مسلمان باقی رہے، وہاں خانہ کعبہ تھا اور وہاں کے لوگوں کے بارے میں ایمان کی قوی امید بھی موجود تھی۔

آیت 78 ارشاد فرمایا: **نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک۔** اس دورانیے میں چار نمازیں آ گئیں: ظہر، عصر، مغرب اور عشا، کیونکہ یہ چاروں نمازیں سورج ڈھلنے سے رات گئے تک پڑھی جاتی ہیں۔ مزید فرمایا: "صبح کا قرآن قائم رکھو"، اس سے نمازِ فجر مراد ہے اور اسے قرآن اس لئے فرمایا گیا کہ قراءت ایک رُکن ہے اور صبح کی نماز کی فضیلت کے بارے میں فرمایا: بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں یعنی نمازِ فجر میں رات کے فرشتے بھی موجود ہوتے ہیں اور دن کے فرشتے بھی آ جاتے ہیں چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے: باجماعت نماز کو تمہارے تنہا کی نماز پر 25 درجے فضیلت حاصل ہے اور فجر کی نماز میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ (بخاری، حدیث: 485)

وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا(۷۸) وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ﳓ

اور صبح کا قرآن، بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں○ اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا(۷۹) وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ

قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایسے مقام پر فائز فرمائے گا کہ جہاں سب تمہاری حمد کریں○ اور اے حبیب! یوں عرض کرو کہ اے

صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا(۸۰)

میرے رب مجھے پسندیدہ طریقے سے داخل فرما اور مجھے پسندیدہ طریقے سے نکال دے اور میرے لئے اپنی طرف سے مددگار قوت بنادے○

آیت 79 مزید فرمایا: اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو یہ خاص آپ لئے زیادہ ہے آپ کی امت پر یہ نماز فرض نہیں۔ قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو آخرت میں ایسے مقام پر فائز فرمائے گا کہ جہاں سب اولین و آخرین آپ کی حمد کریں گے۔ **اہم باتیں:** (1) نمازِ تہجد حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر فرض تھی، جمہور کا یہی قول ہے جبکہ آپ کی اُمت کے لئے سنت ہے۔ حدیث پاک میں ہے: رات میں قیام کو اپنے اوپر لازم کر لو کہ یہ اگلے نیک لوگوں کا طریقہ، تمہارے رب کی طرف قربت کا ذریعہ، گناہوں کو مٹانے والا اور گناہ سے روکنے والا ہے۔ (ترمذی، حدیث: 3560) (2) آیت میں مقام محمود کا ذکر ہے اور مقام محمود مقام شفاعت ہے کہ اس میں اولین و آخرین حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حمد کریں گے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کی گئی: مقام محمود کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ شفاعت ہے۔ (ترمذی، حدیث: 3148) **حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے وسیلہ اور مقام محمود کی دعا مانگنے کی فضیلت:** حدیث پاک میں ہے: "جو اذان سن کر یہ دعا کرے: اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدَانِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَانِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ یعنی اے اللہ! اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے رب! محمد مصطفیٰ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں مقام محمود پر کھڑا کرنا جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔" تو اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہو گئی۔ (بخاری، حدیث: 614) اور مسلم شریف کی روایت میں اس دعا سے پہلے درود پڑھنے کا بھی فرمایا گیا ہے۔ (مسلم، حدیث: 11 (384)) **مسائل:** (1) نمازِ عشا کے بعد رات میں سو کر اٹھیں اور نوافل پڑھیں تو یہ تہجد ہے، سونے سے قبل جو کچھ پڑھیں وہ تہجد نہیں۔ (2) کم سے کم تہجد کی دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں۔ (3) جو شخص تہجد کا عادی ہو بلا عذر اُسے تہجد چھوڑنا مکروہ ہے۔

آیت 80 ارشاد فرمایا: اے حبیب! یوں عرض کرو کہ اے میرے رب! میرا داخل ہونا اور نکلنا پسندیدہ طریقے سے کر دے، جہاں بھی میں داخل ہوں اور جہاں سے بھی میں باہر آؤں خواہ وہ کوئی مکان ہو یا منصب یا کام۔ ایک قول یہ ہے کہ مجھے مدینۂ طیبہ میں پسندیدہ داخلہ عنایت کر اور مکۂ مکرمہ سے میرا نکلنا صدق کے ساتھ کر کہ اس سے میرا دل غمگین نہ ہو۔ یہ آخری توجیہ اس صورت میں صحیح ہو سکتی ہے جبکہ یہ آیت مکی ہو۔ مزید فرمایا کہ اس طرح عرض کرو: اے اللہ! مجھے وہ قوت و حجت و دلیل عطا فرما جس سے میں تیرے دشمنوں پر غالب ہو جاؤں۔ یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اُن کے دین کو غالب کرنے اور انہیں دشمنوں سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا۔

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ

اور تم فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا○ اور ہم قرآن میں وہ چیز اتارتے ہیں جو

شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ وَ لَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ

ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو خسارہ ہی بڑھتا ہے○ اور جب ہم انسان پر احسان کرتے ہیں

اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ یَـُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ یَّعْمَلُ

تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف سے دور ہٹ جاتا ہے اور جب اسے برائی پہنچتی ہے تو مایوس ہو جاتا ہے○ تم فرماؤ: سب اپنے اپنے

آیت 81 اور تم فرماؤ کہ حق یعنی اسلام آیا اور باطل یعنی کفر مٹ گیا، بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا کیونکہ اگرچہ باطل کو کسی وقت قوت و غلبہ حاصل ہو بھی جاتا ہے مگر اس کو پائیداری حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کا انجام بربادی و خواری ہی ہوتا ہے۔ اہم بات: مروی ہے کہ مشرکین نے کعبۂ مقدسہ کے گرد 360 بت نصب کئے ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے روز جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے دستِ مبارک میں ایک لکڑی تھی، آپ یہ آیت پڑھ کر لکڑی سے جس بت کی طرف اشارہ فرماتے جاتے وہ گرتا جاتا تھا۔

(معجم صغیر، 2/136)

آیت 82 ارشاد فرمایا: اور ہم قرآن میں وہ چیز اتارتے ہیں جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے کہ اس سے گمراہی اور جہالت وغیرہ دور ہوتے اور ظاہری و باطنی صحت حاصل ہوتی ہے کیونکہ یہ کتاب ایسے علوم و دلائل پر مشتمل ہے جو وہم پر مبنی چیزوں اور شیطانی ظلمتوں کو اپنے انوار سے نیست و نابود کر دیتے ہیں اور اس کا ایک ایک حرف برکات کا خزانہ ہے جس سے جسمانی امراض اور آسیب دور ہوتے ہیں۔ اور فرمایا کہ اس قرآن کے ذریعے ظالموں یعنی کافروں کا خسارہ ہی بڑھتا ہے کہ کفر و ضد میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اہم بات: قرآنِ کریم کی حقیقی شفا تو روحانی امراض سے ہے لیکن جسمانی امراض کی بھی اس میں شفا موجود ہے اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اَقوال و اَفعال سے ثابت ہے۔

آیت 83 ارشاد فرمایا: اور جب ہم کسی کافر انسان پر احسان کرتے ہیں کہ اس کو صحت، مال، جان، اولاد میں وسعت عطا فرماتے ہیں تو وہ ہمارا ذکر، ہماری بندگی اور ہمارا شکر ادا کرنے سے منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف سے دور ہٹ جاتا یعنی تکبر کرتا ہے اور جب اسے برائی یعنی تکلیف، نقصان یا فقر پہنچتا ہے تو تضرع وزاری سے دعائیں کرتا اور دعاؤں کی قبولیت کا اثر ظاہر نہ ہونے پر مایوس ہو جاتا ہے۔ اہم بات: آرام وراحت کے وقت اللہ تعالیٰ کو بھول جانا اور صرف مصیبت میں لمبی دعائیں مانگنا اور اگر قبولیت میں دیر ہو تو مایوس ہو جانا کافر یا غافل کی علامت ہے۔ درس: کافر کی اس حالت کو بتا کر مسلمان کو سمجھایا گیا ہے کہ اسے ایسا نہیں بننا چاہیے بلکہ نعمت پر خدا کا شکر ادا کرے، مصیبت میں صبر کرے اور دعا مانگے اور بالفرض دعا کی قبولیت میں تاخیر ہو تو مایوس نہ ہو بلکہ رحمتِ الٰہی کا امیدوار رہے۔

آیت 84 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم فرماؤ: ہر کوئی اپنے اپنے انداز پر کام کرتا ہے، جس کی فطرت اور اصل شریف اور طاہر ہو اُس سے افعالِ جمیلہ اور اخلاقِ پاکیزہ صادر ہوتے ہیں اور جس کا نفس خبیث ہے اس سے افعالِ خبیثہ سرزد ہوتے ہیں تو تمہارا رب اسے

عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِیْلًا ﴿۸۴﴾ ع وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ

اندازپر کام کرتے ہیں تو تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو زیادہ ہدایت کے راستے پر ہے ○ اور تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۸۵﴾ وَ لَىٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ

تم فرماؤ: روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور (اے لوگو!) تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے ○ اور اگر ہم چاہتے تو ہم جو آپ کی طرف

بِالَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیْنَا وَكِیْلًا ﴿۸۶﴾ لا اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ

وحی بھیجتے ہیں اسے لے جاتے پھر تم اپنے لئے اس پر ہمارے حضور کوئی وکیل نہ پاتے ○ مگر تمہارے رب کی رحمت ہی ہے۔

خوب جانتا ہے جو زیادہ ہدایت کے راستے پر ہے۔

آیت 85 شانِ نزول: (1) ایک بار مدینہ منورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا گزر یہودیوں کے ایک گروہ کے پاس سے ہوا۔ ان میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: اے ابو القاسم! روح کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم خاموش ہو گئے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: آپ کی طرف وحی کی جا رہی ہے، میں کھڑا رہا اور جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (بخاری، حدیث: 125) (2) قریش نے یہودیوں سے کہا: ہمیں کوئی ایسی بات بتائیں جسے ہم ان (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم) سے پوچھیں۔ انہوں نے کہا: ان سے روح کے بارے میں پوچھو۔ قریش نے آپ سے دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی۔ (ترمذی، حدیث: 3151) ہو سکتا ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو اور دونوں کو ایک ہی جواب دینے کا حکم دیا گیا۔ آیت میں فرمایا گیا: تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ: روح امرِ ربی ہے یعنی میرے رب کے حکم سے ایک خاص چیز ہے اور اے لوگو! تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ اہم باتیں: (1) آیت میں بتایا گیا کہ روح کا معاملہ نہایت پوشیدہ ہے اور اس کے بارے میں علمِ حقیقی سب کو حاصل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جسے عطا فرمائے وہی جان سکتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس کا علم عطا کیا گیا۔ اولیاء کرام کی ایک بڑی تعداد ہے جنہوں نے روح کا علم حاصل ہونے کا بیان فرمایا ہے۔ (2) تمام مخلوق یعنی انسان، جنات، فرشتوں وغیرہا سب کا علم علمِ حادث ہے اور علمِ حادث، خالقِ کائنات کے علمِ قدیم کے مقابلے میں تھوڑا ہے کیونکہ بندوں کا علم متناہی (یعنی اس کی ایک انتہا) ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم کی کوئی انتہا نہیں اور متناہی علم غیر متناہی علم کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے ایک قطرہ کسی عظیم سمندر کے مقابلے میں ہو جس کی کوئی انتہا نہیں۔

آیت 86، 87 ان دو آیات میں فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو اس قرآن کو جو شفا اور مومنوں کے لئے رحمت ہے اور ان تمام علوم کا جامع ہے جو آپ کو عطا کئے گئے، اسے سینوں اور صحیفوں سے محو فرما دیتے، پھر آپ کوئی وکیل نہ پاتے جو ہماری بارگاہ میں آپ کے لئے اس قرآن کو لوٹا دینے کی وکالت کرتا لیکن آپ کے رب کی رحمت ہی ہے کہ اس نے قیامت تک اسے باقی رکھا اور ہر طرح کی کمی بیشی اور تبدیلی سے محفوظ فرما دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان در احسان ہے کہ اس نے پہلے قرآن نازل فرما کر احسانِ عظیم فرمایا اور پھر اسے محفوظ فرما کر اور قیامت تک باقی رکھ کر احسان فرمایا۔ اے حبیب! بیشک تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ اُس نے آپ پر قرآنِ کریم

اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا ﴿۸۷﴾ قُلْ لَّىٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا

بیشک تمہارے اوپر اس کا بڑا فضل ہے○ تم فرماؤ: اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہوجائیں کہ

بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ﴿۸۸﴾ وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا

اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو○ اور بیشک ہم نے

لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ٘ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾ وَ قَالُوْا

لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بار بار بیان کی ہے تو اکثر لوگوں نے ناشکری کرنے کے علاوہ نہ مانا○ اور انہوں نے کہا:

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًاۙ ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ عِنَبٍ

ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ تم ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ بہادو○ یا تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ

فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِیْرًاۙ ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا كِسَفًا اَوْ

ہو پھر تم ان کے درمیان خوب نہریں جاری کردو○ یا تم ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دو جیسا تم نے کہا ہے یا

نازل فرمایا، آپ کو تمام بنی آدم کا سردار اور خاتم النبیین کیا اور مقام محمود عطا فرمایا۔

آیت 88 مشرکین نے کہا تھا کہ ہم چاہیں تو اس قرآن کی مثل بنالیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، ارشاد فرمایا: تم فرماؤ: اگر تمام جن و انس اس پر متفق ہوجائیں کہ فصاحت و بلاغت، حسن ترتیب، علوم غیبیہ اور معارفِ الٰہیہ وغیرہا میں سے کسی کمال میں قرآن کے برابر کوئی چیز لے آئیں تو وہ ایسا نہ کرسکیں گے اگرچہ وہ سب باہم مل کر کوشش کریں۔ ایسا ہی ہوا، تمام کفار عاجز ہوئے، انہیں رسوائی اٹھانا پڑی اور وہ ایک سطر بھی قرآنِ کریم کے مقابل بنا کر پیش نہ کرسکے کیونکہ مخلوق میں یہ طاقت نہیں کہ ایسا کلام پیش کرسکے جو اللہ تعالیٰ کے کلام کی طرح بلاغت وہدایت وتاثیر کا جامع ہو۔

آیت 89 ارشاد فرمایا: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بار بار بیان کی ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں تو اکثر لوگوں نے ناشکری کرنے کے علاوہ نہ مانا۔ **اہم بات:** قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی بڑی عظیم و جلیل نعمت ہے لہٰذا ہر عالم اور حافظ پر لازم ہے کہ اس نعمت کا شکر ادا کرے اور اس کے حقوق ادا کرنے پر ہمیشگی اختیار کرے۔

آیت 90-93 **شانِ نزول:** جب قرآنِ کریم کا اعجاز خوب ظاہر ہو چکا، واضح معجزات نے حجت قائم کردی اور کفار کے لئے عذر کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو وہ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے طرح طرح کی نشانیاں طلب کرنے لگے، حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جب ان کی ضد، عناد اور حق سے دشمنی کا حد سے گزرنا دیکھا تو آپ کو ان کی حالت پر رنج ہوا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان 4 آیات میں فرمایا گیا: انہوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ آپ ہمارے لئے سرزمین مکہ سے کوئی چشمہ بہادو یا

تَأْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ أَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ

اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ۔ یا تمہارے لئے کوئی سونے کا گھر ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ

وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ

اور ہم تمہارے چڑھ جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اتارو جو ہم پڑھیں۔ تم فرماؤ: میرا رب پاک ہے

هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُّؤْمِنُوْٓا إِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰىٓ إِلَّآ

ع ۱۰

میں تو صرف اللہ کا بھیجا ہوا ایک آدمی ہوں۔ اور لوگوں کو ایمان لانے سے ان کے پاس ہدایت آجانے کے بعد اسی بات نے منع کر رکھا ہے

أَنْ قَالُوْٓا أَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ

کہ وہ کہتے ہیں: کیا اللہ نے ایک آدمی کو رسول بنا کر بھیجا؟ تم فرماؤ: اگر زمین میں فرشتے ہوتے جو اطمینان سے چلتے پھرتے

تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر تم ان کے درمیان خوب نہریں جاری کر دو یا تم ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دو جیسا تم نے کہا ہے یا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ تو ہم انہیں دیکھیں یا تمہارے لئے کوئی سونے کا گھر ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھ جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اتارو جو ہم پڑھیں اور اس میں تمہاری تصدیق ہو۔ کفار کے تمام مطالبات کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایک ہی جواب دینے کا ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ان سے کہہ دیں: میرا رب پاک ہے، میں تو صرف دیگر رسولوں علیہم السلام کی طرح اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ایک آدمی ہوں۔ میرا کام اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا ہے، وہ میں نے پہنچا دیا اور جس قدر معجزات و آیات یقین و اطمینان کے لئے درکار ہیں اُن سے بہت زیادہ میرا پروردگار ظاہر فرما چکا لہٰذا حجت پوری ہو چکی ہے اور باقی تمہارے مطالبات پر معجزات کا ظاہر کرنا میرے ذاتی اختیار میں نہیں بلکہ رب کے حقیقی اختیار میں ہے اور معجزات کے اظہار کا رب اپنی حکمت سے جب چاہے اجازت دیتا ہے لہٰذا مجھ سے اس کا مطالبہ نہ کرو اور قرآن کے دلائل کے بعد تم اس پر غور کر لو کہ رسول کے انکار کرنے اور آیات الٰہیہ سے مکرنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

آیت 94 ارشاد فرمایا: حالانکہ لوگوں کے پاس ہدایت آچکی ہے مگر انہیں صرف اس بات نے ایمان لانے سے روک رکھا ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ یعنی وہ لوگ رسولوں کو بشر ہی جانتے رہے اور اُن کے منصبِ نبوت اور اللہ تعالیٰ کے عطا فرمائے ہوئے کمالات کے معترف نہ ہوئے، یہی اُن کے کفر کی اصل وجہ تھی اور اسی لئے وہ کہا کرتے تھے کہ کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا۔

آیت 95 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم ان کفار سے فرما دو کہ اگر انسانوں کے بجائے زمین میں صرف فرشتے رہائش پذیر ہوتے جو یہاں چلتے پھرتے تو ہم ان پر آسمان سے کسی فرشتے کو ہی رسول بنا کر بھیجتے کیونکہ وہ ان کی جنس سے ہوتا لیکن جب زمین میں انسان بستے ہیں تو رسول بھی انسان ہی بنایا جاتا ہے۔

لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْؕ

تو ہم ان پر آسمان سے کسی فرشتے کو ہی رسول بنا کر بھیجتے ○ تم فرماؤ: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے،

اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ﴿۹۶﴾ وَ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ

بیشک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا، دیکھنے والا ہے ○ اور جسے اللہ ہدایت دے تو وہی ہدایت پانے والا ہوتا ہے اور جنہیں وہ گمراہ کردے

فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِهٖؕ وَ نَحْشُرُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ

تو تم ہرگز ان کیلئے اس کے سوا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے اور ہم انہیں قیامت کے دن ان کے منہ کے بل اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ

النصف

عُمْیًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّاؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِیْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ

اندھے اور گونگے اور بہرے ہوں گے۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جب کبھی بجھنے لگے گی تو ہم ان کے لئے اور بھڑکا دیں گے ○ یہ ان کی سزا ہے

بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ

اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہنے لگے: کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں نئے سرے سے

آیت 96 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ فرمادیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اس بات پر اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے کہ جس چیز کے ساتھ مجھے بھیجا گیا وہ میں نے تم تک پہنچا دی اور تم نے اسے جھٹلایا اور دشمنی کی، بے شک وہ اپنے بندوں یعنی رسولوں اور جن کی طرف انہیں بھیجا گیا ان کے ظاہری اور باطنی تمام احوال کی خبر رکھنے والا اور انہیں دیکھنے والا ہے تو وہ انہیں اس کی جزا دے گا۔

آیت 97 نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا: اے حبیب! جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے تو وہی ہدایت پانے والا ہوتا ہے اور جنہیں وہ گمراہ کر دے تو تم ہرگز ان کے لئے اس کے سوا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے اور ہم انہیں قیامت کے دن ان کے منہ کے بل اس حال میں اٹھائیں گے کہ وہ جس طرح دنیا میں حق دیکھنے کی بصیرت نہ رکھتے تھے، حق بات بول نہیں سکتے تھے اور حق بات سننے سے بہرے تھے اسی طرح آخرت میں بھی اس چیز کو دیکھنے سے اندھے ہوں گے جو ان کی نگاہوں کو ٹھنڈا کرے، وہ بات بولنے سے گونگے ہوں گے جو ان کی طرف سے قبول کی جائے اور اس بات کو سننے سے بہرے ہوں گے جو ان کے کانوں کو لذت دے۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، جب کبھی اس کی آگ بجھنے لگے گی تو ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔ اہم بات: بروزِ قیامت کفار کو منہ کے بل اٹھایا جائے گا، چنانچہ حدیث پاک میں ہے: قیامت کے دن لوگ تین حالتوں میں اٹھائے جائیں گے، بعض پیدل، بعض سوار اور بعض چہروں کے بل چلیں گے۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! چہروں کے بل کیسے چلیں گے؟ فرمایا: جس نے انہیں قدموں پر چلایا وہ انہیں منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے، سن لو! وہ اپنے منہ کے ذریعے ہر بلند جگہ اور کانٹے سے بچیں گے۔ (ترمذی، حدیث: 3153)

آیت 98 سابقہ آیت میں بیان کی گئی وعید کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ عذاب ان کی سزا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے ہوئے کہنے لگے: کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں

خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿٩٨﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ

پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟○ اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے ہیں وہ اس پر قادر ہے کہ

عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ

ان لوگوں کی مثل اور پیدا کر دے اور اس نے ان کے لیے ایک مدت مقرر کر رکھی ہے جس میں کچھ شبہ نہیں تو ظالموں نے

اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٩٩﴾ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ

کفر کے علاوہ کچھ ماننے سے انکار کر دیا○ تم فرماؤ: اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو خرچ ہو جانے کے

ع خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿١٠٠﴾ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ

ڈر سے تم (انہیں) روک رکھتے اور آدمی بڑا کنجوس ہے○ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو نو روشن نشانیاں دیں

گے تو کیا ہمیں نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟

آیت 99 ارشاد فرمایا کہ کیا ان کافروں نے نہیں دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ جس نے سابقہ مادے کے بغیر آسمان اور زمین جیسی عظیم مخلوق پیدا کر دی ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ ان لوگوں کی مثل اور پیدا کر دے کیونکہ زمین و آسمان کے مقابلے میں انسانوں کی مثل پیدا کرنا آسان ہے اور جب وہ انسانوں کی مثل پیدا کرنے پر قادر ہے تو انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے اور اس نے ان کے مرنے، دوبارہ زندہ کئے جانے اور عذاب کے لئے ایک مدت مقرر کر رکھی ہے جس میں کچھ شبہ نہیں اور جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے، صرف اسی کی عبادت کرنے اور قیامت کے دن جزا کے لئے دوبارہ زندہ کئے جانے کی بات رکھ دی گئی تو ظالموں نے کفر کے علاوہ کچھ ماننے سے انکار کر دیا۔

آیت 100 کفار نے مطالبہ کیا تھا کہ ان کے شہر میں نہریں اور چشمے جاری کر دیئے جائیں تاکہ ان کے مال زیادہ اور معیشت بہتر ہو جائے، اس پر جواب دیا گیا کہ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں: اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو بھی تم اپنے بخل اور کنجوسی پر قائم رہتے اور خرچ ہو جانے کے ڈر سے ان خزانوں کو روک رکھتے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ آدمی بڑا کنجوس ہے۔ اہم بات: یہاں انسان کو اس کی اصل کے اعتبار سے بڑا کنجوس فرمایا گیا ہے کیونکہ انسان کو محتاج پیدا کیا گیا ہے اور محتاج لازمی طور پر وہ چیز پسند کرتا ہے جس سے محتاجی کا ضرر اس سے دور ہو جائے اور اسی لئے وہ اس چیز کو اپنی ذات کے لئے روک لیتا ہے جبکہ اس کی سخاوت خارجی اسباب کی وجہ سے ہوتی ہے جیسے اسے اپنی تعریف پسند ہے یا ثواب ملنے کی امید ہے۔

آیت 101 فرمایا: بیشک ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو 9 روشن نشانیاں دیں تو اے حبیب! آپ بنی اسرائیل سے پوچھو، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسالت کے ساتھ ان کے پاس تشریف لائے تو فرعون نے ان سے کہا: اے موسیٰ! بے شک میں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ تم پر جادو کیا ہوا ہے یعنی مَعَاذَ اللہ جادو کے اثر سے تمہاری عقل اپنی جگہ نہیں رہی یا یہاں "مَسْحُوْر" ساحر کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ عجائب جو آپ دکھلاتے ہیں، جادو کے کرشمے ہیں۔ اہم بات: حضرت موسیٰ

فَسْــٴَـلْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی

تو بنی اسرائیل سے پوچھو، جب وہ موسیٰ ان کے پاس تشریف لائے تو فرعون نے ان سے کہا: اے موسیٰ! بیشک میں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ

مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ بَصَآىٕرَۚ

تم پر جادو کیا ہوا ہے ○ فرمایا: یقیناً تو جان چکا ہے کہ ان نشانیوں کو عبرتیں کر کے آسمانوں اور زمین کے رب ہی نے نازل فرمایا ہے

وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

اور اے فرعون! میں یہ گمان کرتا ہوں کہ تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے ○ تو فرعون نے چاہا کہ ان (بنی اسرائیل) کو زمین سے نکال دے

فَاَغْرَقْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًاۙ ﴿۱۰۳﴾ وَّ قُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ

تو ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو غرق کر دیا ○ اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمایا: اس سرزمین میں سکونت اختیار کرو

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًاﭤ ﴿۱۰۴﴾ وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَؕ

پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم تم سب کو جمع کر لائیں گے ○ اور ہم نے قرآن کو حق ہی کے ساتھ اتارا اور حق کے ساتھ ہی یہ اترا

علیہ السلام کو جو 9 نشانیاں دی گئیں، یہ ہیں: (1) عصا (2) یدِ بیضا (3) بولنے میں دِقّت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک میں تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اسے دور فرما دیا (4) دریا کا پھٹنا اور اس میں رستے بننا (5) طوفان (6) ٹڈی (7) گھن (8) مینڈک (9) خون۔

آیت 102 ﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: اے فرعون! یقیناً تو جان چکا ہے کہ ان نشانیوں کو عبرتیں بنا کر آسمانوں اور زمین کے رب ہی نے نازل فرمایا ہے کیونکہ ان نشانیوں اور معجزات سے میری سچائی، میرا کامل العقل ہونا اور جادوگر نہ ہونا نیز ان نشانیوں کا خدا کی طرف سے ہونا ظاہر ہے اور اے فرعون! میں یہ گمان کرتا ہوں کہ تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے۔

آیت 103 ﴾ فرعون نے چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کو سرزمینِ مصر سے نکال دے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اس کے ساتھیوں سمیت غرق کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو سلامتی عطا فرمائی۔

آیت 104 ﴾ فرعون کی غرقابی کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اب تم اس سرزمین یعنی مصر و شام میں سکونت اختیار کرو، پھر جب قیامت آئے گی تو ہم تمہیں دوبارہ جمع کریں گے اور میدانِ قیامت میں سعادت مندوں اور بدبختوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دیں گے۔

آیت 105 ﴾ ارشاد فرمایا: ہم نے قرآن کو حق ہی کے ساتھ اتارا اور حق کے ساتھ ہی یہ اترا یعنی قرآن شیاطین کے خلط ملط سے محفوظ رہا اور اس میں کوئی تبدیلی نہ ہو سکی لہٰذا قرآن کا ایک ایک جملہ، کلمہ اور حرف برحق ہے۔ مزید فرمایا: اے حبیب! ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر فرمانبرداروں کو جنت کی خوش خبری دینے والا اور نافرمانوں کو ڈر سنانے والا۔ اہم بات: آیت کا یہ جملہ ﴿وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ﴾ ہر بیماری کے لئے مُجرَّب ہے، مرض کی جگہ ہاتھ رکھ کر پڑھ کر دم کر دیا جائے تو باِذْنِ اللہ بیماری دور ہو جاتی ہے۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا۔ اور قرآن کو ہم نے جدا جدا کر کے نازل کیا تاکہ تم اسے لوگوں پر

عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ

ٹھہر ٹھہر کر پڑھو اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا۔ تم فرماؤ: (اے لوگو!) تم اس قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ بیشک جن لوگوں کو

اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّیَقُوْلُوْنَ

اس سے پہلے علم دیا گیا جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں

سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ

ہمارا رب پاک ہے، بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونے والا تھا۔ اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں

آیت 106 ﴾ فرمایا کہ ہم نے قرآن کو 23 سال کے عرصہ میں جدا جدا کر کے نازل کیا تاکہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو کیونکہ اس طرح مضامین بآسانی سننے والوں کے ذہن نشین ہو جاتے ہیں اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے حالات و واقعات کی ضرورت کے مطابق نازل کیا۔

آیت 107 ﴾ ارشاد فرمایا: اے حبیب! ان لوگوں سے فرما دو کہ تم اس قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ اور اپنے لئے نعمتِ آخرت اختیار کرو یا عذابِ جہنم تمہاری مرضی لیکن جن سلیم الفطرت لوگوں کو اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے کسی آسمانی کتاب کا علم دیا گیا یعنی مومنین اہلِ کتاب جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بعثت سے پہلے انتظار و جستجو میں تھے اور آپ کی بعثت کے بعد شرفِ اسلام سے مشرف ہوئے جیسے حضرت زید بن عمرو بن نفیل، حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہم، تو جب ان حضرات کے سامنے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

آیت 108، 109 ﴾ سابقہ آیت میں جن سعادت مندوں کا تذکرہ ہوا انہی کے قول و فعل کا ذکر ان دو آیات میں ہے کہ وہ کہتے ہیں: ہمارا رب ہر عیب سے پاک ہے لہٰذا وہ وعدہ خلافی سے بھی پاک ہے تو بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونے والا تھا جو اُس نے اپنی پہلی کتابوں میں فرمایا تھا کہ نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو مبعوث فرمایا جائے گا اور یہ وعدہ پورا ہو چکا اور جب وہ قرآن سنتے ہیں تو اپنے رب کے حضور عجز و نیاز اور نرم دلی سے روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں اور یہ قرآن ان کے دلوں کے خشوع و خضوع اور جھکنے کو اور بڑھا دیتا ہے۔ اہم باتیں: (1) تلاوتِ قرآن کے وقت رونا مستحب ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: بیشک یہ قرآن حزن (غم کی کیفیت) کے ساتھ اترا ہے، اس لئے جب تم اسے پڑھو تو روؤ اور اگر رونہ سکو تو رونے جیسی شکل بناؤ۔ (ابن ماجہ، حدیث: 1337) (2) قرآنِ کریم دل میں نرمی اور خشوع و خضوع پیدا کرتا ہے۔ (3) یہ آیت ان آیات میں سے ہے جنہیں پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔

وَیَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَؕ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ

اور یہ قرآن ان کے دلوں کے جھکنے کو اور بڑھا دیتا ہے ○ تم فرماؤ: اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، تم جو کہہ کر پکارو سب اسی کے

الْحُسْنٰیۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ

اچھے نام ہیں اور اپنی نماز میں نہ آواز زیادہ بلند کرو اور نہ اسے بالکل آہستہ کرو اور دونوں کے درمیان کا راستہ تلاش کرو ○ اور تم کہو:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ

سب خوبیاں اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنے لیے بچہ اختیار نہ فرمایا اور بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں اور کمزوری کی وجہ سے اس کا

وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ﴿۱۱۱﴾

کوئی مددگار نہیں اور اس کی اچھی طرح بڑائی بیان کرو ○

آیت 110 ﴿ شانِ نزول: ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے طویل سجدہ کیا اور سجدہ میں یا اللہ، یا رحمٰن فرماتے رہے۔ ابو جہل نے سنا تو کہنے لگا: محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) ہمیں تو کئی معبودوں کے پوجنے سے منع کرتے ہیں اور خود دو کو پکارتے ہیں: اللہ کو اور رحمٰن کو۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ اللہ اور رحمٰن دو نام ایک ہی معبودِ برحق کے ہیں خواہ کسی نام سے پکارو، اس کے بہت سے نام ہیں اور سب اچھے ہیں۔ شانِ نزول: مکۂ مکرمہ میں قیام کے دوران جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نماز پڑھایا کرتے تو اپنی آواز مبارک قرآن پڑھنے میں بلند فرمایا کرتے تھے، کافر سن لیتے تو قرآنِ کریم، اس کے اتارنے اور لانے والے کی شان میں گستاخانہ کلمات بکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا کہ نماز کی قراءت کو اونچا نہ کرو کہ کافر سن لیں گے تو بیہودہ کلمات بکیں گے اور نہ اصحاب سے یوں آہستہ پڑھو کہ وہ سن نہ سکیں اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔

آیت 111 ﴿ ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم فرماؤ: سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنے لئے بچہ اختیار نہ فرمایا جیسا کہ مشرکین فرشتوں کو رب کی بیٹیاں، یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے تھے اور بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں اور کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار نہیں یعنی وہ کمزور نہیں کہ اس کو کسی حمایتی اور مددگار کی حاجت ہو اور اس کی اچھی طرح بڑائی بیان کرو۔ اہم باتیں: (1) آیت میں اللہ تعالیٰ کی اچھی طرح بڑائی بیان کرنے کا فرمایا گیا۔ حدیث پاک میں ہے: جس نے "اَللّٰہُ اَکْبَر" کہا اس کے لئے اس کے بدلے 20 نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے 20 گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ (مسند امام احمد، حدیث: 8099) (2) امام عبد اللہ بن احمد نسفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس آیت کا نام "اٰیَۃُ الْعِزّ" رکھا ہے اور بنی عبد المطلب کے بچے جب بولنا شروع کرتے تو ان کو سب سے پہلے یہی آیت سکھائی جاتی تھی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا ؕ﴿۱﴾ قَیِّمًا

تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں رکھی ۞ لوگوں کی مصلحتوں کو قائم

لِّیُنۡذِرَ بَاۡسًا شَدِیۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡہُ وَ یُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ

رکھنے والی نہایت معتدل کتاب تا کہ اللہ کی طرف سے سخت عذاب سے ڈرائے اور اچھے اعمال کرنے والے مومنوں کو خوشخبری دے کہ

سورۂ کہف کا تعارف سورۂ کہف مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 12 رکوع اور 110 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی آیت 9 تا 26 میں اصحابِ کہف یعنی پہاڑی غار والے چند اولیاءِ کرام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس مناسبت سے اس سورت کا نام "کہف" رکھا گیا۔ **فضائل:** (1) سورۂ کہف پڑھنے سے گھر میں سکون اور برکت نازل ہوتی ہے۔ (2) جو سورۂ کہف کی ابتدائی 10 آیات یاد کرے وہ دجال (کے فتنے) سے محفوظ رہے گا۔ (مسلم، حدیث:257(809)) (3) جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرے تو آئندہ جمعہ تک اس کے لئے خاص نور کی روشنی رہے گی۔ (مستدرک، حدیث:3444) **خلاصۂ مضامین:** سورۂ کہف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اَصحابِ کہف اور حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہم کے بارے میں کئے گئے کفار کے سوالات کا جواب، اصحابِ کہف کا واقعہ بیان کرکے حق ظاہر کرنے کے بعد کفار کو سرزنش، آخرت میں کفار کے اعمال برباد اور ضائع ہونے کا اعلان، کفار کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے غمزدہ ہونے کا بیان، ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کی جزا جنت اور اس کی نعمتوں کا بیان، فرشتوں کے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے اور شیطان کے سجدہ نہ کرنے کا واقعہ، حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ، اللہ تعالیٰ کے علم کی کوئی حد اور انتہا نہ ہونے کا بیان اور قرآنِ مجید کے اوصاف بیان کئے گئے کہ یہ عدل والی اور مستقیم کتاب ہے، مسلمانوں کو جنت کی بشارت اور کافروں کو عذابِ جہنم کی وعید سنانے کے لئے نازل ہوئی ہے۔

آیت 1 فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر کتاب یعنی قرآن نازل فرمایا جو اس کی بہترین نعمت اور بندوں کے لئے نجات وفلاح کا سبب ہے اور اس قرآن میں کوئی ٹیڑھ نہیں رکھی یعنی نہ کوئی لفظی خرابی نہ معنوی، نہ اس کی آیتوں میں آپس میں اختلاف ہے اور نہ تضاد۔ **اہم بات:** نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور یہی آپ کے لئے عزت وشرف ہے، نہ کہ خدا یا خدا کی اولاد کہنا شروع کردیا جائے جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں۔

آیت 2-4 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ مجید بندوں کی دینی ودنیوی مصلحتیں قائم رکھنے والی انتہائی معتدل کتاب ہے اور

لَھُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ﴿٢﴾ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۙ﴿٣﴾ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴿٤﴾

ان کے لیے اچھا ثواب ہے۞ جس میں ہمیشہ رہیں گے۞ اور ان لوگوں کو ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنا کوئی بچہ بنایا ہے۞

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ

اس بارے میں نہ تو وہ کچھ علم رکھتے ہیں اور نہ ان کے باپ دادا۔ کتنا بڑا بول ہے جو ان کے منہ سے نکلتا ہے۔ وہ بالکل جھوٹ

اِلَّا كَذِبًا ﴿٥﴾ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴿٦﴾

کہہ رہے ہیں۞ اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو ہو سکتا ہے کہ تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کو ختم کر دو۞

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴿٧﴾ وَاِنَّا

بیشک ہم نے زمین پر موجود چیزوں کو زمین کیلئے زینت بنایا تاکہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے۞ اور بیشک

اسے اس لئے نازل کیا گیا ہے تاکہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس کتاب کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافروں کو سخت عذاب سے ڈرائیں اور رضائے الٰہی کے لئے اچھے عمل کرنے والے مومنوں کو خوش خبری دیں کہ ان کے لئے اچھا ثواب یعنی جنت اور اس کی نعمتیں ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور قرآنِ کریم کو اس لئے نازل کیا گیا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ ان لوگوں کو ڈرائیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کوئی اولاد بنائی ہے۔

آیت5 یہ قول کہ "اللہ تعالیٰ نے اپنا کوئی بچہ بنایا ہے" اس بارے میں نہ تو وہ کچھ علم رکھتے ہیں اور نہ ان کے باپ دادا جن کی وہ اس عقیدے میں پیروی کر رہے ہیں یعنی علم اس بات کا تقاضا ہی نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ اپنی کوئی اولاد بنائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے بچے کا ہونا فی نَفْسِہٖ محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے بچہ ہونا کتنا بڑا بول ہے جو ان کے منہ سے نکلتا ہے۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی شان میں بالکل جھوٹ کہہ رہے ہیں۔

آیت6 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کفار کے ایمان نہ لانے پر نہایت رنجیدہ رہتے تھے اس پر آپ کے قلبِ مبارک کو تسلی دی گئی کہ آپ ان بے ایمانوں کے ایمان سے محروم رہنے پر اس قدر رنج و غم نہ کیجئے اور اپنی جانِ پاک کو اس غم سے ہلاکت میں نہ ڈالئے کہ وہ قرآنِ پاک پر ایمان نہیں لاتے۔ اہم بات: اس طرح کی آیات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جذبۂ تبلیغ، امت دعوت پر رحمت اور رسالت کے حقوق کو انتہائی اعلیٰ طریقے سے ادا کرنے کا بھی پتہ چلتا ہے کہ کافروں کے ایمان نہ لانے پر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس قدر غمزدہ ہو رہے ہیں جس سے جان چلی جانے کا خطرہ ہے۔ تبلیغ دین کا جذبہ اور نیکی کی دعوت بہت عظیم عمل ہیں۔

آیت7 فرمایا کہ ہم نے زمین پر موجود چیزوں جیسے حیوانات، نباتات، معدنیات، نہروں اور دریاؤں کو زمین کے لئے زینت بنایا ہے اور ان چیزوں کو پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے، کون زہد و تقویٰ اختیار کرتا اور مُحرّمات و ممنوعات سے بچتا ہے۔

آیت8 دنیا کی ناپائیداری اور قابلِ فنا ہونے کو بیان فرمایا گیا کہ جو کچھ زمین پر ہے قیامت کے دن وہ سب کا سب خشک میدان کی

لَجٰعِلُوۡنَ مَا عَلَیۡهَا صَعِیۡدًا جُرُزًا ﴿۸﴾ اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡکَهۡفِ وَ الرَّقِیۡمِ

جو کچھ زمین پر ہے ہم اسے خشک میدان بنا دیں گے ○ کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑی غار اور جنگل کے کنارے والے

کَانُوۡا مِنۡ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾ اِذۡ اَوَی الۡفِتۡیَۃُ اِلَی الۡکَهۡفِ فَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا

وہ ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے ○ جب ان نوجوانوں نے ایک غار میں پناہ لی، پھر کہنے لگے: اے ہمارے رب! ہمیں

مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً وَّ هَیِّیٴۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾ فَضَرَبۡنَا عَلٰۤی اٰذَانِهِمۡ فِی الۡکَهۡفِ

اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے معاملے میں ہدایت کے اسباب مہیا فرما ○ تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر

طرح بنا دیا جائے گا جس پر کوئی رونق نہ ہو گی لہٰذا ایسی فانی چیز سے کیا دل لگانا۔ اہم بات: دنیا کی محبت دور کرنے کا سب سے عمدہ طریقہ یہی ہے کہ اس کی فنائیت میں غور کیا جائے، آدمی جتنا اس میں غور کرتا جاتا ہے اتنی ہی دنیا کی محبت اس کے دل سے کم ہوتی جاتی ہے۔

آیت 9 ﴾ اصحابِ کہف کا واقعہ بیان ہو رہا ہے، فرمایا: اے حبیب! کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑی غار اور جنگل کے کنارے والے وہ ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے۔ اہم باتیں: (1) اس واقعے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عجیب نشانیوں میں سے ایک نشانی اس لئے قرار دیا کہ اس میں بہت سی نصیحتیں اور حکمتیں ہیں۔ (2) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رقیم اس وادی کا نام ہے جس میں اصحابِ کہف ہیں۔

آیت 10 ﴾ ان نوجوانوں نے اپنی کافر قوم سے اپنا ایمان بچانے کے لئے ایک غار میں پناہ لی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی: اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہدایت و نصرت اور رزق و مغفرت اور دشمنوں سے امن عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے معاملے میں ہدایت کے اسباب مہیا فرما۔ اہم باتیں: (1) اصحابِ کہف کے متعلق قوی ترین قول یہ ہے کہ وہ سات حضرات تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق ان کے نام یہ ہیں: (۱) مکسلمینا (۲) یملیخا (۳) مرطونس (۴) بینونس (۵) سارینونس (۶) ذونوانس (۷) کشفیط طنونس اور اُن کے کتے کا نام قطمیر ہے۔ (2) اصحابِ کہف کے نام بڑے بابرکت ہیں۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ بچے کے رونے، باری کے بخار، دردِ سر، اُمُّ الصبیان (خاص قسم کے دماغی جھٹکے اور دورے)، خشکی و تری کے سفر، جان و مال کی حفاظت، عقل کی تیزی اور قیدیوں کی آزادی کے لئے یہ اسما لکھ کر تعویذ کی طرح بازو میں باندھے جائیں۔ (3) اکثر مفسرین کے نزدیک اصحابِ کہف کا واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد رونما ہوا۔ یہ اُفسوس نامی ایک شہر کے صاحبِ ایمان جوان تھے۔ ان کے زمانے میں دقیانوس نامی ایک بڑا جابر بادشاہ تھا جو لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کرتا اور جو راضی نہ ہوتا اسے قتل کر ڈالتا۔ بادشاہ کے ظلم سے اپنا ایمان بچانے کے لئے یہ حضرات قریب کے پہاڑ میں غار کے اندر پناہ گزین ہوئے، وہاں سو گئے اور 300 برس سے زیادہ عرصہ تک اسی حال میں رہے۔

آیت 11 ﴾ جب وہ غار میں لیٹے تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال تک پردہ لگا رکھا یعنی انہیں ایسی نیند سلا دیا کہ کوئی آواز بیدار نہ کر سکے۔ اہم باتیں: (1) کراماتِ اولیا حق ہیں، اصحابِ کہف بنی اسرائیل کے اولیاء ہیں، ان کا کھائے پئے بغیر اتنی

سِنِیْنَ عَدَدًا ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْۤا

گنتی کے کئی سال پردہ لگا رکھا ○ پھر ہم نے انہیں جگایا تاکہ دیکھیں کہ دو گروہوں میں سے کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ درست

اَمَدًا ﴿۱۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ

بتاتا ہے ○ ہم آپ کے سامنے ان کا ٹھیک ٹھیک حال بیان کرتے ہیں۔ بیشک وہ کچھ جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے

وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا

اور ہم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کر دیا ○ اور ہم نے ان کے دلوں کو قوت عطا فرمائی جب وہ کھڑے ہوگئے تو کہنے لگے: ہمارا رب وہ ہے

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ

جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اس کے سوا کسی معبود کی عبادت ہرگز نہیں کریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں تو اس وقت ہم ضرور حد سے بڑھی ہوئی

اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْ لَا یَاْتُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَیِّنٍ ؕ

بات کہنے والے ہوں گے ○ یہ ہماری قوم ہے انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں، یہ ان پر کوئی روشن دلیل کیوں نہیں لاتے؟

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَ مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ

تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟ ○ اور (آپس میں کہا:) جب تم ان لوگوں سے اور اللہ کے سوا جن کو یہ پوجتے

مدت زندہ رہنا کرامت ہے۔ (2) کرامت ولی سے سوتے میں بھی صادر ہو سکتی ہے اور بعد وفات بھی۔ (3) یہ ضروری نہیں کہ ولی اپنے اختیار سے کرامت ظاہر کرے اور اسے علم بھی ہو، بعض اوقات بغیر ولی کے اختیار اور علم کے بھی کرامت ظاہر ہوتی ہے۔

آیت 12 فرمایا کہ پھر ہم نے اصحاب کہف کو 309 سال کی نیند کے بعد جگایا تاکہ دیکھیں کہ ان کے سونے کی مدت کے بارے میں اختلاف کرنے والے دو گروہوں میں سے کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ درست بتاتا ہے۔

آیت 13 فرمایا کہ ہم آپ کے سامنے اصحابِ کہف کا ٹھیک ٹھیک حال بیان کرتے ہیں۔ بیشک وہ کچھ جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی ہدایت یعنی ایمان اور بصیرت میں اضافہ کر دیا۔

آیت 14 اور ہم نے ان کے دلوں کو حق بات کہنے پر قوت عطا فرمائی جب وہ اپنے بادشاہ دقیانوس کے سامنے کھڑے ہوگئے اور بادشاہ نے انہیں بتوں کی عبادت نہ کرنے پر باز پرس کی تو وہ کہنے لگے: ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اس کے سوا کسی معبود کی عبادت ہرگز نہیں کریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں تو اس وقت ہم ضرور حد سے بڑھی ہوئی بات کہنے والے ہوں گے۔

آیت 15 یہ ہماری قوم ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں، یہ ان کی عبادت پر کوئی روشن دلیل کیوں نہیں لاتے؟ تو اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور یہ گمان کرے کہ اس کا کوئی شریک یا اس کی کوئی اولاد ہے۔

آیت 16 جب اصحاب کہف نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے قوم سے علیحدہ ہونے کا پختہ ارادہ کر لیا تو انہوں نے آپس میں کہا کہ جب

فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ

ہیں ان سے جدا ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو، تمہارا رب تمہارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں تمہارے لئے آسانی

مِّرْفَقًا (۱۶) وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ

مہیا کر دے گا۔ اور اے حبیب! تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے تو ان کے غار کے دائیں جانب مائل ہو کر نکل جاتا ہے اور

اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ

جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا کر گزر جاتا ہے حالانکہ وہ اس غار کے کھلے حصے میں ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا (۱۷) ع ۱۴

جسے اللہ ہدایت دیتا ہے تو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کرے تو تم ہرگز اس کیلئے کوئی راہ دکھانے والا مددگار نہ پاؤ گے۔

وَ تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ ۖۗ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ ۖۗ وَ كَلْبُهُمْ

اور تم انہیں جاگتے ہوئے خیال کرو گے حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم ان کی دائیں اور بائیں کروٹ بدلتے رہتے ہیں اور ان کا کتا

تم ان لوگوں سے اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو یہ پوجتے ہیں ان سے جدا ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو جہاں ان کے فتنہ سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو، تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں تمہارے لئے آسانی مہیا کر دے گا۔ اہم باتیں: (1) فتنوں کے زمانہ میں خلقت سے علیحدگی حفاظتِ ایمان کا ذریعہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے: عنقریب مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جنہیں لے کر یہ پہاڑ کی چوٹیوں اور برساتی مقامات پر چلا جائے گا کیونکہ وہ اپنے دین کو بچانے کی خاطر فتنوں سے بھاگ رہا ہو گا۔ (بخاری، حدیث: 7088) (2) مقبولانِ بارگاہِ الٰہی تقیہ نہیں کرتے جیسے اصحابِ کہف نے علاقہ چھوڑ دیا لیکن تقیہ نہ کیا۔

آیت 17 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے تو ان کے غار کے دائیں جانب مائل ہو کر نکل جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا کر گزر جاتا ہے یعنی ان پر تمام دن سایہ رہتا ہے اور طلوع سے غروب تک کسی وقت دھوپ کی گرمی انہیں نہیں پہنچتی حالانکہ وہ غار کے کھلے حصے میں ہیں جہاں خوشگوار ٹھنڈی ہوا پہنچتی رہتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے تو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کرے تو تم ہرگز اس کے لئے کوئی راہ دکھانے والا مددگار نہ پاؤ گے۔ اہم بات: مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان کا غار جنوب رخ (میں) واقع ہوا ہے کہ سورج نکلتے وقت بائیں اور غروب کے وقت داہنے ہوتا ہے اور ان پر کسی وقت دھوپ نہیں پہنچتی، یہ ہی تفسیر زیادہ قوی ہے۔

آیت 18 فرمایا کہ اگر تم انہیں دیکھو تو تم انہیں جاگتے ہوئے خیال کرو گے کیونکہ ان کی آنکھیں کھلی ہیں حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم ان کی دائیں اور بائیں کروٹ بدلتے رہتے ہیں تاکہ ایک ہی طرح لیٹے رہنے سے ان کے بدن کو نقصان نہ پہنچے اور ان کا کتا غار کی چوکھٹ پر اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے اور جب اصحابِ کہف کروٹ بدلتے ہیں تو وہ بھی کروٹ بدلتا ہے۔ اے سننے والے! اگر تو انہیں

بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ
بازو کی چوکھٹ پر اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے۔ اے سننے والے! اگر تو انہیں جھانک کر دیکھ لے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے اور
لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾ وَ كَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ
ان کی ہیبت سے بھر جائے ○ اور ویسا ہی ہم نے انہیں جگایا تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے حالات پوچھیں۔ ان میں سے ایک کہنے والے
مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ
نے کہا: تم یہاں کتنی دیر رہے ہو؟ چند افراد نے کہا: کہ ہم ایک دن رہے ہیں یا ایک دن سے کچھ کم وقت۔ دوسروں نے کہا: تمہارا رب خوب
بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَاۤ
جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے ہو تو اپنے میں سے ایک کو یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو تاکہ وہ دیکھے کہ وہاں کون سا کھانا
اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَ لْيَتَلَطَّفْ وَ لَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾
زیادہ عمدہ ہے پھر تمہارے پاس اسی میں سے کوئی کھانا لے آئے اور اسے چاہیے کہ نرمی سے کام لے اور ہر گز کسی کو تمہاری اطلاع نہ دے ○

نصف القرآن باعتبار عدد الحروف بأنّ القاف بعد التاء من الصف الاوّل و اللام الثانية من الصف الآخر ۱۲

جھانک کر دیکھ لے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے اور ان کی ہیبت سے بھر جائے یعنی اللہ تعالیٰ نے ایسی ہیبت سے ان کی حفاظت فرمائی ہے کہ ان تک کوئی جا نہیں سکتا۔ اہم باتیں: (1) جو کوئی یہ کلمات ﴿وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ﴾ لکھ کر اپنے ساتھ رکھے تو کتے کے ضرر سے امن میں رہے گا۔ (2) علامہ قرطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: جب نیک بندوں اور اولیاء کرام کی صحبت میں رہنے کی برکت سے ایک کتا اتنا بلند مقام پا گیا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآنِ پاک میں فرمایا تو اس مسلمان کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے جو اولیا اور صالحین سے محبت کرنے والا اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہونے والا ہے بلکہ اس آیت میں ان مسلمانوں کے لئے تسلی ہے جو کسی بلند مقام پر فائز نہیں (قرطبی، 5/269) کہ وہ اپنی اس محبت و عقیدت کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی میں سرخرو ہوں گے۔

آیت 19 یہاں سے بقیہ واقعے کی تفصیل بیان ہو رہی ہے، فرمایا گیا: جیسا ہم نے انہیں سلایا ویسا ہی ایک مدتِ دراز کے بعد ہم نے انہیں جگایا تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے حالات پوچھیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرتِ عظیمہ دیکھ کر ان کا یقین زیادہ ہو اور وہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کریں چنانچہ جب وہ بیدار ہوئے تو ان میں سے ایک کہنے والے یعنی مَکْسَلْمِینا جو اُن میں سب سے بڑے تھے، کہنے لگے: تم یہاں کتنی دیر رہے ہو؟ چند افراد نے کہا کہ ہم یہاں ایک دن رہے ہیں یا ایک دن سے کچھ کم وقت۔ کیونکہ وہ غار میں طلوعِ آفتاب کے وقت داخل ہوئے تھے اور جب اُٹھے تو آفتاب قریبِ غروب تھا، اس سے انہوں نے گمان کیا کہ یہ وہی دن ہے۔ بقیہ لوگوں نے کہا: تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے ہو کہ تھوڑا عرصہ ہوا ہے یا زیادہ، تو اپنے میں سے ایک کو یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو تاکہ وہ جا کر دیکھے کہ وہاں کون سا کھانا زیادہ عمدہ ہے جس میں حرمت کا کوئی شبہ نہ ہو پھر وہی کھانا لے آئے اور جانے والے کو چاہیے کہ آنے جانے میں نرمی سے کام لے اور ہر گز کسی کو تمہاری اطلاع نہ دے۔ اہم بات: اصحاب کہف اپنے ساتھ دقیانوسی سکے

اِنَّهُمْ اِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْكُمْ یَرْجُمُوْكُمْ اَوْ یُعِیْدُوْكُمْ فِیْ مِلَّتِهِمْ وَ لَنْ تُفْلِحُوْۤا اِذًا

بیشک اگر انہوں نے تمہیں جان لیا تو تمہیں پتھر ماریں گے یا تمہیں اپنے دین میں پھیر لیں گے اور اگر ایسا ہوا تو پھر تم کبھی بھی فلاح

اَبَدًا ﴿۲۰﴾ وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَیْهِمْ لِیَعْلَمُوْۤا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَیْبَ

نہ پاؤ گے ○ اور اسی طرح ہم نے ان پر مطلع کر دیا تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کچھ شبہ

فِیْهَا ۚۚ اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَیْهِمْ بُنْیَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ

نہیں، جب وہ لوگ ان کے معاملے میں باہم جھگڑنے لگے تو کہنے لگے: ان کے غار پر کوئی عمارت بنادو، ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے،

قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾ سَیَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ

جو لوگ اپنے اس کام میں غالب رہے تھے انہوں نے کہا: ہم ضرور ان کے قریب ایک مسجد بنائیں گے ○ اب لوگ کہیں گے کہ وہ تین ہیں

رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَ یَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَیْبِ ۚ وَ یَقُوْلُوْنَ

(جبکہ) چوتھا ان کا کتا ہے اور کچھ کہیں گے: وہ پانچ ہیں (اور) چھٹا ان کا کتا ہے (یہ سب) بغیر دیکھے اندازے ہیں اور کچھ کہیں گے:

لے کر گئے تھے اور سوتے وقت انہیں اپنے سرہانے رکھ لیا تھا۔ معلوم ہوا کہ مسافر کو خرچ ساتھ رکھنا طریقۂ توکل کے خلاف نہیں۔

آیت 20 اصحاب کہف نے آپس میں کہا کہ اگر انہوں نے تمہیں جان لیا تو تمہیں پتھر ماریں گے اور بری طرح قتل کریں گے یا جبر و ستم سے تمہیں اپنے دین میں پھیر لیں گے اور اگر ایسا ہوا تو پھر تم کبھی فلاح نہ پاؤ گے۔

آیت 21 فرمایا کہ جیسے ہم نے اصحابِ کہف کو جگایا تھا اسی طرح ہم نے لوگوں کو دقیانوس کے مرنے اور مدت گزر جانے کے بعد اصحاب کہف کے بارے میں مطلع کر دیا تاکہ تمام لوگ اور بالخصوص بیدروس بادشاہ کی قوم کے منکرین قیامت جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کچھ شبہ نہیں۔ پھر اصحاب کہف کی وفات کے بعد ان کے ارد گرد عمارت بنانے میں لوگ باہم جھگڑنے لگے تو کہنے لگے: ان کے غار پر کوئی عمارت بنادو۔ ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے۔ جو لوگ اپنے اس کام میں غالب رہے تھے یعنی بیدروس بادشاہ اور اس کے ساتھی، انہوں نے کہا: ہم ضرور ان کے قریب ایک مسجد بنائیں گے جس میں مسلمان نماز پڑھیں اور ان کے قرب سے برکت حاصل کریں۔ اہم باتیں: (1) بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجدیں بنانا اہل ایمان کا قدیم طریقہ ہے، قرآنِ کریم نے یہاں اسی کو بیان فرمایا ہے۔ (2) بزرگوں کے قرب میں برکت حاصل ہوتی ہے اسی لئے اہل اللہ کے مزارات پر لوگ حصول برکت کے لئے جایا کرتے ہیں۔

آیت 22 فرمایا کہ اب کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ تین ہیں جبکہ چوتھا ان کا کتا ہے اور کوئی کہے گا کہ وہ پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کتا ہے۔ یہ سب بغیر دیکھے اندازے ہیں یعنی یہ دونوں اندازے غلط ہیں وہ نہ تین ہیں نہ پانچ، اور کچھ کہیں گے: وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے اور یہ کہنے والے مسلمان ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو ثابت رکھا کیونکہ انہوں نے جو کچھ کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے

سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ ۬

وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے۔ تم فرماؤ! میرا رب ان کی تعداد خوب جانتا ہے۔ انہیں بہت تھوڑے لوگ جانتے ہیں۔

فَلَا تُمَارِ فِیْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۪ وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِیْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾ وَ لَا تَقُوْلَنَّ

ع ۱۵

توان کے بارے میں بحث نہ کرو مگر اتنی ہی جتنی ظاہر ہو چکی ہے اور ان کے بارے میں ان میں سے کسی سے کچھ نہ پوچھو○ اور ہرگز

لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَ قُلْ

کسی چیز کے متعلق نہ کہنا کہ میں کل یہ کرنے والا ہوں○ مگر یہ کہ اللہ چاہے اور جب تم بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کرلو اور یوں کہو کہ

عَسٰۤى اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾ وَ لَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ

قریب ہے کہ میرا رب مجھے اس واقعے سے زیادہ قریب ہدایت کا کوئی راستہ دکھائے○ اور وہ اپنے غار میں تین سو سال ٹھہرے

علم حاصل کر کے کہا۔ تم فرماؤ! میرا رب ان کی تعداد خوب جانتا ہے کیونکہ تمام جہانوں کی تمام تفصیلات اور گزشتہ و آئندہ کی کائنات کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے یا جسے وہ عطا فرمائے۔ اصحاب کہف کی تعداد کو بہت تھوڑے لوگ جانتے ہیں تو ان کے بارے میں اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر اتنی ہی جتنی ظاہر ہو چکی ہے اور ان کے بارے میں ان میں سے کسی سے کچھ نہ پوچھو۔ اہم بات: اصحاب کہف کی تعداد کے متعلق لوگوں کا اختلاف اور اس اختلاف کا حل ارشاد فرمایا گیا۔ یہی حل ہر اس مسئلے کا ہے جو اہم نہ ہو اور جس کے جاننے سے کوئی خاص فائدہ و ضرورت نہ ہو۔

آیت 24،23 شانِ نزول: اہل مکہ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روح، اصحاب کہف اور حضرت ذوالقرنین کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ کل بتاؤں گا اور اِنْ شَآءَ اللّٰہ نہیں فرمایا تو کئی روز وحی نہیں آئی پھر یہ آیت اتری اور ان دو آیات میں فرمایا گیا: اور ہرگز کسی چیز کے متعلق نہ کہنا کہ میں کل یہ کرنے والا ہوں مگر ساتھ ہی یہ کہا کرو کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو میں کر لوں گا۔ اور فرمایا کہ "جب تم بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کرلو" یعنی اگر اِنْ شَآءَ اللّٰہ کہنا یاد نہ رہے تو جب یاد آئے کہہ لو۔ اس آیت کی تفسیر میں اور اقوال بھی ہیں۔ مزید فرمایا: یوں کہو کہ قریب ہے کہ میرا رب میری نبوت پر دلائل کے لئے اصحاب کہف کے اس واقعے سے زیادہ قریب ہدایت کا کوئی راستہ دکھائے یعنی ایسے معجزات عطا فرمائے جو میری نبوت پر اس سے بھی زیادہ ظاہر دلالت کریں جیسے انبیاءِ سابقین کے احوال کا بیان، غیوب کا علم، قیامت تک پیش آنے والے واقعات کا بیان، چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور حیوانات کا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا وغیرہ۔ اہم بات: یہاں اسلامی تعلیمات کی ایک بنیادی چیز بیان ہوئی کہ مسلمان اپنے ارادے میں اِنْ شَآءَ اللّٰہ ضرور کہا کرے۔

آیت 25 اصحاب کہف کے غار میں قیام کی مدت کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنے غار میں تین سو نو سال ٹھہرے۔

وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَ

اور نو سال زیادہ ○ تم فرماؤ: اللہ خوب جانتا ہے وہ جتنا ٹھہرے۔ آسمانوں اور زمین کے سب غیب اسی کے لیے ہیں، وہ کتنا دیکھنے والا اور

اَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ ۫ وَّ لَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَ اتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ

سننے والا ہے۔ ان کیلئے اس کے سوا کوئی مددگار نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا ○ اور اپنے رب کی کتاب سے اس وحی کی

اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ۫ وَ لَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾

تلاوت کرو جو آپ کی طرف بھیجی گئی ہے۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور تم ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤ گے ○

وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ

اور اپنی جان کو ان لوگوں کے ساتھ مانوس رکھ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں

آیت 26 ﴿ شانِ نزول: نجران کے نصرانیوں نے کہا تھا کہ 300 برس تک ٹھیک ہے اور 9 کی زیادتی کیسی ہے، اس کا ہمیں علم نہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اگر لوگ اس مدت میں جھگڑا کریں تو اللہ تعالیٰ ہی کا فرمانا برحق ہے لہٰذا تم ان سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ لوگ کتنا ٹھہرے تھے، خواہ وہ ان کے غار میں سونے والی مدت ہو یا تب سے لے کر اب تک کی مدت کیونکہ آسمانوں اور زمین کے سب غیبوں کا علم اسی کو ہے، کوئی ظاہر اور کوئی باطن اس سے چھپا نہیں۔ آسمانوں اور زمین والوں کے لئے اس کے سوا کوئی مددگار نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا کیونکہ وہ شریک سے بے پرواہ ہے۔

آیت 27 ﴿ ارشاد فرمایا: اے حبیب! اپنے رب کی کتاب سے اس وحی کی تلاوت کریں جو آپ کی طرف بھیجی گئی ہے اور کفار کی ان باتوں کی پروا نہ کریں کہ آپ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آئیں یا اسے تبدیل کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو بدلنے پر کوئی قادر نہیں اور تم ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤ گے۔

آیت 28 ﴿ شانِ نزول: سردارانِ کفار کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمیں غریبوں کے ساتھ بیٹھتے شرم آتی ہے۔ اگر آپ انہیں اپنی صحبت سے جدا کر دیں تو ہم اسلام لے آئیں اور ہمارے اسلام لانے سے خلقِ کثیر اسلام لے آئے گی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرمایا گیا کہ آپ اپنی جان کو ان لوگوں کے ساتھ مانوس رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، اس کی رضا چاہتے ہیں یعنی جو اخلاص کے ساتھ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول رہتے ہیں اور وہ غریب ہیں۔ مزید فرمایا کہ تمہاری آنکھیں دنیوی زندگی کی زینت چاہتے ہوئے انہیں چھوڑ کر اوروں پر نہ پڑیں اور اس کی بات نہ مان جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔ اہم باتیں: (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تربیت خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جیسے یہاں ہوا۔ (2) اچھوں کے ساتھ رہنا اچھا ہے اگرچہ وہ فقرا ہوں اور بروں کے ساتھ

وَ لَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْۚ-تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاۚ-وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ

اور تیری آنکھیں دنیوی زندگی کی زینت چاہتے ہوئے انہیں چھوڑ کر اوروں پر نہ پڑیں اور اس کی بات نہ مان جس کا دل ہم نے

عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا(۲۸) وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ

اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا○ اور تم فرمادو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے

فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْۙ-اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًاۙ-اَحَاطَ بِهِمْ

توجو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے بیشک ہم نے ظالموں کے لیے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی

سُرَادِقُهَاؕ-وَ اِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَؕ-

اور اگر وہ پانی کے لیے فریاد کریں توان کی فریاد اس پانی سے پوری کی جائے گی جو پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو ان کے منہ کو بھون دے گا۔

رہنا برا ہے اگرچہ وہ مالدار ہوں۔ (3) صبح و شام خصوصیت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا بہت افضل ہے۔ قرآنِ پاک میں بطورِ خاص صبح و شام کے ذکر کو بکثرت بیان فرمایا ہے۔ درس: اس حکم میں قیامت تک کے مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ غافلوں، متکبروں، ریاکاروں، دنیاداروں کی نہ مانا کریں اور ان کے مال و دولت پر نظریں نہ جمائیں بلکہ مخلص، صالح، غربا و مساکین کے ساتھ تعلق رکھیں اور ان ہی کی اطاعت کیا کریں۔ دنیا کی محبت میں گرفتار مالداروں کی بات ماننا دین کو برباد کر دیتا ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ مال اور مالدار فی نفسہ نہ برے ہیں اور نہ اچھے بلکہ مال کا غلط استعمال اور ایسے مالدار برے ہیں اور چونکہ مالدار عموماً نفس پرستی میں پڑ جاتے ہیں اسی لئے ان کی عمومی مذمت بیان کی جاتی ہے۔

آیت 29 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم فرمادو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے اور حق و باطل ظاہر ہو چکا ہے لہٰذا میں تو مسلمانوں کو ان کی غربت کے باعث تمہاری دل جوئی کے لئے اپنی مجلس مبارک سے جدا نہیں کروں گا، جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے اور خود ہی اپنا انجام سوچ اور سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی اور اگر وہ پیاس کی شدت سے پانی کے لئے فریاد کریں توان کی فریاد اس پانی سے پوری کی جائے گی جو پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو ان کے منہ کو بھون دے گا۔ کیا ہی برا پینا ہے اور دوزخ کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ اہم بات: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ روغن زیتون کی تلچھٹ کی طرح گاڑھا پانی ہے اور حدیث پاک میں ہے کہ جب وہ منہ کے قریب کیا جائے گا تو منہ کی کھال اس سے جل کر گر پڑے گی۔ (ترمذی، حدیث:2592) اور بعض مفسرین کا قول ہے کہ وہ پگھلایا ہوا رانگ اور پیتل ہے۔ درس: آیت میں ہر اس مسلمان کے لئے بھی بڑی نصیحت ہے جو ظلم اور گناہ کرنے میں مصروف ہے، اسے اپنے گناہوں پر ندامت و شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے توبہ و استغفار کرنا اور نیک اعمال میں مصروف ہو جانا چاہئے ورنہ یاد رکھے کہ مرنے کے بعد کا سفر انتہائی طویل ہے، جہنم کی گرمی بڑی شدید ہے، اہلِ جہنم کا پانی پگھلے ہوئے تانبے کی طرح اور جہنمیوں کی پیپ ہے اور جہنم کی قید بہت سخت ہے۔

بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا

کیا ہی برا پینا اور دوزخ کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے○ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ہم

لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ

ان کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے عمل کرنے والے ہوں○ ان کے لیے ہمیشگی کے باغات ہیں ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں،

یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ یَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ

انہیں ان باغوں میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ سبز رنگ کے باریک اور موٹے ریشم کے کپڑے پہنیں گے

مُّتَّكِـِٕیْنَ فِیْهَا عَلَى الْاَرَآىٕكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَ حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾ وَ اضْرِبْ لَهُمْ

وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔ یہ کیا ہی اچھا ثواب ہے اور جنت کی کیا ہی اچھی آرام کی جگہ ہے○ اور ان کے سامنے

مَّثَلًا رَّجُلَیْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَیْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّ حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ

دو آدمیوں کا حال بیان کرو کہ ان میں سے ایک آدمی کیلئے ہم نے انگوروں کے دو باغ بنائے اور ان دونوں باغوں کو کھجوروں سے ڈھانپ دیا

ع ۱۶

آیت 30، 31 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ہم ان کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے عمل کرنے والے ہوں بلکہ انہیں ان کی نیکیوں کی جزا دیتے ہیں اور ان کا اجر جناتِ عدن یعنی ہمیشہ بسنے کے باغات ہیں کہ نہ وہاں سے نکالے جائیں اور نہ کسی کو موت آئے، ان باغات کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جنتیوں کو ان باغوں میں سونے، چاندی اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ انتہائی خوبصورت ریشمی لباس پہنے ہوں گے کوئی باریک ہو گا اور کوئی موٹا ریشم اور وہ جنت میں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔ یہ کیا ہی اچھا ثواب ہے اور جنت کی کیا ہی اچھی آرام کی جگہ ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حدیث پاک میں ہے کہ وضو کا پانی جہاں جہاں پہنچتا ہے وہ تمام اعضا جنتی زیورات سے آراستہ کئے جائیں گے۔ (مسلم، حدیث: 40(250)) (2) ریشمی لباس اور سونے چاندی کے کنگن جنتی لباس ہیں، دنیا میں عورتوں کے لئے حلال اور مردوں کے لئے حرام ہیں۔ حدیثِ پاک میں ہے: سونا اور ریشم میری اُمت کی عورتوں کے لئے حلال اور مردوں پر حرام ہے۔ (نسائی، حدیث: 5275)

آیت 32 مسلمان اور کافر کا حال بیان کر کے ہر کافر و مومن کو دعوتِ فکر دی جا رہی ہے کہ اس واقعے میں غور کر کے اپنا اپنا انجام سمجھیں، فرمایا کہ ان کے سامنے دو آدمیوں کا حال بیان کرو کہ ان میں سے ایک آدمی یعنی کافر کے لئے اللہ تعالیٰ نے انگوروں کے دو باغ بنا دیئے اور ان دونوں باغوں کو کھجوروں سے ڈھانپ دیا اور ان کے درمیان کھیتی بھی بنا دی یعنی اُنہیں نہایت بہترین ترتیب کے ساتھ مُرتّب کیا۔ آس پاس سبز باغ اور بیچ میں ہرا بھرا کھیت ہو تو دیکھنے میں بہت ہی خوشنما معلوم ہوتا ہے اور اس سے مالک اپنی تمام ضروریات پوری کر لیتا ہے، کھیت سے غذا اور باغ سے پھل حاصل ہوتے ہیں۔

وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا

اور ان کے درمیان میں کھیتی بھی بنادی ○ دونوں باغوں نے اپنے اپنے پھل دیدیئے اور اس میں کچھ کمی نہ کی اور دونوں کے بیچ میں ہم نے

خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ

ایک نہر جاری کردی ○ اور اس آدمی کے پاس پھل تھے تو اس نے اپنے ساتھی سے کہا اور وہ اس سے فخر و غرور کی باتیں کرتا رہتا تھا۔

اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ

(اس سے کہا) میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور افراد کے اعتبار سے زیادہ طاقتور ہوں ○ اور وہ اپنے باغ میں گیا حالانکہ وہ اپنی جان پر ظلم

قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ

کرنے والا تھا، کہنے لگا: میں گمان نہیں کرتا کہ یہ (باغ) کبھی فنا ہوگا ○ اور میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر

رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ

مجھے میرے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو میں ضرور اس باغ سے بہتر پلٹنے کی جگہ پالوں گا ○ اس کے ساتھی نے اس کی فخر و غرور کی باتوں

آیت 33 کھجور اور انگور دونوں باغوں میں ہی خوب بہار آئی، پھل خوب لگے جبکہ باغ کے بیچ میں موجود نہر نے باغ کی خوبصورتی اور زینت میں بھی اضافہ کر دیا اور وہ باغ کے تر و تازہ رہنے کا باعث بھی ہوئی۔

آیت 34 اس باغ والے کافر آدمی کے پاس باغ کے علاوہ اور بھی بہت مال و اسباب جیسے سونا، چاندی وغیرہ ہر قسم کا مال تھا تو وہ اپنے مسلمان ساتھی سے کہنے لگا جس سے وہ فخر و غرور کی باتیں کرتا رہتا تھا کہ میں تجھ سے زیادہ مال دار اور افراد کے اعتبار سے زیادہ طاقتور ہوں یعنی میرا کنبہ قبیلہ بڑا ہے اور خدمت گار، نوکر چاکر بھی میرے پاس بہت ہیں۔ اہم بات: نعمتوں پر فخر و غرور کا اظہار اور مومن کو ذلیل جاننا کفار کا کام ہے۔

آیت 35 وہ باغات کا مالک مسلمان کو ساتھ لے کر باغ میں گیا، اسے فخریہ طور پر ہر طرف لے کر پھرا، ہر ہر چیز دکھائی حالانکہ وہ اپنے کفر کے سبب اپنی جان پر ظلم کرنے والا تھا تو وہ باغ کی زینت اور رونق دیکھ کر مغرور ہو گیا اور کہنے لگا: میں گمان نہیں کرتا کہ یہ باغ کبھی فنا ہو گا یعنی ساری عمر مجھے پھل دیتا رہے گا۔ اہم بات: دنیوی دولت غافل کے لئے زیادہ جرم کرنے کا باعث ہو جاتی ہے۔

آیت 36 باغ کے کافر مالک نے کہا کہ مجھے تو اس بات کا گمان بھی نہیں ہے کہ قیامت قائم ہو گی جیسے تیرا گمان ہے بلکہ مجھے یقین ہے کہ قیامت نہ آئے گی اور اگر بالفرض آ بھی گئی تو مجھے آخرت میں اس دنیوی باغ سے بہتر باغ دیا جائے گا کیونکہ دنیا میں بھی میں نے بہترین جگہ پائی ہے۔ اہم بات: برے اعمال کر کے جنت کی آس لگانا نیز دنیا میں مال ملنے کو رضائے الٰہی کی علامت سمجھنا کافروں کا کام ہے۔

آیت 37، 38 یہ سب باتیں سن کر اس کافر کے مسلمان ساتھی نے اس کی فخر و غرور کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے کہا: کیا تو اس خداوند قدوس کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے اور پھر تجھے بالکل صحیح مرد بنا دیا یعنی اس نے تجھے عقل،

اَكَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًاؕ ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا

کا جواب دیتے ہوئے کہا: کیا تو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے پھر تجھے بالکل صحیح مرد بنادیا○ لیکن

هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ وَ لَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَ لَوْ لَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ

(میں تو یہی کہتا ہوں کہ) وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں کرتا○ اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تو اپنے باغ میں گیا

قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًاۚ ﴿۳۹﴾

تو کہتا: (یہ سب وہ ہے) جو اللہ نے چاہا، ساری قوت اللہ کی مدد سے ہی ہے۔ اگر تو مجھے اپنے مقابلے میں مال اور اولاد میں کم دیکھ رہا ہے○

فَعَسٰى رَبِّیْۤ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ یُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا

تو قریب ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا فرمادے اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں گرادے تو وہ چٹیل میدان ہو کر

زَلَقًاۙ ﴿۴۰﴾ اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَ اُحِیْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ

رہ جائے○ یا اس باغ کا پانی زمین میں دھنس جائے پھر تو اسے ہرگز تلاش نہ کر سکے○ اور اس کے پھل گھیر لیے گئے تو وہ ان اخراجات پر

بلوغ، قوت وطاقت عطا کی اور تو سب کچھ پاکر کافر ہو گیا لہٰذا تو اس کو مان یا نہ مان لیکن میں تو یہی کہتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں کرتا۔

آیت 39 مسلمان نے اس کافر کو سمجھاتے ہوئے کہا: ایسا کیوں نہ ہوا کہ تو باغ دیکھ کر مَا شَآءَ اللّٰهُ کہتا اور اعتراف کرتا کہ یہ باغ اور اس کے تمام محاصل ومنافع اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے فضل وکرم سے ہیں اور سب کچھ اس کے اختیار میں ہے، چاہے اس کو آباد رکھے یا ویران کردے، ایسا کہتا تو یہ تیرے حق میں بہتر ہوتا۔ اگر تو مجھے اپنے مقابلے میں مال اور اولاد میں کم سمجھ رہا تھا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا تھا تو تو نے ایسا کیوں نہیں کہا جو اوپر بیان ہوا۔ اہم باتیں: (1) یہاں سے مسلمان اور کافر کا فرق واضح ہوا کہ کافر اپنے مال ودولت اور کامیابی کو اپنی کوششوں کا نتیجہ سمجھتا ہے جبکہ مسلمان اپنی ہر کامیابی کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی طرف منسوب کرتا ہے۔ (2) حدیث پاک میں ہے: جو شخص کوئی پسندیدہ چیز دیکھ کر مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہے اسے نگاہ، نقصان نہیں پہنچائے گی۔ (کنز العمال، حدیث: 17666)

آیت 40، 41 مسلمان نے مزید کہا: ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا فرمادے اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں گرادے تو وہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے کہ اس میں سبزہ کا نام ونشان نہ رہے اور اپنی زندگی ہی میں تو اس باغ کو برباد ہوتا ہوا دیکھے یا اس باغ کا پانی زمین میں دھنس جائے کہ کسی طرح نکالا نہ جاسکے پھر تو اسے ہرگز تلاش نہ کر سکے۔

آیت 42 اس کافر کے باغ پر عذاب آگیا، اس کے ہر طرح کے مال واَسباب پھل ہلاکت میں گھیر لئے گئے اور باغ بالکل ویران ہو گیا تو وہ حسرت کے ساتھ ان اخراجات پر ہاتھ ملتا رہ گیا جو اس نے باغ کی دیکھ بھال میں خرچ کئے تھے اور وہ باغ اپنی چھتوں کے بل اوندھے منہ گر گیا، اس حال کو پہنچ کر اسے مومن کی نصیحت یاد آئی اور وہ سمجھا کہ یہ اُس کے کفر وسرکشی کا نتیجہ ہے تو وہ کہنے لگا: اے

يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ

اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا جو اس باغ میں خرچ کئے تھے اور وہ باغ اپنی چھتوں کے بل اوندھے منہ گرا ہوا تھا اور وہ مالک کہہ رہا ہے، اے کاش!

لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿٤٢﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ

میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا○ اور اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ کے سامنے اس کی مدد کرتی اور نہ ہی وہ خود

مَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿٤٣﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿٤٤﴾

بدلہ لینے کے قابل تھا○ یہاں پتہ چلتا ہے کہ تمام اختیار سچے اللہ کا ہے، وہ سب سے بہتر ثواب دینے والا اور سب سے اچھا انجام عطا فرمانے والا ہے○

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ

اور ان کے سامنے بیان کرو کہ دنیا کی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے ایک پانی ہو جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب

نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿٤٥﴾

زمین کا سبزہ گھنا ہو کر نکلا پھر وہ سوکھی گھاس بن گیا جسے ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے○

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا

مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی رونق ہیں اور باقی رہنے والی اچھی باتیں تیرے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے زیادہ بہتر

کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا۔

آیت 43 ﴿ فرمایا کہ اور اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکتی اور نہ ہی وہ خود بدلہ لینے کے قابل تھا۔

آیت 44 ﴿ مذکورہ واقعے کا سبق بیان فرمایا گیا کہ یہاں پتہ چلتا ہے اور ایسے حالات میں معلوم ہوتا ہے کہ تمام اختیارات اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہیں۔ وہی چاہے تو پھلوں سے لدے باغات عطا فرمادے اور چاہے تو ایک لمحے میں سب کچھ تہس نہس کر دے، وہ سب سے بہتر ثواب دینے والا اور سب سے اچھا انجام عطا فرمانے والا ہے۔

آیت 45 ﴿ دنیوی زندگی کے قابل فنا ہونے اور قیامت کے حساب کتاب کے متعلق سمجھایا گیا، فرمایا: اے حبیب! لوگوں کے سامنے دنیا کی حقیقت بیان کرو اور اس کے سمجھانے کے لئے اس مثال کا سہارا لو کہ دنیوی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے زمین کی سرسبزی و شادابی، جو ہمارے نازل کئے ہوئے پانی کے سبب زمین سے نکلی لیکن کچھ عرصے بعد وہ سبزہ فنا کے گھاٹ اتر جاتا اور سوکھی ہوئی گھاس میں تبدیل ہو جاتا ہے جسے ہوائیں ادھر سے اُدھر اڑائے پھرتی ہیں اور اس کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہتی یہی حالت دنیا کی بے اعتبار حیات کی ہے، اس پر مغرور و شیدا ہونا عقل مند کا کام نہیں اور یہ سب فنا و بقا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے۔ اہم بات: آیت میں بیان کی گئی مثال مزید تفصیل کے ساتھ سورۂ یونس کی آیت 24 میں گزر چکی ہے۔

آیت 46 ﴿ دنیا کے مال و اسباب کے متعلق فرمایا کہ مال اور بیٹے دنیوی زندگی کی رونق ہیں کہ ان کے ذریعے دنیا میں آدمی فخر کرتا اور

وَّخَیْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَیَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ

اور امید کے اعتبار سے زیادہ اچھی ہیں ○ اور یاد کرو جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو صاف کھلی ہوئی دیکھو گے (جس پر

وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ ۚ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ

پہاڑ وغیرہ کچھ بھی نہ ہوگا) اور ہم لوگوں کو اٹھائیں گے تو ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے ○ اور سب تمہارے رب کی بارگاہ میں صفیں باندھے

لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۢ ۫ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ

پیش کیے جائیں گے، بیشک تم ہمارے پاس ویسے ہی آئے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، بلکہ تمہارا گمان تھا کہ ہم ہرگز تمہارے لیے

لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا فِیْهِ

کوئی وعدے کا وقت نہ رکھیں گے ○ اور نامہ اعمال رکھا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اس میں جو (لکھا ہوا) ہوگا اس سے ڈر رہے

انہیں دنیا کی سہولیات و لذات حاصل کرنے کا ذریعہ بناتا ہے اور باقیاتِ صالحات یعنی نیک اعمال جیسے پنجگانہ نماز، تسبیح، تحمید اور تمام عبادات رب تعالیٰ کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے زیادہ بہتر اور امید کے اعتبار سے زیادہ اچھی ہیں۔ **اہم بات:** مال اور اولاد فی نفسہٖ اگرچہ دنیا ہیں لیکن یہ آخرت کے لئے عظیم زادِ راہ بھی بن سکتی ہیں کیونکہ اگر مال کو راہِ خدا میں خرچ کیا، خصوصاً کوئی صدقہ جاریہ کا کام کیا تو یہ نجات کا ذریعہ بنے گا اور اولاد کی اگر اچھی تربیت کی، نیکی کے راستے پر لگایا تو ان کی نیکیوں کا ثواب بھی ملے گا اور ان کی دعائیں بھی ملتی رہیں گی۔

آیت 47 ❁ دنیا کی ناپائیداری اور اسبابِ دنیا کی حقیقت بیان کرنے کے بعد اب قیامت کی ہولناکی کا بیان کیا جارہا ہے، فرمایا: یاد کرو جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے کہ وہ اپنی جگہ سے اُکھڑ کر بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے اور تم زمین کو صاف کھلی ہوئی دیکھو گے جس پر پہاڑ، درخت، عمارت کچھ نہ ہوگا بلکہ ایک چٹیل میدان ہوگا اور ہم لوگوں کو قبروں سے اٹھا کر میدانِ قیامت میں حاضر کریں گے تو ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔

آیت 48 ❁ قیامت واقع ہونے کے بعد کی منظر کشی کی گئی کہ سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صفیں باندھے پیش کیے جائیں گے، ہر ہر امت کی جماعت کی قطاریں علیحدہ علیحدہ ہوں گی اور اللہ تعالیٰ اُن سے فرمائے گا: بے شک تم ہمارے پاس ویسے ہی ننگے بدن، ننگے پاؤں، مال و زر سے خالی ہو کر آئے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور پھر منکرینِ قیامت سے کہا جائے گا: تمہارا تو گمان تھا کہ قیامت نہیں آئے گی اور تمہارے لئے حساب کتاب کا کوئی وعدہ نہیں اور انبیاءِ کرام علیہم السلام نے جو تمہیں اِس وعدے سے خبردار کیا تھا اسے تو تم نے تسلیم ہی نہیں کیا تھا۔

آیت 49 ❁ یہاں قیامت کا وہ اہم اور نازک ترین مرحلہ بیان ہو رہا ہے جہاں جنتی اور جہنمی ہونے کا اعلان ہونا ہے کہ ہر بندے کا نامۂ اعمال اس کو دیا جائے گا، مومن کا دائیں ہاتھ میں اور کافر کا بائیں میں، نامۂ اعمال کو دیکھ کر برے لوگوں کی حالت دہشت انگیز ہوگی، وہ

وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَ

ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! اس نامۂ اعمال کو کیا ہے کہ اس نے ہر چھوٹے اور بڑے گناہ کو گھیرا ہوا ہے اور

وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿٤٩﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ

لوگ اپنے تمام اعمال کو اپنے سامنے موجود پائیں گے اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا○ اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا:

اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ

آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، وہ جنوں میں سے تھا تو وہ اپنے رب کے حکم سے نکل گیا

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿٥٠﴾

تو (اے لوگو!) کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، ظالموں کیلئے کیا ہی برا بدلہ ہے○

مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ

نہ میں نے انہیں آسمانوں اور زمین کو بناتے وقت حاضر رکھا تھا اور نہ خود ان کے بناتے وقت اور نہ میں

ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! اس نامۂ اعمال کو کیا ہے کہ اس نے ہر چھوٹے اور بڑے گناہ کو گھیرا ہوا ہے اور لوگ اپنے تمام اعمال اپنے سامنے موجود پائیں گے اور رب تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرے گا، نہ کسی پر بغیر جرم عذاب کرے گا اور نہ کسی کی نیکیاں گھٹائے گا۔ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ جب اس آیت کی تلاوت فرماتے تو کہتے: ہائے بربادی، اے لوگو! کبیرہ گناہوں سے پہلے صغیرہ گناہوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرلو۔ (قرطبی، 302/5)

آیت 50 شیطان کے ابتدائی کردار کا بیان کرکے لوگوں کو سمجھایا جارہا ہے کہ جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے مردود ہوا، تم اس طرح نہ کرنا، ارشاد فرمایا: یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کے طور پر انہیں سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا لیکن ابلیس جو جنوں کے گروہ سے تعلق رکھتا تھا اس نے حکمِ الٰہی کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا بلکہ تکبر وحسد کا راستہ اختیار کیا اور اپنے رب کے حکم سے نکل گیا تو اے لوگو! کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے اور اُن کی اطاعت اختیار کرتے ہو، وہ یوں کہ بجائے میری بندگی کے ان کی بندگی میں مبتلا ہوتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، تمہیں تو ان سے ہوشیار اور دور رہنا چاہیے نہ کہ دوستی کرنی چاہیے اور یاد رکھو کہ شیطان، اس کی اولاد اور شیطان کے فرمانبردار سب ظالم ہیں اور ظالموں کے لئے بہت برا بدلہ ہے۔

آیت 51 شیطان، اس کی اولاد نیز جن بتوں یا چیزوں کو مشرکین اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں ان میں سے کسی کو نہ تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بناتے وقت حاضر رکھا تھا اور نہ خود ان کے بناتے وقت حاضر رکھا تھا اور نہ اللہ تعالیٰ گمراہ کرنے والوں کو مددگار بنانے والا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اشیا کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی ذات منفرد اور یگانہ ہے، نہ اس کا کوئی شریکِ عمل ہے نہ مشیر کار، پھر اس کے سوا اور کسی کی عبادت کس طرح درست ہو سکتی ہے۔

مُتَّخِذَ الْمُضِلِّیْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾ وَ یَوْمَ یَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ

گمراہ کرنے والوں کو مددگار بنانے والا ہوں ۝ اور یاد کرو جس دن اللہ فرمائے گا: میرے ان شریکوں کو پکارو جنہیں تم (میرا شریک)

زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهُمْ وَ جَعَلْنَا بَیْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾

گمان کرتے تھے تو وہ انہیں پکاریں گے تو وہ شریک انہیں جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک ہلاکت کا میدان بنادیں گے ۝

وَ رَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَ لَمْ یَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾ وَ لَقَدْ ع ۱۹

اور مجرم دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کرلیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے ۝ اور بیشک

صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَ

ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال طرح طرح سے بیان فرمائی اور انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے ۝ اور

مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَ یَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِیَهُمْ

جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو انہیں ایمان لانے اور اپنے رب سے مغفرت مانگنے سے کس چیز نے روکا سوائے اس کے کہ ان پر بھی

آیت 52 ارشاد فرمایا: اور یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ کفار سے فرمائے گا: اب تم ان شریکوں کو پکارو جنہیں تم میرا شریک سمجھتے تھے تو وہ انہیں پکاریں گے لیکن ان کے شریک انہیں جواب نہ دیں گے اور ہم ان بتوں اور بت پرستوں نیز اہلِ حق اور گمراہوں کے درمیان ایک ہلاکت کا میدان بنادیں گے جس میں اہلِ باطل اور ان کے بت پڑے رہیں گے۔ **اہم بات:** مَوْبِقْ دوزخ کا ایک طبقہ ہے یا اس سے مراد مطلقاً ہلاکت کی جگہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مَوْبِقْ جہنم میں ایک وادی ہے۔

آیت 53 فرمایا کہ جب مجرموں کو جہنم کی طرف چلایا جائے گا تو وہ اسے دیکھ کر یقین کرلیں گے کہ اب وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے کیونکہ جہنم ہر طرف سے انہیں گھیر لے گی۔

آیت 54 فرمایا کہ ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال مختلف انداز سے بیان فرمائی تاکہ لوگ انہیں سمجھیں اور نصیحت حاصل کریں لیکن اکثر لوگ وہ نصیحت قبول نہیں کرتے بلکہ فضول بحث مباحثہ شروع کردیتے ہیں۔ مزید فرمایا کہ انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔ **اہم بات:** یہ آیت اگرچہ بطورِ خاص نضر بن حارث یا اُبَی بن خلف کافر کے متعلق نازل ہوئی لیکن اس میں تمام کفار داخل ہیں جو حق کو تسلیم کرنے کی بجائے صرف بحث مباحثہ کرتے ہیں اور آیت کے عموم میں تمام لوگ داخل ہیں کیونکہ انسان کی عمومی عادت ہے کہ فوراً بات تسلیم نہیں کرتا اگرچہ حق بات ہی کیوں نہ ہو بلکہ بحث مباحثہ کرتا ہے۔

آیت 55 یہاں کلام اس انداز میں ہے جیسے کوئی شخص سمجھانے کے باوجود غلط حرکتیں کرتا رہے تو اسے کہا جاتا ہے: لگتا ہے کہ جناب کو صرف جوتوں کی ضرورت ہے۔ مراد یہ ہوتا ہے کہ اب تمہارا علاج یہی ہے۔ یہی بات کفار سے کہی گئی کہ ہدایت کی تعلیم آجانے کے بعد اب انہیں ایمان لانے اور استغفار کرنے سے صرف اس بات نے روکا ہوا ہے کہ ان پر بھی پہلے لوگوں جیسا عذاب آجائے یا

سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَ

پہلے لوگوں کا طریقہ آجائے یا ان پر بہت سی قسموں کا عذاب آجائے○ اور ہم رسولوں کو خوشخبری دینے والے اور

مُنْذِرِیْنَ ۚ وَیُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ

ڈر کی خبریں سنانے والے بنا کر ہی بھیجتے ہیں اور کافر باطل باتوں کے ذریعے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے سے حق بات کو مٹا دیں

وَاتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَمَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ

اور انہوں نے میری نشانیوں کو اور جس سے انہیں ڈرایا جاتا تھا اسے مذاق بنالیا○ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جسے اس کے رب کی آیتوں

فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ

کے ذریعے نصیحت کی جائے تو وہ ان سے منہ پھیر لے اور ان اعمال کو بھول جائے جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں۔ بیشک ہم نے ان کے

اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى

دلوں پر غلاف کر دیئے ہیں تاکہ قرآن کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ رکھ دیئے ہیں اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ

فَلَنْ یَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ یُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ

تو جب بھی ہر گز کبھی ہدایت نہ پائیں گے○ اور تمہارا رب بڑا بخشنے والا، رحمت والا ہے۔ اگر وہ لوگوں کو ان کے اعمال کی بنا پر پکڑ لیتا تو جلد

ان پر بہت سی قسموں کا عذاب آجائے۔

آیت 56 فرمایا کہ ہم رسولوں کو ان کی امتوں کی طرف بھیجتے ہیں تاکہ وہ ایمان والوں اور اطاعت گزاروں کو ثواب اور جنت کے درجات کی خوشخبری دیں جبکہ کافروں اور گنہگاروں کو عذاب اور جہنم کے درکات سے ڈرانے والی خبریں سنائیں لیکن کافر باطل باتوں کے ذریعے ان رسولوں سے جھگڑا کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ تم تو ہماری طرح بشر ہو، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیج دیتا، یہ جھگڑا وہ اس لئے کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے سے اُس حق بات کو مٹا دیں جو رسولوں کے ساتھ ہے، اس طرزِ عمل کے ذریعے کافروں نے میری وحدانیت و قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں کو اور جس عذاب سے انہیں ڈرایا جاتا تھا اسے مذاق بنالیا۔

آیت 57 فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کے رب کے کلام قرآن مجید کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جائے تو وہ ان سے منہ پھیر لے، ان میں غور و فکر نہ کرے اور کفر وغیرہ ان اعمال کے انجام کو بھول جائے جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں۔ بے شک ہم نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر غلاف کر دیئے ہیں تاکہ قرآن کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ رکھ دیئے ہیں تاکہ حق کو سن نہ سکیں اور اے حبیب! اگر آپ انہیں ہدایت کی طرف بلائیں تو جب بھی ہر گز کبھی ہدایت نہ پائیں گے کیونکہ ان کی قسمت میں ہی کفر کرنا لکھا ہوا ہے۔

آیت 58 اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہلت کا بیان ہے کہ اگر کوئی کروڑوں گناہ کرنے اور ساری زندگی گناہوں میں گزارنے کے بعد بھی

لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ یَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿۵۸﴾ وَ تِلْكَ الْقُرٰۤى اَهْلَكْنٰهُمْ

ان پر عذاب بھیج دیتا بلکہ ان کے لیے ایک وعدے کا وقت ہے جس کے سامنے کوئی پناہ نہ پائیں گے ○ اور یہ بستیاں ہم نے تباہ کر دیں

لَمَّا ظَلَمُوْا وَ جَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ

جب انہوں نے ظلم کیا اور ہم نے ان کی بربادی کیلئے ایک وعدہ کر رکھا تھا ○ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا: میں مسلسل

حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا

سفر میں رہوں گا جب تک دو سمندروں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں یا مدتوں چلتا رہوں گا ○ پھر جب وہ دونوں دو سمندروں کے ملنے

مغفرت کا دروازہ کھٹکھٹاتا اور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے اور شانِ رحمت میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ عذاب دینے میں جلدی نہیں فرماتا بلکہ کفر و گناہ کے باوجود لوگوں کو دنیا کا رزق دیتا رہتا ہے۔ اور فرمایا: اگر وہ لوگوں کو دنیا ہی میں ان کے اعمال کی بنا پر پکڑ لیتا تو جلد ان پر عذاب بھیج دیتا لیکن اس کی رحمت ہے کہ اُس نے عذاب میں جلدی نہ فرمائی بلکہ ان کے لئے ایک وعدے کا وقت یعنی قیامت کا دن مقرر کر دیا۔ اس دن ساری مہلتیں ختم ہو جائیں گی اور کوئی پناہ نہ ہو گی۔ اہم بات: دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت مومن اور کافر دونوں کو عام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی وجہ سے ان کا رزق منقطع کر کے ان کا مؤاخذہ نہیں فرماتا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت مومن کے ساتھ اور دائمی عذاب کافر کے ساتھ خاص ہے۔

آیت 59 کفار کو سمجھانے کے لئے اجمالی طور پر پچھلی قوموں کا انجام بیان ہو رہا ہے، فرمایا کہ ان بستیوں کے رہنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا جب انہوں نے کفر کیا اور وہ بستیاں ویران ہو گئیں اور ہم نے ان کو ہلاک کرنے کے لئے ایک وقت مقرر کر رکھا تھا تو جیسے وہ بستیاں اپنے کفر و سرکشی کی وجہ سے برباد ہوئی ایسے تم بھی ہو سکتے ہو۔ اہم بات: ان بستیوں سے قوم لوط، عاد اور ثمود وغیرہ کی بستیاں مراد ہیں۔

آیت 60 حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کے پاس علم سیکھنے کے لئے جانے کا واقعہ بیان ہو رہا ہے، ایک بار آپ نے بنی اسرائیل کی جماعت میں بہت شاندار وعظ فرمایا، کسی نے پوچھا کہ آپ سے بڑا عالم بھی کوئی ہے؟ فرمایا: نہیں۔ وحی آئی کہ اے موسیٰ! تم سے بڑے عالم حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے ان کا پتہ پوچھا۔ ارشاد فرمایا: مجمع بحرین میں رہتے ہیں، وہاں کی نشانی یہ بتائی کہ جہاں بھنی مچھلی زندہ ہو کر دریا میں چلی جائے اور پانی میں سرنگ بن جائے وہاں حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم حضرت یوشع بن نون علیہ السلام سے فرمایا: میں مسلسل سفر میں رہوں گا جب تک کہ مشرق کی جانب دو سمندروں بحرِ فارس اور بحرِ روم کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں یا اگر وہ جگہ دور ہو تو مدتوں چلتا رہوں گا۔ پھر یہ حضرات روٹی اور نمکین بھنی مچھلی زنبیل میں توشہ کے طور پر لے کر روانہ ہوئے۔ اہم باتیں: (1) حضرت یوشع بن نون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت و صحبت میں رہتے اور آپ سے علم حاصل کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام ہی آپ کے ولی عہد بنے۔ (2) علم کے لئے سفر کرنا اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام کی سنت ہے۔ (3) سفر میں توشہ ساتھ رکھنا اچھا ہے۔

آیت 61 حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع بن نون علیہما السلام دو سمندروں کے ملنے کی جگہ پہنچے۔ وہاں ایک پتھر کی چٹان اور چشمہ حیات

نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ

کی جگہ پہنچے تو اپنی مچھلی بھول گئے اور اس مچھلی نے سمندر میں سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنالیا○ پھر جب وہ وہاں سے گزر گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم

اٰتِنَا غَدَآءَنَا ؗ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ

سے فرمایا: ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بیشک ہمیں اپنے اس سفر سے بڑی مشقت کا سامنا ہوا ہے○ خادم نے عرض کی: سنئے! جب ہم نے

اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ؗ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ

اس چٹان کے پاس (آرام کیلئے) ٹھکانہ بنایا تھا تو بیشک میں مچھلی (کے متعلق بتانا) بھول گیا تھا اور مجھے شیطان ہی نے اس کا ذکر کرنا بھلا دیا

وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا

اور (ہوا یہ ہے کہ) مچھلی نے سمندر میں اپنا راستہ بڑا عجیب بنایا○ موسیٰ نے فرمایا: یہی تو ہم چاہتے تھے پھر وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات

قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ

دیکھتے واپس لوٹ گئے○ تو انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے خاص رحمت دی تھی اور اسے

تھا۔ اس جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آرام فرمایا اور حضرت یوشع علیہ السلام وضو کرنے لگے۔ اسی دوران بھنی ہوئی مچھلی زنبیل میں زندہ ہوئی اور تڑپ کر دریا میں گر گئی، اس پر سے پانی کا بہاؤ رک گیا اور ایک محراب سی بن گئی۔ حضرت یوشع علیہ السلام یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو ان سے مچھلی کا واقعہ ذکر کرنا یاد نہ رہا۔

آیت 62 پھر جب وہ دونوں اس جگہ سے گزر گئے اور چلتے رہے حتی کہ دوسرے روز کھانے کا وقت آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے فرمایا: ہمارا صبح کا کھانا لاؤ، بے شک ہمیں اپنے اس سفر سے بڑی مشقت کا سامنا ہوا ہے کہ تھکان بھی ہے اور بھوک کی شدت بھی۔ **اہم بات:** مَجْمَعُ الْبَحْرَیْن پہنچنے سے پہلے انہیں تھکن اور بھوک کی شدت محسوس نہ ہوئی اور جب منزلِ مقصود سے آگے بڑھ گئے تو تھکن اور بھوک معلوم ہوئی، اس میں حکمت یہ تھی کہ وہ مچھلی یاد کریں اور اس کی طلب میں منزلِ مقصود کی طرف واپس ہوں۔

آیت 63 حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کھانا طلب فرمانے پر حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے معذرت کی اور کہا: سنئے! جب ہم نے اس چٹان کے پاس آرام کے لئے ٹھکانہ بنایا تھا تو بے شک میں مچھلی کے متعلق بتانا بھول گیا تھا اور مجھے شیطان ہی نے اس کا ذکر کرنا بھلا دیا اور ہوا یہ ہے کہ مچھلی نے سمندر میں اپنا راستہ بڑا عجیب بنایا۔

آیت 64 حضرت یوشع علیہ السلام کی بات سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: مچھلی کا جانا ہی تو ہمارے مقصد حاصل ہونے کی علامت ہے۔ جن کی طلب میں ہم چلے ہیں ان سے ملاقات وہیں ہوگی۔ پھر وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات کی پیروی کرتے ہوئے واپس لوٹے۔

آیت 65 جب وہ دونوں بزرگ واپس اسی جگہ پہنچے تو وہاں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جو چادر اوڑھے آرام فرما رہا تھا۔ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس سے خاص رحمت یعنی نبوت، ولایت، علم یا لمبی زندگی دی تھی اور

مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾

اپنا علم لدنی عطا فرمایا○ اس سے موسیٰ نے کہا: کیا اس شرط پر میں تمہارے ساتھ رہوں کہ تم مجھے وہ درست بات سکھا دو جو تمہیں سکھائی گئی ہے○

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَ كَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾

جواب دیا: آپ میرے ساتھ ہر گز نہ ٹھہر سکیں گے○ اور آپ اس بات پر کس طرح صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں○

قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَآ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ

موسیٰ نے کہا: اگر اللہ چاہے گا تو عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والا پاؤ گے اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کروں گا○ کہا، تو اگر

آپ کو اپنا علم لدنی یعنی غیب کا علم عطا فرمایا۔ اہم باتیں: (1) حضرت خضر علیہ السلام کا نام بلیا بن ملکان اور کنیت ابو العباس ہے۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں: جو حضرت خضر علیہ السلام کا نام ان کی ولدیت اور کنیت سمیت یاد رکھے گا اِنْ شَآءَ اللّٰہ! اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا۔ (2) حضرت خضر علیہ السلام ولی تو بالیقین ہیں جبکہ آپ کی نبوت میں اختلاف ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: معتمد و مختار یہ ہے کہ وہ (یعنی حضرت خضر علیہ السلام) نبی ہیں اور دنیا میں زندہ ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، 28/610) (3) علم لدنی وہ ہے جو بندے کو الہام کے ذریعے حاصل ہو۔

آیت 66 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو سلام کیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ تمہاری سرزمین میں سلام کہاں؟ آپ نے فرمایا: میں موسیٰ ہوں۔ انہوں نے پوچھا کہ بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ فرمایا: جی ہاں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: کیا اس شرط پر میں آپ کے ساتھ رہوں کہ آپ مجھے وہ درست بات سکھا دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے۔ **اہم بات:** آدمی کو علم کی طلب میں رہنا چاہئے خواہ کتنا ہی بڑا عالم ہو نیز جس سے علم سیکھے اس کے ساتھ عاجزی اور ادب سے پیش آنا چاہئے۔

آیت 67 حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: آپ میرے ساتھ ہر گز نہ ٹھہر سکیں گے۔ **اہم بات:** چونکہ حضرت خضر علیہ السلام جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کچھ ناپسندیدہ اور ممنوع کام دیکھنا پڑیں گے اور انبیاءِ کرام علیہم السلام سے ممکن ہی نہیں کہ وہ ممنوع کام دیکھ کر صبر کر سکیں، اس لئے آپ نے یہ فرمایا۔

آیت 68 حضرت خضر علیہ السلام نے اُس ترکِ صبر کا عذر بھی خود ہی بیان کر دیا اور فرمایا کہ آپ اس بات پر کس طرح صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں اور ظاہر میں وہ ممنوع ہے۔ **اہم بات:** حدیثِ پاک میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ایک علم اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا عطا فرمایا جو آپ نہیں جانتے اور ایک علم آپ کو ایسا عطا فرمایا جو میں نہیں جانتا۔ (بخاری، حدیث: 4725)

آیت 69 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو عنقریب آپ مجھے اعتراض اور انکار کرنے سے صبر کرنے والا پاؤ گے اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کروں گا۔

آیت 70 حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آپ کو میرے ساتھ رہنا ہے تو آپ میرے کسی ایسے عمل کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کرنا جو آپ کی نظر میں ناپسندیدہ ہو جب تک میں خود آپ کے سامنے اس کا ذکر نہ کر دوں۔ **اہم بات:** شاگرد اور مرید کے آداب میں سے ہے کہ اپنے استاد اور پیر کے افعال پر زبانِ اعتراض نہ کھولے اور منتظر رہے کہ وہ خود ہی اس کی حکمت ظاہر فرما دیں۔

اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾

آپ کو میرے ساتھ رہنا ہے تو مجھ سے کسی شے کے بارے میں سوال نہ کرنا جب تک میں خود آپ کے سامنے اس کا ذکر نہ کر دوں ○

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ

پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو اس نے کشتی کو چیر ڈالا۔ موسیٰ نے کہا: کیا تم نے اسے اس لیے چیر دیا تاکہ

اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ

کشتی والوں کو غرق کر دو، بیشک یہ تم نے بہت برا کام کیا ○ کہا: کیا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہر گز نہ ٹھہر سکیں گے ○ موسیٰ نے کہا:

لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَ لَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا

میری بھول پر میرا مواخذہ نہ کرو اور مجھے میرے کام کی طرف سے مشکل میں نہ ڈالو ○ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب انہیں ایک لڑکا ملا

فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰ نے کہا: کیا تم نے کسی جان کے بدلے کے بغیر ایک پاکیزہ جان کو قتل کر دیا۔ بیشک تم نے بہت ناپسندیدہ کام کیا ہے ○

آیت 71 پھر حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کشتی کی تلاش میں ساحل کے کنارے چلنے لگے، ان کے پاس سے ایک کشتی گزری تو کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان کر بغیر معاوضہ سوار کر لیا، جب کشتی سمندر کے بیچ میں پہنچی تو حضرت خضر علیہ السلام نے کلہاڑی کے ذریعے اس کے ایک یا دو تختے اکھاڑ ڈالے۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام خاموش نہ رہ سکے اور فرمایا: کیا تم نے کشتی کو اس لئے چیر دیا تاکہ کشتی والوں کو غرق کر دو، بے شک یہ تم نے بہت برا کام کیا۔

آیت 72 حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: کیا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہر گز نہ ٹھہر سکیں گے۔

آیت 73 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عذر خواہی فرمائی کہ میں آپ سے کیا ہوا وعدہ بھول گیا تھا لہٰذا اس پر میرا مواخذہ نہ کریں اور مجھے میرے کام یعنی اپنی پیروی کی طرف سے مشکل میں نہ ڈالو۔

آیت 74 کشتی سے اتر کر دونوں حضرات چلے اور ایک ایسے مقام پر گزرے جہاں لڑکے کھیل رہے تھے۔ وہاں انہیں ایک لڑکا ملا جو کافی خوبصورت تھا اور حد بلوغ کو نہ پہنچا تھا۔ بعض مفسرین نے کہا کہ وہ لڑکا جوان تھا اور رہزنی کیا کرتا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اسے قتل کر دیا۔ یہ دیکھ کر پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رہا نہ گیا اور فرمایا: کیا تم نے کسی جان کے بدلے کے بغیر ایک پاکیزہ جان جس کا کوئی گناہ ثابت نہ تھا، کو قتل کر دیا؟ بیشک تم نے بہت ناپسندیدہ کام کیا ہے۔